اَنوارُ البیان

فی حلِ

لُغاتِ القُرآن

حصہ دوم

تالیف

علی محمد پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

أَنْوَارُ الْبَيَان

فِی حَلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآن

حِصّہ دُوم

تالیف

علی محمّد پی سی ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

النّاشر

مَکتبہ سَیِّد احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ (۱۳)

يُوسُف ☆ الرَّعْد ☆ اِبْرَاهِيم

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ

۱۲:۵۳ = مَآ اُبَرِّئُ۔ مَا نفی کا ہے اُبَرِّئُ مضارع واحد متکلم۔ اِبْرَاءٌ (افعال) سے جس کے معنی ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنے اور نجات دلانے کے ہیں۔ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہوں۔

= لَاَمَّارَۃٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَمَّارَۃٌ اَمْرٌ سے ہے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ اٰمِرٌ۔ حکم دینے والا۔ اَمَّارٌ مبالغہ کا صیغہ بڑا حکم دینے والا۔ شرارت پر اکسانے والا۔ اَمَّارَۃٌ اَمَّارٌ سے صیغہ مؤنث ہے۔

= اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

۱۔ اِلَّا حرف استثناء متصل مَا بمعنی مَنْ ۔ ای کل نفس اَمَّارَۃٌ اِلَّا من رحمھا اللہ (بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے) سوائے اس نفس کے جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔

۲ = اِلَّا۔ استثناء منقطع مَا مصدریہ غیر زمانیہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ لکن رحمۃ رَبِّیْ ھی التی تصرف عنھا السُّوْٓءَ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے لیکن میرے رب کی رحمت اس کو برائی سے بچا دیتی ہے۔

۳۔ اِلَّا حرف استثناء مَا مصدریہ زمانیہ

ای ان النفس لامارۃ بالسوء فی کل وقت الا فی وقت رحمۃ ربی۔ یعنی بے شک نفس تو ہر وقت برائی ہی کا حکم دیتا ہے سوائے اس وقت کے کہ جب میرے رب کی رحمت ہو

شروع آیۃ ۵۲ سے اختتام آیۃ ۵۳ تک اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف کا ہے یا کہ زلیخا کا۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ ابن ابی الہذیل۔ ضحاک۔ حسن۔ قتادہ اور سدی قائل ہیں کہ یہ حضرت یوسف کا کلام ہے اور وہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شانِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوتے ہیں کلام میں جو نیک نفسی۔ عالی ظرفی۔ فروتنی اور خدا ترسی بول رہی ہے وہ خود گواہ ہے کہ ہر فقرہ اس زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے جس سے ھَیْتَ لَکَ وغیرہ الفاظ نکلے تھے ایسے پاکیزہ کلمات تو حضرت یوسف

ہی کی زبان مبارک سے نکل سکتے تھے۔

دوسری طرف امام ماوردیؒ۔ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیر کے مطابق واقعہ کے سیاق وسباق اور معنوی لحاظ سے اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ سے لے کر غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک زلیخا کا کلام ہی ہو سکتا ہے۔

۱۲: ۵۴ = اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ۔ میں اس کو خالص کرلوں اپنی ذات کے لئے۔ یعنی میں اس کو ذاتی مشیر بنالوں۔ اَسْتَخْلِصُ اِسْتِخْلَاصٌ (استفعال) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے

= کَلَّمَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع یوسف علیہ السلام ہے۔ اس (عزیز مصر) نے اُس (حضرت یوسف) سے کلام کیا۔ گفتگو کی۔

= مَکِیْنٌ۔ صاحب منزلت۔ معزز۔ محترم۔ مرتبہ والا۔ کَوْنٌ مصدر مَکِیْنٌ صفت مشبہ

۱۲-۵۶ = مَکَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَمْکِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے اس کو جاہ عطا کیا با اقتدار بنایا۔

= یَتَبَوَّأُ وہ اترے۔ فروکش ہو رہے۔ تَبَوُّءٌ (تفعّل) مصدر۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ب و ء مادہ کے حروف ہیں۔

= مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع (الارض (ارض مصر) ہے۔

= نُصِیْبُ۔ مضارع جمع متکلم (افعال) اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃً۔ ہم سرفراز کرتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں۔ صَوْبٌ مادہ۔

۱۲: ۵۸ = مُنْکِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْکَارٌ مصدر۔ نہ پہچاننے والے۔ ناواقف۔ نہ ماننے والے۔ انکار کرنے والے۔

۱۲: ۵۹ = جَھَّزَھُمْ۔ اس نے ان کے لئے تیار کردیا۔ جَھَّزَ یُجَھِّزُ تَجْھِیْزٌ (تفعیل) سے بمعنی سامان تیار کردینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (برادرانِ یوسف کے لئے) جِھَازٌ۔ سامان۔ مال واسباب۔ سازوسامان۔

= اِیْتُوْنِیْ۔ ب۔ اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ (ضرب) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جب اس کے صلہ میں بَ۔ آئے تو متعدی ہوجاتا ہے۔ اِئْتِ بِ۔ میرے پاس لا۔ اِئْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّکُمْ اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ۔ نِیْ میں نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم اتی مادہ۔

= اُوْفِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں پورا کرتا ہوں۔ میں پورا کروں گا۔

اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ (افعالٌ)، اَوْفٰی بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کرنا۔ اَوْفَی النَّذْرَ نذر پوری کرنا۔ اَوْفَی الْکَیْلَ پیمانہ پورا ماپنا۔ وَفٰیٌ مادہ۔

= المُنْزِلِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ اِنْزَالٌ مصدر۔ مہمان ٹھہرانے والے ۔ اتار نیوالے۔ (کہ مہمان کو اس کی سواری ۔ گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ سے خیر مقدم کرتے ہوئے اتارا جاتا ہے) لہٰذا میزبان کو مُنْزِلٌ کہتے ہیں ۔

= کَیْلَ ۔ غلہ ۔ اَلْکَیْلُ غلہ سے پیمانہ بھرنا ۔

۱۲:۶۰ = لَا تَقْرَبُوْنِ ۔ فعل نہی ۔ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ضمیر متکلم محذوف ۔ تم میرے پاس مت آؤ۔ تم میرے نزدیک مت پھٹکو ۔

۱۲:۶۱ = سَنُرَاوِدُ۔ مضارع جمع متکلم ۔ مُرَاوَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر ۔ رَوْدٌ مادہ ۔ ہم پھیرنے کی کوشش کریں گے ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۲:۲۳ ۔

= لَفٰعِلُوْنَ ۔ لام تاکید کے لئے ۔ اور ہم ضرور کریں گے ۔

۱۲:۶۲ = لِفِتْیٰنِہٖ ۔ جمع ۔ فَتًی ۔ واحد لام حرف جر۔ فِتْیَانٌ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اپنے خادموں سے ۔ فَتًی ۔ بمعنی غلام ۔ جوان ۔ سخی ۔

= اِجْعَلُوْا ۔ رکھ دو۔ بنادو۔ جَعْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

= بِضَاعَتَہُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی پونجی ۔ ان کا سامانِ تجارت ۔ ملاحظہ ہو ۱۲:۱۹

= رِحَالِہِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی خرجیں ۔ ان کے کجاوے ۔ مراد۔ ان کے سامان میں۔ ان کے مال واسباب میں ۔

اصل میں اونٹ پر سواری کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے یعنی پالان وغیرہ۔ اس کو رحل کہتے ہیں ۔ مجازاً منزل ۔ مسکن ۔ خرجیں اور سامانِ سفر کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے رِحْلِہٖ اس کا اسباب سفر ۔ اس کا کجاوہ ۔

= لَعَلَّہُمْ یَعْرِفُوْنَہَا ۔ ھَا ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب ۔ بِضَاعَۃٌ (بِضَاعَتَہُمْ) کی طرف راجع ہے ای لعلہم یعرفون حق ردھا ۔ یعنی جب وہ اپنی پونجی اپنے اسباب میں دیکھیں تو اخلاقی طور پر اس کے واپس کرنے کے حق کو یاد کریں کہ اس کے بدلہ میں غلہ تو ہم لے آئے ہیں یہ نقدی غلہ دینے والوں کا حق ہے جو انہیں واپس ہونا چاہئے ۔

۱۲:۶۳ = نَکْتَلْ ۔ مضارع مجزوم ۔ جمع متکلم ۔ اِکْتِیَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ ہم ناپ بھر غلہ لے لیں ۔

۱۲:۶۴ = اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ ۔ اٰمَنُ ۔ مضارع واحد متکلم اَمِنَ یَاْمَنُ (سمع) اَمْنٌ وَ اَمَانٌ وَ اَمَنَۃٌ سے ۔ اَمِنَ عَلٰی کسی چیز کو کسی کی حفاظت میں دینا ۔ اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ میں اس کو

تمہاری حفاظت میں دیدوں ۔ اس کو تمہارے سپرد کردوں۔

کَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۔ جیساکہ میں نے تمہیں محافظ بنایا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے (کیونکہ اس وقت بھی ان بھائیوں نے یہی کہا تھا کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (آیت ۱۲)

= فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۔ حَافِظًا ۔ منصوب بوجہ تمیز ہے یا بوجہ حال کے۔ جملہ میں ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے (تم کیا حفاظت کروگے بہترین محافظ تو اللہ ہی ہے)

۱۲: ۶۵ = مَا نَبْغِيْ ۔ نَبْغِيْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ بَغٰى يَبْغِيْ (ضَرَبَ) بَغْیٌ سے ۔ اس کے معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کرنا کے ہیں خواہ تجاوز کرسکے یا نہ کرسکے ۔ گو لغت میں بَغْیٌ کا لفظ محمود اور مذموم دونوں قسم کے تجاوز پر بولا جاتا ہے مگر قرآن میں اکثر جگہ مذموم کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

مَا نَبْغِيْ میں مَا نفی کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے ۔ ہم نے بادشاہ کی تعریف میں اور اس کے احسان و کرم نوازی میں حد سے تجاوز نہیں کیا تھا ۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری نقدی بھی واپس کردی ہے ۔

یا مَا استفہامیہ ہے ای اَیَّ شَیْءٍ نَطْلُبُ وَرَاءَ هٰذَا ۔ اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہئے کہ بادشاہ نے ہمیں غلہ بھی پورا دیا اور ہماری نقدی بھی واپس کردی ۔

= نَمِيْرُ ۔ مَارَ يَمِيْرُ مَيْرٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع متکلم

اَلْمَيْرُ ۔ مصدر خوراک ۔ کھانا ۔ مَارَ عِيَالَهٗ ۔ عیال کے لئے خوراک لانا ۔ اَلْمَائِرُ اسم فاعل خوراک لانے والا ۔ نَمِيْرُ اَهْلَنَا ہم اپنے اہل خانہ کے لئے خوراک لائیں گے ۔

= نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۔ ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ لائیں گے ۔

= ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ غلہ آسانی سے مل جاویگا ۔

۱۲ - ۶۶ = مَوْثِقًا ۔ مصدر منصوب ۔ وُثُوْقٌ بھی مصدر ہے ۔ پختہ پیمان ۔ مَوْثِقٌ ۔ مضبوط عہد ۔ وَثُوْقٌ مادہ ۔ وَثِقَ يَوْثِقُ (باب حسب)

= لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تم اس کو میرے پاس ضرور لے آؤگے

= يُّحَاطَ بِكُمْ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَةٌ سے ۔ احاطہ کرلینا ۔ گھیرے میں لے لینا گھیر لینا ۔ بجز اس کے کہ تم گھیرے میں آجاؤ ۔ تمہارا احاطہ کرلیا جائے ۔ تم کو بے بس کردیا جائے

= یٰبَنِیَّ ۔ یہ مادہ ب ن ی سے مشتق ہے یَا حرفِ ندا۔ بَنِیَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادٰی
بَنَیْتُ اَبْنِیْ بِنَاءً وَ بِنْیَۃً وَ بُنْیَاً کے معنی تعمیر کرنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ
سَبْعًا شِدَادًا (۷۸ : ۱۲) اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اِبْنٌ (بیٹا) بھی اسی سے
ہے یہ اصل میں بَنَیٌ تھا۔ اس کی جمع اَبْنَاءٌ اور تصغیر بُنَیَّ آتی ہے بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت
ہوتا ہے اس لئے اِبْنٌ کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بانی بنایا ہے اور بیٹے کی
تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب اس کی تربیت ۔
دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اسے اس کا ابنٌ کہا جاتا ہے۔ نیز جسے کسی چیز سے لگاؤ
ہو اسے بھی اس کا اِبنٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فُلَانٌ اِبْنُ حَرْبٍ فلاں جنگ جو ہے۔
بَنِیَّ اصل میں بَنُیُوْنَ - بَنُوْنَ (اِبْنٌ کی جمع بحالت رفع) تھا۔ جب اس جمع مذکر
سالم کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا تو جمع کا نون بوجہ اضافت گر گیا۔ بَنُیُوْیَ ہو گیا۔
اب واؤ اور ی جمع ہوئے واؤ ساکن تھا اس لئے بقاعدہ مَرْمِیٌّ واؤ کو ی سے بدل کر
ی کو ی میں ادغام کیا ی ماقبل واؤ کے ضمہ کو حرف ماقبل ن کو دیا اور ی کی رعایت سے ن
کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا اور ی کو گرا دیا۔ بَنِیَّ رہ گیا۔ یٰبَنِیَّ ۔ اے میرے بیٹو۔
= مَا اُغْنِیْ ۔ مَا نفی کے لئے ہے اُغْنِیْ اِغْنَاءٌ (اِفعَالٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ اَغْنٰی
عَنْہُ دور کرنا۔ مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ ۔ میں تم کو دور نہیں کر سکتا۔ میں تم کو بے نیاز نہیں بنا سکتا
مِنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۔ اللہ سے کسی شے میں ۔ میں کسی شے میں تم کو اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا
(یعنی ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہے میری نصیحت کا مطلب یہ نہیں کہ تم اب مشیت ایزدی
سے بے نیاز ہو جاؤ)
= اِنِ الْحُکْمُ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ اسی پر میرا توکل ہے۔
۱۲ : ۶۸ = مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۔ میں یُغْنِیْ کا فاعل حضرت یعقوب
کی رائے ہے یا ان کا متفرق طور پر مصر میں داخل ہونا۔ یعنی حضرت یعقوب کی رائے یا ان کا
علیحدہ علیحدہ ہو کر شہر مصر میں داخل ہونا ان کو تقدیر الٰہی سے نہ بچا سکا۔
= اِلَّا حَاجَۃً ۔ استثناء منقطع ۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک خواہش تھی حضرت یعقوبؑ
کے دل کی ۔ حَاجَۃٌ ۔ خواہش ۔ ارمان ۔ ضرورت ۔ غرض۔ اس کی جمع حَاجَاتٌ وَحَوَائِجُ
= قَضٰھَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول برائے حَاجَۃً ۔ قَضٰی یَقْضِیْ (ضرب)

قَضَاءٌ مصدر۔ پورا کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ وغیرہ۔
قَضٰهَا۔ جس کو اس نے پورا کیا۔
= اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ جو علم ہم نے اس کو دیا تھا اس کی وجہ سے وہ صاحب علم تھے۔ یعنی خوب جانتے تھے کہ انسانی تدبیر قضائے الٰہی کو ٹال نہیں سکتی لیکن مقصد کے حصول کے لئے اسباب کا مہیا کرنا ہر شخص پر فرض ہے نتیجہ تقدیر ایزدی پر منحصر ہے۔
۱۲ : ۶۹ = اٰوٰی۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اِیْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اَلْمَاْوٰی۔ اوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ) اُوِیٌّ۔ مَاْوًی۔ جس کے معنی کسی جگہ نزول کرنے یا پناہ حاصل کرنے کے ہیں۔ اوٰی یاْوِیْ اِلٰی۔ کسی کے پاس اترنا۔ کسی کے ساتھ مل جانا۔ اٰوٰی (افعال) کسی کو جگہ دینا۔ جیسا کہ آیۃ ہذا میں ہے۔ اس کا مضارع یُؤْوِیْ ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَ تُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳ : ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔
اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ۔ اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔
= لَا تَبْتَئِسْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) سے۔ تو غمگین نہ ہو۔ تو غم نہ کھا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱-۳۶) بُؤْسٌ مادہ
= جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ۔ ان کا سامان تیار کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ۱۲ : ۵۹)
= السِّقَایَةَ۔ پانی پینے کا برتن۔ صُوَاعٌ (پینے کا بڑا جام) صَاعٌ پیمانہ کو بھی کہتے ہیں
= رَحْلِ۔ تھیلہ۔ خرجن۔ کجاوہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲ : ۶۲)
۱۲ : ۷۰ = اَلْعِیْرُ۔ قافلہ۔ کارواں یہ مؤنث ہے۔ اور عَادَ یَعِیْرُ سے مشتق ہے اس کی جمع عِیَرَاتٌ اور عِیْرَاتٌ ہے۔
صاحب المفردات لکھتے ہیں۔ العِیْرُ۔ قافلہ جو غذائی سامان لاد کر لاتا ہے اصل میں یہ لفظ غلہ بردار اونٹوں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہوتے ہیں ان کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایسے اونٹوں کے لئے اور کبھی صرف ایسے لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔
۱۲ : ۷۱ = تَفْقِدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گم کر رہے ہو۔ تم کھو رہے ہو۔
مَاذَا تَفْقِدُوْنَ۔ تمہاری کونسی چیز گم ہوگئی ہے فَقْدٌ مصدر (باب ضَرَبَ) تَفَقَّدَ (باب تفعّل) اس نے جستجو کی۔ اس نے تلاش کیا۔ اس نے خبر لی۔ اس نے حاضری لی۔
وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ (۲۷ : ۲۰) اس نے پرندوں کی حاضری لی۔
۱۲ : ۷۲ = نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ ہم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کر دیا ہے۔ مَفْقُوْدٌ گم شدہ

= وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ۔ جو شخص اس کو لا کر دے گا (اس کے لئے) ایک بار شتر (غلہ) انعام ہے۔
= زَعِيْمٌ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ زَعَامَةٌ۔ ضمانت دینا۔ ذمہ لینا۔ کفیل ہونا۔ زَعِيْمٌ کی جمع زُعَمَآءُ ہے۔
۱۲: ۷۳ = تَاللّٰهِ۔ خدا کی قسم۔ تَ یہاں واؤ یا باء کے بدلے میں ہے۔
۱۲: ۷۵ = فَهُوَ جَزَآؤُهٗ۔ وہ خود اپنی سزا ہے۔ یعنی چوری کی سزا میں خود چور صاحب مال کا غلام بن جائے گا۔
۱۲: ۷۶ = بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتدا کی۔ بَدْءٌ سے باب فتح ماضی واحد مذکر غائب۔ فعل میں فاعل کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اس کا مرجع المؤذن ہے۔ پکارنے والا۔ یعنی جس نے پہلے پکار کر کہا تھا۔ ایتها العير اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ (آیہ: ۷۰) (۲) اس کا مرجع حضرت یوسفؑ ہیں کیونکہ تلاش کے لئے وہ قافلہ کو بادشاہ کے حضور لے آئے تھے اور حضرت یوسف نے خود ان کے متاع کی تلاشی لی یا اپنے سامنے دوسروں سے تلاشی کروائی قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان (کی تلاشی) سے پہلے) میں اَخِيْهِ کی ضمیر واحد مذکر غائب بلاشک وشبہ حضرت یوسف کی طرف راجع ہے جس سے اس امر کو تقویت پہنچتی ہے کہ بَدَاَ کے فاعل حضرت یوسف خود تھے۔
= اَوْعِيَتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَوْعِيَةٌ وِعَآءٌ کی جمع ہے وِعَآءٌ اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بحفاظت رکھی جائے۔ تھیلہ۔ خرجی۔
اَلْوَعْيُ (ض) کے معنی عموماً بات وغیرہ کو یاد کر لینا کے ہیں۔ جیسے وَعَيْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ میں نے اسے یاد کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۶۹: ۱۲) تاکہ اس کو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد کریں۔ اَلْاِيْعَآءُ (اِفْعَال) کے معنی ساز و سامان کو وِعَآء (ظرف) میں محفوظ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے جَمَعَ فَاَوْعٰى (۷۰: ۱۸) مال جمع کیا اور اس کو بند رکھا۔ اَلْوِعَآءُ کے معنی بوری یا تھیلا جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں۔ اس کی جمع اَوْعِيَةٌ ہے۔
= اِسْتَخْرَجَهَا۔ اس کو نکالا۔ اس کو نکلوایا۔ اِسْتِخْرَاجٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ هَا ضمیر مؤنث غائب اس کا مرجع السقایۃ ہے یا صُوَاعٌ ہے جو مذکر مؤنث

ہر دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
= کِدْنَا۔ ماضی جمع متکلم کَیْدٌ۔ مصدر (باب ضرب) ہم نے خفیہ تدبیر کی۔
= دِیْنِ۔ قانون۔ مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ۔ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق حضرت یوسف ؑ اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں چوری کی سزا جرمانہ اور تازیانہ تھی۔ لیکن یہ مشیت ایزدی تھی کہ برادرانِ یوسف نے کہہ دیا کہ ہم چور کو وہی سزا دیں گے جو ہم خود دیتے ہیں۔ یعنی چور کا صاحبِ مال کا غلام بن جانا۔
= نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ۔ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ یہاں علمی درجے مراد ہیں جو حضرت یوسف کو اپنے بھائیوں کی نسبت اللہ کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔
= وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اور ہر صاحب علم پر ایک دوسرا علمی فوقیت رکھتا ہے تاآنکہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر جا ختم ہوتا ہے کہ علم کی ابتدا بھی اسی سے ہے اور انتہا بھی اسی پر ہے۔
۱۲: ۷۷ = اَسَرَّھَا۔ اَسَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اس نے چھپایا اس نے چھپائے رکھا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس ضمیر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
(۱) یہ اس قول کی طرف راجع ہے جو بعد میں آرہا ہے یعنی اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا ط کے الفاظ آپ نے اپنے دل میں کہے اور ان کو ان پر ظاہر نہ کیا۔ بعض نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اس بنا پر کہ یہ طریق غیر مستعمل ہے۔
(۲) ضمیر اجابت کی طرف راجع ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا جواب دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہ کیا۔
(۳) ضمیر ان کے قول (مقالہ۔ گفتگو) کی طرف راجع ہے۔ یعنی انہوں نے یوسف ؑ کے سارق ہونے کے متعلق جو بات کہی وہ انہوں نے اس کی حقیقت کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ اور ان پر ظاہر نہ کیا
(۴) ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے غصہ اور کبیدہ خاطری کو جو ان کے قول کے نتیجہ میں پیدا ہوئی چھپائے رکھا اور ظاہر نہ کیا۔
= لَمْ یُبْدِھَا۔ لَمْ یُبْدِ مضارع نفی جحد بلَمْ اصل میں یُبْدِیْ تھا۔ ی بوجہ عمل لَمْ (اجتماع ساکنین) گر گئی۔ اس نے اس کو ظاہر نہ کیا۔ ھَا ضمیر کے متعلق اوپر اَسَرَّھَا میں ملاحظہ ہو۔
= قَالَ۔ ای قَالَ فِیْ نَفْسِہٖ۔ اپنے جی میں کہا۔
= اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا۔ تم بہت بری جگہ ہو۔ تمہاری پوزیشن تو بہت ہی بری ہے (کہ تم نے اپنے بھائی کو باپ سے چرایا اور اپنی بریت کے لئے طرح طرح کی کذب بیانی کی)

= تَصِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بیان کرتے ہو۔ تم بتاتے ہو۔ وَصْفٌ (باب ضرب) سے
۱۲: ۷۹ = مَعَاذَاللّٰہِ۔ مَعَاذَ مصدر میمی ہے اور اسم ہے اور مضاف اللّٰہِ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ۔ تقدیر کلام۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مَعَاذًا مِنْ اَنْ نَاْخُذَ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی آدمی کو پکڑ رکھیں (ما سوا اس آدمی کے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے)
= اِذًا۔ حرف جزا ہے اصل میں اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے۔
= لَظٰلِمُوْنَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔
= اِسْتَیْئَسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ مایوس ہو گئے اِسْتِیْئَاسٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ی ء س حروف مادہ۔ ویسے ثلاثی مجرد سے یَئِسَ (سَمِعَ) بھی انہیں معنوں میں آتا ہے لیکن باب استفعال سے س اور ت مبالغہ کے لئے زائد لائے ہیں۔
= خَلَصُوْا۔ خَلَصَ یَخْلُصُ (نصر) خُلُوْصٌ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ الگ بیٹھے۔ وہ اکیلے بیٹھے۔
= نَجِیًّا۔ خَلَصُوْا کی ضمیر جمع مذکر سے حال ہے۔ بوجہ مصدر ہونے کے حال ہے۔ باہم سرگوشی کرتے ہوئے۔ باہم مشورہ کرتے ہوئے (یعنی الگ ایک طرف جا کر مشورہ کرنے لگے) نَجْوٰی۔ سرگوشی
= مَافَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ۔ میں مَا زائدہ ہے اور جملہ حالیہ ہے۔ فَرَّطَ یُفَرِّطُ تَفْرِیْطٌ۔ (تَفْعِیْلٌ) اِفْرَاطٌ (افعالٌ) کے معنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر جانا۔ اور تفریط (تفعیل) کے معنی حد سے بہت پیچھے رہ جانا۔ یعنی کوتاہی کرنا۔
وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ اور اس سے قبل تم یوسف کے بارہ میں کوتاہی کر چکے ہو۔ قصور کر چکے ہو۔
قرآن میں اور جگہ آیا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ (۶ : ۳۸) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ میں) کسی چیز (کے لکھنے) میں کمی نہیں کی۔
= لَنْ اَبْرَحَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ۔ واحد متکلم۔ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ بَرِحَ یَبْرَحُ (سَمِعَ) کسی جگہ سے ہٹنا۔ ہلنا۔ میں (یہاں سے) نہیں ہٹوں گا۔ اَلْاَرْضَ۔ ارضِ مصر۔ میں اس سرزمین مصر سے نہیں ہٹوں گا۔
= یَحْکُمَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فیصلہ کرے۔
۱۲: ۸۱ = وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ ہم تو شاہد صرف اتنے ہی کے تھے جتنا ہم جانتے تھے

یعنی بنیامین کے متعلق قول وقرار دیتے وقت تو ہم نے صرف اتنی ہی ذمہ داری لی تھی جتنی ہمارے ظاہر علم میں آسکتی تھی۔

= حٰفِظِیْنَ۔ حَافِظٌ کی جمع بحالت نصب وجر۔ حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنے والے

وَ مَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ۔ یعنی جو کچھ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اس کے متعلق ہم کیا حفاظتی قدم لے سکتے تھے۔ (یعنی بنیامین کا پیمانہ چرانا نہ ہمارے روبرو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے ہمارے علم میں آیا۔ لہٰذا ہم غائب کے متعلق کوئی حفاظتی قدم نہ لے سکتے تھے۔

۱۲: ۸۲ = اَلْقَرْیَةَ۔ بستی۔ بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرٰی ہے جو کہ جمع سماعی ہیں ہے قیاسی ہے۔ کیونکہ قیاسی جمع فَعْلَةٌ کی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْیَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ ہے

= اَلْعِیْرَ۔ قافلہ۔ کارواں۔ عَادَ یَعِیْرُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چلنے کے ہیں یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع عِیْرَاتٌ ہے۔

= اَقْبَلْنَا فِیْهَا۔ جس میں ہم آئے ہیں۔ اَقْبَلَ (افعال) سے بمعنی آگے آنا۔ متوجہ ہونا۔ رُخ کرنا

۱۲: ۸۳ = بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۸۔

= بِهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب آئی ہے کیونکہ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے تین بیٹے جُدا تھے۔ حضرت یوسف۔ بنیامین۔ اور یہودا جس نے کہا تھا کہ میں تو اس ارضِ مصر سے نہیں ہٹوں گا۔ جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کردے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۰۔

۱۲: ۸۴ = تَوَلّٰی عَنْهُمْ۔ اس نے ان سے منہ پھیر لیا

= یٰاَسَفٰی۔ اصل میں یَا اَسَفِیْ تھا۔ یائے متکلم کو بوجہ تخفیف الف سے بدل دیا۔ ہائے افسوس۔ والاسف اشد الحزن علی ما فات۔ الاسف کسی کھوئی چیز پر شدتِ غم کو کہتے ہیں۔

صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ۔ الاسف۔ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اور کبھی الاسف کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس کے معنی جذبہ انتقام سے خونِ قلب کے جوش مارنے کے ہیں۔ اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقت ور آدمی پر ہو تو منقبض ہو کر حزن بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے حُزن اور غضب کی حقیقت دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ لفظ دو ہیں اور ان کی اصل ایک ہی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے سے کمزور کے ساتھ جھگڑتا ہے تو غیظ

وغضب کا اظہار کرتا ہے اور جب اپنے سے قوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو واویلا اور غم کا اظہار کرتا ہے
یاَ اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ میں تجنیس لفظی ہے جو کلام کی لطافت اور خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے اس کی اور مثالیں یہ ہیں (۱) وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ (۶:۲۶) اور وہ (دوسروں کو) اس سے روکتے ہیں اور خود بھی) اس سے الگ رہتے ہیں

(۲) مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ۔ وَجِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (۲۷:۲۲) اور میں آپ کے پاس ملکِ سباء کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔

= کَظِیْمٌ۔ صفت مشبہ۔ مفرد بمعنی کَاظِمٌ۔ کَظْمٌ۔ مصدر (ضرب) سخت غمگین جو اپنے غم کو گھونٹ کر رکھے۔ ظاہر نہ کرے۔ اَلْکَظْمُ اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِکَظْمِہٖ اس نے اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا یعنی غم میں مبتلا کردیا۔ اَلْکُظُوْمُ۔ سانس رکنے کو کہتے ہیں اور خاموش ہوجانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کُظِمَ فُلَانٌ۔ اس کا سانس بند کردیا گیا (مراد نہایت غمگین ہونا ہے) کَظْمُ الْغَیْظِ کے معنی غم روکنے کے ہیں جیسے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (۳:۱۳۴) اور غصے کو روکنے والے ہیں۔ مَکْظُوْمٌ۔ مَمْلُوْءٌ مِنَ الْحُزْنِ۔ غم واندوہ سے لبریز مگر لبوں پر خاموشی کی مُہر۔

۱۲:۸۵ = تَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ بخدا۔

= تَفْتَؤُا۔ اصل میں لَا تَفْتَؤُا تھا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے چونکہ آیت میں تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا ہے اس لئے حرفِ نفی حذف ہوگیا۔ کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی پر محمول ہوتی ہے۔ لَا تَفْتَؤُا ای لَا تَزَالُ۔ تو ہمیشہ رہتا ہے تو ہمیشہ رہیگا۔ تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ بخدا آپ تو یوسف (علیہ السلام) ہی کی یادیں لگے رہیں گے۔

= حَرَضًا۔ مضمحل۔ بےکار۔ بیمار۔ جو چیز نکمی اور بےکار ہوجائے اور درخور اعتنار نہ رہے در اصل یہ مصدر ہے۔ حَرِضَ یَحْرَضُ (سمع) حَرَضًا۔ باب نصر۔ ضرب سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مصدر حَرَضٌ وحُرُوْضٌ۔ بری بیماری میں مبتلا ہوکر لاغر وناتواں ہونا۔

= اَلْھَالِکِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر (ضرب۔ سمع۔ فتح) ہلاک ہونیوالے۔ مرنے والے۔

۱۲:۸۶ = اَشْکُوْا۔ شَکْوٌ سے مضارع واحد متکلم۔ میں کھولتا ہوں۔ میں شکوہ کرتا ہوں میں اظہارِ غم کرتا ہوں۔ شَکَا۔ یَشْکُوْ شَکْوًی وَشَکْوًا وشَکَاۃً وشِکَایَۃً شکایت کرنا۔ وَتَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰہِ (۵۸:۱) اور خدا سے شکایت (رنج وملال) کرتی ہے۔

= بَثِّيْ ۔ مضاف مضاف الیہ بَثٌّ اس انتہائی حزن و ملال اور غم کو کہتے ہیں جس کو انسان ہزار کوشش کے باوجود چھپا نہ سکے ۔ بَثِّيْ میری زبوں حالی ۔

۱۲ : ۸۷ = فَتَحَسَّسُوْا مِنْ ۔ امر جمع مذکر ۔ تم تلاش کرو ۔ تم پتہ لگاؤ ۔
تَحَسُّسٌ (تَفَعُّلٌ) تَحَسَّسَ مِنْهُ ۔ خبر دریافت کرنا ۔ تَحَسَّسَ الْخَبَرَ خبر معلوم کرنے کی کوشش کرنا
اَلْحَاسَّةُ اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق مشاعر خمسہ (سمع ۔ بصر ۔ شم ۔ ذوق ۔ لمس) پر ہوتا ہے ۔

= لَا تَايْئَسُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم ناامید نہ ہو یَاْسٌ سے (باب سمع) يَئِسَ يَيْئَسُ يَاْسًا ۔ اسم فاعل يَائِسٌ (نیز ملاحظہ ہو ۱۲ : ۸۰)

= رَوْحِ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ رَوْحٌ ۔ فیض رحمت ۔ راحت ۔

۱۲ : ۸۸ = دَخَلُوْا عَلَيْهِ ۔ وہ اس کے پاس گئے ۔ (یعنی حضرت یوسف ؑ کے پاس پہنچے)

= مَسَّنَا الضُّرُّ ۔ ہمیں (سخت) تکلیف پہنچی ہے ۔ ہم سخت مصیبت میں ہیں (غلہ کی ناداری کی وجہ سے)

= مُزْجٰىةٍ ۔ اسم مفعول واحد مؤنث مُزْجٰى ۔ واحد مذکر ۔ اِزْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ حقیر ۔ قلیل بے قدر ۔

= فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ ۔ ہمیں پورا ماپ دیدیں ۔ (یعنی اگرچہ ہماری پونجی حقیر ہے لیکن ہم غلہ کی پوری مقدار کی درخواست کرتے ہیں) بضاعة مُزْجٰىةٍ ۔ حقیر سی قیمت ۔

= تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۔ ای تفضل عَلَيْنَا وزدنا علی حَقِّنَا ۔ ہم پر مہربانی کیجئے اور ہمارے حق سے بھی ہمیں زیادہ عنایت کیجئے ۔ اس تفضل یا زیادہ کو صدقہ کہا گیا ہے اس سے حقیقی صدقہ مراد نہیں ہے ۔

= اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ خیرات یا صدقہ دینے والے ۔ یہاں زیادہ دینے والے ۔ رعایت دینے والے مراد ہیں ۔

۱۲ : ۸۹ = اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۔ جب تم نادان تھے ۔ جب تم لاعلمی کی وجہ سے اپنے فعل کی قباحت کے ادراک سے قاصر تھے ۔ یہاں جہالت بمعنی لاعلمی آیا ہے

۱۲ : ۹۰ = ءَ اِنَّكَ ۔ استفہام حیرت اور حیرانی کا ہے ۔ کیا سچ مچ تو (یوسف ہے)

= لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۔ لام ابتدائیہ ہے ۔ اَنْتَ مبتدا ۔ اور یوسف اس کی خبر ہے (جملہ خبریہ ہے)

= عَلَيْنَا میں ضمیر جمع متکلم حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین دونوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور جملہ برادران کے لئے بھی ۔

= يَتَّقِ ۔ اصل میں يَتَّقِيْ ۔ اِتِّقَاءٌ ۔ مصدر (باب افتعال) مضارع واحد مذکر غائب بوجہ

شرط مجزوم ہے۔ جو ڈرے گا۔ تقویٰ اختیار کرے گا
یَتَّقِ۔ (لِیَتَّقِ) امر واحد مذکر غائب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ۔ اسے چاہیے کہ اپنے رب (اللہ) سے ڈرے۔ (۲: ۲۸۳)

۱۲: ۹۱ - اٰثَرَكَ۔ اٰثَرَ یُؤْثِرُ اِیْثَارٌ (اِفْعَالٌ) ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ ماضی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو فضیلت بخشی۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ (۹:۵۹) دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں

= خٰطِئِیْنَ۔ خَاطِئٌ کی جمع۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر خَطَأٌ سے۔ خطاکار۔ گنہگار خطا کرنے والے۔ چوکنے والے۔

۱۲: ۹۲ = تَثْرِیْبَ۔ سرزنش۔ الزام۔ گرفت۔ پکڑ۔ گناہ پر جھڑکنا۔ یا ڈانٹنا۔

۱۲: ۹۴ = فَصَلَتِ الْعِیْرُ۔ قافلہ روانہ ہوا۔

= تُفَنِّدُوْنِ۔ اصل میں تفندونی تھا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تم مجھے بہکا ہوا بتاتے ہو۔ اَلْفَنَدُ کے معنی ہیں رائے کی کمزوری۔ (باب تفعیل) سے۔ التفنید بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فاتر العقل بتانا۔

فَنَدٌ اصل میں پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں اسی سے بوڑھے کھوسٹ کو فَنَدٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی عمر کی انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ سٹھیا گیا ہے۔ اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔

۱۲: ۹۵ = ضَلٰلِكَ۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ تیرا بہکا پن۔ تیرا وہم۔ غلطی۔ تیرا افراطِ محبتِ یُوسف سے بہک جانا۔

۱۲: ۹۶ = فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ۔ فَلَمَّاۤ اَنْ میں اَنْ زائدہ ہے اور لَمَّا کی تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جب خوشخبری دینے والا آن پہنچا۔

= اَلْقٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قمیص کے لئے ہے۔ اس نے اس کو ڈالا۔ اس نے قمیص کو (حضرت یعقوب کے چہرہ پر) ڈالا۔

= اِرْتَدَّ۔ اِرْتِدَادٌ (افتعالٌ) سے جس کے معنی ہیں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔
مرتد وہ شخص جو کفر سے اسلام میں داخل ہو کر واپس کفر کی طرف لوٹ جائے۔

۱۲: ۹۷ = اِسْتَغْفِرْ لَنَا۔ اِسْتَغْفِرْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت مانگ۔

تو معافی مانگ۔ لَنَا ہمارے لئے

۱۲:۹۹ — اٰوٰی اِلَیْہِ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ اٰوٰی۔ اس نے اتارا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اٰوٰی اِلَیْہِ۔ اپنے پاس جگہ دی۔

= اُدْخُلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم داخل ہو جاؤ (یہ خطاب حضرت یوسف نے سب سے کیا تھا والدین وبرادران سے)

۱۲:۱۰۰ — خَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خَرٌّ سے۔ وہ گر پڑے۔

= نَزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ۔ میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان شیطان نے ناچاقی ڈال دی تھی۔

اَلنَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونے کے ہیں

= اَلْبَدْوِ۔ صحرا۔

= لَطِیْفٌ۔ لطف کرنے والا۔ کرم کرنے والا۔ مہربانی کرنے والا۔ نرمی اور رحمت کرنے والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۲:۱۰۱ = فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ فَاطِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر فطرٌ (باب نصر۔ ضرب) سے عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ لغت میں فَطْرٌ کے معنی پھاڑنا ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں کو عدم سے پھاڑ کر وجود میں لانے والا ہے۔ اس لئے لفظ فاطر استعمال ہوا ہے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ مضاف بمضاف الیہ۔

فَاطِرَ کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) یہ آیت کے شروع میں جو لفظ رَبِّ ہے اور بطور منادیٰ واقع ہوا ہے اس کی صفت ہے،

(۲) یہ خود منادیٰ ہے اور اس سے پہلے یاء محذوف ہے اور بوجہ مضاف ہونے کے منصوب ہے

۱۲:۱۰۲ = ذٰلِکَ۔ کا اشارہ ان واقعات کی طرف ہے جو قصہ یوسف میں اوپر بیان ہوئے ہیں اور یہ خطاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= اَنْبَآءِ الْغَیْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کی خبریں۔

= نُوْحِیْہِ۔ نُوْحِیْ۔ مضارع جمع متکلم ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اسے وحی کرتے ہیں ہم بذریعہ وحی (آپ پر) نازل فرماتے ہیں۔

= لَدَیْہِمْ۔ لَدٰی مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔ لَدٰی بمعنی پاس۔ طرف۔ حقیقت میں یہ لَدُنْ (طرف) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

= اَجْمَعُوْا۔ وہ جمع ہوئے۔ وہ متفق ہوئے۔ ماضی جمع مذکر غائب۔
= اَمْرَهُمْ۔ اپنی تجویز۔ اپنا ارادہ۔ اپنی بات۔ (کہ حضرت یوسف کو کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دیں)
= وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ دراں حالیکہ وہ اس بابت اپنی چالیں چل رہے تھے۔ تدبیریں کر رہے تھے۔
اَجْمَعُوْا۔ اَمْرَهُمْ۔ يَمْكُرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب برادرانِ یوسف کی طرف راجع ہے
۱۲: ۱۰۳ = حَرَصْتَ۔ تو نے حرص کی۔ تو نے چاہا۔ حِرْصٌ سے مذکر حاضر ماضی معروف۔
وَلَوْ حَرَصْتَ۔ جملہ معترضہ ہے۔ مبتدا اور خبر کے درمیان۔
۱۲: ۱۰۴ = عَلَيْهِ درسِ ہدایت پر۔ یا قرآن کی تبلیغ پر۔
= اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= هُوَ۔ ای القرآن۔
۱۲: ۱۰۵ = كَاَيِّنْ۔ کتنی ہی، بہت سی۔ کثیر تعداد۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶
= يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا۔ جن پر یہ گذرتے ہیں۔ (کثیر التعداد نشانیاں جو سفر زندگی میں ان کے راستہ میں پڑتی ہیں۔ اور یہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں)
= مُعْرِضُوْنَ۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑ لینے والے۔ اعراض کرنیوالے۔
۱۲: ۱۰۷ = اَفَاَمِنُوْا۔ ہمزہ استفہامیہ۔ اَمِنُوْا۔ وہ نڈر ہو گئے۔ وہ بے خوف ہو گئے۔ کیا وہ اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرتے ہیں۔ کیا وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ اَمْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
= غَاشِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ ہر وہ چیز جو کسی کو ڈھانک لے۔ یا اس پر چاروں طرف سے چھا جائے۔ اس کو غاشیہ کہتے ہیں۔
غَشِيَ يَغْشٰى۔ غَشْيٌ۔ غِشَايَةٌ ڈھانکنا۔ چھپانا۔ غِشَاوَةٌ۔ پردہ۔ ڈھکنا۔
غَشْيٌ۔ بمعنی بیہوشی بھی انہی معنوں میں ہے کہ ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ ان پر پردہ پڑ گیا ہے۔ غ ش و۔ غ ش ی مادہ۔
قرآن حکیم میں پردہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ (۲۰: ۷۸) تو دریا (کی موجوں) نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانپ لیا (یعنی ڈبو دیا) اور فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ۔ (۷: ۱۱۹) سو جب وہ اس سے ہمبستری کرتا ہے تو اسے حمل رہ جاتا ہے۔ اور اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ۔ (آیۃ ہذا) کہ ان پر خدا کا عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے۔ یعنی ایسی مصیبت جو چاروں طرف سے ان پر چھا جائے۔ اور

گھوڑے کی جھول کی طرح ان کو ڈھانپ لے۔

اور کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ (۳۳: ۱۹) جیسے کسی پر موت سے غشی طاری ہو جائے

اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (۸۸: ۱) بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (قیامت) کا حال معلوم ہے

= بَغْتَۃً۔ یک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ اَلْبَغْتُ (فتح) کے معنی ہیں کسی چیز کا یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہو جانا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

۱۲: ۱۰۸ = ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ۔ میرا طریق یہی ہے۔ ای الدعوۃ الی التوحید۔ توحید کی دعوت

= اَدْعُوْا۔ مضارع واحد متکلم۔ دَعْوَۃٌ سے۔ میں بلاتا ہوں

= بَصِیْرَۃٍ۔ دلیل۔ سمجھ۔ بینائی۔ یہاں بمعنی دلیل ہے۔

اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ میں عَلٰی بَصِیْرَۃٍ جار مجرور مل کر حال ہے اَدْعُوْا کی ضمیر واحد متکلم کا۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم کی تاکید ہے اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ ذوالحال پر عطف ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور وہ جو میری پیروی کرنے والا ہے ایک واضح دلیل پر ہیں۔ یعنی اس راہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں۔

۱۲: ۱۰۹ = وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی۔ یعنی ہم نے تجھ سے قبل بھی بستیوں کے باسیوں میں سے ہی انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہی کی طرف وحی بھیجتے رہے۔ یعنی یہ سب انسان (بشر) تھے اور شہروں کے بسنے والے تھے جنہیں ہر ایک جانتا تھا۔

= اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا۔ (کیا وہ چلے پھرے نہیں) میں ضمیر کا مرجع نبوت کے منکر اور کافر لوگ ہیں۔

= مِنْ قَبْلِھِمْ۔ جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی جو انہی کی طرح اپنے وقت کے نبیوں اور رسولوں کے منکر تھے۔

۱۲: ۱۱۰ = اِسْتَیْئَسَ۔ اِسْتِیْئَاسٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) وہ مایوس ہو گئے۔ وہ ناامید ہو گئے۔

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا

اس کے متعلق صاحب ضیاء القرآن نے نہایت مفید بحث کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

آیت کا یہ حصہ بڑا غور طلب ہے۔ رسولوں کے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ ظَنُّوْا کا فاعل کون ہیں اَنَّھُمْ کا مرجع کون ہیں۔ قَدْ کُذِبُوْا کا نائب فاعل کون ہے؟

پہلی بات کا جواب تو یہ ہے۔ کہ جب انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کو عرصہ دراز تک توحید کی دعوت دی۔ اور اس کی صداقت پر دلائل وبراہین پیش کئے اور طرح طرح کے معجزات دکھائے تب بھی ان کے

دل میں ایمان کی شمع فروزاں نہ ہوئی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے — ظَنُّوْٓا کا فاعل بعض لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ انبیاء نے یہ ظن کیا کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت اور کفار پر عذاب نازل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن اس طرح کا ظن انبیاء کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے انہوں نے ظن کے معنی میں تاویل کی اور کہا کہ اس سے مراد محض وہم وخیال ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ کہا کہ اس ظن کی وجہ ان کا اجتہاد تھا۔ لیکن صاف بات یہ ہے کہ ظَنُّوْٓا کا فاعل کفار ہیں۔ کفار نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول جو ہمیں ہر روز عذاب کے نزول سے ڈراتے تھے وہ عذاب کہاں ہے ہم نے تو ان کی دعوت کو ٹھکرانے میں اور انہیں اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تو اگر وہ عذاب آنا ہوتا اب تک آگیا ہوتا۔ عذاب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہم سے غلط بیانی کی ہے یا جس نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان پر عذاب اتاروں گا اس نے وعدہ خلافی کی ہے (مظہری)

علامہ آلوسیؒ نے بھی طویل بحث کے بعد آخر اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ظن کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ کی جائے بلکہ غیروں کی طرف کی جائے۔ اب اگر معنی یہ کیا جائے کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ ان سے غلط بیانی کی گئی ہے تو اس صورت میں ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا فاعل کفار ہی ہوں گے۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا وعدہ جو کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے یعنی وہ پورا نہیں کیا گیا تو اس وقت ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا نائب فاعل حضرات انبیاء ہوں گے۔

اس بحث کی روشنی میں انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ کہ: جب نصیحت کرتے کرتے رسول مایوس ہوگئے اور وہ منکرین گمان کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وقت ہماری مدد ان (رسولوں) کے پاس آگئی۔

= فَنُجِّيَ۔ فَ نتیجہ کے لئے آیا ہے۔ پس نتیجۃً نُجِّيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْجِيَةٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ اس کو بچالیا گیا۔ اس کو نجات دی گئی۔

= لَا يُرَدُّ۔ نہیں ٹالا جاتا۔ نہیں ہٹایا جاتا۔

۱۲:۱۱۱ = قَصَصِهِمْ۔ ان کے قصے۔ ان پہلی قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں۔ یا ان پہلے پیغمبروں کے واقعات۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے یہ واقعات (جو بیان ہوئے)

= عِبْرَةٌ۔ درس نصیحت۔

= اُولِي الْاَلْبَابِ ۔ اصحابِ عقل ۔ سمجھ دار لوگ ۔
= مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى ۔ ای ما کان ھذا القرآن حدیثا یفتریٰ
یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے ۔
= يُفْتَرٰى ۔ مضارع مجہول ۔ واحد مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعالٌ) سے ۔ خود ساختہ ہو مگر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ (۹۶)

۱۳ : ۱ = تِلْكَ ۔ کا اشارہ سورۃ ہذا کی آیات کی طرف ہے ۔ ای تلک الایات ۔ اٰیات الکتٰب ۔ یہ آتیں الکتاب کی آیات ہیں ۔ اور الکتاب سے مراد سورۃ ہذا بھی ہوسکتی ہے اور القرآن بھی ۔ مؤخر الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے ایات ھذہ السورۃ ایات القرآن الذی ھو الکتاب اس سورۃ کی آیات الکتاب (القرآن) کی ہیں ۔
= اَلَّذِیْ اسم موصول اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ صلہ ۔ اور تمام کا تمام قرآن جو تیرے رب کی جانب سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے اَلْحَقُّ بالکل سچ ہے ۔
۱۳ : ۲ = عَمَدٍ ۔ ستون ۔ اس کی جمع عُمُوْدٌ وعِمَادٌ ہے ۔
= تَرَوْنَهَا ۔ میں ھا ضمیر کا مرجع السَّمٰوٰت بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔ اللہ وہ (صاحب قدرت وحکمت) ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ۔ جیسا کہ تم انہیں (سماوات کو) دیکھ رہے ہو ۔ یا اس ضمیر کا مرجع عَمَدٍ ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا جن کو تم دیکھ سکو ۔ (یعنی ستون ہیں تو سہی لیکن تم ان کو دیکھ نہیں سکتے ۔ (اس صورت میں کشش ثقل ۔ قدرتِ الٰہی ۔ امر ربی وغیرہ کو غیر مرئی ستون کا نام دیا جا سکتا ہے)
= اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط پھر وہ عرش پر قائم ہوا ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲ : ۲۹ - ۷ : ۵۴ ۔ ۱۰ : ۳)
= كُلٌّ ۔ ای کل واحد منھما ۔ دونوں میں سے ہر ایک ۔ یعنی سورج اور چاند ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے

ـس اور قمر کے الفاظ بطور جنس استعمال ہوئے ہوں۔ اور شمس سے مراد کائنات میں لاتعداد ستارے
ہیں جن کے گرد کئی سیارے گھومتے ہیں اور قمر سے مراد وہ تمام سیارے ہوں جو اپنے نظام میں ستاروں
کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اس صورت میں کُلٌّ سے ہر ایک ستارہ اور ہر ایک سیارہ مراد ہوگا۔

= لِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ایک مقررہ میعاد تک۔

= یُدَبِّرُ۔ ای اللہ یُدَبِّرُ۔ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے انتظام فرماتا ہے

۱۳:۳ = مَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (نصر) پھیلایا۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی لمبائی میں کھینچنے
اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی لئے عرصہ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں۔

مَدَّ الْاَرْضَ۔ اس نے زمین کو بچھایا۔

زمین اگرچہ گول ہے لیکن یہ کُرہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس کو اس کی اصلی شکل میں
مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اور ہماری محدود وسعتِ نظر کے لحاظ سے ہمیں یہ چپٹی نظر آتی ہے۔ (رازی)

= رَوَاسِیَ۔ مادہ۔ رَسْوٌ۔ رَسْیٌ۔ رَسَا الشَّیْءُ (نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور
استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴:۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں
جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَاسِیَ بمعنی پہاڑ بھی بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے مستعمل ہے اس
کی واحد رَاسِیَةٌ ہے۔

= یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ۔ یُغْشِیْ (افعال) فعل متعدی بدو مفعول۔ اِغْشَاءٌ مصدر۔ مضارع واحد مذکر
غائب۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: ۱۲: ۱۰۷)

۱۳:۴ = قِطَعٌ۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔

= مُتَجٰوِرٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مونث۔ مُتَجَاوِرَةٌ واحد۔ تَجَاوُرٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ برابر برابر
باہم ملے ہوئے۔ اس کا مادہ جَوْرٌ ہے لیکن مختلف ابواب سے مختلف صلہ کے سبب ہر جگہ
معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ جَارٌ ہمسایہ۔ مددگار۔ شریک تجارت۔ پناہ دینے والا۔ پناہ
پانے والا۔ پناہ چاہنے والا۔

جِوَارٌ۔ ہمسائگی۔ پناہ۔ مکان کے آس پاس کا صحن۔

جَوْرٌ۔ راستی سے پھر جانا۔ راستہ سے مڑ جانا۔ بشرطیکہ اس کے بعد عَنْ آئے۔ اگر عَلٰی مذکور
ہوگا جیسے جَارَ عَلَیْہِ تو ظلم کرنے کے معنی میں ہوگا۔

مُجَاوَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) ہمسایہ ہونا۔ کسی کی پناہ میں ہو جانا۔

۔۔۔ امان۔ کسی کو پناہ دینا۔ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ مختلف قسم کے ٹکڑہ ہائے اراضی جو قریب

قریب واقع ہوں۔
= زَرْعٌ۔ زَرْعٌ اصل میں مصدر ہے اور اس سے مَزْرُوْعٌ (اسم مفعول) یعنی کھیتی مراد ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا (۳۲:۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعے کھیتی اگلتے ہیں۔ زَرْعٌ واحد ہے یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ اس کی جمع زُرُوْعٌ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (۴۴:۲۶) اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات۔
اس سے مُزْدِعٌ بمعنی زَرَّاعٌ بمعنی کسان ہے
یہاں زَرْعٌ مختلف النوع کھیتیاں مراد ہیں۔
= نَخِيْلٌ۔ کھجوریں یا کھجور کے درخت۔ نَخْلٌ اور نَخِيْلٌ اسم جنس ہے۔ کھجور کے درخت نخل و نخیل کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔
= صِنْوَانٌ۔ جمع ہے اس کی واحد صِنْوٌ ہے اس کا معنی مثل ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔
صِنْوَانٌ۔ کھجوروں کے ان متعدد درختوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی جڑ سے ہوئے ہوں۔ غَيْرُ صِنْوَانٍ کھجوروں کے وہ درخت جو مختلف جڑوں سے ہوئے ہوں۔ کھجوروں کے الگ الگ درخت
۱۳: ۵ = تَعْجَبْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر) تو تعجب کرتا ہے۔ حیران ہے (باب سمع) تعجب اس حالت کا نام ہے جو انسان کو کسی شے کا سبب معلوم نہ ہونے پر پیش آتی ہے
اِنْ تَعْجَبْ۔ ای ان تعجب من قولہم فی انکار البعث۔ یعنی ان کی انکار آخرت کے متعلق باتیں اگر آپ کو تعجب خیز لگتی ہیں (تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے ءَاِذَا كُنَّا ..... خَلْقٍ جَدِيْدٍ)
= اَلْاَغْلٰلُ۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ کی جمع ہے۔ اَلْغَلَلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی لئے غَلَلٌ اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ اور اِنْغَلَّ کے معنی درختوں کے درمیان میں داخل ہونے کے ہیں لہذا غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے
۱۳: ۶ = يَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔ يَسْتَعْجِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر وہ جلدی مانگتے ہیں۔ تعجیل چاہتے ہیں۔ عجلت۔ کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی حل کرنے کی کوشش کرنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر بِالسَّيِّئَةِ برائی یہاں بمعنی عذاب آیا ہے
يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ یہ لوگ تجھ سے شر (عذاب) کی جلدی چاہتے ہیں

نیکی یعنی بخشش سے پہلے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو جو سنبھلنے کی مہلت دی جا رہی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس مہلت کو جلدی ختم کر دیا جائے اور ان کی باغیانہ روش پر فوراً گرفت کر ڈالی جائے۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں عذاب آگیا اور وہ برباد ہو گئے تو ان کو پھر کیا فائدہ پہنچیگا۔

= المَثُلٰتُ۔ جمع مؤنث اس کی واحد المَثُلَۃُ ہے۔ مَثُلَۃٌ وہ سزا جس سے دوسرے عبرت حاصل کرکے ارتکاب جرم سے رک جائیں۔ یہی معنی نکال کے ہیں۔ اَلمَثُلٰتُ۔ عبرت ناک سزائیں۔ عبرت ناک عذاب۔ عبرتناک نظیریں۔ عبرت ناک عذاب کے نزول کے واقعات

= خَلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ وہ گذر چکی۔ خُلُوٌّ سے (باب نصر)

۱۳: ۷ = لَوْ لَا۔ کیوں نہیں۔

= اٰیَۃٌ سے مراد یہاں معجزہ ہے (یعنی معجزے تو ان کو بار ہا دکھائے گئے لیکن ہر دفعہ کسی نئے معجزہ کا وہ مطالبہ کرتے رہے)

= مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ڈرانیوالا۔

= ھَادٍ۔ اصل میں ھَادِیٌ تھا۔ اسم فاعل واحد مذکر ھِدَایَۃٌ مصدر (باب ضرب) راستہ بتانیوالا۔ ہدایت کرنے والا۔

= وَ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اور ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے

۱۳: ۸ = اُنْثٰی۔ عورت۔ مادہ۔

= تَغِیْضُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب غَیْضٌ وَمَغَاضٌ پانی کا کم ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَ غِیْضَ الْمَاءُ۔ (۱۱:۴۴) اور پانی خشک ہو گیا۔

غَاضَ یَغِیْضُ (باب ضرب) نَقَصَ کی طرح لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ آیت بالا (۱۱:۴۴) فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ اور آیۃ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کے معنی کم کرنے یا کم ہونے۔ ہر دو ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تَزْدَادُ بھی لازم و متعدی مستعمل ہے۔

وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ اور جو ارحام کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کم کرنے اور زیادہ کرنے کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بچہ کا نامکمل ہونا (کمی) اور اس کا مکمل ہونا۔

(۲) بچہ کی رحم مادر میں مدت۔ عام مدت سے کم کا جَن دینا یا گرادینا۔ خواہ وہ مکمل شکل بننے سے قبل ہو یا بعد میں

اور عام مدت سے زیادہ وقت رحمِ مادر میں رہنا جس کی مدت دو سال تک ہوسکتی ہے (ابوحنیفہؒ) چار سال ہوسکتی ہے (امام شافعی) پانچ سال ہوسکتی ہے (امام مالکؒ)

(۳) حیض میں کمی کہ ایامِ حمل میں اکثر حیض بند ہوجاتا ہے۔ اور یہ بچہ کی خوراک بنتا ہے یا حیض کا پھر جاری ہوجانا۔

بہرکیف اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ رحمِ مادر میں حمل کی بابت جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں خواہ وہ شاذ ہوں یا عام سب اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔

۱۳: ۹ = اَلْمُتَعَالِ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَعَالِیْ مصدر۔ (باب تفاعُل) اصل میں المتعالی تھا۔ عُلُوٌّ مادہ۔ مُتَعَالِیْ۔ عالی سے زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی عالی کا معنی بزرگ۔ عالی مرتبہ۔ برتر۔ غالب۔ وغیرہ۔ اور متعالی کا معنی بہت بزرگ۔ بہت غالب۔ بہت برتر وغیرہ۔

۱۳: ۱۰ = مُسْتَخْفٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِخْفَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ چھپنے والا۔ چھپنے کی خواہش کرنیوالا۔ یہ لفظ اصل میں مُسْتَخْفِیْ تھا۔ خفی مادہ اِخْفَاءٌ (افعالٌ) چھپانا۔ مُسْتَخْفٍ بِاللَّیْلِ جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت۔ یعنی وہ جو رات کی تاریکی کے پردے میں دکھائی نہیں دیتا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔

= سَارِبٌ۔ گلیوں میں پھرنے والا۔ راہ چلنے والا۔ سُرُوْبٌ مصدر۔ اپنے رُخ پر چلنا۔ اس کی جمع سَرَبٌ ہے جیسے رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے۔

۱۳: ۱۱ = لَہٗ میں ضمیرہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ ای مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ۔ مَنْ جَھَرَ بِہٖ۔ مَنْ ھُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّیْلِ۔ مَنْ ھُوَ سَارِبٌ بِالنَّھَارِ۔

= مُعَقِّبٰتٌ۔ اسم فاعل۔ مونث۔ جمع الجمع مُعَقِّبٌ واحد۔ مُعَقِّبَۃٌ جمع۔ تَعْقِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ عقب مادہ۔ روز و شب میں باری باری آنیوالے ملائکہ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنیوالے مُعَقِّبٰتٌ اصل میں مُعْتَقِبٰتٌ تھا۔ ت کو ق میں مدغم کردیا گیا۔ جس طرح وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (۹: ۹۰) میں مُعَذِّرُوْنَ اصل میں مُعْتَذِرُوْنَ تھا۔

= بَیْنَ یَدَیْہِ۔ اس کے سامنے۔

= یَحْفَظُوْنَہٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔

= لَا یُغَیِّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تَغْیِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ نہیں بدلتا ہے۔

= مَا بِقَوْمٍ۔ سے مراد کسی قوم کی اچھی حالت ہے۔

= حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ جب تک کہ وہ خود اپنی خوشحالی کو (اپنے سوء اعمال سے) نہیں بدل لیتے۔ اس تغییر کی نسبت فاعلی قوم کی طرف کر کے اس کا اظہار کردیا ہے کہ یہ تبدیلیاں قوم کے اپنے قصد۔ عمد و اختیار سے ہوتی ہیں۔ باقی اگر کوئی تبدیلی کسی قوم میں کسی مجبوری یا اضطراب یا لاعلمی کے نتیجہ کے طور پر ہوجائے تو اس پر یہ گرفت نہیں اور یہ تبدیلی منجانب اللہ بوجوہ عمل میں آتی ہے۔

= مَرَدَّ۔ مصدر میمی ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ۔ تو اس کا کوئی رد نہیں۔ کوئی توڑ نہیں۔ اس کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ کوئی رد نہیں کرسکتا۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

رَدَّ يَرُدُّ مَرَدٌّ وَمَرْدُوْدٌ۔ پھرنا۔ واپس کرنا۔ مَرَدٌّ ظرف زمان یا مکان بھی ہے۔

= مِنْ دُوْنِهٖ۔ اللہ کے سوا۔

= وَالٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اصل میں وَالِيٌ تھا۔ وِلَايَةٌ مصدر (باب ضَرَبَ) مددگار حامی۔ مدد پر قادر

۱۳:۱۲ = يُرِيْكُمُ۔ وہ تم کو دکھاتا ہے۔ اَرٰى يُرِيْ (افعال) اِرَاءَةٌ سے مضارع۔ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= خَوْفًا وَّطَمَعًا ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں۔ یہ بَرْقٌ کا بھی حال ہوسکتا ہے اور مخاطبین کا بھی۔ پہلی صورت میں برق ذا خوف و ذا طمع یعنی برق جس میں خوف اور طمع ہو۔ دوسری صورت میں کہ تم اس سے خائف اور طامع ہو۔ خوف کی حالت اس طرح کہ کہیں بجلی گر کر نقصان کا باعث نہ بن جائے اور طمع کی حالت کہ بارش ہوگی اور کھیتیاں سیراب ہوں گی۔

= يُنْشِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اَنْشَاَ يُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (افعال) نَشَاَ مادہ۔ يُنْشِئُ السَّحَابَ۔ وہ بادل کو اٹھاتا ہے۔ وَيُنْشِئُ اللّٰهُ الشَّیْءَ۔ اللہ پیدا کرتا ہے اَنْشَاَ الْحَدِيْثَ وَالْكَلَامَ۔ وضع کرنا۔ ابتدا کرنا۔ وَاَنْشَاَ زَيْدٌ عمدہ شعر کہنا۔ و نَشَاَ۔ پیدا ہونا زندہ ہونا۔ نَشْاَةَ الثَّانِيَة۔ دوسری دفعہ پیدا ہونا۔ دوبارہ زندہ ہونا۔

= السَّحَابَ الثِّقَالَ۔ موصوف وصفت۔ بھاری بادل۔ بوجھل بادل۔ (پانی سے بھرے ہوئے) السحاب اسم جنس ہے۔ مذکر۔ مؤنث واحد۔ جمع۔ سب پر استعمال ہوتا ہے۔ الثِّقَالُ ثَقِيْلٌ کی جمع ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ۔ ثَقِيْلٌ۔ بوجھل۔ بھاری۔ گراں بار۔

۱۳:۱۳ = يُسَبِّحُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ تسبیح کرتا ہے۔ وہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تَسْبِيْحٌ۔ پاکی بیان کرنا۔ سَبْحٌ سے التَّسْبِيْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں سَبَحَ (فتح) سَبْحًا وَسِبَاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم

کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ جیسے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ (۲۱: ۳۳) سب اپنے اپنے فلک یعنی مدار میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ التَّسْبِیْحُ کے معنی خدا کی پاکیزگی اور اس کی تنزیہہ بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنا کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا۔ پس تسبیح کا لفظ قولی۔ فعلی۔ قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

= الرَّعْدُ۔ اس کڑک کو کہتے ہیں جو بجلی سے چارج شدہ بادلوں کے آپس میں رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ الرَّعْدُ اس فرشتہ کا نام بھی ہے جس کے ذمہ بادلوں کی تدبیر اور انتظام ہے۔ الرعد ملک انہ موکل بالسحاب یصرفہ حیث یؤمر۔ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور جیسا کہ اس کو حکم ہوتا ہے ان کو اِدھر اُدھر کرتا ہے۔

= وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔ ای ویسبح الملئکۃ من ھیبتہ واجلالہ اور فرشتے بھی اس کے جاہ وجلال اور رعب ودبدبہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

= الصَّوَاعِقَ۔ الصاعقۃ کی جمع ہے۔ کڑک۔ بجلیاں۔ مفردات میں ہے الصاعقۃ ہولناک دھماکہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کا استعمال اجسام علوی کے بارہ میں ہوتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں اول بمعنی موت وہلاکت جیسے فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض (۳۹: ۶۸) جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

دوم بمعنی عذاب۔ جیسے فرمایا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں اس جیسا مہلک عذاب جو عاد وثمود پر آیا تھا۔

سوم بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک۔ جیسا آیۃ ہذا میں۔ وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔

= فَیُصِیْبُ بِہَا۔ پھر ڈالتا ہے اُسے۔ پھر پہنچاتا ہے اسے۔ پھر گراتا ہے اسے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

= الْمِحَالِ۔ مضاف الیہ۔ سخت گرفت کرنے والا۔ سزا میں پکڑنے والا۔ سخت قوت والا۔ اس کا مادہ محل ہے۔

۱۳:۱۴ = لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے۔
= دَعْوَۃُ الْحَقِّ۔ دَعْوَۃٌ۔ دعا۔ پکار۔ پکارنا۔ دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر ہے۔ اَلْحَقّ۔ سچ۔
صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ: الحق کا کلمہ یا تو سچ جو باطل کی نقیض ہے کے معنی میں ہوگا۔ یا اللہ تعالیٰ کا اسم ہوگا تو پھر یہ دعوۃٌ کی صفت ہوگی۔ لیکن مرکب توصیفی کی جگہ مرکب اضافی ذکر ہوا ہے اور لغت عرب میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے کلمۃ الحق یا مسجد الجامع۔ یا مکۃ المکرمۃ۔ دعوۃ الحق۔ یعنی وہ دعا جو سچی اور درست ہے اور جو قبول ہوتی ہے وہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے کی جاوے۔
اور اگر الحق۔ اسماء الٰہی میں سے ہے تو اس وقت معنی ہوگا۔ دعوۃ المدعو الحق الذی یسمع فیجیب۔ (علامہ ابوحیان نے بحر محیط میں پہلی ترکیب کو صحیح قرار دیا ہے اور وہی واضح بھی ہے)
= لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ۔ وہ جواب نہیں دیں گے۔ وہ قبول نہیں کریں گے۔ وہ جواب نہیں دے سکتے مضارع منفی جمع مذکر غائب ضمیر کا مرجع ہے والذین یدعون من دونہ۔ وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔
= بَاسِطِ کَفَّیْہِ۔ بَاسِطٌ۔ پھیلانے والا۔ کھولنے والا۔ دراز کرنے والا۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَسَطَ الشَّیْءَ۔ کے معنی ہیں کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ بَسَطَ الثَّوْبَ۔ اس نے کپڑا پھیلایا اور اسی سے البساط ہے جو ہر پھیلائی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے۔ کبھی یہ بمقابلہ قبض کے آتا ہے جیسے وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (۲:۲۴۵) اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے۔
جب اس کا ہاتھوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز پر ہاتھ ڈالنے یعنی پکڑنے اور گرفت کرنے کے معنی میں جیسے وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْہِمْ۔ (۶:۹۳) کاش تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی کی بیہوشی میں ہوں گے اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے یا عذاب کے لئے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔
کبھی دست درازی یعنی حملہ کرنے اور مارنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ (۵:۲۸) تو اگر قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائیگا تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ اور کبھی ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطاء بخشش ہوتی ہے جیسے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵:۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (بخشش کے لئے) کشادہ ہیں۔

آیۃ ہذا میں ہاتھ پھیلانے سے مراد مانگنا اور طلب کرنا ہے۔ کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی طرح کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جاوے۔

= فَاہُ۔ فَا مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے منہ کو۔ اس کے منہ تک

= بَالِغِہٖ۔ بَالِغٌ پہنچنے والا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مُنہ کے لئے ہے۔

= ضَلٰلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔

یہاں بمعنی عبث۔ بے اثر۔ بھٹکنے والی۔

١٣: ١٥ = طَوْعًا۔ فرمانبرداری۔ مصدر ہے یہ کُرْہٌ کی ضد ہے۔

اَلطَّوْعُ کے معنی ہیں بطیب خاطر تابعدار ہو جانا۔

= کَرْھًا۔ مصدر۔ اسم مصدر۔ ناگوار ہونا۔ ناخوشی۔ مجبوری۔ زبردستی۔ خوف کے جذبہ کے تحت ناگواری اور دل کی کراہت سے کسی کام کو سرانجام دینا۔

= وَظِلٰلُھُمْ معطوف ہے مَنْ پر ای یسجد ظِلٰلُھُمْ اور ان کے سائے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔

= بِالْغُدُوِّ۔ الغُدْوَۃُ وَالْغَدَاۃُ کے معنی دن کے ابتدائی حصہ کے ہیں۔ اس آیہ میں غُدُوٌّ۔ (غُدْوَۃٌ کی جمع) اٰصَال کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عصر اور مغرب کا وقت جسے عرف عام میں شام کہتے ہیں۔ اور اٰصَال اور اُصُلٌ جمع ہے اَصِیْلٌ کی۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ صبح اور شام کے وقت۔

١٣: ١٦ = اَفَاتَّخَذْتُمْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف استبعاد کے لئے ہے۔

ای بعد ان علمتموہ رب السمٰوٰتِ والارض اتخذتمْ من دونہ اولیاءَ۔

کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ارض و سماوات کا پروردگار ہے تم اس کے سوا دوسروں کو کارساز یا حامی قرار دیتے ہو۔

= ھَلْ یَسْتَوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر۔ استوٰی یَسْتَوِیْ برابر ہونا ھَلْ یَسْتَوِیْ۔ استفہام انکاری ہے۔ برابر نہیں ہے۔ کیا برابر ہے (یعنی برابر نہیں ہے)

= ھَلْ تَسْتَوِیْ۔ کیا وہ برابر ہو سکتی ہے۔ برابر نہیں ہو سکتی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے۔ یعنی تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہے۔

= فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْھِمْ۔ اور نتیجۃً ان پر (اللہ کی مخلوق اور ان کے اولیائے باطل کی مخلوق) باہم مشتبہ ہو گئی۔ گڈمڈ ہو گئی۔

= اَلْقَهَّارُ۔ صیغہ مبالغہ۔ ایسا زبردست غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں
قَهَرَ يَقْهَرُ (فتح) قَهْرٌ وَقَهَرٌ۔ مصدر۔

۱۳: ۱۷ = فَسَالَتْ ۔ فَ سببیہ ہے۔ سَالَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب (باب ضرب) وہ بہی۔ وہ بہنے لگی ۔ وہ جاری ہوئی۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے وہ (وادیاں) بہنے لگیں بسبب آبِ سماوی کے
السَّيْلُ ۔ بہاؤ۔ سیلاب۔
= اَوْدِيَةٌ۔ نالے۔ وادیاں ۔ اَلْوَادِيْ۔ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو۔ اسی سے دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہا جاتا ہے۔ وَادٍ کی جمع اَوْدِيَةٌ جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِيَةٌ اور نَاجٍ کی جمع اَنْجِيَةٌ ہے
= بِقَدَرِهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع اَوْدِيَةٌ ہے بِقَدَرِهَا۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق۔ اپنی اپنی مقدار کے مطابق۔
= اِحْتَمَلَ۔ اس نے اٹھایا ۔ اِحْتِمَالٌ سے جس کے معنی برداشت کرنے اور اٹھانے کے ہیں حَمْلٌ سے باب افتعال ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔
= السَّيْلُ ۔ سیلاب ۔ بہاؤ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔ فَسَالَتْ
= زَبَدًا ۔ جھاگ ۔ اسم ہے
= رَابِيًا۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ چڑھنے والا۔ پھولنے والا۔ بلند۔ رَبْوٌ سے۔ جس کے معنی پھولنے کے ہیں۔ رَبْوَةٌ۔ بلند جگہ یا ٹیلہ کو کہتے ہیں۔ رَبَا يَرْبُوْا۔ (نصر) اونچی جگہ پر جانا۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا۔ پھر سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اوپر اٹھایا۔ یعنی جھاگ اس کے اوپر آگئی۔
= مِمَّا۔ مِنْ مَّا۔
= مَا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ۔ جن چیزوں پر آگ جلاتے ہیں ۔ اَوْقَدَ يُوْقِدُ اِيْقَادٌ (افعال) آگ جلانا فِي النَّارِ۔ آگ میں۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی جن چیزوں کو آگ میں تپا کر پگھلاتے ہیں (مثلاً لوہا تانبا چاندی ۔سونا۔ وغیرہ ان میں سے بھی اسی قسم کا جھاگ اوپر اٹھتا ہے) یعنی پگھلی ہوئی دھات کے اوپر آجاتا ہے۔
= اِبْتِغَآءَ حِلْيَةٍ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ زیور کی تلاش میں ۔ زیور کی خواہش میں ۔ اِبْتِغَآءَ مصدر ہے اور حال مستعمل ہوا ہے ۔ یعنی زیور یا سامان کی خواہش کرتے ہوئے ان (دھاتوں) کو آگ میں پگھلاتے ہیں ۔(تو اس صورت میں بھی پگھلی ہوئی دھات پر جھاگ آجاتی ہے)
= كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے حق اور باطل کی

= جُفَآءً۔ اس کی مجرد باب ضرب سے اور مزید فیہ باب افعال سے ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہے ناکارہ۔ ناچیز۔ وہ جھاگ اور کوڑا جو نالہ کے بہاؤ میں دونوں کناروں پر آکر جم جاتا ہے۔ یا دیگچی کے ابھان کے ساتھ اوپر آکر ادھر ادھر گر جاتا ہے یا کناروں پر جم جاتا ہے۔ اسم ہے۔

= یَمْکُثُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَکْثٌ مصدر۔ (باب نصر) وہ باقی رہ جاتا ہے۔ اَلْمُکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھیرے رہنے کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا (۲۸:۲۹) تو اپنے گھروالوں سے کہنے لگے کہ تم یہاں ٹھہرو اور اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ (۴۳:۷۷) تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔

= کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں

اس تمثیل میں اس علم کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا آسمانی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایمان لانے والے لوگوں کو ان ندی نالوں کی مانند ٹھہرایا گیا ہے جو اپنے ظرف کے مطابق بارانِ رحمت سے بھرپور ہو کر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ اور اس ہنگامہ اور شورش کو جو تحریک اسلامی کے خلاف منکرین و مخالفینِ حق نے برپا کر رکھی تھی اس جھاگ اور خس و خاشاک سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ سیلاب کے اٹھتے ہی سطح پر اپنی اچھل کود دکھانی شروع کر دیتا ہے۔

جھاگ خواہ سیلابی پانی کی سطح پر ہو یا پگھلانے کے وقت مائع دھات پر۔ وہ علی الترتیب کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پر مشتمل ہوتی ہے ناکارہ اور بے فائدہ ہوتی ہے۔ ایسی جھاگ ندی کے کنارے لگ کر وہیں سوکھ جاتی ہے اور کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں اور دھاتوں کی صورت میں کھوٹ اور فضول سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے۔ ان کے نیچے جو رہ جاتا ہے وہ کارآمد اور مفید ہے۔ وادی کی صورت میں پانی رہ جاتا ہے جو زمین کو سیراب کرتا ہے اور دھاتوں کی صورت میں اصل دھات رہ جاتی ہے جو زیورات بنانے اور دوسرا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔

اسی طرح مخالفین حق کی شرانگیزیاں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور تعلیمات اسلام کو دوام نصیب ہوتا ہے افادیت دوام پذیر ہوتی ہے۔

۱۳:۱۸ = اِسْتَجَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب استجابۃ (استفعال) انہوں نے قبول کیا۔ انہوں نے مانا۔ ای اجابوا الی ما دعا اللّٰہ الیہ۔ جس امر کی طرف خدا نے انہیں بلایا انہوں نے قبول کیا

= الحُسْنٰی۔ حَسَنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث بروزن فُعْلٰی۔ اچھی۔ عمدہ۔ بھلائی۔ نیکی نیک (بدلہ) یعنی جنت۔

اَلْحُسْنٰى اِسْتَجَابُوْا کے مصدر کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ ای استجابوا الاستجابۃ الحُسنٰی۔ یعنی انہوں نے بطریق احسن (دعوت حق) قبول کرلی۔

اور الحُسنٰی مبتدا بھی ہو سکتا ہے جبکہ للذین استجابُوا اس کی خبر ہے اس صورت میں معنی ہوں گے۔ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا مان لیا ان کے لئے نیک بدلہ (یعنی جنت) ہے۔

= لَافْتَدَوْا بِہٖ۔ لام تاکید کے لئے ہے افتدوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِفْتِدَاءٌ (افتعال) انہوں نے اپنے چھڑانے کا فدیہ دیا۔ لَافْتَدَوْا بِہٖ وہ اسے بطور فدیہ دے ڈالیں۔

اصل میں والذین لم یَسْتَجِیْبُوا لَہٗ۔ اُولٰئِکَ لَھُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ ہے۔ لوان لھم مافی الارض جمیعا و مثلہ معہ لافتدوا بہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا نہیں مانا ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔ خواہ ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو اور اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ یہ سب دولت اپنے بچاؤ کے لئے خرچ کر ڈالیں (یہ ان کے کسی کام نہ آئے گی)

= اَلْمِھَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ مراد ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ گہوارہ۔ بستر۔ ہموار زمین۔ بِئْسَ الْمِھَادُ۔ بری ہے قرارگاہ۔

۱۹:۱۳ = یَتَذَکَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَذَکَّرَ یَتَذَکَّرُ تَذَکُّرٌ (تفعّل) نصیحت پکڑنا۔ یَتَذَکَّرُ۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ (واحد بمعنی جمع آیا ہے۔ بے شک نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو صاحب فہم ہوں

۲۰:۱۳ = یُوْفُوْنَ۔ پورا کرتے ہیں۔ وفا کرتے ہیں۔ (اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو) پورا کرتے ہیں۔

= اَلْمِیْثَاقَ۔ پختہ عہد۔ پیمان۔ وعدہ۔

۲۱:۱۳ = یَصِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وَصْلٌ سے۔ وہ جوڑتے ہیں۔

وَصْلٌ وصِلَۃٌ۔ مصدر۔ (باب ضرب) جوڑنا۔ پہنچنا۔ جڑنا۔ (باب افعال) سے پہنچانا۔ جوڑ دینا۔

۲۲:۱۳ = اِبْتِغَاءَ۔ باب افتعال) بغیٌ سے۔ اَلْبَغْیُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا خواہ تجاوز کر سکے یا نہ۔

بَغْیٌ دو قسم پر ہے۔

(۱) محمود یعنی حدِ اعتدال سے تجاوز کرکے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ اور فرض سے تجاوز کرکے تطوع بجالانا

(۲) مذموم۔ حق سے تجاوز کرکے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔

اِبْتِغَاءٌ۔ خاص کر کوشش کرکے کسی چیز کو طلب کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اگر اچھی چیز کی طلب ہو تو یہ کوشش محمود ہوگی۔ مثلاً آیۃ ہذا۔ اِبْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ۔ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ۔ (۱۷:۲۸) اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے۔

== یَدْرَءُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب دَرْءٌ مصدر باب فتح - دور کرتے ہیں دفع کرتے ہیں (نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں)

الدَّرْءُ - (فتح) کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہو جانے کے ہیں - کہا جاتا ہے قَوَّمْتُ دَرْءَهٗ میں نے اس کی کجی کو درست کر دیا - اور دَرَءْتُ عَنْهُ میں نے اس سے دفع کیا (دور کیا ہٹایا)

== عُقْبٰی - عاقبت - انجام - بدلہ - بھلائی - جزاء عمل - کیونکہ یہ بھی فعل کی انجام دہی کے بعد ہی ملتی ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں -

عُقْبٰی وَعَاقِبَۃٌ کا استعمال ثواب اور نیکی کی بہتر جزاء کے لئے مخصوص ہے - جس طرح کہ عُقُوْبَۃٌ ومُعَاقِبَۃٌ اور عِقَابٌ کا استعمال عذاب اور برائی کی سخت سزا کے ساتھ خاص ہے - جیسے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا - (۱۸ : ۴۴) ایسے موقعہ پر کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے ثواب کے لحاظ سے بھی اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر - اور وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۲۸ : ۸۳) اور نیک انجام تو متقیوں کے لئے ہے -

اور عِقَابٌ کے بارے میں ارشاد ہے اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۔ (۳۸ : ۱۴) ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا -

لیکن اضافت کے ساتھ عاقبت کا استعمال عُقُوْبَۃٌ کے معنی میں ہوتا ہے مثلاً ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى (۳۰ : ۱۰) پھر برا کام کرنے والوں کا انجام برا ہی ہوا -

علاوہ ازیں ذیل کی آیت میں عقبٰی کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لئے ہوا ہے - تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (۱۳ : ۳۵) یہ انجام ہو گا اہل تقوٰی کا اور کافروں کا انجام آتش (دوزخ) ہے -

عُقْبَى الدَّارِ یہاں مضاف مضاف الیہ استعمال ہوا ہے - عُقْبٰی سے مراد نیک انجام اور الدَّار سے مراد دنیا ہے - لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ان کے لئے دنیا (کے نیک کاموں کا) نیک انجام ہو گا -

صاحب کشاف لکھتے ہیں عقبی الدار ای عاقبۃ الدنیا وھی الجنۃ - دنیا میں نیک کام کرنے کا نیک انجام یعنی جنت -

۱۳ : ۲۳ == جَنّٰتُ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ اور عقبی الدار (آیۃ سابقہ) کا بدل ہے - عدن کے باغات - عدن کے معنی ہیں رہنا - بسنا - کسی جگہ مقیم ہونا - مصدر ہے اور باب نصر وضرب سے آتا ہے - جَنّٰتُ عَدْنٍ کے معنی رہنے بسنے کے باغات - جہاں ہمیشہ رہنا ہو گا -

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں کہ جنتوں میں سے ایک خاص جنت کا نام ہے اور اس کی دلیل میں یہ آیت لاتے ہیں جَنّٰتِ عَدْنِ نِالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ (۱۹: ۶۱) وہ عدن کے باغات جن کا وعدہ غائبانہ خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔ اور جو حضرات عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عَدَنَ بِالْمَکَانِ۔ یعنی اس نے اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامۃ علی وجہ الخلود ہے یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں۔ (۱) دار الخلد (۲) دار الجلال (۳) دار السلام (۴) جنت عدن (۵) جنت الماویٰ۔ (۶) جنت النعیم۔ (۷) جنت الفردوس۔

جنت عدن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جنت میں ایک محل ہے جس کے ۲۵ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر حوریں بیٹھی ہیں۔ اس میں نبی صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔

= صَلَحَ۔ (باب نصر۔ فتح۔ کرم) صَلَاحٌ۔ صُلُوْحٌ سے جس کے معنی نیک ہونا اور نیکی کرنا کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ صَلَحَ لبفتح اللام زیادہ فصیح ہے

= یَدْخُلُوْنَہَا۔ میں یَدْخُلُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی صفۃ آیۃ سالقہ نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے اور ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتِ عَدْنٍ ہے واؤ حرف عطف اور مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِہِمْ وَاَزْوَاجِہِمْ وَذُرِّیّٰتِہِمْ کا عطف ضمیر ید خلونہا پر ہے۔

یعنی ان جنّت عدن میں وہ لوگ (جو آیۃ سالقہ میں بیان ہوئے ہیں) داخل ہوں گے۔ اور ان کے آباؤ اجداد ان کے زوج اور ان کی اولاد میں سے وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے (یعنی جنت میں داخلہ تو بشرط ایمان ہے لیکن اعلیٰ مراتب کی عطاء و دہش ربّ کریم اپنے ان بندوں کی نسبت سے فرمائیں گے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں)

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۱۳: ۲۵ = سُوْٓءُ الدَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سُوْٓءٌ۔ برائی۔ آفت۔ عیب۔ برا کام گناہ۔ الدَّارُ۔ دنیا۔ چونکہ اسے عُقْبَی الدَّارِ کے مقابلہ پر لایا گیا ہے اس لئے اس سے مراد سوء عاقبۃ الدنیا ہے (دنیا کے بُرے کاموں کا بُرا انجام)

۱۳: ۲۶ = یَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کشادہ کرتا ہے۔ وسیع کرتا ہے۔ فراخ کرتا ہے بَسْطٌ سے (باب نصر)

= یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ مصدر (ضرب) وہ تنگ کرتا ہے یَبْسُطُ کے مقابلہ میں آیا ہے لہٰذا فراخ کرتا ہے یا وسیع کرتا ہے کی ضد ہے۔ یعنی کم کرتا ہے۔ تنگ کرتا ہے۔

اس کا مادہ قدرۃٌ ہے جس کا معنی قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ قابو پانا۔ غالب آنا۔ مقدار مقرر کرنا۔ اندازہ لگانا کے ہیں۔

= فَرِحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب وہ خوش ہوئے وہ اترائے فَرْحٌ سے (باب سمع) فَرْحٌ کا استعمال پسندیدہ اچھی خوشی کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذموم خوشی کے لئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب خوش ہونا ہے۔ اور دوسری صورت میں بدمست ہونا۔ اترانا۔

= فِی الْاٰخِرَۃِ۔ ای فی جنب الاخرۃ آخرت کے مقابلہ میں۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَۃٌ جمع۔ معین اور عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا۔ معاش۔ فائدہ۔ نفع وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ مال و متاع جس سے کہ ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مُتْعَۃٌ فائدہ اندوزی یہاں مَتَاعٌ بمعنی مُتْعَۃٌ لَا تَدُوْمُ۔ ایسا فائدہ جو دیرپا نہ ہو۔ متاع حقیر۔

۱۳: ۲۷ = اَنَابَ۔ اَنَابَ یُنِیْبُ اِنَابَۃٌ (باب افعال) باربار لوٹ کر آنا۔ اَنَابَ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ رجوع ہوا۔ انابۃٌ الی اللّٰہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا۔ اور توبہ کرنا۔ اَلنَّوْبُ۔ کسی چیز کا باربار لوٹ کر آنا۔ نَوْبٌ وَنَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر۔

۱۳: ۲۸ = اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اَنَابَ کا بدل ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ۔ اور جن کے دل ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ اپنی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (یَھْدِیْ اِلَیْہِ)

۱۳: ۲۹ = طُوْبٰی (مادہ طیب) طَابَ یَطُوْبُ (ضرب) سے مصدر ہے اصل میں طُیْبٰی (بروزن فُعْلٰی) تھا۔ یاء ساکن ماقبل اس کا مضموم اس لئے یاء کو واؤ سے بدل لیا گیا۔ بمعنی خوبی۔ خوش حالی۔ ہر قسم کی خوش گواری جس میں بقاء عزت۔ غناء شامل ہو۔

طوبیٰ ایک درخت کا نام ہے جو بہشت میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف ہے :۔

جاء اعرابی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللّٰہ أفی الجنۃ فاکھۃ؟ قال نعم فیھا شجرۃ تدعیٰ طوبیٰ ھی تطابق الفردوس۔

(ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے! جو الفردوس کے وسط میں ہے۔

لہٰذا یہاں اس سے مراد جنت کا درخت مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے۔
طُوۡبٰی کو مصدر کے معنی میں لیا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا۔ ان کے لئے خوشحالی اور خوش گواری ہے۔ یا مژدہ ہو ان کے لئے۔

اور اگر اس سے جنت کا درخت مراد لیا جائے تو ترجمہ ہوگا:
ان کے لئے طوبیٰ ہے یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت۔ اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔ یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔

= حُسۡنُ۔ حَسُنَ یَحۡسُنُ۔ سے مصدر ہے۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔
= مَاٰب (مادہ اوب) اٰبَ یَؤُوۡبُ (نصر) سے مصدر میمی۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ نیز اسم ظرف زمان (لوٹنے کا وقت) اور اسم ظرف مکان (لوٹنے کی جگہ) بھی ہے۔ مضاف الیہ۔ حُسۡنُ مَاٰبٍ جائے بازگشت کی عمدگی۔ خوشگواری۔ یعنی آخرت کی عمدگی۔ نیک انجام۔
اَوۡبٌ اور اَیَابٌ مصدر بھی ہیں۔

۱۳: ۳۰ = کَذٰلِکَ اَرۡسَلۡنٰکَ فِیۡۤ اُمَّۃٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہَاۤ اُمَمٌ۔ ای کما ارسلنٰک یامحمد الی ھٰذہ الامۃ کذٰلک ارسلنا انبیاء قبلک الی امم قد خلت ومضت۔
یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے تجھے اس امت کی طرف بھیجا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے نبیوں کو ان امتوں کی طرف بھیجا جو (پہلے) گذر چکی ہیں۔

= لِتَتۡلُوَا۟ (تاکہ) ۔ لام تعلیل کا ہے (یعنی تمہیں بھیجنے کی علت وغایت کیا تھی) (تاکہ) تو تلاوت کرے تو پڑھے۔ مضارع واحد مذکر۔ تِلَاوَۃٌ مصدر تَلَا یَتۡلُوۡ۔ (باب نصر) تَلۡوٌ وَتِلَاوَۃٌ جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ آسمانی کتابوں کے اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے تلاوت قرأت سے خاص ہے ہر تلاوت قرأت ہو سکتی ہے لیکن ہر قرأت تلاوت نہیں۔ مثلاً۔ تَلَوۡتُ القراٰن وَقَرَاۡتُ القراٰنَ (میں نے قرآن مجید پڑھا) درست ہے۔ لیکن تَلَوۡتُ رقعتک میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جب تلوت القراٰن کہا جائے گا تو پڑھ کر اس کا اتباع واجب بھی ہے۔ لیکن رقعہ پڑھ کر اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں قَرَاۡتُ رقعتکَ کہیں گے۔
آیت شریفہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین (۲:۱۰۲) (اور وہ پیچھے لگ لئے اس (علم) کے جو پڑھتے تھے شیاطین) میں جو شیطانوں کے پڑھنے کو تلاوت کہا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ زعم تھا کہ وہ (شیاطین) کتب الٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں۔
تلاوت کا فعل جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی نازل کرنے کے

ہوں گے جیسے ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ (۳: ۵۸) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تم پر آیتیں اور حکمت والی نصیحت اتارتے ہیں۔ اور آیت شریفہ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ (۲: ۱۲۱) (وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے) میں علم و عمل دونوں کا اتباع کامل مراد ہے
= لِتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمْ ۔ تاکہ تو ان کو پڑھ کر سنائے۔

= وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۔ حال یہ ہے کہ وہ رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں یہ جملہ حال ہے اَرْسَلْنٰكَ کا یعنی یعنی آپ کی رسالت اور نزولِ قرآن کی شکل میں ہم نے ان پر دینی اور دنیوی نعمتوں کی فراوانی کر دی ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس بلیغ الرحمۃ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کا انکار کر رہے ہیں۔

= هُوَ ۔ ای الرحمٰن الذی کفرتم به ۔ یعنی وہی رحمٰن جس کا تم انکار کر رہے ہو (میرا پروردگار ہے)

= مَتَابِ ۔ اصل میں مَتَابِيْ تھا۔ مَتَابِ مضاف یاء متکلم مضاف الیہ۔ یاء کو حذف کر دیا گیا۔ میری واپسی۔ میرا رجوع۔ مَتَابِ ۔ تَابَ يَتُوْبُ سے مصدر ہے (باب نصر) تَوْبَةٌ ۔ تَوْبٌ ۔ تَابَةٌ سب مصدر ہیں۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ یعنی اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے۔

۱۳: ۳۱ = سُيِّرَتْ ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ چلائی گئی۔ پہاڑوں کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ چلائے گئے۔ یا وہ چلائے جائیں۔

تَسْيِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ سَيْرٌ سے بمعنی چلنا۔ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلا دئیے جائیں۔

= قُطِّعَتْ ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پھاڑ دی گئی یا وہ پھاڑ دی جاتی۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی۔

= اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق اجسام وغیرہ سے ہو جیسے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۷: ۱۲۴) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ جیسے معنوی چیزیں۔ مثلاً وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۴۷: ۲۲) اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

قطع الارض ۔ زمین کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ یا بمعنی مسافت طے کرنا۔

یعنی ایسا قرآن جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے کہ اس میں سے چشمے پھوٹ پڑیں اور نہریں جاری ہو جائیں یا جس کے معجزہ سے طویل مسافتیں چشم زدن میں طے کی جا سکیں۔

= كُلِّمَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یعنی جس سے مُردے بلائے جا سکیں۔ جس کے اثر سے مُردے کلام کرنے لگیں۔

= وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

اس میں جواب شرط محذوف ہے سیاق و سباق کے مطابق اس کا جواب سامع پر چھوڑ دیا ہے۔
(۱) بعض کے نزدیک اس کا جواب لکان ہذا القرآن ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھاڑ دی جاتی۔ یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے (تو وہ یہی قرآن ہے) اس کی تائید میں وہ یہ آیت لاتے ہیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹:۲۱)
(۲) بعض کے نزدیک جوابِ شرط ہے لَمَا اٰمَنُوْا بِهٖ۔ یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ اس کے جواز میں وہ یہ آیت لاتے ہیں وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ (۶:۱۱۱)
(۳) بعض کے نزدیک جواب شرطیہ ہے مَا كَانَ ذٰلِكَ بَعِيْدًا مِّنْ قُدْرَتِهٖ یہ اس کی قدرت سے بعید نہ تھا۔
(۴) بعض کے نزدیک اس کا جواب پہلے آچکا ہے تقدیر کلام یہ ہے وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى۔ (اور ان کے درمیان کی عبارت جملہ معترضہ ہے) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے تو یہ پھر بھی رحمٰن سے انکار (ہی) کرتے۔
= بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کا ہے یعنی یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اگر چاہیں تو آنِ واحد میں سب کچھ ظہور پذیر ہو جائے۔ لیکن جب ایمان لانا ان کے مقدر میں ہی نہیں تو پھر ان کے مطالبات کو پورا کرنے کا فائدہ ؟
حرف بَلْ خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ فقرہ ما قبل میں جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ مؤثر حقیقی نہیں ہیں۔
= اَفَلَمْ يَايْئَسِ۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ يَايْئَسِ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب۔ يَاْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) يَئِسَ يَيْئَسُ۔ کیا وہ مایوس نہیں ہوتے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
عام علماء نے يَايْئَسُ کا ترجمہ مایوس ہونا کیا ہے لیکن بعض کے نزدیک اس کا ترجمہ۔ کیا انہوں نے نہیں جانا ہے۔ اس کے استشہاد میں رباح بن عدی کا یہ شعر بیان کرتے ہیں:۔

الم ییئس الاقوام انی انا ابنہ - وان کنت عن ارض العشیرۃ نائیا

ترجمہ۔ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ اگرچہ میں قبیلہ کی سرزمین سے دور ہوں۔

حضرت ابن عباس ۔ مجاہد ۔ حسن ۔ فراء جوہری نے یہی مطلب لیا ہے ۔
امام راغب اصفہانیؒ المفردات میں رقمطراز ہیں :۔
کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ یہاں اس کے معنی اَفَلَمْ یَعْلَمْ کے ہیں ۔ یعنی کیا انہوں نے اس بات کو نہیں جان لیا ۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں بلکہ یہ اس کے لازم معنی ہیں کیونکہ کسی چیز کے انتفاء کا علم اس سے ناامید ہونے کو مستلزم ہے لہٰذا یہاں بھی (بلحاظ قرائن) یہ کہہ سکتے ہیں کہ یَیْئَسُ بمعنی یَعْلَمُ کے ہے ۔
= لَا یَزَالُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب زَوَالٌ مصدر ۔ فعل ناقص ۔ ہمیشہ رہیگا ۔
وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اور کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے ۔
= تُصِیْبُهُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ ان کو پہنچتی رہیگی ۔ ان پر پڑتی رہیگی ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔
= قَارِعَةٌ ۔ اسم فاعل واحد مؤنث ۔ قَارِعَاتٌ وَقَوَارِعُ جمع ۔ مصیبت ۔ بلا ۔ حادثہ ۔ اچانک آجانے والی مصیبت ۔ قَرَعَ یَقْرَعُ (فتح) کھٹکھٹانا ۔ قَرَعَ الْبَابَ ، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا قیامت بھی اچانک آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیمہ ہے اس لئے اس کو القارعة کہا گیا ہے
تقدیر کلام یوں ہے ۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ قَارِعَةٌ بِمَا صَنَعُوْا ۔
اور کافروں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ ہمیشہ پڑتا رہیگا ۔
= تَحُلُّ ۔ ای لا یزال تحل ۔ ہمیشہ اترتی رہیگی ۔ تَحُلُّ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ حُلُوْلٌ اور حَلٌّ سے (باب نصر) بمعنی اترنا ۔ فروکش ہونا ۔ اصل میں اترتے وقت جس رسی سے اسباب بندھا ہوتا ہے اس کی گرہ کھولنے کو حَلٌّ کہتے ہیں ۔ پھر محض اترنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا
تَحُلُّ کا فاعل قَارِعَةٌ ہے (یہ مصیبتیں ان پر براہ راست آتی رہیں گی ۔ یا ان کے گھروں کے اردگرد قرب وجوار میں نازل ہوتی رہیں گی)
= وَعْدُ سے مراد فتح مکہ ہے ۔ (ابن عباس) یا قیامت کا دن (حسن بصری)
۱۳ : ۳۲ = اُسْتُهْزِئَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا ۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعالٌ) مصدر ۔
= اَمْلَیْتُ ۔ ماضی واحد متکلم ۔ میں نے ڈھیل دی ۔ اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِّنَ الدَّهْرِ یا مَلِیٌّ مِّنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں قرآن پاک میں ہے وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۹ : ۴۶) اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہوجا

== عِقَابِ - ای عقابی - میری سزا - میرا سزا دینا - مضاف - مضاف الیہ۔
۳۳:۱۳ ـــ قَائِمٌ - عالم - جاننے والا - نگہبان - نگران - قومٌ وقومۃٌ وقیامٌ وقامۃٌ مصدر ہیں مختلف صلوں کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے ۔ مثلاً قَامَ عَلٰی - نگرانی کرنا - قَامَ لِ - تعظیم اور لحاظ رکھنے کا مفہوم ہوگا - قَامَ بِ سے ادا کرنے کا مطلب ہوگا - قَامَ اِلٰی سے ارادہ اور استقبال مراد ہوگا - قَامَ عَنْ سے ہٹ جانے کی غرض ہوگی ۔
ـــ سَمُّوْهُمْ - ان کے نام لو - ان کی صفات بیان کرو - ان کے گُن گاؤ - اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے محض نام گنواؤ - مثلاً لات و عُزّٰی وغیرہ ۔
== تُنَبِّئُوْنَهٗ - مضارع جمع مذکر حاضر - ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب - تم اس کو بتاتے ہو یا بتاؤ گے ۔
تَنْبِئَۃٌ - تَنَبِّئٌ (باب تفعیل) سے ن ب ء حروف مادہ
صُدُّوْا - صَدٌّ - صُدُوْدٌ باب نصر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب - وہ روکے گئے وہ روک دیئے گئے - یعنی محروم کر دیئے گئے - صُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِ - راہِ حق سے محروم ہوگئے - راہِ حق ان پر مسدود کر دیا گیا - راہِ راست سے روک لئے گئے ۔
== هَادٍ - اسم فاعل واحد مذکر - هدایة مصدر اصل میں هادی تھا - ہدایت دینے والا - راستہ بتانے والا -
== اَفَمَنْ هُوَ ...... اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ - کیا اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہے ۔ (اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے شریک - ایک برابر ہو سکتے ہیں ؟ ہر گز نہیں - پھر باوجود اس کے کہ ان کا اس ذات وحدہٗ لاشریک سے کوئی مقابلہ ہی نہیں) ان لوگوں نے خدا کے شریک بنائے ہیں - (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے (ذرا) ان (شرکاء) کو بیان تو کرو (کہ وہ کون ہیں کیسے ہیں کہاں ہیں - کیا کر سکتے ہیں - اب تک انہوں نے کون سے کام کئے ہیں اور کن کن صفات سے متصف ہیں - عقل کے اندھو! تم کیا بیان کرو گے ؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ) تم اس (اللہ) کو کوئی (نئی) بات بتاؤ گے جو اس ارضی دنیا میں اس کے علم میں نہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ عالم کل شیٔ ہے اور نہ ہی کسی ایسی بات کا تمہارے پاس مدلل ثبوت ہو سکتا ہے) تو پھر کیا یہ محض منہ سے باتیں بناتے ہو (جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ خداوندانِ باطل تم نے یونہی بغیر سوچے سمجھے نامزد کر لئے ہیں)
== اَشَقُّ - شَقٌّ سے جس کا معنی مشقت اور سختی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی بہت ہی سخت -
ـــ وَاقٍ - اسم فاعل واحد مذکر - اصل میں وَاقِیٌ تھا - بچانیوالا - حفاظت کرنے والا - وَقْیٌ - وِقَایَۃٌ

وَاقِیَۃٌ مصادر ہیں بمعنی کسی چیز کو مضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا۔ چنانچہ قرآن میں ہے فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ۔ (۷۶ : ۱۱) تو خدا نے ان کو بچا لیا اس دن کی برائی سے۔ اور قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَھْلِیْكُمْ نَارًا۔ (۶۶ : ۶) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اسی سے تقویٰ ہے۔ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا احتمال و اندیشہ ہو۔ کبھی تقویٰ اور خوف کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳ : ۳۵ = مَثَلُ۔ یہاں بمعنی صفت و کیفیت آیا ہے۔ یعنی جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔

= اُكُلُھَا۔ پھل۔ میوہ۔ مضاف۔ ھَا مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس جنت کا پھل یا میوہ۔

اَلْاَكْلُ کے معنی کھانا تناول کرنے کے ہیں اور جو چیز کھائی جائے اسے اُكُلٌ وَاُكْلٌ کہا جاتا ہے۔

اُكُلُھَا دَآئِمٌ۔ اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے۔

= وَظِلُّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا سایہ۔ ای وَظِلُّھَا دَآئِمٌ۔

= عُقْبٰی۔ بمعنی انجام۔

۱۳ : ۳۶ = اَلْاَحْزَابُ۔ حِزْبٌ کی جمع۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔

الاحزاب۔ یعنی الجماعات الذین تحزبوا علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الکفار والیھود والنصاریٰ۔ کفار۔ اہل یہود۔ اور اہل نصاریٰ میں سے وہ گروہ جنہوں نے رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے خلاف گروہ بندی کی ہوئی تھی۔ اور آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ۔ یعنی کفار اہل یہود و اہل نصاریٰ میں سے مخالف جماعتوں کے بعض لوگ جو قرآن کے کچھ حصوں کے انکاری ہیں (جو حصے کہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں)

= اَدْعُوْا۔ مضارع واحد متکلم دَعْوَۃٌ سے۔ میں پکارتا ہوں۔ میں پکاروں گا۔ میں دعوت دیتا ہوں میں دعوت دوں گا۔

= مَاٰبِ۔ میرا لوٹنا۔ میری واپسی۔ مَاٰبِ ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۳ : ۲۹

۱۳ : ۳۷ = اَنْزَلْنٰهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= حُكْمًا۔ حکم کے طور پر۔ جس میں حلال و حرام۔ نیکی و بدی۔ ہدایت و گمراہی وغیرہ ہر قسم کے احکام موجود ہیں۔

= عَرَبِيًّا۔ واضح طور پر۔ عربی زبان میں۔
حُكْمًا اور عَرَبِيًّا دونوں بوجہ حال کے منصوب ہیں۔ اس کے معنی "احکام کی کتاب عربی زبان میں" یا "واضح اور ظاہر احکام کی کتاب" دونوں ہو سکتے ہیں۔
= كَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح انبیائے سلف پر ان ہی کی زبان میں وحی الٰہی نازل کی گئی تھی اسی طرح قرآن حکیم بھی اہل مکہ کی اپنی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ یا جس طرح واضح احکام کی کتب الٰہیہ سابقہ انبیاء پر نازل ہوتی تھیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی واضح احکام کا مجموعہ نازل کیا گیا ہے۔
= اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَهْوَاءٌ۔ هَوٰى کی جمع۔ ان کی خواہشیں۔
۱۳: ۳۸ = يَأْتِيَ بِاٰيَةٍ۔ لائے کوئی آیت۔ لائے کوئی نشانی۔ پیش کرے کوئی معجزہ۔
= اَجَلٍ۔ مدت مقررہ۔ وقت مقررہ
= كِتَابٌ۔ ای حکم معین یکتب علی العباد حسبما تقتضیہ الحکمۃ ایک معین حکم جو بتقاضائے حکمت بندوں کے لئے لکھا گیا ہو۔
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۔ تمام اوقات مقررہ پر جو کچھ ہونا ہے وہ پیشتر ہی تحریر شدہ ہے اور کوئی اس کو آگے پیچھے یا اس کے الٹ نہیں کر سکتا۔
۱۳: ۳۹ = يُثْبِتُ۔ ای یثبت مایشآء
= اُمُّ الْكِتٰبِ۔ لوح محفوظ۔ جو تمام کتب کی اصل جڑ ہے۔
۱۳: ۴۰ = اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ اصل میں اِنْ نُرِيَكَ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ اِنْ شرطیہ۔ اگر ہم تجھ کو دکھلا دیں۔
= نَعِدُهُمْ۔ مضارع جمع متکلم وَعْدٌ مصدر (باب ضرب) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔ یا وعدہ کیا ہوا ہے۔
= نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ نَتَوَفَّيَنَّ۔ مضارع با نون ثقیلہ برائے تاکید۔ جمع متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تیری زندگی پوری کر دیں۔ ہم تیری روح قبض کر لیں۔
۔ مطلب یہ کہ جس عذاب کا وعدہ ہم نے ان کافروں سے کیا ہوا ہے ان میں سے کوئی عذاب ہم آپ کی زندگی میں ان پر نازل کر کے آپ کو دکھا دیں یا عذاب آنے سے قبل ہم آپ کو اٹھا لیں (یہ ہماری مرضی ہے) کیونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔
۱۳: ۴۱ = نَاْتِي۔ اَتٰى يَاْتِيْ (باب ضرب) اِتْيَانٌ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم آتے ہیں ہم چلے آتے ہیں۔ اِتْيَانٌ کے معنی "آنا" کے ہیں خواہ کوئی بذاتہٖ آئے یا اس کا حکم پہنچے۔ یا اس کا نظم

دلسق اور حکم عملاً جاری ہو۔ جیسے فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (١٦: ٢٦) سو اللہ نے ان کی ساری عمارت جڑ سے اکھاڑ دی۔ اَتَیْتُہٗ بِکَذَا وَ اَتَیْتُہٗ کَذَا۔ کے معنی کوئی چیز لانا اور دینا کے ہیں
= نَنْقُصُھَا۔ نَنْقُصُ۔ مضارع جمع متکلم۔ نَقْصٌ مصدر (باب نصر) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ ہم اس کو کم کرتے ہیں۔

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا۔ میں نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا حال ہے نَاْتِیْ کا۔ یعنی ہم زمین کو اس کی تمام طرفوں سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ (یہاں اِتْیَانٌ مصدر اُس معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح (١٦: ٢٦) متذکرہ بالا میں) مطلب یہ کہ اہل کفار کے علاقے آہستہ آہستہ اہل اسلام کے اثر و نفوذ میں چلے آ رہے ہیں (علاقوں سے جغرافیائی۔ اعتقادی۔ تمدنی۔ سبھی حدود مراد لی جاسکتی ہیں)

= مُعَقِّبَ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعْقِیْبٌ (تفعیل) سے عقب مادہ۔ ردّ کر دینے والا۔ لوٹا دینے والا۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ۔ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اس پر بحث کر سکتا ہے۔ یہ عَقَّبَ الْحَاکِمُ عَلٰی حُکْمِ مَنْ قَبْلَہٗ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی حاکم نے اپنے پیشرو کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ (الکشاف) نیز ملاحظہ ہو ١٣: ١١۔ اور ١٣: ٢٢)

١٣: ٤٢ = مَکَرَ۔ ماضی واحد مذکر۔ اس نے تدبیر چلی۔ اس نے چال چلی۔ اس نے حیلہ سے کام لیا۔ اَلْمَکْرُ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ چال۔ اچھے کام کے لئے ہو تو محمود۔ بُرے کام کے لئے ہو تو مذموم
= عُقْبَی الدَّارِ۔ ملاحظہ ہو ١٣: ٢٢۔ نیک انجام۔

١٣: ٤٣ = مُرْسَلاً۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر منصوب۔ رس ل۔ مادہ۔ بھیجا ہوا۔ پیغامبر پیغمبر۔ رسُول۔
= کَفٰی۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ (باب ضَرَبَ) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے کِفَایَۃٌ مصدر۔ اور اسم مصدر بھی ہے اَلْکِفَایَۃُ ہر وہ چیز جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ اور مراد حاصل ہو جائے اور مزید حاجت نہ رہے۔

کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (گواہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے) میں بَ زائدہ ہے۔ بغیر باء کے انہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (٣٣: ٥) اور خدا مومنوں کے لئے جنگ کی ضروریات کے سلسلے میں کافی ہوا۔

اور اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ (١٥: ٩٥) ہم تمہیں ان لوگوں کے شر سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزاء کرتے ہیں کافی ہیں۔

= وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ واؤ حرف عطف۔ مَنْ اسم موصول عِنْدَہٗ عِلْمُ مِّنَ الْكِتٰبِ۔ صلہ۔ صلہ وموصول مل کر معطوف۔ اللہ معطوف علیہ۔ (اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ) الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک من عندہ علم من الکتٰب سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں۔ اور الکتاب سے مراد توریت وانجیل ہے بعض کے مطابق مومنین ہیں جو قرآن حکیم کا علم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مَنْ عِنْدَہٗ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم (۷۲)

۱۴: ۱ = الٓرٰ۔ ملاحظہ ہو الٓمّٓرٰ ۱:۱۳

= كِتٰبٌ۔ یعنی القرآن۔ كِتٰبٌ خبر ہے۔ اس کا مبتدا ھٰذَا محذوف ہے اَنْزَلْنٰهُ۔۔ اس کی صفت ہے۔ اَنْزَلْنٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع كِتٰبٌ ہے كِتٰبٌ یہاں نکرہ ہے نکرہ کا استعمال بعض دفعہ رفع شان کے اظہار کے لئے بھی کیا جاتا ہے یعنی موصوف کی شان اس قدر مشہور و معروف ہے کہ اسے معرفہ لانے کی ضرورت نہیں۔

= اَلنَّاسَ میں ال استغراق کا ہے جو کلیت چاہتا ہے۔ یعنی جمیع نسلِ انسانی۔

= ظُلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ میں ظُلُمٰت کا صیغہ جمع اور نور کا صیغہ واحد اس بات کی دلیل ہیں کہ گمراہیاں اور اقسام کفر کثرت سے ہیں جب کہ ہدایت کی راہ صرف ایک ہی راہ مستقیم ہے۔

= اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ بدل ہے النُّوْر کا۔ کیونکہ مقصود النُّوْر سے وہی راستہ ہے عزیز و حمید کا جو سب پر غالب ہے۔

۱۴: ۲ = اللّٰهِ ــ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ کا عطف بیان ہے کیونکہ یہ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

= وَیْلٌ ۔ اسم مرفوع ۔ ہلاکت ۔ عذاب ۔ خرابی ۔ بربادی ۔ دوزخ کی ایک وادی ۔ کلمۂ زجر و وعید کلمۂ حسرت و ندامت ہے ۔

وَیْلٌ مِّنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۔ عذاب شدید سے خرابی ۔ عذاب شدید کے باعث خرابی (یہ عذاب دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور عذاب اخروی بھی)

= یَسْتَحِبُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ محبوب رکھتے ہیں وہ پسند کرتے ہیں ۔ وہ ترجیح دیتے ہیں ۔

= یَصُدُّوْنَ ۔ صَدَّ یَصُدُّ صَدًّا ۔ لازم و متعدی دونوں میں مستعمل ہے ۔ وہ روکتے ہیں وہ باز رہتے ہیں ۔ اعراض کرتے ہیں ۔ آیۃ ہذا میں دونوں معنی مراد ہیں ۔

= یَبْغُوْنَهَا ۔ (وہ اسے چاہتے ہیں) میں هَا ضمیر کا مرجع سَبِیْلِ اللّٰہِ ہے ۔

= عِوَجًا ۔ کج ۔ ٹیڑھا ۔ العوج (نَصَرَ) کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانے کے ہیں ۔ جیسے عُجْتُ الْبَعِیْرَ بِزِمَامِہٖ میں نے اونٹ کو اس کی مہار کے ذریعہ ایک طرف موڑ دیا ۔

اَلْعَوَجُ ۔ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے جیسے لکڑی وغیرہ میں کجی ۔ اور العِوَجُ (عین کے کسرے کے ساتھ) اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے ۔ جیسے کہ معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں کہ عقل و بصیرت سے ہی ان کا ادراک ہو سکتا ہے ۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (۳۹ : ۲۸) قرآن واضح جس میں کوئی کجی نہیں ہے یا جیسے کہ آیہ ہذا ۔

= ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۔ موصوف و صفت ۔ بُعد حقیقۃً ضالّ (گمراہ) کے لئے ہے مبالغہ کے لئے گمراہ کے فعل گمراہی (ضلال) کی صفت میں اسے استعمال کیا گیا ہے ۔ یعنی وہ گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں

۱۴ : ۴ = بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ۔ اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ۔ یعنی جس کی زبان وہی ہو جو اس کی قوم کی زبان ہے ۔ لِسَانٌ کے لفظی معنی زبان کے ہیں اور مجازًا کلام اور لغت کے لئے بھی بولتے ہیں ۔ رَجُلٌ لَسِنٌ ۔ وہ شخص جو اپنی بات وضاحت سے بیان کر سکے ۔

۱۴ : ۵ = اَنْ اَخْرِجْ میں اَنْ اَیْ کے معنی میں ہے اس لئے کہ اَرْسَلْنَا میں قُلْنَا کے معنی بھی شامل ہیں ۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَقُلْنَا لَہٗ اَخْرِجْ ۔۔۔۔

= ذَکِّرْهُمْ ۔ امر واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تو ان کو یاد دلا ۔ تو ان کو سمجھا ۔ تو ان کو نصیحت کر ۔

= اَیَّامِ اللّٰہِ۔ اللہ کے دن۔ یعنی اللہ کی وہ نصیحتیں جو مختلف قوموں کو عطا ہوئیں مثلاً حکومت اقتدار وغیرہ۔ یا وہ مصیبتیں جو قوموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں یا ان کی آزمائش کے لئے ان پر نازل ہوئیں۔ مثلاً وبا، قحط، محکومی غلامی وغیرہ۔ جو اپنی اہمیت کی وجہ سے جزو تاریخ بن چکی ہیں۔ تاریخ کے اہم واقعات۔ ایام کی اضافت اللہ کی جانب ان واقعات کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لئے ہے

= ذٰلِكَ کا اشارہ اَیَّامِ اللّٰہِ کی طرف ہے۔

= صَبَّارٍ۔ بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْرٌ سے (فَعَّالٌ) کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= شَکُوْرٍ۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ بڑا قدردان۔

شُکْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جب اس کا استعمال اللہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی قدردان کے آتے ہیں۔

۱۴ : ۶ = یَسُوْمُوْنَکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو تکلیف دیتے تھے سَامَ یَسُوْمُ سَوْمًا۔

اَلسَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ کبھی صرف جانا کے معنی میں آتا ہے جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ۔ اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے۔ یا سُمْتُ الْاِبِلَ فِی الْمَرْعٰی۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹ بھیجے۔ اور انہی معنوں میں قرآن پاک میں آیا ہے مِنْہُ شَجَرٌ فِیْہِ تُسِیْمُوْنَ۔ (۱۶ : ۱۰) اور اس سے درخت بھی (شاداب) ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔

اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ یعنی تم کو تکلیف پہنچانے کی نت نئی راہوں کے طالب و کوشاں رہتے ہیں۔

اس مادہ سے سِیْمَۃٌ وَسُوْمَۃٌ وَسِیْمَا۔ بمعنی علامت و نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ۔ (۵۵ : ۴۱) مجرمین اپنی نشانیوں یا علامتوں سے پہچانے جائیں گے اور الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ۔ (۳ : ۱۲۵) اپنے پر یا اپنے گھوڑوں پر نشانِ امتیاز بنانے والے۔

= یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ وہ تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے۔

تفسیر مظہری میں ہے سُوْٓءَ الْعَذَابِ سے مراد قتلِ اولاد نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کو غلام بنانا اور سخت ترین کام لینا مراد ہے کیونکہ وَیُذَبِّحُوْنَ کا عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

= یَسْتَحْیُوْنَ ۔مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ جیتا رہنے دیتے تھے
= بَلَاءٌ عَظِیْمٌ ۔ بڑی بھاری آزمائش۔ بہت بڑی آزمائش۔
۱۴: ۷ = تَاَذَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعّل) (تَاَذُّنٌ) اس نے سنا دیا۔ اس نے خبر کردی۔ اس نے اعلان کردیا۔ اس نے بتادیا۔ (ملاحظہ ہو ۷ : ۱۶۷)
۱۴: ۸ = تَکْفُرُوْا ۔ تم ناشکری کرو۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَکْفُرُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔
۱۴: ۹ = نَبَؤُا۔ نَبَأٌ ۔ خبر۔ اطلاع۔
= قَوْمِ نُوْحٍ ۔یہ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کا بدل یا عطف بیان ہے۔ ان لوگوں ان قوموں کی خبر جو تم سے قبل گذر چکی ہیں۔ یعنی قوم نوح .... اسی طرح عَادٍ کا عطف قَوْمِ نُوْحٍ پر ہے اور ثمود اور وَالذین من بعدھم کا عطف بھی قوم نوح پر ہے اور لایعلمھم الا اللہ جملہ معترضہ ہے (کیا تم کو اپنے سے پہلے قوموں کی خبر نہیں ملی یعنی نوح ؑ کی قوم۔ عاد اور ثمود کی قوم اور وہ قومیں جو ان کے بعد آئیں جن کے صحیح حالات اور تعداد کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)
= فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ ۔ رَدَّ یَرُدُّ ۔(باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے انہوں نے لوٹا دیا۔ انہوں نے الٹا دیا۔ انہوں نے پھیر دیا۔ جیسے رُدُّوْھَا عَلَیَّ ۔ (۳۸: ۳۳) ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹا لاؤ۔

اس جملہ کے مندرجہ ذیل مختلف معانی مفسرین نے لکھے ہیں۔

(۱) غصہ سے اپنی پشتِ دست کاٹنے لگے۔ یہ عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (۳: ۱۱۹) وہ تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ سے ملتا جلتا محاورہ ہے۔
(۲) وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھنے لگے۔ خاموش رہنے کے لئے یا تعجب کے اظہار کے لئے یا استہزاء کے طور پر۔
(۳) اگر اَفْوَاھِھِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَنْبِیَاء کو قرار دیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ انبیاء کے منہ پر رکھ دیئے ان کو خاموش کرنے کے لئے گستاخانہ انداز میں
(۴) وہ ان کی (انبیاء کی) تکذیب کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ رَدَدْتُ قَوْلَ فُلَانٍ فِیْ فِیْہِ ۔ ای کَذَّبْتُہٗ ۔میں نے فلاں کی بات قبول نہ کی۔ فلاں کی بات کو جھٹلادیا۔
= کَفَرْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم منکر ہوئے۔
= مُرِیْبٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِرَابَۃٌ (باب افعال) متردّد بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا تردّد میں ڈالنے والا۔ یہ شَکٍّ کے بعد مُرِیْبٍ کا اضافہ تاکید مزید کے لئے ہے۔ یعنی شک ایسا نہیں جو

نکل جاتے بلکہ شبہات اور زیادہ بڑھتے جاتے ہیں۔
۱۴: ۱۰ — اَفِی اللّٰہِ شَكٌّ۔ ای ءانتم فی شك مریب من اللہ تعالیٰ۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو۔ (منکرین نے کہا تھا کہ (انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شك مما تدعوننا الیہ مریب۔ جو حکم تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس سے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو اس کی صداقت کے متعلق ہم سخت تذبذب و شک میں ہیں۔
اس کے جواب میں ان کے نبیوں نے کہا کہ:۔
کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو! کیونکہ یہ پیغام ہمارا نہیں اس ذات تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس میں شک کرنا اس ذات کے متعلق شک کرنے کے مترادف ہے۔ یہ پیغام برحق ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں بلا رہا ہے کہ اس کے مطابق تم عمل کرو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے۔
= فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَطْرٌ مصدر (باب نصر وضرب) عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانیوالا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ یا تو بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے۔ یعنی وہ اللہ جو فاطر السموٰت والارض ہے۔
= یُؤَخِّرَكُمْ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ تاخیرٌ (تفعیل) مصدر کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو مہلت دے۔
= اِنْ اَنْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔ استثناء سے قبل جو اِنْ اور مَا آتے وہ نافیہ ہوتا ہے۔
= سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ۔ موصوف صفت۔ روشن دلیل۔ بیّن ثبوت۔ واضح برہان۔ معجزہ۔
۱۴: ۱۱ = یَمُنُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَنٌّ۔ مصدر۔ (باب نصر) وہ احسان کرتا ہے
۱۴: ۱۲ = سُبُلَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ سَبِیْلٌ کی جمع۔
= ھَدَانَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھِدَایَۃٌ سے۔ ھَدَانَا سُبُلَنَا۔ اس نے ہم کو حق کے راستے بتا دیئے۔
= لَنَصْبِرَنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور ہی صبر کریں گے۔
= اٰذَیْتُمُوْنَا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم نے ہم کو ایذا دی۔
۱۴: ۱۳ = لَتَعُوْدُنَّ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ تم کو ضرور بالضرور لوٹ آنا ہوگا (ہمارے مذہب میں) عَوْدٌ (باب نصر) سے جس کے معنی کسی شے سے پلٹنے کے بعد (خواہ

پلٹنا بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم وارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کے ہیں۔
= اَوْحٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ دیا۔ اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔
= لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ۔ لَنُهْلِكَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور تباہ کردیں گے ہلاک کردیں گے۔
۱۴:۱۴ = لَنُسْكِنَنَّكُمُ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْكَانٌ مصدر باب افعال۔ ہم تم کو یقیناً آباد کردیں گے۔ یا۔ آباد رکھیں گے۔
= وَعِيْدِ۔ اصل میں وَعِيْدِيْ تھا۔ میرا وعدۂ عذاب۔ میری طرف سے ڈراوا۔
۱۴: ۱۵ = اِسْتَفْتَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے فیصلہ مانگا۔ انہوں نے فتح چاہی۔ اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی غلبہ یا فیصلہ طلب کرنے کے ہیں۔ فتح کے معنی غلبہ کی مثال نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۔(۶۱: ۱۳) (تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح عنقریب (ہوگی) اور فیصلہ کی مثال قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ (۳۲: ۲۹) کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ فیصلہ کے روز (یعنی روز قیامت) کافروں کو ان کا ایمان لانا ذرا بھی نفع نہ دے گا۔ یا۔ ربنا افتح بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷: ۸۹) اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔
استفتحوا کا فاعل کون ہے۔ ضمیر کا مرجع انبیاء بھی ہوسکتے ہیں اور کفار بھی۔
پہلی صورت میں انبیاء نے کفار سے مایوس ہوکر فتح کی دعا کی۔ اور اللہ نے کفار کو نامراد کردیا۔
دوسری صورت میں کفار نے دعا مانگی کہ اگر یہ انبیاء سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر۔ چنانچہ عذاب آیا جس نے ہر سرکش کو نامراد کردیا۔
= خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَيْبَةٌ سے (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔ اَلْخَيْبَةُ کے معنی ناکام ہونے اور مقصد فوت ہوجانے کے ہیں۔
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۔(۲۰: ۶۱) اور جس نے افترا کیا نامراد ہوگیا۔ یا فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۔(۳: ۱۲۷) کہ وہ ناکام ہوکر واپس جائیں۔
= جَبَّارٍ۔ زبردست دباؤ والا۔ زور کرنے والا۔ سرکش۔ مجبور کرنے والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَلْجَبْرُ کے اصل معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں یہ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وصف مدح ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان

ناجائز تعلق سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرے یا کسی غیر حق بات کو زبردستی منوائے یا کروائے تو ایک مذموم صفت ہے اور اسی معنی میں آیہ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی زبردستی کرنیوالا سرکش۔

= عَنِیْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ ضدی۔ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے والا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع عُنُدٌ ہے (عَنَدَ (باب نصر وضرب) وَعَنِدَ (باب سَمِعَ) وعَنُدَ (باب کَرُمَ) حق کی مخالفت کرنا۔

۱۴: ۱۶ = مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ۔ وَرَآءَ لغات اضداد میں سے ہے اس کے معنی جس طرح "پیچھے" کے ہیں "آگے" کے بھی آتے ہیں۔ یہاں بمعنی مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ (اس کے آگے ہے) یعنی ان کی اس دنیاوی نامرادی و ناکامی کے آگے آخرت میں جہنم ہوگا۔

= صَدِیْدٍ۔ پیپ۔ کچ لہو۔ جو اہل دوزخ کے جسموں میں سے بہیگی۔ یہ مَآءٍ کا عطف بیان ہے۔

۱۴: ۱۷ = یَتَجَرَّعُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَآءٍ صَدِیْدٍ ہے۔ تَجَرُّعٌ مصدر (بابِ تَفَعُّلٌ) وہ اس پانی کو گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا۔ باب تفعل کی خصوصیات میں تکلف ہے۔ یعنی پیاس کی شدت کے باعث وہ پینے پر مجبور بھی ہوگا لیکن اس بدبودار کھولتی ہوئی پیپ کو پیئے تو کیونکر۔ حلق سے اترے تو کیسے۔ ایک آدھ گھونٹ اور وہ بھی بڑی مشکل سے۔ جَرْعٌ مصدر (باب نصر و سمع) جُرْعَةٌ گھونٹ۔

= لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ۔ یَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر۔ قریب ہے۔ لَا یَكَادُ قریب نہ تھا كَادَ یَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو کادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

یُسِیْغُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسَاغَةٌ مصدر باب افعال ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع مَآءٍ صَدِیْدٍ ہے۔ سَاغَ یَسِیْغُ (ضرب) سَیْغٌ سَوْغٌ مادہ۔ کے معنی ہیں شراب کا آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جانا۔ باب افعال سے اَسَاغَ یُسِیْغُ کے معنی حلق سے نیچے اتارنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ (۱۶: ۶۶) پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ۔ وہ اس کو (آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے نہیں اتار سکیگا۔

= مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ ای من جمیع الجھات۔ تمام اطراف سے، ہر سمت سے۔

= مَیِّتٍ۔ اسم صفت مجرور۔ مرنے والا۔ مُردہ۔ وَمَا هُوَ بِمَیِّتٍ اور (باایں ہمہ) وہ مرنگا نہیں۔

= غَلِیْظٌ۔ غِلْظَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سخت۔ شدید۔ اس کی جمع غِلَاظٌ ہے

۱۴: ۱۸ = کَرَمَادٍ ۔ کَ تشبیہ کے لئے رَمَادٍ ۔ راکھ ۔ خاکستر ۔ اسم ہے اس کی جمع اَرْمِدَۃٌ ۔
= اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ۔ اِشْتَدَّتْ ۔ ماضی ۔ واحد مؤنث غائب ۔ وہ سخت ہو گئی ۔
اِشْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) سے مصدر ۔ اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ۔ جس کو ہوا تیزی سے اڑا لے گئی ۔
= عَاصِفٍ ۔ تیز و تند ہوا ۔ سخت جھونکا ۔ عَصْفٌ جس کے معنی تیز و تند ہوا چلنے اور آندھی آنے کے ہیں ۔ المفردات میں ہے رِيْحٌ عَاصِفٌ تند ہوا جو ہر چیز کو توڑ کر بھس کی طرح بنا دے ۔
عَصْفٌ کے معنی بھُس ہیں جیسے كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۔ (۱۰۵: ۵) جیسے کھایا ہوا بھُس ہو ۔
يَوْمٍ عَاصِفٍ آندھی کا دن ۔ عَاصِفٌ بمعنی مَعْصُوْفٌ ہے عَاصِفٌ کی جمع عَوَاصِفُ ہے
= لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۔ ای لا یقدرون علی شیٔ مما کسبوا ۔ یعنی جو کچھ انہوں نے کمایا تھا اس میں سے انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا ۔
= ذٰلِكَ ۔ یعنی ضیاع اعمال ۔
= ضَلٰلٍ ۔ گمراہی ۔ بھٹکنا ۔ راہ سے دور جا پڑنا ۔ کھو جانا ۔ ضائع ہو جانا ۔ گم ہو جانا ۔ ہلاک ہو جانا سیدھی راہ سے ہٹ جانا ۔ مغلوب ہو جانا ۔ یہاں ضلال بعید سے مراد راہِ حق سے بُعد یا ثواب سے محرومی ہے ۔ یعنی ان کے اعمال نیک تو ضائع ہو گئے اور وہ ثواب سے محروم رہے اور اعمال سو کا عذاب بدستور رہا ۔ گویا نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوئے ۔
۱۴: ۲۱ = بَرَزُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ باب نصر بُرُوْزٌ سے ۔
وہ کھلم کھلا سامنے ہوئے ۔ یا سامنے آنا ۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل مستعمل ہے ۔ وہ کھلم کھلا (اللہ کے) سامنے آئیں گے ۔ (روز قیامت) قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں بَرَزُوْا کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۵۴ ۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ مخلوق ہے ۔
= الضُّعَفٰٓؤُا ۔ اور الضعفآء میں محض رسم الخط کا فرق ہے ۔
الضُّعَفَاءُ سے مراد وہ ضعیف الرائے لوگ ہیں جو دوسروں کی رائے کا اتباع کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضعفاء کو اپنا مطیع اور متبع بنایا تھا ۔ اور جنہوں نے ضعفاء کو گمراہ کیا اور اپنے نبیوں کی نصیحت کو سن کر اس کا اتباع کرنے سے روکے رکھا ۔
= مُغْنُوْنَ عَنَّا ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اصل میں مُغْنِيُوْنَ تھا ۔ اَغْنٰى يُغْنِيْ سے اسم فاعل واحد مُغْنِيْ ۔ اَغْنٰى عَنْ ۔ دور کرنا ۔ هٰذَا مَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا ۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۔ کیا تم ہٹا سکنے والے ہو

(یعنی کیا تم ہٹا سکتے ہو) ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کوئی حصہ یعنی اس میں سے ہمارے حق میں کمی کرا سکتے ہو۔

= تَبَعًا۔ تابع۔ پیروی کرنے والے۔ تَابِعٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع صَحَبٌ ہے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا۔ ہم تمہارے تابع تھے۔ تمہارے پیروکار تھے۔

= اَجَزِعْنَا۔ اَ۔ ہمزہ استخبار ہے (کسی چیز کے متعلق کوئی خبر دریافت کرنا) اور دو چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لئے آیا ہے۔ بمعنی خواہ۔ جیسے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۲:۶) یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

جَزِعَ يَجْزَعُ (سَمِعَ) بے صبری کرنا۔ جَزِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم بے صبری کریں۔ بیقراری کریں۔ مضطرب ہوں۔ اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا۔ (برابر ہے ہمارے لئے) خواہ ہم بیقراری کریں یا صبر سے کام لیں۔

= مَحِيْصٍ۔ ظرفِ مکان۔ مجرور۔ پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ حَيْصٌ سے۔ اسی سے ہے حَاصَ عَنِ الْحَقِّ۔ یعنی وہ حق سے اعراض کر کے سختی اور مصیبت کی طرف لوٹ گیا۔

مَحِيْصٌ۔ مَغِيْبٌ کے وزن پر مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے۔

۱۴:۲۲ = لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ۔ جب معاملہ طے ہو چکے گا۔ یعنی جب (سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکیگا

= فَاَخْلَفْتُكُمْ۔ ماضی واحد متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی

اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔

= لَا تَلُوْمُوْنِيْ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اصل میں تَلُوْمُوْنَنِيْ تھا۔ نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم مجھے ملامت نہ کرو۔ تم مجھے الزام مت دو۔ لَوْمٌ سے باب نصر

= لُوْمُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم ملامت کرو۔

= مُصْرِخِكُمْ۔ اسم فاعل مضاف۔ كُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ صَرَخَ يَصْرُخُ باب نصر۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔ (فعل لازم)

صَرَخَ الْقَوْمُ۔ (فعل متعدی) بمعنی فریاد رسی کرنا۔ مدد کرنا۔ مُصْرِخٌ فریاد رسی کرنے والا۔ مددگار

مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ۔ میں تمہارا فریاد رس نہیں ہو سکتا۔ یعنی میں تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

= كَفَرْتُ۔ میں انکار کرتا ہوں۔

= اَشْرَكْتُمُوْنِ۔ تم نے مجھے شریک بنایا۔ اس میں نون وقایہ ہے ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے

اَشْرَکْتُمُوْ۔ تم نے شریک بنایا۔ تم نے شرک کیا۔
= مِنْ قَبْلُ ۔ ای فی الدنیا۔ اس سے قبل یعنی دنیا میں۔
= اَلِیْمٌ۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ۔
۱۴: ۲۳ = تَحِیَّتُھُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِیَّۃٌ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ تَحِیَّۃٌ اصل میں اسم مصدر ہے۔ یہ لفظ بقائے دوام درازی عمر اور ثانوی اعتبار سے خیروبرکت اور استحکام کی دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فرشتے ان کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔
۱۴: ۲۴ = ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ کلمہ طیبہ سے مراد ایمان و توحید ہے اس فقرہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔ یہ قولہ تعالیٰ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کی تفسیر ہے
(۲) مَثَلًا و کَلِمَۃً طَیِّبَۃً بوجہ ضرب کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں اور کلام یوں ہے ضَرَبَ اللّٰہُ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً مَثَلًا۔ بمعنی جَعَلَھَا مَثَلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کو مثال کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً بوجہ موصوف وصفت ہونے کے ہم اعراب ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے لئے مثال بیان فرماتا ہے ای ضرب اللّٰہُ لکلمۃٍ طیبۃٍ مثلاً
(۴) کلمۃً طیبۃً کا نصب بوجہ مَثَلًا کے بدل ہونے کے ہے
(۵) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ کا جر بوجہ ک حرف تشبیہ کے ہے۔ اور شجرۃ طیبۃ یہ کلمہ کی دوسری صفت ہے
(۶) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی کلام یوں ہے ھِیَ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ۔
= اَصْلُھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جڑ۔ جمع اُصُوْلٌ۔
= ثَابِتٌ۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثَبَاتٌ اور ثُبُوْتٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔
= فَرْعُھَا۔ مضاف، مضاف الیہ۔ اس کی شاخ۔ جمع فُرُوْعٌ
۱۴: ۲۵ = تُؤْتِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل شَجَرَۃٌ کی طرف راجع ہے وہ دیتی ہے۔ وہ لاتی ہے۔ یعنی وہ درخت دیتا ہے یا لاتا ہے۔
= اُکُلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُکُلٌ میوہ۔ پھل۔ خوراک۔ اَکَلَ یَاْکُلُ سے اُکْلٌ وَاُکُلٌ جو چیز کھائی جائے۔ اُسے اُکُلٌ کہتے ہیں۔ اُکُلَھَا۔ اس درخت کا پھل۔

= یَتَذَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ وہ خوب سمجھ لیں ۔ وہ نصیحت پکڑیں ۔ تَذَکُّرٌ تفعّل مصدر۔

۱۴ : ۲۶ = کَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ ۔ اس سے مراد کفروشرک ہے۔
= اِجْتُثَّتْ ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ اِجْتِثَاثٌ (افتعال) وہ جڑسے اکھاڑلی گئی ۔ اس کو جڑسے اکھاڑ لیا گیا ۔

۱۴ : ۲۷ = یُثَبِّتُ اللّٰهُ ...... بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۔ ثبات بخشتا ہے اللہ تعالیٰ اس قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) کی برکت سے۔

۱۴ : ۲۸ = بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ کُفْرًا ۔ ای بدلوا شکر نعمت اللّٰہ کفرًا ۔ انہوں نے اللہ کی نعمت کا حقِ شکر کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا ۔
= اَحَلُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِحْلَالٌ سے ۔ انہوں نے لا اتارا ۔ اصل میں حَلٌّ کے معنی گرہ کشائی کے ہیں ۔ اور حَلَالٌ کے معنی کسی جگہ پر اترنے کے ہیں ۔ اور فروکش ہونا کے بھی آتے ہیں ۔ اصل میں یہ ہے حَلُّ الْاَحْمَالِ عِنْدَ النُّزُوْلِ سے ۔ جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہیں کھول دینا کے ہیں ۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ لہٰذا حَلَّ (باب نصر) حُلُوْلٌ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں ۔ اسی سے ہے مَحِلَّةٌ اترنے کی جگہ ۔ حَلَّ (باب ضرب) سے کسی چیز کا حلال ہونا (حرام کی ضد) کے ہیں ۔
= دَارَ الْبَوَارِ ۔ تباہی و بربادی کا گھر ۔ البوار ۔ بَارَ یبور بورًا و بوارًا ۔ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے بہت مندا پڑنے کے ہیں ۔ اور چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے ۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ اس لئے بَوَار ۔ بمعنی ہلاکت استعمال ہونے لگا ۔
اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۔ انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں (یعنی دوزخ میں اپنی ناشکری کی وجہ سے) لا اُتارا

۱۴ : ۲۹ جَهَنَّمَ ۔ دَارَ الْبَوَارِ کا عطف بیان ہے دَارَ الْبَوَارِ کی وضاحت کے لئے آیا ہے

- -

= یَصْلَوْنَهَا ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلْیٌ سے (باب سمع) وہ اس میں داخل ہوں گے ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے ۔

۱۴ : ۳۰ = اَنْدَادًا ۔ مقابل ۔ برابر ۔ نِدٌّ کی جمع ۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ذات اور جوہر میں شریک ہو ۔

== یُضِلُّوْا۔ ای یضلوا الناس ۔ لوگوں کو گمراہ کریں ۔ بھٹکائیں ۔
== سَبِیْلِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے ۔
== تَمَتَّعُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر (باب تفعّل) تَمَتُّعٌ سے تم فائدہ اٹھالو۔ تم برت لو۔ قرآن مجید میں دنیاوی سازوسامان کے متعلق جہاں کہیں بھی تَمَتَّعُوْا آیا ہے تو اس سے تہدید (ڈرانا دھمکانا) مراد ہے۔
== مَصِیْرَکُمْ۔ مَصِیْر۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ تمہارے لوٹنے کی جگہ۔ صَارَ یَصِیْرُ۔ (ضرب) سے مراد ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اسی لئے مَصِیْرٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے ۔
۱۴: ۳۱ == یُقِیْمُوْا۔ مضارع منصوب اِقَامَۃٌ سے صیغہ جمع مذکر غائب وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں پابندی سے ادا کریں ۔
== خِلٰلٌ۔ دوستی۔ باب مفاعلہ سے مُخَالَّۃٌ مصدر نیز خُلَّۃٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے معنی دوستی کے ہیں۔ خَلِیْلٌ دوست۔ گہرا دوست
۱۴: ۳۳ == دَآئِبَیْنِ۔ پھرنے والے۔ ایک دستور پر چلنے والے۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر۔ اَلدَّأْبُ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ جیسے دَأَبَ فِی السَّیْرِ دَأْبًا۔ وہ مسلسل چلا۔ نیز دَأْبٌ کا لفظ عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۳: ۱۱) ان کا حال بھی فرعونیوں کا سا ہے یعنی ان کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں ۔
سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ۔ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔
۱۴: ۳۴ == اٰتٰـکُمْ۔ اس نے تم کو دیا۔ اٰتٰی یُؤْتِیْ اِیْتَاءٌ (باب افعال) سے صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
== تَعُدُّوْا۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے گر گیا۔ اگر تم گننے لگو۔ اگر تم شمار کرنے لگو۔ عدد مادّہ
== لَا تُحْصُوْھَا۔ مضارع منفی مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ لَا حذف ہو گیا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ تم اس کو شمار نہ کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکو گے۔ اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ۔ (افعال) سے مصدر۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اصل میں یہ لفظ حَصًی سے مشتق ہے

جس کا معنی کنکریاں ہے۔ اور اس سے گننا کا معنی اس لئے لیا گیا ہے کہ عرب لوگ گنتی میں کنکریاں استعمال کرتے تھے۔ جس طرح ہم انگلیوں پر گنتے ہیں۔

= ظَلُوْمٌ۔ نہایت ظلم کرنے والا۔ بڑا بے انصاف۔ نہایت ستمگار۔ ظُلْمٌ سے بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= كَفَّارٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ زبردست کافر۔ بہت بڑا ناشکرا۔

۱۴: ۳۵ = ھٰذَا الْبَلَدَ۔ البلد الحرام۔ مکہ معظمہ۔

= اٰمِنًا۔ امن والا۔ پرامن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمِنَ يَأْمَنُ۔ (باب سمع) سے۔

= اُجْنُبْنِيْ۔ تو مجھ کو دور رکھ۔ تو مجھ کو بچا۔ جَنْبٌ سے باب نصر جس کے معنی دور رکھنے اور بچانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= بَنِيَّ۔ میرے بیٹوں کو۔ اصل میں بَنِيْنِيَ تھا۔ نون جمع ی متکلم کی طرف اضافت سے گر گیا۔ اور جمع کی ی اور متکلم کی ی مدغم ہوئیں۔

= اَنْ بمعنی کہ۔

۱۴: ۳۶ = اِنَّهُنَّ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب بے شک ان (بتوں) نے۔

= رَبِّ۔ يَارَبِّ۔ اے میرے پروردگار۔

= اَضْلَلْنَ۔ اِضْلَالٌ (افعالٌ) سے۔ ان مورتیوں نے گمراہ کیا۔ بہکایا۔ یہاں مراد بتوں سے ہے یعنی ان بتوں نے گمراہ کیا۔

= مَنْ عَصَانِيْ۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ عَصٰی سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی۔

۱۴: ۳۷ = اَسْكَنْتُ۔ اِسْكَانٌ (افعالٌ) سے ماضی واحد متکلم میں نے بسایا۔ سکن مادہ۔

= ذُرِّيَّتِيْ۔ میری اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ۔

= غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ۔ جس میں کوئی زراعت نہیں۔ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں۔

= لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ اس لئے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔

= اَفْئِدَةً۔ فُؤَادٌ کی جمع بمعنی دل۔ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ۔ ای افئدة من افئدة

النَّاسِ۔ لوگوں کے دلوں میں سے کچھ دل یعنی کچھ لوگ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔

= تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ۔ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب ذُرِّیَّتِیْ کی طرف راجع ہے۔

هَوٰی یَهْوِیْ (باب ضَرَبَ) هَوِیٌّ سے تَهْوِیْ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ بمعنی وہ گرتی ہے۔ وہ گریگی۔ وہ پھینک دیتی ہے وہ پھینک دے گی۔

هَوِیٌّ کے معنی سرعت سے اوپر سے نیچے گرنے اور جلدی گذر جانے کے ہیں۔ اسی معنی میں ہے تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ (۲۲: ۳۱) ہوا نے اس کو بڑی دور دراز جگہ پھینک دیا (باب سَمِعَ) سے هَوٰی یَهْوٰی هَوًی۔ بمعنی چاہنا۔ خواہش کرنا۔

جیسے اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ (۵۳: ۲۳) یہ لوگ نرے اٹکل پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔

فرا نے تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ کے معنی تُرِیْدُهُمْ بتایا ہے۔ وہ ان کا ارادہ کریں۔ وہ ان کو چاہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں رَاَیْتُ فُلَانًا یَهْوِیْ نَحْوَكَ میں نے فلاں کو تیرا ارادہ کرتے دیکھا فرا نے تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ کے معنی تَسْرَعُ اِلَیْهِمْ کے بھی بتائے ہیں۔ یعنی ان کی طرف تیزی سے آئیں۔ ابن الانباری اس کے معنی تنحط الیھم و تنحدر و تنزل (وہ ان کی طرف فروکش ہوں۔ اتریں۔ نزول کریں) بیان کرتے ہیں۔ یہ ارباب لغت کا بیان ہے اور مفسرین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشتاق ہونے کے معنی کہتے ہیں۔ سدی مائل ہونے کے اور قتادہ تیزی سے رواں ہونا بتاتے ہیں۔

تَهْوِیْ کی ضمیر فاعل اَفْئِدَةً کی طرف راجع ہے۔ پس فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ کا ترجمہ ہوا۔ پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے

۱۴: ۳۸ = نُخْفِیْ۔ مضارع جمع متکلم (باب افعال) اِخْفَاءٌ مصدر۔ (جو) ہم چھپاتے ہیں۔ چھپا کر کرتے ہیں۔ چھپا کر رکھتے ہیں۔

= نُعْلِنُ۔ مضارع جمع متکلم۔ (باب افعال) اِعْلَانٌ مصدر ہم ظاہر کرتے ہیں۔

= وَهَبَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وَهْبٌ۔ هِبَةٌ مصدر۔ (باب فتح) اس نے بخشا۔ وَهَّابٌ بہت عطا کرنے والا۔

= عَلَی الْکِبَرِ۔ بڑھاپے میں۔ باوجود بڑھاپے کے۔

= مِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ ای بعض ذُرِّیَّتِیْ۔ (میری اولاد میں سے بھی بعض کو) بعض اس واسطے کہا کہ ان کو منجانب اللہ علم تھا کہ آئندہ اولاد میں سے کافر بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ

نے فرمایا کہ میں تم کو (حضرت ابراہیم کو) لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (کیا میری نسل سے بھی) حکم ہوا۔ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۲ : ۱۲۴) کہا میرا وعدہ نافرمانوں کو نہیں پہنچا۔

= تَقَبَّلْ ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَقَبُّلٌ (تفعّل) سے (تو قبول کر)

= دُعَآءِ ۔ ای دُعَائِیْ ۔ میری دعا۔ (یعنی یہ دعا کہ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند کردے) یا دعا سے مراد عبادت بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اے رب میں اور میری اولاد میں سے بعض جو عبادت کریں اسے شرف قبولیت عطا فرما۔

۱۴ : ۴۲ = لَا تَحْسَبَنَّ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر با نون ثقیلہ حِسْبَانٌ سے۔ تو خیال نہ کر تو گمان نہ کر

= یُؤَخِّرُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے وہ ان کو مہلت دے رہا ہے۔ ڈھیل دے رہا ہے۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع الظّٰلِمُوْنَ ہے۔

= تَشْخَصُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیگی۔ ضمیر فاعل الابصار کے لئے ہے وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں گی۔ وہ دہشت کے سبب کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

اور جگہ آیا ہے شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۲۱ : ۹۷) کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ شُخُوْصٌ مصدر۔ یعنی آنکھوں کا کھلا رہنا۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔

۱۴ : ۴۳ = مُھْطِعِیْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مُھْطِعٌ واحد۔ اِھْطَاعٌ (افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُھْطِعٌ عاجزی اور ذلت سے نظر نہ اٹھانیوالا۔ بلانے والے کی طرف خاموش چلا جانیوالا۔ گردن دراز کر کے نظر جمائے تیزی سے چلنے والا۔

= مُقْنِعِیْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مضاف۔ اصل میں مُقْنِعِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ نون گر گیا۔ اِقْنَاعٌ (افعال) سے مصدر قَنِعٌ مادہ۔

اٹھانے والے۔ اٹھائے ہوئے۔ اَقْنَعَ رَاْسَهٗ ۔ اس نے اپنے سر کو اونچا کیا۔ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ ۔ اپنے سروں کو اوپر اٹھانیوالے۔

= لَا یَرْتَدُّ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں لوٹے گی۔ ضمیر فاعل کا مرجع طَرْفُھُمْ ہے۔ ان کی نگاہ۔ ان کی آنکھ۔ یعنی ان کی آنکھ جھپک تک نہ سکیگی۔

= ھَوَآءٌ ۔ اسم۔ خالی۔ خوف کے سبب سمجھ سے خالی۔ اصل میں ھَوَآءٌ اس فضاء اور خلاء کو کہتے ہیں۔ جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے لیکن محاورہ میں قلب کی صفت

واقع ہوتی ہے۔ اور جو ڈرپوک ہو جرأت مندنہ ہو۔ اس کو قَلْبٌ ھَوَاءٌ کہتے ہیں اَفْئِدَتُھُمْ ھَوَاءٌ۔ ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

اس آیۃ میں یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر بیان ہوا ہے یعنی لوگ گردن آگے کو بڑھائے خوف وہراس سے ٹکٹکی لگائے دوڑے جا رہے ہوں گے۔ سر اوپر کو شدتِ اضطراب سے اٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور آنکھیں پتھرائی ہوں گی کہ پلکیں اوپر اٹھی ہوئی ہیں تو وہاں ہی جم کر رہ جائیں گی۔ اور نیچے واپس نہ آسکیں گی۔ اور دل ہوا ہوئے جا رہے ہوں گے۔ اور اس حالت میں لوگ موقفِ حساب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے

۱۴: ۴۴ = اَنْذِرْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرا۔ اِنْذَارٌ (اِفعَال) سے مصدر۔

= یَوْمَ۔ مفعول ثانی۔ اَلنَّاسَ۔ مفعول اوّل اَنْذِرْ کا۔ تو ڈرا لوگوں کو اس دن سے۔

= اَخِّرْنَا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہم کو مہلت دے۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) سے۔

= اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ مدت قلیل اَجَلٍ مدت مقررہ

= نُجِبْ۔ اَجَابَ یُجِیْبُ اِجَابَۃٌ سے مضارع مجزوم جمع متکلم۔ ہم قبول کریں گے جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= نَتَّبِعْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے ہم اتباع کریں گے۔ ہم پیروی کریں گے۔ جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ۔ کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں اٹھایا کرتے تھے مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔ بغیر اضافت کے آئے تو اس پر ضمہ ہوگا۔

= مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ جواب القسم۔ یعنی تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے ہم کو کوئی زوال نہیں ہے۔

زَالَ یَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) زَوَالٌ کا معنی کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ زوال۔ سمت الراس سے جھک جانا۔ جیسے کہ سورج کا نقطہ نصف النہار سے ڈھلنا۔ نقطہ عروج سے نیچے آنا۔ دنیاوی جاہ وجلال یا مال ودولت کی حالت سے کم ہو جانا۔ نقطۃ الراس سے انحطاط۔

= مِنْ صلہ تاکید نفی کے لئے آیا ہے۔

۱۴/۲۵ = سَكَنْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بستے رہے۔ تم آباد رہے۔
مَسَاكِنِ - مَسْكَنٌ کی جمع - اسم ظرف مکان - ٹھہرنے اور رہنے کا مقام۔
= تَبَيَّنَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ واضح ہوگیا۔ وہ ظاہر ہوگیا۔ وہ کھل گیا۔ (یعنی ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کی روایات بھی تم کو پہنچی ہوں گی اور ان کے آثار سے تم نے مشاہدہ بھی کرلیا ہوگا)
= وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ - اور ہم نے تم کو مثالیں بیان کیں - یعنی کتب سماویہ میں ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا۔ کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی یہی نتیجہ پاؤ گے۔
۱۴: ۴۶ = مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ - انہوں نے اپنی چالیں چلیں۔ اس میں ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع یا تو اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور جن کے مساکن میں تم آباد رہے - یا اس کا مرجع کفار قریش ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گھنیر چالیں چلیں - جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ اَوْيَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ (۸ : ۳۰) اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارہ میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کردیں یا آپ کو شہید کردیں یا آپ کو جلاوطن کردیں لیکن صورت اول زیادہ صحیح ہے۔
= وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ - اللہ تعالیٰ سے ان کی یہ چالیں مخفی نہ تھیں سب کی سب اس کے علم میں تھیں - یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مکر کا توڑ تھا۔ عندہ جزاء مکرھم والطالاً لہٗ۔ (مظہری)
= تَزُوْلَ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے - وہ اپنے مقام سے ہل جائے
زَالَ يَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) سے۔
= اِنْ - کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اِنْ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہوکر اِنْ بن گیا - اور یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے - اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور واقعی ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں - (۲) اِنْ نافیہ ہے اور لام تاکید نفی کے لئے آیا ہے - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - اور نہیں تھیں ان کی چالیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔
۱۴: ۴۷ = لَا تَحْسَبَنَّ - فعل نہی بلام تاکید ونون ثقیلہ - واحد مذکر حاضر - تو ہرگز خیال نہ کر - تو ہرگز گمان نہ کر - (یہ خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)
لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ میں اللّٰه مفعول اول ہے لَا تَحْسَبَنَّ کا اور مُخْلِفَ مفعول ثانی ہے - جبکہ رُسُلَهٗ مُخْلِفَ کا مفعول اوّل ہے اور وَعْدَهٗ اس کا

مفعول ثانی۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے مخلف رسلہ وعدہٗ تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنیوالا ہے۔ یعنی جو وعدے اس نے کئے ہیں وہ ضرور پورے کرے گا۔
وعدے۔ مثلاً اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا۔ (۴۰: ۵۱) بیشک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے رہتے ہیں یا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ۔ (۵۸: ۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔
= عَزِیۡزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ دشوار۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیۡلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
= ذُوا نۡتِقَامٍ۔ انتقام لینے والا۔ بدلہ لینے والا۔
۱۴: ۴۸ = یَوۡمَ۔ یا انتقام کا ظرف زمان ہے یعنی وہ انتقام اس روز لے گا جس روز کہ زمین بدل کر دوسری زمین کردی جائے گی۔ یا یہ اُذۡکُرۡ (محذوف) کا مفعول ہے۔ یاد کرو اس دن کو۔
= تُبَدَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَبۡدِیۡلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ بدل دی جائے گی۔
= غَیۡرَ الۡاَرۡضِ ایک دوسری زمین کی صورت میں۔
= السَّمٰوٰتُ۔ ای وتبدل السمٰوٰت غیر السَّمٰوٰتِ اور آسمان بدل کر دوسرے آسمان کردیئے جائیں گے۔
= وَبَرَزُوۡا۔ وہ کھلم کھلا خدا کے سامنے پیش ہوں گے (ملاحظہ ہو ۱۴: ۲۱)
= اَلۡقَھَّارِ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست غالب جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں۔ قَھۡرٌ۔ مصدر۔ جس کا معنی کسی پر غلبہ پاکر اُسے ذلیل کرنے کے ہیں۔
۱۴: ۴۹ = مُقَرَّنِیۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقۡرِیۡنٌ (تفعیل) مصدر۔ اِقۡتِرَانٌ کے معنی اِزۡدِوَاجٌ کی طرح دو یا دو سے زیادہ چیزوں سے کسی معنی میں مجتمع ہونے کے ہیں قَرۡنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ اونٹوں کو باندھا جائے جیسے قَرَنۡتُ البعیر مع البعیر۔ میں نے اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ ایک رسی سے باندھ دیا۔
= قَرَّنۡتُہٗ (تفعیل) میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری یا دوسرے اوصاف میں کسی کا ہم پلہ ہو اسے اس کا قِرۡن کہتے ہیں۔ اسی سے قَرِیۡنٌ بمعنی ساتھی، ہم نشین ہے۔
مُقَرَّنِیۡنَ۔ باہم کس کر مضبوطی سے باندھے گئے۔ جکڑے ہوئے۔

= اَصْفَادِ۔ زنجیریں۔ بیڑیاں۔ صَفَدٌ اور صَفَادٌ کی جمع
۱۴:۵۰ = سَرَابِیْلُ۔ کرتے۔ پیراہن۔ قمیصیں۔ سِرْبَالٌ کی جمع۔
= قَطِرَانٍ۔ رال۔ تارکول۔ گندھک۔
= تَغْشٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک لیتی ہے۔ وہ ڈھانک لے گی۔ غَشْیٌ وَغِشَایَۃٌ (باب سمع) بمعنی ڈھانکنا۔ چھپانا۔
تَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ۔ آگ ان کے چہروں کو چھپائے ہوئے ہوگی۔
۱۴:۵۱ = لِیَجْزِیَ۔ تاکہ وہ بدلہ دے۔ (جزا دے) لام تعلیل یَجْزِیَ واحد مذکر غائب جَزٰی یَجْزِیْ (باب ضَرَبَ)
۱۴:۵۲ = ھٰذَا۔ ھٰذا القُرْاٰنُ۔ یہ قرآن۔
= بَلٰغٌ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ بَلُغًا۔ (باب نصر) مصدر۔ اَلْبُلُوْغُ کے معنی مقصد اور منتہٰی کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ۔ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً (۴۶:۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔
بَلٰغٌ کے معنی کافی ہونے کے بھی آتا ہے مثلاً اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (۲۱:۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری پوری تبلیغ ہے۔
ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔ (آیۃ ہذا) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔
= وَلِیُنْذَرُوْا۔ معطوف ہے محذوف پر یعنی لِیُنْصَحُوْا وَلِیُنْذَرُوْا۔ تاکہ انہیں نصیحت کی جائے اور ان کو ڈرایا جائے۔
= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بَلٰغٌ ہے یعنی اس قرآن کے ذریعہ سے۔
= وَلِیَذَّکَّرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر اصل میں یتذکّر تھا۔ تؔ کو ذ میں مدغم کیا گیا۔ تاکہ نصیحت حاصل کریں۔
= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ صاحب عقل۔ اہل فہم۔ عقل و فہم والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۵) سُوْرَةُ الْحِجْرِ (۵۴)

۱۵: ۱ = تِلْكَ۔ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جو اس سورۃ میں ہیں۔
= الْكِتٰبِ۔ مکمل کتاب۔ ایسی کتاب جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔
= قُرْاٰنٍ۔ کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ اٰيٰتُ قُرْاٰنٍ۔ یہ آیات الکتاب کی ہیں اور قرآن مبین کی
= مُبِيْنٍ۔ صفت ہے قرآن کی۔ یعنی وہ قرآن جو اپنا مدعا صاف صاف ظاہر کرتا ہے جو الرشد اور الغی کو مُبَیَّن (واضح) طور پر بیان کرتا ہے۔
فارق بین الحق والباطل والحلال والحرام۔ جو حق اور باطل اور حلال وحرام میں فرق بیان کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُبَمَا (۱۴)

اَلْحِجْر اَلنَّحْل

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

۲:۱۵ = رُبَمَا۔ رُبَّ و رُبَّةَ و رُبَّمَا و رُبَتَمَا۔ حرف جر ہے۔ رُبَمَا فتح وتشدید باء کے ساتھ یا رُبَمَا فتح با بلا تشدید کے ساتھ ہر دو صورت میں مستعمل ہے سیاقِ کلام کے موافق تکثیر و تقلیل۔ یعنی "اکثر" اور "کبھی کبھی" کا فائدہ دیتا ہے
رُبَّ نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے رُبَّ جَهْلٍ رَفَعَ۔ اورجب اس پر مَا کافہ داخل ہوجائے (کافہ یعنی سابق عامل کو عمل سے روکدینے والا) تو اس کا دخول فعل اور معرفہ پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے رُبَّمَا الْخَلِیْلُ مُقْبِلٌ اور رُبَّمَا اَقْبَلَ الْخَلِیْلُ۔ اس صورت میں بیشتر اس کا دخول ایسے جملہ فعلیہ پر ہوتا ہے جس کا فعل ماضی ہو خواہ وہ لفظاً موجود ہو یا معناً۔ لیکن آیہ ہذا میں یہ فعل مستقبل پر داخل ہوا ہے لیکن مضارع پر اس کا دخول بہت کم واقع ہوتا ہے۔
رُبَمَا اگرچہ کلام عرب میں اکثر استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں آیا ہے۔
رُبَمَا۔ بمعنی کسی وقت۔ بہت وقت۔ کبھی کبھی۔ اکثر۔
= یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ آرزو کرے گا۔ وہ آرزو کرتا ہے۔ پسند کریگا۔ یا پسند کریگا۔ ودد۔ مادہ

۳:۱۵ - ذَرْهُمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو چھوڑ دے تو ان کو رہنے دے۔
= یَاْکُلُوْا و یَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہیں یا یہ بھی جائز ہے کہ ان سے پہلے لام مقدر ہو۔ یَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر غائب۔ مزے اڑالیں۔ عیش کرلیں۔
= یُلْهِهِمْ۔ مضارع مجزوم بوجہ متذکرہ بالا۔ واحد مذکر غائب۔ اَلْهٰی یُلْهِیْ اِلْهَاءٌ (افعال) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو بھلائے رکھے۔ ان کو غافل بنائے رکھے۔
= اَلْاَمَلُ۔ امید، توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔ فاعل۔ یُلْهِهِمُ الْاَمَلُ۔ ان کی (جھوٹی) امید ان کو غافل بنائے رکھے۔

۴:۱۵ = مِنْ قَرْیَةٍ۔ ای قریۃ من القریٰ۔ بستیوں میں سے کسی بستی کو۔
= کِتٰبٌ۔ ایک مقرر وقت۔ وقت جو لوح محفوظ پر مکتوب ہے
= مَعْلُوْمٌ۔ جو ہر وقت علم میں ہے۔ معمول چوک کی نذر نہیں ہوتا۔ کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہو جائے

وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قَرْيَةٌ کا حال ہے یا جیسا کہ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ یہ قَرْيَةٌ کی صفت ہے۔

۱۵/۵ مَا تَسْبِقُ ۔ مَا نفی کا ہے تَسْبِقُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَبَقَ (ضَرَبَ) سے جس کے اصل معنی چلنے میں مقدم ہونے کے ہیں مگر اس کا استعمال بطور مجاز و استعارہ مطلق بڑھنے اور سبقت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے مَاتَسْبِقُ وہ آگے نہیں نکل جائے گی۔ وہ آگے نہیں نکل سکتی اس کا فاعل اُمَّةٍ ہے۔

= مِنْ اُمَّةٍ ۔ ای امۃ من الامم قوموں میں سے کوئی قوم۔

= اَجَلَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اپنی تقدیر کی میعاد مقررہ۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب افراد قوم کی رعایت سے لائی گئی ہے۔ جس طرح کہ یَسْتَاْخِرُوْنَ میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے

= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔

۱۵:۶ = قَالُوْا ۔ اشارہ ہے کفار مکہ کی طرف

= الذِّكْرُ ۔ ذکر کے لفظی معنی تو نصیحت کے ہیں لیکن قرآنی اصطلاح میں قرآن ہی کا ایک نام ہے

۱۵:۷ = لَوْ مَا ۔ شرطیہ ہے حرف تحضیض (ابھارنا) ہے۔ حرف توبیخ ہے ۔ کیوں نہیں۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ۔ کیوں نہیں لے آتا تو ہم پر ملائکہ کو۔ (شہادت تصدیق کے لئے یا ان کے انکار پر عذاب کے لئے)

۱۵:۸ = مَا كَانُوْا ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع کفار و منکرین مکہ ہیں۔

= اِذًا ۔ تب ۔ اس وقت ۔ جواب و جزار کے لئے بھی آتا ہے ۔ جواب ان کے سوال کا کہ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور جزاء شرط مقدر کی ۔ تقدیر کلام یوں ہے : ولو نزلنا الملئکۃ مَا كَانُوْا منظرین وما اخرعذابہم ۔ اور اگر ہم فرشتے اتار دیں تو نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور نہ ان کا عذاب ٹل سکے گا۔

= مُنْظَرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر ۔ اِنْظَارٌ (افعال) مصدر ۔ مہلت دیئے ہوئے ۔ جن کو مہلت دی گئی ہو ۔ منصوب بوجہ خبر کانوا۔

۱۵:۹ = الذِّكْرُ ۔ آیت (۶) میں کافروں نے قرآن مجید کو الذکر تعریضا اور استہزاءً کہا تھا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرا کر فرمایا کہ یہ بے شک الذکر ہے یعنی یہ ایسی پند و نصائح سے پُر اور شرف و عزت بخشنے والی کتاب ہے کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کو الذکر نہیں کہا جا سکتا۔

۱۵:۱۰ = قَدْ اَرْسَلْنَا ۔ کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے ۔ ای ولقد ارسلنا رسلاً ۔ بیشک

ہم نے رسول بھیجے۔

= شِيَعِ ۔ شِيْعَةٌ کی جمع۔ فرقے۔ گروہ۔ شِيْعَةٌ۔ وہ فرقہ یا گروہ جو کسی بات پر باہم متفق ہو۔ اس کا اصل شِيَاعٌ ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جن کے ذریعے سے بڑی بڑی لکڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ الشياع کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینا کے بھی ہیں۔ جیسے شَاعَ الخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ یا شَاعَ القَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔ اسی سے اشاعة خبر کا پھیلانا ہے۔

گروہ کے معنی میں اور جگہ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (۲۸:۴) وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا۔ قوم اور فرقہ کے معنوں میں بھی آیا ہے هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ۔ (۲۸:۱۵) یہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کا ہے اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے ہے۔

یہاں شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ بمعنی پہلی قومیں۔

۱۵:۱۱ = يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر وہ ٹھٹھا کرتے ہیں كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

۱۵:۱۲ = نَسْلُكُهٗ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع الاستهزاء ہے جو يَسْتَهْزِءُوْنَ کا مصدر ہے۔ ہم (اس استہزا و تکذیب کو گنہگاروں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

السُّلُوْكُ (باب نصر) کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (۷۱:۲۰) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔

یہ فعل متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۔ (۷۴:۴۲) تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لا ڈالا۔

اسی سے ہے سَلَكْتُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ۔ میں نے سوئی میں دھاگہ ڈالا۔

۱۵:۱۳ = لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الذکر (آیة ۹) ہے۔

= خَلَتْ۔ خَلَا يَخْلُوْ (باب نصر) خُلُوٌّ سے ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ اَلْخَلَاءُ خالی جگہ۔ جہاں عمارت و مکان وغیرہ نہ ہو۔

اور اَلْخُلُوُّ کا لفظ زمان اور مکان دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ چونکہ زمانہ گذرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ کے معنی ہوں گے۔ پہلوں کی یہی روش گذر چکی ہے، یعنی وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ یہی ہوا۔

= سُنَّةٌ۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔

۱۴:۱۵ = فَظَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ سے (باب فتح وسمع) اَلظِّلُّ سایہ یہ الضِحٌ دھوپ کی ضد ہے ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گذارنے کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی ظَلَّ یَظَلُّ کا استعمال دن گذارنے کے لئے ہوتا ہے۔

یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور کسی کام کو دن کے وقت کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ دن کے وقت (از طلوع آفتاب تا غروب آفتاب) چیزوں کا سایہ موجود رہتا ہے۔

یہ صَارَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی مثلاً لَظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ یَکْفُرُوْنَ (۳۰:۵۱) تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں گے۔

فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ۔ پھر وہ دن دہاڑے چڑھنے لگیں۔

= فِیْهِ۔ ای فی ذلک الباب۔ اس دروازہ میں۔

فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ۔ لفظی ترجمہ یہ ہے اور وہ روز روشن میں اس میں چڑھنے لگیں۔
اس میں ضمیر کا مرجع مشرکین وکفار ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان مشرکین کے لئے آسمان میں ایک دروازہ ہم کھول دیں اور وہ اس میں دن دھاڑے چڑھ جائیں اور عالم بالا کے عجائبات اپنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھ لیں تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۵:۱۵ = لَقَالُوْا۔ اس میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= سُکِّرَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ سُکِرَ و سُکِّرَ۔ بینائی کا مدہم ہونا۔ سُکِّرَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ چندھیا گئی۔ سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ ہماری آنکھیں بند کردی گئی ہیں۔ ہماری آنکھوں کی بینائی بند کردی گئی ہے۔

= مَسْحُوْرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مَسْحُوْرٌ واحد۔ سِحْرٌ مصدر۔ وہ لوگ جن پر جادو کردیا گیا ہو۔

۱۶:۱۵ = بُرُوْجًا۔ بُرُجٌ کی جمع ہے برج کا لغوی معنی ہے ظاہر ہونا۔ اس سے عورت کے بناؤ سنگار کرکے نمائش ودکھاوے کو تَبَرُّجٌ کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (۳۳:۳۳) اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو۔
اسی لغوی کے معنی کی مناسبت سے اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہونے لگا جو دور سے نمایاں ہوتی ہیں مثلاً قلعہ۔ محل۔ شاہراہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے ستارے جو دور سے نمایاں ہوتے ہیں اہل عرب بُرج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ روح المعانی میں ہے المراد بالبروج الکواکب العظام بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں بعض نے ان سے مراد وہ بارہ برج لئے ہیں جو مدار آفتاب کو

بارہ حصوں میں تقسیم کرنے سے بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک حصہ کو برج کہتے ہیں اور علمائے ہیئت نے ہر ایک کا علیحدہ نام رکھا ہے مثلاً حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

قرآن حکیم میں مضبوط قلعے۔ محلات کے معنی میں آیا ہے۔ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) خواہ تم بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

= زَيَّنّٰهَا۔ زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول ہم نے اس کو مزین کیا ہم نے ان کو زینت دی۔

۱۵: ۱۷ = رَجِيمٍ۔ الرِّجَامُ۔ بمعنی پتھر۔ اسی سے اَلرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں جیسے سنگسار کیا گیا ہو۔ اسے مرجوم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ (۲۶: ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہوں گے۔

رَجِيمٌ بروزن فَعِيلٌ بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَرْجُومٌ ہے ملعون۔ راندہ۔ مردود۔ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے شیطان کی صفت میں مستعمل ہے

۱۵: ۱۸ = اِسْتَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِرَاقٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے سرق مادہ۔ اس نے چرایا۔ اس نے چوری کی۔

اِسْتَرَقَ السَّمْعَ اس نے چوری چھپے سُن لیا۔

= فَاَتْبَعَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع مَنْ موصول ہے وہ اس کے پیچھے لگا۔ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

= شِهَابٌ۔ الشِّهَابُ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا شعلہ ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ شِهَابٌ مُبِينٌ ایک روشن شعلہ۔ روشنی کرنے والا انگارہ

شیطان کا آسمان کی باتیں سن لینا اور اس کے تعاقب میں شہاب مبین کے لگ جانے سے کیا مراد ہے اس کا جواب انسان کے موجودہ علم کی روشنی میں تسلی بخش طور پر دینا مشکل ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن کی ہر بات حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اگر ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی تو یہ ہماری علمی کوتاہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقت آجائے کہ ہم حقائق کائنات میں خاطر خواہ علمی دسترس حاصل کرلیں تو یہ عقدے جو اس وقت لاینحل دکھائی دیتے ہیں خود بخود کشا ہو جائیں۔ مختلف تفاسیر میں اس کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ تنقیدی ذہن انہیں قبول کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

١٥: ١٩ = مَدَدْنٰھَا۔ مَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیلایا۔ ہم نے پھیلا دیا۔
ھَا ضمیر کا مرجع الارض ہے۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبانی میں) کھینچنے کے ہیں اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃ کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵:۴۵) تو نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔
= اَلْقَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ (اِفعال) سے۔
= فِیْھَا۔ ای فی الارض۔ اس میں یعنی زمین میں
= رَوَاسِیَ۔ رَاسِیَۃٌ کی جمع۔ بوجھ۔ پہاڑ۔ رَسْوٌ مادہ۔ رَسَا الشیُٔ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اَرْسٰی (افعال) کے معنی ٹھہرانے اور استوار کردینے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰاسِیَاتٍ (۳۴:۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ جمی رہیں۔ رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ (۷۷:۲۷) اونچے اونچے پہاڑ۔
پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِیَ کہا گیا ہے۔
= مَوْزُوْنٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ شَیْءٌ کی صفت ہے اَلْوَزْنُ (تولنا) کے معنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے کے ہیں۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو کے ذریعہ معین کی جائے جیسے قرآن مجید میں ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (۱۷:۳۵) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ اور اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔ (۵۵:۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ لہٰذا موزون بمعنی اندازہ کی ہوئی۔ جانچی ہوئی۔ مناسب۔ اور وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ کے معنی ہوئے: اور ہم نے اس میں ہر مناسب چیز اگائی
یا مَوْزُوْنٍ: مقدر بمقدار معین تقتضیہ حکمتہ۔ ایک مقررہ اندازہ کے مطابق جس کو اس کی حکمت متقاضی ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اس میں ہم نے ہر ایک چیز ایک اندازے کے مطابق اگائی۔

١٥: ٢٠ = مَعَایِشَ۔ مَعِیْشَۃٌ کی جمع۔ سامان زندگانی۔ وسائل معاش۔ کھانے پینے کی چیزیں
= وَمَنْ لَّسْتُمْ لَہٗ بِرٰزِقِیْنَ۔ ای ولمن لستم لہ برازقین۔ یعنی اور ان کے لئے بھی ہم نے سامانِ زیست مہیا کیا ہے جنہیں تم روزی دینے والے نہیں۔ مثلاً جنگلی جانور۔ درندے۔ کیڑے مکوڑے یا سمندر میں بسنے والے جانور وغیرہ۔ یعنی ایسی مخلوق جو انسان کے ہاتھوں روزی حاصل نہیں کرتی
١٥: ٢١ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= خَزَآئِنُہٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْءٍ ہے۔

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ۔ نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں۔
= مَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ ہم اس چیز کو نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق
۱۵: ۲۲ــ لَوَاقِحَ۔ جمع ہے اس کی واحد لَاقِحٌ ہے۔ لَقْحٌ اور لَقَاحٌ لازم ہیں جیسے لَقِحَتِ النَّاقَۃُ (باب سمع) اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ یا لَقِحَتِ الشَّجَرَۃُ درخت بارآور ہوگیا۔ اس لئے لَوَاقِحَ کا مطلب ہوا۔ باردار۔ وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادل کو اٹھائے ہوئے ہوں
لَوَاقِحَ کا واحد صرف لَاقِحٌ ہے اور یہ جمع خلاف قیاس ہے اس کا مؤنث استعمال نہیں ہے صرف لغات القرآن حصہ پنجم عبد الدائم الجلالی میں اس کی مؤنث لَاقِحَۃٌ دی ہے مظہری میں بھی ہے اور لُقُوْحٌ کی جمع بھی بتایا گیا ہے۔
= فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ۔ اَسْقَیْنَا اِسْقَاءٌ (افعال) سے ماضی جمع متکلم
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول ثانی واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ ہے۔ ہم نے وہ تم کو پلایا۔ ہم نے وہ (بارش کا) پانی تمہیں پینے کے لئے دیا۔
= خٰزِنِیْنَ۔ خزانہ کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ ذخیرہ کرنے والے خَزْنٌ سے باب نصر۔ بمعنی خزانہ میں جمع کرنا۔
۱۵: ۲۳ = نُحْیٖ۔ مضارع جمع متکلم ہم زندہ کرتے ہیں (باب افعال) احیاءٌ سے۔
= نُمِیْتُ۔ مضارع جمع متکلم اِمَاتَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ مَوْتٌ مادہ۔ ہم مارتے ہیں ہم موت دیتے ہیں۔
= وَارِثُوْنَ ہ وَرِثَ یَرِثُ وِرْثٌ فھو وَارِثٌ۔ وارث ہونا یعنی کسی کے مرنے کے بعد اس کی چیز کا مالک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ مجازًا بولا جاتا ہے کیونکہ وہ تو ہر شے کا حقیقی مالک ہے، اس نے اہل دنیا کو جو ملکیت دے رکھی ہے وہ مجازی ہے ایک وقت آئے گا کہ جب یہ مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور تمام وراثت مالک حقیقی کے پاس لوٹ جائے گی۔
۱۵: ۲۴ــ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ استقدام (استفعال) مصدر۔ پہلے زمانہ میں گذرے ہوئے لوگ۔ اگلے لوگ۔ یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یا اسلام لانے میں اولیت حاصل کرنے والے۔
= مُسْتَاْخِرِیْنَ۔ پیچھے آنے والے۔ بعد میں آنے والے۔ نیکیوں میں پیچھے رہ جانے والے۔ اسلام لانے میں تاخیر کرنے والے۔

۱۵ : ۲۵ = يَحْشُرُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان کو اکٹھا کرے گا۔

۱۵ : ۲۶ = صَلْصَالٍ ۔ صَلْصَالٌ (مادّہ ص ل ل) کے اصل معنی کسی خشک چیز سے آواز آنے کے ہیں۔ جیسے صَلَّ الْمِسْمَارُ ۔ جس کے معنی مسیخ کو کسی چیز میں ٹھوکنے سے آواز پیدا ہونے کے ہیں اور کھنکنے والی خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں ۔ صَلْصَالٌ کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی ہیں اور یہ صَلَّ اللَّحْمُ سے مشتق ہے جس کے معنی گوشت کے بدبودار ہو جانے کے ہیں صَلْصَالٌ ۔ اصل میں صَلَّالٌ ہے ایک لام کو ص سے بدل دیا گیا ہے ۔ اور آیت کریمہ أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ (۳۲ : ۱۰) کیا جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے ۔ میں ایک قرأت صَلَلْنَا بھی ہے یعنی جب ہم گل سڑ گئے

= حَمَإٍ ۔ گارا ۔ کیچڑ ۔ الحمی سے حَمَاءٌ مادہ ۔ اَلْحُمَأُ سیاہ بدبودار مٹی ۔ اَحْمَأْتُهَا ۔ میں نے اسے کیچڑ سے بھر دیا ۔ اور جگہ قرآن میں ہے عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۔ سیاہ بدبودار کیچڑ والا چشمہ۔

= مَسْنُوْنٍ ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ سَنٌّ مصدر ۔ (باب نَصَرَ) متغیر ۔ سڑا ہوا ۔ سنت رسول رسول کا طریقہ ۔ مسنون ۔ سنت کے مطابق ۔

صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُوْنٍ ۔ کھنکنے والی مٹی جو پہلے سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ کی شکل میں تھی

علماء لغت نے لکھا ہے کہ مختلف حالتوں میں مٹی کے مختلف نام ہیں

(۱) پانی میں بھگونے سے پہلے تُرَابٌ کہتے ہیں ۔ جیسے اَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸ : ۳۷) کیا تو اس ذات سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔

(۲) پانی میں بھیگ جائے تو اسے طِيْنٌ (کیچڑ) کہتے ہیں ۔ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔ (۳۷ : ۱۱) ہم نے ان کو چپکتے گارے سے پیدا کیا۔

(۳) جب کافی عرصہ بھیگی رہے یہاں تک کہ اس کی رنگت سیاہ ہو جائے تو اسے حَمَإٍ کہتے ہیں۔

(۴) جب اس سیاہ کیچڑ میں بدبو پیدا ہو جائے یا اسے کوئی اور صورت دی جائے تو اسے مَسْنُوْنٌ کہتے ہیں

(۵) اور جب سیاہ بدبودار کیچڑ خشک ہو جائے تو اُسے صَلْصَالٌ کہتے ہیں ۔

(۶) جب خشک سیاہ ۔ بدبودار ۔ کیچڑ آگ میں پکائی جائے تو اسے فَخَّارٌ کہتے ہیں ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵ : ۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

۱۵: ۲۷ = اَلْجَآنَّ ۔ اَلْجَنُّ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں ۔ جیسے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ (۶: ۷۶) جب رات نے اس کو اپردہ تاریکی) سے چھپا دیا اسی معنی میں الجَنَانُ دل ۔ کیونکہ وہ حواس سے مستور رہتا ہے ۔ یا المِجَنُّ المِجَنَّةُ اَلْجُنَّةُ ۔ ڈھال کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے ۔ اور اَلْجَنَّةُ باغ ۔ ایسا باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے ۔ وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (۱۸: ۳۹) اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو کیوں نہ ...... اور جَنِيْنٌ (فعیل بمعنی مفعول) وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے کہ وہ حواس انسانی سے مستور ہے یا الجنین قبر (فعیل بمعنی فاعل) چھپانے والی ۔

تو گویا جن ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانی نظر دل سے پوشیدہ اور اوجھل ہے ۔

جَانّ ، جِنّ کی جمع ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح ابو البشر (سارے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح اَبُوالْجِنّ (جنوں کے باپ) کا نام الجانّ ہے

بعض کے نزدیک اَلْجَانَّ اسم جنس ہے مراد ہے جنوں کی جنس جیسے الانسان ۔ انسانوں کی جنس کا نام ہے ۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۔ (۷۲: ۱۴) اور ہم میں سے بعض مسلمان ہیں او بعض ہم میں سے راہِ حق سے مڑ جانیوالے ہیں یعنی کافر ۔

= السَّمُوْم ۔ اس کا مادہ س م م ہے ۔ السَّمُّ (بفتح سین وضمہ آں) کے معنی تنگ سوراخ کے ہیں ۔ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان اور ناک کا سوراخ ہوتا ہے ۔ اس کی جمع سُمُوْم آتی ہے ۔ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے ۔

سَمَّ يَسُمُّ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی چیز میں گھس جانا ۔ اسی سے السَّامَّةُ ہے یعنی وہ خاص لوگ جو ہر معاملہ میں گھس کر اس کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔

اَلسَّمُّ زہر قاتل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے لطفِ تاثیر سے بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور یہ اصل میں مصدر بمعنی فاعل ہے ۔

السَّمُوْم ۔ لُو ؛ گرم ہوا ۔ جو زہر کی طرح بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے ۔ جیسے وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۵۲: ۲۷) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا ۔ السَّمُوْمُ الريح الحارة التى تقتل ۔ سخت گرم ہوا جو مار ڈالے دیتی ہو ۔ سَمُوْم بغیر دھوئیں کی آگ ۔ قیل السَّمُوْمُ

نارٌ لادخان لہا۔ سموم وہ آگ ہے جس کا دھواں نہ ہو۔

نَارِ السَّمُوْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہ اضافۃ العام الی الخاص کی مثال ہے یا اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کی۔ مراد اس سے النار المفوطۃ الحرارۃ ہے یعنی بہت ہی گرم آگ، (جو زہر کی طرح یا بادِ سموم کی طرح لطف تاثیر سے روئیں روئیں میں سرایت کر جائے) گویا نار السموم سے دو صفات نمایاں ہیں۔ ایک تو انتہائی گرمی کہ اس کے سبب منصف میں غضب و بیقراری کی سی حالت پائی جائے اور دوسرے غایت درجہ لطافت کہ اس کی وجہ سے وہ غیر مرئی ہو۔ اور یہی جنات کی عام صفتیں ہیں

۲۹:۱۵ = سَوَّيْتُهٗ ۔ سَوَّيْتُ ۔ ماضی واحد متکلم۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ میں نے اس کو پورا پورا بنا دیا۔ میں اس کو پورا پورا بنا دوں (ماضی بمعنی مستقبل) سوی مادہ

= نَفَخْتُ ۔ ماضی واحد متکلم نَفْخٌ سے (باب نصر) جب میں پھونک دوں۔ ماضی بمعنی مستقبل

= قَعُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر دقوعٌ مصدر (دَقْعٌ) ثلاثی مجرد مثال واوی، باب فتح۔ وَقَعَ يَقَعُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قَعْ ہو گا۔

قاعدہ: اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہے تو آخر کو جزم دیدیں گے جیسے وَهَبَ يَهَبُ سے هَبْ ۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً) قَعْ امر واحد مذکر حاضر سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہوا قَعُوْا گر پڑو۔ یعنی تم بلا تاخیر سجدے میں گر پڑو۔

۳۰:۱۵ = اَجْمَعُوْنَ ۔ سب کے سب۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔

۳۱:۱۵ = اَبٰى ۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْاِبَاءُ کے معنی شدتِ امتناع یعنی سختی کے ساتھ انکار کرنے کے ہیں ہر اباء امتناع ہے ہر امتناع اباء نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (۹:۳۲) اور خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ (۲:۳۴) اس نے سختی سے انکار کیا اور تکبر کیا۔ (باب ضرب و فتح)

۳۳:۱۵ = لَمْ اَكُنْ ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ میں نہیں ہوں۔ میں ایسا نہیں۔ مجھے گوارا نہیں۔ میری شان کے شایان نہیں۔ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ ۔ میں ایسا نہیں کہ سجدہ کروں۔ لِاَسْجُدَ میں لام تاکید نفی کے لئے ہے۔

۳۴:۱۵ = مِنْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع یا سما ہے یا جَنَّة ہے یا زمرۃ ملائکہ (محذوف) ہے۔

= رَجِيْمٌ ۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ ملاحظہ ہو (۱۵:۱۷)

۱۵: ۳۶ = فَاَنْظِرْنِیْ۔ فَآ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔
اِذا جعلتنی رجیمًا ملعونًا الیٰ یوم الدین فَاَنْظِرْنِیْ (جب تونے مجھے روز قیامت تک مردود و ملعون قرار دے ہی دیا ہے تو مجھے مہلت دیدے (یعنی مجھے زندہ رہنے دے)
اَنْظِرْنِیْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تو مجھ کو مہلت دے۔
اِنْظَارٌ (افعالٌ) مصدر۔
= یُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ وہ دن جب آدم اور اس کی ذرّیت قبروں سے اٹھائی جائے گی۔ بَعَثَ کے معنی بھیجنے کے بھی آتے ہیں مثلاً وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا۔ (۱۶: ۳۶) اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا۔ یوم الدین۔ یوم تبعثون ۔یوم الوقت المعلوم سب سے مراد یوم قیامت ہے
۱۵: ۳۷ = اَلْمُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُنْظَرُ۔ واحد۔ مہلت یافتہ۔ مہلت دیئے گئے
۱۵: ۳۹ = بِمَآ۔ بسبب اس کے۔ بہ بدل اس چیز کے۔
= اَغْوَیْتَنِیْ۔ اَغْوَیْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تونے مجھے گمراہ کیا۔ تونے مجھے بے راہ کردیا۔ جب اغوار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک گمراہی پر سزا دینا۔ دوسرے بے راہ کرنا۔ بھٹکانا۔ علامہ قرطبی نے اغوار کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی کئے ہیں۔
کسی کو ایسا حکم دینا جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس کو بھی اغوار کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ کا معنی ہوگا۔ بوجہ اس امر کے کہ تونے مجھے ایسا حکم دیا کہ اس کی نافرمانی میری بے راہ روی کا سبب بن گئی۔
= لَاُزَیِّنَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد متکلم۔ تَزْیِیْنٌ (تفعیل) سے میں ضرور آراستہ کروں گا۔ مُزَیَّن کرکے دکھاؤں گا (برے کاموں کو)
= لَاُغْوِیَنَّھُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔
= اَجْمَعِیْنَ سارے کے سارے۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔
۱۵: ۴۰ = اَلْمُخْلَصِیْنَ۔ جو چن لئے گئے ہیں۔ یعنی جنہیں تونے اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے چن لیا۔ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔
۱۵: ۴۱ = ھٰذَا۔ اس کا مشارٌ الیہ اخلاص ہے۔

== صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ۔ صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ موصوف صفت ۔ عَلَيَّ بمعنٰی اِلَیَّ ۔ ھٰذَا (الاِخْلَاصُ) صِرَاطٌ عَلَیَّ (ای طریق فی الوصول اِلَیَّ مِنْ غیر ضلال) مُسْتَقِیْمٌ لاعوج فیہ اصلاً (مظہری)۔

یہی اخلاص (ریاء تکلف اور تصنع سے کلیۃً اجتناب) میری طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

تفسیر خازن میں ہے۔ قال الحسنُ معناہُ ھذا صراط الیّ مستقیم یعنی میری طرف آنے کا سیدھا راستہ۔

۱۵: ۴۲ == اَلْغٰوِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ غَوِیٌّ واحد۔ گمراہ ۔ کج رو۔ بھٹک جانے والے

۱۵: ۴۳ == مَوْعِدُھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مَوْعِدٌ اسم ظرف زمان ومکان۔ ان کے وعدہ کی جگہ۔ یا وقت ۔ یہاں اسم ظرف مکان ہے (جہنم)

۱۵: ۴۴ == لَھَا۔ ھَا ضمیر کا مرجع جہنم ہے۔

== سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ ہر ایک طبقہ کا ایک ایک دروازہ ہے ان سات طبقوں کے نام یہ ہیں ۔ جہنم ۔ لظٰی۔ الحطمۃ۔ السعیر۔ السقر۔ الجحیم ۔ الہاویہ۔

== مِنْھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب غاوین دوزخیوں کی طرف راجع ہے جن کا ذکر آیات بالا (۴۲ تا ۴۳) میں اوپر آیا ہے اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہے لِکُلِّ بَابٍ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ مِّنْھُمْ ہر دروازہ کے لئے ان میں سے کا ایک مقسوم یعنی مخصوص حصہ یا گروہ ہوگا۔ اکثر مفسرین نے یہی صورت اختیار کی ہے۔ عبداللہ یوسف علی نے ھم کی ضمیر کا مرجع ابواب لیا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے اس جہنم کے سات دروازے ہیں ان دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے لئے جہنمیوں کا ایک خاص ٹولہ مختص ہے۔

۱۵: ۴۶ == اُدْخُلُوْھَا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب برائے جَنّٰتٍ وعیونٍ ہے تم سب داخل ہو جاؤ اس میں۔ اس سے قبل قِیْلَ لَھُمْ محذوف ہے ۔ کہنے والے فرشتگان ہوں گے ۔ جو متقین کو خوش آمدید کہیں گے ۔ یا یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے

== بِسَلٰمٍ ۔ سلامتی کے ساتھ ۔ سَلِمَ یَسْلَمُ کا مصدر جس کے معنی ہیں عیوب وآفات سے سلامت رہنا ۔ ان سے چھٹکارا پانا اور بری ہو جانا۔

== اٰمِنِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اٰمِنٌ واحد ۔ مطمئن ۔ بے خوف وخطر ۔ بے کھٹک ۔ امن میں

۱۵: ۴۷ == نَزَعْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ نَزْعٌ مصدر (باب فتح) سے ہم نکال دیں گے ۔ نَزَعَ

الشئی کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں جیسا کہ کمان کو درمیان سے کھینچا جاتا ہے اور کبھی یہ لفظ اعراض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جان نکالنے کو بھی نزع کہتے ہیں۔ اسی طرح محبت یا عداوت کو دل سے نکالنے کو بھی نزع کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ کھینچنے اور چھیننے کے معنی میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۳:۲۶) اور توجس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ (۴:۵۹) اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں۔ یعنی تمہاری آپس میں کسی امر کے متعلق کھینچا تانی ہو جائے۔ اختلاف ہو جائے

= غِلٍّ۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ کینہ۔ غَلَّ يَغِلُّ (باب ضَرَبَ) کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غَلَّ يَغُلُّ (باب نصر) اَلْغُلُوْلُ خیانت کرنا مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (۳:۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کرے۔

= اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی۔ یعنی بھائیوں کی طرح۔ حال ہے هِمْ (فِيْ صُدُوْرِهِمْ) سے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ اسی طرح عَلٰى سُرُرٍ اور مُتَقٰبِلِيْنَ بھی حال ہے یعنی وہ اس حالت میں وہاں ہوں گے۔ جیسے بھائی بھائی تختوں پر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے۔

۱۵: ۴۸ = لَا يَمَسُّهُمْ مضارع منفی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نہیں پہنچے گا۔ نہیں چھوئے گا ان کو۔

= نَصَبٌ۔ کوفت۔ تھکن۔ مشقت۔ تکلیف۔

۱۵: ۴۹ = نَبِّئْ امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) سے۔ تو آگاہ کر دے۔

۱۵: ۵۲ = وَجِلُوْنَ۔ صفت مشبہ۔ جمع مذکر۔ وَجِلٌ واحد وَجَلٌ مصدر۔ (باب سمع) خوف زدہ۔ ڈرنیوالا۔ اَلْوَجَلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں مَوْجِلٌ تنگبی گڑھا۔ خوف کی جگہ۔

یہاں اِنَّا (بیشک ہم) اور وَجِلُوْنَ جمع کے صیغے آئے ہیں۔ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ خوف کی کیفیت اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بتا رہے تھے۔

۱۵: ۵۳ = لَا تَوْجَلْ۔ ای لا تخف۔ مت ڈر۔ مت خوف کھا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر

= نُبَشِّرُكَ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَشَّرَ يُبَشِّرُ تَبْشِيْرٌ (تفعیل) كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں۔

۱۵: ۵۴۔ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ۔ بَشَّرْتُمْ ماضی بمعنی حال جمع مذکر حاضر۔ واو اشباع کی ہے لحرف میم مضموم

کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے) ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ہمزہ استفہامیہ ہے
کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو۔

= عَلٰى۔ یہاں بمعنی مَعَ کے ہے (یعنی باوجودیکہ) جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ (۱۳:۶) بیشک تیرا پروردگار صاحب مغفرت ہے لوگوں کے لئے باوجود ان کی زیادتیوں کے۔

اَبَشَّرْتُمُوْنِىْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِىَ الْكِبَرُ۔ کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ (درآں حالیکہ) مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے۔

= بِمَ۔ کس چیز کے ساتھ ب حرفِ جر اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا اور فتحہ کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا موصولہ میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۔ سو تم بشارت کس چیز کی دیتے ہو۔

۱۵: ۵۵ = اَلْقٰنِطِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْقَانِطُ واحد قُنُوْطٌ مصدر (باب ضرب وسمع) خیر سے ناامید ہونے والے۔

۱۵: ۵۶ = مَنْ يَّقْنَطُ۔ استفہام انکاری۔ کون ناامید ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ قَنِطَ يَقْنَطُ۔ (باب سمع)

= الضَّآلُّوْنَ۔ ضَالٌّ کی جمع ہے ضَلٰلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ گمراہ۔ بہکے ہوئے

۱۵: ۵۷ = خَطْبُكُمْ۔ تمہاری مہم۔ تمہارا کام۔ تمہارا معاملہ۔

= اَلْمُرْسَلُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ بھیجے ہوئے۔ فرستادہ

۱۵: ۵۸ = اُرْسِلْنَا۔ ماضی مجہول۔ جمع متکلم۔ ہم بھیجے گئے ہیں۔

= اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔ ای لِاِهلاك قوم مجرمین۔ ہم مجرم قوم کی طرف (بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کر دیں)

۱۵: ۵۹ = اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ۔ سوائے خاندان لوط کے۔ اِلَّا۔ حرف استثناء اٰلَ لُوْطٍ مستثنیٰ۔ اگر مستثنیٰ منہ قوم مجرمین ہو تو استثناء منقطع ہے کیونکہ خاندانِ لوط مجرمین میں سے نہ تھا۔ اور اگر مستثنیٰ منہ قوم لیا جاوے تو استثناء متصل ہے کیونکہ قوم لوط میں آلِ لوط بھی شامل ہے۔

(یعنی سوائے خاندان لوط کے کہ ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

= اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ۔ اِنَّا بیشک ہم۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

مُنَجُّوْ اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّیْ واحد اصل میں مُنَجِّیُوْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گر گئی۔ مُنَجُّوْ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو بچانے والے۔ نجات دینے والے۔ مطلب یہ کہ ان کو ہم ضرور بچالیں گے۔

۱۵: ۶۰ == اِلَّا امْرَأَتَهٗ۔ سوائے اس کی بیوی کے۔ اس کا مستثنیٰ منہ آلَ لُوْطٍ (ضمیر ھُمْ) ہے یعنی خاندانِ لوط کے سارے لوگوں کو ہم بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔

== قَدَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تقدیر (تفعیل) مصدر۔ ہم نے طے کیا ہے۔

فرشتوں کا فعل کی نسبت اپنی طرف کرنا بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ قرب واختصاص کے پیش نظر مصاحب اکثر مالک کے حکم کو جمع متکلم کے صیغہ سے ظاہر کرتے ہیں مثلاً بادشاہ کا سفیر جب یہ کہے کہ ہمارا یہ موقف ہے تو اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ بادشاہ کا یہ موقف ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے۔ یا اس کا مطلب ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ بامرِ الٰہی ہم نے طے کیا ہے۔ اور اس قسم کی مثال سورۃ مریم میں ہے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹: ۱۹) تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں

== الْغٰبِرِيْنَ۔ پیچھے رہ جانے والے۔ جس طرح قافلہ گذر جاتا ہے اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے (حضرت لوط کو جھوٹا سمجھنے والے کافر شہر سدوم میں باقی رہے اور خدا کے نبی اپنے ساتھیوں کو (آل لوط کو) لے کر شہر سے نکل گئے۔ پیچھے رہ جانے والے مورد عذاب الٰہی ہوئے اور تباہ ہو گئے۔ حضرت لوط کی بیوی بھی ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اور ان کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔

قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ ہم نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی

۱۵: ۶۲ == مُنْكَرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ ناآشنا۔ اجنبی۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ اجنبی لوگ یا ایسے لوگ جن سے شر کا خوف ہو

۱۵: ۶۳ == بَلْ۔ بلکہ۔ بَلْ یہ لفظ اضراب کے لئے آتا ہے یعنی پہلی بات کی تکذیب اور اگلی بات کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ قَالُوْا بَلْ۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں (یعنی ہم اجنبی نہیں یا کسی شر سے نہیں آئے ہ) بلکہ ......

== يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) وہ شک کرتے ہیں وہ متردّد ہیں۔ مَرْيٌ مادہ ہے

۱۵: ۶۴ == بِالْحَقِّ۔ ان کافروں کے لئے یقینی عذاب۔ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ۔ ہم تیرے پاس ایک اٹل حقیقت لے کر آئے ہیں (یعنی ان کافروں کے لئے یقینی عذاب)

۱۵: ۶۵ == فَاَسْرِ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَسْرِ بِ تورات کو لے کر چل۔ سَرٰى يَسْرِيْ (ضَرَبَ)

اور اَسْرٰی یُسْرِیْ (افعال) سَرْیَۃٌ وسُرْیَۃٌ و سِرَایَۃٌ رات کو سفر کرنا۔ اور سَرٰی ب واَسْرٰی بِ۔ رات کو لے کر چلنا۔ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ سورات کو اپنے گھروالوں کو لے کر چل دیں۔

= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ رات کے کسی حصہ میں۔ رات کا آخری حصہ۔ رات کا سب سے تاریک حصہ

= اِتَّبِعْ۔ تو پیروی کر۔ تو پیچھے پیچھے چل۔ تو اتباع کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= اَدْبَارَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ادبار۔ اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع ہے اَدْبَارَھُمْ ان کی پیٹھیں۔ ان کے پیچھے۔

= لَا یَلْتَفِتْ فعل نہی واحد مذکر غائب اِلْتِفَاتٌ (افتعال) سے لَفْتٌ مادہ۔ پھیرنا۔ موڑنا لَا یَلْتَفِتْ اَحَدٌ کوئی پیچھے مڑکر نہ دیکھے۔ ثلاثی مجرد سے باب ضرب سے آتا ہے جیسے اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا (۱۰:۷۸) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ (جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے) ہم کو پھیر دو۔

= اِمْضُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مَضٰی یَمْضِیْ (ضَرَبَ) مُضِیٌّ۔ مصدر۔ تم چلے جاؤ۔

= حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ

= تُؤْمَرُوْنَ۔ مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر۔ (جہاں کا) تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

۱۵: ۶۶ = قَضَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم قَضَاءٌ مصدر۔ ہم نے بذریعہ وحی (اس کو) آگاہ کر دیا۔

= ذٰلِکَ الْاَمْرَ۔ اس امر سے۔ ہم نے یہ فیصلہ اس کو بھیج دیا۔

اَلْقَضَاءُ کے معنی قولاً یا فعلاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔

قَضٰی اِلٰی قطعی طور پر اطلاع دینا۔

= دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

= مُصْبِحِیْنَ اسم فاعل۔ صبح کرنے والے۔ صبح کرتے کرتے۔ صبح ہوتے ہی۔

ھٰؤُلَاءِ سے حال ہے

۱۵: ۶۷ = یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) خوشیاں مناتے خوش خوش

۱۵: ۶۸ = ضَیْفِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے مہمان۔ ضَیْفٌ اصل میں ضَافَ یَضِیْفُ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان بن کر آنے کے ہیں۔ پھر مہمان ہی کو یہ نام دیا گیا۔ یہ واحد۔ تثنیہ۔ جمع کے لئے یکساں آتا ہے۔ اگرچہ کبھی اس کی جمع ضُیُوْفٌ

اور اَضْيَافٌ بھی آتی ہے۔ جیسے شعر ہے:۔
یَا ضَیْفَنَا لَوْ زُرْتَنَا لَوَجَدْتَنَا ۔ نَحْنُ الضُّیُوْفُ وَاَنْتَ رَبُّ الْمَنْزِلِ
== لَا تَفْضَحُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی محذوف ہے فَضَحَ یَفْضَحُ (فتح) سے تم مجھے رسوا مت کرو "میری فضیحت مت کرو۔
۱۵:۶۹== لَا تُخْزُوْنِ ۔فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر۔ خِزْیٌ مادّہ۔تم مجھے رسوا مت کرو۔
۱۵:۷۰== اَوَلَمْ نَنْهَكَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے اور واو لعبض کے نزدیک عبارت مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ ای لم نتقدم الیك ولم ننهك عن ذٰلِكَ۔کیا ہم تمہیں پہلے نہیں کہہ چکے اور تمہیں اس سے منع کر چکے۔ لَمْ نَنْهَكَ مضارع نفی جحد بلم۔جمع متکلم۔ نَهٰى يَنْهٰى (فتح) سے ۔ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا۔
== عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لوگوں سے یعنی دوسرے لوگوں کے پناہ دینے سے۔ دوسرے لوگوں کی مدافعت کرنے سے۔ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان حائل ہونے سے۔
۱۵:۷۲ لَعَمْرُكَ ۔ ل قسم کے لئے ہے۔عَمْرُكَ مضاف مضاف الیہ۔تیری جان کی قسم۔ تیری زندگی کی قسم۔
عَمْر وعُمُر ہم معنی لفظ ہیں لیکن قسم میں یہ اکثر مفتوح استعمال ہوتا ہے کیونکہ سہل الادا ہے
== سَكْرَتِهِمْ ۔مضاف مضاف الیہ۔ ان کی مستی۔ان کا نشہ۔ ان کی مدہوشی۔
== یَعْمَهُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهٌ مصدر (باب فتح و سمع) سرگردانی۔گمراہی میں حیرانی۔ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔
لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں سرگرداں مست ہیں اور بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔
(اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) مدارک التنزیل میں ہے کہ یہ خطاب فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام سے تھا۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے
== اَلصَّیْحَةُ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر ہے بمعنی آواز بلند کرنا۔ دراصل یہ صَیْحٌ کے معنی آواز پھاڑنا کے ہیں اور یہ اِنْصَاحَ الثَّوْبُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کپڑا پھٹ گیا اور اس سے آواز نکلی۔ یہاں الصیحۃ بطور حاصل مصدر استعمال ہوا ہے۔ بلند آواز۔ چیخ۔ ہولناک آواز

چنگھاڑ۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیۃ ہذا میں بمعنی چنگھاڑ۔ سخت کڑک۔ ہولناک آواز۔ آیا ہے

= مُشْرِقِيْنَ۔ یہ اَخَذَتْهُمُ میں ضمیر هُمْ کا حال ہے۔ یعنی ان کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے آلیا جبکہ وہ دن میں داخل ہو رہے تھے۔ یعنی جبکہ سورج نکل ہی رہا تھا۔

۱۵:۷۴ = عَالِيَهَا۔ عَالِيْ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بلند۔ عُلُوٌّ سے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قُرٰی قوم لوط۔ قوم لوط کی بستیاں۔

= سَافِلَهَا۔ سَافِلٌ سُفُوْلٌ سے اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

= فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا۔ ہم نے ان بستیوں کو تہ و بالا کر دیا۔

= سِجِّيْلٍ۔ کنکر۔ کنکریلے پتھر۔

۱۵:۷۵ = مُتَوَسِّمِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْمُتَوَسِّمُ واحد تَوَسُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اہل فراست۔ علامات سے اندازہ کرنے والے۔ نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ اَلْوَسْمُ (باب ضَرَبَ) کے معنی داغ اور نشان لگانے کے ہیں اور سِمَةٌ علامت اور نشان کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ (۶۸ : ۱۶) ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

۱۵:۷۶ = مُقِيْمٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ قائم رہنے والا۔ دوامی۔ سَبِيْلٌ مُّقِيْمٌ ایسا راستہ جہاں بہت آمد و رفت ہو۔

= اِنَّهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم لوط کی بستیوں کے لئے ہے یہ سدوم اور عمورہ کے برباد شدہ شہر بحر لوط یا بحیرہ مردار کے جنوب مشرقی کنارے واقع تھے اور حجاز سے شام جاتے ہوئے یا عراق سے مصر جاتے ہوئے ان کی بربادیوں کے نشان آج بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵:۷۸ = اِنْ۔ اِنَّ کا مخفف ہے

= اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ اَيْكَةٌ۔ بن۔ جنگل۔ گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ۔ جنگل کے بسنے والے یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

۱۵:۷۹ = اِنْتَقَمْنَا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے انتقام لیا۔ ہم نے سزا دی۔

نَقِمَ۔ (ضَرَبَ ۔ سَمِعَ) مِنْ۔ سزا دینا۔ وَنَقَمَ الْاَمْرُ عَلٰى فُلَانٍ وَمِنْ فُلَانٍ

فُلَانٍ۔ ملامت کرنا۔ عیب لگانا۔ مکروہ جاننا۔ جیسے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے
اِنْتَقَمَ ..... مِنْ۔ سزا دینا۔ بدلہ دینا۔ انتقام لینا (افتعال)
= اِنَّهُمَا۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث۔ قوم لوط اور اصحاب الایکہ (کی بستیوں) کی طرف راجع ہے۔ ہر دو قوم کی بستیاں یا ہر دو قومیں امام مبین پر واقع ہیں۔
= اِمَامٌ۔ الامام اس کو کہتے ہیں کہ جس کی اقتدار کی جاوے۔ ای من يؤتمّ به (جس کا قصد کیا جاوے) چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کا قول و فعل ہو یا کتاب ہو۔ خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اسے بھی امام کہتے ہیں۔ اس کی جمع ائمّۃ (فعالٌ سے افعلۃٌ) ہے
بِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ موصوف صفت۔ کھلے راستہ پر۔ شاہراہ۔

۱۵:۸۰ = اَصْحٰبُ الْحِجْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حجر والے۔ حجر کے رہنے والے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اور مورخین کے نزدیک اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ لیکن مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تحقیق کے مطابق یہ قوم ثمود نہیں ہے بلکہ وہ نبطی ہیں جنہوں نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اگرچہ قوم ثمود کا دارالسلطنت بھی یہی شہر تھا۔ یہ شہر اس وادی میں ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔

۱۵:۸۱ = مُعْرِضِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اعراض کرنے والے۔ رُخ پھیر لینے والے۔ منہ موڑنے والے۔

۱۵:۸۲ = يَنْحِتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ تراشتے تھے۔ وہ تراش کر بنایا کرتے تھے۔ نَحْتٌ سے۔ (باب ضرب) كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا۔ وہ پہاڑوں کو تراش گھر بنایا کرتے تھے۔
= اٰمِنِيْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع ہے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دلجمعی۔ يَنْحِتُوْنَ سے حال ہے یعنی دراں حالیکہ وہ اپنے آپ کو بے خوف و مطمئن محسوس کرتے تھے۔ (اس امر کی دلجمعی محسوس کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ان کے مکانات چوری چکاری۔ اعدار۔ عذاب الٰہی سے ان کو بچائے رکھیں گے)

۱۵:۸۳ = الصَّيْحَةُ۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۵:۷۳

۱۵:۸۵ = اِصْفَحْ۔ صَفْحٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔ تو درگذر کر۔ تو کنارہ کشی کر (باب فتح)

الصفح الجمیل۔ ایسی کنارہ کشی، ایسا درگذر کہ اس میں غم و تردّد یا شکوہ شکایت نہ ہو۔

۱۵: ۸۷ = مَثَانِیَ۔ جمع منصوب۔ نکرہ۔ مَثْنٰی واحد ثِنْیٌ یا ثَنَاءٌ مصدر ثِنْیٌ کا معنی دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا اعادہ کرنا۔ چھانٹ لینا۔ اور ثناء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔

یہ مَثَانِیَ اس لئے ہے کہ نماز میں بار بار اس کی تکرار کی جاتی ہے یا یہ مَثَانِیَ اس لئے کہ اللہ کی ذات وصفات اور اسماء حسنیٰ کی ثناء ہے اور یہ ثناء بار بار دہرائی جاتی ہے

سبعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ بار بار دوہرائی جانے والی آیات میں سے سات۔

اکثریت کی رائے ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیات ہیں اور اس کی تلاوت نہ صرف بہ تکرار ہر نماز میں ہر رکعت میں کی جاتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اکثر بطور ورد و دعا پڑھی جاتی ہے

۱۵: ۸۸ = لَا تَمُدَّنَّ۔ فعل نہی با نون ثقیلہ واحد مذکر حاضر۔ تو لمبا نہ کر۔ تو نظر نہ اٹھا۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ تو ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔ مَدَّ یَمُدُّ (باب نصر) اَلْمَدُّ سے جس کے معنی لمبائی میں کھینچے اور بڑھانے کے ہیں۔ جب آنکھوں کے لئے اس کا استعمال ہو تو معنی نظر اٹھانے کے آتے ہیں۔

= مَتَّعْنَا بِهٖ۔ ماضی جمع متکلم مَتَّعَ (تفعیل) مال ومتاع دینا۔ مَتَّعْنَا بِهٖ۔ ہم نے جس مال و متاع سے (ان میں سے بعض کو) نوازا

= اَزْوَاجًا۔ اَصْنَافًا۔ مختلف اصناف کے لوگ۔ مختلف قسم کے لوگ۔

= مِنْهُمْ۔ ای من الکفار کالیہود والنصاریٰ۔ یعنی کفار میں سے مختلف لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کو جو مال و متاع ہم نے دے رکھا ہے۔

آیت (۲۰: ۱۳۱) میں بھی انہی معنوں میں یہ جملہ استعمال ہوا ہے اَزْوَاجٌ بمعنی اقسام۔ آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (۳۶: ۳۶) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں۔ میں بھی آیا ہے۔

المفردات میں ہے اَلزَّوْجُ۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو۔ متصل و قریب ہو) وہ زوج کہلاتی ہے۔ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی (۷۵: ۳۹) اور (آخر کار) اس کی دو قسمیں کیں یعنی مرد اور عورت۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان پر غم نہ کیجئے (۱) بوجہ ان کے ایمان نہ لانے کے۔ یا (۲) بوجہ ان کے مالدار ہونے کے۔

= اِخْفِضْ۔ خَفَضَ۔ يَخْفِضُ (ضَرَبَ) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو جھکا دے۔ تو نیچے کر دے خَفْضٌ سے جو رَفْعٌ کی ضد ہے بمعنی نیچے کرنا۔ جھکا دینا۔ جیسے قرآن میں آیا ہے خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (۳:۵۶) قیامت کسی کو پست کرے اور کسی کو بلند۔ اس کے معنی نرم رفتاری اور سکون وراحت کے بھی آتے ہیں۔

= جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ۔ بازو، پرندہ کا پَر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ۔ اس کی جمع اَجْنِحَةٌ ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ اور تو جھکا دے اپنا بازو یا پَر۔ مطلب یہ کہ نرم برتاؤ کرو۔

۸۹:۱۵ = اَلنَّذِيْرُ۔ کا مفعول عذاب ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اگلی آیت میں كَمَا اَنْزَلْنَا اس مفعول محذوف کی صفت ہے۔

یعنی میں واضح طور پر تم کو ڈراتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو خدا کا عذاب تم پر نازل ہوگا مثل اس عذاب کے جو ہم نے (ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے) المقتسمین پر نازل کیا تھا۔

۹۰:۱۵ = اَلْمُقْتَسِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِقْتِسَامٌ (افتعال) سے۔ بانٹ لینے والے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یعنی اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو ماننے والے اور بعض کو نہ ماننے والے۔ بعض کے نزدیک وہ بارہ یا سولہ اشخاص تھے جن کو ولید بن مغیرہ نے حج کے دنوں میں مکہ کی طرف آنے والے مختلف راستوں اور گھاٹیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور جو باہر سے آنے والوں کو بدظن کیا کرتے تھے کہ خبردار اس شخص کے قریب میں نہ آنا جس نے ہم میں سے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔

ان کو مقتسمین اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے راستے آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ اور یہ لوگ جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یا جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے۔

یا اس کے معنی حلف اٹھانے والوں کے ہیں (قسم سے) یعنی وہ دشمنان اسلام جنہوں نے باہم سازش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حلف اٹھائے تھے۔ اور جو قرآن کے ان حصوں کو جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے لے لیتے تھے اور جو حصے وہ ناگوار پاتے تھے ان سے انکار کر دیتے تھے۔

۹۱:۱۵ = یہ آیت المقتسمین کی صفت ہے

= عِضِيْنَ۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ یہ العِضَةُ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع عِضُوْنَ وعِضِيْنَ ہے اسی سے العُضْوُ اور العِضْوُ ہے جس کا معنی ہیں بدن کا ایک حصہ

یا ٹکڑا۔ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یعنی کسی نے کہا کہ جادو ہے اور کسی نے کہا کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعض باتیں مان لیں اور بعض کا انکار کر دیا۔

۱۵:۹۲ = فَوَرَبِّكَ ۔ واؤ قسم کے لئے ہے تیرے رب کی قسم۔ انس و محبت اور التفات کے اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محبوب کا نام یا اس کی اضافت قسم میں شامل کر لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آیا ہے کہ جب انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو کہا کرتیں وَرَبِّ مُحَمَّدٍ یعنی محمد کے رب کی قسم۔ اور جب ناراضگی کا اظہار منظور ہوتا تو کہتیں وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ ۔ یعنی ابراہیم کے رب کی قسم۔

قرآن میں یہ طرزِ خطاب کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس آیت کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (۴: ۶۵) سو تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں تجھے حَکَم نہ بنالیں۔

(۲) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ (۱۹: ۶۸) سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔

اسی طرح آیۃ ذیل میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۔ (۱۵: ۷۲) تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں مست ہیں اور بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔

۱۵:۹۴ = اِصْدَعْ ۔ صَدَعَ يَصْدَعُ (فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو کھول کر سنا دے۔ صَدْعٌ کے معنی ٹھوس اجسام مثلاً شیشہ لوہا وغیرہ میں شگاف کرنے یا شگاف پڑ جانے اور اس کے شق کرنے یا شق ہو جانے کے ہیں (باب فتح و تفعیل ہر دو سے فعل متعدی آتا ہے اور باب انفعال اور باب تفعّل سے لازم آتا ہے۔ کھل جانا اس کے مفہوم میں داخل ہے اسی اعتبار سے کسی بات کے کھلم کھلا کہنے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اسی سے محاورہ ہے صَدَعَ الْاَمْرَ اس نے بات کو واضح اور ظاہر کر دیا۔ پھٹنے اور شق ہو جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶: ۱۲) اور قسم ہے پھٹ جانے والی زمین کی۔

= اَعْرِضْ ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو کنارہ کشی کر۔ تو منہ پھیر لے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔

۱۵:۹۵ = اِنَّا كَفَيْنٰكَ ۔ تحقیق ہم کافی ہیں تیرے لئے (بمقابلہ تمسخر کرنے والوں کے) یعنی وہ

آپ کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

۱۵: ۹۶ = اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ۔ یہ مُسْتَھْزِئِیْنَ کی صفت ہے یا مبتدا ہے فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اس کی خبر ہے۔

یعنی یہ تمسخر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بھی قرار دیتے ہیں۔

آیت ۹۵ : ۹۶ کا ترجمہ ہوگا۔

تیری طرف سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جنہوں نے دین سے تمسخر کرنا اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں ہم کافی ہیں۔ وہ اپنے انجام کو جلدی ہی جان لیں گے۔

۱۵: ۹۷ = یَضِیْقُ صَدْرُكَ۔ ضَاقَ یَضِیْقُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب ضِیْقٌ مصدر۔ تیرا دل تنگ پڑتا ہے۔ تیرے دل کو کوفت ہوتی ہے۔

۱۵: ۹۹ = اَلْیَقِیْنُ۔ موت۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰۤی اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ (۷۴: ۴۷) یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔

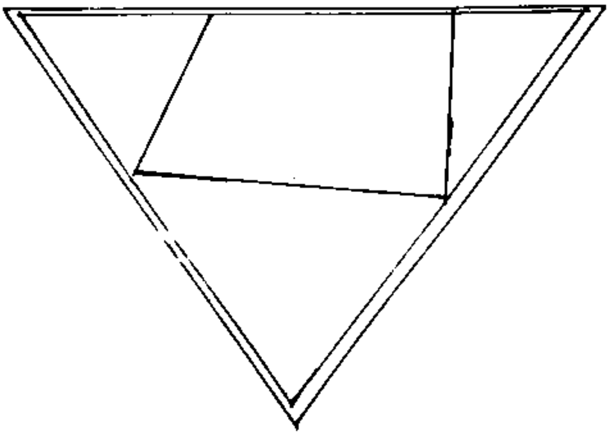

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۶) سُوۡرَۃُ النَّحۡلِ (۷۰)

= اَتٰی۔ اَتٰی یَاۡتِیۡ اِتۡیَانٌ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے اور ایسی متعدد مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ قطعی طور پر وقوع پذیر ہونے والی اور قریب ہونیوالی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا سمجھو کہ یہ بات ہو ہی چکی۔

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا حکم آن ہی پہنچا۔ (یعنی بہت جلد آنے والا ہے اور ضرور بالضرور آئیگا

= اَمۡرُ اللّٰہِ۔ خدا کا حکم۔ اس سے مفسرین نے متعدد معانی مراد لئے ہیں

(۱) امر سے مراد سزائے کفر و شرک کا حکم ہے۔ یہ سزا (عذاب) دنیوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی

(۲) اس سے مراد روز قیامت ہے۔

(۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح و ظفر ہوگی۔ اور مشرکین شکست و ہزیمت بربادی و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

= لَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَمۡرُ اللّٰہِ کی طرف راجع ہے تم اس کی جلدی (وقوع پذیر ہونے کے لئے بیتابی) مت کرو

عُجۡلَۃٌ سے باب استفعال جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ باب استفعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت طلب ماخذ ہے جیسے استغفر اس نے مغفرت مانگی۔ اِسۡتَعۡجَلَ اس نے عجلت چاہی۔

= یُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَنۡزِیۡلٌ۔ مصدر باب تفعیل وہ نازل کرتا ہے۔ یعنی اللہ نازل کرتا ہے۔

= بِالرُّوۡحِ۔ روح کے ساتھ۔ روح بمعنی وحی یا قرآن۔ کیونکہ ہر دو دین میں بمقام روح فی الجسد کے ہیں (جیسے جسد انسانی میں روح) اور ہر دو جہالت و کفر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں۔

= عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں میں سے وہ جن پر چاہتا ہے (اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتوں کو بھیجتا ہے)

= اَنْ اَنْذِرُوْا۔ یہ الرُّوْح کا بدل ہے یعنی مقصود وحی لوگوں کو اس کی وحدانیت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے ڈرانا ہے یا خبردار کرنا ہے۔

اَنْذِرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرساؤ۔ تم ڈراؤ۔ تم خبردار کرو۔ تم آگاہ کرو، اِنْذَارٌ ایسا اعلان جس میں خوف بھی ملا ہوا ہو۔

= اَنَّهٗ۔ ضمیر شان۔ (اگر جملہ سے پہلے ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہو تو اگر وہ ضمیر مذکر کی ہے تو اس کو ضمیر شان کہتے ہیں اور اگر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ والمعنی یقول اللہ تعالیٰ بواسطۃ الملائکۃ لِمَنْ یشاء من عبادہٖ (ای رسلہ) اعلموا الناس قولی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ یعنی خداوند تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو فرماتا ہے کہ لوگوں کو میرے اس قول سے خبردار کردو کہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے۔

- فَاتَّقُوْنِ۔ ف نتیجہ کے لئے ہے اِتَّقُوْنِ مجھ سے ڈرو۔

اِتَّقُوْا فعل امر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ی واحد متکلم محذوف ہے یعنی جب میں ہی معبود ہوں تو صرف مجھی سے ڈرو۔

۱۶ : ۳ = تَعٰلٰی۔ وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے تَعَالِیٌ سے (باب تفاعل) لیکن باب تفاعل کا استعمال تکلف وتخیل کے لئے نہیں بلکہ یہ ابتدار کی صورت ہے۔ جیسے تَبَارَكَ اللّٰهُ (خدا تعالیٰ بہت بابرکت ہے)، باب تفاعل کے خواص میں سے تخییل ہے یعنی دکھاوے کے لئے حصول ماخذ کو اپنے میں دکھانا۔ جیسے تَمَارَضَ زَیْدٌ زید نے دکھاوے کے لئے اپنے تئیں بیمار بنایا۔

۱۶ : ۴ = نُطْفَةٌ۔ اسم مفرد۔ صاف پانی۔ مراد نطفہ انسانی۔

= فَاِذَا۔ بعض کے نزدیک ظرف زمان ہے۔ سیبویہ کے نزدیک ظرف مکان ہے اہل کوفہ کے نزدیک حرف ہے اکثر شرط پر آتا ہے۔ اور مستقبل کے معنی دیتا ہے (بطور ظرف زمان) حرف مفاجات (کسی چیز کا اچانک پیش آنا) کی صورت میں زمانہ حال کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے بطور حرف مفاجات۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی (۲۰ : ۲۰) پس اس نے اسے ڈال دیا اور وہ دوڑتا ہوا ایک سانپ بن گیا۔

پس اِذَا کے معنی ہوئے۔ جب۔ اسوقت۔ ناگہاں۔

= خَصِیْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت جھگڑالو۔ اَخْصَامٌ۔ خُصَمَآءُ، خُصَمَانٌ۔ جمع

١٦: ٥ = اَلْاَنْعَامَ ۔ مویشی ۔ بھیڑ ۔ بکری ۔ گائے ۔ اونٹ ۔ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اس میں اونٹ شامل نہ ہو ۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے ۔

اَلْاَنْعَامَ ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے کہ اس کا فعل محذوف ہے یا بوجہ اَلْاِنْسَانَ (آیت ۴ مذکورہ) پر عطف ہونے کے ۔ ای خلق الانسان والانعام۔

= دِفْءٌ ۔ جاڑے کی پوشاک ۔ گرمی کا اسباب ، جڑاول ۔ اَدْفَاءٌ جمع ۔ دِفْءٌ کے اصل معنی گرمی یا حرارت کے ہیں اور یہ بَرْدٌ (سردی) کی ضد ہے ۔ یہاں دِفْءٌ بمعنی جاڑے کا سامان ہے ۔ جاڑے کی سردی سے بچاؤ کے لئے گرم سامان ۔ سرمائی پوشش (غلاف البرد) از قسم دوشالہ ۔ شال ، پوستین ۔ کمبل دُھسّے وغیرہم ۔

آیت ہذا میں خَلَقَهَا کے بعد ج کا وقف ہے جو کہ وقف جائز ہے ۔ یعنی یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور نہ ٹھہرنا جائز ہے ۔ اگر خَلَقَهَا کے بعد وقف کیا جائے تو وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا الگ ہوگا اور لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ الگ نیا جملہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا : اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا ۔ ان سے تم کو گرم لباس اور دیگر فوائد حاصل ہیں ۔ اور اگر وقف نہ کیا جائے تو لام اجلیہ ہوگا (یعنی سبب تخلیق) اور والانعام خلقها لکم ایک جملہ مکمل ہو کر فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ ۔ الگ جملہ مستانفہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا ۔ اور اس نے چوپایوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ان سے (حاصل ہوتے ہیں) گرم لباس و دیگر فوائد

١٦: ٦ = جَمَالٌ ۔ رونق ۔ جمال ۔ زیب وزینت ۔ وجاہت ۔

= تُرِيحُونَ ۔ روح (مادہ) سے مشتق ہے یہ مادہ کثیر المشتقات ہے ۔ تُرِيحُونَ المراوحة سے ہے جس کے معنی دو کاموں کو باری باری کرنے کے ہیں ۔ استعارہ کے طور پر رَوَاحٌ سے شام کو آرام کرنے کا وقت مراد لیا جاتا ہے ۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے ۔ اَرَحْنَا اِبِلَنَا ۔ ہم نے اونٹوں کو آرام دیا (یعنی باڑے میں لے آئے ۔ مُرَاحٌ باڑہ) اَرَاحَ يُرِيحُ اِرَاحَةٌ (افعال) اونٹوں کو بوقت شام باڑہ میں لانا ۔ تُرِيحُونَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم شام کو چوپایوں کو باڑے میں واپس لے آتے ہو ۔

= تَسْرَحُونَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم صبح کے وقت چرانے لے جاتے ہو ۔ سَرْحٌ سے السَّرْحُ ایک قسم کا پھل دار درخت ہے اس کا واحد سَرْحَةٌ ہے سَرَحْتُ الْاِبِلَ کے اصل معنی تو اونٹ کو (سرح) درخت چرانے کے ہیں بعد میں چراگاہ میں چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا ۔

حِيْنَ تَسْرَحُونَ ۔ جب تم صبح کو جنگل میں (چوپایوں کو) چرانے کے لئے لے جاتے ہو ۔

سَارِحٌ اونٹوں کو چرانے والا چرواہا ۔

آیت ہذا میں چوپایوں کو شام کے وقت واپس لانے کو پہلے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت وہ سیر شکم ہونے کے باعث زیادہ بارونق دکھائی دیتے ہیں۔

۱۶: ۷ = لَمْ تَكُوْنُوا بٰلِغِيْهِ۔ جہاں تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ بَالِغِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ بالغی اصل میں بَالِغِيْنَ تھا۔ ن جمع بسبب اضافت حذف ہو گیا۔ بُلُوْغٌ مصدر۔

= شِقِّ الْاَنْفُسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جانی مشقت۔ جانی دشواری۔ شِقّ بمعنی مشقت جانکاہی۔

۱۶: ۸ = وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ۔ (گھوڑے۔ خچر۔ گدھے) ان تینوں کا عطف اَلْاَنْعَامَ پر ہے۔ ای دخلق الخیل والبغال والحمیر۔

= زِيْنَةً۔ یا تو مفعول لہٗ ہے اور ترجمہ ہوگا کہ تم سوار ہو ان پر زینت کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف لِتَرْكَبُوْهَا پر ہے (ان کو پیدا کیا) کہ تم ان پر سوار ہو اور (ان کو پیدا کیا) زینت کے لئے بھی۔

۱۶: ۹ = عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ ای بیان الطریق القاصد المستقیم۔ سیدھے مستقیم راستے کی واضح نشاندہی کر دینا۔ یعنی سیدھے راستہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعے سے لوگوں پر واضح کر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اس ذمہ داری کو وہ وحی کے ذریعہ سے اپنے رسولوں کی وساطت سے پورا کر دیتا ہے۔

قَصْدٌ۔ اسم مصدر و مصدر ہے بمعنی فاعل۔ سیدھا جانے والا راستہ۔ یعنی سیدھا راستہ جَائِرٌ کی ضد ہے قَصْدٌ (باب افتعال) سے بمعنی اعتدال اور افراط و تفریط کے درمیان۔ میانہ راہ کے معنی دیتا ہے۔

السَّبِيْل اسم جنس ہے۔

بعض نے وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ کا ترجمہ کیا ہے: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے (علیٰ کو اِلیٰ کے معنی میں لیا ہے۔

= وَمِنْهَا جَائِرٌ۔ اور بعضی راہ کج اور ٹیڑھے بھی ہیں۔ (جو حق تک نہیں پہنچاتے)

جَائِرٌ جَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جَوْرٌ کے معنی راہ سے ہٹنے اور کج ہونے کے ہیں۔ جَائِرٌ وہ راستہ جو کج ہو اور حق تک نہ لیجائے۔

۱۶: ۱۰ = مِنْهُ شَرَابٌ۔ اس سے پانی پینے کو ملتا ہے۔ (وَمِنْهُ شَجَرٌ اور اس سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

= تُسِیْمُوْنَ ۔ اَسَامَ یُسِیْمُ اِسَامَۃٌ (افعال) سے جمع مذکر حاضر۔ تم چراتے ہو۔ السَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ پھر کبھی صرف ذہاب یعنی چلے جانا کے معنی ہوتے ہیں جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ (اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے) اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے سُمْتُ کَذَا۔ (میں نے اسے فلاں کو تکلیف دی) اور اسی سے ہے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲: ۴۹) وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے۔ (باب نصر) باب افعال، تفعیل سے اَسَمْتُ وسَوَّمْتُ الْاِبِلَ میں نے اونٹوں کو چرنے کے لئے بھیجا۔ باب افعال ہی سے ہے تُسِیْمُوْنَ۔ تم چراتے ہو یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

۱۶: ۱۱ = یُنْبِتُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ اِفْعَالٌ سے وہ اگاتا ہے۔

= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَاءٌ ہے جو کہ سابقہ آیۃ میں ہے۔

= الزَّرْعَ ۔ زَرَعَ یَزْرَعُ (فتح) سے مصدر ہے اس کے اصل معنی انباتٌ یعنے اگانے کے ہیں۔ لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول مَزْرُوْعٌ آیا ہے یعنی کھیتی۔ اسی معنی میں اور جگہ آیا ہے فَنُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا۔ (۳۲: ۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعہ سے کھیتی نکالتے ہیں۔

زَرْعٌ کے اصل معنی اگانے کے ہیں جو بونے سے مختلف ہے۔ جیساکہ ارشاد باری ہے کہ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (۵۶: ۶۴) بھلا بتاؤ تو کہ جو تم بوتے ہو کیا اُسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

= یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَفَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶: ۱۲ = مُسَخَّرَاتٌ ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث مُسَخَّرَۃٌ واحد۔ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ زیر تسخیر۔ مغلوب۔ تابع فرمان۔

ابواب ثلاثی مجرد سے باب سَمِعَ سے بمعنی ٹھٹھا کرنا کے آتا ہے

۱۶: ۱۳ = وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ اس جملہ کا عطف اَلَّیْلَ آیۃ ۱۲ پر ہے۔ ای وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا ذَرَاَ لَکُمْ۔ یا اس کا فعل محذوف ہے ای خلق وابدع۔ ذَرَاَ یَذْرَاُ (باب فتح) ذَرْءٌ۔ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔

وَمَا ذَرَاَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ (اور اس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا یا مسخر بنایا) جن کو اس نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین پر پھیلا دیا۔

= مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ۔ یہ حال ہے فعل محذوف کا۔ اَلْوَانُهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْوَانٌ جمع لَوْن کی جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ کبھی اَلْوَانٌ سے مراد کسی چیز کے انواع و اقسام بھی مراد ہوتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اَلْوَانٌ مِّنَ الطَّعَامِ قسم قسم کے کھانے۔

یہاں مختلف النوع اور مختلف اللون مراد ہو سکتے ہیں۔

= يَذَّكَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ای يتعظون۔ نصیحت پکڑتے ہیں تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر۔

١٦: ١٤ = طَرِيًّا تروتازہ۔ طَرَاوَةٌ سے جس کے معنی تروتازہ ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= تَسْتَخْرِجُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَسْتَخْرِجُوْنَ تھا نون اعرابی (لام محذوف) حرف عامل کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ تم نکالتے ہو استخراج (باب استفعال) سے۔

= حِلْيَةً۔ بمعنی زیور۔ حَلِيَ يَحْلَى (باب سمع) آراستہ ہونا۔ عورت کا زیور پہننا۔ وَحَلّٰى يُحَلِّيْ تَحْلِيَةً (تفعیل) عورت کو زیور پہنانا۔ عورت کے لئے زیور بنانا۔ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ۔ (١٨: ٣١) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

حَلْيٌ زیورات حُلِيٌّ زیورات۔

= تَلْبَسُوْنَهَا۔ تم جسے پہنتے ہو۔ تم اس کو پہنتے ہو۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب حِلْيَةً کی طرف راجع ہے

= مَوَاخِرَ۔ صیغہ صفت جمع مَاخِرَةٌ۔ مَاخِرٌ واحد مَخْرٌ و مُخُوْرٌ مصدر۔ باب فتح۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔

مَخَرَ يَمْخَرُ (فتح) مَخَرَ يَمْخُرُ (نصر) مَخْرٌ و مُخُوْرٌ کشتی کا پانی کو آواز کے ساتھ چیرنا سمندر کو چیر کر چلنے والی کشتی کو سَفِيْنَةٌ مَاخِرَةٌ کہتے ہیں

= وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ لام حرف عامل، گر گیا۔ تاکہ تم اس کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔

(١) جملہ کا عطف تَسْتَخْرِجُوْا پر ہے

(٢) یا اس کا عطف علت محذوف پر ہے۔ ای لتنتفعوا بذٰلك ولتبتغوا (تاکہ تم اس سے استفادہ کرو اور تلاش کرو......)

(٣) یا یہ متعلق فعل محذوف ہے ای فعل ذٰلك لتبتغوا۔ اس نے ایسا کیا تاکہ تم تلاش کرو...... ...) فضل قرآن مجید میں مختلف معانی میں آیا ہے یہاں مراد رزق روزی ہے۔

۱۶: ۱۵ = اَلْقٰی ۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ڈالا۔
= رَوَاسِیَ ۔ رُسُوٌّ ۔ مصدر رَسَا الشَّیْءُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴: ۱۳) اور بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے رواسی کہا گیا ہے۔

لہٰذا رَوَاسِیَ بمعنی اونچے اونچے پہاڑ۔ بندرگاہ کو مَرْسٰی (اسم ظرف مکان) اس واسطے کہتے ہیں کہ یہاں بھی جہاز اور کشتیاں آکر ٹھہر جاتی ہیں۔
رَوَاسِیَ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔ پہاڑ۔
= تَمِیْدَ ۔ مَادَ یَمِیْدُ مَیْدٌ (باب ضرب) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے۔ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ای لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ کہ وہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے نہ ڈولے (یہ زمین کی اضطراری و اضطرابی حرکت مراد ہے)
= اَنْھٰرًا ۔ کا عطف رَوَاسِیَ پر ہے اور سُبُلًا کا عطف اَنْھٰرًا پر ہے۔
۱۶: ۱۶ = وَعَلٰمٰتٍ ۔ اس کا عطف سُبُلًا پر ہے۔ ای وجعل العلامات اور اس نے مختلف علاماتِ راہ از قسم ٹیلے۔ پہاڑ۔ درخت۔ چشمے وغیرہ پیدا کئے تاکہ راہنمائی کریں۔ اسی طرح ستاروں کی راہنمائی بذریعہ مخصوص ستاروں کے جن کو دیکھ کر رات کے وقت مسافر راہ تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً قطب ستارہ۔ ثریا۔ بنات النعش۔ الجدی وغیرہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۶: ۹۷) اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یہاں النجم بطور اسم جنس آیا ہے۔
۱۶: ۱۸ = تَعُدُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعُدُّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ عَدٌّ مصدر۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) اِنْ تَعُدُّوْا اگر تم شمار کرنے لگو۔ اگر تم گننے لگو تو ان کو گن نہ سکو گے۔
۱۶: ۱۹ = مَا تُسِرُّوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ آشکار کرتے ہو۔ اِعْلَانٌ سے۔
۱۶: ۲۰ = وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا میں یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ صفت ہے اَلَّذِیْنَ کی۔ یعنی وہ (معبودانِ باطل) جن کو (مشرکین) اللہ کے سوا

پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے۔

۱۶: ۲۱ = اَیَّانَ۔ کب۔ مَتٰی کے قریب المعنی ہے بعض کے نزدیک یہ اصل میں اَیُّ اَوَانٍ تھا۔ (کونسا وقت ہے) الف کو حذف کرکے واؤ کو یا کیا پھر یا کو یا میں مدغم کیا۔ اَیَّانَ بن گیا۔

= یُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعْثٌ مصدر

۱۶: ۲۲ = مُنْکِرَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِنْکَارٌ مصدر مُنْکِرٌ واحد مذکر۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ انکار کرنے والے۔

= مُسْتَکْبِرُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْتَکْبِرٌ واحد اِسْتِکْبَارٌ (استفعالٌ) سے مصدر۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مغرور۔

۱۶: ۲۳ = لَاجَرَمَ۔ بے شک۔ یقیناً۔ ضرور۔ حقًّا

۱۶: ۲۴ = مَاذَا۔ کیا ہے یہ؟ کیا چیز ہے؟

مَاذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے کوئی لبسیط یا غیر مرکب۔ اور کوئی اس کو مرکب کہتا ہے۔ بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اور اَلَّذِیْ کا ہم معنی یا پورا حرف استفہام ہے۔

مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَاذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذا موصول ہے۔ جیسے آیت ہذا یا آیت یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ۔ (۲: ۲۱۹) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا زائدہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ ہے

= اَسَاطِیْرُ۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع ہے جیسے اُرْجُوْحَۃ کی جمع اَرَاجِیْحُ۔ اور اُحْدُوْثَۃٌ کی جمع اَحَادِیْثُ ہے۔ اَسَاطِیْرُ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَلسَّطْرُ وَالسَّطَرُ قطار کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں کی یا آدمیوں کی۔ سَطَرَ فُلَانٌ کَذَا کے معنیٰ ایک ایک سطر کرکے لکھنے کے ہیں۔

کِتَابٌ مَسْطُوْرٌ۔ لکھی ہوئی کتاب۔ سَطْرٌ کی جمع سُطُوْرٌ ہے جیسے عَیْنٌ کی جمع عُیُوْنٌ اسی سے مُسَیْطِرٌ بمعنی نگہداشت کرنے والا۔ وارد ہے یہ تَسَیْطَرَ فُلَانٌ عَلٰی کَذَا وَسَیْطَرَ عَلَیْہِ کَذَا۔ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کی حفاظت کے لئے اس پر سطر کی طرح سیدھا کھڑا ہونے کے ہیں۔

۱۶: ۲۵ = لِیَحْمِلُوْا میں لام تعلیل کا ہے یَحْمِلُوْ یَحْمِلُوْنَ تھا۔ لام حرف عامل سے نون اعرابی

گر گیا۔ (بوجہ اس کے) یا نتیجۃً وہ اٹھائیں گے۔
= اَوْزَارَھُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ اپنے بوجھ۔ وِزْرَۃٌ کی جمع۔
= وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بوجھ میں سے کچھ۔ بعض حصہ۔
= یُضِلُّوْنَھُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ یُضِلُّوْنَ کا فاعل وہ کفار ہیں جن کا ذکر اوپر چل رہا ہے اور ھُمْ ضمیر مفعول کا مرجع اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے۔ یعنی قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا مکمل بوجھ اٹھائیں گے اور کچھ ان لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جن کو یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔
= بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ فاعل کا حال بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ وہ ہوگا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اور مفعول کا بھی حال ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کچھ ان جاہلوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں وہ گمراہ کر رہے ہیں۔
= اَلَا۔ خبردار۔ دیکھو۔ سن لو۔ جان لو۔
= سَآءَ۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ (باب نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ فعل ذم ہے۔ بُرا ہے۔ (کتنا بُرا ہے)
۱۶ : ۲۶ = مَکَرَ۔ اس نے (یہاں بمعنی جمع۔ انہوں نے) خفیہ تدبیر چلی۔
= القَوَاعِدَ۔ اس کی بنیادیں۔ اس کی واحد القاعدۃ ہے۔ جس چیز کسی چیز کا قعود، یعنی قیام ہو۔ وہ قاعدہ ہے۔ القَوَاعِدُ۔ بمعنی عمر رسیدہ عورتیں ہو تو اس کا واحد القاعد ہے جیسے کہ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ (۲۴ : ۶۰) عورتوں میں سے بڑی بوڑھی عورتیں ہیں۔
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) خَرٌّ مصدر۔ وہ گر پڑا۔
= شُرَکَآئِیَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے شریک (تمہارے زعم کے مطابق)
= کُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْ۔ جن کی بابت تم جھگڑا کیا کرتے تھے۔
ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر۔ مُشَاقَّۃٌ وَشِقَاقٌ مصدر بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت کرنا۔ جھگڑنا۔ ضد کرنا۔
۱۶ : ۲۸ = تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ وہ فرشتوں کی جماعت ان کی جان قبض کرتی ہے
تَوَفِّیْ (باب تفعل) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
= ظَالِمِیْ اَنْفُسِھِمْ۔ حال ہے تَتَوَفّٰھُمْ کی ضمیر ھُمْ سے۔ ظَالِمِیْ اصل میں ظَالِمِیْنَ تھا نون بوجہ اضافت کے ساقط ہو گیا۔ درآں حالیکہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے تھے (بوجہ کفر کے)

= فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ۔ اَلْقَوْا ۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔ سَلَمَ (اسم ہے) صلح ۔ انقیاد۔ فرماں برداری ۔ اطاعت ۔ عاجزی ۔ تَسْلِیْمٌ سے جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ اَلْقَوُا السَّلَمَ۔ وہ اطاعت وعاجزی کا اظہار کریں گے ۔
= مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ سے قبل وَقَالُوْا محذوف ہے۔

۱۶: ۲۹ = مَثْوٰی۔ظرف مکان واحد۔ مَثَاوِیْ جمع ۔ ٹھکانا۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا انتظام فرودگاہ۔

آیات ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹ میں کلام اور متکلم کے متعلق اشکال ہے جس کی وضاحت حسب ذیل ہے
یَقُوْلُ اَیْنَ ...... سے تُشَاقُّوْنَ فِیْهِمْ تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ ...... ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اہل علم کا کلام ہے
مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ .... یہ کفار مشرکین کا کلام ہے
بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ ...... خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ اہل علم کا کلام ہے۔
فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۔ ارشاد ربانی ہے۔

۱۶: ۳۰ = خَیْرًا ۔ بہتر۔ بھلائی ۔ نیکی ۔ نیک کام ۔ پسندیدہ فعل ۔ عقل ۔ عدل ۔ فضل جملہ اشیاء نافعہ۔ خیر میں شامل ہیں۔ شَرٌّ کی ضد ہے۔
= حَسَنَةٌ ۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان ، بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنۃ کہلاتی ہے ۔ سیئۃٌ کی ضد ہے
= وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کا گھر ۔ یعنی آخرت کا ثواب ۔
= وَلَنِعْمَ ۔ اور بہت ہی عمدہ ہے ۔ کلمہ مدح ہے بِئْسَ کی ضد ہے۔

۱۶: ۳۱ = جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھی جَنّٰتٌ یا یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے ای لهم جَنّٰتٌ ۔ یا یہ مبتدا ہے اور یَدْخُلُوْنَهَا اس کی خبر ہے ۔ اور جملہ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ حال ہے ۔
جَنّٰتُ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات ۔
فِیْهَا کو مَا یَشَآءُوْنَ کیا اشارہ ہے کہ تمام خواہشات کی تکمیل جنت میں ہوگی !

۱۶: ۳۲ = طَیِّبِیْنَ ۔ پاکیزہ ۔ ستھرے ۔ پاک ۔ طَیِّبٌ کی جمع ہے یہ ضمیر هُمْ (تتوفّٰهم) سے حال ہے درآنحالیکہ وہ پاک وصاف ستھرے گناہوں کی آلودگی سے صاف تھے
= یَقُوْلُوْنَ ۔ الْمَلٰٓئِکَةُ کا حال ہے (یعنی اس وقت فرشتے ان متقین سے کہیں گے ۔

۱۶:۳۳ = هَلْ يَنْظُرُوْنَ ۔ هَلْ نفی کے معنوں میں مَا کے مرادف آیا ہے۔ نہیں انتظار کر رہے (یہ منکرین) مگر (اس بات کا) کہ ..... یعنی یہ منکرین تو بس اسی امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ ....
= اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے ملائکہ موت یا ملائکہ عذاب مراد ہیں۔ اور اَمْرُ رَبِّكَ سے وقوعِ حشر یا نزولِ عذاب مراد ہے۔

۱۶:۳۴ = حَاقَ بِ ۔ اس نے گھیر لیا۔ وہ نازل ہوا۔ (باب ضرب) حَيْقٌ سے جس کے معنی گھیر لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَاقَ بِهِمْ ای احاط بہم
= سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ سَيِّاٰتٌ ۔ اعمالِ بد۔ گناہ۔ بُرے کام۔ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ ای جَزَاءُ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمالِ بد کی سزائیں (اس دنیا میں۔ آخرت میں۔ یا ہر دو جگہ)
= مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ جس (عذاب۔ سزا) پر وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مذاق اڑانا۔

۱۶:۳۵ = وَلَا حَرَّمْنَا ۔ نہ ہم حرام ٹھہراتے (کسی چیز کو) مِنْ دُوْنِهٖ بغیر اس کے حکم کے۔
حَرَّمَ يُحَرِّمُ تَحْرِيْمٌ (تفعیل) سے حرام ٹھہرانا۔
= هَلْ ۔ بمعنی مَا نافیہ آیا ہے (پیغمبروں کے ذمہ صرف صاف صاف اور واضح طور پر پیغام کا پہنچا دینا ہی ہے)

۱۶:۳۶ = اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ۔ ای کان یقول لھم اعبدوا اللّٰہ۔
= اِجْتَنِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بچو۔ تم پرہیز کرو۔ تم اجتناب کرو۔ (باب افتعال)
= اَلطَّاغُوْتُ ۔ شیطان۔ ہر وہ معبود جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کیجاتے۔ لہٰذا ساحر۔ کاہن۔ سرکش کو طاغوت کہیں گے۔ معبود باطل وداعی الی الضلالۃ
= حَقَّتْ عَلَيْهِ ۔ ثَبَتَتْ ۔ وَجَبَتْ عَلَيْهِ (اور بعض کے لئے ضلالت) واجب ہو گئی (بوجہ ان کی سرکشی اور پیغام انبیاء سے بے اعتنائی برتنے کے)

۱۶:۳۷ = تَحْرِصْ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ (باب ضَرَبَ) سے اِنْ تَحْرِصْ ۔ اگر تو چاہتا ہے۔ اگر تو حریص ہے۔ اگر تیری تمنا ہے۔ اگر تجھ کو خواہش ہے۔
اَلْحِرْصُ ۔ شدتِ خواہش۔ فرطِ آرزو۔ اصل میں یہ حَرَصَ الْقَصَّارُ الثَّوْبَ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں دھوبی نے کپڑے کو پتھر پر مار مار کر (اس کو دھونے کی آرزو میں) پھاڑ دیا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۲:۱۰۳)

گو تم کتنی ہی خواہش کرو بہت سے آدمی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱۶:۳۸ = جَهْدَ ۔ پوری کوشش ۔ طاقت ۔ مشقت ۔ جَهَدَ يَجْهَدُ ۔ سے مصدر ۔ جس کے معنی ہیں پورے طور پر کوشش اور مشقت کرنا۔

= اَيْمَانِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی قسمیں جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۔ پورے شدومد سے قسمیں کھانا۔ یعنی وہ بڑے شدومد سے پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔

= لَا يَبْعَثُ ۔ مضارع منفی ۔ واحد مذکر غائب ۔ نہیں اٹھائے گا۔

= بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ۔ بَلٰى بمعنی بَلٰى يَبْعَثُهُمْ ۔ ہاں وہ ضرور اٹھائے گا۔ وَعْدًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔ حَقًّا ای واجب عَلَيْهِ ۔ یعنی وعدہ جس کا پورا کرنا اس کے ذمہ ہے ۔

۱۶:۳۹ = لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل مقدر يبعثهم سے ہے جس پر لفظ بلیٰ دلالت کرتا ہے ۔ اور لہم میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ يَّمُوْتُ (آیت ۳۸) کی طرف راجع ہے اس میں مؤمن کافر سبھی شامل ہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مردوں کو ضرور بالضرور دوبارہ اٹھائیگا تاکہ ان پر (وہ بات) واضح کرے جس کے متعلق ان میں اختلاف تھا

۱۶:۴۱ = لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب بَوَّءَ يُبَوِّءُ تَبْوِئَةً (باب تفعیل) سے ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے ۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے ۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے ۔

اور جگہ آیا ہے ، وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (۱۰:۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی ۔

= لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کافروں کی طرف راجع ہے

۱۶:۴۲ = الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ دونوں اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ کی مدح ہیں ۔

۱۶:۴۳ = اَهْلَ الذِّكْرِ ۔ ای اهل الكتاب ۔

= قَبْلِكَ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

۱۶:۴۴ = بَيِّنٰتٍ ۔ بمعنی معجزات و شواہد صدقِ پیغمبر ۔ واضح دلائل ۔

= الزُّبُرِ ۔ الكتاب ۔ کتابیں ۔ اس کا واحد زُبُوْرٌ ہے ۔

= بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۔ اس کے متعلقات کے متعلق متعدد اقوال ہیں ۔ لیکن آیت کے سیاق و سباق سے اس کا تعلق اَرْسَلْنَا ہی سے ہے کہ جو انبیاء بھیجے گئے ان کی تائید و تصدیق روشن دلائل اور

معجزات سے بھی کی گئی۔ اور احکام شرعیہ جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ اس کتاب الٰہیہ میں بیان کئے گئے جو ان کو دی گئی۔ ای ارسلناھم بالبینٰت والزبر۔

= الذکر۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ نصیحت نامہ۔

= لِتُبَيِّنَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تُبَيِّنَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو بیان کرے (کھول کھول کر)

= يَتَفَكَّرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ غور وخوض کریں۔ اور حقائق کو سمجھیں۔

۱۶: ۴۵ = اَفَاَمِنَ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ اَمِنَ يَاْمَنُ۔ (سمع) اَمْنٌ۔ مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) کیا وہ محفوظ ہیں۔ کیا وہ بے فکر اور نڈر ہو گئے ہیں۔

= مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ۔ مَكَرُوا ماضی جمع مذکر غائب۔ السَّيِّئَاتِ یا تو مصدر محذوف کی صفت ہے ای مکروا المکرات السیئات جو مذموم منصوبے باندھتے رہتے ہیں۔ یا مَكَرُوا کا مفعول ہے۔

= اَنْ يَخْسِفَ۔ يَخْسِفَ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ واحد مذکر غائب۔ خَسْفٌ مصدر (باب ضرب) کہ دھنسا دے۔ غرق کر دے۔ اَنْ يَخْسِفَ بِهِمُ الْاَرْضَ ان کو زمین میں دھنسا دے

= حَيْثُ۔ مبنی بر ضمہ ہے۔ ظرف زمان ومکان۔

۱۶: ۴۶ = تَقَلُّبِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آمد و شد۔ ان کا چلنا پھرنا۔ ان کے سفر۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (۴۰: ۴) سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا یعنی سفر کرنا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تَقَلُّبٌ (تفعّل) سے۔

(اَنْ) يَاْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ۔ وہ ان کو چلتے پھرتے میں پکڑلے۔

= مُعْجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ناکام کر دینے والے۔

= تَخَوُّفٍ۔ (تفعّل) ڈرانا۔ خوف دلانا۔ خوف ظاہر کرنا۔ اس کا تعدیہ بذریعہ علٰی آیا ہے۔

باب تفعّل کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت تدریج بھی ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ کرنا جیسے تَجَرَّعَ زَيْدٌ۔ زید نے گھونٹ گھونٹ کر پیا۔ یہاں بھی انہی معنوں میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بار بار ظالموں کو انتباہ کرتا ہے۔ جو زلزلوں کی صورت میں یا آندھیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگر پھر بھی وہ سبق حاصل نہ کریں اور باز نہ آئیں تو تدریجاً وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے قرطبی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ:۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا، اے لوگو! اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ۔ کا کیا مطلب ہے۔ سب خاموش ہو گئے۔ بنی ہذیل کا ایک بوڑھا اٹھا

اور اس نے عرض کی اے امیر المومنین یہ ہماری لغت ہے یہاں التخوف کا معنی التنقص ہے یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا (اور اس نے اس کی تائید میں ابو بکر ہذلی کا یہ شعر پڑھا)

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرِدًا۔ كَمَا تَخَوَّفَ عُوْدَ النَّبْعَةِ السَّفَنُ

ترجمہ:۔ کجاوے نے میری اونٹنی کی موٹی تازی اونچی کوہان کو گھسا کر کم کر دیا ہے جس طرح نبعہ درخت کی لکڑی کو گھسانے والا آلہ گھسا کر چھوٹا کر دیتا ہے)

عَلٰی تَخَوُّفٍ یہ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ کا دوسرا رُخ ہے۔

= فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ یہ اخذ علی تخوف کی تعلیل ہے۔ یعنی وہ انتباہ کر کے بار بار مصیبتیں لا کر ظالموں کو توبہ و رجوع کا موقعہ میسر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ رؤف و رحیم ہے۔

۱۶:۴۸ = یَتَفَیَّؤُا۔ مضارع واحد مذکر غائب تَفَیُّؤٌ (تفعل) مصدر۔ فَیْئٌ مادّہ جھکے جاتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ اَلْفَیْئُ وَ الْفَیْئَۃُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ کر آنا کے ہیں۔ مثلاً فَاِنْ فَآءُوْا۔ (۲:۲۲۶) اگر وہ (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کر لیں۔

اسی سے فَاءَ الظِّلُّ ہے جس کے معنی سایہ کے (زوال کے بعد) لوٹ آنے کے ہیں۔ اور فَیْئٌ اس سایہ کو کہا جاتا ہے جو (زوال کے بعد) لوٹ کر آتا ہے۔

= سُجَّدًا۔ الظِّلٰلُ کا حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

= دٰخِرُوْنَ۔ دَخُوْرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ذلیل و خوار ہونے والے۔ عاجزی کرنے والے الدخور۔ ای الصغار والذل۔ یعنی عاجزی و درماندگی۔

= وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ اظہار عجز کر رہے ہیں۔ یعنی سائے اپنے خالق کے حکم کی اطاعت میں بے چون و چرا ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ کہ تخلیق کائنات میں یہی سنت اللہ ہے۔

۱۶:۵۰ = مِنْ فَوْقِهِمْ۔ ان کے اوپر سے۔ خداوند تعالیٰ کی بالادستی اور اس کے علوِّ مرتبت اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (۶:۱۸) اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے۔

۱۶:۵۱ = لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ۔ دو معبود مت اختیار کرو یہ تعدد کی نفی ہے دو کثرت و تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے جب دو کی نفی ہوئی تو اس سے زیادہ کی نفی خود بخود ہو گئی

= فَارْهَبُوْنِ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تم مجھ سے ڈرو۔ (باب سمع) رَهْبَۃٌ سے۔ بے تابی اور بے چینی کے ساتھ ڈرنا۔

اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ۔ صیغہ غائب کے مَا بعد صیغہ متکلم کی طرف انتقال صفت التفات کہلاتا ہے۔ اور عربی اسلوب بلاغت میں یہ ایک اعلیٰ صفت ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی سورت کی آیت نمبر ۵، ملاحظہ ہو۔ غائب سے متکلم کی طرف التفات اپنی کبریائی اور عنایات کی طرف توجہ دلانا۔ یا ترہیب میں شدت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۱۶:۵۲ == وَاصِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ دوامی۔ ہمیشہ۔ جاودانی۔ لازوال۔ قائم رہنے والا۔ الدِّیْنُ کی ضمیر کا حال ہے۔ یہاں الدِّیْنُ سے مراد اطاعت ہے۔ وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اطاعت ہمیشہ اسی کو سزاوار ہے۔

وَاصِبًا وُصُوْبٌ سے مشتق ہے۔ (باب ضرب) اور اگر بذریعہ عَلٰی مصدر سمع ہو تو بیمار ہونا کے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں پہلے معنی ہی میں مستعمل ہے

== اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَتَّقُوْنَ (تو کیا اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو) میں الف استفہامیہ اور تعجب اور توبیخ کے لئے ہے۔

معنی یہ ہیں کہ: کیا اس ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے علم کے باوجود اور اس علم کے باوجود کہ وہی حاجت روا ہے تم دوسرے معبودانِ باطل سے ڈرتے ہو؟

۱۶:۵۳ == وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمتوں میں سے۔ یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں۔

== تَجْئَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جَاَرَ یَجْئَرُ (فتح) جُؤَارٌ۔ اَلْجُؤَارُ کے اصلی معنی جنگلی جانوروں کے چلانے کے ہیں۔ بلند آواز سے مدد کے لئے پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جَاَرَ (ج ء ر) مادہ۔ تَجْئَرُوْنَ تم گڑگڑا کر چیخ چیخ کر مدد کے لئے اس کو پکارتے ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّکُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (۲۳: ۶۵) آج چلا چلا کر مدد کے لئے مت پکارو۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

۱۶:۵۴ == کَشَفَ۔ ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب (باب ضرب) وہ دور کر دیتا ہے وہ ہٹا دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے۔ اَلْکَشْفُ مصدر جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانا مجازاً غم واندوہ یا تکلیف کے دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

== اِذَا ...... اِذَا کَشَفَ میں شرطیہ ہے بمعنی جب اور اِذَا فَرِیْقٌ میں اِذَا فجائیہ ہے۔ یعنی اچانک۔ یکایک۔ فوراً۔ یک لخت۔ تو۔

۱۶:۵۵ == لِیَکْفُرُوْا۔ میں لام عاقبت کا ہے یعنی شرک سے ان کی غرض اللہ کی نعمت سے

انکارتھا۔ فکانھم جعلوا اغرضھم فی الشرک کفران النعمۃ
= بِمَا اٰتَیْنٰھُمْ۔ جو ہم نے ان کو عطا کیا تھا۔ یعنی نعمت کَشْفُ عَنِ الضُّرِّ تکلیف سے نجات دینے کی نعمت۔
فَتَمَتَّعُوْا۔ پس تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے اڑالو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ مصدر
آیات ۵۳-۵۴-۵۵- میں التفاتِ ضمائر ہے۔ وَمَا بِکُمْ سے لے کر اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ تک مخاطبین کے لئے ضمیر جمع مذکر حاضر لائی گئی ہے اس میں اپنی عنایت پروری اور کرم فرمائی کا ذکر مخاطبین سے کیا جارہا ہے لیکن پھر ان کی ناشکری اور کفران نعمت کے سبب اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مخاطبین کو اپنی حاضری سے دور کرکے ضمیر جمع مذکر غائب لائی گئی ہے اور یُشْرِکُوْنَ ۔ لِیَکْفُرُوْا ۔ اٰتَیْنٰھُمْ ۔ استعمال ہوتے ہیں۔ پھر تہدید اور زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے اور اپنی ناراضگی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ان کو پھر اپنے سامنے لایا گیا ہے اور جمع مذکر حاضر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے فَتَمَتَّعُوْا ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس طرح محض التفات ضمائر سے مختلف احوال کا اظہار فرمایا گیا ہے۔
۱۶:۵٦ = وَیَجْعَلُوْنَ اس کا عطف یُشْرِکُوْنَ پر ہے
= لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ میں مَا موصولہ ہے جو اکثر غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے مراد اس سے وہ اوثان۔ بُت۔ معبودان باطل ہیں جن کو مشرکین نے الوہیت کا درجہ ومرتبہ دے رکھا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ یہ ان کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہ تھی وہ تو محض خود ساختہ۔ بے جان۔ بے شعور چیزیں تھیں۔
لَا یَعْلَمُوْنَ کی ضمیر یا تو معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ بُت وغیرہ جو علم وعقل کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھے۔
یا ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں جو نہیں جانتے تھے کہ یہ بت محض بے جان چیزیں ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔
= وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰھُمْ ۔ اور یہ لوگ اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں (معبودانِ باطل) کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔
ان ہی چیزوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ وَ ھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا۔ الخ (۶: ۱۳۶)
اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے دیوتاؤں کا.....

= تَاللّٰہِ۔ ت حرف قسم ہے۔ خدا کی قسم۔ حرف قسم کا تَ کے ساتھ لانا لفظ اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

= لَتُسْئَلُنَّ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ تم سے ضرور پوچھا جائیگا۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (یعنی آخرت کے دن)

= کُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ تم بہتان باندھا کرتے تھے۔ تم افتراء پردازی کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں بھی التفاتِ ضمائر ہے۔ شدّت توبیخ و تہدید کے اظہار کے لئے جمع مذکر غائب سے جمع مذکر حاضر کی طرف التفات کیا گیا ہے۔

۱۶: ۵۷ = سُبْحٰنَہٗ۔ جملہ معترضہ ہے ای یجعلون للّٰہ الْبَنٰتِ و لھم ما یشتھون ان لوگوں نے اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں اور اپنے لئے اپنی پسند کی چیز (یعنی بیٹے) سُبْحٰنَہٗ (حالانکہ وہ ذات ان باتوں سے پاک و منزہ ہے۔)

۱۶: ۵۸ = ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا۔ اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ظَلَّ فعل ناقص ہے۔ ظَلِلْتُ وَظَلْتُ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گذارنے یا رات کے وقت میں کسی کام کو کرنے کے لئے ہے۔ ظَلَّ وظُلُوْلٌ مصدر باب سمع و فتح سے آتا ہے یہاں ظَلَّ بمعنی صَارَ ہے۔ ہوگیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ لیکن یہاں مضارع کے معنی دیتا ہے "وہ ہو جاتا ہے" مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ اِسْوِدَادٌ مصدر (باب افعلال) سیاہ۔ غم کی وجہ سے) رنگ بگڑا ہوا۔

= کَظِیْمٌ۔ صفت مشبہ۔ کَظْمٌ وَ کَظُوْمٌ مصدر۔ سخت غمگین جو اپنے غم کو دبا کر رکھے اور ظاہر نہ کرے۔

اَلْکَاظِمُ۔ روکنے والا۔ دبانے والا۔ کَاظِمُ الْغَیْظِ غصہ کو پی جانے والا۔ غصہ کو روکنے والا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِذْ نَادٰی وَ ھُوَ مَکْظُوْمٌ (۶۸: ۴۸) جب اس نے

(اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہا تھا۔

۱۶: ۵۹ = یَتَوَارٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوَارِیٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ وہ چھپتا ہے وری اور ورء مادّہ وَرَاءٌ کے معنی آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

= مِنْ سُوْءٍ ۔ برائی۔ بری بات۔ عیب۔ سُوْءٌ ہر وہ چیز جو غم میں ڈالدے۔

= اَیُمْسِکُہٗ۔ الف استفہامیہ۔ یُمْسِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْسَاکٌ (افعال) روکے رکھنا۔ کسی چیز کے ساتھ چمٹ جانا اور روکے رکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَابُشِّرَ بِہٖ ہے۔ کیا اس (بچی) کو بحفاظت اپنے پاس رکھے۔

= ھُوْنٍ۔ اسم۔ ذلت۔ رسوائی۔ خواری۔ عَلٰی ھُوْنٍ یعنی ذلت سہہ کر۔

مطلب یہ کہ۔ کیا قوم کی نظروں میں ذلیل ہونا برداشت کرکے بچی کو زندہ رہنے دے اور اپنے پاس رکھے یا......

= یَدُسُّہٗ مضارع واحد مذکر غائب دَسَّ یَدُسُّ (نصر) دَسٌّ ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا۔ دَسَّ الشَّیْئَ فِی التراب او تحت التراب۔ کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔

= یُمْسِکُہٗ اور یَدُسُّہٗ میں ضمیر مفعول کو مذکر مَا کی رعایت سے لایا گیا ہے۔

= اَلَا ۔حرف تنبیہ۔ آہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ سن رکھو۔

= سَآءَ۔ بُرا ہے سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) فعل ذم ہے بمعنی برا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب

= مَا یَحْکُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ حَکَمَ یَحْکُمُ (نصر) حُکْمًا۔ فیصلہ کرنا۔ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔ آہ کتنا ناروا اور بھونڈا ان کا یہ فیصلہ ہے۔

۱۶: ۶۰ = مَثَلُ۔ یہاں اس کا معنی صفت ہے

= السَّوْءِ۔ سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) کا مصدر ہے۔ بُرا ہونا۔

مَثَلُ السَّوْءِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ برائی کی صفت۔

یعنی وہ صرف برائی اور بری اور مذموم صفات سے ہی متصف ہیں کوئی خوبی یا اچھی صفت ان میں نہیں ہے۔

= اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ موصوف صفت۔ بہت بلند صفت۔ بہت بڑی خوبی۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین و ایمان نہیں رکھتے وہ نہایت بری صفات کے مالک ہیں اور باری تعالیٰ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں۔

اَلْمَثَل (معرّف باللام) صرف دو جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور دونوں جگہ اللہ کی شان میں ہے ایک اس آیت میں اور دوسرا پارہ نمبر ۲۱ میں وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳۰: ۲۷) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ و ارفع ہے۔

۱۶: ۶۱ = دَآبَّةٍ۔ جاندار۔ جانور۔ چلنے والا۔ رینگنے والا۔

۱۶: ۶۲ = تَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ۔ ان کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى کہ ان کے لئے بھلائی ہی مقدر ہے۔

= لَا جَرَمَ۔ یقینًا اور حقًا کا ہم معنی ہے۔ ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔

= مُفْرَطُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ اِفْرَاطٌ (افعال) مصدر۔ آگے بھیجے ہوئے۔ آگے روانہ کئے جانے والے۔

فَرَطَ يَفْرُطُ (باب نصر) آگے بڑھ جانا۔ اور اَفْرَطَ فُلَانٌ اَعْجَلَهٗ۔ کسی کو آگے جلدی بھیجنا۔ مُفْرَطُوْنَ۔ ای مقدّمون و معجلون۔ جلدی آگے بھیجے جانے والے۔

وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ۔ اور ان کو (دوزخ میں) پہلے بھیجا جائے گا۔

افراط (باب افعال) زیادتی کرنا۔ عمدًا و قصدًا آگے بڑھنا۔ تجاوز کرنا۔ اور باب تفعیل سے تفریط کوتاہی کرنا۔

۱۶: ۶۳ = اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ۔ ای ارسلنا رسلا الی امم۔ ہم نے رسولوں کو مختلف قوموں کی طرف بھیجا۔

= اَعْمَالَهُمْ۔ ای اعمال الکفر والتکذیب۔ انکار اور تکذیب کے اعمال۔

= اَلْيَوْمَ۔ سے مراد آج بھی ہو سکتا ہے یعنی رسول اکرم کا زمانہ۔ اور اس سے مراد مطلقًا زمانہ دنیا بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد "آج قیامت کے دن" بھی ہو سکتا ہے۔

= وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ای ولھم عذاب الیم فی الْاٰخِرَةِ اور (آخرت کے دن) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۶: ۶۴ = لِتُبَيِّنَ لام تعلیل کا ہے۔ تبیین مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو صاف صاف بیان کرے۔

= هُدًى وَّرَحْمَةً۔ اَنْزَلْنَا کے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہم نے اسے ہدایت اور رحمت بنا کر نازل کیا۔

۱۶: ۶۶ = عِبْرَةً۔ اَلْعَبْرُ کے اصل معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچ جانا۔

مگر اَلْعُبُوْرُ کا لفظ خاص کر پانی عبور کرنے پر استعمال ہوتا ہے۔ خواہ کسی طریقہ سے کیا جائے بذریعہ اونٹ۔ کشتی۔ پُل۔ یا تیر کر یا پیدل۔
اَلْعِبْرَۃُ اور الْاِعْتِبَارُ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے کسی دیکھی چیز کی وساطت سے ان دیکھے نتائج تک پہنچا جائے۔
امام رازی کے مطابق عِبْرَۃ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ سے جہالت کے مقام کو عبور کر کے علم تک رسائی ہوتی ہے۔
عبرت نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔
عِبْرَۃً بوجہ عمل اِنَّ منصوب ہے۔
= بُطُوْنِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے پیٹ۔ بُطُوْنٌ بَطْنٌ کی جمع ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانعام ہے۔ الانعام مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیت ہذا میں مذکر آیا ہے۔ لیکن سورۃ المومنون میں بطور مؤنث استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ (۲۳: ۲۱) یعنی لفظ کے لحاظ سے مذکر اور اسم جنس کے لحاظ سے مؤنث۔ اسی طرح النخل مذکر بھی آیا ہے جیسے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۵۴: ۲۰) اور مؤنث بھی جیسے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹: ۷)
= فَرْثٍ۔ واحد۔ وہ گوبر جو جانور کی آنتوں کے اندر ہو اس کی جمع فُرُوْثٌ ہے
= سَائِغًا۔ خوشگوار سَوْغٌ سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ کھانے پینے کی چیز کا حلق سے نیچے اتر جانا۔ سَائِغًا۔ مزے سے حلق سے نیچے اتر جانے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا ......
گوبر اور خون کی مابین حالت میں جو (اجزائے خوراک) ان کے شکموں میں ہوتے ہیں ان میں سے خالص اور خوشگوار دودھ (پیدا کر کے) ہم تم کو پلاتے ہیں۔
۱۶: ۶۷ = وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام ہے ونُسْقِيْكُمْ مِّنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ ...... یا تَتَّخِذُوْنَ سے متعلق ہے اس صورت میں مِنْهُ کا تکرار تاکید کے لئے ہے۔
پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔ تم بناتے ہو اس سے میٹھا رس۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے میٹھا رس

بناتے ہو۔ ای تتخذون من ثمرات النخیل والاعناب سکرًا......

= سَكَرًا۔ لغت میں شراب کو کہتے ہیں جس چیز سے نشہ ہو۔ نبیذ۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک سکر سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھا رس ہے۔ السکر العصیر الحلو۔ سکر بمعنی میٹھا رس۔

الاتقان جلداول (نوع ۳۸) میں آیا ہے: ابن مردویہ نے عوفی کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سکر حبشہ کی زبان میں سرکہ کو کہتے ہیں۔

۱۶:۶۸ = النَّحْلِ۔ اسم جنس۔ شہد کی مکھی۔ مکھیاں۔

= اِتَّخِذِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے اَخْذٌ مادہ

= یَعْرِشُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب ضرب ونصر۔ انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بناتے ہیں یا ایسی ٹٹیوں پر وہ جو بیلیں چڑھاتے ہیں۔

اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے نیز ملاحظہ ہو ۷ : ۱۳۷

= کُلِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو کھا۔ اَکَلَ یَاْکُلُ (باب نصر) اَکْلٌ مصدر۔

= اُسْلُکِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو چل سُلُوْکٌ مصدر۔ (باب نصر)

= سُبُلَ۔ سَبِیْلٌ کی جمع۔ راستے۔ راہیں۔

= ذُلُلًا۔ ذَلُوْلٌ کی جمع ہے۔ بمعنی نرم۔ مطیع۔ مسخر۔ آسان۔ ذُلٌّ سے یہ فَاسْلُکِیْ کی ضمیر کا حال ہے۔

فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ پھر بڑی تابعداری و فرماں برداری سے بے چون وچرا اپنے رب کے بتائے راستوں (شہد کی تیاری میں) چلتی رہ۔

یا یہ سُبُلَ کا حال ہے۔ یعنی راستے جو تیرے لئے آسان کر دیئے ہیں۔

۱۶:۷۰ = یَتَوَفّٰکُمْ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تَوَفِّیْ سے (باب تفعّل) وہ تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے۔

= یُرَدُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر باب نصر۔ وہ لوٹایا جاتا ہے۔

= اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ عمر کا بڑھاپا۔ جب انسان کے قویٰ مضمحل اور ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی بہت بڑی عمر تک جب جسمانی ودماغی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

= لِکَیْ میں لام عاقبت یا نتیجہ کا ہے ای نتیجۃً۔

کَیْ حرف تعلیل ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دیتا ہے لِکَیْ لَا یَعْلَمَ

= لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کا علم رکھنے کے بعد بے خبر

ہو جاتا ہے۔

۱۶: ۷۱ = فَمَا الَّذِيْنَ میں مَا نافیہ ہے۔

= رَآدِّيْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصب وجر۔ اصل میں رَآدِّيْنَ تھا۔ نَ اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ بحالتِ رفع رَآدُّوْنَ ہوگا۔ رَآدٌّ کی جمع۔ رَدٌّ (مضاعف) سے اسم فاعل۔ اصل میں رَادِدٌ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے۔ پہلے کو ساکن کرکے دوسرے میں مدغم کیا۔ رَادٌّ ہوگیا۔ رَدَّ يَرُدُّ (نَصَرَ) کے معنی ہیں۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ پس اسم فاعل رَآدٌّ کے معنی ہوئے پھیرنے والا۔ واپس کرنے والا۔

= فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ۔ پھر جن لوگوں کو رزق میں یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں (ملوک) کی طرف پھیر دیں تاکہ وہ سب اس میں (اس رزق میں) برابر ہوجائیں (برابر کے حصہ دار بن جائیں)

(جب یہ لوگ اس رزق میں جو ان کا اپنا بھی نہیں ہے۔ کسی اور کا (یعنی اللہ کا) دیا ہوا ہے اپنے غلاموں کو شریک بنانا پسند نہیں کرتے۔ تو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا اللہ ہی کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (یعنی اس کی نعمتوں کا صرف اسی کے لئے شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے بندوں اور مٹی کے خود ساختہ بتوں کو اس کا شریک وسہیم ٹھہراتے ہیں)

اس آیت کے تحت تفہیم القرآن میں تفصیلی نوٹ ملاحظہ ہو۔

= يَجْحَدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب جَحْدٌ و جُحُوْدٌ مصدر باب فتح ۔ وہ انکار کرتے ہیں

۱۶: ۷۲ = اَزْوَاجًا ۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجٌ کی جمع ہے۔ یہاں بیویاں مراد ہیں۔

= حَفَدَةً ۔ حَافِدٌ کی جمع ہے۔ حَفْدٌ سے اسم فاعل حَفَدَ يَحْفِدُ (باب ضَرَبَ) خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونا۔ یہاں اس سے مراد پوتے ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ سچی ہوتی ہے۔

بنو سعد العشیرہ کی لغت میں حفدۃ نواسوں کو کہتے ہیں۔ اور لفظی معنی کے لحاظ سے ہر وہ شخص خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ جو دوڑتے ہوئے خدمت میں حاضر ہو حَافِد کہلاتا ہے۔

= بَاطِلٌ ۔ حق کے مقابلہ میں ۔ اس سے مراد جھوٹے خدا معبودانِ باطل بھی ہوسکتا ہے۔

= وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۔ میں هُمْ ضمیر کو تاکید اور زور کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ تو مضمون اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتا تھا۔

۱۶: ۷۳ = لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَالٌ) وہ طاقت نہیں رکھتے ۔ وہ استطاعت نہیں رکھتے ۔ وہ قدرت نہیں رکھتے ۔

۱۶: ۷۴ = فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۔ اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔

ضرب المثل کا معنی ہے ایک حال کو دوسرے حال سے تشبیہ دینا ۔ تشبیہ حال بحال یہاں منع کیا جارہا ہے کہ اُس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی ذات فہم انسانی سے ماوراء ہے اور ہر اعتبار سے غیر محدود اور ہر حدود نہایت سے برتر ہے اس لئے اس کی مثال دی ہی نہیں جاسکتی اور نہ ہی اس کی کوئی شبیہ ہو سکتی ہے۔

۱۶: ۷۵ = مَمْلُوْكًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ مِلْكٌ مادہ (باب ضرب) وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو۔ یعنی غلام ۔

= مَنْ اسم ہے اور بطور موصوف استعمال ہوا ہے اور عَبْدًا کی مطابقت میں نکرہ آیا ہے کَاَنَّهٗ قِيْلَ وَحُرًّا رَزَقْنَاهُ (عبدا کے مقابلہ میں حرًّا) یعنی اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے ایک عبد مملوک کی اور ایک آزاد شخص کی جسے خدا نے رزق حسن عطا کر رکھا ہے

= هَلْ يَسْتَوُوْنَ ۔ میں استفہام انکاری ہے ۔کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں ؟ یعنی یہ برابر نہیں ہو سکتے یہاں صیغہ تثنیہ کی بجائے جمع کا آیا ہے کیونکہ مقصود یہاں محض دو فرد ہی نہیں بلکہ اس قبیل کے کل اشخاص ہیں جو متضاد صفات کے مالک ہیں۔ یہ دونوں قسم کے اشخاص ایک جیسے نہیں ہو سکتے ۔

= اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ اس مثال کے بعد یہی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں ۔ اس پر فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ اس قدر تو سمجھ ہے کہ دونوں برابر نہیں۔ مگر اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں ـــــ تفسیر حقانی ۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:

سوال اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے درمیان ایک لطیف خلا ہے جسے پُر کرنے کے لئے خود لفظ الحمد للہ ہی میں بلیغ اشارہ موجود ہے ۔ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ سوال سن کر مشرکین کے لئے اس کا یہ جواب دینا تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ دونوں برابر ہیں لامحالہ اس کے جواب میں کسی نے صاف صاف اقرار کیا ہوگا کہ واقعی دونوں برابر نہیں ہیں۔ اور کسی نے اس اندیشے سے خاموشی اختیار کرلی ہوگی ۔ کہ اقراری جواب دینے کی صورت میں اس کے منطقی نتیجے کا بھی اقرار کرنا ہوگا اور اس سے خود بخود ان کے شرک کا ابطال ہو جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا جواب پاکر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اقرار کرنے والوں کے اقرار پر بھی الحمد للہ اور خاموش رہ جانیوالوں کی خاموشی پر

بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہونے کہ خدا کا شکر ہے اتنی بات تو تمہاری سمجھ میں آگئی دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ خاموش ہوگئے ؟ الحمد للہ اپنی ساری ہٹ دھرمی کے باوجود دونوں کو برابر کہہ دینے کی ہمت تم بھی نہ کر سکے۔ مگر اکثر لوگ (اس سیدھی بات کو) نہیں جانتے۔

١٦: ٧٦ = اَبْكَمُ۔ مادرزاد گونگا۔ بَكَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع بُكْمٌ ہے صُمٌّ بُكْمٌ (٢: ١٨) یہ بہرے اور گونگے ہیں۔

= كَلٌّ۔ واحد و جمع۔ گراں بار۔ اہل و عیال۔ یتیم۔ بے والد یا بے اولاد آدمی۔ چھری یا تلوار کی پشت۔ بے فیض آدمی۔ سب پر بار۔

كَلَّ يَكِلُّ (ضرب) كَلًّا وكِلَّةً۔ كَلَالًا وكَلَالَةً۔ تھکنا۔ کمزور ہونا۔ صرف دور کے رشتہ دار رکھنے والا۔ بے اولاد و بے والد کے ہونا۔ تلوار کا کند ہونا۔

كَلَالَةٌ۔ وہ آدمی جس کے مرنے پر نہ اس کی اولاد نہ اس کا ماں باپ ہو جو اس کا وارث بن سکے

كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ جو اپنے مالک پر بوجھ ہو۔

= يُوَجِّهْهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَجَّهَ يُوَجِّهُ تَوْجِيْهٌ (باب تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کو بھیجتا ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ۔ وہ اس کو جہاں بھی بھیجتا ہے۔

= لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ۔ وہ درست کرکے نہیں لاتا۔

= وَهُوَ۔ ای وَهُوَ فی نفسہٖ۔ اور وہ خود بھی۔

١٦: ٧٧ اَمْرُ السَّاعَةِ۔ یعنی قیامت برپا ہونے کا معاملہ۔

= لَمْحِ۔ اسم مصدر۔ پلک جھپکنا۔ لَمَحَ الْبَرْقُ۔ بجلی چمکی۔ یا جھپکی۔

١٦: ٧٩ = مُسَخَّرٰتٍ۔ اسم مفعول جمع مؤنث مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر (تفعیل) مصدر تابع۔ فرمانبردار بنائے گئے۔ مُطیع۔

= جَوِّ۔ فضا۔ ہوا۔ اس کی جمع جِوَاءٌ اور اَجْوَاءٌ ہے۔

= يُمْسِكُهُنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔

اِمْسَاكٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ روکنا۔ تھامے رکھنا۔ امساک کے اصل معنی کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا۔

١٦: ٨٠ = سَكَنًا۔ فعل بمعنی مفعول۔ ای موضعًا تسکنون فیہ وقت اقامتکم۔ وہ جگہ جہاں تم بوقت اقامت تسکین پاتے ہو۔

= بُيُوتًا۔ مفعول بَيْتٌ کی جمع۔ یہاں گھر سے مراد چمڑے کے بنے ہوئے خیمے جو مسافری کے دوران گھر کا کام دیتے ہیں۔
= تَسْتَخِفُّوْنَهَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (اس کا مرجع بُيُوْتًا ہے تم اسے ہلکا پاتے ہو۔ اِسْتِخْفَافٌ (استفعال) مصدر جس کا مطلب ہلکا سمجھنا۔ "الخفیف" "الثقیل" کے مقابلہ میں ہے۔
= ظَعْنِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سفر۔ ظَعْنٌ مصدر۔
= وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اس کا عطف وَمِنْ جُلُوْدِ پر ہے اور ھَا ضمیر کا مرجع الْاَنْعَام ہے۔
= اَصْوَافِهَا۔ ان کی اُون۔ صُوْفٌ کی جمع ہے۔ بھیڑوں کی اُون
= اَوْبَارِهَا۔ ان کی اُون۔ وَبْرٌ کی جمع اونٹ کی اون کو وَبْر کہتے ہیں۔
= اَشْعَارِهَا۔ ان کے بال۔ شَعْرٌ کی جمع۔ بکری کے بال۔
ھَا ضمیر کا مرجع جیسا کہ اوپر بیان ہوا الانعام ہے جس میں بھیڑیں بکریاں اونٹ سب شامل ہیں
= اَثَاثًا۔ اثاثہ۔ گھر کا سامان۔ مال و اسباب۔ اَثٌّ سے مشتق ہے اَثَّ يَؤُثُّ (نصر) بمعنی زیادہ یا گنجان ہونا۔ پھر یہ لفظ اثاث ہر قسم کے فراوان مال پر بولا جانے لگا۔ مَتَاعٌ کی طرح اس کا بھی واحد نہیں آتا۔ اس کی جمع اِثَاثٌ (بکسر ہمزہ) ہے قرآن مجید میں ہے هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا (١٩: ٧٤) وہ ساز و سامان میں زیادہ تھے اور خوش منظر بھی۔
= اِلٰى حِيْنٍ۔ مدت تک۔ مدت العمر۔ الیٰ ان تموتوا۔ تمہاری موت تک
١٦: ٨١ ظِلٰلًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ ظِلٌّ کی جمع۔ سائے۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (٧٧: ٤١) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے
= اَكْنَانًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے اَكْنَانٌ جمع ہے اس کی واحد كِنٌّ ہے چھپنے کی جگہ، حفاظت کی جگہ۔ كَنَّ يَكُنُّ (نصر) كَنٌّ كُنُوْنٌ وَاَكَنَّ گھر میں چھپانا۔ دھوپ سے بچانا۔ اَلْكِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے كَنَنْتُ الشَّيْئَ كَنًّا۔ میں نے چیز کو كِنّ میں محفوظ کر دیا كَنَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھر یا کپڑے وغیرہ میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (٥٢: ٢٤) جیسے چھپائے ہوئے موتی۔
آیہ ہذا: وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں (پناہ گاہیں) بنائیں۔

= سَرَابِيلَ - سِرْبَالٌ کی جمع - کرتے - قمیص، پیراہن - پوشاک -
دوسری دفعہ سرابیل سے مراد زرہ بکتر لی گئی ہے - وہ بھی ایک قسم کا پیراہن ہی ہے -
= تَقِيكُمْ - مضارع واحد مؤنث غائب - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وہ تمہیں بچاتی ہے
وَقَى يَقِيْ (ضرب - لفیف مفروق) وِقَايَةٌ بچانا، نگاہ رکھنا -
= بَأْسَكُمْ - تمہاری لڑائی میں - مضاف مضاف الیہ -
= تُسْلِمُوْنَ - تم فرماں بردار رہو - تم اطاعت کرتے رہو - اِسْلَامٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر -
۱۶:۸۲ = فَاِنْ تَوَلَّوْا - اگر یہ روگردانی کرتے رہیں -
۱۶:۸۳ = يُنْكِرُوْنَهَا - مضارع جمع مذکر غائب - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے اِنْكَارٌ (اِفْعَالٌ) سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں -
۱۶:۸۴ = يَوْمَ - کا نصب محذوف عبارت کی وجہ سے ہے - ای اذکر یوم ...
= نَبْعَثُ - مضارع جمع متکلم بَعْثٌ مصدر (باب فتح) ہم کھڑا کریں گے - ہم قائم کریں گے
= لَا يُؤْذَنُ - مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اجازت نہیں دی جائیگی (عذر و معذرت پیش کرنے کی)
= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ - مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اَلْعَتْبُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں - جو وہاں اترنے والے کے لئے ناسازگار ہو - پھر استعارہ کے طور پر عَتْبٌ کے معنی ناراضگی سختی - خفگی کے آجاتے ہیں - عَتَبَ يَعْتُبُ (نصر) عتب يَعْتِبُ (ضرب) عَتْبٌ خفگی کرنا - ناراض ہونا - غصہ ہونا - اِعْتَابٌ (باب افعال) میں سلب ماخذ کی خصوصیت کی وجہ سے معنی ہونگے عتاب کو دور کرنا - ناراضگی - غصہ - خفگی کو دور کرنا - باب استفعال میں طلب ماخذ کی خصوصیت ہے جیسے اِسْتَغْفَرَ زَيْدٌ (زید نے مغفرت مانگی - لہذا استعتاب کا مطلب ہوا - طلب عتاب یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب - یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ تیری ناراضگی کو دور کردے اور تجھے رضامند بنالے -
باب افعال (ثلاثی مزید فیہ) سے باب استفعال بنانا غیر قیاسی ہے کیونکہ قیاسًا باب استفعال ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے -
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ہی ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کیجائے گی) اور نہ ہی ان سے توبہ لیجائے گی ! نیز ملاحظہ ہو لغات القرآن - ندوۃ المصنفین اور نیز اضواء البیان جلد سوم

تفسیر آیۃ ہذا۔

۱۶: ۸۵ = وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (یعنی کافر) دیکھ لیں گے عذاب کو۔

مطلب یہ ہے کہ جب وہ عذاب ان پر آپڑے گا (تو نہ اس میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ چاہے وہ کتنا ہی روئیں بیٹیں یا چلاّئیں۔

۱۶: ۸۶ = شُرَكَآءَهُمْ۔ اور شُرَكَآؤُنَا میں شریکوں سے مراد وہی دیوی دیوتا اور معبودانِ باطل ہیں جنہیں وہ شریکِ خدائی سمجھتے تھے۔

= كُنَّا نَدْعُوْا۔ ماضی استمراری جمع متکلم، ہم پکارا کرتے تھے ہم عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَلْقَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (باب افعال) سے۔ انہوں نے ڈالا۔ انہوں نے پھینکا۔ اِلْقَاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ جیسے قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ ۔(۷: ۱۱۵-۱۱۶) جادوگروں نے کہا اے موسٰی یا تو تم (پہلے) ڈالو۔ ورنہ ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہوجاتے ہیں۔ موسٰی (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ہی ڈالو! پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔

اَلْقٰى قَوْلًا اِلٰى ...... کسی سے کلام کرنا۔ وَاَلْقٰى مَوَدَّةً اِلٰى۔ کسی سے دوستی یا محبت بڑھانا جیسے تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (۶۰: ۱) تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ وَاَلْقٰى سلمًا الی... عاجزی پیش کرنا۔ جیسے وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ (۱۶: ۸۷) اور وہ اس دن خدا کے حضور عاجزی پیش کر دیں گے۔ اس کے سامنے سرنگوں ہوجائیں گے اس کے سامنے صلح واطاعت کی طرح ڈال دیں گے۔

اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ اور اِلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین اشرکوا ہے۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ معبودانِ باطل مشرکین سے کہیں گے۔ یقینًا تم جھوٹ بول رہے ہو۔

۱۶: ۸۷ = اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔ نیز اوپر ۱۶: ۸۶۔ ملاحظہ ہو۔

= ضَلَّ۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضَلَالٌ و ضَلَالَةٌ مصدر۔ گمراہ ہونا۔ بھٹک جانا راہِ حق سے۔ مرکر مٹی میں گل سڑ جانا۔ (کوشش کا) برباد جانا۔ راستے سے بہک جانا۔ فراموش کرنا۔ ضائع کرنا۔ ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہوجانا

ضَالَّۃٌج ضَوَالٌّ - گم شدہ چیز جس کی تلاش کی جائے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فھو احق بھا حیث وجدھا۔

ضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۔ اور جو افترار پردازی وہ کیا کرتے تھے وہ سب کافور ہوجائے گی۔ یعنی اپنے معبودانِ باطلہ سے جو امیدیں انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

۱۶: ۸۸ = صَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے روکا۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ مصدر انہوں نے (دوسروں کو) روکا۔

۱۶: ۸۹ = یَوْمَ ۔ اس کا نصب فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ای اذکر یوم یاد کرو وہ دن۔

= تِبْیَانًا۔ بان یبین (ضرب) کا مصدر ہے ۔ بیان۔ وضاحت۔

۱۶: ۹۰ = اِیْتَآئِ ۔ دینا۔ عطا کرنا۔ اِیْتَآءٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے اس کا استعمال قرآن مجید میں بیشتر صدقہ دینے کے بارہ میں ہوا ہے۔ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اہل قرابت کو دینا۔ اسی آیت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ھذہ اجمع اٰیۃٍ فی القراٰن لخیر یتمثل ولشر یجتنب ۔ یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے اس میں ہر وہ اچھی چیز جس پر عمل کرنا ضروری ہے مذکور ہے۔ اسی طرح ہر وہ بری چیز جس سے اجتناب ضروری ہے موجود ہے۔

۱۶: ۹۱ = لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اَیْمَانٌ ۔ یَمِیْنٌ کی جمع۔ قسموں کو مت توڑو۔ نَقَضَ یَنْقُضُ (نصر) توڑنا۔ اصل میں نَقْضٌ کے معنی ہیں عمارت۔ رسی یا ہار کی گرہ کھولنا۔ پراگندہ کرنا۔ عمارت کو مسمار کرنا۔

= کَفِیْلًا ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ ایفاء عہد کے لئے گواہ۔ مذکر مؤنث واحد جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی جمع کفلاء آئی ہے۔

۱۶: ۹۲ = نَقَضَتْ غَزْلَھَا ۔ نَقَضَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس عورت نے توڑ ڈالا۔ بل کھول دیئے۔

غَزْلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ غَزْلٌ کاتا ہوا دھاگہ۔

غَزَلَ یَغْزِلُ (ضرب) غَزْلٌ (روئی یا اون کا تنا۔ اَغْزَلَ عورت کا چرخہ کاتنا اور باب سمع سے غَزِلَ یَغْزَلُ وتَغَزُّلٌ ۔ عورتوں سے محبت جتانا۔ ان کے حسن وجمال کی تعریف کرنا۔ اسی سے غَزَل عشقیہ کلام ہے۔

= اَنْکَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے نِکْثٌ کی جمع جس کے معنی سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے۔

نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْکَاثًا۔ اس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کاتنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اَنْکَاثًا غَزْلَ کا حال ہے۔

مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لے کر سوت کاتا کرتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی۔ اس کا نام ریطہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) بعض نے دیگر مختلف نام دیئے ہیں۔

= دَخَلًا۔ بہانہ۔ دغا۔ فساد۔ دَخِلَ یَدْخَلُ (سمع) کا مصدر ہے۔ الدخل ما یدخل فی الشی ولم یکن منہ۔ الدخل۔ وہ ہے کہ جو کسی شے میں داخل ہو لیکن اس میں سے نہ ہو۔ یا الدخل مایدخل فی الشی علی سبیل الفساد۔ الدخل وہ ہے جو فساد کے واسطے کسی شے میں داخل ہو۔ ایک چیز کو دوسری میں فساد کے لئے ملانا دَغَل ہے۔ کل شیٔ لم یصح فھو دخل و دخیل بمعنی المفسد والداخل ضد الخارج (جو چیز درست نہ ہو وہ دغل ہے) دخل بمعنی دغل ہے۔ ادغل فی۔ کسی کام میں غیر متعلق چیز کو داخل کرکے اسے خراب کردینا۔ دخلًا بینکم۔ باہمی فساد و خیانت و دغابازی۔

دَخَلَ یَدْخُلُ (نصر) دُخُوْلٌ اندر داخل ہونا۔

تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ۔ یہ لَا تَکُوْنُوْا کی ضمیر کا حال ہے امام رازی کے نزدیک یہ جملہ مستانفہ ہے اور استفہامیہ ہے۔ ای أتتخذون اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ کیا تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ بازی کا ذریعہ بناتے ہو؟

= اَرْبٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے رَبَا یَرْبُوْا۔ (نصر) رِبَاءٌ و رُبُوٌّ سے جس کے معنی بڑھنے اور چڑھنے کے ہیں۔ الرِّبٰو۔ سود۔ بیاج۔ زیادتی۔ اَرْبٰی تعداد میں اور مال و دولت میں بڑھ چڑھ کر ہونا۔

= اَنْ تَکُوْنَ اُمَّةٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) کَانَ (تَکُوْنُ) تامہ ہے اور ھِیَ مِنْ اُمَّةٍ۔ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ۔ تَکُوْنَ کا فاعل ہے۔ اس اعتبار سے معنی ہوں گے: کہ ایک قوم ایسی ہو جائے کہ جو دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو۔

(۲) کَانَ یَکُوْنُ فعل ناقص ہے اور ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ اس کی خبر ہے۔ گویا آیۃ کی تقدیر

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اُمَّةٌ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ۔ تکرار کے سقم کو دور کرنے کے لئے اسم ظاہر اُمَّةٌ کی بجائے ھِیَ ضمیر لائی گئی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہوجائے۔

زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر قبائل ایک قوم سے معاہدہ کر لیتے پھر جب دیکھتے کہ دوسری قوم قوی ہے تو اس سے معاملہ کر لیا۔ اور پچھلے معاہدہ کو توڑ دیا۔ اس سے مسلمانوں کو منع کیا جارہا ہے اور ایفائے عہد پر زور دیا گیا ہے۔

= یَبْلُوْكُمْ۔ یَبْلُوْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب نصر) بَلَاءٌ مصدر۔ وہ آزمائش کرتا ہے۔ وہ آزماتا ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ (اللہ) تم کو آزماتا ہے۔

= بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع یا تو فقرہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ہے یعنی کسی گروہ کی افزائش قوت وثروت۔ یا یہ راجع ہے اس امر و نہی کی طرف جس سے خبردار کیا جا رہا ہے۔

= لَیُبَیِّنَنَّ۔ لام تاکید کے لئے۔ مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب تَبْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ ضرور ہی کھول کر بیان کرے گا۔

۱۶: ۹۴ = وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں فریب دہی کا ذریعہ مت بناؤ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۹۲

= فَتَزِلَّ قَدَمٌ۔ فَ تعلیل کا ہے بمعنی ورنہ۔ نتیجۃً ایسا نہ ہو۔ تَزِلَّ مضارع واحد مؤنث غائب زَلَّ یَزِلُّ (ضرب) زَلٌّ سے۔ اَلزَّلَّةُ کے اصل معنی ہیں بلا قصد قدم پھسل جانا۔ اس لئے جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اس کو بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔

باب استفعال سے کسی کو پھسلانے کا ارادہ کرنا۔ مثلاً اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ (۳: ۱۵۵) انہیں شیطان نے پھسلا دیا۔ یعنی شیطان انہیں آہستہ آہستہ پھسلانے کی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ پھسل گئے۔ اسی معنی سے تزلزل بمعنی اضطراب کے ہیں اور اس میں تکرارِ حروف تکرارِ معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مضارع کا نصب جوابِ نہی ہونے کی وجہ سے ہے فَتَزِلَّ قَدَمٌ یعنی (تم اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ مت بناؤ) ورنہ (تمہارا یا کسی کا یا لوگوں کا) قدم (جادۂ حق سے) پھسل جائیگا (یا کہیں ایسا نہ ہو کہ قدم راہ مستقیم سے پھسل جائے۔

= بَعْدَ ثُبُوْتِهَا۔ اس کے جم جانے کے بعد (یعنی اچھے بھلے ہدایت یافتہ قدم ڈگمگا جائیں

= تَذُوْقُوْا۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (نصر) ذَوْقٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ عامل (جواب نہی) گر گیا۔ تمہیں چکھنا پڑے۔ تمہیں بھگتنا پڑے۔ یا تمہیں چکھنا پڑے گا۔ بھگتنا پڑے گا۔
= السُّوْٓءَ۔ عذاب۔ بُرا نتیجہ۔ یہاں دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں تک عذاب آخرت کا تعلق ہے تو آیۃ کے آخر میں ہے وَلَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

= بِمَا۔ بسبب۔ بوجہ
= صَدَدْتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ صَدٌّ مصدر۔ (باب نصر) تم نے روکا۔ تم مانع ہوئے (بوجہ عہد شکنی کے)
۱۶: ۹۵ = لَا تَشْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت خریدو۔ تم مت مول لو۔ اِشْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔
= اِنَّمَا۔ ای اِنَّ مَا۔ بیشک۔ تحقیق۔ (جو بطور ثواب آخرت اللہ کے پاس ہے)
اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے۔ حروف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ لیکن جب اِنَّ کے بعد مَا کافہ آجائے تو اِنَّ عمل نہیں کرتا۔ اور کلمہ حصر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (۹: ۲۸) مشرکین تو پلید ہیں یعنی نجاستِ تامہ تو مشرکین کے ساتھ مختص ہے۔
۱۶: ۹۶ = یَنْفَدُ۔ نَفِدَ یَنْفَدُ (باب سمع) نَفَادٌ سے واحد مذکر غائب۔ ختم ہوجائے گا۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ (۱۸: ۱۰۹)
آپ کہہ دیجئے کہ اگر (سارے کے سارے) سمندر روشنائی ہوجائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہوجائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوسکیں گی۔
= بَاقٍ۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ ناقص یائی سے ہے۔ اصل میں بَاقِیٌ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب یَ اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے تو یَ اجتماع ساکنین سے گر گئی بَاقٍ ہوگیا۔ بَقَاءٌ مصدر۔ باب سمع سے آتا ہے بَقِیَ یَبْقٰی بَقَاءٌ کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر قائم رہنا۔ یہ فَنَاءٌ کی ضد ہے۔
= لَنَجْزِیَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ ہم ضرور بالضرور اجر دیں گے۔
= اَحْسَنِ۔ اسم التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔
اَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جو عمل وہ کیا کرتے تھے ان میں سے کا سب سے اچھا۔

یعنی ہم صبر کرنے والوں کو ان کے کئے کا جو بہترین عمل ہوگا اس کے مطابق اجر دیں گے۔
صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔
بالفاظِ دیگر جس شخص نے دنیا میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی نیکیاں کی ہوں گی اُسے وہ اونچا مرتبہ دیا جائے گا جس کا وہ اپنی بڑی نیکی کے لحاظ سے مستحق ہوگا۔

۱۶ : ۹۷ = لَنُحْیِیَنَّهٗ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فعل عَمِلَ کا فاعل ہے۔ یعنی نیک صالح عمل کرنے والا۔ ہم اس کو ضرور بالضرور زندگی بخشیں گے۔
= حَیٰوۃً طَیِّبَۃً۔ پاکیزہ زندگی۔ اسی دنیا میں کہ اس میں رزق حلال حاصل ہو۔ قناعت ہو اطمینان و تسکین ہو رضائے الٰہی حاصل ہو۔ یا عالم برزخ کی زندگی کہ اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہو اس کی برزخ کی زندگی باغات جنت سے ایک باغ بن جائے یا اخروی زندگی ـــــ کہ وہاں نہ موت کا ڈر نہ نعمتوں کے ختم ہو جانے کا خدشہ۔ جہاں صحت بلا سقم۔ سعادت بلا شقاوت حاصل ہوگی۔

۱۶ : ۹۸ = اِسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ اِسْتِعَاذَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مصدر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر کہو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
= الرَّجِیْمِ۔ الرِّجَامُ۔ پتھر۔ اسی سے الرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنا کے ہیں جس کو سنگسار کیا گیا ہو اسے مَرْجُوْم کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ (۲۶ : ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔

پھر استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سبّ و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَیْبِ (۱۸ : ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکّے چلاتے ہیں۔

شیطان کو رجیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ملأ اعلیٰ کے مراتب سے راندہ ہوا ہے۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (۳۸ : ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندۂ درگاہ ہے۔

۱۶ : ۹۹ = سُلْطٰنٌ۔ تسلّط۔ استیلاء۔ زور۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ مثلاً فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (۱۴ : ۱۰) کوئی کھلی دلیل لاؤ۔ یعنی واضح دلیل اور حجت قائم کرو۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۵۵ : ۳۳) اور سوائے کسی سند یا اجازت نامہ کے تم نہیں نکل سکتے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ تمام قرآن میں سلطان بمعنی حجت کے آیا ہے۔

۱۶ : ۱۰۰ = یَتَوَلَّوْنَهٗ۔ وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّیْطٰن ہے

= بہٖ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) ب تعدیہ کے لئے ہے اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ای داخل فی ربہم۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک بنانے والے ہیں۔
(۲) ضمیر ہٖ کا مرجع شیطان ہے اور بہٖ۔ من اجلہ کا مرادف ہے یعنی اس کے سبب سے۔ ترجمہ ہوگا اور جو شیطان کے ورغلانے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔
۱۶: ۱۰۱ = اَعْلَمُ۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔
= یُنَزِّلُ۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ اتارتا ہے۔ وہ نازل کرتا ہے۔
= مُفْتَرٍ۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اپنی طرف سے گھڑ کر بات بنانے والا۔ اصل میں مُفْتَرِیٌ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا اس کو ساکن کیا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوگئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی مُفْتَرٍ بن گیا۔ اس کا مادہ فَرْیٌ ہے۔ اَلْفَرْیُ کے معنی چمڑے کو سینے اور مرمت کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں اور اِفْرَاءٌ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔
فَرَی یَفْرِیْ (ضرب) فَرْیًا علیٰ کسی کے خلاف بہتان باندھنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ باب افتعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ باب سمع سے بمعنی حیران ہونا۔
باب افتعال سے قرآن حکیم میں ہے اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ (۴: ۵۰) دیکھ یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں۔
اور لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا (۱۹: ۲۷) یہ تو نے عجیب حرکت کی ہے (یہاں بمعنی ...)
اس میں بعض نے کہا ہے کہ فَرِیًّا کے معنی عظیم بات کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ عجیب بات کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی من گھڑت اور بنائی ہوئی بات کے ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے یہ تمام اقوال ایک ہی ہیں۔
= وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ اس آیت میں جملہ معترضہ ہے۔
۱۶: ۱۰۲ = نَزَّلَہٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔
= رُوْحُ الْقُدُسِ۔ سے مراد حضرت جبرئیل ؑ ہیں۔
= لِیُثَبِّتَ۔ میں لام تعلیل کے لئے ہے تاکہ۔ یثبت مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

تاکہ ثابت قدم رکھے۔

۱۶: ۱۰۳ = اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں دوسرا مفعول یعنی القرآن محذوف ہے ای انما یعلمہ القرآنُ بشرٌ۔ اس کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) یہ قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ اس کا اشارہ ایک نومسلم رومی نصرانی غلام کی طرف ہے جو انجیل وغیرہ سے واقف تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں خوب توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتا تھا۔ تو آپ بھی کبھی کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے تھے۔

= یُلْحِدُوْنَ ۔ اَلْحَدَ یُلْحِدُ اِلْحَادٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر غائب مضارع معروف۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب میں بنایا جاتا ہے۔ پھر اصل سے ہٹ کر ایک طرف پھرنے کو بھی الحاد کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْحَدَ فُلَانٌ عَنِ الدِّیْنِ۔ فلاں دین سے پھر گیا اسی سے مُلحد دین سے پھرا ہوا کافر ہے۔ اور اَلْحَدَ السَّھْمُ عَنِ الْھَدَفِ۔ تیر نشانہ کے ایک پہلو میں جا لگا۔ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ (حقیقت سے ہٹ کر) جس کی طرف وہ مائل تھے۔ یا جس کی طرف ان کا اشارہ تھا۔

= اَعْجَمِیٌّ ۔ اَلْعُجْمَۃُ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں۔ یہ اَلْاِبَانَۃُ کی ضد ہے جس کے معنی واضح اور بیان کر دینا کے ہیں۔ اَلْعَجَمُ غیر عرب کو کہتے ہیں اور اَلْعَجَمِیُّ اس کی طرف منسوب شے کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْجَمُ وہ آدمی جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عربی لوگ عجمی کی گفتگو بہت کم سمجھتے تھے۔ اور اَلْاَعْجَمِیُّ۔ اَلْاَعْجَمُ کی طرف منسوب کی گئی شے۔

لِسَانٌ اَعْجَمِیٌّ ۔ وہ زبان جو ایک اعجم کی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی جو فصیح و مبین زبان نہ بول سکتا ہو۔

= مُبِیْنٌ اسم فاعل واحد مذکر کھول کھول کر فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والا۔ ایسی زبان جو بات کو فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والی ہو۔

۱۶: ۱۰۵ = یَفْتَرِیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ بہتان باندھتا ہے۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۱۰۱

آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ حقیقۃً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں (اِنَّمَا کے حصر کے ساتھ کذب کا ارتکاب آیاتِ قرآنی پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے مخصوص ہو گیا) فی ھذہ الاٰیۃ دلالۃ قویۃ علی ان الکذب من اکبر الکبائر و افحش الفواحش والدلیل علیہ ان کلمۃ انما للحصر والمعنی ان الکذب والفریۃ لا یقدم علیھما الا من کان غیر مؤمن بایٰت اللہ تعالیٰ والا من کان کافرا ھذا

تھدید فی النھایة۔

اس آیت میں اس امر کی قوی دلیل ہے کہ کذب بدترین گناہ اور بدترین فحش ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّمَا کلمہ حصر کا ہے یعنی کذب اور افتراء کے ارتکاب کی جرأت ماسوائے خدا تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہ رکھنے والے اور کافر کے کوئی نہیں کرتا اور یہ نہایت سخت تنبیہ ہے۔

= اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو لا کر کذب کا فعل منکرینِ آیاتِ ربانی پر مختص کر دیا۔ پس یہی لوگ ہیں جو (پورے کے پورے) جھوٹے ہیں۔

۱۶: ۱۰۶ = مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ ۔ مبتدا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ۔ خبر (محذوف)

جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے انکار کیا (یعنی اس کی وحدانیت سے اس کے رسول سے قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے سے اور عقیدۂ حشر سے) اس پر غضبِ الٰہی ہوگا۔

= اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ ۔ مستثنیٰ ہے ماسوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا۔

اُكْرِهَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس پر زبردستی کی گئی۔ اِكْرَاهٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ۔ درآں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ یہ جملہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کا حال ہے۔

= شَرَحَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے دل کھولا۔ شَرْحٌ کے معنی گوشت وغیرہ کے پھیلنے کے ہیں۔ صَدْرًا بمعنی صَدْرَهٗ ہے۔ ای من شرح صدرہ بکفرہٖ جس کا سینہ کفر کے ساتھ کھل جائے یعنی وہ اس کفر سے خوشی محسوس کرے۔ صَدْرًا بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے منصوب ہے مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ۔ مبتداء اور فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ خبر ہے۔ اور اگر مَنْ شرطیہ ہے تو پہلا جملہ شرط اور دوسرا جملہ جوابِ شرط ہوگا۔

۱۶: ۱۰۷ = اِسْتَحَبُّوْا ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ انہوں نے عزیز رکھا۔ انہوں نے پسند کیا۔

۱۶: ۱۰۸ = طَبَعَ عَلٰى ۔ مہر لگانا۔ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔ یعنی وہ نیکی کی توفیق سے محروم ہو گیا۔

= الْغٰفِلُوْنَ ۔ الکاملون فی الغفلة۔ نتائج وعواقب سے غفلت۔ غفلت کی انتہا ہے۔

۱۶: ۱۰۹ = لَا جَرَمَ ۔ یقینًا۔ حقًا۔ اصل میں اس کا معنی لامحالہ تھا۔ پھر توسیعِ استعمال کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۶۲)

= ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کو دو بارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور گھاٹے اور ٹوٹے کو خصوصی طور پر ان اشخاص کے لئے مخصوص کرنے کے لئے جن کا ذکر آیۂ بالا نمبر ۱۰۸ میں آیا ہے۔
یقینی طور پر بالکل یہی لوگ آخرت میں گھاٹا پانیوالے ہونگے!

۱۶: ۱۱۰ = ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ یہ دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ غافلون خاسرون کا حال بلحاظ مرتبت ان اصحاب سے کتنا بعید ہے جن کا آیہ ہذا میں ذکر ہے۔ ان کے لئے غضب الٰہی وخسران اور ان کے لئے مغفرت ورحمت رب تعالیٰ۔

ثُمَّ۔ پھر حرفِ عطف ہے۔ پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تاخیر خواہ باعتبار زمانہ ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یا بلحاظ وضع ونسبت ہو یا باعتبار نظام صناعی جیسے الاساس اولاً ثم البناء یعنی پہلے اساس (بنیاد) رکھی جاتی ہے پھر اس پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ جو ثُمَّ آیا ہے وہ باعتبار زمانہ تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

= مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد (یعنی کفار کے ہاتھوں مصائب وآلام میں ڈالے جانے کے بعد۔ جیسے حضرت عمار بن یاسر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو اسلام سے مرتد کرنے کے [illegible] روح فرسا تکالیف دی گئی تھیں۔

= [illegible] بَعْدِ [illegible] ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مذکورات بالا۔ یعنی آزمائش میں پڑنے اور ہجرت اور جہاد اور صبر کی طرف راجع ہے۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:

یہاں یہ سوال [illegible] کہ یہ سورت تو مکی ہے اس میں ہجرت اور جہاد کا ذکر کیسا۔ لیکن اول تو ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ آیت مدنی ہے (اور مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کی آمیزش کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں) اور ہجرت سے مراد ہجرت حبشہ بھی ہو سکتی ہے اور جہاد اپنے لغوی معنٰی میں (یعنی جدوجہد) پھر ان کے علاوہ صیغہ ماضی سے اخبار مستقبل کی مثالیں بھی قرآن میں شاذ نہیں۔

۱۶: ۱۱۱ = یَوْمَ۔ منصوب بوجہ رحیمٌ کا ظرف زمان ہونے کے ہے یعنی اس کی یہ مغفرت ورحمت اس روز ہوگی جس روز...... یا یہ اُذْكُرْ (محذوف) کا مفعول بہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ راجح ہے کیونکہ خٰسِرُوْنَ کے وقتِ سزا کے لئے فی الاٰخرۃ آیا ہے (فی الاٰخرۃ ھم الخٰسرون) اور یہاں بھی یوم سے مراد یومِ قیامت ہی ہے۔

= تَاْتِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ آئے گی۔ اِتْیَانٌ سے ضمیر فاعل كُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے

كُلُّ نَفْسٍ۔ ہر جان۔

= تُجَادِلُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے وہ جھگڑا کریگی وہ جھگڑا کرتی ہے، وہ جھگڑتی ہے۔ مُجَادَلَۃٌ باہم جھگڑنا۔ یہاں مجادلہ عذر۔ معذرت۔ اور صفائی پیش کرنے کے معنی میں ہے۔

= عَنْ نَفْسِهَا۔ اپنی ذات کے متعلق۔ پہلا نفس (كُلُّ نَفْسٍ) جان یا شخص کے مترادف ہے اور دوسرے نفس کے معنی اس جان یا شخص کی ذات ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کل نفس ہے

= تُوَفّٰى۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَوْفِيَۃٌ (تفعیل) سے ہے پورا پورا دیا جائیگا۔ پورا (بدلہ) دیا جائے گا۔

= وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ان پر (ذرا بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جملہ نفوس کے لئے ہے۔

۱۶: ۱۱۲ = مَثَلًا۔ تشبیہی قصہ۔ تمثیل۔ نصب بوجہ ضَرَبَ کے مفعول ہونے کے ہے

= قَرْيَۃً۔ اصل میں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا مَثَلَ قَرْيَۃٍ تھا۔

مَثَلَ قَرْيَۃٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مضاف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو قائم رکھا گیا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مَثَلًا کا بدل ہے مبدل منہ کی رعایت سے قَرْيَۃً منصوب ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ضَرَبَ بمعنی جَعَلَ ہے اور قریۃً اس کا مفعول اول ہے اور مثلاً مفعول ثانی ہے۔ قَرْيَۃً کو بعد میں اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے اور اس کی صفاتِ مذکورہ (كَانَتْ اٰمِنَۃً ......) کے درمیان فصل واقع نہ ہو۔

= اٰمِنَۃً۔ پُر امن۔ دل جمعی والی۔ چین والی۔ اور مُطْمَئِنَّۃً اسم فاعل واحد مؤنث۔ مگن۔ چین والی۔ ہر دو بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہیں۔

= يَاْتِيْهَا۔ اس تک آتا تھا۔ اس تک پہنچتا تھا۔ مضارع بمعنی ماضی۔ صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَۃً کی طرف راجع ہے۔

= رَغَدًا۔ بافراغت۔ وسیع۔ بکثرت۔ خوب۔ اچھی طرح۔ یہ اصل میں رَغِدَ يَرْغَدُ (سَمِعَ) سے مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے اور صفت مشبہ ہوکر مستعمل ہے نیز راغِدٌ کی جمع بھی ہے جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔

= فَكَفَرَتْ۔ پس اس نے انکار کیا۔ اس نے ناشکری کی۔ یعنی اس کے باشندوں نے۔ كُفْرٌ وَكُفْرَانٌ۔ مصدر۔

= اَنْعُم۔ نِعْمَۃٌ کی جمع۔ نعمتیں۔ احسانات۔
= فَاَذَاقَھَا۔ اس نے ان کو چکھایا (ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب بستی کی طرف راجع ہے۔ مراد اس بستی کے باشندے ہیں) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَذَاقَۃٌ وَاِذَاقَۃٌ مصدر۔ چکھانا۔ ذَوْقٌ۔ مصدر (اجوف واوی) مادہ۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (نصر) چکھنا۔
= لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔ بھوک اور خوف کا لباس۔ یعنی ایسی بھوک اور خوف کہ لباس کی طرح ان کا احاطہ کئے ہوتے تھی۔

اب اس آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن و امان اور اطمینان و دلجمی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کو (یعنی اس میں رہنے والوں کو) رزق بافراط ہر طرف سے پہنچ رہا تھا مگر اس (کے بسنے والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک اور خوف کے لیسے عذاب کا مزہ چکھایا جو کہ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوتے تھا۔ (اور یہ) بوجہ ان کارستانیوں کے تھا جو وہ کر رہے تھے۔

۱۶: ۱۱۳ = وَھُمْ ظٰلِمُوْنَ حال ہے فَاَخَذَھُمُ الْعَذَابُ سے۔ یعنی پس ان کو عذاب نے آلیا دراں حالیکہ وہ (اپنے ہی حق میں) ظلم کر رہے تھے۔

۱۶: ۱۱۵ = مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ اَلْاِھْلَالُ سے ہے اَلْھِلَالُ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے اس کی جمع اَھِلَّۃٌ ہے الاھلال کے معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی سے محاورہ ہے اَھَلَّ الصَّبِیُّ ولادت کے وقت بچے نے روتے میں آواز بلند کی۔ اور حاجیوں کے بآواز بلند لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنے کو بھی اھلال کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پکارنا۔ آواز لگانا۔ بلند آواز سے ذکر کرنا۔ نامزد کرنا۔ کسی چیز کو شہرت دینا سب کے معنی میں مستعمل ہے۔

اُھِلَّ۔ اِھْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس جملہ میں مَا اسم موصول ہے اور بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے۔ مَا اُھِلَّ بِہٖ جس کا نام لے کر آواز بلند کی گئی۔ جس کا نام پکارا گیا۔ یعنی ذبح کرتے وقت جس کا نام لیا گیا۔

اُھِلَّ بمعنی ذُبِحَ کی سند کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول پیش کیا گیا ہے۔

اذا سمعتم الیھود والنصاریٰ یھلون لغیر اللّٰہ فلا تاکلوھا واذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللّٰہ قد احل ذبائحھم وھو یعلم ما یقولون۔

(جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو

تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔
تو گویا مَآ اُهِلَّ بِهٖ کا ترجمہ ہوا۔ ذبح کے وقت جس کا نام پکارا گیا۔ اور مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جسے نام لے کر غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا۔ مثلاً میں ذبح کرتا ہوں لات کے لئے (کہ ذبح لات کے نام پر ہوا ہے خدا کی ذات کے لئے نہیں) ذُكِرَ عِنْدَ ذِبْحِهٖ اسم غيرہ تعالیٰ (محمد مخلوف)
= اُضْطُرَّ ۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا وہ لاچار کیا گیا اَلضُّرُّ (ص ۷۷) کے معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو جیسے علم وفضل و عفت کی کمی۔ خواہ بدن سے ہو جیسے کسی عضو کا ناقص ہونا۔ یا قلتِ مال کے سبب ظاہری حالت کا بُرا ہونا۔
اضطرار کے معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال ایسے کام پر مجبور کرنے کے ہیں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) ایک یہ کہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو۔ مثلاً مار پٹائی کی جائے یا دھمکی دی جائے حتیٰ کہ وہ کام کرنے پر رضامند ہو جائے یا زبردستی پکڑ کر اس سے کوئی کام کروایا جائے۔
مثلاً ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ۔ (۲: ۱۲۶) پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے لاچار کردوں گا۔
(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں
(ل) کسی ایسے جذبے کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف ہو۔ مثلاً شراب یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر شراب نوشی یا قمار بازی کا ارتکاب کر بیٹھے۔
(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت اس کا ارتکاب کرے کہ جس کے نہ کرنے سے اسے جان کا خطرہ ہو مثلاً بھوک سے مجبور ہو کر مردار کا گوشت کھانا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ (۵: ۳) ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے۔ آیۃ ہذا میں بھی یہی صورت ہے (نیز ملاحظہ ہو ۶: ۱۴۵)
بَاغٍ وَّعَادٍ اصل میں بَاغِيٌ وعَادِوٌ تھا۔ بَاغِيٌ۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے گر گیا۔ یٓ ساکن ہوا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی بَاغٍ ہوا۔
عَادِوٌ کی واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یٓ ہو گئی اور پھر عمل متذکرہ بالا سے یٓ گر گئی۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ جو لذت کا جویا نہ ہو۔

اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔
= فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ کے بعد فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ محذوف ہے یعنی بحالتِ لاچاری گناہ نہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۷۳)

۱۷: ۱۱۶ = وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ اس میں لام تعلیل کے لئے ہے مَا مصدریہ ہے الْكَذِبَ تَصِفُ کا مفعول۔ اور هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ مقول القول یعنی ای لَا تَقُوْلُوْا : هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ یہ الکسائی اور الزجاج کا مذہب ہے ترجمہ یوں ہوگا اور جو جھوٹ موٹ تمہاری زبانوں سے نکلے اسے (بلاسند صحیح) حلال یا حرام مت قرار دیدو۔

اگرچہ اس کے متعلق بہت سے اقوال اور بھی ہیں مگر الکسائی اور الزجاج کے مذہب کو بہت سے مفسرین نے اختیار کیا ہے : ای لا تقولوا ھذا حلٰل وھذا حرام لاجل وصف السنتکم الکذب (روح المعانی)

= لتفتروا۔ اس میں لام عاقبت کا ہے یعنی نتیجۃً تم (اللہ تعالیٰ پر) تہمت اور بہتان کا ارتکاب کروگے
تَفْتَرُوْا۔ تم افترار کرو۔ تم جھوٹ باندھلو۔ افتراء (افتعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی لام کی وجہ سے گر گیا ہے۔

= لَا يُفْلِحُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

۱۶: ۱۱۷ = مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۔ ذٰلِكَ (محذوف) مبتدا۔ مَتَاعٌ خبر قَلِيْلٌ صفت خبر۔ یہ قلیل اور چندروزہ منفعت ہے۔ ای منفعۃ قلیلۃ منقطعۃ عن قریب۔ یعنی قلیل عیش ومنفعت جو کہ عنقریب ختم ہوجانیوالی ہے۔ مطلب یہ کہ اس افترار سے ان کو کوئی طویل المدت نفع کثیر حاصل نہیں ہوگا بلکہ قلیل المدت وقلیل المقدار فائدہ ہو تو ہو۔

۱۶: ۱۱۸ = وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ کا اشارہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف ہے۔ جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ (۶: ۱۴۶) اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے ان پر ہم نے سب کھروالے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کی تھیں بجز اس (چربی) کے

جو ان کی پشتوں پر یا ان کی انتڑیوں میں لگی ہوئی ہو یا جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ سزا ان کو ان کی شرارت پر دی تھی اور ہم ہی یقیناً سچے ہیں۔

مِنْ قَبْلُ یا حَرَّمْنَا سے متعلق ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اس سے قبل ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا ہے۔

یا یہ قَصَصْنَا سے متعلق ہے اور ترجمہ یوں ہے ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام قرار دے دی تھیں جن کا ذکر ہم تجھ سے قبل ازیں کر چکے ہیں۔

۱۶: ۱۱۹ — مِنْۢ بَعْدِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع توبہ ہے (جیسا کہ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سے ظاہر ہے) یا اس کا مرجع الاصلاح ہے جو کہ توبہ میں مندرج ہے اور توبہ کی تکمیل کے لئے شرط ہے۔

۱۶: ۱۲۰ — اُمَّةً ۔ یعنی اللہ کی [illegible] وفرمابرداری اور طاعات وحسنات میں پوری ایک جماعت کے برابر اور قائم مقام۔ دوسرے معنی میں امام یا مقتدا کے ہیں جو امورِ خیر میں بطور نمونہ کام دے۔ علمبردارِ صداقت وحق۔ نیز جو دنیا بھر سے الگ تھلگ ہو۔ اس قوم کو بھی اُمَّة کہتے ہیں جس کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہو۔

جماعت۔ طریقہ۔ دین اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ جماعت کہ جس میں کسی قسم کا کوئی رابطۂ اشتراک موجود ہے اسے بھی امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد واشتراک مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔

— قَانِتًا۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل۔ حالتِ نصب۔ فرماں بردار۔ اطاعت گذار

اَلْقُنُوْتُ (باب نصر) کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں جیسے کہ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲: ۲۳۸) اور خدا کے حضور ادب سے کھڑے رہا کرو خشوع اور خضوع اور خاموشی کے ساتھ۔

— حَنِيْفًا۔ یکسوئی سے حق کی طرف مائل ہونے والا۔ سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کا ہو رہنے والا۔ حَنِيْف کی جمع حُنَفَاءُ۔

ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا حج کرتا اور ختنہ کراتا۔ عرب کے لوگ اسے حنیف کہہ کر پکارتے تھے۔ یعنی یہ دین ابراہیم کا پابند ہے۔

اُمَّةً۔ قَانِتًا۔ حَنِيْفًا۔ شَاكِرًا بوجہ عمل کان منصوب ہیں۔

۱۶: ۱۲۱ — اَنْعُمِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی نعمتیں۔ اس کے احسانات۔ نِعْمَةٌ کی جمع

= اِجْتَبٰهُ ۔ اِجْتَبٰی یَجْتَبِیْ اِجْتِبَاءً (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ اس نے اس کو پسند کیا ۔ اس نے اس کو چھانٹ لیا ۔ منتخب کرلیا ۔ مُجْتَبٰی برگزیدہ ۔ منتخب شدہ ۔ پسند کیا ہوا ۔ پسندیدہ ۔

۱۶: ۱۲۲ = اٰتَیْنٰہُ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم نے اس کو دیا ۔ اَتٰیٌ مادہ ۔

۱۶: ۱۲۳ = حَنِیْفًا ۔ حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے ابراھیم سے حال ہے یا جیسا کہ ابنِ مالک کا قول ہے یہ مِلَّۃَ کا حال ہے ۔

۱۶: ۱۲۴ = جُعِلَ ۔ جَعْلٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ مقرر کیا گیا ۔ ٹھہرایا گیا ۔ لازم کیا گیا

= اَلسَّبْتُ ۔ اس کے اصل معنی ہیں قطع کرنا ۔ سَبْتٌ کام کاج سے قطع تعلق کرلینا ۔ ہفتہ کا دن ۔ سنیچر کی تعظیم کرنا ۔ پہلے معنی کے اعتبار سے مصدر ہے یعنی کام کاج چھوڑ دینا ۔ سنیچر کی تعظیم کرنا ۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے (کہ سبت بمعنی سنیچر کا دن ہے) اسم ہے جس کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ ہے ۔

= اِخْتَلَفُوْا فِیْہِ ۔ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا ۔ یعنی حرمتِ سبت کے احکام کے بارہ میں اختلاف کیا تھا

= لَیَحْکُمُ ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے یَحْکُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُکْمٌ سے ۔ وہ ضرور فیصلہ کردے گا ۔

۱۶: ۱۲۵ = اُدْعُ ۔ دَعَا یَدْعُوْا دُعَاءٌ دَعْوَۃٌ (ناقص واوی) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو دعوت دے ۔ تو بلا ۔ تو دعا کر ۔

= جَادِلْھُمْ ۔ جَادِلْ امر واحد مذکر حاضر ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ جَادَلَ یُجَادِلُ مُجَادَلَۃً (مفاعلۃ) باہم مناظرہ کرنا ۔ باہم جھگڑنا ۔ تو ان سے مناظرہ و مباحثہ کر ۔

= اِنْ عَاقَبْتُمْ ۔ اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ مُعَاقَبَۃً بمعنی عقوبت کرنا ۔ سزا دینا ۔

اَلْعَقِبُ وَ الْعَقْبُ پاؤں کا پچھلا حصہ یعنی ایڑی ۔ اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے بطور استعارہ عَقِبٌ کا لفظ بیٹے پوتے پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔ وَجَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ (۴۳: ۲۸) اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے ۔

عَاقِبَۃٌ ۔ یعنی انجام کار جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَکَانَ عَاقِبَتَھُمَا اَنَّھُمَا فِی النَّارِ (۵۹: ۱۷)

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوئے۔ اس میں عاقبۃ کا لفظ استعارۃً عذاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور دوسری جگہ عَاقِبَۃ کا لفظ بطور ثواب کے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۲۸: ۸۳) اور انجام نیک (ثواب) تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

١٦:١٢٦ فَعَاقِبُوْا امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم (ان کو) سزا دو۔

عُوْقِبْتُمْ ، ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں سزا دی گئی۔ تمہیں ایذا پہنچائی گئی۔

١٦: ١٢٧ = وَمَاصَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور آپ کا صبر بدوں توفیق من اللہ نہیں ہے۔ یعنی صبر کی توفیق بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے

= وَلَا تَكُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ كَوْنٌ مصدر۔ تو نہ ہو۔ تو مت ہو۔

= ضَيْقٍ - ضِيْقٍ۔ سَعَةٌ (وسعت وکشادگی) کی ضد ہے۔ اور ضَيْقٌ بھی بولا جاتا ہے۔ ضَيْقَةٌ کا استعمال فقر۔ بخل۔ غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً آیۃ ہذا وَلَا تَكُ فِیْ ضَيْقٍ تو تنگ دل مت ہو۔ تو غم نہ کھا۔

ضَاقَ يَضِيْقُ تنگ ہونا۔

= يَمْكُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَكْرٌ سے۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

١٦: ١٢٨ = مُحْسِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُحْسِنٌ واحد۔ نیکوکار۔ بھلائی کرنے والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سُبْحٰنَ الَّذِیْ (١٥)

بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل ۞ الکَہْفُ ۞

(۱۷) سُورۃ بنی اسرآئیل (۱۱۱)

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا-

۱:۱۷ سُبْحَانَ - السَّبْحُ سے - جس کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ سَبَحَ (فتح) سَبْحًا و سَبَاحَۃً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (۲۱:۳۳) سب (اپنے اپنے) فلک یعنی مدار میں تیز رفتاری سے چل رہے ہیں۔ اور گھوڑے کی تیز رفتاری پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹:۳) اور فرشتوں کی قسم جو (آسمان و زمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں۔

اَلتَّسْبِیْحُ کے معنی تنزیہ الٰہی بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا ہے جیسا کہ اِبْعَاد کا لفظ شر پر بولا جاتا ہے۔ اَبْعَدَہُ اللّٰہُ خدا اسے ہلاک کرے۔ فَجَعَلْنٰھُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (۲۳:۴۱) ہم نے ان کو خس و خاشاک بنا دیا۔ سو خدا کی مار ظالم لوگوں پر۔

پس تسبیح کا لفظ قولی، فعلی، قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

الزجاج نے لکھا ہے کہ سُبْحَانَ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس کا نصب ایک پوشیدہ فعل کی بنا پر ہے جس کا اظہار متروک ہو چکا ہے اس کی اصل یوں ہے اُسَبِّحُ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ تَسْبِیْحًا - میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ الاتقان میں رقمطراز ہیں سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) اس کا نصب اور کسی اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ یا مضمر ہو جیسے سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ (۲:۳۲) اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا عامل حذف کر کے اس کو اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ پاک و منزہ ہے ہر قسم کے قبائح سے وہ ذات

اَسْرٰی ۔ اِسْرَاءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب مادہ سَرْیٌ سے سَریٰ یَسْرِیْ (باب ضَرَبَ) اور اَسْرٰی یُسْرِیْ اِسْرَاءٌ (باب افعال) رات کے وقت سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے ۔ باب ضرب سے فعل لازم آتا ہے اور ب کے ساتھ فعل متعدی ۔ جیسے سَرٰی بِہٖ اس نے اس کو رات کو سفر کرایا ۔

ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اَسْرٰی میں ہمزہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے لہٰذا تعدیہ کے لئے اس کے ساتھ بھی ب کو لایا گیا ۔ نیز بعض کے نزدیک اَسْرٰی لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔

اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت ۔

بعض کے نزدیک اَسْرٰی کا مادہ س ر ی سے نہیں جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے ہیں بلکہ یہ سَرَاۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کشادہ زمین کے ہیں ۔ اور اصل میں اس کے لام کلمہ میں واؤ ہے (ناقص واوی ہے) پس اَسْرٰی کے معنی ہیں کشادہ زمین میں چلے جانا ۔ جیسے اَجْبَلَ کے معنی ہیں وہ پہاڑ پر چلا گیا ۔ اور اَتْھَمَ کے معنی ہیں وہ تہامہ میں چلا گیا ۔ اس صورت میں سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو وسیع اور کشادہ سرزمین میں لے گیا ۔

نیز سَرَاۃٌ ہر چیز کے افضل اور اعلیٰ حصہ کو بھی کہتے ہیں ۔ اسی سے سَرَاۃُ النَّھَارِ ہے جس کے معنی دن کی بلندی کے ہیں ۔

= لَیْلًا ۔ رات کے ایک حصہ میں ۔ ایک ہی رات کے تھوڑے وقت میں لَیْلًا یہ صیغہ نکرہ کے اضافہ سے یہ تاکید وتصریح مقصود ہے کہ اتنا بڑا سفر جو عادۃً کئی ہفتوں میں ممکن تھا ۔ مافوق العادۃ کے طور پر رات کی چند گھڑیوں میں ہی انجام پا گیا ۔ اسی تبعیض (بعض حصہ) کی بناء پر عبد اللہ اور حذیفہ نے مِنَ الَّیْلِ پڑھا ہے جیسا کہ قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ (۱۷:۷۹)

بوجہ اسریٰ کے ظرف زمان ہونے کے منصوب ہے ۔

= اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ موصوف وصفت ، اَقْصٰی اسم التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ بہت بعید ، بہت دور ۔ زیادہ دور ۔ قَصَاءٌ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں ۔ مسجد اقصیٰ کو باعتبار بعد کے جو مخاطبین قرآن (اہل عرب) سے تھی اَقْصٰی کہتے ہیں ۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے

اس کا مادہ ق ص و (ناقص واوی) سے ہے قرآن مجید میں ہے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی (۸:۴۲) جس وقت تم (مدینے سے) قریب کے ناکہ پر تھے اور کافر بعید کے ناکہ پر ۔

= حَوْلَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ حَوْلَ بمعنی گرد ۔ حوالی ۔ حَوْلَہٗ اس کے گرد ۔ اس کے آس پاس ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مسجد اقصیٰ ہے ۔

= نُرِیَہٗ ۔ نُرِیَ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع عَبْدِہٖ ہے ہم اس کو دکھا دیں ۔

= مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے بعض ۔ کچھ ۔ اٰیٰتِنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اٰیات جمع اٰیَۃٌ کی ۔ نشانیاں ۔ عجائبات قدرت ۔ اپنے عجائبات قدرت میں سے بعض ۔ چند ۔ کچھ عجائبات

یہاں التفاتِ ضمائر ہے ۔ پہلے خداوند تعالیٰ کو ضمیر واحد مذکر غائب سے بیان فرمایا ۔ پھر بٰرَکْنَا اور نُرِیَہٗ میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ۔ یہ فصاحت وبلاغت کے لئے ہے یا یہ برکات وآیات کے اظہارِ عظمت وتکریم کے لئے ہے ۔

= السَّمِیْعُ ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے ۔ سننے والا ۔

= اَلْبَصِیْرُ ۔ دیکھنے والا جاننے والا ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۱۷ : ۲ = جَعَلْنٰہُ ۔ جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے اس کو کیا ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکِتٰبَ ہے یعنی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی

= اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ نون اعرابی حذف ہوگیا ہے تم مت پکڑو ۔ تم مت اختیار کرو ۔ تم مت بناؤ ۔ اَلَّا ۔ اَنْ لَا ہے اَنْ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔ کہ آیا یہ تفسیریہ ہے ، ناہیہ ہے ، مصدریہ ہے ۔ یا اَنْ اور اس کا مابعد الکتاب کا بدل ہے ۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ ای قلنا لھم لا تتخذوا ۔ تقدیر کلام ہے ۔

= مِنْ دُوْنِیْ ۔ میرے سوا ۔ مجھے چھوڑ کر ۔ دُوْنَ ۔ ورے ۔ سوائے ۔ غیر ۔ ی ضمیر اضافت واحد متکلم ۔

= وَکِیْلًا ۔ صفت مشبہ ۔ نکرہ ۔ منصوب وَکْلٌ سے بمعنی کارساز ۔ ذمہ دار ۔ مددگار ۔ وکیل ۔ اس کارساز کو کہتے ہیں جس کو اپنے تمام امور سپرد کر دیئے جائیں ۔

۱۷ : ۳ = ذُرِّیَّۃَ ۔ اولاد ۔ اصل میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّیَّت ہے مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے ذُرِّیَّۃَ بوجہ ندا کے ہے اس سے پہلے حرف ندا یا محذوف ہے ۔ ذُرِّیَّۃَ مضاف ہے اور مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ مضاف الیہ ہے ۔ یا ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا ۔ اس کے بعد اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا کا جملہ ، جملہ معترضہ حضرت نوح علیہ السلام کی تعریف میں ہے تو گویا اَلَّا تَتَّخِذُوْا ...... الخ

کی تقدیر ہے وقلنا لھم لا تتخذوا من دونی وکیلا یا ذریۃ من حملنا مع نوح۔ اور ہم نے ان سے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا مجھے چھوڑ کر (کسی کو) اپنا کارساز مت ٹھہراؤ۔

شَکُوْرًا۔ نصب بوجہ عمل کَانَ کے ہے شَکُوْرٌ۔ شکر گذار

۱۷:۴ = قَضَیْنَا اِلٰی۔ ای اعلمناھم واخبرناھم۔ ہم نے (بنی اسرائیل کو) آگاہ کردیا تھا۔ بتا دیا تھا۔ (قَضٰی اِلٰی) کسی کو بتانا۔ کسی کو وضاحت کے ساتھ بتانا۔ قَضَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔

= الکِتٰبِ۔ ای التوراۃ۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ۔ لَتُفْسِدُنَّ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفْسَادٌ (افعال) تم ضرور فساد کرو گے۔ تم ضرور خرابی پھیلاؤ گے۔ بعض کے نزدیک لام، لام قسم ہے! اور تقدیر کلام ہے وَاللّٰہِ لَتُفْسِدُنَّ۔ خدا کی قسم تم ضرور فساد مچاؤ گے۔

فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں۔ یہاں ارض سے مراد ارض شام اور بیت المقدس ہے۔

= وَلَتَعْلُنَّ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) سے۔ تم چڑھ جاؤ گے تم سرکشی کروگے۔ لَتُفْسِدُنَّ کی طرح لَتَعْلُنَّ میں بھی لام للقسم ہو سکتی ہے۔ اَلْعُلْوُ کسی چیز کا بلند ترین حصہ۔ یہ سُفْلٌ کی ضد ہے اَلْعُلُوُّ بلند ہونا۔ مذموم معنوں میں فساد کرنا۔ سرکشی کرنا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ (۲۸:۸۳) جو زمین میں سرکشی کرنا نہیں چاہتے۔

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا اور تم بڑی سرکشی کا ارتکاب کروگے (خلق پر ظلم وستم کرکے اور خالق کے قانون سے بغاوت کرکے)

= مَرَّتَیْنِ۔ دو مرتبہ۔ الکشاف میں ہے۔ پہلی مرتبہ قتل حضرت زکریا علیہ السلام وحبس ارمیا نبیؑ۔ اور دوسری مرتبہ قصد قتل عیسیٰ علیہ السلام بمعہ عام ظلم وستم کے)

آیات ۴ سے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴ ۔ ۱ کے بعد۔ اور اس کے بعد نتیجۃً تمہیں سخت عذاب دیا جائیگا۔ کے الفاظ محذوف ہیں۔

۱۷:۵ = فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰھُمَا پھر جب ان دو باریوں میں سے پہلی مرتبہ کے وعدہ کا وقت آیا۔

= بَعَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے بھیجا۔ بَعْثٌ سے۔ یہاں بعثت سے ۔ اد تشریعی بعثت نہیں کہ کسی رسول یا نبی کو بھیجا گیا بلکہ محض تکوینی بعثت مراد ہے۔

پھر تشریعی بعثت کے لئے بَعَثَ اِلٰی استعمال ہوا ہے کہ نبی ہمیشہ ہی قوم کی طرف اس کی بہتری کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور یہاں بَعَثَ عَلٰی استعمال ہوا ہے کہ سزا کے لئے مبعوث کو بھیجا گیا۔

مفسرین کے نزدیک یہاں ۵۸۶ق۔م میں بخت نصر تاجدار بابل و نینوا کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ ہے۔

= عِبَادًا۔ عَبْدٌ کی جمع۔ بندے۔ عِبَادًا لَّنَا۔ ہمارے بندے (بلاتخصیص ان کے اعتقادات کے) یہاں مراد ہے۔ وہ انسان جو عذاب الٰہی کے کارندوں کی حیثیت سے ان پر مسلط کئے گئے تھے۔

= اُولِیْ۔ والے۔ اُولُوْا سے اُولُوْا جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ اگرچہ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بیان کرتے ہیں اُولُوْا بحالت رفع اور اُولِیْ بحالت نصب وجر۔

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ۔ سخت قوت والے۔ سخت جنگ جو۔

= بَاْسٍ قوت، بہادری، خوف۔ عذاب۔ جنگ۔ لَا بَاْسَ کوئی خوف نہیں۔ لَا بَاْسَ فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

المفردات میں ہے کہ البُؤْسُ والبَاْسُ وَالبَاْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے اور البَاْسَاءُ اور البَاْسُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴:۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

= جَاسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وہ گھس پڑے۔ وہ داخل ہو گئے جَوْسٌ سے (باب نصر) لوٹ مار کے لئے گھس پڑنا۔

= خِلٰلَ۔ درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع ہے۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی۔

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ۔ وہ (تمہاری) آبادیوں میں (لوٹ مار کے لئے) گھس گئے۔

= وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا میں وَعْدًا۔ كَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسم کان محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَكَانَ (وَعْدُ العِقَابِ) وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ای لا بد ان یُّفعل۔ اور سزا و عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہنا تھا۔

۱۷:۶ = رَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے لوٹا دیا۔ ہم نے واپس کر دیا۔ ہم نے پلٹ دیا۔ لَكُمْ تمہارے حق میں۔

= اَلْكَرَّةَ۔ اَلْكَرُّ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع كُرُوْرٌ ہے (مادہ کرر) اسی سے اَلْكَرَّةَ۔ بمعنی دوسری بار ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

= اَمْدَدْنٰكُمْ۔ ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تمہاری مدد کی اِمْدَادٌ

(افعالٌ) سے۔
= نَفِیْرًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے اَکْثَرَ سے نَفِیْرٌ کنبہ یا قبیلہ کے افراد۔ یا یہ نَفَرٌ کی جمع ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے اور کَلْبٌ کی جمع کَلِیْبٌ ہے۔ یا نَفَرَ یَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے مصدر ہے۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔ نَفَرَ الْقَوْمُ لِلْقِتَالِ قوم لڑائی کے لئے نکلی۔
اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ای اکثرعددًا۔ جَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ہم نے تم کو کثیر التعداد بنادیا۔
۱۷:۷ = اَسَاْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بُرائی کروگے۔ یا تم نے بُرائی کی۔ تم نے بُرا کیا۔ اِسَاءَۃٌ سے مادہ سُوْءٌ۔
= فَلَھَا۔ میں لام بمعنی عَلٰی ہے جیساکہ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (۲:۲۸۶) اور جو (بدعمل) اس نے اپنے ارادہ واختیار سے کئے (اس کا برا نتیجہ عذاب وسزا کی صورت میں بھی) اسی پر ہوگا۔
یا یہ لام استحقاق کے لئے ہے جیساکہ ارشاد حق تعالیٰ ہے لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۹:۶۱) (اور جو دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
یا یہ لام اختصاص کے لئے ہے کہ اچھے اور بُرے کام کی جزاوسزا اس کے کرنے والے کے لئے مختص ہے یعنی وہی بھگتے گا۔
= وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ۔ دوسرا وعدہ۔ یعنی تمہاری دوسری دفعہ کی ظلم وتعدی وسرکشی ونافرمانی کے نتیجہ میں سرزنش وعذاب دینے کا وقت یا عذاب دینے کی نوبت۔
= لِیَسُوْءٗ ..... الخ۔ تقدیر کلام ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ لِیَسُوْءٗ ..... الخ
یعنی اور جب دوسرا وعدہ آگیا تو ہم نے اپنے طاقت ور۔ جنگ جو سخت بندے تمہارے خلاف بھیجے۔ تاکہ غمناک بنادیں یا بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو ..... الخ
مفسرین کے نزدیک اس کا اشارہ ۷۰ عیسوی میں رومی شہنشاہ طیطاؤس (TITUS) کے ہاتھوں ارض شام وبیت المقدس کے تاخت وتاراج کی طرف ہے۔
لِیَسُوْءٗ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ یَسُوْءٗ مضارع جمع مذکر غائب سَوْءٌ مصدر (باب نصر) تاکہ وہ بگاڑ دیں۔ اور جگہ ارشادِ ربانی ہے فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۶۷:۲۷) پھر جب وہ اس (قیامت) کو پاس آتا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔
اور یہاں چہروں کو بگاڑنے سے مُراد ہے کہ ان کی مالی۔ ملکی۔ اخلاقی۔ دنیوی۔ دینی حالت کو

تہس نہس کرکے بالکل مسخ کردینا۔

سَاءَ یَسُوْءُ سُوْءٌ (باب نصر) افعال ذم سے ہے۔

= لِیُتَبِّرُوْا۔ لام برائے تعلیل، یُتَبِّرُوْا مضارع جمع مذکر غائب باب تفعیل۔ تَبَّرَ یُتَبِّرُ تَتْبِیْرًا۔ تاکہ تباہ وبرباد کردیں۔ تَبْرٌ ہلاک کرنا۔

لِیَسُوْءٗ۔ لِیَدْخُلُوْا۔ لِیُتَبِّرُوْا ان تینوں افعال میں لام برائے تعلیل ہے۔

= مَا عَلَوْا۔ اس میں مَا موصولہ ہے عَلَوْا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ عُلُوٌّ سے۔ وہ غالب آئے مَا عَلَوْا جس پر وہ قابو پائیں۔ یہ مفعول ہے لِیُتَبِّرُوْا کا۔ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا۔ تاکہ وہ جس پر قابو پائیں اس کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیں۔

۸:۱۷ = عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ (عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے) یہ خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جو قرآن کے معاصر اور براہ راست مخاطب تھے۔

اس سے قبل ان تبتم عن المعاصی وتؤ منوا باللہ وبرسولہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محذوف ہے یہ اس جملہ شرطیہ کا جواب ہے عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ

= اِنْ عُدْتُّمْ۔ یہ جملہ شرطیہ ہے اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے۔

عُدْنَا۔ جواب شرط۔ تو (اس کی سزا وعذاب دینے کے لئے) ہم بھی دوبارہ (ایسا ہی) کریں گے (جیساکہ پہلے تمہیں سزا دی تھی) عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ باب نَصَرَ) پھر آنا۔ پھر کرنا۔ کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنا۔

یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے تو پھر ہم بھی دوبارہ سزا دہی کی طرف رجوع کریں گے۔

= حَصِیْرًا۔ زندان خانہ۔ قیدخانہ۔ بندی خانہ۔ حَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قیدخانہ روکنے والا ہوتا ہے اور بمعنی مفعول بھی کیونکہ وہ رکا ہوا ہوتا ہے۔

۹:۱۷ = لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ۔ ای الی الطریقۃ التی ھی اصوب (بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے) اس راستہ کی جو صائب ترین ہے یا الی الکلمۃ التی ھی اعدل۔ یا (رہنمائی کرتا ہے) اس کلمہ کی طرف (لا الہ الا اللہ) جو موزوں ترین ہے۔

= یُبَشِّرُ۔ بشارت دیتا ہے۔ خوشخبری دیتا ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے اس کا فاعل القرآن ہے۔

۱۰:۱۷ = اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ہم نے تیار کیا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

۱۱:۱۷ = یَدْعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ سے باب نصر وہ دعا مانگتا ہے وہ دعا کرتا ہے

ـــــ دُعَآءَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دعا کرنا۔ اس کا دعا مانگنا ای کد عائہ بالخیر۔ اپنی بھلائی کی دعا کی طرح۔ یعنی جس طرح اس کو اپنی بھلائی کی دعا کرنی چاہئے بلا تامل اسی طرح وہ اپنی برائی کے لئے بھی دعا کر دیتا ہے (نتائج سے لاپرواہی کرتے ہوئے)

آیت ۱۰۔ میں بالوضاحت ارشاد فرمایا گیا کہ مؤمنین صالحین کے لئے اجر کبیر (یعنی جنت) ہے اور منکرین و کافرین کے لئے عذاب الیم (دوزخ) ہے۔ لیکن بعض لوگ یعنی کافر سزا و عذاب کے لئے بھی یوں بار بار دعائیں کرتے ہیں جیسے وہ جزا یا رحمت کے لئے کر رہے ہوں۔ مثلاً کفار مکہ کہ وہ اپنے اس احمقانہ پن میں بار بار کہتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا (ای القراٰن) ھُوَالْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (۸: ۳۲) اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے سچ ہے (تو ہمارے اس انکار پر) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا لے آ ہم پر دردناک عذاب۔ یا مثلاً ان سے قبل قوم ہود (علیہ السلام) نے کہا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ہ (۷: ۷۰) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ یا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کہا وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷: ۷۷) اور انہوں نے کہا کہ اے صالح لے آؤ ہم پر اس عذاب کو جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم (سچ مچ) اللہ کے فرستادگان میں سے ہو۔

یا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کہنا قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ (۱۱: ۳۲) اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:

یہ جواب ہے کفار مکہ کی ان احمقانہ باتوں کا جو وہ بار بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بس لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو۔ اوپر کے بیان کے بعد معاً یہ فقرہ ارشاد فرمانے کی غرض اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بے وقوفو! خیر مانگنے کی بجائے عذاب مانگتے ہو تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے!

اور اگر اس آیت سے یہ مطلب لیا جاوے کہ یہ خطاب سب انسانوں کے لئے ہے تو اس بارہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے

کبھی اپنے مال واولاد کے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی کی دعا کرتا ہے لیکن اس کا خدا خود اس سے بھی زیادہ اس پر مہربان ہے اِدھر یہ دعا کرے اُدھر وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہوجائے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ اپنی جان ومال کے لئے بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں ایسا کوئی کلمۂ بد زبان سے نکل جائے (اور وہ بددعا اپنے خلاف ہی قبول ہوجائے) اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے۔ یہ ہے ہی جلد باز۔

= عَجُوْلًا عجلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلد باز۔ بوجہ خبر کانَ منصوب ہے۔

۱۷:۱۲ = مَحَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ مَحْوٌ مصدر۔ باب نصر۔ ہم نے مٹادی۔ ہم مٹا دیتے ہیں۔ ناقص واوی ہے لیکن ناقص یائی بھی آیا ہے۔ ابواب ضرب وسمع سے اور اس کا معنی بھی یہی ہے مٹانا۔ اثر زائل کرنا۔ مَحْوٌ کا اگرچہ اصل معنی مٹادینا اور اثر زائل کرنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد مدہم کردینا۔ یا دھندلا دینا ہے۔

فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ۔ ہم نے مدہم کردیا رات کی نشانی کو۔ یا دھندلا بنادیا رات والی نشانی کو۔ یعنی رات کو دن کے مقابلہ میں تاریک رکھا۔ اگر رات جزوی طور پر یا کلی طور پر چاندنی ہو تو بھی دن کے مقابلہ میں تاریک ہے اور یہ تاریکی عدم مشغولیت کے لئے ہے تاکہ رات کے وقت انسان آرام کرے جیسا کہ اور جگہ فرمایا هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (۱۰ : ۶۷) وہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ اور دن کو (بنایا) دکھلانے والا۔

یا اور جگہ فرمایا۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّهَارَ مَعَاشًا (۷۸ : ۱۰-۱۱) اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنادیا اور ہم نے دن کو معاش (روزی کمانے) کا وقت بنادیا۔

= مُبْصِرَةً۔ خود روشن اور دوسری چیزوں کو روشن کرنے والی۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب

= لِتَبْتَغُوْا۔ میں لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی لام تعلیل کے عمل سے حذف ہوگیا۔ کہ تم تلاش کرو۔ تم ڈھونڈو تم چاہو۔

= فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ فَضْلًا۔ روزی۔ رزق۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲ : ۱۰) پھر جب نماز پوری ہوچکے تو زمین پر چلو پھرو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔

اَلْفَضْل کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں اور اس کی

دو قسمیں ہیں (۱) محمود۔ جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی (۲) مذموم۔ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔ لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

جب فضل کے معنی ایک چیز کے دوسری پر زیادتی کے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱۔ برتری بلحاظ جنس کے ہو۔ جیسے جنس حیوان کا جنس نباتات سے برتر ہونا۔

۲۔ یہ برتری بلحاظ نوع کے ہو جیسے نوع انسان کا نوع حیوان سے برتر ہونا۔ جیسے فرمایا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ .... وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ؕ (۱۷: ۷۰) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی .... اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

۳۔ افضلیت بلحاظ ذات۔ مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص سے برتر ہونا

اول الذکر دونوں قسم کی فضیلت بلحاظ جوہر ہوتی ہے جن میں ادنیٰ ترقی کر کے اپنے سے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً گھوڑا اور گدھا کہ دونوں انسان کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ البتہ تیسری قسم کی فضیلت من حیث الذات ہے اور چونکہ کبھی عارضی ہوتی ہے اس لئے اس کا اکتساب عین ممکن ہے اور یہی تیسری قسم کی فضیلت ہے جسے محنت اور سعی سے حاصل کیا جا سکتا ہے!

ہر وہ عطیہ جو دینے والے پر لازم نہیں آتا وہ فضل کہلاتا ہے:۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (۵: ۵۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ تاکہ تم اپنے پروردگار کا رزق تلاش کرو۔

= وَالْحِسَابَ۔ اور (دوسرے سارے) حساب۔ دنیا اور دین کے سارے کاروبار جو وقت اور زمانے سے متعلق ہیں۔

= وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ؕ اور ہم نے ہر (ضروری) شے کو خوب تفصیل سے بیان کردیا ہے مصدر کو آخر میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۷: ۱۳ = وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ۔ ہم نے ہر انسان کے لئے لازم کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے لگا دیا ہے۔ اَلْزَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِلْزَامٌ سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع كُلَّ اِنْسَانٍ ہے۔

= طٰٓئِرَهٗ۔ ہر وہ پروں والا جانور جو فضا میں حرکت کرتا ہے اسے طائر کہتے ہیں۔

طَارَ يَطِيْرُ طَيْرٌ وَطَيَرَانٌ وَطَيْرُوْرَةٌ پرندہ کا اڑنا۔ طَآئِرٌ کی جمع طیر ہے۔ جیسے رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔ پرندے کے اڑنے کے معنی میں طَارَ يَطِيْرُ کا اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (۶: ۳۸) اور نہیں ہے کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے

(مگر یہ کہ وہ سب تمہاری ہی طرح کے گروہ ہیں) اَلطَّیْرُ وَ تَطَیَّرَ خِلَا نٌ۔ اس کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں پھر یہ ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جائے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ (۳۶: ۱۸) ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں — اور اِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوْا (۷: ۱۳۱) اگر ان کو سختی پہنچتی ہے تو بدشگونی لیتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو باعث نحوست سمجھتے ہیں۔ اور قَالُوْا طَائِرُکُمْ مَّعَکُمْ (۳۶: ۱۹) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

یہاں طائر سے مراد انسان کے نیک وبد اعمال ہیں۔ جو اپنے انجام میں لبطور جزو لاینفک اس کے ساتھ لازم کر دیئے گئے ہیں۔ طٰئِرَہٗ اس کے اعمال کی شامت اس کی بُری قسمت۔ اَلْزَمْنٰہُ فِیْ عُنُقِہٖ محاورہ عرب میں شدتِ لزوم اور کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے

امام راغب لکھتے ہیں۔ انسانی اعمال کو طائر اس لئے کہا گیا ہے کہ عمل کے سرزد ہونے کے بعد انسان کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ اسے واپس لے سکے۔ گویا وہ اس کے ہاتھوں سے اڑ جاتا ہے۔

وَ کُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ اور ہم نے ہر انسان کی بُری قسمت کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= یَلْقٰہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کِتٰبًا ہے لَقِیٌّ مصدر باب سمع وہ اس کو پائے گا۔

= مَنْشُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ نَشْرٌ سے۔ کھلا ہوا۔

المفردات میں ہے۔ اَلنَّشْرُ۔ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے اور صحیفے کے پھیلانے بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کے مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں اور جگہ آیا ہے وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱: ۱۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

۱۷: ۱۴ = اِقْرَاْ۔ تو پڑھ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ قِرَاءَۃٌ مصدر۔ باب فتح و نصر سے مُستعمل ہے! اس سے قبل یُقَالُ لَہٗ مقدر ہے۔ ای یقال لہ اقرأ۔ اس سے کہا جائیگا پڑھ۔

= کِتَابَکَ۔ ای کتاب اَعْمَالِکَ۔ اپنا نامۂ اعمال۔

= کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ بِنَفْسِکَ میں باء زائدہ ہے۔ نَفْسِکَ مضاف مضاف الیہ مل کر کَفٰی کا فاعل ہے۔ یعنی حساب لگانے میں آج تو خود ہی کافی ہے۔ تیری اپنی ذاہی

کافی ہے (یعنی تیرا نامۂ اعمال بذاتِ خود تجھ پر تیرے دنیاوی اعمال کی حقیقت واضح کر دیگا)
کَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب ماضی بمراد استمرار ہے یعنی اس طرح کفایت کرنیوالا۔ ضرورت پوری کرنے والا کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کِفَایَۃٌ مصدر۔ اسم مصدر بھی ہے۔ وہ چیز جو ضرورت کو پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ اسی سے اَلْکَافِیْ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کہ وہ ذات پاک ضرورت کو پوری کرنے والی ہے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں۔
حَسِیْبًا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنیوالا۔
۱۷: ۱۵ = اِھْتَدٰی۔ راہ پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔ اِھْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب۔
= عَلَیْھَا۔ ای علیھا وبال الضّلال۔ اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔
= لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے وِزْرٌ (باب ضرب) سے وَازِرَۃٌ بوجھ اٹھانے والی۔ نفس کی رعایت سے فاعل کو مؤنث لایا گیا ہے
= اُخْرٰی۔ اٰخَرُ واٰخِرُ کا مؤنث ہے۔ دوسری۔ پچھلی۔ وِزْرَ اُخْرٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوسرے کا بوجھ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائیگی
= مَا کُنَّا۔ ماضی منفی۔ جمع متکلم۔ ہم نہیں تھے۔ یا ہم نہیں ہیں۔
= نَبْعَثَ۔ مضارع منصوب۔ جمع متکلم بَعْثٌ مصدر۔ (باب فتح) ہم بھیج دیں۔
۱۷-۱۶ = اَمَرْنَا۔ اَمْرٌ سے۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے حکم دیا۔
اَمَرْنَا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ بعض نے کہا ہے کہ اَمَرْنَا بمعنی اَمَّرْنَا ہے یعنی ہم امیر بنا دیتے ہیں یعنی حاکم کر دیتے ہیں اہل ثروت کو۔ اور وہ دولت و اقتدار کے نشے میں فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں۔
۲۔ بعض کے نزدیک اَمَرْنَا بمعنی اَکْثَرْنَا ہے یعنی ہم اہل ثروت کی تعداد کثیر کر دیتے ہیں اور وہ دولت کے نشے میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔
۳۔ بعض کے نزدیک اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے بِالطَّاعَۃِ عَلٰی لِسَانِ الرَّسُوْلِ یعنی ہم وہاں کے اہل ثروت اشخاص کو ان کے رسول کے ذریعہ اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہیں۔
= مُتْرَفِیْھَا۔ اسم مفعول جمع مذکر حالت نصب۔ مضاف ھا مضاف الیہ ضمیر بستی کی طرف راجع ہے اصل میں مُتْرَفِیْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ بستی کے دولت مند۔ اہل ثروت

صاحب اقتدار لوگ۔
مُتْرَفِیْ۔ صاحبِ دولت۔ اسم فاعل۔ اِتْرَافٌ (افعال) سے جس کے معنی عیش و آرام دینا۔ فراغت کی زندگی دینا ہے۔ اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوش حالی دی گئی۔ فَھُوَ مُتْرَفٌ۔ پس وہ آسودہ حالی اور کثرت دولت سے بدمست ہے۔ اَتْرَفَتْہُ النِّعْمَۃُ۔ عیش نے اس کو بے راہ کر دیا۔
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲۳:۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔
= فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ۔ ای فوجب علیہا الوعید۔ پس عذاب کا فرمان ان پر واجب ہو جاتا ہے۔ اَلْقَوْلُ۔ ای کلمۃ العذاب۔
= فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا۔ فَ عطف سببی کے لئے ہے دَمَّرْنَا۔ فعل با فاعل ھَا مفعول تَدْمِیْرًا۔ مصدر برائے تاکید لایا گیا ہے۔ پس ہم اس کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔
دَمَّرَ یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) ہلاک کرنا۔ اکھاڑ مارنا۔ تباہی لا ڈالنا۔
اور جگہ ارشاد ہے دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ (۴۷:۱۰) اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی۔
۱۷:۱۷ = کَمْ۔ خبریہ ہے۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔
اس صورت میں کبھی اس کی تمیز سے پہلے مِنْ جارہ آتا ہے۔ جیسے کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً (۲:۲۴۹) کتنے ہی قلیل التعداد گروہ کثیر التعداد گروہوں پر غالب آگئے۔ یا کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً (۲۱:۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالا۔

آیۃ ہذا میں کَمْ خبریہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی دوسری صورت استفہامیہ ہے اس حالت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔
= اَلْقُرُوْنِ۔ وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔
قَرْنٌ۔ واحد۔ ایک زمانہ کے آدمی۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو۔
= وَکَفٰی بِرَبِّکَ۔ میں بِ زائدہ ہے وکَفٰی رَبُّکَ .....
وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا اور اپنے بندوں کے گناہوں کی بابت خبر رکھنے اور ان کو دیکھنے کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے، کسی اور کی ضرورت نہیں۔

۱۷: ۱۸ = اَلْعَاجِلَۃَ۔ جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے عَجَلٌ۔ عَجَلَۃٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ اَلْعَاجِلَۃَ صفت ہے اس کا موصوف الدار محذوف ہے العاجلۃ سے مراد دار دنیا ہے۔

= عَجَّلْنَا۔ ہم نے جلدی کی۔ تَعْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ عَجَّلْنَا لَہٗ۔ ہم اس کو جلدی دیدیتے ہیں۔

= فِیْھَا۔ ای فی تلك الدار العاجلۃ۔ ای فی الدنیا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدار العاجلۃ۔ یعنی دار دنیا ہے۔

= یَصْلٰھَا۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ داخل ہوگا۔ صَلٰی یَصْلٰی (باب فتح) باب سَمِعَ مصدر صَلْیٌ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَھَنَّمَ کی طرف راجع ہے۔ یَصْلٰھَا وہ اس (جہنم) میں داخل ہوگا

= مَذْمُوْمًا۔ اسم مفعول۔ مذمت کیا ہوا۔ ذَمَّ یَذُمُّ (نصر) ذَمٌّ و مَذَمَّۃٌ سے برائی کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ مذمت کرنا۔ اَذَمَّۃٌ کسی کو پناہ دے کر اپنی حفاظت میں لینا۔ اَلذِّمَامَۃُ کفالت۔ ذمہ داری۔ اَنْتَ فِیْ ذِمَّۃِ اللہِ۔ تو اللہ کی پناہ میں ہے۔

= مَدْحُوْرًا۔ اسم مفعول۔ ٹھکرایا ہوا۔ راندہ ہوا۔ الدَّحْرُ و الدُّحُوْرُ (باب نصر) کے معنی دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں۔

آیت ہذا میں لِمَنْ نُّرِیْدُ بدل البعض ہے اور اس کا مبدل منہ لَہٗ جس کا مرجع مَنْ ہے جو ابتدار آیت میں ہے مَنْ اور لَہٗ اگرچہ لفظاً واحد ہیں لیکن معنًی جمع ہیں۔ لہٰذا آیت کا ترجمہ ہوگا جو لوگ طلبگار ہیں دارِ دنیا کے ہم ان میں سے جس کو چاہیں جلدی ہی اس دنیا میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ نُّرِیْدُ ہے۔ اور یَصْلٰھَا میں ضمیر فاعل بھی مَنْ نُّرِیْدُ کے لئے ہے

۱۷: ۱۹ = مَشْکُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ مقبول۔

۱۷: ۲۰ = کُلًّا۔ میں تنوین عوض کی ہے اصل میں کُلَّ الْفَرِیْقَیْنِ مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض کُلًّا پر تنوین آگئی۔

اس کی اور مثالیں وَکُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (۳۶: ۴۰) اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور وَکُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ (۲۱: ۷۲) اور سب کو ہم نے نیک بخت بنایا۔

مضاف مضاف الیہ کی صورتیں۔

۱۔ جمع معرف باللام کی طرف کُلّ کا مضاف ہونا۔ جیسے کُلُّ الْقَوْم پوری قوم

۲۔ جمع معرف باللام کی ضمیر کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ (۱۵: ۲۰) توفرشتے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔

۳۔ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ (۱۷: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان (کے اعمال کو بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= نُمِدُّ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِمْدَادٌ (افعال) ہم مدد دیتے ہیں۔ ہم امداد کرتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں ہم سعت کھول دیتے ہیں۔ ہم اپنا رزق اور نعمتیں مطیع وعاصی دونوں کو عطا کرتے ہیں۔

= هٰٓؤُلَآءِ وهٰٓؤُلَآءِ۔ اِن کی بھی اور اِن کی بھی۔ یعنی طالبان دنیا کی بھی اور طالبانِ آخرت کی بھی

= مَحْظُوْرًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ ممنوع۔ روکی گئی۔ بند کر دی گئی۔ یعنی تیرے رب کی نعمتیں اور بخششیں کسی پر بند نہیں۔

۱۷: ۲۱ = فَضَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے فضیلت دی (دنیاوی سازوسامان کے عطا کرنے میں)

= وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ لیکن باعتبار درجات و باعتبار فضل وکرم کے آخرت سب سے بڑھ کر ہے۔

۱۷: ۲۲ = فَتَقْعُدَ۔ ورنہ تو بیٹھ رہیگا (قُعُوْدٌ (بیٹھے رہنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے

= مَخْذُوْلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ منصوب۔ خَذْلٌ وَخِذْلَانٌ مصدر۔ بے مدد چھوڑا ہوا خَذَلَ يَخْذُلُ (باب نصر) بے مدد چھوڑنا۔

۱۷: ۲۳ = قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَاوقَضَاءٌ مصدر۔

قضا قولی ہو یا عملی۔ بشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال اس میں فیصلہ کر دینا یا فیصلہ کر لینا۔ کسی بات کے متعلق ارادہ کر لینا۔ حکم دینا۔ یا عمل کو ختم کر دینا۔ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ صلہ یا سیاق کی مناسبت سے اس کے مختلف معانی ہیں۔ حکم دینا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ مقدر کرنا۔ مقرر کرنا۔ قَضٰى حَاجَتَهٗ ضرورت پوری کرنا اور اس سے فارغ ہونا قَضٰى وَطَرَهٗ اپنی حاجت پوری کر لی۔ اپنی مراد پالی۔

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳: ۳۷) زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ یعنی بے تعلق ہو گیا۔ اس نے طلاق دیدی) قَضٰى نَحْبَهٗ مرجانا۔ کنایۃً موت مراد ہے اصل استعمال منت پوری کرنا کے لئے ہے

= وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط ای احسنوا بالوالدین اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

= اِمَّا۔ اِنْ مَا ہے اِنْ شرطیہ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے۔ اگر۔
= یَبْلُغَنَّ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ وہ پہنچ جائے
= اَلْکِبَرَ۔ اسم مصدر منصوب۔ پیرانہ سالی۔ بڑھاپا۔
= کِلَا۔ تاکید۔ تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے یعنی دونوں (مذکر) یہ لفظ لفظاً مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ۔ اس لئے مفرد بھی مستعمل ہے اور تثنیہ بھی۔ بغیر مضاف الیہ کے مستعمل نہیں۔ اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو رفع، نصب، جر۔ ہر حالت میں اس کا الف باقی رہتا ہے۔ جیسے جَاءَ کِلَا الرَّجُلَانِ وَرَأَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَمَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ۔

مگر جب مضاف الیہ ضمیر ہو تو حالت رفع میں کِلَا هُمَا اور حالت نصب و جر میں کِلَیْهِمَا (یاء کے ساتھ) آئے گا۔ جیسے رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْهِمَا۔

کِلْتَا۔ دونوں (مؤنث) تاکید مؤنث کے لئے ہے۔ اس کا استعمال بھی کِلَا کی طرح ہے لیکن جب ان (کلا۔ کلتا) کی طرف ضمیر راجع ہو تو ان کا لفظ مفرد ہونے کی وجہ سے مفرد کا صیغہ لایا جاتا ہے جیسے زید وعمرو کلا هما قائم یا کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَهَا (۱۸:۳۳) دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل لائے۔

= لَا تَنْهَرْ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر، تو مت ڈانٹ۔ تو مت جھڑک۔ نَهْرٌ مصدر باب فتح۔
۱۷:۲۴ = اِخْفِضْ۔ خَفْضٌ مصدر سے۔ باب ضرب۔ تو جھکا دے۔ تو نرمی اختیار کر۔
= جَنَاحَ الذُّلِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تواضع اور انکسار کے پَر۔

جَنَاحَ بازو۔ اَجْنِحَةٌ جمع۔ پرندہ کا پر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ (۶:۳۸) اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے، اور وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ (۲۰:۲۲) اور ملالے اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے۔ اور وَاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّهْبِ (۲۸:۳۲) اور خوف (دفع کرنے) کے واسطے اپنا بازو پھر اپنے سے ملالینا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ اور ان دونوں کے لئے ذلت کا بازو مہربانی سے بچھا دے۔

ذلّت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ذلّت انسان کو گراتی ہے۔ دوسری سے مرتبہ بجائے گھٹنے کے بڑھتا ہے۔ جابر کے سامنے جھک جانا اول الذکر میں شامل ہے۔ لیکن کمزور کے سامنے نرمی اختیار کرنا مؤخر الذکر میں شامل ہے۔ یہاں یہ دوسری قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں رحمت بمعنیٰ شفقت ہے۔

ذُلٌّ ۔ ذَلَّ یَذِلُّ (ضرب) کا مصدر ہے ۔ تواضع، عاجزی،
= رَبِّ ۔ اصل میں رَبِّیْ تھا اس سے قبل یَا حرفِ ندا مقدر ہے تخفیف کے لئے یا ساقط ہوگیا ہے ۔
= کَمَا رَبَّیٰنِیْ ۔ جیساکہ (پیار و محبت سے) ان دونوں نے مجھے پالا تھا۔
۱۷: ۲۵ = اَوَّابِیْنَ ۔ اَوَّابٌ ۔ بہت رجوع ہونے والا۔ اَوْبٌ سے ۔جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں ۔ مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ ۔یہاں اپنے تمام اقوال و افعال ۔حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے ۔
اَوَّابِیْنَ ۔ اَوَّابٌ کی جمع ہے بہت رجوع کرنے والے ۔یعنی وہ جو گناہ سے توبہ کی طرف اور برائیوں سے اچھائیوں کی طرف رجوع کریں ۔
۱۷: ۲۶ = اٰتِ ۔ اِیْتَاءٌ سے ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ تو دے ۔
= لَا تُبَذِّرْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ۔ تَبْذِیْرٌ (تفعیل) سے تو فضول خرچی نہ کر ۔ تَبْذِیْرًا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔
۱۷: ۲۷ = اَلْمُبَذِّرِیْنَ ۔ فضول خرچ ۔فضول برباد کرنے والے ۔ بَذْرٌ ۔ بیج جو کھیت میں بکھیرا جاتا ہے اسی رعایت سے مال کو (فضول) بکھیرنے والے کو مُبَذِّرٌ کہتے ہیں ۔ بَذَرَ یَبْذُرُ (نصر) بکھیرنا ۔
= کَفُوْرًا ۔ صفت مشبہ ۔منصوب ۔ نکرہ ۔ ناشکرا ۔
۱۷: ۲۸ = تُعْرِضَنَّ ۔مضارع بانون ثقیلہ ۔ واحد مذکر حاضر ۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تو منہ پھیرلے ۔ تو تغافل کرے ۔(یعنی عدم استطاعت کی وجہ سے اعراض پر مجبور ہوجائے ۔
= اِبْتِغَاءَ ۔ بروزن افتعال (بمعنی چاہنا ۔ تلاش کرنا (سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے) منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے ۔ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ ۔ رحمت کی تلاش ۔ اللہ کی طرف سے رحمت کی امید۔
= تَرْجُوْهَا ۔ جس کی تو توقع اور امید رکھتا ہے رَجَاءٌ سے (نصر) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو رَحْمَةٍ کی طرف راجع ہے ۔
= مَیْسُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر یُسْرٌ سے ۔ آسان ۔ نرم ۔ عُسْرٌ کی ضد ۔
آیت کا ترجمہ ہوا ۔ اگر اپنے رب کی طرف سے متوقع خوشحالی کی تلاش وجدوجہد کے دوران میں وقتی طور پر تنگدستی کی وجہ سے تجھے ان سے تغافل برتنا پڑے تو ان کے ساتھ نرم گفتاری کا سلوک کر۔
(ان سے مراد وہ حقدار ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر گذرا ہے)

۱۷:۲۹ = مَغْلُوْلَةً ۔ اسم مفعول واحد مؤنث ۔ منصوب، بالکل بندھا ہوا۔ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِ گردن سے بندھا ہوا۔ ہاتھوں کا گردن سے بندھا ہونا کے معنی ہیں دینے کے لئے کھلنے سے قاصر ہونا۔ لہٰذا بخیل کو کہیں گے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔

غُلٌّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ ہتھکڑی وغیرہ۔

ارشاد ربانی ہے، خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۶۹ : ۳۰) پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ اس کو۔

= وَلَا تَبْسُطْهَا ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اور نہ ہی اسے (اپنے ہاتھ کو) بالکل کھول دے۔

= فَتَقْعُدَ ۔ تو بیٹھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو ۱۷:۲۲

= مَلُوْمًا ۔ اسم مفعول ۔ واحد مذکر۔ لَوْمٌ مادہ۔ ملامت زدہ۔ ملامت کیا ہوا۔

= مَحْسُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حسرت زدہ۔ پُرافسوس۔ درماندہ۔ حیران۔ حَسَرَ يَحْسُرُ (نصر) حَسَرَ يَحْسِرُ (ضَرَبَ) لازم۔ نگاہ کا تھک جانا۔ برہنہ ہو جانا۔ پہلی مثال يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (۶۷ : ۴) نگاہ ذلیل اور تھکی ماندی تیری طرف لوٹ آئے گی۔ اور متعدی تھکا دینا یا برہنہ کر دینا۔

۱۷: ۳۰ = يَبْسُطُ ۔ کھول دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کشادہ کر دیتا ہے۔

= يَقْدِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَرَ عَلٰى عِيَالِهٖ اس نے اپنے اہل و عیال پر تنگی کی (قَدَرْتُ عَلَيْهِ الشَّيْءَ۔ میں نے اس پر تنگی کر دی گویا وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ (بغیر حساب و بے اندازہ نہیں دی گئی)

۱۷:۳۱ = خَشْيَةَ ۔ خوف۔ ڈر۔ ہیبت۔ خشیۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم شامل ہو۔ اسی بناء پر آیۃ شریفہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵ : ۲۸) اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔

= اِمْلَاقٍ ۔ مصدر (افعال) سے مفلس اور تنگ دست ہونا۔ فقروفاقہ۔ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ ہے لَا تَقْتُلُوْا کا۔

= خِطْاً ۔ گناہ۔ چوک۔ جرم۔ خطا۔ خَطِئَ يَخْطَاُ (سمع) کا مصدر ہے بمعنی گناہ کرنا کے آتا ہے۔

۱۷:۳۲ = فَاحِشَةً ۔ الفُحْشُ وَالفَحْشَآءُ وَالفَاحِشَةُ ۔ اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسرے پر پڑے۔

آیات اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (۴: ۱۹) ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی

مرتکب ہوں۔ اور وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآءِکُمْ (۴ : ۵) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ ان دونوں آیات میں مراد زنا ہے۔

فَاحِشَۃً منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہے۔

۱۷: ۳۳ = وَلِیِّہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ولی۔ اس کا وارث۔ جیسا کہ آیت شریف میں آیا ہے هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا (۱۹: ۵) مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ قرآن مجید میں اور جگہ بمعنی مددگار۔ دوست۔ رفیق بھی آیا ہے۔

= سُلْطٰنًا۔ برہان۔ دلیل۔ سند۔ اختیار۔ زور۔ قوت۔ حُجّت۔ حکومت۔ مادہ سلط۔

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا۔ تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا ہے۔

= لَا یُسْرِفْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل وَلِیّ کی طرف راجع ہے۔ فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ پس اُسے چاہئے کہ قتل کے باب میں حد سے آگے نہ بڑھے۔ یعنی قتل کا بدلہ اگر قتل ہی لینا ہے تو قاتل کے سوا دوسرے کو قتل نہ کرے۔ اور نہ ہی ایک قتل کے بدلہ میں ایک سے زیادہ مخالفین کو قتل کرے!

= اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ہ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کا مرجع مقتول ہے کہ دنیا میں اس کے قتل کا قصاص یا دیت دلانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں حکم فرمایا اور آخرت میں وہ ثواب کا حقدار ہوگا۔

۲۔ اس کا مرجع وَلِیّ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقتول کا قصاص لینے کا اختیار دیا اور دوسروں کو قصاص حاصل کرنے میں اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اس کا مرجع وہ مقتول ہے جسے ولی نے اسراف کا ارتکاب کرتے ہوئے قتل کر دیا ہو۔ اس صورت میں مقتول ناحق کی امداد میں ولی مسرف پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم آئیگی۔

۱۷: ۳۴ = لَا تَقْرَبُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم قریب نہ جاؤ۔ تم پاس نہ جاؤ۔ تم ہاتھ میں نہ لو۔

= اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ ای الا بالطریقۃ التی ھی احسن۔ بجز اس طریق کے جو (مالِ یتیم کی حفاظت ومنفعت کے بارہ میں) بہتر ہو۔

= یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ۔ اپنے سن پختگی کو پہنچ جائے۔

= وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ۔ تم عہد کی پابندی کرو۔ عہد کو پورا کرو۔ ایفائے عہد کردیہ حکم یتیم کے ولی کے لئے ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی کی سرپرستی قبول کرتا ہے تو خدا اور بندوں سے مال یتیم کی حفاظت کا عہد کرتا ہے۔ جس کا بجالانا اس کا فرض ہے۔

١٧: ٣٥ == اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ تم ایفا کرو۔ اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔
== اَلْکَیْلَ۔ مصدر۔ پیمانے سے غلہ وغیرہ کا ماپنا۔
اَوْفُوا الْکَیْلَ۔ جب ماپو تو پورا پورا ماپ دو۔ مراد غلہ ہے
== کِلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ کَیْلٌ مصدر اصل میں کَیَلْتُمْ تھا۔ باب ضرب اِذَا کِلْتُمْ جب تم پیمانہ بھر کر دو۔ یا کوئی چیز غلہ وغیرہ پیمانہ سے ماپ کر دو۔ اَوْفُوْا۔ تو پورا پورا دو۔
== اَلْقِسْطَاسِ۔ ترازو، یہ لفظ رومی ہے۔
قِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ۔ انصاف کی ترازو۔ صحیح ترازو۔
== تَاْوِیْلاً۔ انجام کار۔ مصدر ہے اَوْلٌ سے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے جائے بازگشت کو مَوْئِلٌ کہتے ہیں۔
تَاْوِیْلٌ کے معنی کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ (٣: ٦) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
غایت عملی کے متعلق فرمایا ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ (٧: ٥٣) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آئیں گے۔
یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے آجائے گی۔
١٧: ٣٦ == لَا تَقْفُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جس شئے کا تجھے علم نہیں تو اس کے پیچھے نہ پڑ۔ تو اس کے درپے مت ہو۔ قَفْوٌ (باب نصر) سے۔ جس کے معنی اصل میں تو کسی کے پیچھے چلنے اور درپے ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے اتباع اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے (یعنی اپنے کان۔ آنکھ اور دل کا مکمل اور صحیح استعمال کرنے کے بعد فیصلہ کرو)
اَلْقَفَا کے معنی گدی کے ہیں اور قَفَوْتُہٗ کے معنی کسی کی گردن پر مارنا اور کسی کے پیچھے چلنا کے ہیں
== کُلُّ اُولٰٓئِکَ۔ یہ سب کے سب۔ اُولٰٓئِکَ کا اشارہ مجموعًا السمع والبصر والفؤاد کی طرف ہے۔ اور عَنْہُ کا اشارہ فردًا فردًا ان کی طرف ہے ای کل واحد منہا کان مسئولا عنہ۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔
١٧: ٣٧ == لَا تَمْشِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ چل۔ تو مت چل۔ مَشٰی یَمْشِیْ (ضَرَبَ) سے۔ مَشْیٌ مصدر۔

= مَرَحًا۔ اَلْمَرَحُ کے معنی ہیں بہت زیادہ اور شدت کی خوشی جس میں انسان اترانے لگے مَرَحًا اتراکر۔ نخوت وتکبر سے۔ لَا تَمْشِ سے حال ہے۔

= لَنْ تَخْرِقَ مضارع نفی تاکید بلن۔ تو نہیں پھاڑ سکتا۔ تو نہیں پھاڑیگا۔ تَخْرِقَ منصوب بوجہ عمل لَنْ کے ہے۔

اَلْخَرْقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ خَلْقٌ کی ضد ہے جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرْقٌ کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا کے ہیں خَرْقٌ۔ شگاف۔ سوراخ۔ بے آب وگیاہ بیابان۔ اور خِرْقَۃٌ کپڑے کا چیتھڑا۔ دھجی۔

= لَنْ تَبْلُغَ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع نفی تاکید بہ لَنْ۔ تو نہیں پہنچ سکیگا۔ یا تو نہیں پہنچیگا۔

= طُوْلًا۔ لمبائی میں۔ بلندی میں۔ طُوْلًا کا نصب بوجہ تمیز کے ہے یا یہ لَنْ تَبْلُغَ کا مفعول لہٗ ہے یا فاعل یا مفعول (الجبال) سے حال ہے

۱۷ : ۳۸ = كُلُّ ذٰلِكَ۔ یہ سب اس کا اشارہ اوامر ونواہی کی طرف ہے جن کا ذکر آیۃ ۱۲ لا تجعل مع اللّٰہ سے شروع ہو کر آیۃ ۳۷ تک مذکور ہے۔

= سَيِّئُهٗ۔ اس کا برا پہلو۔ اس کی برائی۔ سَیِّئٌ۔ بد۔ برا۔ سُوْءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مَكْرُوْهًا۔ ناپسند۔ بوجہ کان کی خبر ہونے کے منصوب ہے۔

كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ یعنی ہر حکم میں جو چیز ممنوع ہے اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یا دوسرے الفاظ میں جس حکم کی بھی نافرمانی کی جائے وہ ناپسندیدہ ہے۔

= ذٰلِكَ۔ یہ تمام باتیں جو آیۃ ۲۱ سے لے کر یہاں تک مذکور ہیں۔

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

= لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اسی جملہ سے ان حکمت کی باتوں کا آغاز آیۃ ۲۱ سے ہوا تھا۔ اور اسی پر اس پند ونصائح کو ختم کیا گیا کیونکہ توحید ہی راس الحکمۃ ہے اور شرک بدترین گناہ۔

= فَتُلْقٰى۔ کہ تو ڈالا جائے یا ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

= مَلُوْمًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۹ سورۃ ہذا۔

= مَدْحُوْرًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۸ سورۃ ہذا۔

۱۷ : ۴۰ = اَفَاَصْفٰىكُمْ۔ اَ۔ برائے استفہام انکاری ہے فَ عطف کا ہے جس کا عطف کلام مقدر اَفَضَّلَكُمْ علیٰ جنابہٖ پر ہے۔

اَصْفٰکُمْ۔ اَصْفٰی یُصْفِیْ اِصْفَاءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے چن لیا
اس نے منتخب کرلیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے جس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں
ہیں۔ اَفَاَصْفٰکُمْ کیا (اے مشرکو جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو اللہ نے تم کو اپنی ذات پر فضیلت دیتے
ہوتے) تم کو (بیٹوں کے لئے) انتخاب کرلیا (اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا)
یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کا صاحب اولاد ہونا ہی کیا کم افترا ہے کہ مزید برآں اس کی اولاد بھی بیٹیاں قرار دیتے
ہو جن کا انتساب خود اپنی جانب باعث ننگ وتحقیر سمجھتے ہو
= اِنَاثًا۔ اُنْثٰی کی جمع ہے مادہ مؤنث عورتیں۔ بیٹیاں۔
اصل میں اُنْثٰی اور ذَکَرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کے نام ہیں پھر اس معنی کے لحاظ سے مجازًا
یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (۴: ۱۲۴)
مرد یا عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے گا
۱۷: ۴۱ = صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَصْرِیْفٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح
سے بیان کیا۔ ہم نے اس کو طرح طرح سے بانٹا یا تقسیم کیا۔ کسی شے کے ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف اور ایک امر سے دوسرے امر کی طرف پلٹنے اور تبدیل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے تَصْرِیْفِ
الرِّیٰحِ ہواؤں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶: ۲۷) اور ہم نے
آیات کو لوٹا لوٹا کر بیان کیا۔ اور صَرَّفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعِیْدِ (۲۰: ۱۱۳) اور ہم نے اس میں طرح کے وعید
بیان کر دیئے ہیں۔
= لِیَذَّکَّرُوْا۔ لام تعلیل یَذَّکَّرُوْا مضارع منصوب (نصب بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ
(تفعّل) سے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔
= یَزِیْدُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل۔ تَصْرِیْفٌ کے لئے ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب۔
= نُفُوْرًا مصدر منصوب (نصر۔ ضرب) دور ہونا۔ بھاگنا۔
مَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ (لیکن) اس بار بار اور پھیر پھیر کر سمجھانے نے ان میں نفرت کو ہی بڑھایا
یعنی وہ اور زیادہ اس سے بدکے اور دور بھاگے۔
نَفَرَ (عَنْ) کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ (اِلٰی) کسی کی طرف دوڑ کر آنا۔
۱۷: ۴۲ = لَابْتَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) لام برائے
تاکید۔ انہوں نے ضرور تلاش کرلیا ہوتا۔

۱۷:۴۳ = تَعَالٰی ۔ وہ برتر ہے ۔ بلند ہے۔ تَعَالِیٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفاعل)
= عُلُوًّا ۔ مصدر بمعنی بلند ہونا ۔ عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ ۔ عُلُوًّا ۔ بلحاظ بلندی ۔
= کَبِیْرًا ۔ بلحاظ کبریائی کے ۔
۱۷:۴۴ = اِنْ ۔ نافیہ ہے۔
= لَا تَفْقَھُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ فِقْہٌ سے (باب سمع) تم سمجھتے نہیں ہو۔
۱۷:۴۵ = مَسْتُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَتْرٌ مصدر (باب نصر) چھپا ہوا۔ چھپایا ہوا
۱۷:۴۶ = اَکِنَّةً ۔ کِنَانٌ کی جمع پردے ۔ غلاف ۔ کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ وَکُنُوْنٌ ۔ مصدر۔ مَکْنُوْنٌ چھپایا ہوا۔ سیپ میں محفوظ
= وَقْرًا ۔ اسم مصدر، منصوب ۔ ثقل ۔ بہرہ پن ۔ گرانی ۔
= وَلَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَةٌ مصدر۔ منہ موڑ کر، پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔
عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ پیٹھ موڑ کر اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع بمعنی پیٹھ ۔
= نُفُوْرًا ۔ نفرت کرتے ہوئے ۔ ضمیر فاعل وَلَّوْا سے حال ہے ۔
۱۷:۴۷ = بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ ۔ کس غرض کے لئے سنتے ہیں ۔ بِهٖ بمعنی لاجلہ ۔ بسببہ کے مترادف ہے ۔ یعنی ان کے قرآن سننے کا سبب یا وجہ کیا ہے ۔ کس مقصد کے لئے سنتے ہیں ۔ یَسْتَمِعُوْنَ اور بِهٖ کے درمیان القران محذوف ہے ۔
اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ ۔ جب وہ کان لگا کر آپ کو سنتے ہیں ۔
= نَجْوٰی ۔ یہ مادہ ن ج و سے مشتق ہے اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے ۔ نَجَا فُلَانٌ مِنْ فُلَانٍ فلاں نے فلاں سے نجات پائی۔
باب افعال وتفعیل سے ۔ نجات دینا کے معنی میں ہے مثلاً فَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲۷:۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا۔
نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۴۱:۱۸) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا ۔ باب تفاعل اور مفاعلہ سے بمعنی سرگوشی کرنا ہے ۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء کرنے سے بچانا ہے ۔ مثلاً یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸:۹) اے مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا ۔ اور اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً

(٥٨: ١٢) جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔
لفظ نجوٰی کبھی بطور صفت کے بھی آتا ہے اور واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے
وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی (آیۃ ھذا) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ نجوٰی بمعنی سرگوشیاں کرنے والے۔
= اِذْ هُمْ سے قبل وَنَحْنُ اَعْلَمُ محذوف ہے ای وَنَحْنُ اَعْلَمُ اِذْ هُمْ نَجْوٰی۔ اور ہم خوب جانتے ہیں جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔
= اِذْ یَقُوْلُ بدل ہے اِذْ هُمْ کا۔ یعنی جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ (ظالم) کہہ رہے ہوتے ہیں:
= اِنْ تَتَّبِعُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے تَتَّبِعُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ مصدر۔ تم پیروی کرتے ہو تم پیروی کر رہے ہو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی نہیں کر رہے (مگر ایک سحر زدہ شخص کی)
٤٩:١٧ = رُفَاتًا۔ بوسیدہ، گلا ہوا۔ چورا چورا۔ جو چیز ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے اسے رُفات کہا جاتا ہے رَفْتٌ مصدر (باب نصر)
= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ بَعْثٌ مصدر (باب فتح) جی اٹھنا۔ زندہ کرنا۔ اٹھ کھڑا ہونا۔
مُردوں کے لئے اس کا استعمال بمعنی جی اُٹھنا۔ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرنا اور حشر ہونا ہے۔
مثلاً وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (٦: ٣٦) اور مردوں کو اللہ (حشر کے دن قبروں سے زندہ کر کے) اٹھا کھڑا کریگا۔

اور جب اس کا استعمال رسولوں کے لئے ہوگا تو اس کے معنی بھیجنے کے ہوں گے جیسے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (١٦: ٣٦) اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا۔
مَبْعُوْثُوْنَ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ قبروں سے اٹھائے جانیوالے۔ اٹھا کر کھڑا کئے جانیوالے۔
= مِمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ۔ (یا تم بن جاؤ یا ہو جاؤ ایسی خلقت میں سے) جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے یعنی جس میں پتھر اور لوہے سے بھی حیات قبول کرنے کی صلاحیت کم ہو۔ یا وہ جسم و حجم میں تمہارے خیال میں اس قدر بڑی ہو کہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو دوبارہ زندہ کرنا محال ہو۔
٥٠:١٧ = قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ کے بعد جملہ لَكَانَ قَادِرًا عَلٰۤی اَنْ یَّرُدَّكُمْ اِلٰی حَالِ الْحَیٰوةِ۔ محذوف ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہہ دیجئے تم پتھر بن جاؤ یا لوہا ہو جاؤ۔ یا کوئی چیز جو تمہارے خیال کے مطابق ان سے بھی مشکل تر ہو حیات کو قبول کرنے میں تو بھی اللہ تعالیٰ مکمل قدرت رکھتا ہے تم کو دوبارہ زندہ کرنے پر۔
= یُعِیْدُنَا۔ یُعِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَةٌ (افعال) مصدر نا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ ہمیں دوبارہ زندہ

کر کے لوٹائے گا۔

۱۷: ۵۱ = یُنْغِضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب افعال نَغْضٌ وَنُغُوْضٌ مصدر ثلاثی مجرد سے۔ اس کے معنی اوپر سے یا نیچے اوپر حرکت دینے کے ہیں۔

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَھُمْ۔ وہ آپ کے سامنے سر ہلائیں گے (تعجب یا استہزاء کے طور پر)

= مَتٰی ھُوَ۔ میں ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب البعث و القیامۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہ دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا اور حشر کب ہوگا۔

۱۷: ۵۲ = یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ۔ میں یَوْمَ کا نصب بوجہ فعل مضمر اُذْكُرُوْا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یاد کرو وہ دن جب وہ (اللہ) تمہیں پکارے گا۔ یا بوجہ قَرِیْبًا کے بدل ہونے کے ہے۔ ترجمہ ہوگا (عجب نہیں یہ وقت قریب ہی آپہنچا ہو) یہ اس روز ہوگا جب اللہ تمہیں پکاریگا.... الخ

= فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ۔ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ مادہ جَوْبٌ باب استفعال سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ الجوبُ (باب ضرب) اس کے اصل معنی الجَوْبَۃ قطع کرنے کے ہیں۔ الجَوْبَۃ یہ پست زمین کی طرح (زمین میں گڑھا سا) ہوتا ہے پھر ہر طرح زمین کے قطع کرنے پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۸۹: ۹) اور ثمود (کے ساتھ کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے (اور مکان بناتے) تھے۔

کسی کلام کے جواب کو جواب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قائل کے منہ سے نکل کر فضا کو قطع کرتا ہوا سامع کے کان تک پہنچتا ہے مگر عرف میں ابتداءً کلام کرنے کو جواب نہیں کہتے بلکہ کلام کے لوٹانے پر جواب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ........ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا..... الخ (۲۷: ۵۴-۵۶) اور لوطؑ کو بھی ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) جب کہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کیا تم یہ بےحیائی کا کام کرتے ہو؟........ مگر اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا۔

پھر جواب کا لفظ سوال کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سوال دو قسم پر ہے۔

(۱) گفتگو کا طلب کرنا۔ اور اس کا جواب گفتگو ہی ہوتی ہے۔

(۲) طلب عطا۔ یعنی خیرات طلب کرنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خیرات دیدی جائے جیسے اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ (۴۶: ۳۱) خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو یا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲: ۱۸۶) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اَلْاِسْتِجَابَۃُ (باب استفعال) کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی اِجَابَۃٌ (باب افعال)

کے ہیں۔ اصل میں استجابۃ کے معنی جواب تلاش کرنا اور اس کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن اسے اجابۃ سے تعبیر کر لیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جیسے اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوۡلِ (۸:۲۴) خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ کہ یہاں اِسۡتَجِیۡبُوۡا۔ اَجِیۡبُوۡا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ۔ پس تم قبول کروگے، تم تعمیل کروگے۔ تم بجا لاؤگے۔

= بِحَمۡدِہٖ ۔ ضمیر فاعل تَسۡتَجِیۡبُوۡنَ کا حال ہے درآنحالیکہ تم اس (اللہ) کی حمد کررہے ہوگے

= وَتَظُنُّوۡنَ ۔ واؤ عاطفہ، تَظُنُّوۡنَ کا عطف تَسۡتَجِیۡبُوۡنَ پر ہے۔ اور تم یہ خیال کروگے (قیامت کی ہولناکی کے پیش نظر)

یا مبتدا، اَنۡتُمۡ مقدرہ ہے اور جملہ وَاَنۡتُمۡ تَظُنُّوۡنَ موضع حال میں ہے اور درآنحالیکہ تم یہ گمان کررہے ہوگے۔

= اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ میں اِنۡ نافیہ ہے ای ما لبثتم فی القبور او فی الدنیا۔ کہ تم قبروں میں یا دنیا میں نہایت قلیل عرصہ رہے ہو۔

۱۷:۵۳ = یَقُوۡلُوا ۔ ای قل لعبادی لیقولوا۔ یہاں یَقُوۡلُوۡا فعل امر جمع مذکر غائب لام امر محذوف ہے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں کو (یعنی مومنین کو) کہہ دیجئے کہ وہ ایسی باتیں کریں جو بہتر ہوں

= یَنۡزَغُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزۡغٌ مصدر (باب فتح) فساد ڈلواتا ہے۔ نَزۡغٌ دو آدمیوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرنا۔ بہکانا۔ بھڑکانا۔ برانگیختہ کرنا۔

= بَیۡنَہُمۡ ۔ ای بین المسلمین والمشرکین

۱۷:۵۴ = یَرۡحَمۡکُمۡ اور یُعَذِّبۡکُمۡ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط کے ہے

= وَکِیۡلًا ۔ صفت مشبہ منصوب۔ کارساز۔ ذمہ دار

= زَعَمۡتُمۡ ۔ ای ادعوا الذین تعبدون من دون اللہ وزعمتم انہم الٰھۃ۔ بلاؤ ان کو جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم گمان کرتے ہو کہ وہ خدا ہیں۔

زَعَمۡتُمۡ ۔ زَعۡمٌ مصدر (باب نصر) تم نے زعم کیا۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا۔

= تَحۡوِیۡلًا ۔ تَحۡوِیۡلٌ مصدر بروزن تفعیل۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت۔ حَالَ یَحُوۡلُ (نصر) حائل ہونا بیچ میں آپڑنا۔ حَوۡلٌ کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں۔ چونکہ بیچ میں آپڑنے سے جدائی ضروری ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حَوۡلٌ بمعنی سال بھی ہے

۱۷:۵۷ = اُولٰٓئِکَ ۔ موصوف اَلَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ صفت یَدۡعُوۡنَ کے بعد ضمیر مفعول محذوف ہے

موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا۔ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمۡ خبر۔ مطلب یہ کہ یہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوتے ہیں اور جن کو اپنی تکلیف ومصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں ہیں بلکہ وہ تو خود ہر لمحہ ہر لحظہ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ اگر وہ واقعی خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی کیا ضرورت تھی۔

آیت میں یَدۡعُوۡنَ کی ضمیر فاعل مشرکین کی طرف راجع ہے اور یَبۡتَغُوۡنَ کی ضمیر فاعل مشارٌ الیہم (یعنی مشرکین جن کو خدا بنائے ہوئے ہیں) کے لئے ہے

= اَلۡوَسِیۡلَۃَ۔ اسم ہے۔ بمعنی قُرب، نزدیکی، قُرب کا ذریعہ۔ طاعت۔ وسیلہ بروزن فعیلہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ وَسَلَ بمعنی تَقَرَّبَ۔ وہ قریب ہو گیا (رازی) وہ چیز جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے (سیوطی آیت ۵: ۳۵) طاعت کے ذریعہ سے قرب (سیوطی ۱۷: ۵۷ آیت ہذا) اس کی جمع وسائل ہے جو کہ بمعنی ذرائع مستعمل ہے۔

یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ۔ اپنے رب کا قرب ڈھونڈھتے ہیں۔ اپنے رب کے قرب کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں (بندگی اور طاعت کے ذریعہ سے)

= اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ ان میں سے کون (اس راہ میں) زیادہ قریب ہوتا ہے اپنے اللہ سے)

= یَرۡجُوۡنَ اور یَخَافُوۡنَ کا عطف یَبۡتَغُوۡنَ پر ہے۔

= مَحۡذُوۡرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ ڈرنے کی چیز۔ قابلِ خوف، خوفناک۔ ڈر کر بچنے کی چیز حَذِرَ یَحۡذَرُ (سمع) ڈر کر بچا۔ احتیاط کی۔

۱۷: ۵۸ = اِنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ۔ سے مراد کافروں اور معاندین کی بستیاں ہیں۔

اور مُہۡلِکُوۡہَا (ہم ان کو ہلاک کرنے والے ہیں) میں اہلاک بالعذاب مراد ہے۔ ورنہ نفس موت وہلاکت تو طبعی اسباب سے مومن اور کافر سب کی ہوتی رہتی ہے۔

۱۷: ۵۹ = مُبۡصِرَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث حالت نصب۔ واضح، روشن۔ واضح کرنیوالی الناقہ کا حال ہے۔

= تَخۡوِیۡفًا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے خوف دلانا۔ ڈرانا۔ ڈرانے کے لئے۔ خوف دلانے کے لئے۔ نصب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔

۱۷: ۶۰ = وَاِذۡ قُلۡنَا۔ واذکر زمان قولنا بواسطۃ الوحی۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے بواسطہ وحی کہا تھا۔

= اَحَاطَ۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ اِحَاطَۃٌ مصدر جس کے

معنی کسی شے پر اس طرح چھا جانے کے ہیں (علمی طور پر، نفسیاتی طور پر، یا جسمانی طور پر) کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہاں احاطہ علمی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانوں کے ماضی حال مستقبل۔ ظاہر و باطن سب کا دقیق و عمیق علم کامل ہے۔

= الرُّءْیَا۔ خواب۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بغیر واؤ کے صرف ہمزہ کے ساتھ بغیر مرکز ہمزہ (ی بغیر نقطہ کے) لکھا جاتا ہے۔ یہ رَاٰی یَرٰی کا مصدر ہے اور بروزن فُعْلٰی اسم بھی ہے بمعنی خواب۔

بیضاویؒ لکھتے ہیں رؤیا رویۃ ہی کی طرح ہے مگر وہ خواب میں دیکھنے کے لئے مخصوص ہے اور یہی قول حریری کا ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

کہ رؤیا کبھی بمعنی رؤیت بھی آتا ہے (یعنی بیداری میں دیکھنا) اور اس کی سند میں اسی آیت کو لاتے ہیں۔ متنبی نے بھی رؤیا کا استعمال حالت بیداری میں دیکھنے کے معنی میں کیا ہے۔ اسی سے ہے ورؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض (نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیۃ ہذا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہٖ (یہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

یہاں رُؤْیَا کا اشارہ معراج کی طرف ہے۔

= فِتْنَۃً۔ آزمائش، آزمائش کا سبب۔

= الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ۔ موصوف، صفت، وہ درخت جس کی لعنت کی گئی ہے۔

الشجرۃ الملعونۃ فی القراٰن۔ ای الشجرۃ الملعونۃ مذکورۃ فی القراٰن۔ وہ ملعون درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ قرآن میں یہ ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝۶۳ اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝ طَلْعُھَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝۶۵

(کیا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ ہم نے اس کو کافروں کے لئے (موجب) آزمائش بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔ الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ کا عطف الرُّءْیَا پر ہے۔ جملہ یوں ہوگا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ مذکورۃ فی القراٰن اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ۔ اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا اُسے اور اس ملعون درخت کو جو قرآن میں

مذکور ہے لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بنا دیا۔
== نُخَوِّفُهُمْ۔ نُخَوِّفُ مضارع جمع متکلم تَخْوِيْفٌ (تفعیل) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ڈراتے ہیں۔ ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں۔
== يَزِيْدُهُمْ۔ يَزِيْدُ کی ضمیر فاعل کا مرجع التخويف (ان کو ڈرانا) ہے۔
۱۷: ۶۱ == طِيْنًا۔ ای من طين۔
۱۷: ۶۲ == قَالَ۔ ای قال ابليس۔
== اَرَءَيْتَكَ۔ الاتقان میں ہے جب ہمزہ استفہام رَأَيْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنیٰ اَخْبِرْنِيْ (مجھ کو بتا۔ مجھ کو خبر دے) کے ہوتے ہیں۔ اَرَءَيْتَكَ تو مجھے بتا۔
== الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ۔ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔
آیت میں حذف ہے تقدیر کلام یوں ہے اَرَءَيْتَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لِمَ كَرَّمْتَهٗ۔ مجھے بتا تو یہ آدم جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟
== اَخَّرْتَنِ۔ تَاخِيْرٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم بوجہ عمل اِنْ ساقط ہو گئی۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے۔
== لَاَحْتَنِكَنَّ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَحْتَنِكَنَّ مضارع واحد متکلم با نون ثقیلہ اِحْتِنَاكٌ افتعال۔ مصدر جس کے معنی ٹڈی کے زمین کی روئیدگی صفاچٹ کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ جب مکڑی کسی کھیت کو کھا کر چٹ کر جائے تو عرب کہتے ہیں اِحْتَنَكَ الْجَرَادُ الزَّرْعَ یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی و مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی اگر تو مجھے مہلت دے تو میں ذریت آدم کو راہِ راست سے اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ایمان کا صفایا کر دوں گا۔
باب افتعال سے بمعنی قابو میں کرنا۔ لگام دینا کے، بھی مستعمل ہے
۱۷: ۶۳ == اِذْهَبْ۔ امر، واحد مذکر حاضر۔ تو جا۔ چلا جا۔ ای اذهب وافعل ما تريد۔ جا چلا جا۔ اور کر دیکھ جو تو چاہتا ہے۔
== جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ موصوف صفت، پوری پوری سزا۔
مَوْفُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَفْرٌ سے بمعنی بہت ہونا۔ زیادہ ہونا۔ پورا ہونا۔ جَزَآءً بوجہ مصدر کے منصوب ہے۔
۱۷: ۶۴ == اِسْتَفْزِزْ۔ امر واحد مذکر حاضر اِسْتِفْزَازٌ (افتعال) مصدر فَزٌّ مادہ

توگھرائے۔ فَزَّنِیْ فُلَانٌ اس نے مجھے پریشان کرکے میری جگہ سے ہٹادیا۔ یا قرآن مجید میں آیا ہے فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (۱۰۳:۱۷) تو اس نے چاہا کہ انہیں گڑبڑاکر سرزمین (مصر) میں سے نکال دے پس وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِكَ اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ = اَجْلِبْ عَلَیْھِمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَلْجَلْبُ (نصر۔ ضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو ہنکانے اور چلانے کے ہیں۔ اِجْلَابٌ (باب افعال) سے اس کے معنی اکٹھا کرنے، شور مچانے اور کھینچ لانے کے ہیں اسی سے جلب زر ہے۔ دولت کو کھینچ کر اکٹھا کرنا۔ اَجْلَبَ عَلٰی کسی پر چلا کر زبردستی اسے آگے بڑھانا جیسے گھوڑے کو چلا کر آگے دوڑانا۔

وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔ خَیْلٌ۔ اصل میں گھوڑوں کو کہتے ہیں مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ خَیْلِكَ تیرے سوار۔

= رَجِلِكَ۔ رَجِلٌ وَرَاجِلٌ۔ پا پیادہ چلنے والا۔ یہ الرِّجْلُ بمعنی پاؤں سے مشتق ہے رَجِلٌ رَاجِلٌ کی جمع ہے۔ پاپیادہ چلنے والے۔ رَجِلِكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے پیادے۔
= غُرُوْرًا۔ دھوکہ۔ جھوٹی امید، فریب۔ وَعْدًا۔ مصدر۔ محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا وَعْدًا غُرُوْرًا۔ اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے سب دھوکہ ہے۔

۶۵:۱۷ = بِرَبِّكَ۔ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور بعض کے نزدیک انسان کے لئے۔ بعض کے نزدیک جملہ سابقہ کی طرح یہ خطاب بھی شیطان سے ہے؛ لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔

۶۶:۱۷ = یُزْجِیْ۔ اَزْجٰی یُزْجِیْ اِزْجَاءٌ (افعال) وہ چلاتا ہے وہ ہنکاتا ہے۔ التَّزْجِیَۃُ (تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ چل پڑے۔ مثلاً پچھلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا مثلاً۔ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ (۴۳:۲۴) (اللہ ہی) بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ تمہارے لئے سمندروں میں جہازوں کو چلاتا ہے۔ زجی۔ زجو مادہ۔

۶۷:۱۷ = ضَلَّ۔ ماضی بمعنی حال۔ گم ہوجاتے ہیں۔ غائب ہوجاتے ہیں۔ ضَلَالٌ۔ گمراہ ہونا بھٹکنا۔ ہلاک ہونا۔ راہ مستقیم سے بھٹک جانا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔
= نَجّٰکُمْ۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ کُمْ ضمیر خطاب مفعول۔ اس نے تم کو نجات دی۔ یہاں بمعنی حال آیا ہے جب وہ تم کو نجات دیتا ہے (زمین کی طرف

تم کو بچالاتا ہے۔ مادّہ ن ج د۔

= اَعۡرَضۡتُمۡ۔ تم روگردانی کر لیتے ہو۔ تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اعۡرَاضٌ (افعال) ماضی جمع مذکر حاضر

۱۷ : ۶۸ = اَفَاَمِنۡتُمۡ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اَمِنۡتُمۡ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم امن میں ہوئے۔ تم مطمئن ہوئے۔ اَمۡنٌ سے۔ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو۔ نڈر ہو گئے ہو۔

= یَخۡسِفَ بِکُمۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب، منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔ خَسۡفٌ مصدر اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ۔ وہ تم کو دھنسا دے۔ تمہارے سمیت دھنسا دے۔

= جَانِبَ الۡبَرِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یخسف کا مفعول فیہ۔ خشکی کا کنارہ۔

= یُرۡسِلَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔ اِرۡسَالٌ (اِفعَالٌ) مصدر۔ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ تم پر بھیج دے۔

= حَاصِبًا۔ باد سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ۔ سخت آندھی۔ تیز وہ پتھراؤ جو تند ہوائیں ہو حاصب کہلاتا ہے۔ حَصۡبَاءٌ سے مشتق ہے۔ حَصۡبَاء کنکریوں کو کہتے ہیں۔

سورۂ ملک میں ہے اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا (۶۷ : ۱۷) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو وہ جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تمہارے اوپر ہوائے تند بھیج دے۔

۱۷ : ۶۹ = اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ۔ کہ وہ لیجائے تم کو دوبارہ۔ کہ وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دے۔ اِعَادَةٌ (افعال) مصدر۔

= تَارَةً۔ مرتبہ۔ باری۔ دفعہ۔

= فِیۡہِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع البحر ہے جو کہ اوپر آیۃ ۶۷ میں آیا ہے۔

= قَاصِفًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ طوفانِ ہوا۔ ایسی تیز آندھی کہ جو چیز اس کی زد میں آئے اس کو توڑ دے۔ قَصۡفٌ (باب ضرب) توڑ دینا۔ اور اگر باب سمع سے آئے تو لازم ہے متعدی نہیں۔ قَصِفَ الۡعُوۡدُ۔ لکڑی اتنی نرم ہو گئی کہ ٹوٹنے کے قابل بن گئی۔

کہتے ہیں کہ خشکی پر طوفانِ مہلک حاصب کہلاتا ہے اور سمندر میں ہو تو اس کو قاصف کہتے ہیں۔

= بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ارسالِ ریح قاصف ہے۔ یا اغراق ہے (تمہارا غرق کر دیا جانا)

= تَبِیۡعًا۔ پیچھا کرنے والا۔ دعویٰ کرنے والا۔ مددگار۔ تَبَعٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے

۱۷:۱۷ یَوۡمَ۔ فعل محذوف اذکُرۡ کا مفعول بہ ہے ای اذکر یوم ندعوا ۔۔۔۔ الخ
= یَقۡرَءُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب قِرَاءَۃٌ مصدر (باب فتح) وہ پڑھیں گے۔ وہ پڑھتے ہیں
= فَتِیۡلًا۔ فَتَلَ یَفۡتِلُ (ضَرَبَ) فَتۡلُ رسی بٹنا۔ فَتَلۡتُ الۡحَبۡلَ فَتۡلًا رسی کو بل دینا
بٹی ہوئی رسی کو مفتول کہتے ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ایک باریک سا ڈورا ہوتا ہے اسے بھی
فتیل کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسی کی شکل وصورت پر ہوتا ہے۔
فتیل اصل میں اس دھاگے کو کہتے ہیں جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹی جاتی ہے۔ یہ حقیر چیز کے لئے
ضرب المثل ہے۔ فتیلہ وہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ لَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ان پر ذرہ برابر
بھی ظلم یا بے انصافی نہیں کی جائیگی۔ نیز ملاحظہ ہو ۴:۴۹

۱۷:۷۲ = اَعۡمٰی۔ اندھا۔ عَمًی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں خواہ یہ بینائی
دل کی ہو یا آنکھوں کی۔
= اَضَلُّ ضَلَالٌ سے اسم التفضیل کا صیغہ ہے بہت بہکا ہوا۔ زیادہ گمراہ۔ زیادہ راہ مستقیم
سے ہٹا ہوا۔

۱۷:۷۳ = اِنۡ کَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَکَ۔ میں اِنۡ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنۡ
بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اور لام فارقہ ہے اِنۡ مخففہ کو اِنۡ نافیہ یا شرطیہ سے ممیز
کرتا ہے۔
کَادُوۡا۔ کَادَ یَکَادُ (باب سمع) کَوۡدٌ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا
ہے اس کے بعد اَنۡ بہت کم آتا ہے کَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے یَکَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ
(۲:۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لیجائے۔
اور اگر اس کے ساتھ حرف نفی آجائے تو اثباتی حالت کے برعکس فعل کے وقوع کو بیان کرنے
کے لئے آتا ہے جو وقوع کے قریب نہ ہو جیسے وَمَا کَادُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ (۲:۷۱) اور وہ ایسا کرنے
والے تھے نہیں۔
وَاِنۡ کَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَکَ اور قریب تھا کہ یہ (کافر لوگ) آپ کو بچلا دیں۔ یا یہ لوگ آپکو
بچلانے ہی لگے تھے۔
بعض نے کَادَ کے معنی هَمَّ وَاَرَادَ بھی کئے ہیں۔ اس صورت میں معنی ہوں گے۔
اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو بچلا دیں یا برگشتہ کردیں۔

= لِتَفْتَرِیَ۔ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا لام۔ لام الفارقہ ہے۔ تَفْتَرِیَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْتِرَاءٌ مصدر تو افترا کرے۔ تو جھوٹ باندھے۔

لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ یعنی اس وحی کے سوا (اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ) جو ہم نے آپ پر نازل کی آپ جھوٹ اور من گھڑت بات کی ہماری طرف نسبت کر دیں۔

= اِذًا۔ تب۔ اسوقت (یعنی اگر آپ ایسا کر دیتے تو وہ اس وقت ضرور آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے)

= لَاتَّخَذُوْكَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اِتَّخَذُوْا۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھے ضرور اختیار کر لیتے۔

۱۷:۷۴ = لَوْلَا۔ اگر نہ۔ وگرنہ (نیز ملاحظہ ہو ۶:۴۳)

= ثَبَّتْنٰكَ۔ ثَبَّتَ یُثَبِّتُ تَثْبِیْتٌ (تفعیل) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ثابت رکھا۔ ہم نے ثابت قدم رکھا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا۔

لَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ رکھا ہوتا۔

= كِدْتَّ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ كَادَ یَكَادُ كَوْدٌ سے (آیۃ ۱۷:۷۳ مذکورۃ الصدر) کسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع کے قریب پہنچ جانا۔ قریب تھا کہ تو (مائل ہو جاتا)

= تَرْكَنُ۔ رَكِنَ یَرْكَنُ (سمع) رُكُوْنٌ مصدر۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو جھک جائے تو مائل ہو جائے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (۱۱:۱۱۳) جن لوگوں نے (ہماری) نافرمانی کی ان کی طرف نہ جھکنا۔

رُكْنٌ۔ جس سے طاقت حاصل کی جائے۔ عزت، قوت، غلبہ، بڑا معاملہ، مضبوط پہلو۔ کہتے ہیں فُلَانٌ رُكْنٌ مِنْ اَرْكَانِ قَوْمِہٖ وہ اپنی قوم کے شرفا میں سے ہے اَرْكَانُ الدَّوْلَۃِ۔ وزراء۔ اَرْكَانُ الْعِبَادَاتِ۔ عبادات کے وہ بنیادی مضبوط پہلو جو ان عبادات کی بنیاد ہوتے ہیں اور جن کے ترک سے وہ باطل ہو جاتی ہے۔

آیت کا ترجمہ:۔ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے

۱۷:۷۵ = اِذًا۔ تب۔ اس وقت۔ اس صورت میں۔

= لَاَذَقْنٰكَ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے چکھایا۔ كَ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تجھے ضرور چکھاتے۔

= ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔ اصل کلام یہ تھا۔ لَاَذَقْنٰكَ عَذَابًا ضِعْفًا فِی

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وعَذَابًا ضِعْفًا فِی الْمَمَاتِ۔ پھر موصوف کو حذف کرکے اس کی جگہ صفت کو قائم رکھا۔ یعنی الضعف پھر موصوف کی اضافت صفت کو دی اور الحیٰوۃ کا مضاف ہوکر ضعف الحیٰوۃ بن گیا۔ اسی طرح ضعف الممات یعنی دوگنا عذاب دنیا دوگنا عذاب بعد از موت

= لَكَ۔ تیرے اپنے لئے۔ عَلَیْنَا ہمارے مقابلہ میں (پھر آپ اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

۱۷: ۷۶ = اِنْ کَادُوْا میں اِنْ۔ اِنَّ سے مخففہ ہے۔ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے (ملاحظہ ہو ۱۷: ۷۳) اِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ۔ اور تحقیق یہ (لوگ) تمہیں پریشان کرکے، ڈرا دھمکا کر یا گھبراہٹ اور خوف و ہراس پیدا کرکے سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اکھاڑنے ہی لگے تھے (نیز دیکھو ۱۷: ۶۴) لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں۔

= لَا یَلْبَثُوْنَ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر غائب لَبِثَ یَلْبَثُ (باب سمع) سے لَبْثٌ مصدر وہ نہیں رہیں گے۔ وہ نہیں ٹھہریں گے لَابِثِیْنَ۔ ٹھہرنے والے۔

= خِلٰفَكَ۔ تیرے پیچھے۔ تیرے بعد۔ خِلٰفَ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

۱۷: ۷۷ = سُنَّةَ۔ طریقہ جاریہ۔ راہ۔ رسم۔ دستور۔ سُنَّةَ بوجہ مصدر تاکیدی کے منصوب ہے یعنی سَنَّ اللّٰہُ ذٰلِكَ سُنَّةً ......

= مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ جن کو ہم نے تم سے قبل رسول بنا کر بھیجا۔ یہ جملہ سُنَّةَ کا مضاف الیہ ہے سُنَّةَ مضاف ہے اس کی اضافت رُسُل کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دستور الٰہی ان رسولوں کی خاطر ہی تھا۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا اور ہمارے دستور میں آپ کوئی ردوبدل نہیں پائیں گے۔

۱۷: ۷۸ = اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اَقِمْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر اِقَامَةٌ مصدر (باب افعال) اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَةً۔

= دُلُوْكِ الشَّمْسِ۔ سورج کا ڈھلنا۔ سورج کا غروب ہونا۔ سورج کا مائل بغروب ہونا

= غَسَقِ الَّیْلِ۔ کے معنی (ابتدائے) شب کی سخت تاریکی کے ہیں۔ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ رات کی تاریکی تک۔ الْغَاسِقِ بمعنی تاریک رات۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۱۱۳: ۳) اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کی تاریکی چھا جائے۔ غَاسِقٌ چاند کو بھی کہتے ہیں جب کہ وہ گہن لگ کر سیاہ ہو جائے۔ الْغَسَّاقُ دوزخیوں کے جسموں سے بہنے والا لہو یا پیپ، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸: ۲۵)

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔
= مَشْھُوْدًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔ حاضر کیا گیا۔ مشاہدہ کیا گیا۔ یعنی رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں قرأت قرآن کا۔
۱۷:۷۹ مِنَ الَّیْلِ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رات کے بعض حصہ میں۔
= تَھَجَّدْ۔ امر واحد مذکر حاضر تھجّد (تفعل) الفاظِ اضداد میں سے ہے جس کے معنی سونے اور جاگنے دونوں کے ہیں۔ اسی طرح ھَجَدَ یَھْجُدُ (باب نصر) رات کو سونا یا جاگنا دونوں کے ہیں۔ ھَجَّدَ (باب تفعیل) رات کو سونا یا نیند سے جاگنا دونوں کے ہیں۔ بعض کے نزدیک رات کو نیند سے نماز کے لئے بیدار ہونے کے معنی میں ہے۔ پھر اس کا اطلاق نفسِ صلوٰۃ کے لئے ہونے لگا۔ تہجد کی نماز پڑھنا۔

بعض کے نزدیک الھُجُوْدُ کے معنی نیند کے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کو ہاجد کہتے ہیں اور ھَجَّدْتُہٗ فَتَھَجَّدَ کے معنی ہیں میں نے اس کی نیند کو دور کیا پس وہ جاگ گیا۔ (یہاں تجنب یعنی ازالہ ماخذ ہے جس کی اور مثالیں تَاَثَّمَ زَیْدٌ زید گناہ سے بچا۔ تَحَوَّبَ زَیْدٌ زید نے گناہ سے پرہیز کیا۔ اجتناب کیا۔

= بِہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای بالقراٰن۔ فَتَھَجَّدْ بِہٖ تلاوت قرآن کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کر۔
= نَافِلَۃً اسم فاعل واحد مؤنث نَفْلٌ مصدر (باب نصر) بمعنی زائد۔ یعنی پانچ فرض نمازوں کے علاوہ زائد۔ نَافِلَۃً منصوب بوجہ مصدر استعمال ہونے کے ہے عَاقِبَۃٌ کی طرح نَافِلَۃٌ نَفَلَ یَنْفُلُ (نصر) سے مصدر آیا ہے۔ اور بمعنی تَھَجُّدًا ہے یا یہ بِہٖ کی ضمیر راجع الی القرآن سے حال ہے۔

= عَسٰی۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ امید ہے۔ عنقریب ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔
صاحب الاتقان لکھتے ہیں کہ۔ یہ فعل جامد ہے۔ اور اس کی گردان نہیں آتی (یعنی غیر منصرف ہے) یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرف کہہ دیا ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے ہیں اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکا کے ہیں (تَرَجِّیْ فی المحبوب اشفاق فی المکروہ، پسندیدہ بات کی آرزو کرنا اور ناپسندیدہ بات سے ڈرنا)
یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں ہیں وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ (۲:۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ بہتر

ہو تمہارے حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔ برہان میں ہے کہ جب عسٰی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یقین ہوتا ہے۔

علماء نے عسٰی کے معنی و استعمال پر طویل بحث کی ہے۔ مختصراً اس کے معنی امید اور توقع کے ہی کئے جاتے ہیں۔

= یَبْعَثَكَ۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح) بَعْثٌ سے مضارع واحد مذکر غائب ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تم کو کھڑا کریگا۔ تم کو اٹھائیگا۔ تم کو فائز کریگا۔

= مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ صفت موصوف، مقام محمود

عَسٰٓى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ میں نصب بوجہ ظرف ہے۔ ای عسٰی ان یبعثك ربك یوم القیامۃ فیقیمك مقاما محمودا۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار روزِ قیامت تمہیں اٹھائے اور مقام محمود پر تمہیں فائز کردے۔

یا نصب بوجہ حال ہے بمعنی ان یبعثك ذا مقام محمود آپ کو اس حال میں اٹھائے کہ آپ صاحب مقام محمود ہوں۔ مقام محمود کی وضاحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۱۷ : ۸۰ = اَدْخِلْنِیْ۔ تو مجھے داخل کر اِدْخَالٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= مُدْخَلَ۔ مُخْرَجَ مصدر ہیں۔ مُدْخَلَ داخل کرنا۔ مُخْرَجَ نکالنا۔ منصوب بوجہ مضاف ہونے کے ہیں۔ صِدْقٍ مضاف الیہ ہے جس کے معنی راستی اور سچائی کے ہیں۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ .... مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ اے میرے پروردگار تو جہاں کہیں مجھے لیجائے سچائی کے ساتھ لیجا۔ اور جہاں کہیں سے بھی مجھے نکالے سچائی کے ساتھ نکال۔

یہ آیت کریمہ ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس میں ایک دعا کی تلقین کی گئی۔ کہ اے میرے رب کریم میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہو اور مدینہ میں ورود بھی سچائی کے ساتھ ہو۔ یعنی دونوں کا انجام نیک ہو۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب قبر میں داخل ہونا اور یوم حشر میں قبر سے نکلنا مراد ہے۔ یا اس سے مراد مکہ سے نکلنا اور دوبارہ بوقت فتح مکہ میں داخل ہونا ہے۔ پیش گوئی کی اہمیت کے پیش نظر اَدْخِلْنِیْ کو اَخْرِجْنِیْ سے پہلے رکھا گیا ہے گویا جس وقت حضور علیہ السلام مکہ سے جس وقت نکل رہے تھے اس وقت ان کو معلوم تھا کہ مکہ میں دوبارہ داخل ہوں گے۔ یا اس سے مراد غار میں داخل ہونا اور

وہاں سے صحیح وسلامت نکلنا ہے۔ یا اس سے مراد نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا اور اس سے باحسن طریقہ عہدہ برآ ہونا ہے یا اس سے مراد کسی عظیم مہم میں ادخال اور اس کو کامیابی وکامرانی کے ساتھ سر کرنا ہے
= مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے
= سُلْطٰنًا ــــ ای حُجَّةً بَيِّنَةً - برہان واضح۔ سند۔ حکومت۔ زور، قوت۔
= نَصِيْرًا۔ صیغہ صفت منصوب، حفاظت کرنے والا۔ مدد کرنے والا۔
سُلْطٰنًا۔ موصوف۔ یعنی ایسی قوت یا غلبہ جو مدد ومعاون ہو مزید غلبہ حاصل کرنے میں
۱۷:۸۱ = زَهَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب زُهُوْقٌ مصدر (باب فتح) وہ نکل بھاگا۔ وہ مٹ گیا۔
زُهُوْق بروزن فَعُوْلٌ بمعنی اسم فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ نکل بھاگنے والا۔ مٹ جانیوالا
زَهَقَ بمعنی خَرَجَ بھی آتا ہے۔ زَهَقَ رُوْحُهٗ اس کی رُوح نکل گئی۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۹:۸۵) اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔
۱۷:۸۲ = لَا يَزِيْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے (یعنی قرآن) الظّٰلِمِيْنَ اس کا مفعول ہے۔
۱۷:۸۳ = اَعْرَضَ۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیرلیا۔ اس نے کنارہ کیا۔
= نَاٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَأْيٌ مصدر وماده (باب فتح) وہ دور ہوگیا۔ اس نے روگردانی کی۔ نَاٰ بِجَانِبِهٖ۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کرلیا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ (۶:۲۶) اور وہ اس سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور خود بھی اس سے پہلوتہی کرتے ہیں۔
= يَئُوْسًا۔ يَأْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ ناامید۔ يَأْسٌ ويَأَسَةٌ مصدر يَائِسٌ ناامید!
۱۷:۸۴ = عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ عَلٰى حرف جار۔ شَاكِلَتِهٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔ شَاكِلَةٌ شَكْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ شَاكِلَتِهٖ اس کا ڈھنگ۔ شاکلہ کے معنی اس طریقہ اور روش کے ہیں جو اس کی فطرت میں ودلیعت کئے گئے ہیں۔
۱۷:۸۶ = ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ط پھر تم نہیں پاؤ گے ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی ومددگار جو اُسے (وہ جو ہم نے تم پر وحی کیا ہے یعنی قرآن) واپس دلا سکے۔ بِهٖ میں ضمیر واحد

مذکر غائب اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ کی طرف راجع ہے۔

۱۷ : ۸۸ == ظَهِیْرًا ۔ یاور۔ مددگار۔ پشتیبان۔ مُظَاهِرَةٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت کا صیغہ ہے۔ واحد۔ جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح مذکر و مؤنث کے لئے بھی

۱۷ : ۸۹ == صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَصْرِیْفٌ (تفعیل) ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح سے بیان کیا۔ تصریف الامر۔ کسی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔

== اَبٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر۔ اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

== کُفُوْرًا۔ انکار۔ کفر۔ منصوب بوجہ اَبٰی کے مفعول ہونے کے ہے۔

فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا۔ سوائے کفر کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ یا اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔

۱۷ : ۹۰ == تَفْجُرَ۔ تو پھاڑ ڈالے۔ تو بہالائے۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کرنے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر (باب نصر)

صبح کو فجر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے اسی سے اَلْفُجُوْرُ۔ دین کی پردہ دری کرنا اور فَاجِرٌ دین کی پردہ دری کرنے والا ہو۔

تَفْجُرَ۔ منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ کے جو حَتّٰی کے بعد ہے ای حتی ان تفجر۔

== یَنْبُوْعًا۔ اسم مفرد یَنَابِیْعُ۔ جمع۔ چشمہ۔ اَلنَّبْعُ کے معنی چشمہ سے پانی پھوٹنے کے ہیں۔ یہ نَبَعَ یَنْبُعُ (نصر) کا مصدر ہے یَنْبُوْعٌ اس چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی ابل رہا ہو۔ ع

۱۷ : ۹۱ == فَتُفَجِّرَ۔ فَجَّرَ یُفَجِّرُ تَفْجِیْرًا (باب تفعیل) تو پھاڑ لائے تو بہا لائے۔ مضا واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل فاء کے جو نفی (لَنْ نُّؤْمِنَ) کے بعد واقع ہوا ہے۔

== خِلٰلَهَا۔ خِلٰل۔ بوجہ ظرف (مفعول فیہ) کے منصوب ہے۔ ای وسط تلك الجنۃ یعنی اس جنت کے درمیان نہریں جاری کر دیں۔ جو بہہ رہی ہوں۔

== تُسْقِطَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَوْ جو اِلٰی اَنْ کے معنی میں ہے تو گرا دے تو ڈال دے۔ اِسْقَاطٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تُسْقِطَ عَلَیْنَا۔ تو ہم پر گرا دے۔

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا۔ میں تُسْقِطَ فعل السَّمَآءَ مفعول کِسَفًا اسماء سے حال۔ کَمَا زَعَمْتَ جملہ معترضہ۔ یا جیسا آپ کا خیال ہے آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں۔

== تَاْتِیَ (ب) متعدی بوجہ (ب) تو لے آئے۔ اِتْیَانٌ سے واحد مذکر حاضر۔ مضارع معروف

= قَبِيْلًا ۔ حال ہے اللہ سے اور اَلْمَلٰٓئِکَةِ سے۔ قَبْلُ کے اصل معنی آگے اور سامنے کے ہیں اور اس صورت میں یہ دُبُرٌ و دُبُرٍ کی ضد ہے۔ اگرچہ مجازًا ہر قسم کے تقدم پر بولا جاتا ہے۔ خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا مکانی ہو۔ یا بلحاظ رتبہ کے ہو۔ قَبِيْلًا۔ سامنے، آگے، جیسے کہتے ہیں رَاَیْتُہٗ قَبِیْلًا میں نے اس کو سامنے (یعنی کھلم کھلا) دیکھا۔ اس معنی کی تائید قرآن مجید میں اسی مضمون پر دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے مثلاً وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (۲: ۵۵) (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ باور کریں گے (تمہارے کہنے سے) جب تک ہم خدا کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ اور فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (۴: ۱۵۳) سو یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی فرمائش کر چکے ہیں (ان سے) یہ بولے تھے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو۔

سو یہاں اس آیت میں بھی منکرین کا یہی مطالبہ تھا کہ خدا تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے کھلم کھلا آئیں اور ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَبِيْلًا بمعنی جماعت در جماعت بھی ہے۔ اس صورت میں یہ قَبِیْلَۃٌ کی جمع ہے۔

۱۷: ۹۳ = زُخْرُفٍ۔ سونا۔ سنہری۔ ملمع۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں۔ قول کے لئے جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶: ۱۱۲) ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں۔ آرائش اور زینت کے معنی میں حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَازَّیَّنَتْ (۱۰: ۲۴) یہاں تک کہ جب زمین اپنی پوری آرائش اور زینت کو پہنچ چکی۔

= تَرْقٰی۔ مضارع واحد مذکر رَقِیَ یَرْقٰی (سَمِعَ) رُقِیٌّ مصدر۔ جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَرْقٰی تو چڑھ جائے۔ اسی سے تَرَقِّیْ وارْتِقَاء ہے اوپر چڑھنا۔ بلند ہونا ہے۔ مِرْقَاۃٌ سیڑھی۔ زینہ۔ چڑھائی۔ پاؤں رکھنے کا پتھر۔ رقی مادہ۔

= رُقِیِّکَ۔ تیرا چڑھنا۔ رُقِیٌّ مصدر۔

= تُنَزِّلَ عَلَیْنَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) تو اتار لائے تو اتارے ہمارے لئے۔

= ھَلْ۔ استفہام انکاری ہے۔ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا نہیں ہوں میں مگر۔

بَشَرًا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔ اور رَسُوْلًا صفت بَشَرًا کی۔ میں بجز ایک بشر اور رسول کے اور کیا ہوں۔

۱۷: ۹۴ = وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ هُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ؕ

مَا مَنَعَ ۔ فعل ۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا فاعل ۔ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا صفت فاعل اَلنَّاسَ مفعول اوّل مَنَعَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا مفعول ثانی مَنَعَ ۔ اِذْ جَآءَ هُمُ الْهُدٰی ظرف مَنَعَ یا ظرف اَنْ یُّؤْمِنُوْا ۔

اور جب ان کے پاس ہدایت بصورت نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن پہنچی تو لوگوں کو اس پر ایمان لانے میں کوئی امر مانع نہ ہوا سوائے اس بات کے کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۷: ۹۵ = مُطْمَئِنِّیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب وطن بنا لینے والے ۔ قیام کرنے والے ۔ طمن مادہ ۔ الطُّمَانِیْنَةُ وَالْاِطْمِینَانُ (باب افعیلال) خلجان کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا ۔ اِطْمَأَنَّ یَطْمَئِنُّ اِطْمِیْنَانٌ ۔ سکون پذیر ہونا ۔ قرار پکڑنا ۔ اور اِطْمَأَنَّ بِالْمَکَانِ وَفِیْهِ ۔ مکان میں قیام کرنا ۔ وہاں ٹھہرنا ۔ اس کو اپنا وطن بنا لینا ۔ اَقَامَ وَاتَّخَذَهٗ وَطَنًا

یعنی اگر فرشتے زمین پر سکونت پذیر ہوتے اور انہوں نے اسی کو اپنا وطن بنایا ہوتا ۔

= لَنَزَّلْنَا ۔ جواب لَوْ ۔ تو ہم ضرور اتارتے ۔ لام تاکید کے لئے ۔

۱۷: ۹۷ = اَلْمُهْتَدِ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهْتِدَاءٌ مصدر ۔ (باب افتعال) هدی مادہ ۔ ہدایت یافتہ ۔ ہدایت پانیوالا ۔ اصل میں اَلْمُهْتَدِیْ تھا یا کو ساقط کر دیا گیا ہے

= یُضْلِلْ ۔ مضارع مجزوم ۔ واحد مذکر غائب ۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مجزوم بوجہ عمل مَنْ ہے جو اسم جازم فعل ہے ۔

(دوسرے اسماء جازمہ یہ ہیں مَنْ، مَا، مَهْمَا ۔ اَیْنَ ۔ اَیْنَمَا ۔ حَیْثُمَا ۔ اَیٌّ ۔ اَیُّمَا اَنّٰی ۔ اَیَّانَ ۔ اَیَّانَمَا ۔ مَتٰی ۔ مَتٰی مَا ۔ اِذْمَا ۔ کَیْفَمَا)

= کُلَّمَا ۔ کُلُّ اور مَا سے مرکب ہے اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے کُلَّ ہمیشہ منصوب آتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴: ۵۶) کُلَّمَا خَبَتْ (آیۃ ہذا) بمعنی جب بھی ۔

= خَبَتْ ۔ وہ بجھی ۔ ماضی واحد مؤنث غائب خَبَا یَخْبُوْ (نصر) خَبُوٌّ مصدر ۔ بجھنا ۔ ضمیر فاعل کا مرجع جہنم ہے ۔

= زِدْنٰاھُمْ ای زِدْنَا لَھُمْ۔
= سَعِیْرًا۔ السّعْرُ سے۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے بمعنی دھکتی ہوئی آگ۔ آگ جس کو اچھی طرح بھڑکایا گیا ہو۔
زِدْنٰاھُمْ سَعِیْرًا ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ زیادہ کی جائیگی۔ یا ان کے لئے آگ کو مزید بھڑکایا جائے گا۔
۱۷: ۹۸ = ذٰلِکَ۔ اس کا مشار الیہ یا تو قول باری تعالیٰ کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰاھُمْ سَعِیْرًا ہے یا وَنَحْشُرُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ سے لے کر سَعِیْرًا تک جو منکرین کا حال بیان ہوا ہے
= رُفَاتًا۔ بوسیدہ۔ گلا ہوا۔ چورا چورا ہوا ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۷: ۴۹)
= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ قبروں سے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانیوالے۔ بَعْثٌ مصدر۔
۱۷: ۹۹ = اَوَلَمْ یَرَوْا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے بمعنی اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا۔ او۔ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا۔ کیا وہ نہیں سوچتے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
= اَجَلًا۔ وقت مقررہ۔ مدت مقررہ۔
= لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ یعنی اس وقت مقررہ کے آجانے (واقع ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے۔
= اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ۔ کہ ایسوں کو پھر پیدا کردے۔ کہ ان کی مثل نئی مخلوق پیدا فرمادے۔
= کُفُوْرًا۔ کَفَرَ یَکْفُرُ سے مصدر منصوب۔ کفر کرنا۔ نہ ماننا۔ انکار کرنا۔ یعنی ان ظالموں نے سوائے کفر کے اور ہر بات سے انکار کردیا۔ یعنی یہ اپنے کفر پر اڑے ہی رہے۔
۱۷: ۱۰۰ = لَاَمْسَکْتُمْ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اَمْسَکْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاکٌ سے تم ضرور روک رکھتے۔
= خَشْیَۃَ۔ خوف۔ ڈر۔ منصوب بوجہ اَمْسَکْتُمْ کے مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔
= اِنْفَاقٌ بروزن اِفْعَالٌ۔ مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا۔
= قَتُوْرًا۔ صیغہ صفت مشبہ، کنجوس طبیعت والا۔ بخیل۔ قَتْرٌ۔ اِسْرَافٌ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (۲۵: ۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخیلی سے کام لیتے ہیں۔ اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان اعتدال میں رہتا ہے۔
قَوَامًا بوجہ کَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہے۔

صاحب بیان القرآن اس آیت کے سابقہ آیات سے ربط کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
اوپر کفار کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا اور آپ سے عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے۔ آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تو تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے مگر وہ فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت و عداوت مانع نہیں ہو سکتی۔ نیز ان کے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا جو کہا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (٣١:٤٣)۔
اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟
جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا گیا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (٣٢:٤٣)
تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمتِ خاصہ کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں؟
یا یہ کہ ان سے کہدو کہ میرے ذریعہ تو خداوند تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یوں لٹائے جا رہے ہیں کہ ان کو لینے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اگر یہی رحمت کے خزانے تمہیں دیئے جاتے تو تم اپنے بخل کی وجہ سے جو کفر کا لازمی نتیجہ ہے ان کو ضرور روک رکھتے۔ (ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر عبد اللہ یوسف علی)
خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ۔ لفظ عام ہے ہر قسم کے کمالات اور جملہ اقسامِ نعمت پر شامل ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ یہاں اشارہ نعمتِ نبوت کی جانب ہے۔

١٧: ١٠١ ــ تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ۔ نو واضح نشانیاں۔
١ــ عصا۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (٢٧: ١٠)
اور تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ (کرتا ہے) تو وہ پیٹھ پھیر کر پیچھے بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
٢ــ یدِ بیضاء وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ (٢٧: ١٢) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جا تو وہ بلا کسی عیب کے بالکل سفید ہو کر نکلے گا (یہ نو معجزات میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم تک (تو لیجا ئیگا)
٣ــ شق ہونا سمندر کا۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (٢: ٥٠)
اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر ہم نے تمہیں نجات دیدی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔
٤ــ قحط سالی وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (٧: ١٣٠)
اور بیشک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے۔

۵۔ طوفان ۶۔ ٹڈی ۷۔ جوئیں ۸ مینڈک ۔ اور
۹۔ خون۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ (۷:۱۳۳) اور بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ) سب واضح نشانیاں تھیں۔

= اَظُنُّکَ۔ مضارع واحد متکلم کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
میں تجھ کو خیال کرتا ہوں۔ میں تجھ کو سمجھتا ہوں۔

= مَسْحُوْرًا۔ سحرزدہ۔ خبطی۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ یہاں بمعنی سَاحِرًا بھی ہوسکتا ہے میں تجھ کو جادوگر خیال کرتا ہوں (عصا۔ ید بیضا کے معجزے دیکھنے کے بعد مناسبت جادوگر سے بھی ہوسکتی تھی)

۱۷:۱۰۲ = ھٰٓؤُلَآءِ۔ یہ نو آیات بینات۔ یا ان میں سے بعض کی طرف اشارہ ہے۔

= بَصَآئِرَ۔ بَصِیْرَۃٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ واضح نصیحتیں۔ بصیرت افروز نشانیاں۔ یہ ھٰٓؤُلَآءِ سے حال ہے۔

= مَثْبُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر ثُبُوْرٌ مصدر۔ ملعون۔ خیر سے رد کیا گیا۔ ہلاک شدہ۔ اَلثُّبُوْرُ (باب نصر) کے معنی ہلاک ہونے یا زخم کے خراب ہونے کے ہیں۔ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون میں تجھے ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے دَعَوْا ھُنَالِکَ ثُبُوْرًا ہ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا ہ (۲۵:۱۳:۱۴) وہاں ہلاکت کو پکاریں گے آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

۱۷:۱۰۳ = یَسْتَفِزَّھُمْ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔
استفزازًا (استفعال) مصدر کہ ان کے قدم اکھاڑ دے۔ ھُمْ ضمیر بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے
استفزاز کسی کو ہلکا اور حقیر سمجھنا۔ ڈرانا۔ کسی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ دینا۔ گھر سے باہر نکال دینا۔
یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۷۶ مذکورہ بالا۔

۱۷:۱۰۴ = مِنْۢ بَعْدِہٖ۔ یعنی غرقابی فرعون کے بعد

= اُسْکُنُوا الْاَرْضَ۔ یعنی اب تم فرعون کی غلامی سے آزاد ہو۔ جہاں چاہو رہو بسو۔ یا ال عہد کے لئے ہے۔ اور الارض سے مراد وہی وادیٔ سیناء ہے جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔

= لَفِیْفًا۔ صفت مشبہ، آدمیوں کا وہ بڑا گروہ جس میں مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں طَعَامٌ لَفِیْفٌ دو یا زیادہ اقسام سے ملا ہوا کھانا۔ لَفَافَۃٌ لپیٹ کا کپڑا۔ لَفَّ الثَّوْبَ اس نے کپڑا لپیٹ دیا۔ لَفٌّ وَاَلْفَافٌ (جمع) وہ باغ جن کے درخت گھنے ہوں اور درختوں کی شاخیں پیچ در پیچ باہم گتھی

ہوئی ہوں۔
قرآن مجید میں آیا ہے وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔ (۷۸ : ۱۶) اور گھنے گھنے گنجان اور باہم ملے ہوئے باغ ہیں۔ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا۔ ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ لَفِیْفًا ضمیر کُمْ سے حال ہے۔
= وَعْدُ الْاٰخِرَةِ۔ ای قیام الساعۃ۔ قیامت۔
۱۷ : ۱۰۵ = بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ قرآن کے لئے ہے۔ ای ما انزلنا القرآن الا بالحق۔ ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے۔ اور یہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے۔ یعنی یہ قرآن سراسر سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔
= بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ کَ ضمیر سے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں
۱۷ : ۱۰۶ = قُرْاٰنًا۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اٰتیناک قراٰنا (ہم نے قرآن کو بھیجا)
= فَرَقْنٰهُ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ فَرَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے اسے الگ الگ حکم بیان کیا۔ الگ الگ کر کے بتایا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو نازل کیا۔ یا اس میں حق و باطل کو الگ الگ کر کے بیان کیا۔ ای فرقنا فیہ بین الحق والباطل و بین الحلال والحرام یہاں جار کو حذف کر کے مجرور کو بوجہ مفعول بہ کے منصوب کر دیا گیا۔
= لِتَقْرَاَهٗ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ تاکہ تو اسے پڑھے۔
= عَلٰى مُكْثٍ۔ ٹھہر ٹھہر کر۔ اَلْمَکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرے رہنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا (۲۸ : ۲۹) اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھہرو۔
مَکَثَ یَمْکُثُ۔ مَکَثَ یَمْکُثُ (نصر۔ کرم) انتظار کرتے ہوئے توقف کرنا۔ یہاں مراد قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔
۱۷ : ۱۰۷ = يَخِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوْرٌ مصدر۔ وہ گر پڑتے ہیں۔
= لِلْاَذْقَانِ۔ جمع اَذْقَانٌ۔ ذَقْنٌ واحد۔ ٹھوڑیاں۔ لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل۔
= سُجَّدًا۔ يَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔
۱۷ : ۱۰۸ = اِنْ كَانَ۔ میں اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے۔
= لَمَفْعُوْلًا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔
اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ لام فارقہ ہے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔
۱۷ : ۱۰۹ = يَبْكُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب يَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ روتے ہوئے۔

= یَزِیْدُ ھُمْ - یَزِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل القرآن کی طرف راجع ہے۔
= خُشُوْعًا - مصدر منصوب خَشَعَ یَخْشَعُ سے فروتنی ۔ عاجزی ۔ اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔
۱۷: ۱۱۰ = اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ اَیًّا مَّا - اَیًّا - جونسا - کونسا - کس کس - جس کیا کیا - یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی - اور صفت بھی واقع ہوتا ہے ۔ لیکن یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے۔ مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے اَیًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای بای اسم تدعوا
تَدْعُوْا - تم بلاؤ - تم پکارو - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ مصدر۔ لیکن آیہ ہذا میں الدعاء بمعنی التسمیۃ استعمال ہوا ہے النِّدَاء کے معنی میں نہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اس ذات (حق تعالیٰ) کو اللہ کا نام دو یا الرَّحْمٰن کا۔
فَلَہٗ - میں ضمیر واحد مذکر غائب ان دو اسموں (اللّٰہ - الرَّحْمٰن) کی طرف راجع نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے مسمیٰ کی طرف راجع ہے - الفاء جواب شرط کے لئے ہے یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا (تم جو نام بھی اس کو دو) شرط - اور فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی - جواب شرط - یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فھوحسن (جو نام بھی اس کو وہی زیبا ہے) فھوحسن کی جگہ فلہ الاسماء الحسنٰی آیا ہے یعنی جس نام سے بھی اس کو پکارو اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔
= لَا تَجْھَرْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو آواز بلند نہ کر۔ اَلْجَھْرُ (باب فتح) کے اصل معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا البصر میں افراط کے سبب پوری طرح نمایاں اور ظاہر ہونے کے ہیں ۔ حاسۂ سمع کے ظاہر ہونے کے متعلق ارشاد ہے سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِہٖ (۱۳: ۱۰) تم میں سے کوئی چپکے سے بات کہے یا بآواز بلند پکار کر (اس کے نزدیک) دونوں برابر ہیں ۔ آیۂ ہذا میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔
وَلَا تَجْھَرْ - تو آواز بلند نہ کر۔ تو بلند آواز سے نہ پڑھ ای ولا تجھر بقراءۃ صلاتک۔
حاسۂ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق مستعمل ہے مثلاً لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً - (۲: ۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔
= لَا تُخَافِتْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مُخَافَتَۃٌ مصدر باب مفاعلہ - بمعنی آہستہ گفتگو کرنا وَلَا تُخَافِتْ بِقِرَاءَۃِ صَلٰوتِکَ اور نہ نماز میں قرات کو بالکل چپکے چپکے ادا کر۔
= اِبْتَغِ - امر واحد مذکر حاضر - اِبْتِغَاءٌ مصدر تو تلاش کر۔ تو اختیار کر۔
۱۷: ۱۱۱ = مِنَ الذُّلِّ اس میں مِنْ تعلیلیہ ہے ۔ یعنی بوجہ - بسبب - الذُّلِّ - عاجزی

کمزوری، تواضع۔ ذلت۔ جب دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر عاجزی ہو تو اس کو ذُلّ کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ (۱۷:۲۴) یعنی ان کے سامنے مقہور و مجبور ہو کر رہو۔

اور اگر بغیر کسی قہر و جبر کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذِلّ کہلاتی ہے کہتے ہیں۔ ذَلَّتِ الدَّابَّةُ ذِلًّا۔ منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

(۱۸) سُوۡرَۃُ الۡکَہۡفِ (۶۹)

۱۸: ۱ = عَبۡدِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عبد سے مراد ذات اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب ہٖ کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

= الکتٰب ۔ ای القراٰن

= عِوَجًا ۔ العَوۡجُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانا کے ہیں۔ اَلْعَوْجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے۔ مثلاً لکڑی وغیرہ کا ٹیڑھا پن۔ اور العِوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں۔ یا فہم و ادراک میں کجی۔

اور جگہ قرآن کی تعریف میں ارشاد ہے قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ (۳۹: ۲۸) یہ قرآن عربی جس میں کوئی عیب و اختلاف (لفظی یا معنوی ناہمواری) نہیں ہے۔ عِوَجٌ ۔ اسم، پیچیدگی۔ ٹیڑھا پن۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔ عِوَجًا کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی اس میں ذرا سی بھی کجی نہیں ہے

۱۸: ۲ = قَیِّمًا ۔ درست کرنیوالا۔ یعنی ایسی کتاب جو (نہ صرف بذاتہٖ ہر قسم کی کجی یا خامی سے مبرّا ہے بلکہ) دوسروں کی کجیوں اور خامیوں کی اصلاح کرتی ہے۔ ای ثابتًا و مقومًا لامور معاشھم و معادھم یعنی خود کجی سے بالاتر اور دوسروں کے معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ حروف مادّہ ق و م

= وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا قَیِّمًا ۔ صاحب کشاف نے واؤ کو حرف عطف اور ولم یجعل لہ کو انزل پر معطوف لیا ہے۔ ان کے نزدیک قیمًا کو الکتٰب کا حال ماننے سے حال اور ذوالحال میں فاصلہ واقع ہو جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قَیِّمًا کا نصب الکتٰب کا حال ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فعل مضمر کی وجہ سے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا جَعَلَہٗ قَیِّمًا ۔

لیکن بعض کے نزدیک وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا میں واؤ حالیہ ہے گویا وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا اور قَیِّمًا دونوں حال ہیں جب دونوں حال ہوئے تو حال اور ذوالحال میں فاصلہ نہ رہا۔

= لِیُنۡذِرَ۔ لام تعلیل کے لئے ہے یُنۡذِرَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام۔ اِنۡذَارٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر تاکہ وہ ڈرائے (ڈرانے کا فاعل کتاب ہے)

لِیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ لِیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَاۡسًا شَدِیۡدًا تاکہ وہ کافروں کو عذاب شدید سے ڈرائے۔ مفعول اول محذوف ہے۔

= مِنۡ لَّدُنۡہُ۔ اس کی طرف سے۔

= اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا۔ یہ بشارت کا بیان ہے۔ اور مراد اس اجر سے جنت ہے۔

۱۸: ۳ = مَاکِثِیۡنَ فِیۡہِ۔ مَاکِثِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَکَثَ یَمۡکُثُ (نصر) سے مَکۡثٌ مادہ ومصدر۔ ٹھہرے رہنے والے۔ ہمیشہ رہنے والے

= فِیۡہِ۔ ای فِی الۡاَجۡرِ۔ فِی الۡجَنَّۃِ (جائے) اجر میں۔ یعنی جنت میں۔

۱۸: ۵ = کَبُرَتۡ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھِیَ ضمیر مستتر ہے۔ اور کَلِمَۃً اس کی تمیز ہے اور اس واسطے منصوب ہے۔

کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاھِہِمۡ۔ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ یعنی ان کی زبانیں کیسے شدید گستاخانہ عقیدہ بیان کر رہی ہے (یہ اسلوب بیان اظہار تعجب کے لئے اختیار کیا گیا ہے)

= اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ میں اِنۡ نافیہ ہے۔

۱۸: ۶ = فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشابہ بالفعل ہے۔ کَ اس کا اسم۔ شاید تو۔

لَعَلَّ۔ امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ کی طرح ناصب اسم اور رافع خبر ہے۔ امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ (۲۶: ۴۰) (اگر ہمارے جادوگر غالب آگئے تو ہمیں امید ہے کہ ہم ان ہی کی راہ پر رہیں گے۔

کبھی مخاطب کو امید دلانے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف ہوتا ہے مثلاً لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی (۲۰: ۴۴) پھر اس سے نرم گفتگو کرنا یہ امید رکھتے ہوئے کہ شاید وہ نصیحت مان جائے یا ڈر ہی جائے۔

کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے نہ مخاطب سے بلکہ تیسرے شخص سے ہوتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ہ یعنی آپ کی حالت کو دیکھ کر لوگ یہ امید یا اندیشہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی جان کھودیں گے۔ اور جگہ اس کی مثال۔ فَلَعَلَّکَ تَارِکٌۢ بَعۡضَ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ (۱۱: ۱۲) یعنی لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ وحی کا کوئی حصہ ترک کر دیں گے۔

= بَاخِعٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بَخْعٌ مصدر باب فتح۔ اَلْبَخْعُ کے معنی غم سے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالنا کے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔
اَلَا اَیُّھَا الْبَاخِعُ الْوَجْدِ نَفْسَہٗ۔ اے غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے۔
عَلٰی اٰثَارِھِمْ۔ اٰثَارُ جمع اَثَرٌ واحد۔ اٰثَارِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اَثَرٌ نشانی۔ علامت نشانِ قدم۔ جیسے فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا (۱۸:۶۴) پھر دونوں اپنے قدموں کے نشان پر الٹے چلے۔ یہاں عَلٰی اٰثَارِھِمْ۔ کے معنی ہیں من بعد ھم ای من بعد تولیھم عن الایمان وتباعدھم منہ۔ یعنی ان کے ایمان سے اعراض کرنے پر اور اس سے بُعد پر۔
فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ۔ لوگ امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے ایمان سے اعراض کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔
= اَلْحَدِیْثِ۔ ای القرآن۔
= اَسَفًا۔ مفعول لہٗ ہے بَاخِعٌ کا اَسَفٌ بمعنی افسوس کرنا۔ پچھتانا۔
اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ شرط۔ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ جزاء۔
جزا لفظاً مقدم لائی گئی ہے لیکن معنًی مؤخر ہے۔ الفاء جواب شرط کا ہے۔
۱۸:۷ = لِنَبْلُوَھُمْ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ نَبْلُوَ۔ مضارع جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔
سُکَّانَ الْاَرْضِ۔ اہالیان ارض کے لئے ہے تاکہ ہم اہل زمین کو آزمائیں۔
۱۸:۸ = صَعِیْدًا۔ زمین۔ خاک۔ صُعُوْدٌ مصدر جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں۔
صَعِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= جُرُزًا۔ بنجر۔ چٹیل۔ جَرْزٌ سے جس کے معنی کاٹ دینے اور کھا کر صاف کر دینے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یعنی وہ زمین جس کے درخت اور گھاس چھانٹ دیئے گئے ہوں۔ چونکہ چٹیل میدان اور بنجر زمین درختوں اور گھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے جُرُزٌ کہلاتی ہے۔ یعنی ایک دن ہم اس سرسبز وشاداب زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے (یہ اپنی صنعت ایجاد کے بعد حکمت اعدام کی طرف اشارہ ہے)
۱۸:۹ = اَمْ۔ اَمْ حرف عطف ہے اس کی دو قسمیں ہیں متصل۔ منقطع۔ متصل وہ ہے جس کے پہلے ہمزہ تسویہ (سَوَاءٌ کا ہمزہ) آئے جیسے سَوَاءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (۲:۶) اس سے پہلے ہمزہ استفہام ایسا آئے جس کو اَمْ کے ساتھ ملانے سے تعیین وتخصیص مطلوب ہو مثلاً زَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو یا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ

(٦:١٤٣) اس کو متصل اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہو
منقطعہ جو متصل کے خلاف ہو۔ جیسے اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ (١٦:١٣)۔ اَم منقطعہ کے وہ
جو اس سے کبھی جُدا نہیں ہوتے "اِضْرَابٌ" ہے (اِضْرَابٌ یعنی پہلی بات سے اعراض کرنا)
اَمْ۔ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً یا۔ خواہ۔ کیا۔ اور کبھی بمعنی بَلْ استعمال ہو
ہے۔ اور کبھی بَلْ اور ہمزہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ جیسا جمہور کے قول کے مطابق آیہ ہذا میں
اس صورت میں اَمْ حَسِبْتَ ای بل أحسبت تو کیا تو خیال کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے
اَمْ منقطعہ کی مستقل خصوصیت اضراب یعنی پہلی بات سے اعراض ہے۔
اوپر آیات ٧: ٨ میں زمین کو پیدا کرنے اور پھر روئے زمین پر زینت و آرائش کے مختلف سامانوں کے پیدا
کرنے اور پھر اس کائنات کی ساری رعنائیوں اور دلفریبیوں کو فنا کر کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں تبدیل
کرنے کا ذکر ہے اور آیۃ ٩ میں اصحاب کہف والرقیم کے قصہ کا ذکر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جس ذات والاصفات
کے قبضہ قدرت میں تخلیق ارض و سماوات بمعہ ان کے جملہ لوازمات ہے کیا اس کا اصحاب کہف کو کچھ مدت کے
لئے ان پر نیند طاری کر کے مُرورِ وقت سے بےخبر رکھ کر دوبارہ اٹھا کر کھڑا کرنا تعجب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں
بلکہ اس تخلیق کے مقابلہ میں یہ بات تو بالکل معمولی اور حقیر سی ہے۔
اَمْ۔ بعض دفعہ زائدہ بھی آتا ہے جیسے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (٤٣: ٥١-٥٢) اس
عبارت کی تقدیر یوں ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ۔ (کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بہتر ہوں)
لغتِ یمن میں اَمْ اَلْ کے بدل میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ مِنْ امْبِرِّ امْصِیَامُ
فِیْ امْسَفَرِ۔ ای لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا خاص نیکی نہیں)
= اَلْکَھْفِ۔ پہاڑ میں وسیع غار کو کہف کہتے ہیں۔ اس کی جمع کُھُوْفٌ ہے۔
= الرَّقِیْمِ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
١۔ بعض کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کو رقیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ امیہ بن صلت کا قول ہے۔
٢۔ الرقیم۔ روم میں ایک قریہ کا نام ہے الضحاک۔
٣۔ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جس میں الکہف ہے۔
٤۔ الرَّقِیْم بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعولٌ ہے نوشتہ۔ تحریر۔ لکھی ہوئی عبارت۔ قرآن میں اور جگہ
آیا ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (٨٣: ٩، ٢٠) ایک لکھی ہوئی کتاب۔ لہٰذا الرقیم وہ لوح جس پر اصحاب
کہف کے نام۔ ان کا حسب و نسب۔ ان کا قصہ اور ان کے خروج کے اسباب تحریر ہیں اور جو ان کے
مدفن پر لگائی گئی ہے۔

بعض کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دو مختلف طائفہ ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ ایک ہی گروہ تھا۔ اور لفظ اصحاب کی اضافت دو اشیاء کی طرف کی گئی ہے کیونکہ قرآن میں صرف اصحاب کہف کا ہی تذکرہ ہے اصحاب الرقیم کا الگ کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

= عَجَبًا ۔ مصدر ہے بمعنی عَجِیْبٌ بطور صفت کے آیا ہے اور یہ عجیب سے زیادہ بلیغ ہے اس کا موصوف محذوف ہے ۔ای اٰیَۃً اَوْ شَیْئًا عَجَبًا ۔ تعجب خیز آیت یا شے ۔

اصحاب الکہف والرقیم ۔ اسم کَانُوْا فعل ناقص ۔ حَسِبْتَ عَجَبًا ۔ کَانُوْا کی خبر ۔ مِنْ اٰیٰتِنَا حال ہے ترجمہ یوں ہوگا ۔ تو کیا تو خیال کرتا ہے کہ اصحاب الکہف والرقیم ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز شے تھے ۔

۱۸ : ۱۰ = اِذْ ۔ ای اذکُرْ اِذْ ۔ یاد کرو جب ۔

= اَوَی ۔ اُوِیٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ وہ اترا ۔ وہ جابیٹھا ۔ اَلْمَاْوٰی ۔ کسی جگہ نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱:۴۳) اس نے کہا کہ میں ابھی پہاڑ پر جا بیٹھوں گا ۔ یا پہاڑ پر جا پناہ لوں گا ۔

= اَلْفِتْیَۃُ ۔ فِتْیَۃٌ ۔ فَتًی ۔ کی جمع قلت ہے ۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے مراد اصحاب الکہف سے ہے ۔ (جب ان جوانوں نے پناہ لی)

= مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے ۔

= ھَیِّئْ لَنَا ۔ فعل امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔ ھَیَّاَ یُھَیِّئُ تَھْیِئَۃٌ (باب تفعیل) کسی معاملہ کے لئے اسباب مہیا کرنا ۔ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (آیہ ہذا) اور ہمارے کاموں میں درستی (کے سامان) مہیا کر ۔ اور جگہ اس سورت میں آیا ہے ۔ وَیُھَیِّئْ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا ۝ (۱۸:۱۶) اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کریگا ۔

اَلْھَیْئَۃُ اصل میں کسی چیز کی حالت کو کہتے ہیں خواہ وہ محسوسہ ہو یا معقولہ ، لیکن عام طور پر حالت محسوسہ یعنی شکل وصورت پر بولا جاتا ہے ۔ عِلْمُ الْھَیْئَۃِ ۔ وہ علم جس میں اجرام سماویہ سے بحث ہو ۔

= رَشَدًا ۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے ۔ راستی ۔ بھلائی ۔ نیکی ۔ راہ یابی ۔ راہ راست پانا ۔

۱۸ : ۱۱ = فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ ۔ اس میں مفعول محذوف ہے یعنی فَضَرَبْنَا حِجَابًا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ ۔ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈالے رکھا ۔ یعنی ایسی گہری نیند طاری کر رکھی کہ وہ کوئی آواز سنتے ہی نہ تھے ۔

= عَدَدًا ۔ بمعنی مَعْدُوْدَۃً ۔ مصدر بمعنی صفت آیا ہے اور سِنِیْنَ موصوف ہے ای سِنِیْنَ مَعْدُوْدَۃٍ۔ کچھ سال۔ گنتی کے کئی سال۔

۱۸ : ۱۲ = بَعَثْنٰھُمْ ۔ ہم نے ان کو اٹھا کھڑا کیا۔

= لِنَعْلَمَ ۔ لام تعلیل کا ہے نَعْلَمَ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام۔

= اَیُّ الْحِزْبَیْنِ ۔ دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ۔ حِزْبَیْنِ تثنیہ حِزْبٌ واحد گروہ، جماعت۔ فرقہ۔ ان دو فرقوں سے کونسا فرقہ مراد ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ایک فرقہ اصحاب کہف کا دوسرا فرقہ اہل شہر کا جو اس زمانہ میں وہاں آباد تھے جب اصحاب کہف کو دوبارہ اٹھایا گیا تھا۔

۲۔ دونوں گروہ اہالیانِ شہر میں سے تھے۔ ایک مؤمنوں کا گروہ۔ دوسرا کافروں کا۔

۳۔ اس زمانہ کے مؤمنوں میں سے ہی دو گروہ تھے۔

۴۔ کافروں کے دو گروہ مُراد ہیں۔ ایک گروہ یہود ایک گروہ نصاریٰ۔

۵۔ دونوں گروہ اصحاب کہف میں سے تھے۔ ایک گروہ جو کہتا تھا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ط (۱۸ : ۱۹) اور دوسرا گروہ جو کہتا تھا کہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (ایضًا)

= اَحْصٰی ۔ خوب گننے والا۔ اِحْصَاءٌ (باب افعال) سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ یا اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ (افعالٌ) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے گنا۔ اس نے شمار کیا۔ حَصَاۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب کنکریوں کو گنتی کے لئے استعمال کیا کرتے

= اَمَدًا ۔ بلحاظ مدت کے۔ ازروئے مدت۔ تمیز ہے اَحْصٰی کی۔ یا اَحْصٰی فعل ماضی کا مفعول ہے مدت۔

۱۸ : ۱۳ = نَبَاَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خبر۔ ان کا قصّہ۔

۱۸ : ۱۴ = رَبَطْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے باندھا۔ ہم نے گرہ دی۔ رَبْطٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مضبوط باندھنا۔ رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا کیا وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت بخشی۔ اِرْتَبَطَ فَرَسًا ۔ سرحد کی حفاظت کے لئے گھوڑا تیار کرنا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا (۲۸ : ۱۰) اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کئے رکھتے (تو عجیب نہ تھا کہ وہ ہمارا سارا معاملہ ظاہر کردیتیں)

= اِذْ قَامُوْا ۔ یہ رَبَطْنَا سے متعلق ہے یعنی ہم نے ان کے دل (صبر و ثبات) سے مضبوط کردیئے

حبب وہ اٹھ کھڑے ہوئے (باطل کے مقابلہ میں یا جبار حاکم کے روبرو یا اپنی بُت پرست قوم کے سامنے) فَقَالُوْا۔ تو وہ بولے آپس میں۔ بادشاہ کے روبرو یا اپنی قوم سے۔ اِذْ تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی چونکہ، جبکہ۔ جیسے وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۴۳: ۳۹) اب جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تم کو آج کے دن کوئی فائدہ نہیں۔

= لَنْ نَّدْعُوَا مضارع نفی تاکید بلن بوجہ عمل لَنْ مضارع منصوب ہوا اور نون اعرابی گر گیا۔ ہم ہرگز نہیں پکاریں گے، ہم ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ دُعَاءٌ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر)

= لَقَدْ قُلْنَا۔ ای لئن سمینا هم الهة لقد قلنا اِذًا شَطَطًا۔ یعنی اگر ہم نے رب السمٰوت والارض کے علاوہ کسی دوسرے کو الٰہ یا معبود قرار دیا تو ہم نے حق سے دُور کی بات کہی۔

= شَطَطًا۔ ای قَوْلًا شَطَطًا۔ او قولًا ذا شطط۔ حق سے دور کی بات۔

شَطَطٌ کے معنی حد سے زیادہ تجاوز کرنے کے ہیں (باب نصر، ضرب) چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہوتا ہے اس لئے ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شَطُّ النَّھْرِ۔ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔

اور جگہ قرآن میں ہے وَاَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا (۷۲: ۴) اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں (حق سے دور کی) باتیں کہتے ہیں۔ یا فَاحْكُمْ بَیْنَنَا وَلَا تُشْطِطْ (۳۸: ۲۲) سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

۱۸: ۱۵ = هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا۔ هٰٓؤُلَاۗءِ مبتدا۔ قَوْمُنَا عطف بیان اتَّخَذُوْا خبر۔

= عَلَیْهِمْ۔ ای علی عبادتهم (ان کی عبادت کے متعلق) مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ او علی الوهیتهم ان کی الوہیت پر۔

= سُلْطٰنٌۢ بَیِّنٌ۔ کھلی دلیل۔

= فَمَنْ۔ میں مَنْ استفہامیہ ہے کون۔ کس نے۔ مثلاً قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶: ۵۲) کہیں گے ہائے ہماری کم بختی کس نے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے اٹھایا؟

۱۸: ۱۶ = اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ واوٗ اشباع کا ہے اِعْتِزَالٌ مصدر۔ تم نے ان سے کنارہ کر لیا۔ (اور جب) تم نے (ان مشرکوں سے اور جن کی یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں) ان سے کنارہ کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ۔ (۲: ۲۲۲) عورتوں سے کنارہ کش رہو اسی سے ہے مُعْتَزِلَةٌ عقل پرست فرقہ جو اہل سنت سے الگ ہو گیا تھا۔

خواجہ حسن بصریؒ ایک دن کسی مسئلہ پر دلائل دے رہے تھے کہ ان کا ایک شاگرد واصل بن عطاء

اختلاف رائے کی بنا پر الگ ہوکر ایک گروہ سے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے لگا۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا۔ وہ ہم سے کنارہ کش ہوگیا۔ اسی بنا پر واصل بن عطاء کے پیروکار معتزلہ مشہور ہوگئے۔

= وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ سے اخیر آیہ ہذا تک کلام ان توحید پرست نوجوانوں کا آپس میں بطور مشورہ کے ہے

= وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ میں مَا موصولہ ہے۔ ای واذ اعتزلتموهم واعتزلتم الذین یعبدونہم اور اِلَّا اللّٰهَ استثناء متصل ہے۔ بنابریں کہ وہ (ان نوجوانوں کی قوم) اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی بھی۔

یا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ جملہ معترضہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ معترضہ اللہ کی جانب سے ہے کہ یہ نوجوان سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اس صورت میں مَا نافیہ ہوگا۔

= فَاْوٗا۔ تم جا بیٹھو۔ تم فروکش ہوجاؤ۔ اِيْوَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰوٰى۔ يُؤْوِىْ۔

= يَنْشُرْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلنَّشْرُ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے صحیفے کے پھیلانے، بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کو مشہور کردینے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱: ۲۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے اور وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (۴۲: ۲۸) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت عام کردے گا۔

= يُهَيِّئْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَهْيِئَةٌ وتَهْيِيْئٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ فراہم کردیگا وہ تیار کردیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۱۰)

= مِرْفَقًا۔ رَفَقَ يَرْفُقُ (نصر) رَفُقَ يَرْفُقُ (کرم) ورَفِقَ يَرْفَقُ (سمع) رِفْقًا۔ مَرْفِقًا ومِرْفَقًا۔ بِهٖ۔ لَهٗ۔ عَلَيْهِ۔ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ یہاں اس کا معنیٰ ہے مَا يَرْتَفِقُ اى يُنْتَفَعُ بِهٖ۔ جس سے فائدہ اور نفع حاصل کیا جائے۔ فائدے اور نفع کا سامان۔

یہاں مِرْفَقًا مفعول ہے يُهَيِّئْ کا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور مہیا کردیگا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی۔

۱۸: ۱۷ = تَزَاوَرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اَلزَّوْرُ کے معنی ملاقات کرنا۔ زیارت کرنا باب تفاعل سے باہم ایک دوسرے کی زیارت کرنا۔

اَلزَّوَرُ کے معنی سینے کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اسی لئے جس کے سینے میں ٹیڑھا

پن ہواسے اَلازْوِرَارُ کہتے ہیں جب تَزَاوَرُ کے صلہ میں عَنْ آئے تو رُخ بچانے ،سینہ موڑنے ،بچ کر نکلنے اور کترانے کے معنی ہوتے ہیں لہٰذا تَزَاوَرَعَنْہُ اس نے اس سے پہلوتہی کی ۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا ۔یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں تَزَاوَرُ اصل میں تَتَزَاوَرُ تھا تخفیف کے لئے ایک ت کو حذف کیا گیا ۔

تَزَاوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ کے معنی ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے

= تَقْرِضُھُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان سے کترا جاتی ہے قَرْضٌ کے معنی کترنا اور قطع کرنے کے ہیں ۔ اس سے مقراض بمعنی قینچی قَرْضَۃٌ ومَقْرَضٌ ہیں = فَجْوَۃٍ ۔ اَلْفَجْوَۃُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں ۔کھلی جگہ ،وسیع میدان

= مِنْہُ ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کہف کے لئے ہے ۔

۱۸ : ۱۸ = تَحْسَبُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تو ان کو خیال کرتا ہے یا کرے گا ۔ اس سے قبل لَوْرَأَیْتَھُمْ محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَلَوْرَاَیْتَھُمْ تَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا اور اگر تو ان کو دیکھے تو تُو ان کو بیدار خیال کرے گا ۔

= اَیْقَاظًا ۔ یَقِظٌ کی جمع جیسے نَکِدٌ (درشت خو، کم داد ودہش والا) کی جمع اَنْکَادٌ ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَیْقَاظًا بمعنی جاگنے والے ۔

= رُقُوْدٌ ۔ رَاقِدٌ کی جمع ۔ سوئے ہوئے ، سونے والے ۔ اسم فاعل جمع مذکر مَرْقَدٌ (ظرف مکان) خواب گاہ ۔

= نُقَلِّبُھُمْ ۔ ہم ان کو کروٹ دیتے ہیں ۔ ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں ۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تَقْلِیْبٌ مصدر ۔

= ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۔ دائیں جانب ۔بائیں جانب ۔

= بَاسِطٌ ۔ دراز کرنیوالا ۔ کھولنے والا ۔ پھیلانے والا ۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ۔

= ذِرَاعَیْہِ ۔ اس نے دونوں ہاتھ ۔ اس کے دونوں بازو ، ذِرَاعَیْ ۔ ذِرَاعٌ کا تثنیہ ہے ۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۔ اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کا حذف ہو گیا ہے ذِرَاعَیْ منصوب بوجہ بَاسِطٌ کے مفعول ہونے کے ہے بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ اپنے دونوں بازو پھیلانے والا (اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے)

= اَلْوَصِیْدِ ۔ اسم ۔ گھر کی دہلیز ۔ گھر کا صحن ۔ یہاں مراد غار کی دہلیز یا غار کا صحن ہے ۔ اَلْوَصِیْدُ اصل میں اس احاطہ کو کہتے ہیں جو مویشیوں کے لئے پہاڑ میں بنایا جائے ۔ اسی سے ہے اَوْصَدْتُ الْبَابَ

میں نے دروازہ کو بند کردیا۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ان پر بند کی گئی آگ محیط ہوگی
= لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ۔ لَوْ حرف شرط۔ اِطَّلَعْتَ ماضی واحد مذکر حاضر (باب افتعال) تو نے جھانک کر دیکھا۔ اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے۔ اِطَّلَعَ عَلٰى۔ ای الوقوف علی الشیٔ بالمعاینۃ۔ کسی شے کو سامنے کھڑا ہو کر اوپر سے نیچے کی طرف اس پر جھانکنا یا دیکھنا۔
= لَوَلَّيْتَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ وَلَّيْتَ۔ تَوَلِّيَةٌ سے تو منہ پھیر لیتا۔
= فِرَارًا۔ مصدر حالت نصب۔ ڈر کر بھاگنا۔ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔ تو تُو منہ پھیر کر خوف کے مارے ان سے بھاگ جاتا۔
= مُلِئْتَ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب۔ تو بھر گیا۔ تو بھر جاتا۔ مَلْأٌ۔ مَلْأَةٌ۔ مِلْأَةٌ مصدر بھرنا۔ مَالِئٌ بھرنے والا۔ مَمْلُوْءٌ بھرا ہوا۔ مَلَأٌ۔ صاحب الرائے۔ گروہ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے۔
۱۸:۱۹ = وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ۔ یعنی كَمَا اَنَمْنَاهُمْ فی الکہف وحفظنا ھم من البلاء علیٰ طول الزمان بعثنا ھم من النومۃ التی تشبہ الموت۔ یعنی جس طرح ہم نے ان کو غار (کہف) میں سُلا دیا تھا اور طویل مدت تک ان کی ہر بلا سے حفاظت کر رکھی تھی اسی طرح ہم نے ان کو اس نیند سے جو مشابہ موت کے تھی پھر اٹھا کھڑا کیا۔
= لَبِثْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم رہے (باب سمع) فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ (۲۹:۱۴) تو وہ ان میں ہزار برس رہے۔
= اِبْعَثُوْا۔ بَعْثٌ سے۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بھیجو۔
= بِوَرِقِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا ورق۔ یعنی چاندی کا سکہ
= فَلْيَنْظُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پس چاہئے کہ وہ دیکھے (یعنی وہ آدمی جس کو بھیجا جائے۔ وہ دیکھے)
= اَيُّهَا۔ ای اَىُّ اَهْلِهَا۔ اس کے (یعنی شہر کے) اہالیان میں سے کونسا۔
= اَزْكٰى طَعَامًا۔ اَزْكٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ای اَطْيَبُ۔ زیادہ پاک وستھرا وپاکیزہ، اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا۔ کہ اہل شہر میں سے کون زیادہ پاکیزہ وستھرا کھانا مہیا کرتا ہے۔
= وَلْيَتَلَطَّفْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعل) تَلَطُّفٌ سے۔ اسے چاہئے کہ خوش خلقی اور حُسنِ تدبیر سے کام لے۔ اس کا عطف فَلْيَنْظُرْ پر ہے۔
= لَا يُشْعِرَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس کا

عطف بھی فَلْیَنْظُرْ پر ہے۔ اور وہ (کسی کو تمہاری) خبر نہ ہونے دے۔
۱۸:۲۰ = اِنَّھُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل شہر کے لئے ہے۔
= اِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ۔ اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے۔
ظَھَرَ بالمقابل بَطَنَ کے ہو تو بمعنی ظاہر ہونا۔ نمایاں ہونا جیسے مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ (۶:۱۵۱) ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَھَرَ بمعنی زیادہ ہونا اور پھیل جانا کے بھی آیا ہے۔ مثلاً ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۳۰:۴۱) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔
ظَھَرَ جب بصلہ عَلٰی آتے تو بمعنی غلبہ پانا کے ہوتا ہے۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے
= یَرْجُمُوْکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سنگسار کردیں گے وہ تم کو پتھر مار کر ہلاک کردیں گے۔
= یُعِیْدُوْکُمْ۔ اِعَادَۃٌ مصدر۔ وہ دوبارہ تم کو (اپنے طریقہ میں) لوٹا دیں گے۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔
= لَنْ تُفْلِحُوْا۔ مضارع معروف نفی تاکید بلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی۔ بوجہ عمل لَنْ گر گیا۔ تم فلاح نہیں پاؤ گے۔
۱۸:۲۱ = وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْھِمْ۔ اَعْثَرَ یُعْثِرُ اِعْثَارٌ (باب افعال) ہم نے مطلع کردیا اَعْثَرَہٗ عَلٰی کَذَا۔ اس نے فلاں کو اس چیز سے باخبر کردیا۔ وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْھِمْ اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے (لوگوں کے قصد کے بغیر ہی) باخبر کردیا۔ عَثَرَ یَعْثُرُ (نصر) کے معنی پھسل جانے اور گر پڑنے کے ہیں مجازاً عَثَرَ عَلٰی کَذَا کے معنی کسی بات پر بغیر قصد کے مطلع ہو جانا بھی آتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے فَاِنْ عُثِرَ عَلٰی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا (۵:۱۰۷) پھر اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔
کَذٰلِکَ کا اشارہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص کا کھانا لانے کے لئے جانا ہے پرانا سکہ کھانا خریدنے کے لئے پیش کرنا۔ اس کا پرانا اپنے زمانہ کا لباس اس کی سج دھج اس کی زبان وغیرہ تھے۔ جس سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو پھر اپنی کہانی بتانا پڑی۔
= وَعْدَ اللّٰہِ۔ اللہ کا وعدہ۔ یعنی وعدۂ حشر ونشر۔
= یَتَنَازَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازُعٌ (تَفَاعُلٌ) سے۔ تنازعہ کر رہے تھے۔ باہم جھگڑ رہے تھے۔ باہم اختلاف کر رہے تھے۔
= اَمْرَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا معاملہ، ان کا کام، ان کا حکم۔ ضمیر ھُمْ کا مرجع اصحاب کہف ہیں

اَمْرَھُمْ۔ منصوب بوجہ یَتَنَازَعُوْنَ کے مفعول ہونے کے۔ ھُمْ کا مرجع جھگڑا کرنے والے لوگ بھی ہوسکتے ہیں یعنی جب وہ اپنی بات پر جھگڑ رہے تھے۔

یہ امر کیا تھا جس پر وہ تنازعہ کر رہے تھے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ تنازعہ عمارت بنانے کے متعلق تھا۔ مومن اس جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور کافر کوئی دوسری عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ عکرمہ کے نزدیک یہ اختلاف حشر اور بعث بعد الموت کے متعلق تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ یہ بعث روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ہوگا۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ بعث صرف روحانی ہوگا۔

۳۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نزاع اصحاب کہف کی تعداد یا غار میں سوتے رہنے کے متعلق تھا۔

= قَالُوْا۔ ای قالوا حین توفی اللّٰہ اصحاب الکہف۔ یعنی جب اصحاب کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ طبعی موت مر گئے۔ تو لوگوں نے کہا۔

= اُبْنُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر بِنَاءٌ۔ مصدر۔ تم بناؤ۔

= رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ۔ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے۔ یا تو متنازعین کا کلام ہے کہ جب وہ اصحاب کہف کی مدتِ نوم۔ تعداد افراد۔ ان کے انساب و احوال وغیرہ کے متعلق کسی متفقہ نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو کہنے لگے کہ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے ھُمْ۔ ھِمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف ہیں۔

یا یہ کلام باری تعالیٰ ہے۔ اور یہ ان متنازعین کے فضول بحث و تمحیص کے رد میں ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ قیل و قال بے فائدہ ہے صحیح حقیقت حال کو ان (اصحاب کہف) کا رب ہی بہتر جانتا ہے۔

= اَلَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِھِمْ۔ وہ لوگ جو اپنی بات پر غالب تھے یا اپنے کام پر غالب تھے۔ یعنی حکام وقت، رؤسائے شہر۔

= عَلَیْہِمْ سے مراد غار کے اوپر۔ غار کے دہانہ پر۔ ای علیٰ باب الکہف۔

= لَنَتَّخِذَنَّ۔ لام تاکید۔ نَتَّخِذَنَّ۔ مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ہم ضرور بنائیں گے۔ ہم ضرور تعمیر کریں گے۔

۱۸: ۲۲ = سَیَقُوْلُوْنَ (ابھی کچھ لوگ) کہیں گے۔ ان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اصحاب کہف کا قصہ چھیڑا تھا۔

= رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ۔ اٹکل پچو۔ غیب کے متعلق محض قیاس آرائی۔ رَجْمًا منصوب بوجہ مصدر کے ہے ای یرجمون رجمًا بالخبر الغائب عنھم۔ اَلرَّجْمُ کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر رجم کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سب و شتم۔ اور کسی کو دھتکارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

= عِدَّتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی تعداد
= لَا تُمَارِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو جھگڑا نہ کر۔ تو بحث نہ کر۔ مُمَارَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کا معنی کسی ایسی بات پر جھگڑا کرنا اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردّد ہو۔ مری مادّہ
= مِرَآءً۔ مصدر۔ گفتگو جو کسی مشکوک امر کے متعلق ہو مِرَاءً ظَاهِرًا سرسری سی گفتگو۔
= لَا تَسْتَفْتِ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو سوال نہ کر۔ تو دریافت نہ کر۔ تو نہ پوچھ۔ تو تحقیق نہ کر۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں فتویٰ طلب کرنا۔ اَفْتَاءٌ (افعال) فتویٰ دینا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ (اے پیغمبر) لوگ تجھ سے (یتیم) عورتوں کے بارہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ فتی مادّہ۔
وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔ اور نہ پوچھو ان (اصحاب کہف) کے متعلق اُن میں سے (جو آپ سے اصحاب کہف کے بارہ میں پوچھ رہے ہیں) کسی سے
۱۸: ۲۳ = غَدًا۔ کل آئندہ۔ فردا۔ مستقبل کا کوئی زمانہ۔
۱۸: ۲۴ = اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ میں اِلَّا حرف استثناء ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ اِلَّا اَنْ تَقُوْلَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ الا۔ تو یہ بھی کہے کہ اگر اللہ نے چاہا۔
= نَسِيْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ نِسْيَانٌ مصدر۔ تو بھول جائے (یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جائے۔ یا اللہ کا نام لینا بھول جائے)
= عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ عَسٰى افعال مقارب میں سے ہے۔ عنقریب ہے، ممکن ہے، توقع ہے۔ اَنْ حرف ناصب فعل مستقبل يَهْدِيَنِ مضارع منصوب۔ بوجہ عمل اَنْ۔ هِدَايَةٌ سے۔ نْ وقایہ اور ی متکلم محذوف کہ وہ مجھے ہدایت کرے میری رہنمائی کرے
= لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا۔ اس سے بھی قریب تر۔ اَقْرَبُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے هٰذَا کا اشارہ اصحاب کہف کے قصہ کی طرف ہے یا اس کا اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق انشاء اللہ کہنا بھول جائے۔
= رَشَدًا۔ باعتبار رشد و ہدایت کے۔
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔
اگر تم زبان سے (انشاء اللہ کہنا) بھول جاؤ یا تم بھولے سے ایسی بات زبان سے نکالو یعنی بغیر انشاء اللہ کہے اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا کہہ دو تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو (یعنی انشاء اللہ کہو اور علاوہ یہ بھی) کہو کہ امید ہے کہ میرا رب میری رہنمائی فرمائیگا ایسی بات کی طرف جو اس موجودہ معاملہ میں رُشد سے

قریب تر ہو۔

اس صورت میں آیات ۲۳ اور ۲۴ بطور جملہ معترضہ ہیں اور اصحاب کہف کا ذکر آیت ۲۴ سے آگے ۲۵ میں جاری ہے (تفہیم القرآن)

صاحب بیان القرآن رقمطراز ہیں:۔

اور جب آپ (اتفاقاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا) بھول جاویں (اور پھر کبھی یاد آوے تو اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کرلیا کیجئے (یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادۂ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہے تعلیق و ابطالِ اثر کے لحاظ سے نہیں ہے جو کہ طلاق و عتاق و یمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہوگا اور منفصل کہنا مفید نہ ہوگا) اور (ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ (تم نے جو امتحانِ نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ مجھ سے پوچھا تھا جس کا جواب دینا میری نبوت کے دلائل میں سے ہے سو یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دینا اعظم الدلائل اور سرمایۂ ناز و افتخار ہے جیسا کہ تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے اور اس کے جواب کو اعظم الدلائل سمجھتے ہو سو چونکہ یہ قصہ اعجب الآیات نہیں جیسا کہ تمہید قصہ میں بھی فرمایا گیا ہے اَمْ حَسِبْتَ ...... الخ (آیت ۹) اس لئے میرے نزدیک دلالۃ علی النبوۃ میں سب سے اعظم و اقرب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق و متیقن ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دلائل تو وقتاً فوقتاً تمہارے روبرو پیش کرچکا ہوں مثل اعجاز قرآن وغیرہ کے جو یقیناً اس سوال کے جواب سے دلالت علی المدعا میں فائق تر ہے کہ کوئی شخص کسی طریق سے اس پر قادر نہیں۔ بخلاف جواب و سوال کے کہ گو میرے اعتبار سے وہ معجزہ ہے لیکن عالم بالنقل بھی ایسے سوالات کا جواب دے سکتا ہے اور بعضے ایسے دلائل کی نسبت) مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوۃ) کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات تبلادے (چنانچہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ جن کا زمانہ قدیم تھا۔ اور جن کے اخبار کا پتہ نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے تبلائے گئے کہ وہ یقیناً اس قصہ کے جواب سے اخبار عن الغیب میں زیادہ عجیب و غریب ہیں۔

۱۸:۲۶ == اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ۔ (اَسْمِعْ کے بعد بِہٖ محذوف ہے) ہر دو افعال تعجب ہیں۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں مَا اَفْعَلَهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ جیسے مَا اَحْسَنَ زَيْدًا زید کیا ہی اچھا ہے اور اَحْسِنْ بِزَيْدٍ زید کیا ہی اچھا ہے۔

اَبْصِرْ بِهٖ وہ (یعنی اللہ) کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے اور اَسْمِعْ بِهٖ وہ کیا ہی خوب سننے والا ہے

= لَهُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے لئے ہے۔

= وَلِيٍّ۔ کارساز۔ ناصر، حامی۔ مددگار

= لَا یُشْرِكُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔
۱۸ : ۲۷ = اُتْلُ ۔ تِلَاوَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔
= اُوْحِیَ ۔ ماضی مجہول۔ وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ صیغہ واحد مذکر غائب
= مِنْ کِتَابِ رَبِّكَ ای من القرآن
= مُبَدِّلَ ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ تَبْدِیْلٌ مصدر۔ بدلنے والا۔ منصوب بوجہ عمل لَا کے ہے
= مُلْتَحَدًا ۔ اسم ظرف ۔ بروزن اسم مفعول اِلْتِحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا باب افتعال سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی پناہ۔

اَللَّحْدُ ۔ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں کہ جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اَلْحَدَ اِلٰی۔ کسی کی طرف مائل ہونا۔ کسی کی طرف نسبت کرنا۔ جیسے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ (۱۶ : ۱۰۳) اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں (عجمی ہے) اَلْحَدَ عَنْ۔ پھرنا۔ مثلاً اَلْحَدَ عَنِ الدِّیْنِ وہ دین سے پھر گیا۔ اسی سے مُلْحِدٌ جو دین سے پھر گیا ہو۔ اور اِلْحَادٌ (باب افعال) دین سے پھر جانا ہے۔

۱۸ : ۲۸ = اِصْبِرْ نَفْسَكَ ۔ اِحْبِسْهَا۔ تو اس کو روک۔ یعنی تو اپنے نفس کو روک۔ استقلال سے رہ۔ صَبْرٌ سے جس کے معنی نفس کو عقل و شرع کے مطابق روکے رکھنے کے ہیں۔
= لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ پھیر۔ عَدْوٌ (باب نصر) سے جس کے معنی پھرنے، دوڑنے، کسی چیز سے تجاوز کرنے اور گزرنے کے ہیں۔
اَلْعَدْوُ کے معنی حد سے بڑھنے اور باہم ہم آہنگی نہ ہونے کے ہیں اگر اس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہو تو عداوت کہلاتی ہے رفتار سے تعلق ہو تو عَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں عُدْوَانٌ و عَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ مُعَادَاۃٌ سے اشتقاق کے ساتھ رَجُلٌ عَدُوٌّ ۔ و قَوْمٌ عَدُوٌّ بمعنی دشمن ۔
= تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔ الحیوۃ الدنیا موصوف صفت دونوں مل کر مضاف الیہ زینۃ مضاف ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ۔ تُرِیْدُ فعل بافاعل یہ سارا جملہ ضمیر لَا تَعْدُ سے حال ہے۔ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوئے ۔
= لَا تُطِعْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر، تو کہا نہ مان۔ تو اطاعت نہ کر۔
= اَمْرُهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا معاملہ
= فُرُطًا ۔ حد سے بڑھا ہوا۔ فَرَطَ یَفْرُطُ (نصر) آگے بڑھنا۔ مقدم ہونا۔ اِفْرَاطٌ (افعال)

حد سے بڑھ جانا تَفْرِیْطٌ (تفعیل) ضائع کرنا۔ کوتاہی کرنا۔ فُرُطًا افراط و تفریط میں حد سے بڑھا ہوا

١٨ : ٢٩ = قُلْ. تو کہہ۔ یعنی ان لوگوں سے کہہ دے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

= اَلْحَقُّ خبر۔ جس کا مبتدار ھٰذَا الَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیَّ (یہ کلام جو میری طرف وحی کیا گیا ہے) محذوف ہے۔ مِنْ رَّبِّکُمْ حال مؤکدہ ہے۔

= اَحَاطَ بِھِمْ۔ اس نے ان کو (یعنی ظالمین کو) گھیر رکھا ہوگا۔ (ماضی بمعنی مضارع مستقبل)

= سُرَادِقُھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نَارًا کے لئے ہے۔ سُرَادِقٌ فارسی سے معرب ہے اس کا اصل سَرَادَرْ یعنی دہلیز تھی یا بقول ایک اور عالم کے سُرَادِق فارسی لفظ سراپردہ سے ہے جس کے معنی ہیں گھر کے آگے پڑا ہوا پردہ۔ سُرَادِق کی جمع سُرَادِقَاتٌ ہے سُرادق ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے۔ جیسے دیوار، خیمہ وغیرہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ س ر دق حروف مادہ۔ تیز بمعنی شعلہ۔ دھواں

= یَسْتَغِیْثُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ استغاثۃ (باب استفعال) سے مصدر۔ (اگر) وہ پانی مانگیں گے غَیْثٌ جس کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ اجوف یائی ہے۔ اس کے مشابہ غَوْثٌ اجوف واوی ہے۔ اَغَاثَ یُغِیْثُ (باب افعال) اس نے مدد کی۔ باب استفعال میں پہنچ کر غیث اور غوث دونوں کی شکل ظاہری ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔

استغاث یستغیث اجوف یائی کی صورت میں اس کے معنی پانی مانگنا۔ بارش کے لئے استدعا کرنا اور اجوف واوی کی صورت میں مدد طلب کرنا فریاد کرنا ہوں گے۔

= یُغَاثُوْا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اغاثۃ (باب افعال) سے ان کی فریادرسی کی جائیگی

= مُھْلِ۔ پیپ اور خون (مجاہد) تیل کا سیاہ تلچھٹ جو نیچے جم جاتا ہے (ابن عباس) پگھلا ہوا تانبا (راغب) اسی مادہ سے اَلْمَھْلُ ہے۔ جس کے معنی حلم اور سکون کے ہیں اسی سے ہے فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ (٨٦ : ١٧) تو کافروں کو مہلت دے۔

= یَشْوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ شَیٌّ مصدر (باب ضرب) وہ بھون ڈالے گا۔ شَوَی اللَّحْمَ۔ اس نے گوشت کو بھونا۔ شَوَی الْمَاءَ اس نے پانی کو ابالا۔

= سَآءَتْ۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ بُری ہے۔

= مُرْتَفَقًا قرارگاہ۔ آرام گاہ۔ تکیہ لگانے کی جگہ (سَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی برا ہوگا ان کا ٹھکانہ

اس کے بالمقابل آیت (۳۱) میں آیا ہے۔ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی عمدہ ہوگی ان کی آرام گاہ۔

۱۸: ۳۱ = یُحَلَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حَلِیٌّ زیور۔ گہنا۔ حُلِیٌّ جمع۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن۔ پہنچیاں۔

= سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ باریک دیبا۔ معرب ہے فارسی سے فارسی میں سُنْدُس پہ باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

= اِسْتَبْرَقٍ۔ معرب ہے۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔

= مُتَّکِئِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُتَّکِیٌٔ واحد اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

= اَلْاَرَائِکِ اَرِیْکَۃٌ کی جمع۔ وہ تخت جو مزین ہو اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہو

= نِعْمَ الثَّوَابُ۔ کتنا اچھا ہے صلہ۔ کتنا اچھا ہے یہ اجر۔

= مُرْتَفَقًا۔ اوپر آیت ۱۸: ۳۰ ملاحظہ ہو۔

۱۸: ۳۲ = حَفَفْنٰھُمَا۔ حَفَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب۔ اَلْحَفُّ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کر لینے کے ہیں حَفٌّ مادہ ہم نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ ہم نے ان دونوں کے گرداگرد پیدا کر دیا۔ حَفَفْنٰھُمَا بِنَخْلٍ ہم نے ان دونوں کے گرد کھجور کے درخت اگا رکھے تھے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۳۹: ۷۵) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں یعنی اس کے دونوں جانب کو گھیرے ہوئے ہیں۔

۱۸: ۳۳ = کِلْتَا۔ تاکید تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اس کا استعمال تثنیہ مذکر کِلَا کی طرح ہے ہر دو۔ دونوں۔ دونوں میں سے ہر ایک۔

= اُکُلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب دونوں جنتوں میں سے ہر ایک جنت کے لئے ہے۔

کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا۔ یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے

= لَمْ تَظْلِمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نفی حجد بلَمْ۔ اس نے نہ گھٹایا۔ اس نے نہ کم کیا۔ اس نے ظلم نہ کیا۔ یہاں ظلم کے معنی گھٹانے کے ہیں۔ اور کم کرنے کے ہیں۔ لَمْ کے استعمال سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے۔ ضمیر فاعل ہر دو جنتوں میں سے ہر جنت کے لئے ہے یعنی دونوں باغوں میں

سے کسی باغ نے بھی پھل لانے میں کوئی کمی نہ کی۔ (یعنی ہر دو باغ پورا پورا پھل لائے تھے اور کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی)

= مِنْہُ میں ضمیرہٗ واحد مذکر غائب اُکُلْ (ثمر، پھل) کے لئے ہے۔

= شَیْئًا۔ مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔

= فَجَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے بہایا۔ ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ ہم نے پھاڑا۔ یعنی ہم نے جاری کر رکھی تھی (ایک نہر) دونوں کے درمیان۔ یا ہم نے دونوں باغوں میں نہریں بہا رکھی تھیں۔ (انہار متفرقۃ ھاوھنا)

= خِلٰلَھُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خِلٰلٌ۔ درمیان۔ وسط۔ بیچ۔ خَلَلٌ کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔

۱۸: ۳۴ = ثَمَرٌ۔ بمعنی مال و دولت۔ (انواع و اقسام کا دیگر مال)

= یُحَاوِرُہٗ۔ حَاوَرَ یُحَاوِرُ مُحَاوَرَۃً (مفاعلۃ) وہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ جواب دے رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

= اَعَزُّ۔ زیادہ زور والا۔ زیادہ عزت والا۔ عِزٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= نَفَرًا۔ اسم جمع منصوب۔ جماعت۔ کنبہ۔ خاندان۔ کثرت انصار و اولاد نفری کے لحاظ سے مَالًا و نَفَرًا تمیز ہیں اَکْثَرُ اور اَعَزُّ کی

۱۸: ۳۵ = تَبِیْدَ۔ بَادَ یَبِیْدُ (ضَرَبَ) بَیَادٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلاک ہوگی۔ وہ برباد ہوگی۔ وہ تباہ ہوگی۔ وہ خراب ہوگی۔ بَادَ کے اصل معنی بَیْدَاءُ یعنی بیابان میں کسی چیز کے متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے کامل تباہی اور بربادی کے متعلق استعمال ہوتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ: میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔

۱۸: ۳۶ = وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ۔ ماضی مجہول واحد متکلم اور اگر میں لوٹایا گیا۔ یعنی اگر قیامت آ بھی گئی اور میں اپنے رب کے حضور لایا گیا۔ رَدَّ یَرُدُّ (نصر) لوٹانا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔

= لَاَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔ وُجُوْدٌ مصدر۔ میں ضرور پاؤں گا۔ وَجَدَ یَجِدُ (ضَرَبَ) سے۔

= مِنْھَا۔ ای من ھٰذہ الجنۃ اس باغ سے بہتر باغ مجھے ملیگا)

= مُنْقَلَبًا۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا مُنْقَلَبًا۔ تو میں یقینًا اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

۱۸: ۳۷ = سَوّٰىكَ۔ اس نے تجھ کو پورا پورا بنا دیا۔ اس نے تجھ کو برابر کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ سَوّٰى يُسَوِّى تَسْوِيَةً (تفعیل) پورا پورا بنانا۔ برابر کرنا۔ کسی چیز کو ہموار کرنا۔ خدا کا کسی چیز کو اپنی حکمت کی اقتضار کے مطابق بنانا۔ قرآن مجید میں ہے عَلٰی اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ہم قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

۱۸: ۳۸ = لٰكِنَّا۔ اصل میں لٰكِنَّ اَنَا ہے۔ عبارت یوں ہے لٰكِنَّ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ۔ اس کی ترکیب یہ ہے اَنَا مبتدا اول هُوَ مبتدا ثانی۔ اَللّٰهُ مبتدا ثالث۔ رَبِّيْ مبتدا ثالث کی خبر۔ دونوں مل کر مبتدا ثانی کی خبر یہ اپنی خبر سے مل کر اَنَا مبتدا اول کی خبر۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میرا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو میرا رب ہے هُوَ ضمیر شان ہے اللہ کے لئے۔

۱۸: ۳۹ = اِنْ تَرَنِ۔ اِنْ شرطیہ تَرَنِ مضارع واحد مذکر حاضر رَأٰى يَرٰى رَأْىٌ رُؤْيَةٌ سے دیکھنا اصل میں تَرَاى نِيْ تھا۔ اِنْ کے آنے سے يْ جو کہ حرف علت ہے ساقط ہو گئی نَ وقایہ ہے آخر میں يْ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے۔

= اَقَلَّ مِنْكَ۔ اَقَلَّ قِلَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی زیادہ کم۔

= مَالًا وَّ وَلَدًا۔ تمیز ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ۚ اَنَا۔ تاکید ضمیر واحد متکلم ی کے لئے آیا ہے اگر تو مال و اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔

= فَعَسٰى رَبِّيْ ...... جَنَّتِكَ۔ جملہ اِنْ تَرَنِ ...... وَلَدًا شرطیہ ہے اور جملہ فَعَسٰى ...... جَنَّتِكَ قائم مقام جواب شرط ہے ہر دو جملوں کے درمیان فَلَا بَاْسَ مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ان ترن انا اقل منك مالا و لدًا فَلَا بَاْسَ عسٰى ربّي ان يُّؤْتِيَنِ خيرًا مِّنْ جَنَّتِكَ اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار تیرے باغ سے کوئی بہتر چیز عطا فرماوے۔

۱۸: ۴۰ = يُّؤْتِيَنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ سے نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، کہ وہ مجھے دیدے۔ مجھے عطا کردے۔

= يُرْسِلَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ جواب شرط۔

= عَلَيْهَا۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّةٌ کے لئے ہے۔

= حُسْبَانًا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حُسْبَانٌ حُسْبَانَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی بجلی کی کڑک ہے بروزن بُطْلَانٌ وَغُفْرَانٌ حَسَبَ يَحْسُبُ کا مصدر ہے بمعنی حساب، شمار۔ قرآن حکیم

میں اور جگہ آیا ہے وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۵ (۶:۹۶) اور اسی نے رات کو موجب آرام ٹھہرایا، اور سورج اور چاند کو (ذریعہ) شمار بنایا ہے۔

موجودہ آیت میں حُسْبَانًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک آگ یا بھبوکا۔ دوسرے عذاب، حقیقت میں حساب کے مطابق سزا مراد ہے۔

یعنی عسٰی ان یرسل ...... الخ ہو سکتا ہے کہ بھیج دے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب

= فَتُصْبِحَ۔ میں فَ نتیجہ کے لئے ہے۔ فَتُصْبِحَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پس ہو جائے وہ۔

= صَعِیْدًا زَلَقًا۔ موصوف صفت، ایسی زمین جس پر کوئی روئیدگی نہ ہو۔

صَعِیْدٌ۔ زمین۔ خاک۔ زَلَقًا۔ زَلِقَ یَزْلَقُ سے مصدر۔ بمعنی ایسا صاف کہ جس پر پاؤں پھسلنے لگے

۱۸:۴۱ = غَوْرًا۔ غَارَ یَغُوْرُ سے مصدر ہے پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ نشیب، جگہ۔ گڑھا۔ غَارَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی۔ غِیَارٌ بھی مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ھَلِ الدَّھْرُ اِلَّا لَیْلَۃٌ وَّنَھَارُھَا۔ وَاِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ ثُمَّ غِیَارُھَا۔

(زمانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع و غروب کا)

آیت ہذا میں مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوا ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (۶۷ : ۳۰) اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُھَا غَوْرًا یا اس کا پانی بالکل زمین کے اندر اتر جائے۔

= لَنْ تَسْتَطِیْعَ۔ اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) سے مضارع نفی جحد بلن صیغہ واحد مذکر حاضر تو نہ کر سکیگا لَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ طَلَبًا۔ جس کو تو طلب کرے تو بھی نہ پا سکے۔

۱۸:۴۲ = اُحِیْطَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَۃٌ مصدر (باب افعال) اسے گھیر لیا گیا۔ اِحَاطَۃٌ کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا۔ گھیر لینا یا قابو میں لانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ یہ اَحَاطَ بِہِ الْعَدُوُّ (دشمن نے اس کو گھیرے میں لے لیا) سے ہے۔ جب دشمن گھیرے میں لے لیتا ہے تو اپنے مخالف پر پوری طرح قابو پا لیتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ہر اہلاک پر ہونے لگا۔ یہاں پر اُحِیْطَ بِثَمَرِہٖ بمعنی اَحَاطَ الْعَذَابُ بِثَمَرِ جَنَّتِہٖ آفت نے اس کے باغ کے پھل کو تباہ کر دیا یا اگر ثمر سے مراد باغ کا پھل اور دیگر مال و متاع لیا جائے تو اَھْلَکَ مَالَہٗ کُلَّہٗ عذاب یا آفت

نے اس کا تمام مال و متاع برباد کر دیا۔
= اَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ۔ وہ کفِ افسوس ملنے لگا۔
= فِیْھَا۔ ھِیَ۔ عُرُوْشِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کے لئے ہے۔
= اَنْفَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے خرچ کیا
= خَاوِیَۃٌ۔ افتادہ۔ گری ہوئی۔ کھوکھلی، خَوَاءٌ مصدر۔ اسم فاعل واحد مؤنث اس کے معنی خالی ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے خَوٰی بَطْنُہٗ مِنَ الطَّعَامِ۔ اس کا پیٹ طعام سے خالی ہو گیا۔ خَوَی الْبَیْتُ گھر گر پڑا۔ منہدم ہو گیا۔ خَوَی النُّجُوْمُ ستاروں کا غروب کے لئے جھکنا۔ خوی مادہ۔
= عُرُوْشِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْش ہے عَرْشُ الْبَیْتِ گھر کی چھت عُرُوْشِھَا اس کی چھتیں۔ اس کی چھتریاں۔ اس کی ٹٹیاں۔ بیل کے چڑھانے کے لئے جو چھتری (ٹٹی) کھڑی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔
= یٰلَیْتَنِیْ۔ یَا۔ حرف ندا۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل نِیْ اسم اے کاش میں
= اَحَدًا۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔
۱۸:۴۳ فِئَۃٌ گروہ۔ بقول راغب وہ گروہ جو باہم مددگار ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے لوٹے۔ اَلْفَیْئُ اَلْفِیْئَۃُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَاِنْ فَآءُوْا (۲: ۲۲۶) اگر وہ لوٹ آئیں۔ رجوع کرلیں۔
= یَنْصُرُوْنَہٗ کہ وہ اس کی مدد کریں (نَصَرَ یَنْصُرُ) سے جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ فعل جمع مذکر غائب اس لئے لایا گیا ہے کہ فِئَۃٌ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں
= مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے ورے۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کے مقابلہ میں
= مُنْتَصِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر۔ بدلہ لینے والا۔ یعنی نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ اِنْتَصَرَ۔ بمعنی غالب آنا۔ بدلہ لینا۔ انتقام لینا۔
قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (۴۲: ۳۹) اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔
= اِنْتَصَرَ۔ ظالم سے بچنا۔ انتصر: امتنع من ظالمہ (المعجم الوسیط) وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا۔ الخازن لکھتے ہیں۔ ای ممتنعا لا یقدر علی الانتصار لنفسہ نہ ہی اس کو اپنے آپ کو اس (نقصان) سے بچنے کی قدرت ہوئی (نہ بچا سکا) (الخازن)
صاحب تفہیم القرآن اور عبد اللہ یوسف علی نے بھی انہی معنوں میں ترجمہ کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں ہے

اور نہ کرسکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ۔ نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچا سکا۔ عبداللہ یوسف علی۔
انہی معنوں میں اور جگہ آیا ہے یُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵ : ۳۵)
تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا سو تم نہ ہٹا سکو گے (یعنی تم اس سے بچ نہ سکو گے یا اپنے آپ کو بچا نہ سکو گے)

سورۃ القمر میں ہے فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴ : ۱۰) اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں تو بدلہ لے لے (تفسیر ماجدی) میں مغلوب ہوں سو تو میری مدد کر (عبداللہ یوسف علی)
اِنْتَصَرَ بمعنی اِنْتَقَمَ وَامْتَنَعَ ہر دو صورت میں مستعمل ہے۔

۱۸ : ۴۴ = هُنَالِكَ۔ ایسے موقعہ پر۔ ایسے وقت میں۔ ای فی ذٰلك المقام او فی تلك الحال (یعنی جب کوئی مصیبت آپڑے)
= اَلْوَلَايَةُ۔ نصرت، مدد۔ وَلِیَ يَلِیْ۔ حَسِبَ يَحْسِبُ (لفیف مفروق) وَلَايَةٌ وِلَايَةٌ مدد کرنا المفردات میں ہے۔ اَلْوَلَايَةُ (بفتح الواو) بمعنی نصرت اور اَلْوِلَايَةُ (بکسر الواو) بمعنی کسی کام کا متولی ہونا ہے۔ آیۃ ہذا میں بمعنی نصرت و مدد ہی ہے۔
= لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ لام حرف جار اللہ۔ الحق۔ موصوف وصفت ہوکر مجرور۔
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ ایسے وقت میں مدد وکارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے۔
= خَيْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اصل میں اَخْيَرُ تھا۔ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً حذف کردیا گیا ہے۔
= ثَوَابًا وَّعُقْبًا۔ بطور ثواب دینے جزا دینے کے۔ عُقْبًا بطور جزا وثواب کے یا بطور انجام کے۔ ہر دو منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہیں۔

۱۸ : ۴۵ = اِضْرِبْ۔ تو بیان کر۔ ضَرَبَ يَضْرِبُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔
اَلضَّرْبُ کے معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا واقع کرنا کے ہیں۔ مختلف محل پر اس کے مختلف معانی آتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ اصلی معانی مارنا ضرب لگانا کا مفہوم ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً مارنا — فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (۸ : ۱۲) ان کے سر مار کر اڑا دو۔ یا اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲ : ۶۰) اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ سفر کرنا۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (۴ : ۱۰۱) اور جب سفر کو جاؤ۔ (یہاں بھی تو پاؤں زمین پر مار کر ہی سفر کیا جاتا ہے۔ بنانا فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِی الْبَحْرِ۔ پھر سمندر میں ان کے لئے عصا مار کر خشک راستہ بنالینا۔
لپیٹ دینا۔ چمٹا دینا۔ جیسے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (۲ : ۶۱) اور (آخرکار) ذلت ان سے

چمٹادی گئی۔ یہ ضَرْبُ الْخَیْمَۃِ (خیمہ لگانا۔ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے) سے لیا گیا ہے۔ یعنی ذلت نے انہیں ایسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسے کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے۔
ضرب المثل۔ یعنی ایک بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو (ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا۔ وغیرہ۔

= وَاضْرِبْ لَهُمْ ...... مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ آپ ان سے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجئے۔

= کَمَآءٍ۔ سے قبل ھِیَ محذوف ہے جس کا مشار الیہ الحیٰوۃ الدُّنیا ہے۔ کَ حرف تشبیہ ہے اس کا تعلق محض مَآءٍ سے نہیں ہے بلکہ آگے کی پوری عبارت سے ہے۔

= اَنْزَلْنٰهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَآءٍ کے لئے ہے۔

= فَاخْتَلَطَ۔ اِخْتَلَطَ۔ اِخْتِلَاطٌ (افتعال) سے ہے الْخَلْطُ (باب نصر) کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے اجزاء کو جمع کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ آیۃ ہذا فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پھر اس (پانی) کے ساتھ سبزہ مل کر نکلا۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ (۹: ۱۰۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا۔

= هَشِیْمًا۔ صفت مشبہ۔ منصوب بمعنی اسم مفعول شکستہ۔ ریزہ ریزہ۔ بھوسہ۔ خشک بوسیدہ گھاس۔ هَشْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ہڈی۔ سوکھی روٹی۔ ہر خشک چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔ کسی کی عزت و تعظیم کرنا (باب تفعیل) سے جاہ و حشم۔ تعظیم و تکریم۔

= تَذْرُوْهُ۔ ذَرْوٌ مصدر (باب نصر) وہ اس کو بلند اڑاتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب (ہوائیں) جسے اڑائے پھریں۔

= مُقْتَدِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِقْتِدَارٌ (افتعال) مصدر۔ یا اقتدار ہر طرح کی قدرت والا۔ کامل القدرت۔

۱۸: ۴۶ = اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ۔ ہر وہ عمل یا قول جو معرفتِ الٰہی محبتِ الٰہی یا طاعتِ الٰہی کی طرف لیجانے والا ہو باقیات الصالحات میں داخل ہے۔

= اَمَلًا۔ بلحاظ توقع یا امید کے۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔
نیز ملاحظہ ہو وَخَیْرٌ عُقْبًا۔ (۱۸: ۴۴) سورۃ ہذا۔ یعنی جن سے بہتر نتائج اور بہتر جزا کی امیدیں کیجا سکتی ہیں۔ اَمَلٌ امید۔ توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔

۱۸: ۴۷ = یَوْمَ۔ منصوب ہے بوجہ اپنے فعل کے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ

اور یاد کرو وہ دن ......

= نُسَیِّرُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْیِیْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ ہم چلائیں گے۔

تَسْیِیْرٌ۔ کسی کو مجبور کرکے چلانا کہ چلنے والے کو چلنے کی قدرت ہی نہ ہو نہ وہ صاحب ارادہ ہو جیسے پہاڑوں کو چلانا۔ یا کسی ایسے کو چلنے کا حکم دینا کہ چلنے والا حکم کو مان کر خود چلے اور چلنے کی اس کو قدرت بھی ہو جیسے آدمی کو چلانا۔ اول تسییر تسخیری ہے دوسری اختیاری۔ آیت میں تسخیری تسییر مُراد ہے۔

= بَارِزَۃً۔ بَرَزَ یَبْرُزُ۔ (نصر) بُرُوْزٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ کھلی ہوئی۔ یعنی کھلا میدان

= حَشَرْنٰھُمْ۔ حَشَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ماضی بمعنی مستقبل ہم اکٹھا کریں گے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو تمام مُردوں کے لئے ہے۔ یعنی ہم تمام مردوں کو اکٹھا کردیں گے۔

= لَمْ نُغَادِرْ۔ مضارع نفی جحد بلَم۔ صیغہ جمع متکلم۔ مجزوم بوجہ لَمْ۔ غَادَرَ یُغَادِرُ مُغَادَرَۃً۔ مُفَاعَلَۃٌ۔ ہم نہیں چھوڑیں گے۔ غَدْرٌ بے وفائی۔ غَدَّارٌ سخت بے وفا۔

۱۸:۴۸ = عُرِضُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرْضٌ مصدر (باب ضرب) وہ پیش کئے گئے۔ وہ روبرو کئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ وہ پیش کئے جائیں گے۔ عُرِضَ عَلٰی وہ سامنے پیش کئے جائیں گے۔

= صَفًّا۔ صفوں میں۔ صفیں باندھے ہوئے۔

= لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ سے قبل نَقُوْلُ لَھُمْ یا یُقَالُ لَھُمْ۔ محذوف ہے۔ ای عرضوا علٰی ربّک صفًّا ویقال لھم۔ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے صف در صف پیش کئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائیگا۔ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ تم ہمارے پاس اُسی حالت میں آئے ہو۔

= کَمَا۔ جیسے۔ جیسا۔

= بَلْ۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲:۱۳۵) بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم تو خیال کررہے تھے۔

= اَلَّنْ۔ اَنْ لَّنْ۔

= مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ وقت۔ وعدہ۔ وعدہ کا وقت۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ مَّوْعِدًا۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہارے لئے وعدہ کا کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔ وعدہ سے مراد بعث بعد الموت ہے۔ جو انبیاء کی زبانی لوگوں کو مطلع کیا گیا تھا۔

۱۸:۴۹ = وَوُضِعَ الْکِتٰبُ۔ اس کا عطف عُرِضُوْا پر ہے۔ اور الْکِتٰبُ سے مراد ہر ایک کا نامۂ اعمال ہے۔

= مُشۡفِقِیۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب نصب بوجہ المُجۡرِمُوۡنَ کا حال ہونے کے ہے۔ ڈرنے والے۔ خائفین ۔ اشفاق مصدر۔ شفق سے مشتق ہے جس کے معنی غروب آفتاب کے وقت روشنی اور تاریکی کا اختلاط ہے۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اسے شفقت کہتے ہیں

= یٰوَیۡلَتَنَا ۔ یا حرف ندار وَیۡلَتَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَیۡلٌ۔ ہلاکت ، کم بختی ، بدبختی بربادی۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہائے ہماری بربادی۔ وَیۡلَۃٌ اس جگہ کلمہ ندامت وحسرت ہے۔

= مَالِ ھٰذَا الۡکِتٰبِ ۔ مَا استفہامیہ ہے ، لِ حرفِ جار۔ اس کتاب کو کیا ہے ۔ اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ نامۂ اعمال کیسا ہے ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَالِ ھٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ ؕ (۲۵ : ۷) کیا ہوا اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے ۔ کیسا ہے یہ رسول ..... الخ

= لَا یُغَادِرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ نہیں چھوڑتا ہے ۔ نیز دیکھو ۱۸ : ۴۷۔

= اَحۡصٰھَا۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب صَغِیۡرَۃً کَبِیۡرَۃً کے لئے ہے۔ اس نے اس کو گن لیا ہے ۔ گن رکھا ہے ۔ اِحۡصَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر حِصَاءٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کیا کرتے تھے!

۱۸ : ۵۰ = فَسَقَ ۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی دائرہ شریعت سے کسی شخص کے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ عَنۡ قِشۡرِہٖ ۔ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پکی ہوئی کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر آنے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے ۔ فَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ ۔ وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔

= اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ ۔ اَ ہمزہ استفہام تَتَّخِذُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب (باب افتعال) تم اس کو پکڑتے ہو ۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ تم اس کو بناتے ہو۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برائے ابلیس۔

= وَھُمۡ۔ ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب ، ابلیس اور اس کی ذریت کے لئے ہے۔

= بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ؕ۔ الظلمین ۔ ای الواضعین للشئی فی غیر موضعہ کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام سے ہٹا کر رکھنا۔ بَدَلًا ۔ تمیز کی رو سے منصوب ہے۔

اس جملہ کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اگر بدل کے معنی عوض کے لئے جاویں تو اس کا مطلب ہوگا: ان ظالموں یعنی کافروں اور منکروں

کو معاوضے کیسے بُرے بُرے ملیں گے۔
۲۔ اور اگر بدل کو متبادل کے معنی میں لیا جاوے تو مطلب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریت کو جو اصل دشمن ہیں اپنا دوست بنا لینا کیسا بُرا متبادل راستہ ان ظالموں نے اختیار کیا ہے یعنی یہ ظالم خدا ناشناس کیسے احمق ہیں کہ دوست اور کارساز تو حق تعالیٰ کو سمجھتے اور یہ بجائے اس کے ابلیس اور اس کی ذریت کو دوست اور کارساز بنائے ہوئے ہیں۔
اس آیت میں التفات ضمائر ہے صیغہ مخاطب سے یکلخت صیغہ غائب کی طرف التفات خداوند تعالیٰ کی سخت ناراضگی اور ناخوشگواری کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظالموں کے ظلم قبیح پر ناراضگی کا اظہار ہے۔
۱۸: ۵۱ = مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ مَا نفی کے لئے ہے۔ اَشْهَدْتُّ ماضی واحد متکلم میں نے شاہد بنایا۔ میں نے دکھلایا۔ اِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ابلیس اور اس کی ذریت کے لئے ہے۔ میں نے ان کو شاہد نہیں بنایا۔ یعنی وہ موجود نہ تھے اور نہ دیکھنے کے لئے میں نے ان کو بلایا تھا۔ اس صورت میں خلق السمٰوٰت والارض اور خلق انفسھم ہر دو فعل اَشْهَدْتُّ کے مفعول ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے خَلْقَ منصوب آیا ہے۔
= مُتَّخِذَ اسم فاعل۔ واحد مذکر منصوب۔ مضاف المُضِلِّیْنَ مضاف الیہ اِتِّخَاذٌ مصدر۔ (باب افتعال) اَخْذٌ مادہ۔ بنانے والا۔ اختیار کرنے والا۔ اَخْذٌ کا مفہوم ہے کسی چیز کو اپنے تصرف اور تسلط میں داخل کرنا۔ باب افتعال میں اس کا مطلب بنانا اور اختیار کرنا ہے۔ یہاں دو مفعول ہوں گے۔ مثلاً لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ (۵: ۵۱) یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔
= المُضِلِّیْنَ۔ مُضِلٌّ کی جمع۔ گمراہ کرنے والے، مُتَّخِذَ کا مضاف الیہ ہے، اختیار کرنے والا گمراہ کرنے والوں کو۔
= عَضُدًا۔ مددگار۔ قوت بازو۔ بازو۔ عَضُدٌ کہنی سے لے کر کندھے تک کا درمیانی حصہ ہے۔ لیکن بطور استعارہ معین و مددگار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عَضُدٌ (واحد) بمعنی اَعْضَادٌ (جمع) استعمال ہوا ہے۔
وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا اور میں ایسا نہیں تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔ اپنا معین بناتا۔
۱۸: ۵۲ = يَوْمَ۔ ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔

= یَقُوْلُ ۔ ای یقول اللّٰہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔
= نَادُوْا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ نِدَاءٌ مصدر۔ (مفاعلۃ) ن۔د۔ی مادّہ۔ تم پکارو۔ تم بلاؤ
= زَعَمْتُمْ ۔ ای زعمتم انہم شرکائی یا نادوا الذین زعمتم شرکائی۔ جن کو تم میرے شریک خیال کرتے تھے۔
= فَدَعَوْھُمْ ۔ پس وہ انہیں پکاریں گے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مشرکین وکافرین کے لئے ہے۔ اور ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب شرکاء کے لئے ہے۔
= مَوْبِقًا ۔ وَبَقَ یَبِقُ (ضرب) وَبِقَ یَبَقُ (سمع) وُبُوْقٌ مَوْبِقٌ ۔ وُبُوْقٌ ہلاک ہونا۔ مَوْبِقٌ ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز۔ یہاں مراد جہنم کا خاص درجہ ہے۔ وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ مَّوْبِقًا ۔ اور ہم مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان ایک آڑ حائل کردیں گے۔ (آڑ سے یہاں مراد جہنم ہے)
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا (۴۲:۳۴) یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کردے۔
= مُوَاقِعُوْھَا ۔ مواقعو۔ مضاف ھَا مضاف الیہ۔ مُوَاقِعُوْا اصل میں مُوَاقِعُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔ مُوَاقَعۃ (مُفاعلۃ) مصدر۔ گرنے ولے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب النَّارَ کے لئے ہے۔ (وہ خیال کریں گے کہ) وہ اس (آگ) میں گرنے والے ہیں۔
= مَصْرِفًا ۔ اسم ظرف ۔ صَرَفَ یَصْرِفُ (ضرب) کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل دینا۔ مَصْرِفٌ لوٹنے کی جگہ، بچنے کا راستہ، نجات کی جگہ۔
اس سے باب تفعیل سے تَصْرِیْفٌ بھی بمعنی صَرْفٌ کے ہے لیکن اس میں تکثیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ (۲:۱۶۴) ہواؤں کے رخ کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دینا۔ اور وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶:۲۷) اور آیات کو ہم نے لوٹا لوٹا کر بیان کردیا۔
= وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ۔ ای ولقد صرفنا من کل مثل للنّاسِ فی ھذا القراٰن ۔ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں۔
= جَدَلًا ۔ باب سمع سے مصدر ہے۔ جس کے معنی سخت جھگڑنے کے ہیں۔ جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑا۔ باب مفاعلۃ سے بمعنی جھگڑنا۔ بحث کرنا۔ جس میں فریقین ایک دوسرے پر غلبہ

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ (۱۶: ۲۵)
اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ اور اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ (۴۰: ۳۵)
جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ۔
آیت ہذا میں الانسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔
= اَکۡثَرَ۔ بہت زیادہ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی دوسری چیزوں سے ای ان جدل الانسان
اکثر من جدل کل شیٔ ء یعنی انسان ہر چیز سے بڑھکر جھگڑالو ہے ۔
۱۸: ۵۵ = مَا مَنَعَ النَّاسَ ۔ میں مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی ۔
پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی تھی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے کوئی امر مانع نہیں رہا تھا مگر بجز اس کے (ان کو اس کا انتظار ہو کہ) انہیں بھی اگلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا یہ کہ عذاب در عذاب ان پر نازل ہو۔ (تفسیر ماجدی)
دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آگئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ کہ (وہ منتظر ہیں) آئے ان کے اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب (ضیاء القرآن)
= قُبُلًا ۔ قَبِیۡل کی جمع ہے جیسے سُبُلٌ سَبِیۡلٌ کی جمع ہے ۔ اس کا معنی طرح طرح کا عذاب یا عذاب پر عذاب ۔ قُبُلًا منصوب بوجہ حال ہونے کے ہے ۔
۱۸: ۵۶ = لِیُدۡحِضُوۡا ۔ لام تعلیل کا۔ یُدۡحِضُوۡا مضارع ۔ جمع مذکر منصوب ۔ بوجہ عمل لام ۔ بمعنی لیزیلوا و یُبۡطِلُوۡا کہ وہ زائل کردیں یا باطل کردیں اِدۡحَاضٌ (افعال) سے مصدر باطل کرنا۔ یا زائل کرنا۔
= بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کافرین کے مجادلہ کے لئے ہے۔ ای بالجدال
= الحقّ ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ کہ اپنی کٹ حجتی سے حق کو باطل کر دیں ۔
= وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا ۔ میں بِهٖ مضمر ہے عبارت یوں ہے وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا بِهٖ ای القرآن ۔
جس سے ان کو ان کے اعمالِ بد کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے ۔
اُنۡذِرُوۡا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو ڈرایا گیا۔ یا وہ ڈرائے گئے ۔ اِنۡذَارٌ مصدر۔
= هُزُوًا ۔ مصدر۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے ۔ هَزۡءٌ مذاق ۔ دل لگی ۔ ھزء مادہ ۔ اَلۡهُزۡءُ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ قصدًا مذاق اڑانے کے معنی میں آیا ہے اِتَّخَذُوۡهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا (۵: ۵۸) یہ اسے بھی

ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔

باب استفعال سے اِسْتِھْزَاءٌ کے معنی اصل میں طلب ھزء کو کہتے ہیں لیکن اس کے معنی مذاق اڑانا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

۱۸: ۵۷ = اَکِنَّۃً۔ جمع کِنَانٌ واحد۔ پردے۔ غلاف۔ اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ کیا جائے کَنَنْتُ الشَّیْءَ کَنًّا کسی چیز کو کِنٌّ میں محفوظ کردیا۔ کَنَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھر یا کپڑے میں چھپانے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آتا ہے کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ (۳۷: ۴۹) گویا وہ چھپاتے ہوئے محفوظ انڈے ہیں۔

باب افعال سے کسی بات کو دل میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ (۲: ۲۳۵) یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو۔ ک ن ن مادہ۔

= اَنْ یَّفْقَھُوْہُ۔ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے ہے۔ کہ اسے سمجھ سکیں۔ مراد اس سے یہ ہے لئلا یفقھوہ کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔

= فِیْ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا۔ ای وجعلنا فی اذانھم وقرا۔ اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ یا گرانی پیدا کر رکھی ہے۔ وَقْرًا۔ اسم مصدر منصوب۔ بمعنی ثقل۔ گرانی، بہرہ پن۔ وِقَارٌ (باب کرم) عزت وعظمت

= لَنْ یَّھْتَدُوْا۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ جمع مذکر غائب وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے

۱۸: ۵۸ = مَوْعِدٌ۔ اسم ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت

= مَوْئِلًا۔ اسم ظرف مکان۔ وأل مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

وَأَلَ یَئِلُ (ضرب) وَأْلٌ وُءُوْلٌ مصدر وَأَلَ فُلَانًا کسی سے پناہ لینا۔ وَأَلَ اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اَلْوَاْلُ اَلْمَوْئِلُ پناہ کی جگہ۔

۱۸: ۵۹ = تِلْکَ الْقُرٰی۔ یہ بستیاں، مراد ان بستیوں کے باشندگان۔ اشارہ ان سرکش اور نافرمان قوموں کی طرف ہے جن کی ہلاکت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط وغیرہ۔

= مَھْلِکِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ہلاک ہونا۔ مَھْلِکٌ مصدر میمی ہے۔

= مَوْعِدًا۔ وعدہ کا وقت۔ اسم ظرف زمان۔

۱۸: ۶۰ = فَتٰـہُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نوجوان۔ اس کا خادم۔ فَتٰی کے معنی نوجوان کے ہیں مجازاً غلام یا خادم کو بھی کہتے ہیں۔

= لَآ اَبۡرَحُ ۔ بَرِحَ یَبۡرَحُ (سمع) بَرَاحٌ وَبَرَحٌ مصدر۔
.... المکان او من المکان کسی جگہ سے ہٹنا۔ رکنا زائل ہونا۔
لَآ اَبۡرَحُ ۔ مضارع منفی واحد متکلم۔ افعال ناقصہ میں سے ہے مَا بَرِحَ غَنِیًّا۔ وہ دولت مند رہا۔ وہ اب تک دولت مند ہے۔ لَآ اَبۡرَحُ اَفۡعَلُ ذٰلِكَ ۔ میں یہ کام برابر کرتا رہوں گا۔ لَآ اَبۡرَحُ حَتّٰٓی اَبۡلُغَ میں برابر چلتا رہوں گا تا آنکہ پہنچ جاؤں۔
= اَمۡضِیَ حُقُبًا ۔ مضارع واحد متکلم مُضِیٌّ مصدر۔ (باب نصر، ضرب) میں چلتا جاؤں گا۔ اس کا عطف اَبۡلُغَ پر ہے۔
= حُقُبًا ۔ حُقُبٌ زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَحۡقَابٌ ہے۔ لّٰبِثِیۡنَ فِیۡہَآ اَحۡقَابًا (۷۸: ۲۳) اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔
اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ۔ یا میں مدتوں چلتا رہوں گا۔
۱۸: ۶۱ = مَجۡمَعَ بَیۡنِہِمَا ۔ ان دونوں کا جائے اجتماع۔ ان دونوں کا سنگم۔ ان دونوں دریاؤں کے اتصال کی جگہ۔ ہِمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب اَلۡبَحۡرَیۡنِ کے لئے ہے۔
= حُوۡتَہُمَا ۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث حضرت موسیٰ اور ان کے خادم کے لئے ہے۔ ان دونوں کی مچھلی
= سَرَبًا ۔ اَلسَّرَبُ ۔ (نصر) اس کے اصل معنی نشیب کی طرف جانے کے ہیں (اور اسم کے طور پر) نشیبی جگہ کو بھی سَرَبٌ کہتے ہیں۔ سَرَبَ (نصر) اِنۡسِرَابٌ (انفعال) ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ اور بولتے ہیں اِنۡسَرَبَتِ الۡحَیَّۃُ اِلٰی جُحۡرِھَا سانپ اپنے بل میں اتر گیا۔
فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَہٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ۔ اس نے سرنگ بناتے ہوئے دریا میں اپنی راہ پکڑی۔ یعنی وہ دریا میں اتر گئی جیسے کوئی جانور سرنگ میں نیچے کو جا گھستا ہے۔
سَرَبًا بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ثانی ہونے کے منصوب ہے۔ مفعول اوّل سَبِیۡلَ ہے۔
اسی سے سَارِبٌ (اپنی مرضی سے) کسی راستے پر چلا جانیوالا ہے۔ جیسے سَارِبٌۢ بِالنَّہَارِ (۱۳: ۱۰) دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلنے پھرنے والا۔ سَرَابٌ ۔ شدتِ گرما میں دوپہر کے وقت بیابان میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے کَسَرَابٍۭ بِقِیۡعَۃٍ یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً (۲۴: ۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔ سَرَبًا المسلك فی خُفۡیَۃٍ ۔ سرنگ۔ وحشی جانوروں کی بل۔
۱۸: ۶۲ = جَاوَزَا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں آگے چلے۔ وہ دونوں گذرے۔ مُجَاوَزَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر جس کے معنی کسی چیز سے گذر جانے۔ اس کو پار کرنے اور آگے بڑھنے کے ہیں۔ یعنی

جب وہ مجمع البحرین سے آگے بڑھ گئے۔
= غَدَاءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا ناشتہ۔ ہمارا صبح کے وقت کا کھانا۔ دن کے ابتدائی حصہ کے کھانے کو غَدَاء کہتے ہیں۔ ناشتہ سے یہاں مراد وہ مچھلی ہے جو وہ بھون کر کھانے کے طور پر ہمراہ لائے تھے۔
= نَصَبًا۔ تھکان۔ مشقت، تھکاوٹ، تکلیف۔

۱۸: ۶۳ = اَرَأَیْتَ۔ کیا تونے دیکھا۔ محاورہ میں بطور کلمہ تعجب کے استعمال ہوتا ہے۔ اور معنی یہ لیجئے ملاحظہ ہو۔ دیکھو تو۔
= اَوَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اُوِیٌّ مصدر اوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ) ہم اترے۔ ہم فروکش ہوئے۔ ہم ٹھہرے۔ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ (۱۸: ۱۰) جب ان نوجوانوں نے غار میں جاکر پناہ لی یا غار میں جاکر فروکش ہوئے۔
= الصَّخْرَۃِ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ واحد۔ اس کی جمع صَخْرٌ و صُخُوْرٌ ہے۔
= فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ۔ ای نسیت ذکرہ بما رأیت منہ یعنی مچھلی کو جس حالت میں دریا میں جاتے دیکھا تو اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔

آیت ۶۱ میں ہے نَسِیَا حُوْتَھُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ کہ یہ بھول تو صرف حضرت موسیٰ ؑ کے خادم کی تھی لیکن اس کو دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا سورۃ الرحمٰن میں ہے یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵: ۲۲) آیا ہے کہ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔ یعنی اول الذکر میں نسیان کی اور مؤخر الذکر میں اخراج لؤلؤ و مرجان کی تخصیص ضروری نہیں سمجھی گئی۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے متعلق خادم کو یاد دلانا بھول گئے اور خادم حضرت موسیٰ کو یہ بتانا بھول گیا کہ مچھلی عجیب و غریب طریقہ سے دریا میں اتر گئی۔
= مَآ اَنْسٰنِیْہُ۔ مَآ اَنْسَانِیْ نہیں بھول میں ڈالا اس نے مجھے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ ی واحد متکلم۔ مفعول۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ثانی۔ مبدل منہ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ہٗ ضمیر کا بدل اشتمال مَآ اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ای ما انسانی ذکرہ الا الشیطان۔ یعنی شیطان نے اس کا ذکر کرنا مجھے بھلا دیا۔

اَنْسَانِیْہُ۔ نَسِیَ مادہ اِنْسَاءٌ (افعال) سے ہے۔
= عَجَبًا۔ یا یہ اِتَّخَذَ کا مفعول ثانی ہے (مفعول اول سَبِیْلَہٗ) جیساکہ آیت ۶۱ مذکورہ بالا میں سَرَبًا ہے۔ ای اتخذ سبیلہ سبیلاً عَجَبًا۔
یا آخر کلام میں مچھلی کے عجیب وغریب طریقہ سے دریا میں اتر جانے اور پھر ایسے وقوعہ کو بھول جانے پر تعجب کے طور پر آیا ہے۔
۱۸ : ۶۴ = قَالَ۔ ای قَالَ موسٰی !
= ذٰلِكَ۔ ای امرالحوت مچھلی کی یہی بات (تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی) یا اس کا اس جگہ کی طرف ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی وہی تو وہ مقام تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔
= مَاكُنَّا نَبْغِ۔ جس کی ہم تلاش کر رہے تھے۔ كُنَّا نَبْغِیْ ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم۔ بَغْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ)
= اِرْتَدَّا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب دونوں الٹے پھرے۔ اِرْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں ردّ مادہ
= اٰثَارِهِمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کے نشاناتِ قدم۔
اٰثَار جمع اَثَرٌ واحد بمعنی علامت۔ نشانی۔ نشانِ قدم۔ نشان۔ پیچھے۔
ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۷ : ۲۷) پھر ہم نے ان کے پیچھے اور پیغمبر بھیجے۔
= قَصَصًا۔ اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ قَصَّ يَقُصُّ قَصٌّ وَقَصَصٌ (باب نصر) بمعنی اتباع الاثر۔ نشانِ قدم پر چلنا۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے واپس لوٹے۔
قَصَّ کے معنی پیچھے پیچھے چلنا بھی ہے۔ مثلاً وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (۲۸ : ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چل جا۔ قَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ کسی کو خبر دینا۔ اسی سے ہے قَصَصٌ قِصَّۃ کی جمع۔ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ (۲۸ : ۲۵) اور اس سے اپنا ماجرا بیان کیا اور نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۱۲ : ۳) ہم تمہیں ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔
قَصَصًا یا تو مصدر بحالت نصب ہے یا حال ہے اِرْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا سے یعنی اپنے نشان قدم تلاش کرتے ہوئے۔ یا مفعول ہے جس کا فعل مقدر ہے۔
۱۸ : ۶۵ = مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے۔ لَدُنْ ظرف زمان وظرف مکان ہر دو مستعمل ہے مثلاً اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا۔ میں اس کے پاس

مقیم رہا ابتدا، طلوع شمس سے غروب آفتاب تک (ظرف زمان) اور فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِیًّا۔(۱۹: ۵) مجھے عطا فرما اپنی جانب سے کوئی جانشین (ظرف مکان)

۱۸: ۶۶ = تُعَلِّمَنِ ۔ تو مجھ کو سکھا دے۔ تَعۡلِیۡمٌ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= رُشۡدًا۔ تُعَلِّمَنِ کے مفعول ثانی کی صفت ہے ای عِلۡمًا ذَا رُشۡدٍ۔ رشد وہدایت کا علم رُشۡدٍ۔ بمعنی ہدایت۔ بھلائی۔ راستی۔ صلاحیت۔ اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا کہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔

۱۸: ۶۷ = لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنۡ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں کر سکیگا اِسۡتِطَاعَۃٌ (استفعال) سے۔ طوع۔ مادّہ۔

۱۸: ۶۸ = لَمۡ تُحِطۡ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ تو احاطہ نہیں کریگا۔ تو نہیں گھیرے گا۔ تو قابو میں نہیں کریگا۔ اِحَاطَۃٌ مصدر۔

= خُبۡرًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے

مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا۔ جو تمہارے احاطۂ واقفیت میں نہیں ہے۔

۱۸: ۶۹ = لَاۤ اَعۡصِیۡ ۔ مضارع نفی واحد متکلم۔ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ میں حکم عدولی نہیں کرونگا مَعۡصِیَۃٌ سے (باب ضَرَبَ) لَاۤ اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا۔ اور میں تمہارے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

۱۸: ۷۰ = فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ۔ پس اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر تم میرا اتباع کرنا چاہتے ہو یا اگر تو نے میرا اتباع کیا۔ یا میرے ساتھ رہے۔

اِتَّبَعۡتَ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= اُحۡدِثَ ۔ اَلۡحُدُوۡثُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو۔ اَلۡحَدَثُ ۔ نئی چیز۔ نیا کام۔ نئی بات۔ ہر وہ قول وفعل جو نیا ظہور پذیر ہوا ہو۔ اسے مُحۡدَثٌ کہتے ہیں۔ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا۔ جب تک کہ میں خود ہی پہل کر کے تجھ سے بات نہ کروں۔

ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعہ پہنچے۔ اسے حدیث کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا حالت بیداری میں ہو۔

حَدَّثَ عَنۡ فُلَانٍ ۔ کسی سے کچھ بیان کرنا۔ روایت کرنا۔ حَدَّثَ ۔ خبر دینا۔ بیان کرنا۔

اُحۡدِثَ فعل منصوب بوجہ عمل اَنۡ مقدرہ کے ہے۔

= فَانْطَلَقَا ۔ پس وہ چل پڑے دونوں۔ ماضی تثنیہ واحد مذکر غائب طَلْقٌ سے باب انفعال سے اِنْطِلَاقٌ۔ جس کے معنی ہیں چل پڑنا۔ الطَّلَاقُ کے معنی ہیں کسی بندھن سے آزاد کرنا۔ محاورہ ہے اَطْلَقْتُ الْبَعِیْرَ مِنْ عِقَالِہٖ وَطَلَّقْتُہٗ۔ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی سے محاورہ ہے طَلَّقْتُ الْمَرْأَۃَ۔ یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

= خَرَقَھَا ۔ اس نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اس نے اس کو قطع کر دیا۔ خَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضَرَبَ) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (کشتی کے لئے ہے)

خَرْقٌ۔ خَلْقٌ کی ضد ہے۔ خَلْقٌ کے معنی ہیں اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانا اور خَرْقٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا۔ بے سوچے سمجھے کسی کام کو کرنے یا بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالنے کو بھی خرق کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ (۶: ۱۰۰) اور بے سمجھے (جھوٹ اور بہتان کے طور پر) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں۔

= اَھْلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس پر سوار لوگ۔

= شَیْئًا اِمْرًا۔ تکلیف دہ۔ یا خلاف شرع یا خلاف عقل چیز۔ اِمْرًا۔ ای مُنْکَرًا (مجاہد) یعنی امر منکر و معیوب۔ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا۔ آپ نے یقیناً بہت بری بات کر ڈالی۔ اِمْرًا۔ بھاری عجیب۔ عظیم۔ انوکھا۔ قابل انکار۔ علامہ بغوی کا قول ہے کہ عربی لغت میں اِمْرٌ بمعنی دَاھِیَۃٌ (خوفناک) ہے۔

۱۸: ۷۳ = لَا تُؤَاخِذْنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میری گرفت نہ کر تو مجھے نہ پکڑ۔ میرا مواخذہ نہ کر۔

= بِمَا۔ بَا سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ ہے۔ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ۔ میری بھول چوک پر میری گرفت نہ کر۔ قرآن حکیم میں اس کی مثال یہ آیت ہے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا (۳۲: ۱۴) سو اب مزہ چکھو بسبب اپنے اس دن کے آنے کو بھول جانے کا۔

= لَا تُرْھِقْنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَرْھَقَ یُرْھِقُ اِرْھَاقٌ (افعال) اَرْھَقَہٗ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْھَقَہٗ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ اَرْھَقَہٗ عُسْرًا۔ کسی کو تکلیف دینا یا تکلیف دہ کام لینا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ فَلَا اَرْھَقَکَ اللہُ تم مجھ پر سختی نہ کرو۔ تم پر اللہ سختی نہ کریگا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔ میرے اس معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کر۔ ادھاق۔ کسی پر ایسا بوجھ لاد دینا کہ جس کا اٹھانا اس کے لئے از بس مشکل ہو۔

= عُسْرًا۔ عُسْرٌ۔ تنگی۔ دشواری۔ مشکل۔ سختی۔ یُسْرٌ (آسانی) کی ضد ہے یہ تُرْھِقْنِیْ

کا مفعول ثانی ہے۔

۱۸:۷۴ == زَكِيَّةً۔ گناہوں سے پاک، معصوم زَكَاءٌ بروزن فَعِيْلَةٌ صفت مشبہ کا واحد مؤنث ہے۔

== بِغَيْرِ نَفْسٍ۔ بغیر کسی سبب کے (ابن کثیر) بغیر قصاص کے۔ بغیر کسی گناہ کے۔ بغیر کسی جان کے بدلہ کے۔

== نُكْرًا۔ ایسا مشکل امر جو سمجھ میں نہ آسکے۔ امر عظیم۔ ایسا امر جس سے سب کانوں پر ہاتھ رکھیں نُکر۔ کا درجہ قبح میں اِمْرًا سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ سخت نامرغوب۔

الا نکار کے اصل معنیٰ انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔ المُنْكَرُ ہر وہ فعل جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے بھی اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا۔ یقیناً آپ نے بڑا بیجا اور نازیبا فعل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ (۱۶)

الکہف ۲ مَرْیَمْ ۲ طٰہٰ ۲

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکَ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ

۱۸: ۷۵ = لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ۔ تو ہرگز نہیں کر سکے گا۔ ملاحظہ ہو آیت ۶۷ سورۃ ہذا۔

۱۸: ۷۶ = لَا تُصٰحِبۡنِیۡ ۔ تو مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھنا۔ تو مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ مُصَاحَبَۃٌ۔ (مُفَاعَلَۃٌ) سے فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم

= قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّیۡ عُذۡرًا بے شک آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ چکے۔ یعنی میرا کوئی عذر نہیں ہوگا۔

۱۸: ۷۷ = اِسۡتَطۡعَمَا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب استِطۡعَامٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ) ان دونوں نے کھانا مانگا

= اَبَوۡا۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ باب ضرب و فتح ۔ ابی مادہ اِبَاءٌ مصدر۔ اَلۡاِبَاءُ۔ کے معنی سختی سے انکار کرنا کے ہیں ۔ یہ لفظ امتناع سے خاص ہے ہر اباء کو امتناع کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر امتناع کو اباء نہیں کہہ سکتے۔ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ (۲:۳۴) اس نے سختی سے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔

= یُضَیِّفُوۡهُمَا۔ ضَیَّفَ یُضَیِّفُ تَضۡیِیۡفٌ (تَفۡعِیۡلٌ) مضارع جمع مذکر غائب ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب (کہ) وہ ان دونوں کو مہمان بنائیں۔ یعنی ان کی مہمانی کریں۔

= (اَنۡ) یَّنۡقَضَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنۡ۔ اِنۡقِضَاضٌ (انفعال) کہ گر پڑے۔ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ وہ (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ قضض مادہ قَضَضۡتُہٗ فَانۡقَضَّ ۔ میں نے اسے گرایا تو وہ گر پڑا۔

= لَتَّخَذۡتَ ۔ لَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اِتَّخَذۡتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے۔ بمعنی لینا۔ پکڑنا۔ قرآن مجید میں ہے قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ عَهۡدًا (۲: ۸۰) ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے۔

لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡهِ اَجۡرًا۔ اگر تم چاہتے تو اس کام کا معاوضہ لے لیتے

۱۸: ۷۸ = سَاُنَبِّئُکَ ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنۡبِئَۃٌ مصدر (باب تفعیل) بمعنی بتانا۔ خبر دینا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ میں ابھی تجھے بتائے دیتا ہوں ۔

= تَاۡوِیۡلِ۔ اول سے مشتق ہے اَوَّلَ یُاَوِّلُ تَاۡوِیۡلٌ (باب تفعیل) جس کے معنی ہیں

کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے تو اسے مَؤْئِل کہتے ہیں!
ملاحظہ ہو (۱۸: ۵۸) پس تَاْوِیْلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا ہے جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے
مقصود ہوتی ہے۔ غایت مقصود۔ حقیقت۔ تاویل۔ تفسیر۔

۱۸: ۷۹ = یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ یعنی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے
= اَعِیْبَهَا۔ مضارع منصوب واحد متکلم۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ نصب بوجہ عمل
اَنْ ہے۔ (کہ) میں اسے عیب دار کردوں۔
= وَرَآءَهُمْ۔ وَرٰی یَرٰی سے وَرَآءٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی حد فاصل۔ آڑ۔ کسی چیز کا
آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔ ہونا کے ہیں۔
آگے کے معنی میں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ (آیت ھذا) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا
پیچھے کے معنی میں۔ اِرْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (۵۷: ۱۳) پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں)
نور تلاش کرو۔
آڑ کے معنی میں۔ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (۵۹: ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں۔
علاوہ وسوا کے معنی میں۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳: ۷)
اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ خدا کی (مقرر کردہ) حد سے نکل جانے والے ہیں۔
= غَصْبًا۔ مصدر ہے۔ حالتِ نصب۔ غَصَبَ یَغْصِبُ (ضَرَبَ) سے۔ زبردستی چھین لینا
(بغیر حق کے)

۱۸: ۸۰ = فَخَشِیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ خَشْیَةٌ مصدر (باب سمع) ہم ڈرے۔ ہمیں اندیشہ ہوا
الخازن میں ہے فَعَلِمْنَا۔ ہمیں معلوم ہوا۔
= اَنْ یُّرْهِقَهُمَا۔ اَرْهَقَ یُرْهِقُ اِرْهَاقٌ (افعال) مضارع واحد مذکر غائب
منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ هُمَا تثنیہ مذکر غائب۔ اِرْهَاقٌ اثر انداز ہونا۔ اکسانا۔ مبتلا کرنا۔
مجبور کرنا۔ زبردستی چھا جانا۔ دشواری میں ڈالنا۔
اَرْهَقَهٗ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْهَقَهٗ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ رَهِقَ و اَرْهَقَ
(مجرد و مزید فیہ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۱۰: ۲۷) اور ان
پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ (۷۴: ۱۷) ہم عنقریب اس کو عذاب سخت میں
مبتلا کریں گے۔ اور وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (۱۸: ۷۳) اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ کو
دشواری میں نہ ڈالئے۔ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا کہ وہ ان دونوں (ماں باپ) کو (سرکشی اور کفر پر) مجبور کردیگا

تقدیر کلام یوں ہوگی: فخشینا ان یرھقھما طغیانا وّ کفرًا الو بقی حیًّا

۱۸: ۸۱ = یُبْدِلَهُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب اِبْدَالٌ مصدر۔ هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر۔ کہ وہ ان دونوں کو بدلہ میں دیدے۔ هُمَا ضمیر مفعول اوّل ہے اس کے بعد ولدًا (محذوف) مفعول ثانی ہے۔ ای اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا وَلَدًا خَیْرًا مِّنْهُ کہ ان کا پروردگار ان کو بیٹا جو اس (پہلے جس کو قتل کیا گیا تھا) سے بہتر ہو۔

= زَكٰوةً۔ گناہوں اور اخلاق رذیلہ سے پاکیزگی۔

= رُحْمًا۔ مصدر ہے۔ رَحِمَ یَرْحَمُ رَحْمَةً و مَرْحَمَةً و رُحْمًا و رُحُمًا مہربان ہونا۔ شفقت کرنا۔

ہر دو زَكٰوةً وَّرُحْمًا منصوب بوجہ تمیز کے ہیں (جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے بڑھ کر ہو۔

= اَقْرَبُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔

۱۸: ۸۲ = اَشُدَّهُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْاَشُدُّ وَالْاَشَدُّ۔ سنِ بلوغ۔ جوانی کی عُمر پورا زور۔ بَلَغَ فُلَانٌ اَشُدَّهٗ وہ سنِ بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا۔ شدد مادّہ اَشُدَّهُمَا۔ اپنے سن بلوغ کو۔

= یَسْتَخْرِجَا۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) تثنیہ مذکر غائب۔ اصل میں یَسْتَخْرِجَانِ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ استخراج (استفعال) مصدر، وہ دونوں نکال لیں

= رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے پروردگار کی مہربانی۔ رَحْمَةً۔ اَرَادَ کا مفعول لہٗ ہے کہ ان پر رحمت کرنے کے لئے پروردگار نے چاہا کہ اَنْ یَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ یا یہ مصدر منصوب ہے اس صورت میں اَرَادَ بمعنی رَحِمَهُمَا ہے۔

= عَنْ اَمْرِیْ۔ اپنی مرضی سے۔ اپنی رائے سے۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

= لَمْ تَسْطِعْ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ یعنی ماضی منفی تو (صبر) نہ کر سکا۔ اس کا ماضی اِسْطَاعَ ہے۔ اِسْطَاعَ اصل اِسْتَطَاعَ (باب استفعال) ہی ہے تا کو تخفیفًا حذف کر دیا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (۱۸: ۹۷) پھر ان کو یہ قدرت نہ رہی کہ وہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

تَسۡطِعۡ اصل میں تَسۡتَطِیۡعُ تھا۔ لَمۡ کے آنے سے لام کلمہ مجزوم ہوا اور اجتماع ساکنین سے ی حرف علت گر گیا۔

فَائِدَہ

آیۃ ۷۹ فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِیۡبَهَا (اَرَدۡتُّ صیغہ واحد متکلم) آیہ ۸۱ میں فَاَرَدۡنَا اَنۡ یُّبۡدِلَهُمَا ..... رُحۡمًا (صیغہ جمع متکلم) اور آیۃ ۸۲ میں فَاَرَادَ رَبُّكَ ..... رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ (صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اس کی توضیح یوں فرمائی ہے:۔

اگرچہ خیر و شر، نفع و ضرر ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ ہے کہ جب خیر اور نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر اور ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ یَشۡفِیۡنِ ۝ (۲۶: ۸۰) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء بخشتا ہے۔ یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کشتی توڑنا مذموم ہے اور جب دیوار درست کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ وہ خیر محض ہے۔ قتل غلام کے دو پہلو تھے۔ ایک خیر۔ اس لئے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جا رہی ہے۔ اور دوم شر۔ اس لئے کہ بظاہر ایک معصوم بچے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت ذات خداوندی کی طرف ہو جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے اسی توجیہ کو پسند فرمایا ہے! (ضیاء القرآن)

۱۸: ۸۳ — ذِی الۡقَرۡنَیۡنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ترکیب اضافی بحالت جر۔ دو سینگوں والا۔ قَرۡنَیۡنِ۔ جمع۔ قَرۡنٌ واحد۔ دو کنارے۔ دو سینگ۔ ایک نیک عادل با اقتدار بادشاہ کا نام جس کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے۔

= سَاَتۡلُوۡا۔ سَ حرف۔ مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں مخصوص کر دیتا ہے۔

اَتۡلُوۡا۔ مضارع واحد متکلم۔ تِلَاوَۃٌ مصدر۔ میں عنقریب پڑھ کر سناؤں گا۔ میں عنقریب بیان کروں گا۔ تَلۡوٌ مادہ

۱۸: ۸۴ = مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم تَمۡكِیۡنٌ (تفعیل) مصدر ہم نے تمکین بخشی۔ ہم نے جما و عطا کیا۔ ہم نے با اقتدار بنا دیا۔ مَكِنَةٌ۔ آشیانہ۔ گھنے کی جگہ۔ اِمۡكَانٌ (اِفۡعَالٌ) سم با اقتدار ہونا، قابو پانا، کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ مَكِیۡنٌ۔ جم کر رہنے والا۔

= سَبَبًا۔ سامان۔ ذریعہ۔ رسّی جس سے درخت پر اوپر چڑھا اور نیچے اترا جاتا ہے پھر اسی مناسبت سے ہر اس شی کو سَبَبٌ کہا جاتا ہے جو دوسری شے تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہو خواہ وہ علم ہو قدرت ہو۔ آلات ہوں۔

سَبَبًا۔ یعنی ایسے ذرائع از قسم علم و قدرت و آلات کہ جن سے وہ کام لے کر ہر چیز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی جمع اَسْبَابٌ ہے جس سے مراد کسی چیز کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

راہ کو بھی سَبَبٌ کہہ سکتے ہیں کہ جس پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

١٨: ٨٥ = فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ وہ ایک راستہ پر ہو لیا۔ وہ ایک راہ پر روانہ ہوا۔

١٨: ٨٦ = حَمِئَةٍ۔ حَمَأٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے حَمَأَةٌ دلدل۔ کیچڑ۔ گارا۔ حَمِئَةٍ۔ کیچڑ والا۔ دلدل والا۔ حمئ مادہ۔

= مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غروب آفتاب کی جگہ۔ یہاں تصویری زبان استعمال کی گئی ہے۔ مغرب الشمس سے مراد کوئی ایک جگہ نہیں۔ جہاں سورج فی الواقع اس جگہ میں غروب ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کا منظر دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دور افق میں سورج زمین میں چھپ گیا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

یہاں بھی جب ذو القرنین ایک جھیل یا سمندر کے کنارے پہنچا تو سورج یوں معلوم ہوتا تھا کہ دور سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

= اِمَّا۔ یا۔ خواہ۔ اگر۔ اِمَّا کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ ابہام۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (۹: ۱۰۶) اور کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ہیں ان کا معاملہ ملتوی ہے خواہ وہ ان کو سزا دے خواہ وہ ان کی توبہ قبول کرلے۔ یا جَاءَ اِمَّا زَيْدًا وَاِمَّا عَمْرًا۔ زید آیا ہے کہ عمر۔

۲۔ تفصیل۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶: ۳) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکران کرجئے۔

۳۔ تخییر (اختیار دینا) جیسے اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا۔ (آیت ہذا) خواہ ان کو سزا دو۔ خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یا اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ (۲۰: ۶۵) تو کیا پہلے آپ (اپنا عصا) پھینکیں گے یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے بنیں۔

١٨: ٨٧ = اَمَّا۔ حرفِ شرط استعمال ہوا ہے (اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے ، پس، سو، لیکن، مگر۔ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ سو جو ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے۔

یہ تفصیل اور تاکید کے لئے بھی آتا ہے۔ مثلاً اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ (١٨:٧٩) وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی۔

اور تاکید کی مثال اَمَّا زَیْدٌ فَذَاھِبٌ ۔ لیکن زید وہ تو ضرور جانیوالا ہے۔

= عَذَابًا نُّکْرًا ۔ شدید عذاب، سخت عذاب ۔ موصوف صفت ۔ عَذَابًا بوجہ نُعَذِّبُ کے مصدر ہونے کے منصوب ہے۔

١٨:٨٨ = یُسْرًا ۔ آسانی، سہولت ۔ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۔ ہم اسے ایسے احکام کا حکم دیں گے جن کا بجالانا آسان ہوگا۔

١٨:٨٩ = اَتْبَعَ ۔ اِتْبَاعٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ وہ پیچھے لگ گیا پیچھے چل پڑا اَتْبَعَ سَبَبًا ۔ وہ ایک (اور) راہ پر چل نکلا ۔ یا چل پڑا۔

١٨:٩٠ = مَطْلِعَ الشَّمْسِ ۔ مَطْلِع ظرف مکان مضاف شمس مضاف الیہ ۔ طلوع ہونے کی جگہ ۔ سمتِ مشرق میں انتہائی آبادی پر ۔ (کوئی پہاڑ وغیرہ)

= مِنْ دُوْنِهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب شمس کے لئے ہے۔

= سِتْرًا ۔ حجاب، پردہ ۔ سُتُوْرٌ وَاَسْتَارٌ جمع ۔ (سورج کی گرمی سے بچنے کی) آڑ۔ سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے لباس اور مکان ہردو کی ضرورت ہے ۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۔ یعنی سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے نہ ان کے پاس لباس تھا نہ مکان۔

١٨:٩١ = کَذٰلِكَ ۔ خبر۔ اس کا مبتدا محذوف ۔ ای امرُ ذی القرنین کذٰلِكَ ۔ یوں ہے ذی القرنین کا حال ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ذوالقرنین کا وہ ذکر جو اوپر مذکور ہوا ہے

= قَدْ اَحَطْنَا ۔ تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں ۔ بِمَا لَدَیْهِ جو اس کے پاس تھا۔ خُبْرًا ۔ ای عِلْمًا ۔ یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کی ہمیں پوری خبر تھی ۔ یعنی جو ساز و سامان آلات و اسباب۔

قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

١٨:٩٣ = السَّدَّیْنِ ۔ دو پہاڑ ۔ دو آڑ ۔ سَدٌّ کا تثنیہ ہے۔

= لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ وہ کوئی بات آسانی سے نہیں سمجھ سکتے تھے ۔ کَادَ یَکَادُ ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔

۱۸:۹۴ == خَرْجًا ۔ خراج، محصول ۔ باج ۔ مال ۔ اَخْرَاجٌ جمع ۔
هَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا ۔ کیا ہم تمہارے لئے کچھ مال اکٹھا کردیں۔
== عَلٰٓى اَنْ ۔ یہاں بشرطیکہ کے معنی میں آیا ہے ۔ یا تاکہ ۔ عربی میں کہتے ہیں اُحَدِّثُكَ عَلٰٓى اَنْ تَسْتُرَهٗ ۔ میں تم کو بتاتا ہوں بشرطیکہ تم اسے راز میں رکھو۔
۱۸:۹۵ == مَكَّنِّىْ ۔ اصل میں مَكَّنَنِىْ تھا مَكَّنَ واحد مذکر غائب ماضی ۔ تَمْكِيْنٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم ۔ اس نے مجھے جگہ دی ۔ اس نے مجھے بااقتدار بنایا ۔ اس نے مجھے اختیار دیا ۔ اس نے مجھے (جس سلطنت، مال و دولت و دیگر اسباب پر) قدرت دی ہے ۔
مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ ۔ وہ دولت واقتدار و مال واسباب جس پر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے
== اَعِيْنُوْنِىْ ۔ اِعَانَةٌ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔
== بِقُوَّةٍ ۔ جسمانی مشقت ۔ محنت ۔
== اَجْعَلْ مضارع مجزوم واحد متکلم ۔ مجزوم بوجہ جواب امر کے ہے ۔
== رَدْمًا ۔ موٹی دیوار ۔ سدّ محکم ۔ رَدَمَ يَرْدِمُ (ضرب) کا مصدر ہے جس کا معنی رخنہ کو پتھروں سے بند کردینا ہے ۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے ۔
۱۸:۹۶ == اٰتُوْنِىْ ۔ تم میرے پاس لاؤ ۔ اٰتُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ن و ی وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِتْيَانٌ مصدر۔
== زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۔ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے ۔ بڑی بڑی چادریں ۔ زُبْرَةٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے ۔ یعنی لوہے کی بڑی سِل ۔
== سَاوٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُسَاوَاةٌ مصدر ۔ اس نے برابر کردیا ۔ وہ برابر ہوگیا
== الصَّدَفَيْنِ ۔ صَدَفٌ سے تثنیہ ۔ صَدَفٌ کے معنی کنارِ کوہ کے ہیں جہاں جاکر پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے ۔ الصَّدَفَيْنِ پہاڑ کے دونوں کنارے ۔ صدف کے معنی سیپ اور اونٹ کی ٹانگوں کی کجی کے بھی ہیں ۔
اعراض برتنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا (۶:۱۵۷) تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو خدا کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ پھیرلے ۔
== اُنْفُخُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر نَفْخٌ (باب نصر) سے مصدر تم پھونک مارو ۔ تم دھونکو

(یعنی جب اس نے دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان والے خلا، کو پاٹ دیا لوہے کی چادروں سے تو کہا کہ اب آگ دھکاؤ،

= جَعَلَهٗ نَارًا۔ اس نے اس کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ یعنی درمیانی آہنی دیوار کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ لفظی معنی ہیں اس نے اس کو آگ بنادیا۔

= اُفْرِغْ۔ مضارع واحد متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلْفَرَاغُ کے معنی خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی جیساکہ قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا (۲۸: ۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ (گویا خوف کی وجہ سے عقل سے خالی ہوچکا تھا۔ عربی میں کہتے ہیں اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ۔ میں نے ڈول سے پانی بہاکر اُسے خالی کردیا۔ اور جگہ ہے اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا (۲: ۲۵۰) اور خطرات وخدشات سے خالی کرکے) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔

اُفْرِغْ۔ کہ میں ڈال دوں۔ میں بہا دوں۔ عَلَیْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب لوہے کی دیوار کے لئے ہے۔ کہ میں انڈیل دوں اس (دیوار) پر

= قِطْرًا۔ پگھلا ہوا تانبہ۔ تقدیر کلام یوں ہے اٰتُوْنِیْ قِطْرًا اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا۔ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس کو اس (لوہے کی دیوار) پر انڈیل دوں

۱۸: ۹۷ = اِسْطَاعُوْا۔ اصل میں اِسْتَطَاعُوْا تھا۔ ت اور ط قریب المخرج جمع ہوتے ت حذف ہو گئی (نیز دیکھو ۱۸: ۸۲) ماضی جمع مذکر غائب وہ نہ کرسکیں۔ ان میں استطاعت نہ ہوئی

= یَظْهَرُوْهُ۔ کہ اس پر غالب آسکیں۔ مطلب یہ کہ اس پر چڑھ سکیں۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ سو وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے۔

۱۸: ۹۸ = هٰذَا۔ سد کی طرف اشارہ ہے، وہ دیوار جو اس نے آڑ کے لئے بنائی تھی۔

= دَكَّآءَ۔ واحد دَكَّاوَاتٌ جمع۔ نرم پہاڑ۔ مٹی کا پشتہ۔ ہموار شدہ سطح۔

دَكَّ یَدُكُّ (نصر) کوٹنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ہموار کرنا۔ مدکوک۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ کیا ہوا۔ وہ اسے ریزہ ریزہ کردے گا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۸۹: ۲۱) جب زمین توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔

= فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ۔ ای فاذا جاء وقت وعد ربی۔ وقت وعدہ سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے۔ اور یاجوج ماجوج کا یوم خروج بھی۔ سیاق قرآن کے مطابق دونوں صورتیں مراد ہوسکتی ہیں۔

۱۸: ۹۹ = تَرَكْنَا۔ ماضی جمع متکلم بمعنی مستقبل ہم چھوڑیں گے۔ یہاں جَعَلْنَا کے مرادف استعمال ہوا ہے۔ یعنی کر دیں گے۔

= یَمُوْجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوْجٌ مصدر (باب نصر) لہریں مارتے ہوں گے

۱۔ اگر وعد ربی سے مراد یوم قیامت ہے تو یہاں بَعْضَهُمْ کی ضمیر الناس کے لئے ہے کہ خلقت جن وانس اس روز کی ہولناکی اور شدت اضطراب سے طوفانی سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

۲۔ اگر وَعْدُ رَبِّیْ سے مراد سَدِّ ذُوالقرنین کا انہدام ہے اور یاجوج ماجوج کے خروج کا دن ہے تو ضمیر اگر (ا) النَّاس کے لئے ہے تو مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج باہر نکل پڑیں گے تو لوگ خوف وہراس سے متلاطم سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہونگے (ب) اگر ضمیر یاجوج ماجوج کے لئے ہے جیسا کہ ابوحیان کا قول ہے تو مطلب یہ ہے کہ سد کے انہدام پر یاجوج ماجوج اس ازدحام کی صورت میں باہر نکلیں گے کہ کثرت وسرعت میں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ۔ اور اس روز ہم ان کو ایسا کر دیں گے کہ سمندر کی تند موجوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے۔

= وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔ اور صور پھونکا جائیگا پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدم دیوار کا وقوع قرب قیامت میں ہوگا۔

۱۸: ۱۰۰ = عَرَضْنَا عَرْضًا۔ عَرَضْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ عَرْضًا۔ مصدر تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ ہم بالکل سامنے پیش کر دیں گے۔

۱۸: ۱۰۱ = غِطَاءٍ۔ ڈھکنا۔ سرپوش۔ جو طباق کی قسم میں سے ہو۔ کپڑے وغیرہ کا نہ ہو۔ مراد غفلت۔ موٹا پردہ۔ لباس وغیرہ قسم کی چیز کو غِطَاءٌ کہتے ہیں۔ بطور استعارہ غِطَاءٌ (پردہ) کا لفظ جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰: ۲۲) ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِيْ۔ جن کی آنکھوں پر پردے پڑے تھے میری یاد سے

۱۸: ۱۰۲ = نُزُلًا۔ اسم۔ نزل سے مادہ۔ نَزَلَ يَنْزِلُ (ضرب) نُزُوْلٌ مصدر۔ اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنے کے ہیں۔ اَلنُّزُلُ وہ کھانا جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کیا جائے طعام مہمانی۔ طعام ضیافت۔

یہاں جہنم کو کافروں کے لئے مہمانی طنزاً کہا گیا ہے اور جگہ قرآن میں ہے فَلَہُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا (۳۲:۱۹) ان کے لئے باغ ہیں بطور مہمانی کے۔

۱۸:۱۰۳ == اَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا۔ اَخْسَرِیْنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بحالت جر۔ اَخْسَرُ کی جمع خُسْرَانٌ وخَسَارَۃٌ مصدر۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔

اَعْمَالًا منصوب بوجہ تمیز کے بلحاظ عمل۔

۱۸:۱۰۴ == اَلَّذِیْنَ اسم موصول برائے اَخْسَرِیْنَ ہے

== یُحْسِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ مصدر (افعال) وہ اچھا (کام، عمل) کرتے ہیں

== صُنْعًا۔ صَنَعَ یَصْنَعُ کا مصدر ہے بمعنی کاریگری۔ اچھا کام کرنا۔ بنانا۔ صُنْعٌ کے معنی کام کو عمدگی سے کرنا۔ اس لئے ہر صنع فعل ہو سکتا ہے لیکن ہر فعل صنع نہیں ہو سکتا۔ اسی سے ہے صَانِعٌ کاریگر۔ مَصْنُوْعٌ بنائی ہوئی چیز۔

۱۸:۱۰۵ == حَبِطَتْ وہ اکارت ہو گئے، وہ ضائع ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

== لَا نُقِیْمُ۔ مضارع منفی جمع متکلم اِقَامَۃٌ (افعال) مصدر۔ ہم قائم نہیں کریں گے۔

الاقامۃ (افعال) فِی الْمَکَانِ کے معنی کسی جگہ پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں اور اِقَامَۃُ الشَّیْءِ (کسی چیز کی اقامت) کے معنی اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ (۵:۶۸) کہو کہ اے اہل کتاب جب تک تم تورات اور انجیل کو قائم نہیں رکھو گے تم کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے یعنی جب تک علم وعمل سے ان کے پورے حقوق ادا نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے وہاں اِقَامَۃٌ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ نماز سے مقصود محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا نہیں ہے بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے

یہاں لَا نُقِیْمُ ...... وَزْنًا کے معنی ہیں کہ ہم اسے کوئی وزن نہیں دیں گے۔ ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر وقعت نہ ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یاتی ناس باعمال یوم القیامۃ ھی عندھم فی العظم کجبال تھامۃ فاذا وزنوھا لم تزن شیئا۔ لوگ قیامت کے دن اپنے ایسے اعمال پیش کریں گے جو ان کے نزدیک تہامہ پہاڑ جتنے عظیم ہوں گے۔ لیکن جب ان کو فرشتے وزن کریں گے تو ان کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا۔

۱۸: ۱۰۶ = ذٰلِكَ۔ یعنی ان کے کفر و معاصی کا انجام۔ ان کے اعمال کا اکارت جانا۔
= جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ۔ میں جھنم عطف بیان ہے جَزَآؤُهُمۡ کا۔ کیونکہ اپنے متبوع جزار کی وضاحت کرتا ہے۔
= بِمَا۔ ب بدلہ، یا عوض کے لئے آیا ہے اور ما مصدریہ ہے یا ب سببیت کا ہے اور مَا مصدریہ۔ یعنی بوجہ اس بات کے کہ انہوں نے (کفر کیا اور میری آیات و رسل کو مذاق بنالیا)
= هُزُوًا۔ وہ جس کا مذاق بنایا جائے هَزِءَ يَهۡزَأُ (فتح وسمع) کا مصدر ہے۔ هَزۡءٌ هُزۡءٌ وَهُزُءٌ۔ سب مصدر ہیں مادہ هزء۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول آیا ہے اور منصوب ہے
۱۸: ۱۰۷ = جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اگرچہ فردوس کے معنی بھی جنت کے ہی لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اس کے معنی ایسی وادی جو انگوروں، پھولوں اور دیگر پھلوں سے بھرپور ہو۔ فردوس کے باغات۔
= نُزُلًا۔ ملاحظہ ہو ۱۸: ۱۰۲۔
۱۸: ۱۰۸ = لَا يَبۡغُوۡنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں چاہیں گے۔ بَغۡیٌ مصدر۔ بَغٰی يَبۡغِیۡ (ضرب) بَغۡیٌ۔
= حِوَلًا اس کا مادہ حول ہے۔ حَالَ يَحُوۡلُ حَوۡلٌ حُؤُوۡلٌ (نصر) بمعنی کسی چیز کا متغیر ہونا حَوَّلَ يُحَوِّلُ تَحۡوِيۡلٌ (تفعیل) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ تَحَوَّلَ يَتَحَوَّلُ تَحَوُّلٌ (تفعّل) پھرنا۔ یہاں حِوَلٌ بمعنی تَحَوُّلٌ آیا ہے۔ یعنی پھرنا۔ لَا يَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا وہاں سے وہ مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ حِوَلًا مصدر۔ جگہ بدلنی۔ تبدیلی۔ پلٹنا۔
حَوۡلٌ بمعنی سال۔ حال (انسان وغیرہ کی وہ حالت جو نفس، جسم اور مال کے اعتبار سے بدلتی رہے) اسی مادہ سے مشتق ہے۔
۱۸: ۱۰۹ = مِدَادًا۔ سیاہی۔ روشنائی۔ مَدَّ يَمُدُّ مَدٌّ بازوؤں کو پھیلانا، کسی کی عمر کو دراز کرنا حرف کو لمبا کر کے پڑھنا۔ دوات کو روشنائی ڈال کر تیز کرنا۔ اسی سے مُدَّةٌ ہے۔
= لَنَفِدَ۔ لَ تاکید کے لئے ہے نَفِدَ يَنۡفَدُ (سمع) نَفَدٌ۔ نَفَادٌ مصدر۔ ضرور ختم ہو جائیگا۔ النَّفَادُ ختم ہو جانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ۔ (۳۸: ۵۴) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔
= كَلِمٰتُ۔ كَلِمٰتٌ جمع۔ كَلِمَةٌ واحد۔ معلومات الٰہیہ۔ عجائبات قدرت و حکمت، باتیں
= اَنۡ تَنۡفَدَ۔ کہ وہ ختم ہو۔ تمام ہو۔ نَفَدٌ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔ ما ہم چناں دراول وصف تو ماندہ ایم
= بِمِثْلِہٖ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مِدَادًا (روشنائی) کے لئے ہے
= مَدَدًا ۔ بطور امداد کے ۔

۱۸ : ۱۱۰ = یُوْحٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ وحی کی جاتی ہے ۔
= یَرْجُوْا ۔ مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر (باب نصر) وامید رکھتا ہے وہ امید کرتا ہے ۔ رَجَاءٌ اس ظن کو کہتے ہیں جس میں مستقبل میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو اگرچہ خوف و وہم کے معنی میں مستعمل ہے ۔

= لِقَآءَ ۔ حاصل مصدر مضاف رَبِّہٖ (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ لِقَاءَۃٌ ۔ لِقَایَۃٌ مصدر ۔ ملاقات کرنا دیدار پانا ۔ آمنے سامنے آنا اور پالینا ۔ اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ (۳ : ۱۴۳) اور تم موت (شہادت) آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے ۔ یا اسی سورۃ میں آیا ہے لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (۱۸ : ۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے ۔
= فَلْیَعْمَلْ ۔ لِیَعْمَلْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ پس چاہیئے کہ وہ عمل کرے ۔ مجزوم بوجہ عمل لامِ امر ہے ۔
= لَا یُشْرِکْ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب ۔ مجزوم بوجہ لام نہی ۔ چاہیئے کہ وہ نہ شریک کرے (اپنے رب کی عبادت میں کسی کو)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۹) سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ (۹۸)

۱۹: ۱ = کٓھٰیٰعٓصٓ حروف مقطعات ہیں۔ جن کے معنی خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

۱۹: ۲ = ذِکْرُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا۔ اس میں ھٰذَا محذوف مبتدا ہے اور ذِکْرُ رَحْمَۃِ .... زَکَرِیَّا۔ اس کی خبر ہے۔

عَبْدَہٗ مفعول ہے رَحْمَۃِ کا اور زکریا بدل ہے عَبْدَہٗ کا

ترجمہ یوں ہوا۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔

۱۹: ۳ = نَادٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَادٰی یُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) وَنِدَاءٌ۔ اس نے پکارا۔ اس نے دعا مانگی۔ نِدَاءٌ پکار۔ دعا۔ آواز ندی مادہ۔

= خَفِیًّا۔ پوشیدہ۔ چھپی ہوئی۔ خَفَاءٌ (مصدر) سے جس کے معنی خفیہ اور پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ چپکے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً۔ (۷: ۵۵) اپنے پروردگار سے عاجزی اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

۱۹: ۴ = رَبِّ۔ اصل میں یَا رَبِّیْ تھا۔ حرف نداء (یا) اور مضاف الیہ (ی ضمیر واحد متکلم) کو اختصار کے لئے حذف کیا گیا۔

= وَھَنَ۔ وَھَنَ یَھِنُ (ضرب) وَھْنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (میری ہڈی) کمزور ہو گئی ہے۔

= عَظْمٌ۔ ہڈی۔ عِظَامٌ ہڈیاں۔ بروزن سَھْمٌ، سِھَامٌ۔ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ میری ہڈی کمزور پڑ گئی ہے۔

= اِشْتَعَلَ۔ باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِشْتِعَالٌ کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں۔ اِشْتَعَلَ۔ اس نے آگ پکڑی۔ شعلہ نکلا۔ مجازاً رنگت کے لحاظ سے بڑھاپے کے بالوں

کی سفیدی کو آگ سے تشبیہ دے کر اشتعال کا لفظ استعمال کیا ہے۔
= شَيْبًا۔ بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ سر کے سفید ہونے کو شیب کہتے ہیں۔
شَابَ يَشِيْبُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا۔ میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے۔
= شَقِيًّا۔ محروم۔ بدبخت۔ شَقَاوَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَشْقِيَاء جمع
= لَمْ اَكُنْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد متکلم۔ اَكُنْ اصل میں اَكُوْنُ تھا لَمْ کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین سے حرف علت و ساقط ہو گیا۔ اَكُنْ ہو گیا۔ لَمْ اَكُنْ میں نہیں ہوا۔ (یعنی میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا)
وَلَمْ اَكُنْ م بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ط میرے پروردگار تجھ کو پکار کر میں (کبھی) نامراد نہیں ہوا۔ یعنی میں نے تجھ سے جب ہی دعا مانگی تو نے قبول فرمائی ہے۔
۱۹: ۵ = اَلْمَوَالِيَ۔ مولی کی جمع ہے وہ رشتہ دار جو ذوی الفروض ہوں وارثان کے بچے ہوئے مال کے وارث ہوں۔ چچا کے بیٹے۔ عام وارث۔ عام رشتہ دار۔ جو اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث وارث بنیں۔ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآئِیْ۔ میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں (یعنی مجھے ڈر ہے کہ میری اپنی اولاد نہ ہونے کی صورت میں میرے دوسرے رشتہ دار میرے بعد میرے اس مرکز توحید کی خدمات اور دینی علوم عالی کے فرائض کے بجالانے میں قاصر رہیں گے۔ اور اس طرح میری ساری عمر کی محنت کو نقصان پہنچے گا)
= عَاقِرًا۔ بانجھ۔ عِقَارَةٌ مصدر۔ یہ كَانَتْ کی خبر ہے لہٰذا منصوب ہے۔
= رَضِيًّا۔ رِضًى سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ۔ پسندیدہ ای مَرْضِيًّا عندك قولاً و فعلاً۔ یعنی قولاً و فعلاً تیرے نزدیک پسندیدہ ہو۔
۱۹: ۷ = سَمِيًّا۔ ہم نام۔ شَرِيْكًا لَهٗ فِي الْاِسْمِ جو نام میں اس کا شریک ہو۔ آیت کے شروع میں فَاَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ وقال مقدر ہے۔
۱۹: ۸ = اَنّٰى يَكُوْنُ۔ کیف او من این یکون۔ کیسے اور کہاں سے۔ کیونکر (میرے ہاں بیٹا ہو سکتا ہے)
= عِتِيًّا۔ عتا يعتو کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا۔ اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا۔ تو واؤ بھی یاء سے بدل گیا۔ اور عُتِيًّا ہو گیا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا۔ تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے اس طرح عِتِيًّا ہو گیا۔ عُتُوٌّ کا معنی ہے سرکشی

نافرمانی۔ اطاعت سے اکڑجانا۔ تکبر کرنا۔ حد سے بڑھ جانا۔ حکم عدولی کرنا۔
قرآن مجید میں ہے فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (۵۱:۴۴) تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ دوسری جگہ ہے بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ (۶۷:۲۱) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں ۔۔۔ یہاں عِتِیًّا سے کمال پیری مراد ہے۔ جب آدمی کے اعضار قابو میں نہیں رہتے اور وہ اپنی مرضی سے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ اور میں بڑھاپے کی اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی کے اعضار بھی اس کو جواب دیجاتے ہیں۔
۱۹:۹ == قَالَ كَذٰلِكَ ۔ کہا یوں ہی ہوگا۔ یا ایسے ہی ہوگا۔ یعنی باوجود تمہاری پیرانہ سالی کے اور باوجود تمہاری زوجہ کے عاقر ہونے کے تمہیں لڑکے کی بشارت ہے۔
== هَيِّنٌ ۔ آسان هَوْنٌ (نصر) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
۱۹:۱۰ == اٰيَةً ۔ کوئی ایسی نشانی کہ جس سے معلوم ہو کہ میری التجا منظور ہو گئی ہے تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں۔ علامة على تحقق المسئول لاشكرك (نشانی کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب ظہور وعدہ کا وقت آ پہنچا اور میں بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ تیرے فرشتہ نے جو بشارت مجھے پہنچائی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ ضیار القرآن)
== اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ۔ ای اَنْ لَا ۔ لَا تُكَلِّمَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو کلام نہیں کر سکیگا تو بول نہیں کر سکیگا۔
== سَوِيًّا ۔ بھلا چنگا۔ جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ درست۔ تندرست۔ صحیح۔ سالم۔ غیر ناقص۔ رَجُلٌ سَوِیٌّ ۔ وہ مرد جو اپنی خلقت میں ہر عیب۔ نقص، افراط و تفریط سے پاک ہو۔ سَوِيًّا حال ہے اور تُكَلِّمُ کا فاعل اس کا ذو الحال ہے۔
حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سَوِيًّا کا تعلق ثَلٰثَ لَيَالٍ سے ہے۔ یعنی تین کامل راتیں

فَائِدَہ

آیت نمبر ۴ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے اور قَالَ سے مراد قَالَ زَكَرِيَّا ہے۔
آیت نمبر ۷ میں يٰزَكَرِيَّا سے لے کر مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حضرت زکریا کی دعا کے جواب میں۔ اس سے قبل فاجاب الله دعاءه وقال مقدر ہے۔
آیت نمبر ۹ میں۔ قَالَ كَذٰلِكَ میں قَالَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کلام بلا واسطہ حضرت زکریا سے نہیں بلکہ بواسطۂ فرشتہ بشارت آرندہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بواسطۂ فرشتہ کے ارشاد

فرمایا۔ ایسا ہی ہوگا۔ اور اگلی عبارت قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔ بھی ارشاد ربانی کا حصہ ہی ہے۔ ترجمہ یوں ہو گا۔ ارشاد ہوا: ایسا ہی ہو گا۔ تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے اور اس سے پیشتر میں نے ہی تو تم کو پیدا کیا تھا درآنحالیکہ تم تو کچھ بھی نہ تھے

اسی طرح آیت نمبر ۱۰ قَالَ اٰيَتُكَ ...... سَوِيًّا۔ میں قَالَ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ جواب بھی فرشتہ بشارت کے واسطہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کو دیا گیا۔

۱۹: ۱۱ = خَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کی طرف نکل آیا۔

= اَلْمِحْرَابِ۔ اسم مفرد مَحَارِيْبُ جمع۔ کمرہ۔ بالاخانہ۔ کوٹھڑی

= اَوْحٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَوْحٰى يُوْحِيْ اِيْحَاءٌ۔ (افعال) اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ سے کہا ان کو

= اَنْ سَبِّحُوْا۔ سَبِّحُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ کہ تم تسبیح پڑھو۔ تم پاکی بیان کرو۔ تم عبادت کرو

= بُكْرَةً۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= عَشِيًّا۔ شام۔ امام راغبؒ نے اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک کے لکھے ہیں۔

۱۹: ۱۲ = اَلْحُكْمَ۔ حکمت، دانائی۔ فراست، عقل وفہم۔

= صَبِيًّا۔ بچہ۔ لڑکا۔ وہ بچہ جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ صَبَا۔ يَصْبُوْا صَبْوٌ صُبُوٌّ وَصِبَاءٌ۔ مصدر۔ بچپن کی طرف مائل ہونا۔ بچوں کی خصلت والا۔ صَبِيٌّ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع صِبْيَانٌ۔ صِبْيَةٌ ہے۔

۱۹: ۱۳ = حَنَانًا۔ حَنَّ يَحِنُّ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ رحمت۔ شفقت۔ مہربانی۔ اس کا عطف اَلْحُكْمَ پر ہے اور تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔

= زَكٰوةً۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ اس کا عطف بھی اَلْحُكْمَ پر ہے۔ یعنی ہم نے اس کو دانائی نرم دلی۔ اور پاکیزگی بچپن میں ہی عطا فرمادی۔

= تَقِيًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وِقَايَةٌ مصدر وق ی مادہ۔ وِقَايَةٌ کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنا۔ جو ایذا دے یا ضرر پہنچائے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۹: ۱۴ = بَرًّا۔ اَلْبَرُّ۔ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے اور اس کے معنی خشکی کے ہیں۔ پھر معنی کی وسعت کے اعتبار سے اس سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔ اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ بندے نے

اپنے رب کی خوب اطاعت کی۔

اَلۡبِرُّ۔ (نیکی) دو قسم پر ہے۔ اعتقادی اور عملی۔ اور آیت کریمہ لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ط وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ .... الخ (۲: ۱۷۷) نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے ... الخ اس میں دونوں قسم کی نیکی کا بیان ہے۔

بِرًّا بِوَالِدَيۡنِ۔ کے معنی ہیں ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا۔

بَرًّا بِوَالِدَتِهٖ۔ اپنے والدین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک اور احسان کرنے والا۔

بَرًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا عطف کَانَ کی خبر تَقِيًّا پر ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے

= جَبَّارًا عَصِيًّا۔ جَبَّارٌ۔ سرکش۔ زبردست دباؤ والا۔ انسانوں میں جبار وہ شخص ہے جو اپنے نقص کو علو مرتبت کے ادعا سے پورا کرنا چاہے۔ جس کا وہ مستحق نہیں۔ اس معنی میں جبار کا استعمال بطور مذمت ہوتا ہے۔ اور صفت باری تعالیٰ میں جو وصف جبّار مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں قادرِ مطلق ہے۔

جَبَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عَصِيًّا۔ بڑا نافرمان۔ بہت بے حکم

مَعۡصِيَةٌ اور عِصۡيَانٌ سے بروزن فَعِيۡلٌ یا مَفۡعُوۡلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ صاحب البحر المحیط رقمطراز ہیں عَصِيًّا کے معنی ہیں کثیر العصیان عاصی کے ہیں۔ یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ اصل میں عَصُوۡيٌ تھا۔ بروزن فَعُوۡلٌ جو مبالغہ کے لئے ہے۔

اور اس کا احتمال بھی ہے کہ بروزن فَعِيۡلٌ ہو اور یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے

علامہ قرطبی ؒ نے امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ عَصِيٌّ اور عَاصٍ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اس صورت میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہوگا۔

جَبَّارًا عَصِيًّا ہر دو بوجہ خبر کے منصوب ہیں۔

۱۹: ۱۶ = وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ۔ یہاں سے خطاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای اقرأ علیھم یا محمد فی القرآن قصۃ مریم۔ ان کو پڑھ کر سنائیے قصہ حضرت مریم کا۔ جو اس کتاب میں مذکور ہے۔ الکتاب سے مراد یا قرآن ہے یا سورۃ ہذا۔

= اِنۡتَبَذَتۡ۔ اِنۡتِبَاذٌ (اِفۡتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

اِعْتَزَلَتْ - یکسو ہوئی - ایک طرف ہوگئی تَخَلَّتْ تخلیہ میں ہوگئی - جدا ہوگئی - نَبْذٌ مادہ - اَلنَّبْذُ کے معنی اصل میں کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینے کے ہیں - جیسے فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ - (۳ : ۱۸۷) تو انہوں نے (ناقابلِ التفات سمجھ کر) اسے پس پشت پھینک دیا۔

= مَكَانًا شَرْقِيًّا - منصوب بوجہ اسم ظرف

۱۹ : ۱۷ = فَاتَّخَذَتْ حِجَابًا - پردہ کر لیا -

= مِنْ دُوْنِهِمْ - ای من دون اھلھا - اہل خانہ کی طرف سے پردہ کر لیا -

= رُوْحَنَا - جبرئیل علیہ السلام -

= فَتَمَثَّلَ - تَمَثَّلَ يَتَمَثَّلُ تَمَثُّلٌ (تفعّل) سے ماضی واحد مذکر غائب کسی دوسری چیز کی صورت پکڑنے کو تمثل کہتے ہیں - اس معنی میں جب تمثل کا استعمال ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ لام سے ہوتا ہے - تَمَثَّلَ لَهَا - وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے بَشَرًا سَوِيًّا چنگا بھلا تندرست انسان بن کر - نیز ملاحظہ ہو (۱۹ : ۱۰) مذکورہ بالا -

۱۹ : ۱۹ = لِاَهَبَ - اَهَبَ - مضارع واحد اَهَبَ - مضارع واحد متکلم - منصوب بوجہ لام عاقبت - (یعنی انجام کار ظاہر کرنے کے لئے) وَهَبَ يَهَبُ (فتح) وَهْبٌ جس کے معنی دینے اور بخشنے کے ہیں - لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں دے جاؤں -

۱۹ : ۲۰ = لَمْ يَمْسَسْنِيْ - مضارع نفی جحد بلم - لَمْ يَمْسَسْ - مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب - ن وقایہ - ی ضمیر واحد متکلم - مجھے چھوا نہیں - مجھے ہاتھ نہیں لگایا - مجھ سے قربت نہیں کی - مَسٌّ مصدر باب فتح -

= لَمْ اَكُ - مضارع نفی جحد بلم - واحد متکلم - اَكُ اصل میں اَكُوْنُ تھا - لَمْ کے عمل سے نون ساکن ہوگیا - اجتماع ساکنین سے واؤ حرف علت گر گیا - اَكُنْ رہ گیا - ن کو اختصارًا ساقط کر دیا گیا اَكُ رہ گیا -

= بَغِيًّا - بدکار - بَغْیٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ - بَغْیٌ میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْیٌ کہتے ہیں -

۱۹ : ۲۱ = قَالَ - ای قَالَ الجبریل -

= كَذٰلِكِ - یہ یوں ہی ہوگا - یعنی باوجود اس امر کے کہ تجھے کسی بشر نے نہیں چھوا تیرے بچہ ہوگا - نیز ملاحظہ ہو ۱۹ : ۹ -

= لِنَجْعَلَهٗ - لام تعلیل کا ہے - نَجْعَلَ مضارع منصوب جمع متکلم - نصب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تاکہ ہم بنادیں اس کو (۱) لوگوں کے لئے ایک نشانی بوجہ خارق عادت پیدائش کے اور (۲) ہماری طرف سے سراپا رحمت اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کے لئے۔

= وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور اب یہ ہو کر رہیگا۔ اس میں تردّد کرنے کی ضرورت نہیں

۱۹:۲۲ = فَحَمَلَتْهُ۔ پس اس نے اس کو اٹھایا۔ اس کو پیٹ میں رکھا۔ حَمَلَتْ حَمْلٌ سے ہے۔ جس کا معنی پیٹ کا بچہ۔ حَمْلٌ (اَحْمَالٌ) جمع ہے۔ ماضی واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع پیٹ کا بچہ ہے۔

= اِنْتَبَذَتْ۔ ملاحظہ ہو ۱۹ : ۱۶ - اِنْتَبَذَتْ بِهٖ۔ اس کو لے کر ایک طرف الگ ہو گئی

= قَصِيًّا۔ اَلْقَصِیُّ کے معنی بعید۔ دُور کے ہیں۔ اس کی جمع اَقْصَاءُ ہے۔ مؤنث قَصِيَّةٌ ہے اس کی جمع قَصَايَا ہے قُصُوٌّ مادہ۔ قَصَا يَقْصُوْا (نصر) قَصْوٌ و قُصُوٌّ و قَصَاءٌ مصدر مَكَانًا قَصِيًّا۔ دور جگہ۔

۱۹:۲۳ = فَاَجَآءَهَا۔ پس وہ لے آیا اس کو۔ اَجَاءَ ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ اِجَاءَةٌ سے جس کے معنی لانے اور آنے پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ج۔ ی۔ ء مادہ

= اَلْمَخَاضُ۔ مَخِضَ يَمْخَضُ مِخَاضٌ و مَخَاضٌ۔ حاملہ کا درد زہ میں مبتلا ہونا۔ اَلْمَخَاضُ۔ درد زہ۔

= جِذْعٌ۔ تنا۔ ٹہنا۔ شاخ۔ جُذُوْعٌ جمع شاخیں۔

= مِتُّ۔ ماضی واحد متکلم مَوْتٌ مصدر۔ میں مرگئی ہوتی۔ یہ ابواب ضرب، سمع، نصر ہر سہ میں مستعمل ہے۔

مِتُّ۔ یا تو باب ضرب سے ہے ای مَاتَ يَمِيْتُ جیسے جَاءَ يَجِيْئُ یا باب سمع سے ہے مَاتَ يَمَاتُ جیسے خَافَ يَخَافُ۔ موت۔ اجوف واوی ہے۔ اجوف میں جو واوَ اور یَ متحرک ہو اور ماقبل اس کا مفتوح ہو تو وہ واوَ۔ یَ۔ الف سے بدل جائے گی یعنی خَوِفَ خَافَ ہو جائیگا اور مَوِتَ مَاتَ ہو جائے گا اور مَوِتَ مَاتَ۔ پھر چھٹے صیغے سے لے کر آخر تک۔ عین کلمہ گر کر فَ کلمہ ابواب ضرب و سمع میں مکسور ہو جائے گا۔ یعنی خَوِفْنَ خِفْنَ بن جائے گا۔ اور مَوِتْنَ مِتْنَ ہو جائے گا۔ اور مَوِتْتُ مِتُّ ہو جائے گا۔ اگر اس کا استعمال باب نصر سے ہے تو قرأت مُتُّ ہو گی۔ جیسا کہ ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ ابوبکر یعقوب کا قول ہے

= یٰلَیْتَنِیْ۔ یا حرف ندا ہے لَیْتَ حرف طمع یا تمنا ہے یعنی گذشتہ کوتاہی پر اظہار تأسف کے لئے آتاہے۔ یہ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتاہے۔ نِیْ اسم۔
یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا۔ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸:۲۵﴾ کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اور وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰:۷۸﴾ اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔
= نَسْیًا۔ اسم۔ بھولی ہوئی۔ ایسی متروک یا حقیر شے جس کو نہ کوئی پہچانے نہ یاد کرے۔ نَسِیَ یَنْسٰی نِسْیَانٌ سے۔
= مَنْسِیًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ بھولی بسری۔ فراموش کردہ۔
کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ میں نَسْیًا کے معنی ہیں کہ میں اس حقیر چیز کے بمنزلہ ہوتی جس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ بھولی ہوئی نہ ہو۔ پھر بھولی بسری چیز کے معنی کو ظاہر کرنے کے لئے مَنْسِیًّا کا لفظ لایا گیا۔
۱۹: ۲۴ = نَادٰىھَا۔ اس (فرشتہ جبریل علیہ السلام) نے اس (حضرت مریم علیہا السلام) کو پکارا
= مِنْ تَحْتِھَا۔ ای من مکان اسفل منھا۔ یعنی جہاں وہ تھیں اس مقام کی پائیں سے
= اَنْ لَّا تَحْزَنِیْ۔ فعل نہی واحد مؤنث حاضر۔ کہ تو غم مت کھا۔ حُزْنٌ۔ غم۔ رنج
= سَرِیًّا۔ ایک چشمہ۔ اس کی جمع اَسْرِیَۃٌ اور سُرْیَانٌ ہے بعض نے اس کے معنی جَدْوَلٌ (چھوٹی نہر) کے لئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل لغت کا یہی قول ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تفسیر چھوٹی نہر سے کی ہے۔ جو نخلستان کی طرف رواں ہو۔ اس صورت میں یہ سَرْیٌ (لام کلمہ ی) سے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سَرْوٌ (لام کلمہ واد) سے ہے۔ اور سَرْوٌ بمعنی رفعت کے ہے۔ جس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ یعنی تیرے رب نے تیرے سے ایک رفیع الشان بلند مرتبت لڑکا پیدا کرنے والا ہے
۱۹: ۲۵ = ھُزِّیْ۔ فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ ھَزٌّ مصدر۔ تو ہلا۔ باب نصر سے ہے۔ بنفسہ و بالباء متعدی ہے۔ ہلانا۔ ھَزَّہٗ وَھَزَّ بِہٖ اس کو ہلایا۔
= جِذْعِ النَّخْلَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ کھجور کا تنہ۔
= تُسٰقِطْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔ وہ گرائے گی۔ وہ ڈالیگی مُسَاقَطَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے جس کے معنی گرانے کے ہیں۔ ضمیر مؤنث نَخْلَۃٌ کے لئے ہے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (۲۶: ۱۸۷) تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا لاؤ۔

= رُطَبًا۔ تازہ خرما۔ تازہ کھجوریں۔ پکی ہوئی کھجوریں۔ جمع۔ رُطَبَۃٌ واحد۔ رِطَابٌ وَ اَرۡطَابٌ۔ جمع الجمع۔

= جَنِیًّا۔ تازہ چنا ہوا میوہ۔ بروزن فَعِیۡلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جَنِیٌّ تازہ پھل جو حال ہی میں توڑا گیا ہو۔ جَنۡیٌ مصدر۔

۱۹: ۲۶ = کُلِیۡ وَاشۡرَبِیۡ۔ قَرِّیۡ۔ (کھا۔ پی اور ٹھنڈا کر) میں کھانے پینے کا حکم بظاہر اباحت کے لئے ہے۔ قَرِّیۡ قُرٌّ سے ہے۔ جس کے معنی خنکی کے ہیں۔ قَرَّیَقَرُّ (ضرب) قُرٌّ بمعنی سردی۔ سردی چونکہ سکون کو چاہتی ہے جیساکہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے۔ اس لئے قَرَّ فِیۡ مَکَانِہٖ کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں۔

= فَاِمَّا۔ پس اگر

= تَرَیِنَّ۔ مضارع واحد مؤنث حاضر با نون ثقیلہ۔ رُؤۡیَۃٌ مصدر۔ (پس اگر) تو دیکھے

= نَذَرۡتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ نَذۡرٌ مصدر (ضَرَبَ و نصر) میں نے نذر مانی میں نے منت مانی۔

= فَقُوۡلِیۡ۔ یعنی تو اشارہ سے کہہ دینا۔ کیونکہ اگلا جملہ فَلَنۡ اُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ اِنۡسِیًّا (آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی) اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو روزہ حضرت مریم نے نذر کے طور پر رکھا تھا۔ اس میں بولنا منع تھا۔ یاد رہے کہ بنی اسرائیل میں چپ کے روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا۔

۱۹: ۲۷ = اَتَتۡ بِہٖ۔ بَ تعدیہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے بمعنی وہ اُسے لے آئی۔ یا بَ مصاحبت کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ اس کو ساتھ لائی۔

= تَحۡمِلُہٗ۔ ضمیر مریم سے حال ہے (درآں حالیکہ وہ اُسے گود میں اٹھائے ہوئے تھی)

= فَرِیًّا۔ گھڑی ہوئی۔ بنادٹی۔ من گھڑت۔ عظیم (جوہری) عجیب۔ حیران کن۔ (راغب) بہت قبیح فعل (ابن حیان) ہر بڑا کام خواہ وہ بُرا ہو یا اچھا۔ قول ہو یا فعل (رُوح المعانی)

۱۹: ۲۸ = یٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ۔ اے ہارون کی بہن۔ اُخۡتَ بوجہ منادیٰ مضاف ہونے کے منصوب ہے۔ اور هٰرُوۡنَ کا نصب بوجہ اس کے غیر منصرف ہونے کے ہے۔

یہاں هٰرُوۡنَ سے مراد حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے کیونکہ اُن کا

زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔
علماء کے نزدیک یا تو یہ نام حضرت مریم کے بھائی کا تھا۔ یا اسے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت دینے کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل عرب جب قبیلہ کے کسی فرد کو قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اَخٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں مثلاً یا اَخَا مُضَرَ (اے قبیلہ مضر کے آدمی) یا اُخْتَ هٰرُوْنَ اے حضرت ہارون کے خاندان کی لڑکی۔
= اِمْرَأَ سَوْءٍ۔ بدکار آدمی۔ سَوْءٌ بُرا ہونا۔ سَاءَ يَسُوْءُ کا مصدر۔ عَمَلُ سَوْءٍ قبیح فعل۔ رَجُلُ سَوْءٍ۔ برا آدمی۔ بدفعل۔ بدکار۔
= بَغِيًّا۔ بدکار۔ زانی۔ (ملاحظہ ہو ۱۹: ۲۰)
۱۹: ۲۹ = اَلْمَهْدِ۔ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جاوے۔ فِي الْمَهْدِ گہوارہ میں ہونا کا مطلب ہے۔ شیر خوارگی کا زمانہ۔ جب بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے۔
اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ۔ ہموار اور درست کی ہوئی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے ــ اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (۲۰: ۵۳) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا (۷۸: ۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔
مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ جو ابھی ماں کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے۔
۱۹: ۳۰ = اٰتٰىنِيَ۔ اس نے مجھ کو دی۔ اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب (باب افعال) نِ وقایہ یَ متکلم کی۔ ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔
۱۹: ۳۱ = مَا دُمْتُ۔ فعل ناقص۔ واحد متکلم۔ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ حَيًّا بوجہ خبر کے منصوب ہے۔
۱۹: ۳۲ = بَرًّا بِوَالِدَتِيْ۔ دیکھیں ۱۹: ۱۴ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ۔
= جَبَّارًا۔ ملاحظہ ہو ۱۹: ۱۴۔
= شَقِيًّا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بدبخت۔ محروم۔ شَقَاوَةٌ سے بدبختی۔ سَعَادَةٌ کی ضد ہے۔ شَقِيَ يَشْقٰى (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاوَةٌ وشَقَاءٌ مصدر۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳: ۱۰۶) ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی
۱۹: ۳۳ = اُبْعَثُ۔ مضارع مجہول واحد متکلم۔ بَعْثٌ مصدر۔ مجھے اٹھایا جائے گا۔
۱۹: ۳۴ = ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ۔ جس کا مشارٌ الیہ وہ ذات ہے جس کی اوصاف جلیلہ

اوپر مذکور ہوئی ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ مبتدا ہے اور عیسیٰ خبر اول۔ اور ابْنُ مَرْيَمَ خبر ثانی۔ یا بدل ہے یا عطفِ بیان۔ یعنی یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ان صفات سے متصف ہیں نہ کہ وہ ایسے ہیں جیسے کہ نصاریٰ انہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

= قَوْلَ الْحَقِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قول سے مراد کلمۃ اور الحق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ ای کَلِمَةُ اللهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُنْ سے بغیر باپ کے وجود میں آئے)، قَوْلَ بوجہ عیسیٰ سے حال کے منصوب ہے۔

یا قول مصدر ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے ای واقول قول الحق۔ اس صورت میں ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جملہ معترضہ ہوگا۔

= يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شک کرتے ہیں۔

۱۹: ۳۵ = مَا كَانَ لِلّٰهِ۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے۔

= قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا وغیرہ یہاں بمعنی وہ فیصلہ کرلیتا ہے (ماضی بمعنی حال)

۱۹: ۳۷ = اَلْاَحْزَابُ۔ گروہ، ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع۔

= مِنْۢ بَيْنِهِمْ۔ آپس میں۔

= وَيْلٌ۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت۔ اصمعی نے کہا ہے کہ وَیْل برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حسرت کے موقعہ پر وَیْل۔ تحقیر کے موقعہ پر وَیْس اور ترحّم کے موقعہ پر وَیح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶: ۵۲) واحسرتا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ آیہ ہذا میں ہلاکت و عذاب کے معنوں میں آیا ہے۔

= مَشْهَدِ۔ یہ مصدر میمی ہے بمعنی شہود۔ حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ (باب کرم، سمع) اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ اور اسم ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ حاضری کا وقت۔

= يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ موصوف صفت ملکر مضاف الیہ۔ مَشْهَدِ مضاف۔ یوم عظیم سے مراد یوم قیامت ہے۔ جو بوجہ طوالت کے بھی یوم عظیم ہوگا۔ اور بوجہ شدت و ہول بھی عظیم ہوگا

مَشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ یعنی (اس) بڑے دن کی حاضری سے۔
۱۹:۳۸ = اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ (بہم) افعال تعجب ہیں یعنی مَا اَسۡمَعَهُمۡ وَمَا اَبۡصَرَهُمۡ۔ کیا ہی خوب سننے والے ہوں گے وہ اور کیا ہی خوب دیکھنے والے۔ یعنی اس روز ان کی قوت شنوائی اور قوت بینائی بدرجہ اتم ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ قٓ میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ۔ (۵۰:۲۲) سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔
= يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا۔ جس روز وہ ہمارے پاس آئیں گے۔
= اَلۡيَوۡمَ۔ آج کے دن۔ آج (یعنی یہاں اس دنیا میں آج یہ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے)
۱۹:۳۹ = يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ۔ ای یوم القیامۃ۔ الحسرۃ مصدر ہے جس کے معنی ہیں غم۔ یا جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر پشیمان اور نادم ہونا۔ اَلۡحَسۡرُ۔ (نصر۔ ضرب) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ جیسے حَسَرۡتُ عَنِ الذِّرَاعِ میں نے آستین چڑھائی۔ اسی سے حَسِيۡرٌ بمعنی حَاسِرٌ تھکی ہوئی۔ درماندہ۔ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے اپنے قویٰ کو ننگا کر دیا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ وَهُوَ حَسِيۡرٌ۔ (۶۷:۴) نظر (ہر بار) تیری طرف ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔
= اَنۡذِرۡهُمۡ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ڈرا
= اِذۡ قُضِيَ الۡاَمۡرُ۔ جب ہر بات کا اخیر فیصلہ کر دیا جائیگا۔ یعنی جب جنت اور دوزخ دونوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کو خلود کا حکم سنا کر موت کو ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔
اِذۡ یا تو يَوۡمَ کا بدل ہے یا الحسرۃ سے متعلق ہے۔ اور اس کا ظرف ہے۔
وَهُمۡ فِيۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۔ یہ دونوں جملے یا تو اَنۡذِرۡهُمۡ کے حال ہیں یعنی آپ انہیں ڈرائیے جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ یا ان دونوں جملوں کا عطف فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ پر ہے اور اَنۡذِرۡهُمۡ ... الۡاَمۡرُ جملہ معترضہ ہے۔
۱۹:۴۱ = وَاذۡكُرۡ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اور تو ذکر کر (اپنی قوم سے) یعنی اہل مکہ سے
= فِي الۡكِتٰبِ۔ ای فی القرآن

== اِبْرَاهِیْمَ ای قصة ابراھیم مع ابیہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کاقصہ ان کے باپ کے ساتھ۔

== صِدِّیْقًا۔ بہت سچا۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔

١٩: ۴۲ == یٰۤاَبَتِ۔ یا حرف ندا۔ اَبَتِ اصل میں اَبِیْ تھا۔ تا کو یاء کے عوض لایا گیا۔ اور اَب بوجہ منادیٰ مضاف منصوب ہوا۔

١٩: ۴۳ == اَھْدِكَ۔ مضارع واحد متکلم ھِدَایَۃٌ مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر اَھْدِ اصل میں اَھْدِیْ تھا یؔ کو حذف کیا گیا ہے۔

== صِرَاطًا سَوِیًّا۔ ای صراطًا مُستقیمًا۔ سیدھا راستہ۔ (میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

١٩: ۴۵ == یَمَسَّكَ۔ مَسَّ یَمَسُّ سے مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل اَنْ) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہ تجھے لگ جائے۔ یا تجھے پہنچے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا۔ تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔

١٩: ۴٦ == اَرَاغِبٌ اَنْتَ۔ الف استفہامیہ۔ رَاغِبٌ اسم فاعل رَغِبَ فِیْہِ وَرَغِبَ اِلَیْہِ کے معنی کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنے کے ہیں۔ جیسے اِنَّاۤ اِلَى اللّٰہِ رَاغِبُوْنَ (۹: ۵۹) ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔

اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کے معنی دیتا ہے مثلاً وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاھِیْمَ (۲: ۱۳۰) اور کون ہے جو حضرت ابراہیم کے طریقے انحراف کرے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ یٰۤاِبْرَاھِیْمُ۔ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ یا پھرنے والا ہے۔ برگشتہ ہے۔

== لَمْ تَنْتَهِ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ تَنْتَهِ اصل میں تَنْتَھِیْ تھا لَمْ کے آنے سے یؔ حرف علت گر گیا۔ تو باز نہ آیا۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تو باز نہ آیا۔

== لَاَرْجُمَنَّكَ۔ لام تاکید اَرْجُمَنَّ مضارع واحد متکلم۔ بانون ثقیلہ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ تو میں تجھے ضرور سنگسار کر دوں گا۔

== اُھْجُرْنِیْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر باب نصر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ تو مجھے چھوڑ جا۔

= مَلِيًّا ۔ اسم منصوب ۔ زمانہ دراز۔ مَلْوٌ مادہ ۔ اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِنَ الدَّهْرِ یا مَلِيٌّ مِّنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں ۔ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ (۴۷: ۲۵) - شیطان نے یہ کام ان کو مزین کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا

= سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ ۔ میں تیرے لئے مغفرت کی دعا کروں گا ۔ صیغہ واحد متکلم

= حَفِيًّا ۔ حَفِيٌّ ۔ بحث کرنے والا ۔ متلاشی ۔ کسی چیز سے پورے طور پر باخبر ۔ بڑا مہربان حَفَاوَةٌ مصدر ۔ تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنا ۔ مہربان ہونا ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور جگہ قرآن میں آیا ہے يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۔ (۷: ۱۸۷) وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم تاریخ وقوع سے واقف ہو ۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چکے ہو ۔ حَفِيَ عَنِ الشَّيْءِ ۔ کے معنی ہیں اس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا ۔ چونکہ بہت سوالات کرنے والا اور بات کا کھوج لگانے والا علم میں پختہ ہوتا ہے اسی لئے حَفِيٌّ کا لفظ عالم کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے حَفْوٌ مادہ ۔ حَفِيٌّ بِيْ ۔ میرے ساتھ نہایت مہربان ہے نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۸۷

۱۹: ۴۸ = اَعْتَزِلُكُمْ ۔ مضارع واحد متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِعْتِزَالٌ مصدر افتعال ۔ میں تم کو چھوڑتا ہوں ۔ اِعْتِزَالٌ ۔ کنارہ کرنا ۔ الگ ہو جانا ۔ ایک طرف ہو جانا

= وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ مفعول ثانی ۔ اور ان کو (بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو ۔ اللہ کو چھوڑ کر ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ دَعْوَةٌ سے تم پکارتے ہو (حاجت روائی کے لئے)

= اَدْعُوْا ۔ مضارع واحد متکلم دَعْوَةٌ سے میں پکارتا ہوں ۔

= عَسٰى ۔ امید ہے ۔ توقع ہے ۔ یقین ہے ۔

= اَلَّا اَكُوْنَ ۔ اَنْ لَّا اَكُوْنَ ۔ کہ میں نہیں ہوں گا ۔ کہ میں نہیں رہوں گا ۔

= بِدُعَاءِ رَبِّيْ میں اپنے رب سے دعا کر کے ۔ میں اپنے رب کو پکار کر (حاجت روائی کے لئے)

= شَقِيًّا ۔ شَقَاوَةٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ شَقِيٌّ کی جمع اَشْقِيَاءُ ۔ بدبخت ۔ محروم

عَسٰى اَلَّا .... شَقِيًّا ۔ یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار کو (حاجت روائی کے

لئے، پکار کر محروم نہیں ہوں گا۔

۱۹: ۴۹ = كُلًّا - ای کل واحد من اسحاق ویعقوب وابراہیم

۱۹: ۵۰ = لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ لِسَانَ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ لِسَانَ منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

لِسَانَ سے مراد ذکر ہے صدق کے معنی سچائی۔ قوت۔ خیر۔ خلوص۔ شرف۔ سچی بات فضیلت کے ہیں۔ یہ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے۔

عَلِيًّا لِسَانَ کی صفت ہے۔ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا مطلب ہوا سچائی وصداقت کا وہ ذکر جو ارفع واعلیٰ ہو۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (۲۶: ۸۴) اور میرا ذکر نیک پچھلے (آنیوالے) لوگوں میں جاری رکھ۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۰: ۲)

چنانچہ آج تک ان ہر سہ پیغمبران کا نام یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں میں جس تقدیس و تکریم کے ساتھ لیا جاتا ہے کسی بیان کا محتاج نہیں۔ اس سے زیادہ اس کی تفسیر اور کیا ہوگی کہ خطہ ارضی پر جہاں کہیں مسلمان موجود ہیں اپنی پنجگانہ نماز میں کما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم کا ذکر کرتے ہیں۔

= مُخْلَصًا۔ اسم مفعول۔ منصوب بوجہ خبر كَانَ۔ مخلص برگزیدہ، چنا ہوا۔ بے کھوٹ خالص۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات ونبوت کے لئے چن لیا۔ منتخب کر لیا تھا۔ یا جو کفر وشرک ودیگر فواحش سے پاک رکھا گیا ہو۔

= رَسُولًا نَّبِيًّا۔ (اور وہ) رسول اور نبی تھے۔ رسول کا لغوی معنی فرستادہ یا پیغامبر ہے اور اصطلاحی لحاظ سے رسول وہ ہے جو صاحب شریعت ہو خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے جدید ہو یا سابقہ رسول کی شریعت۔ جو دوسرا رسول کسی قوم کی طرف پہلی دفعہ لایا ہو۔ جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قوم جرہم کی طرف شریعت ابراہیمیہ لے کر آئے تھے۔

نبی۔ یا تو النبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی۔ رفعت ہے۔ کیونکہ نبی اپنی شان اور رتبہ میں دوسرے لوگوں سے ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یا۔ یہ نَبَأٌ سے مشتق ہے۔ نَبَأٌ کا معنی ہے خبر دینا۔ اور نبی دوسرے لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے احکام کی خبر دیتا ہے خواہ وہ احکام اسے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے موصول ہوں خواہ کسی دوسرے رسول کی شریعت کے احکام ہوں جن کے احیاء کے لئے خداوند تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز فرمایا ہو۔

۱۹:۵۲ = نَادَيْنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ نِدَاءٌ مصدر ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے اسے پکارا۔
= مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ ۔ الطور الایمن ۔ موصوف صفت دائیں پہاڑی موصوف صفت مل کر مضاف جَانِبِ مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور مِنْ حرف جار ۔ دائیں پہاڑی کی جانب سے ۔ یعنی جو پہاڑی حضرت موسیٰ کے دائیں طرف تھی۔
بِالْاَيْمَنِ ۔ الایمن سے ہے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں ۔ اور یہ جانب کی صفت ہے ترجمہ ہوگا : ہم نے اسے پہاڑی کی بابرکت جانب سے پکارا ۔ الطور مصر اور مدین کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔
= قَرَّبْنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ ہم نے اس کو قریب بلایا۔
= نَجِيًّا ۔ صفت مشبہ ۔ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے والے ۔ چپکے چپکے مشورہ کرنے والے ۔ چپکے چپکے راز کی باتیں کرنے والے ۔ یہ قربناہ کی ضمیر ہٗ سے حال ہے ۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے ۔
قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۔ اس سے راز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے اسے قریب بلایا ۔ یا قرب بخشا نَجِيًّا ۔ نجو سے مشتق ہے ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۔ (۱۲: ۸۰) جب وہ اس سے نا اُمید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔
۱۹:۵۳ = اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۔ اَخَاهُ ۔ اس کا بھائی ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر وَهَبْنَا کا مفعول ہے ۔ هٰرُوْنَ بدل ہے اَخَاهُ کا ۔ اور نَبِيًّا حال ہے۔
وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی کی حیثیت سے ان کو بخشا۔
۱۹:۵۵ = مَرْضِيًّا ۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب ۔ پسند کیا ہوا ۔ پسندیدہ ۔
۱۹:۵۷ = مَكَانًا عَلِيًّا ۔ بلند مقام ۔ یعنی شان و مرتبت میں بلند یعنی مرتبہ نبوت و تقرب الی اللہ۔
۱۹:۵۸ = اُولٰٓئِكَ ۔ یہ اشارہ ہے ان تمام انبیاء کی جانب جن کا ذکر حضرت زکریا سے لے کر حضرت ادریس علیہم السلام تک اوپر اس سورت میں آچکا ہے ۔
= سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۔ دونوں خَرُّوْا کی ضمیر فاعل کے حال ہیں ۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں سُجَّدًا جمع ہے سَاجِدٌ کی ۔ اور بُكِيٌّ جمع ہے بَاكٍ کی ۔ (رونے والا ۔ غم و اندوہ سے آنسو بہانے والا ۔) اصل میں بر وزن فُعُوْلٌ جیسے سَاجِدٌ سے سُجُوْدٌ ۔ رَاكِعٌ سے رُكُوْعٌ

اوسقاعدہ سے قُعُوْدٌ، بُكِيٌّ بھی بُكُوْيٌ تھا۔ واؤ اور یاء کے اجتماع کے سبب واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ اور یا کی مناسبت سے کاف کو کسرہ کی حرکت دی۔ بُكِيٌّ ہوگیا
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ .... سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔

اولٰئك اسم اشارہ من النبیین میں من بیانیہ ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام منعم علیہم تھے۔ اس لئے من تبعیضیہ نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۴۸: ۲۹) اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (یعنی ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اسی طرح من النبیین سے مراد سارے نبی ہیں۔

مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ میں من تبعیضیہ ہے یعنی ذریۃ آدم میں سے بعض۔ ان بعض میں سے صرف حضرت ادریس علیہ السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔ حضرت ادریسؑ حضرت نوح کے جدّ امجد تھے۔ اور ان سے بہت قبل ہوئے ہیں۔

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔ اس میں بھی من تبعیض کے لئے ہے اور ان بعض میں سے حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

وَاِسْرَآءِيْلَ۔ اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ ای ومن ذریۃ اسرائیل اور اس ذریۃ اسرائیل (یعقوب) میں سے حضرت موسیٰ۔ حضرت ہارون۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام (کیونکہ حضرت مریم آل یعقوب میں سے تھیں) مذکور ہوتے ہیں۔

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا میں بھی من برائے تبعیض ہے (ای من جملۃ من ھدینا الی الحق واخترنا ھم للنبوۃ والکرامۃ) اس کا عطف ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ پر ہے یعنی اور تمام وہ جن کو ہم صراط حق پر گامزن کیا اور جن کو ہم نے نبوت کے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام جو اُولٰٓئِكَ کے مشار الیہم ہیں۔

اُولٰئِكَ مبتدا ہے اور (١) الذین ...... اجتبینا خبر ہے
اس صورت میں اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ ...... بُكِيًّا تک جملہ مستانفہ ہے
(٢) اَلَّذِيْنَ اجْتَبَيْنَا اسم اشارہ کی صفت ہے تو اِذَا تُتْلٰى ...... بُكِيًّا اس کی خبر ہے
بعض کے نزدیک پہلا کلام اسرائیل پر ختم ہے۔ اس صورت میں مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اور جملہ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ ..... بُكِيًّا تک اس مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ کلام یوں ہے وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا قَوْمٌ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔

١٩: ٥٩ = خَلَفَ ماضی واحد مذکر غائب خِلَافَةٌ سے باب نصر۔ جس کے معنی جانشین ہونے کے ہیں یا پیچھے آنے کے ۔خَلَفَ وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا۔
= خَلْفٌ۔ ناخلف ۔برے جانشین۔
= اَضَاعُوْا ماضی جمع مذکر غائب (باب افعال) انہوں نے ضائع کردیا۔ انہوں نے کھودیا۔
= اَلشَّهَوَاتِ۔ شھو سے مشتق ہے الشھوۃ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کی طرف کھینچے چلے جانا جسے وہ چاہتا ہے۔ خواہشات دنیوی دو قسم پر ہیں صادقہ اور کاذبہ۔ سچی خواہش وہ ہے جس کے حصول کے بغیر بدن کا نظام مختل ہوجاتا ہے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہار۔
اور جھوٹی خواہش وہ ہے جس کے عدم حصول سے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ پھر شھوۃ کا لفظ کبھی اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس قوت شہویہ پر۔
آیت کریمہ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (٣: ١٤) لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزیں (مرغوبات) خوشنما کردی گئی ہیں۔ اس میں شھوات سے مراد ہر دو قسم کی خواہشات ہیں۔
اور وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ (آیۃ ہذا) اور وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ اس میں جھوٹی خواہشات مراد ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی خواہش جن سے استغناء ہوسکتا ہے۔
= سَوْفَ يَلْقَوْنَ۔ سَوْفَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَلْقَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ پائیں گے۔ وہ (اس سے) دوچار ہوں گے۔
= غَيًّا۔ غوی سے مشتق ہے۔ الغی اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جیسے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (٥٣: ٢) تمہارے رفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جیسے وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (٢٠: ١٢١) اور آدم نے اپنے پروردگار کے خلاف کیا اور جہالت کا ارتکاب کیا۔

آیۃ ہذا میں غیّ سے مراد عذاب ہے کیونکہ گمراہی عذاب کا سبب بنتی ہے۔ یعنی کسی شے کو اس کے سبب کے نام سے موسوم کردینا۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا (۲۵: ۶۸) اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ سزا سے دوچار ہوگا (یعنی اس کا گناہ سزا کا سبب ہوگا) فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ سو وہ عنقریب گمراہی کی سزا سے دوچار ہوں گے۔

۱۹: ۶۱ = جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ سدا بہار باغات۔ یا ہمیشہ رہنے کے باغات۔ عدن (باب نصر، ضرب) کے معنی کسی جگہ ٹھہرنے اور قرار پانے کے ہیں۔ المَعْدِنُ (کان) جواہرات یا دیگر معدنیات کے ٹھہرنے اور پائے جانے کی جگہ۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ میں الجَنَّۃَ کا بدل ہے

= مَاْتِیًّا۔ اسم مفعول بمعنی اسم فاعل ہے منصوب بوجہ کَانَ کی خبر کے ہے۔

مَاْتِیٌّ اصل میں مَاْتُوْیٌ تھا واؤ اور یا اکٹھے ہوئے واؤ کو یا سے بدلا۔ یا کو یا میں مدغم کیا تاء کو یا کی مناسبت سے کسرہ دیا۔ مَاْتِیٌّ ہوگیا۔ بمعنی آنے والا۔ ہوکر رہنے والا۔ ضرور آکر رہنے والا۔ اِتْیَانٌ مصدر۔ اتی مادہ۔

۱۹: ۶۲ = فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جنت عدن کے لئے ہے۔

= بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا۔ صبح وشام۔ یہاں صبح وشام سے مراد ہمیشگی اور دوام ہے۔ کیونکہ جنت میں شام جو تاریکی کو مستلزم ہے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں تو نور ہی نور ہے۔

۱: ۶۳ = نُوْرِثُ ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِیْرَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ورث مادہ۔ ہم ارث بنائیں گے۔ ہم مالک بنادیں گے۔

= تَقِیًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وِقَایَۃٌ (افعال) مصدر جس کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنے کے ہیں جو ایذا دے۔ یا ضرر پہنچائے۔

۱: ۶۴ = مَا نَتَنَزَّلُ ۔ مضارع منفی جمع متکلم۔ تَنَزُّلٌ (تفعل) مصدر۔ ہم نہیں نزتے ہیں۔

= نَسِیًّا۔ نِسْیَانٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بھولنے والا۔

۱: ۶۵ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا۔ میں رَبٌّ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی ھُوَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ الخ یا یہ رَبُّكَ (آیہ ۶۴) کا بدل ہے۔

= اِصْطَبِرْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِصْطِبَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو قائم رہ۔ تو سہتا رہ (صبر کر)۔

= سَمِيًّا۔ نظیر۔ ہمنام۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا۔ اکیا تم کوئی اس کا ہمنام جانتے ہو) میں سَمِيًّا کے معنی نظیر کے ہیں جو اس نام کی مستحق ہو اور حقیقتہً اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ کیا تم کسی کو ایسا بھی پاتے ہو جو اس کے نام سے موسوم ہو کیونکہ ایسے تو اللہ کے بہت سارے نام ہیں جن کا غیر اللہ پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے یا ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن سے معنی بھی وہی مراد ہوں جو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے وقت ہوتے ہیں

آیات ۶۴ و ۶۵ ۔ پورا پیراگراف ایک جملہ معترضہ ہے جو ایک سلسلۂ کلام کو ختم کر کے دوسرا سلسلہ کلام شروع کرنے سے پہلے ارشاد ہوا ہے۔

اس کی شانِ نزول میں مختلف اقوال ہیں

لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اس کی شانِ نزول کے متعلق وہ روایت ہے جو کہ بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

گویا خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیا کہ ہم خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں .... الخ

۱۹:۶۶ = ءَ ۔ استفہام کے لئے ۔ کیا

= اِذَا مَا ۔ جب ۔ جب کبھی

۱۹:۶۸ = فَوَرَبِّكَ ۔ سو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رب کی قسم۔

= لَنَحْشُرَنَّهُمْ ۔ لام تاکید کے لئے ہے ۔ نَحْشُرَنَّ ۔ مضارع جمع متکلم بانون ثقیلہ ہم ان کو ضرور بالضرور جمع کریں گے ۔

= وَالشَّيٰطِيْنَ ۔ میں واؤ عاطفہ بھی ہو سکتی ہے اور واؤ بمعنی مَعَ (معیّۃ) بھی ۔ یہاں معیت کا معنی زیادہ مناسب ہے ۔ یعنی ہم انہیں مع شیاطین کے جمع کریں گے۔

= لَنُحْضِرَنَّهُمْ ۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ ہم ضرور ان کو لا حاضر کریں گے

= حَوْلَ ۔ گرد ۔ حَالَ يَحُوْلُ سے مصدر ہے۔ اَلْحَوْلُ کے معنی دراصل کسی چیز کے متغیر ہونے کے ہیں اور دوسری چیزوں سے الگ ہونے کے ہیں۔

تغیر کے اعتبار سے حَالَ الشَّيْءُ يَحُوْلُ حُوُوْلًا ۔ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے

معنی کسی شے کے متغیر ہونے کے ہیں۔ اور الگ ہونے کے اعتبار سے حَالَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ کَذَا کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان فلاں چیز حائل ہوگئی۔ حَوْلٌ بمعنی سال بھی ہے۔

= جِثِیًّا۔ زانو پر گرے ہوئے۔ اوندھے گرے ہوئے۔ جَثَا یَجْثُوْا (باب نصر) جُثُوٌّ وَ جُثِیًّا۔ الرَّجُلُ۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ یہ عَتَا یَعْتُوْ (باب نصر) عُتُوٌّ اور عِتِیًّا کی طرح ہے۔ جِثِیًّا جَاثٍ صیغہ صفت کی جمع بھی ہوسکتی ہے اور مصدر بھی بمعنی اسم فاعل جَاثٍ کی جمع ہونے کی صورت میں جِثِیٌّ اصل میں فُعُوْلٌ کے وزن پر جُثُوْوٌ تھا ضمہ کے بعد دو واؤ کا اجتماع ثقیل تھا۔ لہذا تخفیف کے لئے تاء کو کسرہ دیا۔ واؤ اول کو بوجہ سکون وکسرہ ماقبل یاء سے بدلا۔ اب واؤ ماقبل یاء ساکن کو یاء سے بدلا۔ پھر یا کو یا میں مدغم کیا۔ پھر جیم کو مابعد کی رعایت سے کسرہ دیا۔ جِثِیٌّ ہو گیا۔

١٩: ٦٩ = لَنَنْزِعَنَّ۔ مضارع جمع متکلم بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ نَزْعٌ مصدر (باب ضَرَبَ) ہم ضرور کھینچ لیں گے۔ ہم ضرور الگ کردیں گے۔ نَزَعَ الشَّیْئَ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچ لینا۔ دل سے عداوت اور نفرت کو کھینچ لینے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ (٧: ٤٣) اور جو کینہ ان کے دلوں میں ہوں گے ہم ان سب کو نکال ڈالیں گے۔

اور چھین لینے کے معنی میں مثلاً وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (٣: ٢٦) اور تو چھین لیتا ہے بادشاہی جس سے تو چاہے۔

= شِیْعَۃٍ۔ فرقہ۔ گروہ۔ الشِّیَاعُ کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینے کے ہیں۔ اَلشِّیْعَۃُ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں۔ اس کی جمع شِیَعٌ و اَشْیَاعٌ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا (٢٨: ٤) وہاں کے باشندوں کو گروہ درگروہ کر رکھا تھا۔ اور وَ لَقَدْ اَھْلَکْنَا اَشْیَاعَکُمْ (٥٤: ٥١) اور ہم تمہارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

= عِتِیًّا۔ عَتَا یَعْتُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ عُتُوٌّ بھی مصدر ہے عَاتٍ کی جمع بھی ہے جیسے جَاثٍ کی جمع جِثِیٌّ ملاحظہ ہو آیت نمبر ٦٨ مذکورہ بالا۔

آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا:۔

پھر ہم (چُن چُن کر) الگ کرلیں گے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو خدائے رحمٰن سے سرکشی

میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔
عِتِيًّا۔ اَشَدُّ کی تمیز ہے اس لئے منصوب ہے اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے
زیادہ سخت شِدَّةٌ سے۔ عَاتٍ کی جمع کی صورت میں یہ حال ہے۔
١٩: ٧٠ = لَنَحْنُ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ پھر ہم ہی ہیں (جو بہتر جانتے ہیں)
= اَعْلَمُ۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ افعل التفضیل کا صیغہ عِلْمٌ سے۔
= اَوْلٰى بِهَا۔ اَوْلٰى افعل التفضیل کا صیغہ وَلِيٌّ مادہ۔ اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِي کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔
پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان یا نسبت یا بلحاظ دین یا دوستی یا بلحاظ اعتقاد کے ہو۔ اَوْلٰى۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ لائق۔ زیادہ قریب۔ اَوْلٰى کا صلہ اگر لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اور اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے۔ جیسے اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (٧٥:٣٤) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔
بِهَا میں ھاء ضمیر کا مرجع جَهَنَّمَ (آیۃ ٦٨) ہے
= صِلِيًّا۔ الصِّلِي کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں۔ صلی النار۔ وہ آگ میں داخل ہوا وہ آگ میں جلا۔ یا اس نے آگ کی گرمی برداشت کی۔ (باب سمع سے)
اَصْلٰى يُصْلِيْ اِصْلَاءٌ آگ میں ڈالنا۔ اِصْطَلٰى يَصْطَلِيْ آگ تاپنا۔ صَلٰى يَصْلِيْ صَلْيًا ــــ اللَّحْمَ۔ گوشت بھوننا۔ صلی کے جملہ مشتقات میں آگ کا عنصر شامل ہے
صِلِيًّا یا صَالٍ کی جمع ہے جیسے جَاثٍ کی جِثِيًّا۔ اور عَاتٍ کی عِتِيًّا۔ یا صَلِيَ يَصْلٰى کا مصدر ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں آگ میں داخل ہونے والے اور دوسری صورت میں آگ میں داخل ہونا یا سوختہ ہونا۔
اَلَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۔ وہ لوگ جو جہنم کی آگ میں جلنے کے زیادہ مستحق ہیں۔
١٩: ٧١ = وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے مِنْكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع یا تو جمیع الناس ہیں یا وہ کفار جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔
اوپر ان کفار سے جمع مذکر غائب کے صیغہ میں خطاب ہو رہا تھا۔ اب صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے۔ یہ التفات ضمائر اسلوب قرآن ہے۔
وَارِدُهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جَهَنَّمَ کے لئے ہے۔ ورود کے متعلق بھی اختلاف ہے

کہ آیا اس سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے یا اس پر سے گذر جانا مراد ہے۔ ہر دو صورت ممکن ہیں اگر اول الذکر معنی مراد لئے جائیں تو بھی درست ہے اس صورت میں جہنم کی آگ مؤمنوں کے لئے ٹھنڈی اور بے ضرر ہو جاوے گی۔ جس طرح حضرت ابراہیم پر ہوئی تھی۔

اور اگر مؤخر الذکر معنی لئے جاویں تو صراط علی جہنم جسے پل صراط کہا جاتا ہے اس پر سے مؤمن بلا ضرر تیزی سے گذر جاویں گے اور جہنمی جہنم میں گر جائیں گے۔ یا اس کی تیسری صورت یہ بھی ہے کہ وارد سے مراد نہ ہی داخلہ ہے اور نہ ہی اوپر سے گذرنا بلکہ محض جہنم تک پہنچنا یا وہاں سے گذرنا مراد ہے۔

= كَانَ - ای كَانَ وُرُوْدُهُمْ

= حَتْمًا - ضرور۔ لازم۔ قضاء مقدر یعنی طے شدہ فیصلہ حَتَمَ الشَّیْءَ عَلَیْہِ - واجب کرنا۔

= مَقْضِيًّا - اسم مفعول۔ قَضَاءٌ مصدر۔ فیصلہ شدہ۔ مقرر۔

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا - ای كان ورودهم واجبًا- اوجبه الله تعالىٰ على نفسه وقضى به۔ ان کا ورود لازمی امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یعنی یہ یقینی امر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اختیار وارادہ سے ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ اور جگہ ارشاد ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (۶ : ۵۴) تیرے پروردگار نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔

۱۹ : ۷۲ = نُنَجِّیْ۔ مضارع جمع متکلم تَنْجِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ہم نجات دیں گے ہم بچالیں گے۔ نجو مادہ۔

= نَذَرُ۔ مضارع جمع متکلم۔ وَذْرٌ مصدر (باب سمع) ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں گے اس کا صرف مضارع وامر مستعمل ہے اس کا ماضی مستعمل نہیں ہے۔

= جِثِيًّا۔ (ملاحظہ ہو۔ ۱۹ : ۶۸)

۱۹ : ۷۳ = مَقَامًا۔ ظرفِ مکان۔ کھڑے ہونے کی جگہ۔ مکان۔ منزل۔ خَيْرٌ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= نَدِيًّا۔ وہ محفل جہاں لوگ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ نَدِيٌّ بمعنی مجلس، اس کی جمع اَنْدَاءٌ وَاَنْدِيَةٌ ہے۔ دار الندوہ۔ وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ مجلس کو النَّادِي بھی کہا جاتا ہے اور نَادِي بمعنی ہم مجلس بھی آیا ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ (۹۶ : ۱۷) تو وہ اپنے یاران مجلس کو بلا لے۔

نَدِيًّا اَحْسَنُ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۱۹: ۷۴ = کَمْ مِّنْ قَرْنٍ ۔ کتنی ہی قومیں۔ یعنی بہت سی قومیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے
= کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ (۲: ۲۴۹) کتنے ہی چھوٹے گروہ غالب آئے کثیر التعداد گروہوں پر
یا وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (۲۱: ۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں
کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالا۔
= اَثَاثًا۔ گھر کا اسباب و مال۔ گھر کا ساز و سامان
= رِءْيًا۔ نمود۔ خوش منظر۔ سامان آرائش و زیبائش رُؤْيَةً سے مشتق ہے بروزن
فِعْلٌ جیسے طِحْنٌ۔
اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ مال و اسباب اور نمائش و آرائش کے ساز و سامان
میں بڑھ چڑھ کر۔ بوجہ تمیز ہونے کے اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ منصوب ہیں۔
۱۹: ۷۵ = مَنْ ۔ یہاں شرطیہ ہے۔ جیسے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ ۔
(۴: ۱۲۳) اگر کوئی برائی کرے گا اس کو اس کی سزا ملیگی۔ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ
اگر کوئی گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔ اور جواب شرط میں فرمایا فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا الخ
= فَلْيَمْدُدْ۔ جواب مَنْ ۔ لِيَمْدُدْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ چاہئے کہ وہ ڈھیل دے
لیکن یہاں امر بمعنی مضارع یعنی انشاء بمعنی خبر آیا ہے۔ اور ترجمہ ہوگا۔ وہ اس کو ڈھیل دیتا
رہتا ہے۔ ای مَنْ كفر مد له الرحمٰن یعنی اَمْهَلَهٗ وَاَمْلٰى لَهٗ فِي الْعُمُرِ ۔ اگر کوئی
کفر کرتا ہے تو رحمٰن اسے عمر میں مہلت دیتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ کفر میں اپنی من مانی
کرے اور اس پر حجت تمام ہو جائے اور بوقت گرفت اس کے پاس کوئی عذر نہ رہے۔
يَمْدُدْ۔ مَدٌّ سے باب نصر سے۔ مَدَّ يَمُدُّ مَدٌّ ڈھیل دینا۔ مَدًّا
مصدر کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔
= جُنْدًا۔ بلحاظ لشکر کے یا بلحاظ حمایتی اور مددگار کے
مَنْ هُوَ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ کون باعتبار لشکر۔ حمایتی یا مددگار کے کمزور تر ہے
۱۹: ۷۶ = اِهْتَدَوْا۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے
سیدھی راہ پائی۔ انہوں نے ہدایت پائی۔ اِهْتِدَاءٌ کا استعمال کبھی ہدایت طلب کرنے
یا اس کے لئے کوشش کرنے یا کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کے متعلق بھی ہوتا ہے۔
= هُدًى ۔ اسم و مصدر (باب ضرب) ہدایت۔
وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۔ اور اللہ ہدایت والوں کی ہدایت کو

جاتا ہے (جیسا کہ اس کے بالمخالف مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا آیا ہے)

= اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ۔ موصوف، صفت، باقی رہنے والی نیکیاں۔ اس سے مراد ایمان کے علاوہ کل اعمالِ صالحہ ہیں جن کا ثواب دائمی اور اجر غیر منقطع ہے اس سے کوئی خاص و متعین عبادت نہیں ہے

= مَرَدًّا ۔ اَیْ مَرْجِعًا وَّعَاقِبَةً ۔ مرجع ۔ انجام ۔ لوٹنے کی جگہ۔

خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۔ ثواب کے لحاظ سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہتر۔

۱۹: ۷۷ = اَفَرَاَيْتَ ۔ أَ استفہام کے لئے ہے فَ تعقیب کے لئے ہے یعنی اس کے بعد ۔ ف کے استعمال برائے تعقیب کی مثال حَبَسَهٗ فَقَتَلَهٗ ۔ اس نے اس کو قید کیا پھر اس نے اس کو قتل کر دیا۔ یا دَخَلْتُ الْبَصْرَةَ فَبَغْدَادَ میں بصرہ میں داخل ہوا پھر بغداد میں ۔ یہاں اس آیت میں اس سے یہ مطلب لیا جائے گا۔ اخبر بقصة ھذا الکافر عقیب حدیث اولئك الذين قالوا: اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا (آیۃ ۷۳) وعقیب مَنْ قَالَ: ءَ اِذَا مَا مِتُّ الخ (آیۃ ۶۶) یعنی ان لوگوں کے قصہ کے بعد جنہوں نے کہا: اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ الخ یا اس شخص کے قصہ کے بعد جس نے کہا۔ ءَ اِذَا مَا مِتُّ الخ اب اس شخص کا قصہ بتائیے (الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا) جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔

صاحب الاتقان فرماتے ہیں: جب ہمزہ استفہام "رَأَيْتَ" پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رأیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی "اَخْبِرْنِيْ" (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔

لیکن ارأیت کے اردو ترجمہ "کیا تو نے دیکھا" میں بھی مراد رویت بچشم یا بہ دل نہیں ہے بلکہ کہنے والا مابعد کے کلام کے متعلق خبر ہی چاہتا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ یہی کیا ہے

= اَلَّذِيْ ۔ یہاں کون شخص مراد ہے۔ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ لیکن تفصیلات میں اختلاف کے باوجود نفس مضمون میں کوئی فرق نہیں۔

ایک روایت ہے کہ اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند اصحاب نے عاص بن وائل سے قرض دی ہوئی رقم لینی تھی جب انہوں نے اس سے تقاضا کیا تو اس نے کہا اَلَسْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ ذَهَبًا وَّفِضَّةً وَّحَرِيْرًا وَّمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ مَوْعِدُكُمُ الْاٰخِرَةُ وَاللّٰهِ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (کیا آپ لوگ

یقین نہیں رکھتے کہ جنت میں سونا۔ چاندی ریشم اور جملہ ثمرات ملیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں کہنے لگا پھر تمہارے ساتھ آخرت کا وعدہ رہا۔ خدا کی قسم میں (وہاں) ضرور مال و اولاد سے نوازا جاؤں گا (اور اس میں سے آپ کا قرضہ چکا دوں گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی

= لَاُوْتَيَنَّ ۔ لام تاکید کے لئے ہے اُوْتَيَنَّ مضارع مجہول با نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم میں ضرور بالضرور دیا جاؤں گا۔ مجھے یقیناً دیئے جائیں گے (مال و اولاد) اِيْتَاءٌ مصدر

١٩ : ٧٨ = اَطَّلَعَ۔ اس میں أَاِطَّلَعَ ہمزہ وصل کو تخفیفاً حذف کیا ء ہمزہ استفہام قائم رہا۔ اَطَّلَعَ ہوا۔ کیا اس کو اطلاع ہوگئی ہے (غیب کی) کیا وہ مطلع ہوگیا ہے۔ کیا اس نے جھانک لیا ہے (یعنی جھانک کر دیکھ لیا ہے) اِطِّلَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِطِّلَاعٌ مصدر بمعنی جھانکنا۔ مطلع ہونا۔

١٩ : ٧٩ = كَلَّا ۔ حرف ردع وزجر ہے۔ اور اکثر انکار و منع کے لئے آتا ہے جیسے کوئی کہے كَفَرَ زَيْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے كَلَّا ہرگز نہیں۔ یہاں انہی معنوں میں آیا ہے کبھی كَلَّا ۔ حَقًّا ۔ بیشک کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (١٠٢ : ٣) بے شک تم عنقریب جان جاؤ گے۔

= سَنَكْتُبُ ۔ سَ فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے سَنَكْتُبُ کے اگر "ہم عنقریب لکھ لیں گے" معنی لئے جائیں تو یہ قولہ تعالیٰ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (٥٠ : ١٨) وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار رہے (جو اسے اس وقت لکھ لیتا ہے) کے خلاف جاتا ہے۔ اس لئے یہاں سَنَنْظُرُ لَهٗ وَنَعْلَمُهٗ اِنَّا كَتَبْنَا قَوْلَهٗ (ہم عنقریب اس پر واضح کر دیں گے اور اسے بتا دیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس نے کہا تھا لکھ لیا تھا) کے معنوں میں لایا گیا ہے۔

یا یہ تسمیۃ الشیٔ باسم سببہٖ (یعنی کسی شے کو اس کے سبب سے موسوم کرنا) کی مثال ہے۔ اور اس کے قول کو رقم کرنے سے مراد استعارۃً وہ سزا و انتقام ہے جس کا وہ اپنی اس گستاخانہ گفتگو کی وجہ سے لامحالہ اس کا سزاوار ہے

یا جیسا کہ بعض کا قول ہے سَ یہاں تاکید کے لئے ہے یعنی جو کچھ وہ بولتا ہے ہم اسے بالالتزام لکھ لیتے ہیں۔

= نَمُدُّ ۔ مضارع جمع متکلم مَدَدٌ مصدر۔ باب نصر۔ المد کے اصل معنی

(لمبائی) میں کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃٌ کہتے ہیں جیسے کہ دوسری جگہ آیا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (٢٥:٤٥) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کرکے پھیلا دیتا ہے۔ باب افعال سے اَمَدَّ يُمِدُّ بمعنی مدد دینا۔ جیسے اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (٢٧:٣٦) کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو۔

یہاں یہ ثلاثی مجرد سے آیا ہے مَدًّا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی ہم اس کے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے اور یہ عذاب کو بڑھانا مدت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور شدت کے لئے بھی۔

١٩:٨٠ = نَرِثُهٗ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب حَسِبَ يَحْسِبُ سے۔ اَلْوِرَاثَةُ وَالْاِرْثُ کے معنی ہیں کسی چیز کا ایک شخص کی ملکیت سے نکل کر دوسرے کی ملکیت میں چلے جانا بلا بیع وشرار۔ بلا ہبہ وغیرہ۔ اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالکِ حقیقی ہونا۔ اس کو ہر چیز پر ظاہری۔ باطنی۔ صوری اور حقیقی اختیار ہونا۔ جیسے آیا ہے وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (٣:١٨٠) اور اللہ ہی حقیقی مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ۔ اور اس کی کہی ہوئی بات کے ہم ہی مالک رہ جائیں گے۔ یعنی جن مال و اولاد کا وہ ذکر کر رہا ہے اس کے مرنے کے بعد ہم ہی ان کے مالک رہ جائیں گے۔

= وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا۔ اور وہ ہمارے پاس تنہا ہی آئے گا۔ يَاْتِيْنَا۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ فَرْدًا۔ اکیلا۔ بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے۔

١٩:٨١ = عِزًّا۔ عزت۔ قوت۔ دبدبہ۔ مدد۔ عَزَّ يَعِزُّ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی قوی ہونے کے ہیں۔ لِيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا۔ کہ وہ ان کے لئے باعث قوت و باعثِ مدد بن سکیں۔

١٩:٨٢ = كَلَّا۔ حرف ردع وزجر۔ ہرگز نہیں۔

= ضِدًّا۔ مخالف۔ دشمن۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ بوجہ حال کے منصوب ہے۔

سَيَكْفُرُوْنَ میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کے لئے ہے۔ بِعِبَادَتِهِمْ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب غیر اللہ کو پوجنے والوں کی طرف راجع ہے۔ يَكُوْنُوْنَ

میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب پھر معبودان باطل کے لئے ہے۔ اور عَلَیْهِمْ میں هِمْ ضمیر کا مرجع وہی غیر اللہ کو پوجنے والے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔

وہ معبودانِ باطل ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور (الٹے) ان کے دشمن ہوجائیں گے۔

۱۹: ۸۳ = تَؤُزُّهُمْ: (وہ شیاطین) ان کو ابھارتے ہیں۔ اَزَّ یَؤُزُّ (باب نصر) مضارع واحد مؤنث غائب اَزٌّ مصدر۔ جس کے اصل معنی دیگ کے جوش مارنے کے ہیں۔ اور پھر اسی مناسبت سے ورغلانے۔ ابھارنے۔ ترغیب دلانے۔ آپس میں گتھ جانے اور اوپر اچھال دینے کے بھی آتے ہیں۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافرین کی طرف راجع ہے اور ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب شیاطین کے لئے ہے۔ وہ شیاطین ان کافروں کو (اسلام کے خلاف) خوب ابھارتے رہتے ہیں۔ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۹: ۸۴ = فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ پس عجلت نہ کیجئے ان پر (نزول عذاب کے لئے)

= نَعُدُّ۔ مضارع جمع متکلم۔ عَدٌّ مصدر (باب نصر) ہم شمار کر رہے ہیں عَدًّا مصدر کو دوبارہ لاکر فعل زیادہ پُرزور بنایا گیا ہے۔

نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ ہم ان کی مہلت کے ایک ایک دن کو گن رہے ہیں یا۔ ہم ان کی کارکردگیوں کو ایک ایک کر کے شمار کر رہے ہیں۔ نہ تو گنتی سے کوئی چیز چھپ سکے گی۔ اور نہ مہلت میں ذرہ برابر کمی بیشی کی جا سکے گی۔

۱۹: ۸۵ = وَفْدًا۔ مصدر۔ مہانی۔ وَافِدٌ۔ مہمان یا کسی قوم کا نمائندہ یا قاصد اس کی جمع وَفْدٌ وُفُودٌ وِفَادٌ۔ وَاَوْفَادٌ۔ وَفَدَ یَفِدُ (ضرب) وَفْدٌ الی الامیر۔ وفد بن کر آنا۔ قاصد بن کر آنا۔ چونکہ وافد مرسل الیہ کی طرف بطور مہمان جاتا ہے لہٰذا جمہور مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں۔ یعنی متقی لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور بطور مہمان حاضر ہوں گے۔ وَفْدًا بمعنی جماعتوں کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ یا رُکبانًا عَلٰی نَجَائِبِ طَاعَتِهِمْ۔ یعنی اپنی بہترین طاعتوں کی سواریوں پر سوار ہو کر حاضر ہوں گے (ان کے نیک اعمال اس دن نہایت خوبصورت سواریوں کی صورت میں حاضر ہوں گے)

= نَسُوْقُ۔ مضارع جمع متکلم سَوْقٌ مصدر (باب نصر) ہم ہانک لائیں گے۔
= وِرْدًا۔ جمع۔ اس کا واحد وَارِدٌ ہے جیسے وَفْدٌ کا واحد وَافِدٌ اور رَکْبٌ کا رَاکِبٌ ہے۔ وَارِدٌ پانی پر پہنچنے والے کو کہتے ہیں اور پانی لینے یا پینے کے لئے پانی پر پہنچنے والا پیاسا ہوتا ہے اس لئے وَارِدٌ کا ترجمہ پیاسا کیا جاتا ہے۔ وِرْدًا منصوب بوجہ حال ہے۔ پیاسوں کی طرح
۱۹: ۸۷۔ لَا یَمْلِکُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مِلْكٌ مصدر (باب ضرب) وہ اختیار نہیں رکھیں گے۔ ضمیر فاعل کا مرجع مجرمین ہیں۔ لَا یَمْلِکُوْنَ سے کفار کی شفاعت کی نفی اور اِلَّا سے اہل ایمان کی شفاعت کا اثبات ہے۔ ای ھٰؤلاء الکفار لا یملکون الشفاعۃ لاحد والمسلمون فیملکون الشفاعۃ۔ یہ کفار کسی کی شفاعت حاصل نہ کر سکیں گے جب کہ مسلمانوں کو شفاعت حاصل ہوگی۔
= مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ جس نے خداوند رحمٰن سے وعدہ لے رکھا ہے۔ عہد سے یہاں مراد اذن۔ اجازت یا اس سے مراد عہد توحید و نبوت ہے۔ یعنی جس نے ایمان و یقین کے ساتھ قولاً و عملاً یہ اقرار کیا: اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ۔
۱۹: ۸۹ = اِدًّا۔ اچھنبا۔ بھاری بوجھ۔ نازیبا اور ناپسندیدہ بات۔ ایسی نہایت ناپسندیدہ بات جس سے ہنگامہ بپا ہو جائے۔
یہ اَدَّتِ النَّاقَةُ تَئِدُّ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں اونٹنی (اپنے بچے کی جدائی میں) سخت روئی اور ہنگامہ کیا۔ اَلْاَدِیْدُ۔ شور۔ ہنگامہ۔
۱۹: ۹۰ = تَكَادُ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كَادَ يَكَادُ كَوْدٌ سے اس کے معنی ہیں کام کرنے کے قریب ہونا اور نہ کرنا۔ جیسے كَادَ يَضْرِبُ وہ مارنے ہی والا تھا مگر مارا نہیں۔ یا قرآن حکیم میں ہے يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے۔ یہاں بھی بمعنی "قریب ہے" آیا ہے۔
= يَتَفَطَّرْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب تَفَطُّرٌ (تفعل) مصدر پھٹ جاویں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آیا ہے جیسے اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳: ۱۸) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ تَكَادُ يَتَفَطَّرْنَ قریب ہے کہ پھٹ جاویں یا شق ہو جائیں۔

= مِنْهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کفار کا قول اِتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ہے
= تَنْشَقُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب وہ پھٹ جائے۔ وہ شق ہو جائے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا وہ پھٹتی ہے۔ شق ہوتی ہے۔ یا ہو جائے گی۔ اِنْشِقَاقٌ اِنْفِعَالٌ مصدر
= تَخِرُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ خَرَّ یَخِرُّ (ضَرَبَ) خَرٌّ وخَرِیْرٌ۔ وہ گر پڑے۔ وہ گر پڑتی ہے وہ گر پڑیگی۔ خَرِیْرٌ کسی چیز کا آواز کے ساتھ نیچے گرنے کے ہیں اَلْخَرِیْرُ۔ پانی وغیرہ کی آواز کو کہتے ہیں جو اوپر سے گر رہا ہو۔
= هَدًّا۔ مصدر بمعنی اسم مفعول۔ گرایا ہوا۔ منہدم۔ ڈھیا ہوا۔ یا یہ مفعول مطلق ہے اور تَخِرُّ فعل اس کا عامل ہے۔

اَلْهَدُّ کے معنی کسی چیز کو زور کی آواز کے ساتھ گرا دینے یا کسی بھاری چیز کے گر پڑنے کے ہیں۔ کسی چیز کے گر پڑنے کی آواز کو هَدَّةٌ کہتے ہیں۔

وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

۱۹:۹۱ = اَنْ۔ مصدریہ ہے۔ کہ۔ اس بات پر کہ۔
= دَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے اس واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف حذف ہو گیا۔ دَعَوْا رہ گیا۔ دُعَاءٌ باب نصر مصدر۔ پکارنا۔ دعویٰ کرنا۔ آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اس بات پر کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا۔

۱۹:۹۲ = مَا یَنْبَغِیْ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب اِنْبِغَاءٌ اِنْفِعَالٌ مصدر۔ لائق نہیں ہے۔ زیبا نہیں ہے۔ نہیں ہو سکتا۔ سزاوار نہیں ہے۔
۱۹:۹۳ = اٰتِیْ۔ آنے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِتْیَانٌ مصدر۔ جب اس کا تعدیہ بِ کے ساتھ ہو تو معنی لانے والے کے ہوں گے۔
= عَبْدًا۔ حال ہے اٰتِیْ کا۔ عاجزی۔ انکساری۔ اور خشوع خضوع کے ساتھ۔

اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ حاضر ہونے والا ہے رحمٰن کے روبرو ایک عاجز وحقیر بندہ کی حالت میں۔

۱۹:۹۴ = اَحْصٰهُمْ۔ اس نے ان کو گن رکھا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
= عَدَّهُمْ عَدًّا۔ اس نے ان کو خوب اچھی طرح گن رکھا ہے۔

۱۹: ۹۵ == اٰتِيْهِ ۔ اٰتِیْ آنیوالے۔ پیش ہونے والا۔ مضاف ہٖ مضاف الیہ اس کے پاس آنے والا۔

== فَرْدًا۔ تنہا۔ اکیلا۔

۱۹: ۹۶ == وُدًّا۔ محبت۔

== يَسَّرْنٰهُ۔ ہم نے اسے آسان کر دیا ہے۔ تَيْسِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ سے مراد القرآن ہے۔

== بِلِسَانِكَ۔ تیری زبان میں۔ ای بلسانك العربي المبين

== لُدًّا۔ بہت جھگڑالو۔ جمع ہے۔ اس کا واحد اَلَدُّ ہے اس کا مادہ لَدَدٌ ہے۔ گردن کے دائیں بائیں پہلو کو لَدَدٌ کہتے ہیں۔ شَدِيْدُ اللَّدَدِ وہ شخص جس کی گردن کو کوئی پھیر نہ سکے۔ مراد وہ آدمی جس کو اس کے ارادہ سے باز نہ رکھا جا سکے۔ جس کو کوئی راستی پر نہ لا سکے۔ لَدَّ اس نے سخت جھگڑا کیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲: ۲۰۴) اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔ قَوْمًا لُدًّا۔ جھگڑالو لوگ جھگڑالو قوم۔

۱۹: ۹۸ == تُحِسُّ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِحْسَاسٌ اِفْعَالٌ مصدر تو محسوس کرتا ہے۔ تو آہٹ پاتا ہے۔ تو دیکھتا ہے۔

== رِكْزًا۔ کھٹکا۔ آہٹ۔ پوشیدہ آواز۔ آہستہ آواز۔ بھنک۔ اسم ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۲۰) سُوْرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ (۴۵)

۲۰: ۱ = طٰہٰ۔ حروف مقطعات
= لِتَشْقٰۤی۔ لام تعلیل کے لئے ہے تَشْقٰی مضارع واحد مذکر حاضر شَقَاوَۃٌ مصدر۔ (باب سمع) شقاوت۔ سعادت کی ضد ہے۔ اس کے معنی ہیں تکلیف میں پڑنا۔ جیسے فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (۲۰: ۱۲۳) نہ وہ بھٹکے گا۔ اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا۔
یا کمبختی جیسے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳: ۱۰۶) اے ہمارے رب ہم پر ہماری کم بختی نے زور کیا۔
لِتَشْقٰۤی۔ کہ تو مشقت میں پڑے۔ کہ تو تکلیف و تعب اٹھائے۔ اس تکلیف اور تعب کی دو صورتیں ہیں۔
ایک تو آپ کا کافروں کے ردّ و انکار پر حزن و ملال۔
دوم۔ راتوں کو آپ کا قرأت قرآن میں طویل قیام یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہوجاتے
پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا۔
کہ کفار کے راہِ حق کو تسلیم نہ کرنے پر اس قدر کبیدہ خاطر نہ ہوں کہ زندگی دوبھر ہوجائے آپ کا کام تذکیر و تبلیغ ہے اور جگہ ارشادِ ربانی ہے فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ط (۱۸: ۶) شاید آپ ان کے (اعراض کے پیچھے) غم سے اپنی جان دیدیں گے۔
دوسری صورت میں یہ کہ۔ اپنے آپ پر اتنی سختی کی ضرورت نہیں بلکہ آسانی سے جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے۔ جیسے ارشاد ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۷۳: ۲۰) سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔

۲۰ : ۳ = اِلَّا ۔ حرف استثناء
= تَذْكِرَةً ۔ مستثنیٰ منقطع (بدیں وجہ منصوب) ای ما انزلناہ لشقائك لٰكن تذكيرًا ۔ یعنی ہم نے قرآن کو تمہاری مشقت کے لئے نہیں بلکہ نصیحت و موعظت کے لئے اتارا تھا۔
= لِمَنْ يَّخْشٰى ۔ اس کے لئے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۷۹ : ۴۵) آپ تو صرف اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو اس سے خوف رکھتا ہو۔
۲۰ : ۴ = تَنْزِيْلًا ۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ کا (بروزن تفعیل مصدر ہے بمعنی اتارنا ۔ نازل کرنا یا بہ فعل مقدر نَزَّلَ کا مفعول مطلق ہے ای نَزَّلَ تَنْزِيْلًا۔
= اَلْعُلٰى ۔ كُبْرٰى کے وزن پر اَلْعُلْيَا (اَلْاَعْلٰى کی تانیث) کی جمع ہے ۔ بلند، اونچا، بلند و بالا ۔ یہ سَمٰوٰت کی صفت ہے
۲۰ : ۵ = اَلرَّحْمٰنُ ۔ ای هُوَالرَّحْمٰنُ
= اِسْتَوٰى ۔ وہ ٹھہرا ۔ اس نے قصد کیا ۔ اس نے قرار پکڑا ۔ وہ قائم ہوا ۔ وہ سنبھل گیا ۔ وہ بڑھا ۔ وہ سیدھا ہوا ۔ استواء (استفعال) مصدر ۔ استواء کے جب دو فاعل ہوں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے ہوتے ہیں ۔ جیسے لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹ : ۲۰) دوزخ کے لوگ اور جنت کے لوگ برابر نہیں ۔
اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۔ یعنی تخت حکومت پر اس طرح قابض و متمکن ہے کہ اس کا کوئی حصہ یا کوئی گوشہ اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر نہیں اور اس کے قبضہ و تسلط میں نہ کوئی مزاحمت ہے نہ کوئی گڑبڑ ۔ سب کام و انتظام بدرجۂ اتم درست ہے ۔ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں ۔
۲۰ : ۶ = اَلثَّرٰى ۔ ثرىٰ خاک نمناک، گیلی مٹی ۔ سیلی زمین کو کہتے ہیں ۔ عام زمین کے نیچے گیلی مٹی ہے اور گیلی مٹی سے بھی نیچے سے مراد زمین کی اتھاہ گہرائیاں ہیں۔
۲۰ : ۷ = تَجْهَرْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر حاضر ۔ تو آواز بلند کرے یا کرتا ہے یا کرے گا ۔ جهر ۔ بلند آواز سے یا عیاں طور پر۔
الجهر کے اصل معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا حاسۂ بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر و نمایاں ہونے کے ہیں ۔ چنانچہ حاسۂ بصر کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (۲:۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور حاسّہ سمع کے متعلق آیت ہذا: اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی کو بھی جانتا ہے۔

= السِّرَّ۔ اس بات کو کہتے ہیں جو دل میں پوشیدہ ہو یہ اعلان کی ضد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (۲:۲۷۴) پوشیدہ اور ظاہر۔

= اَخْفٰى۔ خِفَاءٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پوشیدہ۔ یعنی وہ جس کا علم مجھ کو بھی نہ ہو۔

۲۰: ۸ = اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔ موصوف وصفت۔ اچھے اچھے نام۔

۲۰: ۱۰ = اُمْكُثُوْا۔ مَكَثَ يَمْكُثُ مَكْثٌ (باب نصر) سے فعل امر جمع مذکر حاضر تم ٹھہرو۔ تم ٹھہرے رہو۔

= اٰنَسْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ انس مادہ۔ اٰنَسَ يُؤْنِسُ اِيْنَاسٌ (افعال) انوس کرنا۔ اٰنَسَ الشَّيْءَ کسی چیز کو دیکھنا۔ اٰنَسْتُ میں نے دیکھی ہے۔

اَنِسَ (سمع) اَنُسَ (کرم) اَنَسَ (ضرب) اُنْسًا۔ مانوس ہونا۔ اسی سے اُنْسٌ محبت۔ مُؤْنِسٌ۔ اُنس دینے والا۔

= لَعَلِّيْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم۔ شاید میں۔

= قَبَسٍ۔ اَلْقَبَسُ۔ آگ کا شعلہ۔ یا اس کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے۔ اَلْقَبْسُ (ضرب) مصدر۔ قَبَسَ مِنْهُ النَّارَ آگ کو بصورت شعلہ لینا۔ قَبَسَ الْعِلْمَ علم سے فائدہ اٹھانا۔ اقتبس (باب افتعال) علم وہدایت سے فائدہ اٹھانا۔ علم حاصل کرنا نیز اس کے معنی بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ۔ (۵۷:۱۳) ہماری طرف نظر شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں لَعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ۔ شاید میں اس آگ میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لے آؤں۔

= عَلَى النَّارِ۔ ای عند النار۔ آگ کے پاس۔

= هُدًى۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی هَدٰى يَهْدِيْ کا۔ بطور اسم بمعنی الهادی ہے۔ ہدایت دینے والا۔ راہنمائی کرنے والا۔ راستہ بتانے والا۔

۲۰: ۱۱ = نُوْدِيَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر۔ اس کو پکارا گیا۔ اور جگہ

قرآن مجید میں آیا ہے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (۶۲:۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے۔

۲۰:۱۲ = فَاخْلَعْ۔ خَلْعٌ (باب فتح) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ پس تو اتار ڈال
= نَعْلَیْكَ۔ تیرے دونوں جوتے۔ اپنے دونوں جوتے۔ نَعْلَیْنِ تثنیہ منصوب۔ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت کے گر گیا
= طُوًی۔ طُوًی ایک وادی کا نام ہے

۲۰:۱۳ = اِخْتَرْتُكَ۔ ماضی واحد متکلم اِخْتِیَارٌ (افتعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔
= فَاسْتَمِعْ۔ پس خوب (کان لگا کر) سن۔ اسْتِمَاعٌ افتعال) فعل امر واحد مذکر حاضر اِسْتِمَاعٌ کے معنی غور سے سننے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَمِنْهُمْ مَنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ (۴۲:۱۰) اور ان میں بعض ایسے ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں۔
= لِمَا۔ میں لام کا تعلق یا اِخْتَرْتُكَ سے ہے کہ جو وحی کیا جاتا ہے اس کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا ہے یا اس کا تعلق استمع سے ہے کہ جو وحی کیا جاتا ہے اسے خوب دھیان سے سنو۔
= یُوْحٰی۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وحی مادّہ۔ وحی کی جاتی ہے۔

۲۰:۱۵ = اَكَادُ اُخْفِیْهَا۔ اَكَادُ۔ كَادَ یَكَادُ كَوْدٌ سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے یہ افعال مقاربہ میں سے ہے کسی فعل کے قریب الوقوع ہونے کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ یہاں بمعنی اُرِیْدُ میں ارادہ رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے
اُخْفِیْ مضارع واحد متکلم اَخْفٰی یُخْفِیْ اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر سے ہے ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب الساعۃ کے لئے ہے۔ اُخْفِیْهَا۔ میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔
= لِتُجْزٰی لام تعلیل کے لئے ہے تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب تاکہ وہ جزا دی جائے تاکہ اسے بدلہ دیا جائے ضمیر کا مرجع كُلُّ نَفْسٍ ہے۔ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی۔ تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ مل جائے۔ لِتُجْزٰی کا تعلق اٰتِیَۃٌ سے ہے اَكَادُ اُخْفِیْهَا کا جملہ جملہ معترضہ ہے۔

۲۰: ۱٦ = فَلَا یَصُدَّنَّکَ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ برائے تاکید۔ صَدٌّ سے کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ پس ہر گز تجھے نہ روک دے۔ ضمیر فاعل کا مرجع مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا ہے۔

= عَنْهَا ای عن تصدیق الساعۃ قیامت کی تصدیق سے۔ ھا ضمیر کا مرجع الساعۃ ہے۔

= فَتَرْدٰی ۔ میں ف سببیہ ہے۔ تَرْدٰی مضارع واحد مذکر حاضر رَدِیَ یَرْدٰی (باب سمع) رَدًی مصدر بمعنی ہلاک ہونا۔ فَتَرْدٰی ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے

۲۰: ۱۸ = اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا ۔ تَوَکُّؤٌ (تفعل) مصدر ہے مضارع واحد متکلم ۔ تَوَکَّأَ یَتَوَکَّأُ تَوَکُّؤٌ ٹیک لگانا۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی (اس کے) سہارے ٹیک لگانا۔ اَتَوَکَّأُ عَلَیْهَا ۔ میں اس (عصا) پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اس پر سہارا لگاتا ہوں۔

اَلْوِکَاءُ کے معنی کسی چیز کے سربند کے ہیں اور کبھی وِکَاءٌ اس ظرف کو بھی کہہ دیا جاتا ہے جس میں کوئی چیز ڈال کر اس کا منہ باندھ دیا گیا ہو۔ اسی سے اَوْکَأْتُ فُلَانًا جس کے معنی کسی کے لئے تکیہ لگا دینے کے ہیں تَوَکَّأَ عَلَی الْعَصَا ۔ اس نے عصا پر ٹیک لگائی اور اس سے قوت حاصل کی۔

= اَهُشُّ ۔ هَشَّ یَهُشُّ هَشًّا (باب نصر) سے مضارع واحد متکلم ہیں پتے جھاڑتا ہوں۔ اَلْهَشُّ کے معنی بھی هَزٌّ کی طرح کسی چیز کو حرکت دینے کے ہیں لیکن یہ کسی نرم چیز کو حرکت دینے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے هَشَّ الْوَرَقَ درخت سے پتے جھاڑنا۔

= عَلٰی غَنَمِیْ ۔ اپنی بکریوں کے لئے۔

= فِیْهَا میں ھا ضمیر کا مرجع عصا ہے۔

= مَاٰرِبُ ۔ مَاْرَبَةٌ کی جمع ہے ۔ ضرورتیں ۔ حاجتیں۔ اَرَبٌ سخت حاجت کہ بغیر تدبیر کے پوری نہ ہو سکے۔ اَرَبٌ اُرْبَةٌ اِرْبَةٌ مَارَبَةٌ مصدر ہیں۔ بمعنی سخت حاجتمند ہونا۔

۲۰: ۱۹ = اَلْقِهَا ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو اس کو ڈال دے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب عصا کے لئے ہے۔ اَلْقٰی اس نے ڈال دیا۔ اِلْقَاءٌ مصدر۔

٢٠:٢٠ = حَيَّةٌ سانپ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے اس کی جمع حَيَّاتٌ ہے
= تَسْعٰى ۔ سَعْىٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ دوڑتی ہے۔ وہ کوشش کرتی ہے۔ فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۔ بس اچانک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔
٢٠:٢١ سَنُعِيْدُهَا ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے نُعِيْدُ اِعَادَةٌ (افعال) سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے ۔ہم لوٹا دیں گے۔ ہم لوٹا کر پھر کر دیں گے۔ هَا کا مرجع حَيَّةٌ ہے ۔
= سِيْرَتَهَا ۔ اس کی سیرت اس کی حالت ۔ مضاف مضاف الیہ ۔
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۔ ہم ابھی اسے اس کی پہلی حالت کی طرف پھیر دیں گے ۔
٢٠:٢٢ = اُضْمُمْ ۔ ضَمَّ يَضُمُّ ضَمٌّ سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو ملالے اَلضَّمُّ (نصر) دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو باہم ملا دینا ۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اپنے بازو کو اپنے بغل سے ملا لو۔
ضَمَّ الشَّيْءَ اِلَيْهِ اپنی طرف کھینچنا ۔ ضَمَّ عَلَى الشَّيْءِ قبضہ کرنا ۔ ضَمَّهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ گلے ملنا ۔ معانقہ کرنا ۔
= جَنَاحِكَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تیرا بازو ۔ تیرا پہلو ۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے ملالے مجاہد نے اِلٰى بمعنی تَحْتَ لیا ہے اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے ملا لو۔ جناح واحد ہے اس کی جمع اَجْنِحَةٌ ہے ۔ جناح پرندے کے بازو کو بھی کہتے ہیں مادہ ج ن ح سے ۔ جُنَاحٌ جمع جُنُوْحٌ بمعنی گناہ ہے
= تَخْرُجْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مؤنث غائب ۔ خُرُوْجٌ سے وہ نکلے گی ۔ ضمیر فاعل کا مرجع يَدَكَ ہے عربی میں يَدٌ مؤنث ہے ۔
= بَيْضَاءَ سفید ۔ بَيَاضٌ مصدر سے صفت مشبہ واحد مؤنث اس کا مذکر اَبْيَضُ جمع بِيْضٌ ہے یہ ضمیر فاعل تَخْرُجْ سے حال ہے
= مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۔ سُوْٓءٍ ۔ برائی ۔ عیب ۔ برا کام ۔ بغیر کسی عیب کے ۔ بغیر کسی مرض کے
= اٰيَةً اُخْرٰى ۔ دوسرا معجزہ یا تو اٰيَةً ۔ بَيْضَاءَ طرح ضمیر تخرج سے حال ہے اور بدیں منصوب ہے ۔ یا فعل مضمر خُذْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔
٢٠:٢٣ = لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۔ لام تعلیل کا ہے تاکہ ۔ اس لئے کہ ۔ نُرِيَ مضارع ۔ جمع متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔ مِنْ بمعنی لبعض ۔ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى موصوف صفت ۔ ہماری بڑی بڑی نشانیاں ۔ یعنی ہم نے عصا اور ید بیضاء کے معجزے اس لئے عطا کئے

تاکہ اپنی بڑی بڑی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں آپ کو دکھائیں۔

۲۰: ۲۴ = طَغٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے سر اٹھایا۔ طَغٰی یَطْغٰی (فتح) اور طَغِیَ یَطْغٰی (سمع) طُغْیَانٌ مصدر۔ طَغَی الرَّجُلُ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر گیا۔ طَغَی الْمَاءُ پانی کا بلند ہوجانا۔ اِنَّہٗ طَغٰی وہ بے حد سرکش ہو چکا ہے۔

۲۰: ۲۵ = رَبِّ۔ ای رَبِّیْ۔ اے میرے رب۔

= اِشْرَحْ۔ شَرْحٌ مصدر سے (باب فتح) فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو کھول دے تو کشادہ کر دے۔ شَرَحْتُ اللَّحْمَ و شَرَّحْتُہٗ کے اصل معنی گوشت (وغیرہ کے لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ کر) پھیلانے کے ہیں اسی سے شرح صدر ہے یعنی نورِ الٰہی اور سکون و اطمینان کی وجہ سے سینے میں وسعت پیدا ہوجانا۔ اور جگہ ارشاد ربانی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (۹۴: ۱) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا۔

۲۰: ۲۶ = یَسِّرْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر تَیْسِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر تو آسان کر دے

۲۰: ۲۷ = اُحْلُلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو کھول دے۔ حَلَّ یَحُلُّ حَلٌّ (نصر) بمعنی گرہ کشائی۔

= عُقْدَۃً۔ گرہ۔ لکنت۔ رکاوٹ۔ بندش۔ عَقْدٌ سے جس کے معنی باندھنے کے ہیں وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔

۲۰: ۲۸ = یَفْقَھُوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع مذکر غائب فِقْہٌ مصدر (باب سمع) کہ وہ (لوگ) سمجھ سکیں۔ مضارع منصوب بھی اسی طرح لکھا جائے گا۔

۲۰: ۲۹ = وَزِیْرًا۔ اَلْوِزْرُ کے معنی بارگراں کے ہیں۔ اور یہ معنی وَزَرٌ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی پہاڑ میں جائے پناہ کے ہیں وَزِیْرٌ وِزْرٌ سے۔ صیغہ صفت ہے وَزِیْرٌ وہ شخص جو امیر کا بوجھ اور اس کی ذمہ داریاں اٹھائے ہوتے ہو اور اس کے عہدہ کو وزارت کہا جاتا ہے۔ وَزِیْرٌ۔ معین۔ مددگار۔

۲۰: ۳۱ = اُشْدُدْ۔ شَدٌّ مصدر (باب نصر، ضرب) سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو سخت کر دے۔ تو مضبوط کر دے۔ اُشْدُدْ بِہٖ یعنی اس کے وزیر ہونے سے میری قوت کو یا میری کمر کو مضبوط کر دے۔

= اَزْرِیْ۔ مضاف مضاف الیہ اَزْرٌ کا مطلب قُوَّت ہے نیز پشت کے اس حصہ کو

کہتے ہیں جہاں ازاربند (تہبند) باندھا جاتا ہے یعنی کمر۔ ازار بند۔ نیفا۔ نالا) بھی اسی سے ہے ۔
اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ اس کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دے
۲۰: ۳۳ = كَيْ۔ مضارع کو نصب دیتا ہے اسی وجہ سے نُسَبِّحَكَ وَنَذْكُرَكَ منصوب ہیں۔ تاکہ ہم خوب کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور تیرا ذکر کریں
۲۰: ۳۶ = اُوْتِيْتَ ۔ اِيْتَاءٌ (باب افعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔ تجھ کو دیا گیا تجھ کو عطا کیا گیا۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (۲: ۲۴۷) اور اسے مال کی فراخی نہیں دی گئی۔
قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ ۔ تمہاری درخواست منظور کی گئی۔ تمہارا سوال منظور کیا گیا یعنی جس کا تم نے سوال کیا تھا وہ تمہیں عطا کیا گیا۔
۲۰: ۳۷ = مَنَنَّا ۔ مَنٌّ مصدر سے ماضی جمع متکلم (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی اَلْمِنَّةُ جمع اَلْمِنَنُ احسان۔ مہربانی۔ نعمت۔ یہ دو طرح سے ہے ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (۳: ۱۶۴) خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں ہے۔
دوسرا معنی منت بالقول ہے جیسے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (۲: ۲۶۴) اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کریں۔
= مَرَّةً اُخْرٰى ۔ اور ہم نے ایک مرتبہ پہلے بھی تم پر احسان کیا تھا۔ یہاں ایک بار سے مراد شمار نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں خداوند تعالیٰ صرف ایک احسان ہی نہیں فرمایا تھا بلکہ متعدد احسانات کئے جن کا ذکر آگے آیا ہے۔ یہاں ایک بار سے مراد یہ ہے کہ اب ہم آپ کو مانگنے پر عطا کر رہے ہیں اور اس سے قبل ہم بن مانگے ہی آپ پر احسانات کر رہے ہیں۔
مَرَّةً اُخْرٰى سے مراد یہ مؤخر الذکر احسانات ہیں یا مرۃً اخرٰی سے مراد یہ نئی درخواست کا قبول کرنا ہے۔ یعنی ہم نے پہلے بھی تم پر احسانات کئے ہیں اور یہ ایک بار پھر تم پر احسان کیا ہے کہ حضرت ہارونؑ کو نبی بنا کر تمہارے ساتھ کر دیا ہے (پھر اس کے بعد گذشتہ احسانات کا ذکر ہے)
۲: ۳۸ = اَوْحَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے وحی کی۔ اِيْحَاءٌ مصدر (افعال) یہاں اَوْحَيْنَا سے مراد اَلْهَمْنَا ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی
= مَا يُوْحٰى ۔ جو وحی (کی) کی جاتی ہے۔ جو الہام کرنے کی بات تھی جو الہام ہی کئے جانے کے قابل تھی۔ يُوْحٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب وحی کیا جاتا ہے الہام کیا جاتا ہے۔

اندرونی القاء کیا جاتا ہے۔

۲۰: ۳۹ == اَنۡ ۔ کہ یعنی ہم نے جو الہام کیا وہ یہ تھا کہ

== اِقۡذِفِیۡهِ ۔ اِقۡذِفِیۡ ۔ قَذۡفٌ سے (باب ضَرَبَ) فعل امر واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اِقۡذِفِیۡ تو ڈال دے۔ تو پھینک دے۔ اِقۡذِفِیۡهِ تو اس کو ڈال دے

اَلۡقَذۡفُ (ضرب) کے معنی دور پھینکنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ (۳۳ : ۲۶) اور اس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ اور یُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوۡرًا (۳۷ : ۸) اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔

قَذۡفٌ بطور استعارہ عیب لگانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

== التَّابُوۡتِ ۔ صندوق۔

== فَاقۡذِفِیۡهِ ۔ اور اس کو ڈال دے۔ یہاں ہٖ ضمیر مفعول کا مرجع یا تو حضرت موسیٰ ہیں یا التَّابُوۡتُ یعنی پھر تابوت کو (جس میں حضرت موسیٰ کو رکھا گیا ہے) دریا میں ڈال دے۔

== اَلۡیَمِّ ۔ البحر۔ مراد دریائے نیل ہے۔

== یَاۡخُذۡهُ ۔ یَاۡخُذۡ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب وہ اس کو لے لیگا۔ وہ اس کو پکڑ لے گا۔ ضمیر کا مرجع تابوت بھی ہو سکتا ہے اور حضرت موسیٰ بھی۔ لیکن عَدُوٌّ لَّهٗ میں چونکہ ضمیر کا مرجع صریحاً حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے لہٰذا یَاۡخُذۡهُ میں بھی ترجیحاً اس ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ ہی ہیں۔

== فَلۡیُلۡقِهِ ۔ پس ڈال دیگا اس کو۔ پھینک دے گا اس کو۔ اِلۡقَاءٌ مصدر (افعال)

== وَ اَلۡقَیۡتُ ۔ اِلۡقَاءٌ سے ماضی واحد متکلم۔ میں نے ڈالا۔ میں نے ڈال دیا۔ اَلۡقَی الشَّیۡءَ اِلَی الۡاَرۡضِ ۔ زمین پر پھینکنا۔ اَلۡقٰی اِلَیۡهِ السَّمۡعَ اس نے اس کی طرف کان لگایا یعنی اس کی بات سنی اَلۡقٰی عَلٰی کسی پر مہربانی کرنا۔

اَلۡقَیۡتُ عَلَیۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّیۡ میں نے اپنی جناب سے تم کو محبت عطا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس سے محبت کی اور خلقت کے لئے حبیب بنا دیا۔

ابن عطیہ کے مطابق اپنے جمال کا پرتو اس پر ڈالا کہ جو دیکھے محبت کئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت قتادہ کے نزدیک: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ایسی ملاحت تھی کہ جو بھی اُن کو دیکھتا تھا محبت وعشق کے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

فَائِدَہ: اِقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ سے لے کر عَدُوٌّ لَّہٗ تک وہ مضمون بیان ہوا جو اُمِّ موسیٰ ؑ کو الہام کیا گیا تھا۔ اب پھر خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے کہ ہم نے اپنی جناب سے تجھے سب کی نگاہوں میں پُرکشش بنا دیا کہ خود تمہارا دشمن تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دے اور خود تمہاری پرورش پر مجبور ہو جائے۔ دیگر یہ کہ تمہاری پرورش عین ہماری آنکھوں کے سامنے ہو

= لِتُصْنَعَ۔ تُصْنَعَ۔ تو تیار ہوئے۔ تو پرورش کیا جائے۔ صَنْعٌ سے۔ مضارع مجہول واحد مذکر حاضر وَ لِتُصْنَعَ معطوف ہے اور اس کا عطف فعل مقدرہ پر ہے ای وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً لِتُحَبَّ وَلِتُصْنَعَ۔

= عَلٰی عَیْنِیْ۔ میری نظروں کے سامنے عَیْنِیْ میں اضافت تشریف واختصاص کے لئے ہے۔ ورنہ تو اپنے عام معنی میں: دنیا کی ساری موجودات پروردگار عالم کی نگرانی میں رہتی ہیں۔

۲۰: ۴۰ = اِذْ تَمْشِیْ۔ یہ اِذْ اَوْحَیْنَا کا بدل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا (موقعہ پر) چلے جانا بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان تھا کہ اس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ ؑ کی رضاعت ان کی والدہ کے سپرد ہوئی۔ اِذْ تَمْشِیْ۔ جب وہ چلتی چلتی آگئیں۔

= فَتَقُوْلُ۔ پھر کہا۔ پھر کہنے لگی۔ یعنی جب اہل خانہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کسی دائی کی تلاش میں تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ پینے کے لئے تیار نہ تھے تو ان کی بہن نے جو وہاں آگئی تھی کہا هَلْ اَدُلُّکُمْ الخ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہوا ہے وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّکُمْ الخ (۲۸: ۱۲) اور ہم نے حرام کر دیں اس پر ساری دودھ پلانے والیاں اس سے پہلے۔ تو حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا کہ کیا میں تمہیں پتہ دوں ..... الخ۔

= اَدُلُّکُمْ عَلٰی۔ میں تمہاری (کسی ایسے شخص کی طرف) رہنمائی کروں۔ پتہ دوں۔

= یَکْفُلُہٗ۔ اس کی کفالت کرے۔ اس کی پرورش کرے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= تَقَرَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یا یہ قُرَّۃٌ وقُرُوْرٌ سے باب سمع ہے جس کے معنی خوشی کے مارے آنکھیں روشن ہو جانے اور ٹھنڈی رہنے کے ہیں۔ یا قَرَارٌ سے ہے جس کے

معنی قرار پکڑنے اور سکون پانے کے ہیں۔ مضارع منصوب بوجہ عمل کَیْ کے ہے۔ ترجمہ: تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہے۔

= لَا تَحْزَنَ۔ مضارع منفی واحد مونث غائب۔ حُزْنٌ سے (باب سمع) سے کَیْ کی وجہ سے منصوب ہے (تاکہ) وہ (عورت) غمگین نہ ہووے۔

= فَنَجَّيْنٰكَ۔ پس ہم نے تجھے نجات دی۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= فَتَنّٰكَ۔ فَتَنَّا۔ ماضی جمع متکلم (باب ضرب) ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ فُتُوْنًا۔ مصدر۔ تاکید کے لئے لایا گیا۔ ہم نے تجھے خوب آزمائشوں میں ڈالا۔

= عَلٰى قَدَرٍ۔ وقتِ مقررہ۔ عین وقت پر۔ وقتِ مقدر (عمر و تربیت کے لحاظ سے موزوں وقت۔ یا عمر کا وہ وقت جو نبوت کے لئے علمِ الٰہی میں مقرر تھا۔

جریر نے عمر بن عبدالعزیز کی مدح میں کہا ہے ؎

نال الخلافة اذكانت له قدرا ۔

كما اتى ربه موسىٰ على قدر ۔

٢٠: ٤١ = اِصْطَنَعْتُكَ۔ ماضی واحد متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (باب افتعال)، میں نے تم کو بنایا۔ اِصْطِنَاعٌ مصدر جس کے معنی کسی شے کی درستی اور بنانے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ۔ اى اِخْتَرْتُكَ وَاصْطَفَيْتُكَ لِنَفْسِيْ میں نے تجھے خاص طور پر اپنے لئے بنایا ہے۔ میں نے تجھے اپنا بنالیا ہے۔ میں نے تجھے منتخب کرلیا اپنے لئے۔

٢٠: ٤٢ = وَلَا تَنِيَا۔ فعل نہی۔ تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں سست نہ ہو۔ وَنْيٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ)

٢٠: ٤٣ = طَغٰى۔ وہ سرکش ہوگیا ہے (نیز ملاحظہ ہو ٢٠: ٢٤)

٢٠: ٤٤ = قُوْلَا۔ فعل امر، تثنیہ مذکر حاضر۔ قَوْلٌ مصدر۔ تم دونوں کہو۔ تو تم دونوں گفتگو کرو

= قَوْلًا لَّيِّنًا۔ موصوف صفت۔ نرم گفتگو۔ نرم کلام۔ لَيِّنٌ کی جمع لَيِّنُوْنَ اور اَلْيِنَاءُ ہے لَانَ يَلِيْنُ لِيْنٌ (باب ضرب) نرمی کرنا۔ نرم ہونا۔

= لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ۔ شاید وہ نصیحت قبول کرے۔ یہاں لَعَلَّ تعلیل کے لئے ہے اور کَیْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= اَوْ يَخْشٰى - یا میرے غضب سے ڈر جائے - یا اپنے کفر و انکار کے مآل کو جان کر ڈر جائے

۲۰: ۴۵ = يَفْرُطَ عَلَيْنَا - ہم پر زیادتی کرے - مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب فَرْطًا مصدر (باب نصر) افراط حد سے بہت زیادہ بڑھ جانا - زیادتی (کمی کی ضد) قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۸: ۲۸) اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا - اس کی ضد تفریط ہے - یعنی تقدم میں کوتاہی کرنا - کمی - قرآن مجید میں ہے مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ (۶: ۳۸) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی -

نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا - ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا -

= اَوْ اَنْ يَّطْغٰى - یا زیادہ سرکشی کرنے لگے - زیادہ سرکش ہو جائے -

۲۰: ۴۶ = اَسْمَعُ وَاَرٰى - میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں یہ مَعَكُمَا کی تفسیر ہے یعنی ڈرومت میں تمہارے ساتھ ہوں اور جو تمہارے اور اس کے درمیان قولاً و فعلاً گذریگا میں اسے اچھی طرح سننے اور دیکھنے والا ہوں -

۲۰: ۴۷ = فَاْتِيٰهُ - پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ - فعل امر تثنیہ مذکر حاضر - اِتْيَانٌ - مصدر - ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (اس کا مرجع فرعون ہے)

۲۰: ۴۸ = تَوَلّٰى - ماضی واحد مذکر غائب - تَوَلِّىٌ مصدر (تفعیل) اس نے منہ موڑا - اس نے پیٹھ پھیری - وہ پھر گیا -

۲۰: ۵۰ = رَبُّنَا - ای رَبِّيْ وَرَبُّ اَخِيْ هٰرُوْنَ - ہمارا رب یعنی میرا اور میرے بھائی ہارون - ہم دونوں کا رب -

= اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ - كُلَّ شَيْءٍ اور خَلْقَهٗ دونوں اَعْطٰى کے مفعول ہیں - خَلْقَهٗ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے - اور ہٗ ضمیر شَيْءٍ کے لئے ہے -

(۱) اگر كُلَّ شَيْءٍ کو مفعول اول لیا جائے اور خَلْقَهٗ کو مفعول ثانی - تو خَلْقَهٗ کے معنی ہوں گے ایسی شکل و صورت جو ان فوائد اور منافع کے لئے موزوں اور مناسب ہے جن کے لئے ہر شے کی تخلیق کی گئی - مثلاً کان - ناک، آنکھ - زبان - ہاتھ - پاؤں وغیرہ کی ساخت اور جسم میں ان کی مناسب و موزوں ترکیب و ترتیب - اس صورت میں جملہ کے معنی ہوں گے: ہر شے کو ایسی شکل و صورت بمعہ جملہ لوازمات بخشی - جو اس کے مقصد تخلیق کی تحصیل کے لئے ضروری تھی -

(۲) اگر خَلْقَهٗ کو مفعول اوّل لیا جائے اور كُلَّ شَيْءٍ کو مفعولِ ثانی تو اس صورت میں

خَلْقَہٗ کے معنی ہوں گے۔ اس کی مخلوق اور ہٗ ضمیر کا مرجع ذاتِ الٰہی ہوگی اور جملہ کے معنی ہوں گے اپنی مخلوق کو ہر وہ شئ عطا کی جس کی اس کو اس زمین پر زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت تھی۔

= ثُمَّ هَدٰى۔ پھر رہنمائی کی۔ یعنی ہر ہستی کو مقصد حیات کی تکمیل کے لئے اس کو اسی طرف لگا دیا۔ اور جملہ قویٰ و اعضاء کا مناسب طریقہ استعمال بھی سمجھا دیا۔

۲۰: ۵۱ = بَالُ۔ حال۔ خبر۔ خیال۔ بول مادہ مَا بَالُکَ کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوا؟ اَمۡرٌ ذُوۡبَالٍ۔ اہم معاملہ۔ الۡقُرُوۡنِ۔ جمع قَرۡنٌ کی بمعنی قومیں۔ الگ الگ زمانے والی قومیں بَالُ مضاف۔ القرون الاولیٰ موصوف صفت ہوکر مضاف الیہ۔

فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰى۔ تو پہلی قوموں کی کیا حالت ہے۔ یعنی ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے اعتقادات اور نظریات کے نتیجہ میں کس حال میں ہوں گی یا ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ سب گمراہ تھیں لہٰذا عذاب کی مستحق۔

۲۰: ۵۲ = فِیۡ کِتٰبٍ۔ ای فِی اللَّوۡحِ۔ یعنی لوح محفوظ میں۔

۲۰: ۵۳ = مَهۡدًا۔ فرش۔ بچھونا

= سَلَکَ (باب نصر) سَلۡکٌ وَسُلُوۡکٌ۔ مصدر۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ یہ لازم و متعدی ہر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ وہ راستہ پر چلا۔ اس نے راستہ پر چلایا۔ پہلے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے لِتَسۡلُکُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا (۷۱: ۲۰) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔ اور دوسرے معنی میں یعنی متعدی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:۔

مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ (۷۴: ۴۲) تمہیں کونسی بات دوزخ میں لے آئی۔

آیت ہذا۔ سَلَکَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا۔ ای ادخل فی الارض لاجلکم طُرُقًا۔ اور تمہارے لئے زمین میں راستے جاری کر دیئے۔

= فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ۔ پھر ہم نے اس کے (پانی کے) ذریعے (تمہارے لئے زمین سے) پیدا کئے۔ اس میں فاء سببیہ نہیں ہے بلکہ تعقیب کا ہے کیونکہ سبب اخراج لفظ بِهٖ سے معلوم ہے۔ ف تعقیب کی صورت میں ترجمہ ہوگا، پھر ہم نے ..... الخ

= اَخۡرَجۡنَا میں التفات ضمائر ہے صیغہ غائب سے یک لخت صیغہ متکلم استعمال کیا گیا ہے یہ عظمت شان کے لئے ہے کہ اس کے حکم سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں۔ جس کو جو حکم دیتا ہے وہ بجا لاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا (۳۵: ۲۷)

= شَتّٰی بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِیْتٌ کی جمع لکھا ہے جیسے مَرِیْضٌ کی جمع مَرْضٰی ہے شَتِیْتٌ طرح طرح۔ جُدا جُدا۔ مختلف۔ متفرق پراگندہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ تَحْسَبُھُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُھُمْ شَتّٰی (۵۹:۱۴) تو انہیں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل متفرق و غیر متفق ہیں۔

= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران۔ زَوْجٌ کی جمع ہے حیوانات کے جوڑے میں سے نر یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شی کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی۔ ای ازواجا شتّٰی من نَبَاتٍ۔ نباتات میں سے مختلف النوع، مماثل یا مقابل جوڑے (پیدا کئے)۔ شتّٰی ازواجا کی صفت ہے۔

فائدہ ۔ آیت ہذا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مَآءً پر ختم ہو جاتا ہے اور فَاَخْرَجْنَا سے اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت کا ذکر فرماتے ہیں (ضیاء القرآن)

(۲) ۔ انداز کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب وَلَا تَنْسٰی پر ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے آخر پیراگراف تک پوری عبارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شرح و تذکیر ارشاد ہوئی ہے۔ مؤخر الذکر زیادہ قرین صحت ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ .... الخ جملہ مستانفہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی سے متعلق نہیں ہے۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھوالذی جعل لکم الارض الخ (اضواء البیان)

۲٠:۵۴ = اِرْعَوْا۔ تم چراؤ۔ رَعْیٌ مصدر (باب فتح) سے فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے رَعْیٌ کے اصل معنی ہیں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کرنے کے ہیں خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی حفاظت ہے۔ خواہ اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔ رَعَیْتُہٗ میں نے اس کی نگرانی کی اور اَرْعَیْتُہٗ میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ رِعْیٌ چارہ یا گھاس۔ رَاعِیْ۔ چرانے والا۔ نگہبان۔ اِرْعَوْا (اپنے چارپاؤں کو) چراؤ

= اَنْعَامَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مویشی۔ نَعَمٌ کی جمع۔ جس کے اصل معنی تو اونٹ کے ہیں۔ مگر بھیڑ بکری۔ گائے، بھینس پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن ان کو انعام اس

وقت تک نہیں کہیں گے جب تک ان میں اونٹ شامل نہ ہوں۔
= النُّھٰی۔ جمع ہے اس کی واحد اَلنُّھْیَۃُ ہے۔ بری باتوں سے روکنے والی عقلیں۔
اُولِی النُّھٰی۔ اصحاب عقل۔ دانشور۔ ذوی العقول۔
٢٠: ٥٥ = مِنْھَا۔ میں ضمیر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض (آیۃ ٥٣) ہے
= نُعِیْدُکُمْ۔ نُعِیْدُ مضارع جمع متکلم۔ اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر بمعنی لوٹانا۔
(اور اسی میں) ہم پھر تم کو لوٹا دیں گے۔
= تَارَۃً۔ کَرَّۃً۔ باری۔ مرتبہ۔ دفعہ۔ یہ اصل میں تَاْرَۃٌ تھا۔ ہمزہ کثرت استعمال سے متروک ہوگیا۔ اس کی جمع تَارَاتٌ ہے اور تِیَرٌ اور تِئَرٌ بھی۔ ت ا ر مادہ۔
٢٠: ٥٦ = اَرَیْنٰہُ۔ ہم نے اس کو دکھلائیں ہٗ ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔
= اَبٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ اِبَاءٌ مصدر (باب فتح ضرب) اَبٰی یَاْبٰی۔ وَتَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ (٩: ٨) اور ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کر-
٢٠: ٥٨ = فَلَنَاْتِیَنَّکَ۔ الفاء ترتیب کے لئے لام موضع جواب قسم محذوف ای اذا کان کذلک فواللہ لَنَاْتِیَنَّکَ۔ یعنی اگر ایسے ہے تو خدا کی قسم ہم بھی لے آئیں گے
نَاْتِیَنَّ مضارع جمع متکلم بانون ثقیلہ۔
= مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ یا اسم ظرف مکان۔ وعدہ کا وقت یا وعدہ کی جگہ۔
صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ نہ اسم ظرف زمان ہے۔ بلکہ یہ مصدر میمی ہے اور بمعنی وَعْدًا ہے اور لَا نُخْلِفُہٗ سے مراد ہے کہ ہم وعدہ خلافی نہ کریں
= مَکَانًا سُوًی۔ کھلا اور ہموار میدان جس میں نشیب وفراز نہ ہو تاکہ ہر چیز صاف نظر آئے
اگر مَوْعِدًا کو اسم ظرف مکان لیا جائے تو مَکَانًا سُوًی اس کی تعریف ہوگی اور اگر اسم ظرف زمان ہو تو معنی ہوں گے کہ وقت مقرر کرو جس سے ہم میں سے کوئی نہ پھرے اور اکٹھا ہونے کی جگہ کھلا میدان ہو۔
مَوْعِدًا کو وعدہ کے معنی میں لینے کی صورت میں معنی ہوں گے کہ ہمارے تمہارے درمیان ایک پختہ وعدہ ہو جس کے نہ ہم خلاف جائیں نہ تم۔
سُوًی۔ (صاف۔ ہموار۔ درمیانی) کے متعلق امام راغبؒ لکھتے ہیں (جس کی دونوں طرفیں برابر ہوں وہ سُوًی ہے۔ یہ وصف ہوکر بھی مستعمل ہے اور ظرف ہوکر بھی۔ اور اصل میں یہ مصدر ہے
٢٠: ٥٩ = یَوْمُ الزِّیْنَۃِ۔ جشن کا دن۔ عید کا دن۔

= يُحْشَرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَشْرٌ مصدر (باب نصر) اکٹھے کئے جاویں جمع کئے جاویں۔

= ضُحًى۔ وقت چاشت۔ دن چڑھے۔ وہ وقت جبکہ دھوپ چڑھ جائے۔ ضُحًى کے معنی دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں۔ نیز اس وقت کو بھی ضُحًى کہتے ہیں یعنی سارے لوگ اکٹھے کئے جاویں۔

۲۰ : ۶۰ = فَتَوَلّٰى۔ پھر (فرعون) واپس مڑا۔ (یعنی دربار سے محل کو واپس چلا گیا)

= كَيْدَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا مکروفریب۔ داؤ۔ اپنے داؤ فریب کا سامان جیسا کہ آگے (۲۰ : ۶۴) میں آیا ہے۔ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ تو تم اپنے سامانِ فن کو اکٹھا کرلو۔ جَمَعَ كَيْدَهٗ اس نے اپنے جادو (داؤں۔ فریب وغیرہ) کا سامان اکٹھا کیا۔

= ثُمَّ اَتٰى۔ پھر آیا۔ (یعنی یوم مقررہ پر میدان مقررہ میں حسب وعدہ تیاری کے بعد واپس آیا)

= ۲۰ : ۶۱ = وَيْلَكُمْ۔ کلمہ زجر و توبیخ۔ وَيْلٌ عذاب۔ ہلاکت۔ شدتِ عذاب (رسوائی تباہی۔ وَيْلَكُمْ۔ اے کم بختو۔ تمہاری کم بختی۔

= لَا تَفْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم افتراء نہ کرو۔ تم جھوٹ مت باندھو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ فری مادہ۔

= يُسْحِتَكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْحَاتٌ مصدر۔ (افعال) سے وہ تم کو ہلاک کردیگا۔ وہ تم کو تباہ کردے گا۔

اَلسُّحْتُ اصل میں اس چھلکے کو کہتے ہیں جو اچھی طرح اتار لیا جاوے۔ اور اس لئے ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ بڑے حرام کھانے والے دیکھو نکہ حرام بھی دین کو تباہ کرنے والا ہے۔

= خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ مصدر (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا اس کا مطلب فوت ہوا۔

۲۰ : ۶۲ = تَنَازَعُوْا۔ تَنَازُعٌ (تفاعل) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ آپس میں نزاع کرنے لگے۔ باہم جھگڑے۔ ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ تَنَازَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ اپنے (اس) کام کے متعلق باہم جھگڑنے لگے۔ ضمیر فاعل فرعون کے جملہ جادوگروں کے لئے ہے۔

= اَسَرُّوْا۔ اِسْرَارٌ (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے چھپایا۔ انہوں نے

پوشیدہ کیا۔
= اَلنَّجْوٰی۔ سرگوشی مصدر بھی ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ اَسَرُّوا النَّجْوٰی خفیہ مشورے کرنے لگے۔
٢٠: ٦٣ = قَالُوْٓا۔ آیت ٦٣ سے لے کر مَنِ اسْتَعْلٰی تک جادوگروں کا باہمی کلام ہے جو وہ خفیہ سرگوشیوں میں کر رہے تھے۔
= اِنْ هٰذٰنِ۔ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے بلاشبہ یہ دونوں۔ الخ۔ بعض کے نزدیک اِنْ نافیہ ہے اور لام بمعنی اِلَّا ہے ای ما هٰذٰنِ اِلَّا سٰحِرٰنِ۔ یہ دونوں نہیں ہیں مگر جادوگر۔ اِنْ مخففہ کی صورت میں اِنَّ ناصب اسم ہے اور اس صورت میں هٰذَیْنِ چاہئے تھا۔ اس عدم عمل کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے بعض قبائل تثنیہ کو رفعی اور نصبی اور جرّی حالت میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس توجیہہ کو اکثر علماء (قرطبی، ابن حیان، آلوسی) نے پسند کیا ہے۔
= يَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ اَلْمُثْلٰى اسم تفضیل واحد مؤنث۔ اس کا واحد مذکر اَلْاَمْثَلُ ہے۔ اور ہر دو کی جمع اَلْمُثُلُ ہے۔ برگزیدہ۔ بہتر۔ افضل۔ طَرِيقَةٌ۔ طریقہ راہ۔ مذہب۔ دین۔ کہ یہ دونوں تمہارے بہتر و افضل دین کو ہی لے جائیں۔ یعنی مٹا دیں۔
٢٠: ٦٤ = فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ۔ اَجْمِعُوْا اِجْمَاعٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ كَيْدَكُمْ۔ تمہاری داؤں۔ تمہاری چالیں۔ تمہارا سامان فریب۔ سامان فن و فریب۔ پس اب مل کر سب اپنے فن کا سامان اکٹھا کرلو۔
= اِئْتُوْا صَفًّا۔ تم آجاؤ صف در صف۔ پرے کے پرے۔ پرے باندھ کر۔
= اَفْلَحَ۔ وہ جیت گیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔ اِفْلَاحٌ افعال سے جس کے معنی کامیابی اور مقصد دری کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔

قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ آج وہی (گروہ) کامیاب ہوگا جو (اس مقابلہ میں) غالب رہیگا۔ یہاں باب استفعال بمعنی فعل استعمال ہوا ہے۔ عَلَا يَعْلُوْا عُلُوٌّ۔ بلند ہونا۔ غالب ہونا۔

= اِسْتَعْلٰى۔ اس نے غلبہ چاہا۔ اس نے بلندی چاہی۔ اِسْتِعْلَاءٌ اِسْتِفْعَالٌ سے ماضی واحد مذکر غائب علو مادہ۔
٢٠: ٦٥ = اِمَّا۔ یا۔ اگر۔ کئی معنوں میں آتا ہے (۱) ابہام کے لئے مثلاً وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (٩: ١٠٦) اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان

کا کام اللہ کے حکم پر ڈھیل میں ہے یا ان کو عذاب کرے یا ان کو معاف کرے۔
(۲) تخییر۔ (اختیار دینا) کے لئے مثلاً اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا (۱۸ : ۸۶) خواہ تم انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔
(۳) تفصیل کے لئے۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶ : ۳) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر جئے۔
یہاں تخییر کے لئے استعمال ہوا ہے (تمہیں اختیار ہے کہ) پہلے آپ پھینکیں یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے۔
اَلْقٰى يُلْقِىْ اِلْقَآءٌ (افعال) ڈالنا۔ اَلْقٰى اس نے ڈالا۔ یا پھینکا۔
تُلْقِیَ تو پھینکتا ہے یا تو پھینکے گا۔ اَلْقُوْا تم پھینکو۔ صیغہ امر۔
۲۰ : ٦٦ = فَاِذَا۔ الخ۔ تقدیر کلام یوں ہے قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى۔ اس طرح فَاءٌ عطف کے لئے ہے اور اِذَا یہاں حرف فجائیہ آیا ہے جو کسی امر کے اچانک وغیر متوقع ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔
حِبَالٌ حَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی رسیاں۔ عِصِيٌّ جمع عَصَا کی۔ عصا کا الف دراصل واؤ تھا۔ جیسا کہ اس کے تثنیہ سے ظاہر ہے کیونکہ تثنیہ میں واؤ اپنے اصل کی طرف مڑ آتا ہے عَصَوَانٌ عِصِيٌّ۔ عَصَا کی جمع بروزن فُعُوْلٌ ہے لام کلمہ کی واؤ کو یاء سے بدلا تو عَصُوْيٌ ہوا پھر واؤ ماقبل یا کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا عِصِيٌّ ہوا۔ عین کلمہ کی کسرہ یاء کی رعایت سے ہے اور اسی طرح فاء کلمہ کی۔ عَصَا کی جمع اَعْصٍ اَعْصَاءٌ اور عُصِيٌّ بھی آئی ہے عصا اس لاٹھی کو کہتے ہیں جو ذرا لمبی ہو اور جسے چرواہے۔ لنگڑے۔ بوڑھے۔ ضعیف لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ لکڑی جو بطور مشغلہ آدمی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اسے مخصرہ (چھڑی) کہتے ہیں۔
يُخَيَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَخْيِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ اس کو خیال ہوتا تھا اسے محسوس ہوتا تھا۔ اِلَيْهِ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔
تَسْعٰى سَعْیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ دوڑتی ہے۔
اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا (حضرت موسیٰ نے) کہا بلکہ (پہلے) تمہیں ڈالو (پس انہوں نے اپنی رسیاں اور سوٹے ڈالے) اور یکایک ان کی رسیاں اور سوٹے ان کے جادو سے حضرت موسیٰ کو یوں محسوس ہونے لگے جیسے وہ دوڑ رہے ہوں۔

٢٠: ٦٧ == اَوْجَسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْوَجْسُ کے معنی صوتِ خفی کے ہیں وَجْسٌ وہ حالت جو کسی خطرہ کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے لہٰذا اَوْجَسَ کے معنی ہوئے اس نے دل میں خوف محسوس کیا۔ اِیْجَاسٌ (افعال) مصدر۔

== خِیْفَةً۔ خوف۔ ڈر۔ خَافَ یَخَافُ کا مصدر ہے۔

٢٠: ٦٨ == اَلْاَعْلٰی ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے اوپر۔ سب سے برتر۔ غالب۔ عُلُوٌّ مصدر۔

٢٠: ٦٩ == تَلْقَفْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ واحد مؤنث غائب۔ لَقْفٌ مصدر سے (باب سمع) وہ نگل جاتی ہے۔ یا وہ نگل جائے گی۔ لَقْفٌ کے معنی کسی چیز کو پھرتی سے لے لینا۔ خواہ ہاتھ سے یا منہ سے۔

== مَا صَنَعُوْا۔ اس کے لفظی معنی ہیں جو انہوں نے بنایا ہے۔ مراد اس سے ان کی وہ شعبدہ بازی اور جادوگری ہے جس سے رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی معلوم دیتی تھیں۔ رسیاں اور لاٹھیاں بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی صنعت ہیں نہ کہ کسی غیر اللہ کی

== اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سَاحِرٍ۔ مَا موصول ہے اور اِنَّ کا اسم ہے صَنَعُوْا اس کی صفت۔ کَیْدُ سَاحِرٍ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر۔ یعنی جو جادوگری انہوں نے کی ہے محض جادوگری کا فریب۔ سَاحِرٍ یہاں بطور اسم جنس کے آیا ہے عدد کے لئے نہیں۔ اسی لئے قصداً صیغہ واحد میں لایا گیا ہے اسی طرح السَّاحِرُ بھی اسم جنس ہے۔

٢٠: ٧٠ == فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا۔ لفظی ترجمہ ہوگا۔ پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے۔ یعنی وہ اس معجزہ کی حقیقت کو پا کر بے بس ہوگئے اور سجدہ میں گر گئے۔ نیز ملاحظہ ہو ٧: ١٢٠

٢٠: ٧١ == اٰمَنْتُمْ لَهٗ ۔ میں ضمیر کا مرجع موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔ تم اس کی صداقت پر ایمان لے آئے کہ وہ مرسل من اللہ ہے

== قَبْلَ اَنْ: پیشتر اس کے کہ۔ یہاں قبل سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اجازت مانگنے کے بعد وہ ان کو ایمان لانے کی اجازت دیدیتا۔ معنی صرف "بدون" یا "بغیر" کے ہیں۔ جیسے سورۃ الکہف کی آیت قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ۔ (١٨: ١٠٩) کا یہ مفہوم نہیں کہ کلمات ربی کبھی بھی ختم ہو چکیں گے بلکہ وہاں بھی قبل کے معنی "بدون" یا "بغیر" کے ہیں۔

== اِنَّهٗ ۔ میں بھی ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰ کے لئے ہے۔ اِنَّهٗ لَکَبِیْرُکُمُ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ۔ وہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) یقیناً تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تم کو بھی

جادو سکھایا ہے (یعنی وہ تو تمہارا بھی استاد نکلا)

= فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ فاء سببیہ ہے۔ یعنی بہ سبب اس کے کہ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ میں یہ کروں گا۔ لام قسم کے جواب میں آیا ہے ای اُقْسِمُ لَاُقَطِّعَنَّ میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اُقَطِّعَنَّ۔

اُقَطِّعَنَّ۔ مضارع بانون تاکید ثقیلہ کا صیغہ واحد متکلم ہے میں ضرور کاٹ ڈالوں گا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ پس (بہ سبب تمہاری اس گستاخی کے کہ تم بغیر میرے حکم کے حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ضرور (تمہارے ہاتھ پاؤں) کاٹ ڈالوں گا۔

= مِنْ خِلَافٍ۔ الٹی طرف سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ اور قسم ہے کہ میں ضرور تمہیں سولی پر چڑھاؤں گا۔ صَلَّبَ يُصَلِّبُ تَصْلِيْبٌ (تفعیل) سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلصَّلْبُ کے معنی سخت کے ہیں۔ اور پشت کو بھی اسی صلابت اور سختی کی وجہ سے صُلْبٌ کہتے ہیں کسی کو قتل کرنے کے لئے لٹکانے کو صُلْبٌ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اس شخص کی پیٹھ لکڑی کے ساتھ باندھ دی جاتی ہے۔

= فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔ یہاں فِیْ بمعنی عَلٰی آیا ہے ای علٰی جذوع النخل جذوع۔ تنا۔ ٹہنا۔ جِذْعٌ کی جمع ہے فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنوں پر۔

= اَیُّنَا۔ ہم میں سے۔ یعنی رب موسیٰ اور فرعون میں سے یا حضرت موسیٰ اور فرعون میں سے

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ سخت۔ قوی تر۔ اسی طرح اَبْقٰی ہے بمعنی زیادہ دیر تک رہنے والا۔

= عَذَابًا۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ اَیُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔

٢٠: ٧٢ = لَنْ نُّؤْثِرَكَ۔ مضارع بانون خفیفہ تاکید جمع متکلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر اِیْثَارٌ مصدر (باب افعال)، ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے۔ ہم ہرگز (تیری اطاعت کو) مقدم سمجھیں گے۔

اَلْاَثَرُ کے اصل معنی ہیں علامت۔ نشان۔ اَثَرُ الشَّیْءِ کسی شے کا نشان جو اس کے بعد باقی رہ گیا ہو اور جو اصل شے کے وجود پر دال ہو۔ قرآن مجید میں ہے فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ (٣٠: ٥٠) تم رحمت الٰہی کے نشانات پر غور کرو اسی سے اس طریق کو بھی

آثار کہا جاتا ہے جس سے گذشتہ لوگوں کے اطوار و خصائل و علم و حکمت و اعتقادات وغیرہ پر استدلال ہو سکے جیسے ارشادِ الٰہی ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (۴۶ : ۴) میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس سے پہلے کی ہو یا علم کے وہ معتبر بقیہ جات جو ان کے مبلغ علم کی نشاندہی کر سکیں۔

یا جیسے کہ ارشاد باری ہے فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ٥ (۳۷ : ۷۰) وہ انہی کے نقشِ قدم پر دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے اَلْمَاٰثِرُ ہے۔ یعنی وہ انسانی مکارم جو نسلاً بعد نسلٍ روایت ہوتے چلے آتے ہیں۔

اسی سے بطور استعارہ اَلْاِيْثَارُ (افعال) کے معنی ہیں (ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری چیز پر) ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ مثلاً آیۂ ہذا۔ لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ ان روشن دلائل کے سامنے جو ہم کو مل چکے ہیں ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔

۲۰ : ۷۲ = وَالَّذِىْ فَطَرَنَا۔ فَطَرَنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم فَطْرٌ مصدر۔ جس کے اصلی معنی پھاڑنے کے ہیں۔ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا۔ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ وہ ہمیں نیست سے ہست میں لایا۔ عدم سے وجود میں لایا۔

اس کی دو صورتیں ہیں

۱۔ واؤ عطف کی ہے اور اس کا عطف مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ پر ہے یعنی ان روشن دلائل کے سامنے جو ہم کو مل چکے ہیں اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔

۲۔ واؤ قسم کے لئے ہے اس صورت میں دو وجہیں ہوں گی۔

(ا) جواب قسم محذوف سمجھا جائے اور عبارت یوں ہو گی وَالَّذِىْ فَطَرَنَا لَنْ نُّؤْثِرَكَ قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔

(ب) جواب قسم کو مقدم لا کر قسم کو مؤخر لایا گیا ہے۔

= اِقْضِ۔ قَضٰى يَقْضِىْ (ضرب) قَضَآءٌ سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو فیصلہ دیدے تو کر گذر۔ قَاضٍ اسم فاعل واحد مذکر اصل میں قَاضِیٌ تھا۔ یاء کو حذف کر دیا گیا اور تنوین عوض یا ضَ کو دی گئی۔ قَضَآءٌ کے معنی ہیں آخری یا قطعی حکم فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہے کر لے۔

۲۰ : ۷۳ = اَكْرَهْتَنَا۔ اَلْكَرْهُ وَالْكُرْهُ سخت ناپسندیدگی۔ ہم معنی ہیں۔ بعض کے

نزدیک کَرْهٌ (کاف کی فتحہ کے ساتھ) اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ اور کُرْهٌ (کاف کے ضمہ کے ساتھ) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچتی ہے اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) ایک وہ جو طبعًا ناگوار ہو

(۲) جو عقل یا شریعت کی رو سے مکروہ ہو۔ لہٰذا ایک ہی چیز کے متعلق انسان کہہ سکتا ہے کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور برا بھی سمجھتا ہوں یعنی مجھے طبعًا تو پسند ہے لیکن عقل و شریعت کی رو سے اسے بُرا سمجھتا ہوں۔

کَرِهْتُ کا لفظ دونوں قسم کی کراہت کے متعلق استعمال ہوتا ہے گو زیادہ تر ناگوار (کُرْهٌ) کے معنی ہی دیتا ہے۔

اِکْرَاهٌ (افعال) زبردستی کام پر مجبور کرنا۔ جیسے لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (۲:۲۵۶) دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

یا ناپسندیدہ کام پر آمادہ کرنا۔ جیسے آیہ ہذا۔ وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ۔ جادو کے جس کام پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ یہ جملہ معطوف ہے اس کا معطوف علیہ خَطٰیٰنَا ہے تاکہ وہ بخش دے ہمارے لئے ہماری خطاؤں کو اور اس (قصور) کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ یعنی فن سحر۔

۲۰:۷۴ = اِنَّهٗ ضمیر شان (یہ ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہوئی ہے) تحقیق شان یہ ہے (مَنْ یَّاْتِ ..... الخ)

= مُجْرِمًا۔ ای کَافِرًا و مُشْرِکًا۔ حال ہے۔

= لَا یَحْیٰی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب حَیٰوۃٌ مصدر (باب سمع) نہ جئے گا۔ حَیِیَ یَحْیٰی۔

۲۰:۷۵ = اس آیت میں جن لوگوں کو الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی عطا ہوں گے ان کی دو صفتیں بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ مؤمن ہوں گے یعنی موت کے وقت ایمان کی دولت سے سرفراز ہوں گے اور دوسرے ان کے ساتھ انہوں نے نیک عمل بھی کئے ہوں گے سو ایسوں کے لئے بڑے بلند درجے ہیں۔

۲۰:۷۶ = جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ ہمیشہ رہنے والے باغ یہ اَلدَّرَجٰتُ کا بدل ہے

= تَزَکّٰی۔ تَزَکِّیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ پاک ہوا۔ سنور گیا۔

۲۰: ۷۷ — اَسْرِ۔ اِسْرَاءٌ سے فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ رات کو لے کر چلنے یا رات کو سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے جیساکہ اور جگہ ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔

— اَنْ مفسرہ ہے اور اَوْحَیْنَا کی وضاحت کرتا ہے کہ ہم نے کیا وحی کی

— فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا۔ اِضْرِبْ فعل امر واحد مذکر حاضر طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ مفعول بہٖ اِضْرِبْ کا یَبَسًا صفت ہے طَرِیْقًا کی۔ عبارت کچھ یوں ہے اِضْرِبِ الْبَحْرَ (بِعَصَاکَ لِیَصِیْرَ لَھُمْ طَرِیْقًا یَبَسًا۔ اپنے عصا کو سمندر کے پانی پر مارو کہ ان کے لئے (پانی میں) خشک راستہ بن جائے۔

قرآن کے جملہ کے لفظی معنی ہوں گے پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بناؤ۔

یَبَسًا مصدر بمعنی اسم فاعل (یَابِسٌ) ہے یَبِسَ یَیْبَسُ اور یَابِسٌ یُبْسٌ (باب سمع) یُبُوْسَۃٌ خشکی۔

— لَا تَخَافُ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر تو نہیں ڈرے گا۔ تجھے (کوئی) ڈر نہ ہوگا۔ وَلَا تَخْشٰی اور نہ تجھ کو خوف وخطرہ ہوگا۔

— دَرَکًا۔ پالینا۔ آپکڑنا۔ دَرَکٌ کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔
ایک تو اس رسّی کے لئے جس کے ساتھ دوسری رسّی اس غرض سے ملادی جاتی ہے کہ وہ پانی تک پہنچ جائے۔
دوسرے انسان کو جو کچھ خرابی کا نتیجہ پہنچے اس کو درک کہتے ہیں۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔
لَا تَخَافُ دَرَکًا وَّلَا تَخْشٰی نہ تجھے پیچھے سے پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ کوئی اور اندیشہ۔

باب افعال سے اَدْرَکَ یُدْرِکُ اِدْرَاکٌ (لڑکے کا) بالغ ہونا۔ (پھل کا) پک جانا۔ (کسی شخص یا چیز کو) آلینا۔ (مسئلہ کو) سمجھ لینا۔ (کسی چیز کو آنکھ سے) دیکھنا۔ مثلاً لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (۶: ۱۰۳) (وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔

اِسْتِدْرَاکٌ (استفعال) (کسی چیز سے کسی چیز کو) حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

۲۰: ۷۸ — فَاَتْبَعَھُمْ۔ اَتْبَعَ یُتْبِعُ اِتْبَاعٌ (افعال) سے، وہ پیچھے لگ گیا۔ وہ پیچھے ہولیا ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ غَشِيَ (سَمِعَ) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر غِشْيَانٌ وغِشَاءٌ وغِشَاوَةٌ ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو ڈھانک لیا۔ وہ ان پر چھا گیا۔ وہ ان کے اوپر آپڑا۔

دونوں جگہ ھُمْ ضمیر فرعون وجُنُوْدُہٗ کے لئے ہے غَشِيَ کا فاعل مَا غَشِيَهُمْ ہے۔ وہ چیز جس نے ان کو ڈھانک لیا۔

ترجمہ ہوگا۔ سمندر کی اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ یعنی سمندر کے پانی نے ان کو ایسے ڈھانپا جیسا کہ ڈھانپنے کا حق تھا۔ یعنی مکمل طور پر۔ سمندر کے پانی یا سمندر کی موجوں کو نام لے کر بیان نہیں فرمایا بلکہ مَا غَشِيَهُمْ فرمایا کیونکہ صریحًا اس کے یہی معنی نکلتے ہیں جیسا کہ اور جگہ فرمایا فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى (٥٣:٥٤) پھر ان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے کہ ڈھانپ لیا (یعنی عذاب الٰہی نے)۔ اس طرز کلام کی عرب اشعار میں مثالیں موجود ہیں۔

٢٠:٨٠ = اَنْجَيْنٰكُمْ۔ ہم نے تمہیں نجات دی۔

= وٰعَدْنٰكُمْ۔ ہم نے تم سے وعدہ کیا (اس بات کا کہ تمہارے پیغمبر اور تمہارے اکابر یہاں آئیں

= جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ۔ جَانِبَ مضاف الطُّوْرِ مضاف الیہ اَلْاَيْمَنَ صفت ہے جَانِبَ کی۔ یعنی طور کی دائیں جانب۔

اور تمہارے لئے احکام وہدایات یہاں سے لیجائیں۔

٢٠:٨١ = لَا تَطْغَوْا فِيْهِ۔ اس میں حد سے تجاوز نہ کرو طَغٰى يَطْغٰى (سمع) طُغْيٌ طُغْيَانٌ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا۔ باب نصر سے طَغٰى يَطْغُوْا

= فَيَحِلَّ۔ اس میں فاء سببیہ ہے يَحِلَّ مضارع منصوب (بوجہ جواب نہی) واحد مذکر غائب حُلُوْلٌ مصدر (باب ضرب) نازل ہوگا۔ اترے گا۔

= هَوٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) هَوِيٌّ مصدر جس کے معنی اوپر سے نیچے گرنے کے ہیں۔ هَوٰى۔ وہ گر پڑا (یعنی دوزخ میں) صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ اس کے اصل معنی پہاڑ سے نیچے گرنے اور ہلاک ہوجانے کے ہیں۔ یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں۔

٢٠:٨٢ = اِهْتَدٰى ماضی واحد مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر وہ راہ راست پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔

٢٠:٨٣ = اَعْجَلَكَ اَعْجَلَ اس نے جلدی کرائی۔ اِعْجَالٌ (افعال) مصدر۔ عجلت جلدی۔

جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۸۰ میں گذر چکا ہے کہ وٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ اور یہ وہ وعدہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے اکابرآئیں اور اپنے لئے احکام و ہدایت لے جائیں اس کے لئے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر سر برآوردہ آدمی ہمراہ لئے اور کوہ طور کی طرف چل پڑے اور جاتی دفعہ اپنی قوم کو تاکید فرمائی کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی ناشائستہ حرکت نہ کریں ۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر ان کے پاس چھوڑ گئے ۔

جب وہ اپنے ستر آدمیوں کو لے کر کوہ طور کے نزدیک پہنچے تو شوق ملاقات الٰہی سے بیتاب ہو کر ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود مقام مقررہ پر پہنچ گئے ارشاد الٰہی ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو پیچھے کیوں چھوڑ آئے ۔ عرض کی کہ شوقِ ملاقات اور تجھے راضی کرنے کی تمنا کشاں کشاں دوڑا لائی ہے ساتھی بھی پیچھے آ ہی رہے ہیں ۔
ارشاد ہوا فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ ... الخ ہم نے تیری قوم کو (تیرے پیچھے) ایک آزمائش میں ڈال دیا ہے ۔

مَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ ۔ کونسی بات تجھے اپنی قوم سے پہلے کھینچ لائی ہے

۲۰ : ۸۴ = هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ ۔ هُمْ مبتدا اُولَآءِ خبر عَلٰٓى اَثَرِىْ خبر ثانی وہ لوگ (میری قوم) تو یہ رہے (اشارہ) میرے پیچھے پیچھے (چلے آ رہے ہیں) عَلٰٓى اَثَرِىْ میرے نشانِ قدم پر ۔ میرے (فوراً) پیچھے مزید ملاحظہ ہو ۲۰ : ۷۲

= رَبِّ ۔ اے میرے رب ۔

= لِتَرْضٰى ۔ لام تعلیل کی ہے تَرْضٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ تاکہ تو راضی ہو جائے

۲۰ : ۸۵ = فَاِنَّا ۔ میں الفاء تعقیب کے لئے ہے ای فتنا هم بعد ان جئت کہ تیرے آنے کے بعد ہم نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا ہے ۔

= فَتَنَّا ۔ ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ مصدر (باب ضرب) فَتَنَّا اصل میں فَتَنْنَا تھا نون کو نون میں مدغم کیا گیا ہے ۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا ۔

۲۰ : ۸۶ = غَضْبَانَ ۔ صیغہ مبالغہ ۔ سخت غضبناک ۔

= اَسِفًا ۔ خشمناک ہر دو غضبان و اَسِفًا منصوب ہیں بوجہ حال ہونے کے رَجَعَ مُوْسٰى سے ۔
غَضْبَانَ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں منجملہ اسباب منع صرف کے دو سبب (صفت اور الف نون زائدہ) پائے جاتے ہیں ۔ لہذا اس پر تنوین نہیں آ سکتی ۔
اَلْاَسَفُ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں ۔ کبھی اَسَفٌ کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے ۔ اصل میں اس کے معنی جذبہ انتقام سے خون قلب کے جوش مارنے کے ہیں

اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقت ور آدمی پر پیش آئے تو منقبض ہوکر حزن بن جاتی ہے۔ غضب کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (۴۳ : ۵۵) جب ان لوگوں نے ہمیں غضب ناک کیا (غصہ دلا دیا) تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔

آیت ہذا میں بھی اَسِفٌ کے معنی غضبناک کے ہی ہیں۔

= اَلَمْ يَعِدْكُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے لَمْ يَعِدْ نفی جحد بلم فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا اس نے تم سے وعدہ نہیں کیا تھا؟

= اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ۔ الف استفہامیہ۔ طَالَ يَطُوْلُ طَوْلٌ لمبا ہونا طَوَّلَ عَلٰی تاخیر کرکے کسی کو تھکا دینا۔ اَفَطَالَ ... الخ کیا (اس) وعدہ کی (طوالت نے) تم کو تھکا دیا تھا۔ یعنی کیا وعدہ کی مدت اتنی طویل تھی کہ تم (ایفائے وعدہ کی) تاخیر سے تنگ آگئے تھے۔ یا۔ کیا عہد کی مدت تم پر طویل ہو گئی تھی۔

= فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ۔ اَخْلَفْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْلَافٌ (افعال) مصدر تم نے خلاف کیا۔ اخلافِ وعدہ کے معنی وعدہ خلافی کرنا۔ مَوْعِدِیْ مضاف مضاف الیہ میرا وعدہ۔ (یہ کہ میرے بعد وہ اس کے دین پر قائم رہیں گے اور کوئی ناشائستہ حرکت نہیں کریں گے)

۲۰ : ۸۷ = بِمَلْكِنَا۔ باء حرف جار۔ مَلْكِ مجرور و مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔

مَلْكٌ بمعنی اختیار مَلْكِنَا ای اختیارنا۔ (الخازن) المفردات میں ہے ایک محاورہ ہے مَا لِاَحَدٍ فِیْ هٰذَا مَلْكٌ غَيْرِیْ کہ میرے سوا اس پر کسی کا اختیار یا قبضہ نہیں ہے۔

آیت ہذا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا۔ کا معنی۔ ہم نے اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کی۔

= حُمِّلْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ ہم پر لادا گیا۔ ہم لادے گئے۔ ہم سے اٹھوایا گیا۔ تَحْمِيْلٌ (تفعیل) مصدر

= اَوْزَارًا۔ جمع وِزْرَةٌ کی۔ بمعنی وزن۔ بوجھ۔

= زِيْنَةِ۔ زیور۔ سجاوٹ۔ چمک دمک۔ یہاں زیور مراد ہے۔

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ۔ (بلکہ واقعہ یہ ہے کہ) قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر بھاری ہو رہا تھا۔

یہ زیور آیا قوم موسیٰ ؑ کا اپنا ملکیتی تھا۔ یا جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے کہ قوم موسیٰ ؑ نے قبطیوں

سے مستعار لیا ہوا تھا۔ یا فرعون کی فوج کے غرق شدہ فوجیوں کے جسموں سے حاصل کیا تھا۔ کچھ بھی ہو اس کا صرف بوجھ سمجھ کر پھینک دینا قابلِ تسلیم بات نہیں۔ زیورات سے کم قیمتی سامان تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے پاس تھا اس کو کیوں نہ پھینک کر بوجھ ہلکا کر لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے جب کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو یہ عذرِ لنگ پیش کر دیا

ہو سکتا ہے کہ حقیقت یہ ہو کہ سامری کے دھوکے میں آکر انہوں نے بلا کسی اور وجہ کے محض سامری کے حکم کی تعمیل میں زیورات اکٹھے کر کے دے دیئے ہوں۔

= فَقَذَفْنٰهَا۔ قَذَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم فاء حرفِ تعقیب۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع زیوراتِ قوم ہے۔ قَذَفَ یَقْذِفُ (ضرب) قَذْفٌ مصدر۔ پھر ہم نے ان (زیورات) کو ڈال دیا۔ ای القیناھا۔

= فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۔ پس اس طرح (جب سونا فراہم ہو گیا تو) سامری نے اُسے (آگ میں) ڈھالا۔ یہاں فَقَذَفْنٰهَا پر قوم کا جواب ختم ہوا۔ اس کے بعد کی تفصیل اللہ تعالیٰ خود بیان فرما رہے ہیں۔

٢٠: ٨٨ = عِجْلًا۔ مفعول ہے اور موصوف۔ بچھڑا۔ گوسالہ۔ گائے کا بچہ۔

= جَسَدًا۔ دھڑ۔ بدن۔ جسد کے معنی جسم کے ہیں۔ مگر یہ اس سے اخص (خاص تر) ہے کیونکہ جسد وہ ہے جس میں رنگ ہو جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔

جَسَدًا صفت ہے عِجْلٌ کی۔ عِجْلًا جَسَدًا (ایک سنہری) جسم والا بچھڑا۔

= خُوَارٌ۔ گائے کی آواز

= فَقَالُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع سامری اور اس کے تابعین۔

= فَنَسِيَ۔ نَسِيَ يَنْسٰى (سمع) نِسْيَانٌ مصدر۔ وہ بھول گیا۔ (کہ اُسے چھوڑ کر خواہ مخواہ طور پر تورات لینے چلے گئے)

٢٠: ٨٩ = فُتِنْتُمْ بِهٖ۔ فُتِنْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم آزمائش میں ڈالے گئے ہو اس (بچھڑے) سے۔ یعنی اس بچھڑے کے ذریعہ تمہاری آزمائش ہو رہی ہے)

٢٠: ٩١ = لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ۔ ای لانزال مقیمین علی العجل وعبادتہ ہم بچھڑے کی عبادت پر ڈٹے رہیں گے ہم ہرگز نہیں ہٹیں گے۔

لَنْ نَّبْرَحَ افعال ناقصہ میں سے ہے مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم مؤکد بہ لَنْ۔

عٰكِفِيْنَ اسم فاعل بحالتِ نصب۔ اعتکاف کرنے والے۔ مجاور۔ گرد جمع ہونے والے۔

ایسے جنے والے کہ ٹلیں ہی نہیں۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱: ۵۲) یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو۔
۲۰: ۹۲ : ۹۳ = مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَتَّبِعَنِ۔ کس بات نے تجھے منع کئے رکھا کہ تو میری پیروی نہ کرے۔ یعنی میری پیروی کرنے سے تجھے کس امر نے روکے رکھا۔ اس اسلوب بیان کی قرآن مجید میں اور بھی مثالیں ہیں۔ مثلاً مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (۷: ۱۲) تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکے رکھا۔ بعض کے نزدیک لا زائدہ ہے۔
= اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا۔ بموضع ظرف زمان۔ جب تم نے انہیں دیکھ لیا تھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں
= اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ کیا تو نے بھی میری نافرمانی کی۔ میرے حکم کو نہ مانا۔ مَعْصِيَةٌ و عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔
۲۰: ۹۴ = يَبْنَؤُمَّ اصل میں يَا بْنَ اُمِّيْ تھا یائے متکلم کی طرف اضافت کے ساتھ یاء کو حذف کیا اور الف سے بدلا يَا بْنَؤُمَّا ہوگیا۔ پھر الف مبدلہ کو حذف کردیا گیا يَا بْنَؤُمَّ بن گیا۔

بعض نے اس مشکل کا آسان ترین حل یہ بیان کیا ہے کہ يَا بْنَؤُمَّ يَا بْنَعَمَّ کی طرح کلام میں بکثرت استعمال کی وجہ سے تحریر میں بھی ایسے ہی استعمال ہونے لگا۔
= اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ الخ
ای انی خَشِيْتُ لوا نکرت علیہم لصاروا حزبین یقتل بعضھم بعضًا فَتَقُوْلُ فَرَّقْتَ ... الخ یعنی مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے سختی سے ان کی مخالفت کی یا ان کے فعل میں چون وچرا کی تو وہ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو جائیں گے پھر آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔
= لَمْ تَرْقُبْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ بمعنی ماضی منفی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَقَبَ يَرْقُبُ (نصر) رُقُوْبٌ۔ تو نے انتظار نہ کی۔ تو نے نگاہ نہ رکھی۔ یعنی تو نے میری بات یا میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ کا عطف جملہ سابقہ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پر ہے۔
۲۰: ۹۵ = مَا خَطْبُكَ۔ اَلْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَةُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا۔ اَلْخَطْبُ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت سے تخاطب (باہم گفتگو) ہو۔

مَا خَطْبُكَ تیرا کیا حال ہے۔ تیرا کیا معاملہ ہے۔ تیری کیا حقیقت ہے (تو نے یہ کیا حرکت کر ڈالی)

۲۰: ۹۶ = بَصُرْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ میں نے دیکھا۔ مجھے نظر آیا۔ بَصُرَ یَبْصُرُ (کَرُمَ) بَصَرٌ مصدر۔ جس کے معنی دیکھنے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ اَلْبَصَرُ آنکھ کو کہتے ہیں اس کی جمع اَبْصَارٌ ہے قوت بینائی کو بصر کہتے ہیں۔

= قَبْضَةً۔ مٹھی بھر۔ تھوڑا سا لے لینا۔ القبض کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے پنجے کے ساتھ پکڑنا۔ جیسے قَبَضَ السَّيْفَ اس نے تلوار کو پکڑا۔ قَبَضَ عَلٰی۔ مٹھی میں لے لینا۔ قبضہ میں لے لینا قَبَضَ عَنْ۔ لینے سے ہاتھ کھینچ لینا۔ مال خرچ کرنے سے ہاتھ روک لینا۔ جیسے يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (۹: ۶۷) اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ قَبَضَ اِلٰی اپنی طرف سمیٹ لینا۔ جیسے ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا (۲۵: ۴۶) پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

= اَثَرِ۔ اس کے حقیقی معنی تو نشان و علامت کے ہیں مگر مجازاً نشان قدم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے

= فَنَبَذْتُهَا۔ پس میں نے اسے ڈال دیا۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب

فَائِدَہ: آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ:۔

اُس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو لوگوں کو نظر نہ آئی پس میں نے رسول کے نشانِ قدم سے ایک مٹھی بھر (مٹی) لے لی پھر میں نے اسے ڈال دیا۔

لیکن آیت کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ جس میں قدیم مفسرین کی اکثریت شامل ہے۔ بیان کرتا ہے کہ سامری نے ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑی پر سوار دیکھا تھا اور گھوڑی کے نقش پا سے ایک مٹھی بھر مٹی لے لی تھی اس گھوڑی کا جہاں قدم پڑتا خشک گھاس سرسبز ہو جاتی اور یہ اس مٹی کی کرامت تھی کہ جب اسے بچھڑے کے بت پر ڈالا گیا تو اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور جیتے جاگتے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی۔

دوسرا گروہ جس میں ابو مسلم اصفہانی، فخر الدین رازیؒ، علامہ ابی حیان اندلسی۔ ابو الکلام آزاد۔ وغیرہ شامل ہیں ان کا بیان ہے کہ مجھے رسول یعنی حضرت موسٰی یا ان کے دین میں وہ کمزوری نظر آئی جو دوسروں کو نظر نہ آئی اس لئے ایک حد تک میں نے ان کے نقش قدم کی پیروی کی مگر بعد میں اسے چھوڑ دیا۔

ایک تیسرا گروہ جس میں مولانا مودودی، عبد اللہ یوسف علی وغیرہ شامل ہیں اس امر کا قائل

ہے کہ سامری کا یہ بیان ایک جھوٹی اور من گھڑت کہانی تھی۔
چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:۔
سامری ایک فتنہ پرداز شخص تھا جس نے خوب سوچ سمجھ کر ایک زبردست مکر وفریب کی سکیم تیار کی تھی اس نے صرف یہی نہیں کیا کہ سونے کا بچھڑا بنا کر اس میں کسی تدبیر سے بچھڑے کی سی آواز پیدا کر دی تھی۔ اور ساری قوم کے جاہل اور نادان لوگوں کو دھوکے ڈال دیا۔ اور مزید اس پر یہ جسارت بھی کی کہ حضرت موسیٰ کے سامنے ایک پُرفریب داستان گھڑ کر رکھ دی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے وہ کچھ نظر آیا جو دوسروں کو نظر نہ آتا تھا اور ساتھ ساتھ یہ افسانہ بھی گھڑ دیا کہ رسول کے نقش قدم کی ایک مٹھی بھر مٹی سے یہ کرامت صادر ہوئی۔
علامہ عبداللہ یوسف علی رقمطراز ہیں کہ:۔

This answer of the Samiri is a fine example of unblushing effrontery, careful evasion of issues, and invented falsehood.

سامری کا یہ جواب اس کی بے باک جرأت۔ اصل الامر سے پہلوتہی اور من گھڑت کذب وافتراٗ کی ایک لاجواب مثال ہے۔
= سَوَّلَتۡ۔ تَسۡوِیۡلٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے بات بنائی۔ اس نے اچھا کر کے دکھایا۔ تَسۡوِیۡلٌ کے معنی نفس کے اس چیز کو مزین کرنے کے ہیں جس پر اُسے حرص بھی ہو۔ اور اس کے قبیح کو خوشنما بنا کر پیش کرنے کے ہیں۔
مثلاً اَلشَّیۡطٰنُ سَوَّلَ لَهُمۡ (۴۷ : ۲۵) شیطان نے یہ کام) انہیں مزین کر کے دکھایا یا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر لے آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا (۱۲ : ۱۸) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔
۲۰ : ۹۷ = لَا مِسَاسَ۔ مصدر منصوب بوجہ عمل لا۔ باب مفاعلہ۔ نہ کوئی مجھے چھوئے نہ میں کسی کو چھوؤں۔ یعنی باہم چھونا ہی نہ ہو۔ اَلۡمَسُّ کے معنی چھونا کے ہیں اور یہ لَمۡسٌ کے ہم معنی ہے۔ لیکن گاہے لَمۡسٌ کے معنی کسی چیز کو تلاش کرنے کے بھی آتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جائے۔ لیکن مَسٌّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسۂ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو اور کنایۃً مجامعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً وَاِنۡ

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (٢: ٢٣٧) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔

مَسَّ بمعنی چھونا۔ پہنچانا۔ اور حق ہونا کے معنی میں بھی آتا ہے۔

= لَنْ تُخْلَفَهٗ۔ مضارع منفی مجہول مؤکد بلن۔ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع مَوْعِدًا ہے۔ ترجمہ۔ تم سے اس کی بابت خلاف ورزی نہیں کی جائیگی یعنی وہ ضرور تجھ کو مل کر ہی رہیگا۔

= ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا۔ ای ظلت عاكفا عليه جس پر تو جم کر بیٹھا ہوا ہے۔

ظَلْتَ افعال ناقصہ میں سے ہے اور ظَلٌّ وَظُلُوْلٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں دوام کے معنی مراد ہیں۔ ظَلْتَ اصل میں ظَلِلْتَ تھا۔ چونکہ دو لام کا ایک ساتھ جمع ہونا ثقیل تھا اور پھر کسرہ میں اور بھی ثقل تھا۔ تو پہلا لام حذف کر دیا گیا۔ اور ظ اپنے فتح کے ساتھ باقی رہا۔

عَاكِفًا ای مقيما۔ جم کر بیٹھنے والا۔ عُكُوْفٌ مصدر جس کے معنی ہیں تعظیم کے طور پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو لازم پکڑ لینا۔ عكوف فی المسجد۔ مسجد میں اعتکاف کرنا۔

شرع میں اعتکاف سے مراد عبادت کی نیت سے مسجد میں جم کر بیٹھ جانا یا اپنے آپ کو روکے رکھنا انہی معنوں میں ارشاد ہے وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (٢: ١٨٧) اور بیویوں سے صحبت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہوتے ہو۔ اور مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (٢١: ٥٢) یہ کیا (واہیات) مورتیاں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔

= لَنُحَرِّقَنَّهٗ۔ لام تاکید۔ نُحَرِّقَنَّ مضارع معروف بانون ثقیلہ برائے تاکید صیغہ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اِلٰهَ (اِلٰهِكَ) ہے یعنی وہ بچھڑا جس پر بطور الٰہ کے جمے بیٹھے تھے۔ حَرَّقَ يُحَرِّقُ تَحْرِيْقٌ (تفعیل) ہم اس کو خوب جلائیں گے۔

= لَنَنْسِفَنَّهٗ۔ لام تاکید۔ نَنْسِفَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب برائے الٰہ۔ ہم ضرور ہی اسے بکھیر کر بہا دیں گے۔ نَسَفَتِ الرِّيْحُ الشَّيْءَ کے معنی ہیں ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا۔ نُسَافَةٌ کے معنی اڑتی ہوئی غبار کے ہیں۔

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ پھر ہم نسافہ کی طرح اسے پھینک دیں گے سمندر میں۔ یعنی اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔ نَسْفًا مصدر کو آخیر میں مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے ملاحظہ ہو ٢٠: ١٠٥۔

== عِلْمًا - بوجہ تمیز کے منصوب لایا گیا ہے!
== وَسِعَ - وسعت کے معنی کشادگی کے ہیں وَسِعَ یَسَعُ (سَعَۃٌ) کسی چیز کو اپنے اندر سمو لینے کی وسعت رکھنا۔ مثلاً: ھذا الاناء یسع عشرین کیلاً ۔ یہ برتن اپنے اندر بیس کیل لے سکتا ہے یعنی اس برتن کے اندر بیس کیل سما سکتے ہیں۔ پس وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ علم کے لحاظ سے وہ ہر شے کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے یعنی ہر شے اس کے احاطۂ علم میں ہے یا اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اور جگہ انہی معنوں میں ارشاد ہے۔ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (٦٥: ١٢) وہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے
۲۰: ۹۹ == كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الخ کلام مستانفہ ہے اور خطاب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ جس طرح ہم نے ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سامری کا قصہ بیان کیا ہے اسی طرح ہم ماضی کے اور واقعات وحالات بھی تمہیں سناتے ہیں۔
== اَنْبَآءِ - نَبَأٌ کی جمع۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ سچی خبریں۔
== مَا قَدْ سَبَقَ جو پہلے ہو چکا ہے۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔
== اٰتَيْنٰكَ - ماضی بمعنی حال۔ ہم تجھ کو دیتے ہیں۔
== مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے ۔ لَدُنَّا مضاف مضاف الیہ۔ ہماری طرف۔
== ذِكْرًا۔ بمعنی کتاب، قرآن۔ ذِکر کو تعظیم وتفخیم کے لئے نکرہ لایا گیا ہے۔ یعنی ذکر عظیم۔ قرآن کریم
۲۰: ۱۰۰ == وِزْرًا - بوجھ۔ (گناہوں کا بھاری) بوجھ اس کی جمع اَوْزَارٌ ہے۔ اَلْوِزْرُ کے معنی بارِ گراں کے ہیں اور یہ معنی وَزَرٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی پہاڑ میں جائے پناہ کے ہیں۔ اور جس طرح مجازًا اس کے معنی بوجھ کے ہیں اسی طرح وِزْرٌ بمعنی گناہ بھی آتا ہے۔
۲۰: ۱۰۱ == خٰلِدِيْنَ فِيْهِ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وِزْر ہے۔ ای فی الوزر المراد منہ العقوبۃ۔ یعنی وہ اس عقوبت میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہیں گے۔
== حِمْلًا۔ بوجھ۔ اس کی جمع اَحْمَالٌ ہے بروزن فِعْلٌ واَفْعَالٌ ۔ منصوب بوجہ سَاءَ کی تمیز کے ہے۔ اور قیامت کے دن ان کے لئے یہ بہت برا بوجھ ہوگا
۲۰: ۱۰۲ == زُرْقًا۔ اَزْرَقُ (مذکر) زَرْقَاءُ (مؤنث) کی جمع ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی آنکھ کی سیاہی نیلاہٹ یا سبزی یا زردی کی طرف مائل ہو۔ زُرْقٌ کے متعلق دو قول ہیں۔
ا۔ ایک یہ کہ رومی جو اہل عرب کے سخت دشمن تھے وہ گربہ چشم تھے۔ اس لئے انہوں نے دشمن کی یہ صفت بیان کی ہے اسود الکبد (سیاہ جگر) اصہب السبال (بھوری مونچھوں والا) ازرق العین (کبود چشم)۔

۲۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ الفراء کا قول ہے زُرْقًا بمعنی عُمْیًا ہے یعنی اندھے۔ کیونکہ جس کی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے اس کی پُتلی نیلی ہو جاتی ہے۔
یہاں مجرموں کو نفرت کے اظہار کے طور پر کبود چشم کھڑا کیا جانا بیان ہے
زُرْقًا بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے۔

۲۰: ۱۰۳ = یَتَخَافَتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہے۔ تَخَافُتٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر چپکے چپکے آپس میں کہیں گے۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں کریں گے۔ خَفْتٌ مادہ۔
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (۶۸: ۲۳) آخرو چلے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوتے۔
= عَشْرًا۔ دس دن۔ عَشْرًا کے مطلق عدد سے مراد دنوں کی تعداد لی گئی ہے۔ ای عشرۃ ایام۔ یعنی دس دن۔

۲۰: ۱۰۴ = اَمْثَلُهُمْ۔ ان میں سے زیادہ اچھا۔ بہتر۔ اَمْثَلُ کے اصلی معنی تو زیادہ مشابہ کے ہیں لیکن اس کا استعمال اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو اچھے لوگوں کے مشابہ ہو اور اس اعتبار سے اس کے معنی زیادہ بہتر اور زیادہ نیک کے ہیں۔
= طَرِيْقَةً۔ ای رایًا وعقلاً۔ عقل اور رائے میں۔ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً۔ جو ان میں کا سب سے زیادہ صائب الرائے۔ محتاط اندازہ لگانیوالا۔ زیادہ زیرک۔

۲۰: ۱۰۵ = يَنْسِفُهَا۔ نَسَفَ يَنْسِفُ (ضرب) وہ ان کو اڑا کر بکھیر دے گا۔ نَسْفٌ ونُسُوْفٌ (نصر) کاٹنا۔ نَسْفٌ (ضرب) بنیاد اکھاڑنا۔ پہاڑ کھودنا۔ کھود کر برابر کر دینا۔ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دینا۔ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (۷۷: ۱۰) اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۰: ۹۷

۲۰: ۱۰۶ = فَيَذَرُهَا۔ الفاء للتعقیب۔ تعقیب کے لئے ہے۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب یا جبال کے لئے ہے یا ارض کے لئے ہے۔ يَذَرُ مضارع واحد مذکر غائب وَذْرٌ مصدر يَذَرُ اصل میں (باب ضرب سے) يَوْذِرُ تھا۔ لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے فَيَذَرُهَا۔ پس وہ اسے چھوڑ دیگا۔
= قَاعًا۔ نرم۔ ہموار۔ نشیبی میدان جو پہاڑوں اور ٹیلوں سے دور واقع ہو۔ اس کی جمع قِيْعٌ قِيْعَةٌ اَقْوَاعٌ ہے۔ قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے۔ اور سب چٹیل میدان کی شکل اختیار کر لیں گے۔ اَلْقِيْعَةُ ہموار میدان۔ قرآن مجید میں ہے كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ

(۲۴: ۲۹) جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت۔ قیعٌ مادہ
= صَفْصَفًا ۔ صفصف مادہ الصَّفُّ (نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو خط مستوی پر کھڑا کرنا کے ہیں۔ جیسے انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کرنا ہے۔ یا ایک لائن میں درخت لگانا۔
کبھی صفّ بمعنی صافّ بھی آجاتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا (۶۱: ۴) جو لوگ خدا کی راہ میں پرے باندھ کر لڑتے ہیں وہ بیشک محبوب خدا ہیں الصَّفْصَفُ ہموار میدان۔ گویا وہ ایک صف کی طرح ہے۔
۲۰: ۱۰۷ عِوَجًا۔ کجی۔ ٹیڑھاپن یہ عَوِجَ یَعْوَجُ سے اسم ہے عَوَجٌ مصدر اَعْوَجُ صفت عَوِجَ الْعُوْدُ لکڑی ٹیڑھی ہو گئی۔ عَوِجَ الْاِنْسَانُ آدمی بدخلق ہو گیا۔ اِعْوِجَاجٌ ٹیڑھاپن (لکڑی کا)

= اَمْتًا ۔ ٹیلا۔ اونچان۔ نشیب و فراز۔
۲۰: ۱۰۸ = یَتَّبِعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ پیچھے چلیں گے۔ اتباع کریں گے۔ پیروی کریں گے۔ ضمیر یَتَّبِعُوْنَ الناس کے لئے ہے تمام خلقت
اَلدَّاعِیَ ۔ بلانے والا۔ پکارنے والا۔ دُعَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
یہاں پکارنے والے سے مراد فرشتہ اسرافیل ہے جو صور پھونکنے پر مامور ہے۔
= لَا عِوَجَ لَہٗ ۔ اس سے کوئی کجی نہیں برتے گا۔ یعنی اس کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کریگا کوئی حکم عدولی نہیں کرے گا۔ جن کو وہ پکاریگا وہ بالکل سیدھے اس کے پیچھے ہو لیں گے۔ کوئی ادھر ادھر نہیں ہوگا۔
= خَشَعَتْ ۔ دب گئی۔ نیچی ہو گئی۔ پست ہو گئی۔ عاجز ہو گئی۔ خُشُوْعٌ مصدر۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے۔
الخُشُوْعُ کے معنی ضَرَاعَۃٌ یعنی عاجزی کرنے اور جھک جانے کے ہیں مگر زیادہ تر خشوع کا لفظ جوارح اور ضراعۃ کا لفظ قلب کی عاجزی پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے اِذَا ضَرَعَتِ الْقَلْبُ خَشَعَتِ الْجَوَارِحُ ۔ جب دل میں فروتنی ہو تو اس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں آیا ہے وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا (۱۷: ۱۰۹) اور اس سے ان کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے اور خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ (۶۸: ۴۳) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ اور آیت ہذا میں وخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ آوازیں پست ہو جائیں گی۔
= لِلرَّحْمٰنِ ۔ رحمٰن کے سامنے۔ اس کے خوف و ہیبت کی وجہ سے۔

= هَمْسًا۔ اسم مصدر منصوب (باب ضرب) قدم کی چاپ۔ آہٹ۔ مدھم آواز
۲۰: ۱۰۹ = لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ط
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ای لا تنفع شفاعۃ شافع الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا ط
یعنی کسی سفارش کرنے والے کی سفارش سود مند نہ ہوگی سوائے اس شفاعت کنندہ کے جسے رحمٰن اجازت بخشے اور (پھر اس سفارش کنندہ کی) بات پر وہ (رحمٰن) راضی ہو۔

اس کی تائید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط (۲: ۲۵۵) کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

اور يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ط (۷۸: ۳۷) اس دن جب کہ روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور وہ کہے بھی ٹھیک بات۔

۲۔ ای لاتنفع شفاعۃ شافع لاحد الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا
یعنی کسی سفارش کنندہ کی سفارش کسی کے حق میں بھی سود مند نہ ہوگی سوائے اس کے حق ہر جس کے لئے رحمٰن اجازت بخشے اور جس کے قول پر وہ (رحمٰن) راضی بھی ہو۔

حضرت ابن عباس رض کے نزدیک قول سے مراد لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ ہے یعنی مشفوع مومن بھی ہو ان معنی میں قرآن مجید میں ہے ولا یشفعون الا لمن ارتضٰی (۲۱: ۲۸) اور وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ جس کے لئے سفارش سننے پر رحمٰن بھی راضی ہو۔

یا كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (۵۳: ۲۶) اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی بجز اس صورت کے کہ اللہ اجازت دیدے جس کے لئے وہ چاہے اور جس کے لئے وہ رضامند ہو۔

۲۰: ۱۱۰ = يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ تمام لوگ ہیں جو کہ حشر کے دن الداعی کی آواز پر اکٹھے ہو جاویں گے (آیت ۱۰۸ مذکورہ بالا) یا بلاقید حشر جمیع الناس مراد ہیں۔

= لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ بہٖ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ عِلْمًا تمیز ہے لَا يُحِيْطُوْنَ سے یعنی از روئے علم وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یا یوں کہ ان کا علم اس کی ذات کا

صفات کا کما حقہٗ ادراک نہیں کرسکتا۔

٢٠ : ١١١ = عَنَتِ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب (لیکن یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے)
عَنِتَ یَعْنَتُ عَنَتٌ (باب سمع) سے عنت کے معنی گناہ ۔ بدکاری ۔ مشقت، فساد ۔ ہلاکت
غلطی ۔ خطا ۔ زنا ۔ جور ۔ اذیت ۔ کئے گئے ہیں ۔ لیکن بدنی یا دینی ضرر کے لئے عام استعمال میں آیا ہے ۔
جیسے وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (٣ : ١١٨) وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر پہنچائے ۔ اور آیت ذٰلِكَ
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (٤ : ٢٥) یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے بدکاری کا اندیشہ رکھتا ہو
یہاں بھی بدکاری دینی و بدنی ضرر کے مترادف ہے اور آیت عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (٩ : ١٢٨)
جو چیز تمہیں ضرر پہنچاتی ہے وہ انہیں بہت گراں گذرتی ہے ۔

آیت ہذا میں یہ باب نصر سے آیا ہے عَنَتَ یَعْنُتُ عُنُوٌّ جس کے معنی جھکنا ۔ ذلیل ہونا ۔
عاجزی و فروتنی کرنا ہے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ اور چہرے عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے ۔

= خَابَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ مصدر (ضرب) وہ نامراد ہوا ۔ وہ ناکام رہا ۔
ملاحظہ ہو ٢٠ : ٦١

= مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۔ جس نے اٹھا رکھا ہو ظلم کا بوجھ ۔ " ظلم " اپنے عام وسیع معنی میں بھی مراد
ہو سکتا ہے لیکن یہاں عموماً اس سے شرک مراد لیا گیا ہے ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ
الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (٣١ : ١٣) بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے ۔

ظلم کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا ۔ خواہ کمی یا زیادتی کرکے ۔
اسے اس کے صحیح وقت یا اصل جگہ سے ہٹا کر ۔ اور اس سے زیادہ کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ مخلوق کو
خالق کا مقام دے کر شریک ٹھہرایا جائے ۔

ظُلْمًا ۔ یعنی زیادتی ۔

١١٢ : = هَضْمًا ۔ مصدر باب ضرب ۔ نقصان ۔ کم کرنا ۔ توڑنا (یعنی شکست حق) نیکیوں کی کمی ۔
ہضم کے اصل معنی ہیں کسی نرم چیز کو کچلنا ۔ قرآن مجید میں ہے وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (٢٦ :
١٤٧) اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہونے کی وجہ سے کچلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔
هَضَمَ حَقَّهٗ ۔ کسی کے حق کو کم کرنا ۔ هَضَمَ لَهٗ مِنْ حَقِّهٖ اپنے حق میں سے کسی کو
کچھ حصہ بخوشی دینا ۔ هَضَمَتِ الْمِعْدَةُ الطَّعَامَ ۔ معدے کا خوراک کو ہضم کرنا ۔
لَهَاضِم ۔ ہضم کرنے والی دوا ۔

١١٣ : = كَذٰلِكَ ۔ اس کا عطف كَذٰلِكَ نَقُصُّ (آیۃ ٩٩) پر ہے یعنی جس طرح اوپر کے

مضامین، قیامت کے ہول۔ عذاب اور جہنم کے متعلق صاف صاف ارشاد ہوئے ہیں اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں وضاحت و فصاحت کے ساتھ نازل کیا ہے اور گناہوں کی سزاؤں کو پھیر پھیر کر طرح طرح سے بیان کیا ہے کہ لوگ پرہیزگار بن جائیں۔

= يُحْدِثُ۔ اَحْدَثَ يُحْدِثُ (افعال) اِحْدَاثٌ وہ پیدا کرے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۱)

= ذِكْرًا۔ ذکر، پند۔ نصیحت۔ بیان۔ نفس کی وہ ہیئت جس کے ذریعہ انسان کے لئے جو کچھ معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہو۔

صاحب تفسیر ماجدی رقمطراز ہیں:۔

راہِ حق قبول کرنے کے دو ہی واسطے ہیں۔ یا بواسطۂ جذبات یا بواسطۂ تعقل۔ دونوں آیت کے اس ٹکڑے میں جمع ہوگئے ہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ بدیوں سے بچنے لگیں اور نیکیوں کی طرف بڑھنے لگیں۔

یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ منکر تخویف و ترہیب ایمان لائے اور جو مؤمن ہے اس کا مرتبہ فہم و تذکرِ قرآن سے اور دو بالا ہو جائے۔

۲۰:۱۱۴ = تَعٰلَى۔ تَعَالٰى يَتَعَالٰى تَعَالِيٌ (تفاعُلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب وہ برتر ہے وہ بہت بلند ہے۔ یہاں باب تفاعل تکلف یا تخییل کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ مبالغہ کے لئے ہے۔ تخییل کی مثال تَمَارَضَ زَيْدٌ زید نے دکھاوے کے لئے اپنے تئیں بیمار بتایا۔

مدارک التنزیل میں تعالیٰ کے معنی لکھے ہیں۔ ارتفع عن فنون الظنون واوهام الافهام و تنزه عن مضاهاة الانام و مشابهة الاجسام۔ یعنی ہر وہم و گمان سے بالاتر۔ اور مخلوق کی مشابہت سے بلند و پاک۔ اس کا مادہ علو ہے۔

= لَا تَعْجَلْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو جلدی نہ کر عَجَلٌ وَعَجَلَةٌ مصدر (باب سمع) تو جلدی نہ کر۔ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ قرآن (کے پڑھنے) میں عجلت سے کام نہ لیں۔

= يُقْضٰى۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ وہ پورا کر دیا گیا۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ قبل اس کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے۔

۲۰:۱۱۵ = عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ۔ ہم نے آدم سے عہد کیا تھا۔ عَہِدَ اِلٰى۔ عہد کرنا۔ شرط لگانا۔ وصیت کرنا۔ یہ عہد شجر ممنوعہ کے پاس نہ جانے کا تھا۔

= فَنَسِيَ۔ ای فَنَسِيَ الْعَهْدَ۔ پس وہ اس عہد کو بھول گیا۔ صاحب ضیاء القرآن المفردات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:۔

نسیان کا معنی ہے انسان کا اس چیز کو محفوظ نہ رکھنا جو اسے ودیعت کی گئی ہے اور اس کی وجہ کبھی تو

دل کی کمزوری کبھی غفلت ہوتی ہے اور کبھی قصدًا بھی انسان کسی چیز کو اپنے دل سے محو کر دیتا ہے۔ اور یہی نسیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہے۔

= لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱: ہم نے (اس لغزش میں) ان کا کوئی قصد نہ پایا۔ یعنی آپ نے قصدًا اس درخت کا پھل نہیں کھایا بلکہ بھول کر کھا بیٹھے۔ ای لم نجد له قصدًا علیٰ اکل الشجرة بل اکل ناسیًا۔ (مظہری)

۲: ہم نے حکم الٰہی پر ثابت قدم رہنے کی آپ میں ہمت نہ پائی شیطان نے جب دل میں وسوسہ ڈالا تو آپ فریب میں آ گئے۔

۳: ہم نے ان میں ارادہ ہی نہ پایا (کہ وہ ایک عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں) بلکہ محض بے خیالی اور بے احتیاطی میں ان سے سرزد ہو گئی۔

العزم عقد القلب علیٰ امضاء الامر کسی کام کے کرنے کا تہیہ کر لینا۔

۲۰: ۱۱۶ = ابٰی۔ اِبَاءٌ مصدر سے (باب فتح) یَاْبٰی۔ انکار کرنا۔ ناپسند کرنا۔ اس نے سخت انکار کیا۔

۲۰: ۱۱۷ = فَتَشْقٰی۔ تَشْقٰی مضارع واحد مذکر حاضر۔ شَقِيَ يَشْقٰی (سمع) شَقَاوَةٌ شَقْوَةٌ۔ شِقْوَةٌ مصدر۔ بدبخت ہونا۔ شقاوةٌ جملہ اعتبارات وحیثیات سے سَعَادَةٌ کی ضد ہے۔ جیسا سعادت دو قسم پر ہے دنیوی۔ اخروی۔ پھر سعادتِ دنیوی تین قسم پر ہے۔ سعادت نفسی۔ سعادتِ بدنی۔ سعادت خارجی۔

اسی طرح شقاوت بھی اِن ہی اقسام پر منقسم ہوتی ہے۔ چنانچہ شقاوتِ اخروی کی مثال ہے فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰی (۲۰: ۱۲۳) وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔

اور شقاوتِ دنیوی کے متعلق ہے فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی (آیت ہذا) تو یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ (شیطان) تمہیں کوئی چکمہ دے اور تم پھنس جاؤ۔ ایسے یہ تم کو جنت کی راحتوں سے محروم کر دے گا۔ فَتَشْقٰی اور تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ کیونکہ یہاں (جنت میں) تو ہر چیز تیار ملتی ہے۔ اگر تم یہاں سے نکال دیئے گئے تو پھر ایک ایک لقمہ کے لئے محنت کرنا پڑے گی۔

المراد بالشقاء التعب فی طلب المعاش (مظہری) شقاوت سے یہاں مراد وہ کلفت اور تھکن ہے جو کسبِ معاش کے باعث انسان محسوس کرتا ہے۔ یہاں تشقٰی کا لفظ

بدبختی کے معنی میں مستعمل نہیں۔

۲۰: ۱۱۸ = اَلَّا تَجُوْعَ ۔ اَنْ لَّا تَجُوْعَ کہ تو نہ بھوکا رہیگا۔ جُوْعٌ سے (باب نصر) جس کا معنی بھوک لگنا ہے۔ مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جس کا معنی بھوک لگنا ہے مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جُوْعٌ بھوک۔

= فِیْهَا۔ ای فِی الْجَنَّةِ۔

= لَا تَعْرٰی۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ عَرِیَ یَعْرٰی (سمع) عُرْیَةٌ وعُرْیٌ سے ننگا ہونا۔ نہ تو ننگا ہوگا۔ نہ تو برہنہ ہوگا۔ اسی سے اَلْعَرَاءُ ہے ایسی کھلی جگہ جہاں کوئی چیز آڑ کے لئے نہ ہو۔ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ (۳۷: ۱۴۵) پھر ہم نے اُسے جبکہ وہ بیمار تھا ایک کھلے میدان میں ڈال دیا۔

۲۰: ۱۱۹ = لَا تَظْمَؤُا۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ ظَمَأٌ مصدر سے (باب سمع) نہ تو پیاسا رہیگا۔ ظَمَأٌ تشنگی۔ پیاس۔ (۹: ۱۲۰) ظَمْاٰنُ۔ پیاسا۔ تشنہ۔ (۲۴: ۳۹)

= لَا تَضْحٰی۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر۔ ضَحًا وضَحَاءٌ مصدر (باب سمع) سے نہ تجھے دھوپ کی تپش ستائے۔ ضَحًا دھوپ لگنا۔ سورج سے تکلیف اٹھانا۔ الضُّحٰی چاشت کا وقت جب کہ سورج بلند ہوچکا ہو۔

۲۰: ۱۲۰ = وَسْوَسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وَسْوَسَةٌ فَعْلَلَةٌ مصدر۔ اس نے دل میں بُرا خیال پیدا کیا۔ اس نے وسوسہ دلایا۔

= هَلْ اَدُلُّكَ۔ هَلْ برائے استفہام۔ اَدُلُّ مضارع واحد متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا میں تمہیں بتاؤں۔ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں۔ دَلَالَةٌ مصدر سے (باب نصر) جس کے معنی رہنمائی کرنے کے ہیں۔

= شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشگی کا درخت۔ ایسا درخت جس کا پھل کھانے سے دوامی زندگی مل جائے۔

= مُلْكٍ۔ بادشاہی۔

= لَا یَبْلٰی۔ مضارع منفی معروف۔ واحد مذکر غائب۔ بِلًی وبَلَاءٌ (باب سمع) بمعنی پرانا ہونا بوسیدہ ہونا۔ گھس جانا۔ فنا ہونا۔ لَا یَبْلٰی۔ کبھی پرانا نہ ہو۔ جو فنا نہ ہو۔

۲۰: ۱۲۱ = فَبَدَتْ۔ ف تعقیب کے لئے ہے۔ بَدَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ ظاہر ہوئی۔ بَدُوٌّ وبَدَاءٌ۔ مصدر (باب نصر) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَهُمْ

سَیِّاٰتُ مَاکَسَبُوْا (۴۸:۳۹) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔
اَلْبَدْوُ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ اور بادیہ (صحرا) کو بَدْوٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں ہر چیز ظاہر نظر آتی ہے۔
= سَوْاٰتُھُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کی شرمگاہیں۔
سَوْاٰتٌ سَوْءَۃٌ کی جمع ہے۔ سَوْءَۃٌ کے معنی فضیحت۔ عیب۔ بُرا فعل۔ لاش۔
امام راغب لکھتے ہیں کہ:۔
کنایۃً سَوْءَۃٌ کا لفظ عورت یا مرد کی شرم گاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔
علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ:۔
اصل میں سَوْءَۃٌ کے معنی فرج (شرمگاہ) کے ہیں۔ بعد میں اس کو ہر اس شے کے معنی میں نقل کر لیا گیا کہ جب وہ ظاہر ہو تو اس سے حیار آنے لگے۔ خواہ وہ قول ہو یا فعل۔
فَبَدَتْ لَھُمَا سَوْاٰتُھُمَا۔ سو بے پردہ ہو گئیں ان دونوں پر ان دونوں کی شرمگاہیں۔
= طَفِقَا۔ وہ دونوں کرنے لگے (وہ کام جو آگے مذکور ہے) ان دونوں نے شروع کیا۔
طَفِقَ یَطْفَقُ (سمع) اور طَفَقَ یَطْفِقُ (ضرب)، طَفَقٌ و طُفُوْقٌ مصدر طَفِقَ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے آتی ہے جس طرح کَادَ کی۔ لیکن یہ کَادَ کی طرح افعال مقاربہ میں سے نہیں ہے اور طَفِقَ کے دیگر مرادفات جَعَلَ کَرُبَ اَخَذَ بھی افعال مقاربہ میں سے نہیں۔
بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے اور طَفِقَ کو افعال مقاربہ ہی میں شمار کیا ہے۔
= یَخْصِفٰنِ۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ خَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔ خَصْفَۃٌ چمڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کے اوپر اس جیسا دوسرا ٹکڑا رکھ کر جوتا بنایا جائے۔
= عَصٰی۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ عِصْیَانٌ و مَعْصِیَۃٌ مصدر۔ اس نے حکم ٹالا۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی۔ عَصٰی اصل میں عَصَیَ تھا۔ یَ بعد فتح کے واقع تھی اس لئے الف ہو گئی۔
صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔
یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام نے بھول کر یہ کام کیا تھا تو پھر عَصٰی اٰدَمُ

د آدم نے نافرمانی کی ، کے الفاظ ان کے متعلق کیوں کہے گئے ؟
تو اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی نیکیاں بسااوقات مقربین بارگاہِ الٰہی کی سیئات شمار ہوتی ہیں (جیساکہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۴۸ : ۲ کی تفسیر میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں :۔

والمراد بالذنب ما فرط من خلاف الاولیٰ بالنسبة الی مقامه عليه الصلوٰة والسلام فهو من قبيل حسنات الابرار سيئات المقربين) خطا اور نسیان پر اگرچہ انسان پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور انسان عذاب کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ لیکن خواص کا معاملہ اور ہے۔ ان سے ترک اولیٰ پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے ؎

بود آدم دیدۂ نورِ قدیم — موئے در دیدہ بود کوہِ عظیم

رومیؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نورِ قدیم کی آنکھ تھے اور آنکھ میں ایک بال بھی پڑ جائے تو وہ کوہِ عظیم کی طرح ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔

= رَبَّهٗ ۔ ربَّ مفعول ہ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع آدمؑ ہے۔
= غَوٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ غَیٌّ وَغَوَايَةٌ مصدر۔ باب ضرب۔ غَوَايَةٌ کے معنی ہیں گمراہ ہونا۔ بہک جانا۔ بے راہ رو ہونا۔ ہلاک ہونا۔ نادان ہونا۔ ناکام ہونا۔ غَوٰى وہ بہک گیا۔ وہ ناکام ہو گیا۔ وہ بے راہ ہوا۔

روح المعانی میں اس کے کئی معانی آئے ہیں۔

۱:۔ ضل عن مطلوبه الذی هو الخلود۔ یعنی اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ مقصد تھا دائمی زندگی اور لازوال بادشاہی

۲:۔ ضل عن الرشد حيث اغتر بقول العدوّ۔ راہ مستقیم سے بھٹک گیا دشمن کی بات میں دھوکہ کھا کر۔

۳:۔ فسد عليه العيشة۔ اس کی زندگی تباہ ہو گئی۔ یعنی زندگی کا آرام چھن گیا۔

اسماعیل بن حماد الجوہری صاحب الصحاح نے اس کے معنی کئے ہیں :۔

۱۔ گمراہ ہونا ۲۔ حصول مقصد میں ناکام ہونا۔

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں اکثر مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں کہ وہ حصول مقصد میں ناکام رہے

۲۰ : ۱۲۲ = اِجْتَبٰهُ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت

آدم علیہ السلام ہیں۔ مادہ جبی سے مشتق ہے۔ جَبٰی یَجْبِیْ (ضَرَبَ) جِبَایَۃٌ مصدر جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِیَۃ کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابٍ ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (۳۴:۱۳) اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔

باب افتعال سے الاجتباءُ کے معنی ہیں انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ اور اسی سے ہے اِجْتَبَاہُ اس نے اُس کا انتخاب کیا۔ یہاں اِجْتَبَاہُ ای اصطفاہُ۔ اس نے اس کو اپنے لئے منتخب کرلیا۔ یعنی فیض وکرم اور تقرب کے لئے چن لیا۔

= فَتَابَ عَلَیْہِ۔ پس اس کی توبہ قبول کرلی۔ یہاں اس کا پس منظر بیان کئے بغیر توبہ کی قبولیت مذکور ہوئی ہے۔ وہ پس منظر یہ ہے:۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ (۲:۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ الفاظ سیکھ لئے (اور جب اس نے ان الفاظ میں دعا کی تو) اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔ اور وہ الفاظ کیا تھے؟ وہ یہ ہیں!

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۷:۲۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہیں کرے گا۔ تو یقیناً ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے!

= هَدٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب هَدٰی یَهْدِیْ (باب ضرب) اس نے راہِ ہدایت دکھادی۔

۲۰:۱۲۳ = اِهْبِطَا۔ تم دونوں اتر جاؤ۔ هَبَطَ یَهْبِطُ (ضَرَبَ) هُبُوْطٌ سے فعل امر تثنیہ مذکر حاضر۔ یعنی جنت سے (جو ایک اعلیٰ مقام ہے) زمین کی طرف (جو ایک ادنیٰ جگہ ہے) اترو!

= مِنْهَا۔ ای مِنَ الْجَنَّۃِ۔

= جَمِیْعًا۔ یعنی تم دونوں اور شیطان لعین بھی۔

= بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔ یعنی جہاں تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے۔ تمہاری اولاد میں بھی یہ کیفیت ہوگی۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے اِهْبِطَا سے۔

= فَاِمَّا۔ فَاِنْ مَا۔ اگر۔

= فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی۔ ای فَلَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا وَلَا یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَۃِ

نہ وہ اس دنیا میں بھٹکے گا اور نہ آخرت میں بدنصیب و محروم ہوگا۔ یعنی یہاں دنیا میں بھی اس کو راہِ مستقیم نصیب ہوگی۔ اور آخرت میں اپنے نیک اعمال کی جزا و ثواب سے بھی محروم نہ ہوگا۔
نیز ملاحظہ ہو ۲۰: ۸۰۔

۲۰: ۱۲۴ = اَعْرَضَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔
= ذِكْرِىْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا ذکر۔ میری یاد۔ میری نصیحت۔ میرے احکام کی بجا آوری۔ میری کتاب۔ یعنی قرآن مع اس کے اوامر ونواہی کے۔
= مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ موصوف وصفت۔ مَعِيْشَةً اسم مصدر منصوب۔ سامانِ زندگی۔ ضَنْكًا۔ تنگ ہونا۔ الضنك کے معنی ہیں کسی مقام یا معیشت کی تنگی۔ ضَنُكَ يَضْنُكُ (کرم) کا مصدر ہے۔ چونکہ یہ مصدر ہے اس لئے جب بطور صفت استعمال ہوتا ہے تو مذکر، مؤنث، مفرد تثنیہ و جمع سب کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہاں یہ باعتبار اصل مؤنث ہی کی صفت واقع ہے۔ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ تنگ زندگی۔ لیکن یہاں تنگی محض مادی مال و دولت کا نہ ہونا مراد نہیں۔ بلکہ تنگی کا تعلق قلب سے ہے۔ ذکر الٰہی سے اعراض سے مراد حکومتِ الٰہیہ سے انکار۔ ذاتِ الٰہی پر توکل اور اس کے دیئے پر قناعت کا فقدان۔ اور اس کا لازمی نتیجہ انسان کا مادیات میں فکر و ہوس۔ اندیشہ نفع و نقصان کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت اس کے سکونِ قلب اور جمعیتِ خاطر کو تباہ کر دیتی ہے اور زندگی باوجود جاہ و حشمت مال و دولت کے اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آئے دن بڑے بڑے دولت مند اور خوشحال لوگ خودکشی کا ارتکاب کرتے سنتے ہیں۔
= نَحْشُرُهٗ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔ ہم اٹھا کھڑا کریں گے۔

۲۰: ۱۲۵ = لِمَ حَشَرْتَنِىْ۔ لِمَ یہ مرکب ہے لام تعلیل اور ما استفہامیہ سے۔ ما کے الف کو تخفیف کے لئے ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس لئے۔ کس وجہ سے۔

۲۰: ۱۲۶۔ كَذٰلِكَ۔ ای مثل ذٰلك فعلت انت۔ تو نے بھی تو اسی طرح کیا تھا۔
= اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے جیسا کہ وہ کہے یا ربّ ما فعلتُ اَنَا؟ اے میرے پروردگار میں نے کیا کیا؟ جواب ملے گا: اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا۔ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے عمداً ان کو ترک کئے رکھا۔ جان بوجھ کر اندھا بنا رہا اور ان کو بھلائے رکھا۔ نَسِىَ کا معنی بھلانا بھی ہے اور نظر انداز کرنا بھی۔

= وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اور آج تو بھی اسی طرح نظرانداز کر دیا جائے گا۔

۲۰: ۱۲۷ = نَجْزِيْ۔ مضارع جمع متکلم جَزَاءٌ مصدر و اسم (باب ضرب) ہم بدلہ دیں گے ہم بدلہ دیتے ہیں۔ جزاء ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا بُرا۔

= اَسْرَفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْرَافٌ (افعال) مصدر، وہ حد سے تجاوز کر گیا اس نے حد سے تجاوز کیا، وہ حد سے بڑھ گیا۔

= عَذَابُ الْاٰخِرَةِ۔ ای عذاب النار اَشَدُّ (شدید تر) وَاَبْقٰى (زیادہ دیرپا) من عذاب الدنیا ومن المعیشۃ الضنك یعنی آخرت کا عذاب جو دوزخ میں ملیگا وہ عذاب دنیا سے زندگی کی عقوبتوں سے اور عذاب قبر سے کہیں زیادہ شدید اور دیرپا ہوگا۔ یا المعیشۃ الضنك والحشر علی العمی سے شدید تر و زیادہ دیرپا ہوگا۔

۲۰: ۱۲۸ = اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ۔ میں لَمْ يَهْدِ کا فاعل اگلا جملہ ہے یعنی كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ کہ ان سے قبل ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے (اُجڑے ہوئے) مکانوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں۔

اس کی مثال صاحب کشاف نے سورۃ صافات (۳۷) کی آیات ۷۸-۷۹ دی ہیں وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۔ اور ہم نے ان کے پیچھے آنے والوں میں (یہ بات) رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں۔ اس میں تَرَكْنَا کا مفعول اگلا جملہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ہے

آیت ہذا سے نیا کلام شروع ہوتا ہے اس میں لَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اسی طرح قَبْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب بھی۔ اور يَمْشُوْنَ کی ضمیر فاعل بھی انہی مشرکین کے لئے ہے مَسٰكِنِهِمْ کی ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب ان قوموں کے لئے ہے جن کو ماضی میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کر دیا۔

= اُولِي النُّهٰى۔ صاحب عقل۔ دانشور۔ دیکھو ۲۰: ۵۴۔

۲۰: ۱۲۹ = وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى۔ ای ولولا سبقت من ربك كلمة (ولولا) اجل مسمى لكان لِزَامًا۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا اور اگر (تیرے رب کی طرف سے) ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان پر (عذاب) ابھی آ گیا ہوتا۔

سَبَقَتْ۔ ماضی واحد مونث غائب اس کا مرجع كلمة ہے كلمة کا معنی تاخیر عذاب کا

وعدہ (یعنی یہ کہ اس امت کو اس دنیا میں عذاب نہ ہوگا اور دوسری اقوام کی طرح اپنے اعمال بد کے نتیجہ میں اس زندگی میں ان پر ہلاکت نہ آئے گی بلکہ نبی کریم رحمۃ للعالمین کی وجہ سے ان کے اعمال کی سزا قیامت کے روز کے لئے اٹھا رکھی جائے گی۔

اَجَلٌ مُّسَمًّی۔ صفت موصوف۔ ایک مقررشدہ وقت۔ یعنی روز قیامت۔ اَجَلٌ مُّسَمًّی کا عطف کَلِمَۃٌ پر ہے لَکَانَ لِزَامًا ای لکان عذاب جنایاتھم لازمًا لھؤلاء الکفرۃ تو ان کے بداعمال کا عذاب لازمی طور پر ان کفار پر آگیا ہوتا (جس طرح اُمم سابقہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ لِزَامًا یا تو مصدر ہے اور بصیغہ صفت مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے یا اسم آلہ ہے رِکَابٌ کی طرح اور مبالغہ کے لئے بصیغہ صفت استعمال ہوا ہے۔ لِزَامًا ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔ چمٹ جانے والا۔ انصاف کرنے والا حاکم۔ لَازِمٌ اسم فاعل چمٹا رہنے والا۔ واجب۔ اِلْزَامٌ باب افعال۔ چمٹا دینا۔ جیسے اَنُلْزِمُکُمُوْھَا کیا ہم اس کو تم پر چمٹا دیں۔ (۱۱: ۲۸) اور فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ط (۲۵: ۷۷) تم نے اس کو جھٹلایا اور عنقریب یہ تکذیب تم کو چپٹ جائے گی۔ الگ نہ ہوگی وبال جان بن جائے گی اس کی (سزا) تمہارے لئے لازم ہو جائے گی۔

۲۰: ۱۳۰ = فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ۔ پس جو وہ کہتے ہیں اس پر آپ صبر کریں ان کی (دل دکھانے والی) باتوں پر صبر کریں۔ کیونکہ ان کے عذاب میں تاخیر بوجہ امہال ہے اہمال نہیں ہے یعنی یہ صرف ان کو مہلت ہی دی جا رہی ہے انہیں نظرانداز نہیں کیا جا رہا بلکہ وہ تو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے

= اٰنَاۤئِ۔ ان ی۔ مادہ اَنٰی یَاْنِیْ (ضرب) الشَّیْءُ اس کا وقت قریب آگیا۔ مثلاً اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (۵۷: ۱۶) کیا ابھی تک مومنوں کے لئے وقت نہیں آیا۔ اٰنَی الْحَمِیْمُ پانی حرارت میں انتہا کو پہنچ گیا۔ حَمِیْمٍ اٰنٍ (۵۵: ۴۴) گرم کھولتے ہوئے چشمے۔ اِنًی (بہ تثلیث الہمزہ) وقت کا کچھ حصہ اس کی جمع اٰنَاۤءٌ ہے مثلاً یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَاۤءَ الَّیْلِ (۳: ۱۱۳) جو رات کے وقت خدا کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ اور آیۃ ہذا (۲۰: ۱۳۰) وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح اس کی پڑھا کرو۔ اَنًی وقت اس کی جمع اٰنَاء اوقات۔

اَلْاِنَاۤءُ برتن۔ جمع اٰنِیَۃٌ وجمع الجمع اَوَانٍ۔

فَائِدَہ! قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ میں فجر کی نماز آگئی قَبْلَ غُرُوْبِھَا میں ظہر اور عصر کی نمازیں آگئیں اور اٰنَاۤئِ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اور اَطْرَافَ

النَّهَارِ میں فجر و مغرب کی مکرر تاکید ہو گئی۔
= لَعَلَّكَ تَرْضٰی۔ تاکہ آپ خوش رہیں کہ دنیا کے آلام و افکار سے بچنے کا راستہ یہی عبادت میں مشغولیت ہے۔
۲۰: ۱۳۱ لَا تَمُدَّنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر بانون تاکید ثقیلہ مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا (باب نصر) اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبائی میں) کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں اسی سے مدت زمانہ کو مدت کہتے ہیں مَدَدْتُ عَيْنِيْ اِلٰى كَذَا۔ کسی کی طرف حریصانہ اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا۔
لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى (دنیا کا سازوسامان جو ان کو دیا گیا ہے) تو اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھ
مَدَدْتُ فِيْ۔ مہلت دینا۔
= مَتَّعْنَا۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعيل) ہم نے دنیاوی سامان دے کر بہرہ مند کیا۔
مَا اسم موصول اور بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔
مَا مَتَّعْنَا بِهٖ۔ جو دنیاوی سامان ہم نے دیا۔
= اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ ان میں کے چند گروہ۔ یہ مَتَّعْنَا کا مفعول ہے۔
لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (کافروں کے) جن چند گروہوں کو ہم نے دنیاوی سامان دے کر متمتع کیا ہے تو اس کی طرف ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے۔
= زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ زَهْرَةَ مضاف۔ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ دنیوی زندگی کی زیب و زینت زَهْرَةَ فعل محذوف جعلنا هم کا مفعول ہے اسی لئے منصوب ہے یا یہ منصوب اس وجہ سے ہے کہ مَتَّعْنَا کا مفعول ثانی ہے۔ اور مَتَّعْنَا اس صورت میں اَعْطَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے۔
= لِنَفْتِنَهُمْ۔ لام برائے تعلیل نَفْتِنَ مضارع منصوب جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تاکہ ہم ان کا امتحان لیں۔ فِتْنَةٌ و فُتُوْنٌ۔ مصدر۔
= رِزْقُ رَبِّكَ۔ تیرے پروردگار کا رزق۔ یعنی وہ اجر و ثواب جو آخرت میں آپ کے لئے ہوگا اور نبوت و ہدایت جو اس دنیا میں آپ کو عطا کر رکھی ہے۔ یا رزق سے مراد رزق حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی رزق کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ماسوائے اس رزق کے جو طیب اور حلال ہو۔
۲۰: ۱۳۲ = اِصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ تو اس پر قائم رہ اِصْطِبَارٌ (افتعال) سے مصدر جس کے معنی ہیں صبر کے ساتھ قائم رہنے کے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔

== لِلتَّقْوٰى ۔ ای لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ جیسے اور جگہ آیا ہے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (٧:١٢٨) اور فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ (١١:٤٩) وقی مادہ۔

٢٠ : ١٣٣ == لَوْلَا یَاْتِیْنَا ۔ کیوں نہیں لایا (یہ نبی) ہمارے پاس ۔ لَایَاْتِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اٰیَۃٌ معجزہ۔

== اَوَلَمْ تَاْتِھِمْ ۔ کیا ان کے پاس نہیں آئی ۔ تَاْتِ اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے اصل میں تَاْتِیْ تھا۔ لَمْ کے عمل سے ی حذف ہوگئی اور مضارع ماضی کے معنی میں ہوگیا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

== بَیِّنَۃُ ۔ ب ی ن مادہ سے ۔ بَانَ وَاسْتَبَانَ وَتَبَیَّنَ کے معنی ظاہر اور واضح ہوجانے کے ہیں۔ بَیَانٌ مصدر ۔ بیان ۔ بولنا ۔ کسی چیز کو واضح کرنے اور کھولنے کو بیان کہتے ہیں ۔ یہاں بَیِّنَۃ سے مراد القرآن ہے جو پہلے صحیفہائے آسمانی کا نچوڑ ہے۔ اور جس میں ان اگلی آسمانی کتابوں کی تعلیمات کا واضح بیان ہے اس سے زیادہ واضح بیان اور اس سے بڑھ کر کونسا معجزہ چاہتے ہیں

٢٠ : ١٣٤ == نَذِلَّ ۔ مضارع جمع متکلم ذَلٌّ وَذِلَّۃٌ مصدر (باب ضرب) (پیشتر اس کے کہ) ہم ذلیل ہوں یا ذلیل ہوتے۔

== نَخْزٰی ۔ مضارع جمع متکلم خِزْیٌ مصدر (باب سمع) (پیشتر اس کے کہ) ہم رسوا ہوں یا رسوا ہوتے

٢٠ : ١٣٥ == مُتَرَبِّصٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَرَبُّصٌ (تفعّل) مصدر ۔ مُنتظر ۔ راہ دیکھنے والا ۔ مراد نتائج اعمال کا انتظار کرنے والا

== فَتَرَبَّصُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ تم انتظار کرو۔

== فَسَتَعْلَمُوْنَ ۔ س مستقبل قریب کے لئے تَعْلَمُوْنَ جمع مذکر حاضر ۔ پس تم عنقریب ہی جان لوگے یعنی موت کے وقت یا حشر میں

== الصِّرَاطِ السَّوِیِّ ۔ موصوف وصفت ۔ راہ مستقیم۔

السَّوِیّ اسے کہتے ہیں کہ جو کیفیت اور مقدار دونوں کے لحاظ سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو ۔ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ ۔ اصحاب مضاف الصراط السوی موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ ۔ سیدھے راستہ پر چلنے والے لوگ ۔

== اِھْتَدٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے ہدایت اختیار کی ۔ اِھْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے مصدر ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ (۱۷)

اَلۡاَنۡبِيَآءُ ۲۱ الحجّ ۲۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمْ

(۲۱) سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (۷۳)

۲۱: ۱ = اِقْتَرَبَ ۔ اِقْتِرَابٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نزدیک ہوا۔ قریب آگیا۔ مادہ ق ر ب۔

= مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ رُخ گردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو بمعنی رُخ پھیرنا۔ اجتناب کرنا ہے اور اگر اس کے بعد لام آئے جیسے اَعْرَضَ لِیْ (وہ میرے سامنے آیا۔ میرے سامنے نمودار ہوا) تو سامنے آنے کے معنی دیتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے بغیر عَنْ کے بھی رُخ پھیرنے کے معنی دیتا ہے گویا اعراض کے معنی ہی رخ گردانی اور اجتناب ہوگیا۔

= حِسَابُہُمْ۔ ان کا حساب یعنی ان کے اعمال کے حساب (کا وقت)

۲۱: ۲ = مَا یَاْتِیْہِمْ مِّنْ ذِکْرٍ۔ میں مَا نافیہ ہے مِنْ ذِکْرٍ ای شَیْئٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ

= مُحْدَثٍ ۔ اسم مفعول واحد مذکر اِحْدَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جدید۔ تازہ۔ یہ ذِکْرٍ کی صفت ہے مِنْ ذِکْرٍ مُّحْدَثٍ کوئی نئی سورت یا آیت۔

= اِسْتَمَعُوْہُ۔ ماضی (بمعنی حال) جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع ذِکْرٍ مُّحْدَثٍ ہے۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر وہ اس کو سنتے ہیں۔

= وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۔ واؤ حالیہ ہے۔ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ حال ہے اِسْتَمَعُوْا کے فاعل سے۔ یعنی ان کا دھیان اپنے لہو ولعب کی طرف ہے سننے کی طرف نہیں یہ سننے کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ آیۃ کا ترجمہ ہوا: نہیں آتی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

کوئی نئی یا تازہ سورت یا آیت مگر یہ کہ وہ اسے سنتے ہیں اس حال میں کہ وہ لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں۔

(ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں۔ ترجمہ مولانا فتح محمد صاحب)

۲۱ : ۳ = لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ۔ یہ بھی اسْتَمَعُوْا کے فاعل سے حال ہے۔

لَاهِيَةً اسم فاعل واحد مؤنث۔ لَاهِيٌ واحد مذکر۔ لَاهِيَاتٌ جمع۔ غافل۔ لہو میں پڑے ہوئے اَللَّهْوُ۔ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے۔ یہ لَهَوْتُ كَذَا سے اسم ہے جس کے معنی کسی مقصد سے ہٹ کر بے سود کام میں لگ جانے کے ہیں۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (درآں حالیکہ) ان کے دل (یوم جزا سے ہٹ کر) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں

مَا يَأْتِيْهِمْ سے جو فقرہ شروع ہوا تھا وہ قُلُوْبُهُمْ پر آکر ختم ہوا۔ وَاَسَرُّوْا سے نیا فقرہ شروع ہوتا ہے۔

= اَسَرُّوْا۔ وہ پوشیدہ رکھتے ہیں (ماضی بمعنی حال)

= النَّجْوٰى۔ اسم معرف باللام۔ سرگوشی۔ یا یہ مصدر ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ نَجْوٰى میں خود ہی اخفاء کا پہلو شامل ہے۔ اَسَرُّوْا کے لفظ نے مزید تاکید وزور پیدا کر دیا۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے متعلق صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

یہاں ایک نحوی پیچیدگی ہے۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے فقرہ میں اَسَرُّوْا فعل ہے نَجْوٰى مفعول۔ اور اَلَّذِيْنَ فاعل۔ نحو کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق اَسَرَّ النَّجْوٰى ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہاں فاعل ظاہر ہونے کے باوجود اَسَرُّوْا جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اَسَرُّوْا میں واؤ ضمیر جمع نہیں ہے بلکہ علامتِ جمع ہے تاکہ اَسَرُّوْا کا لفظ سنتے ہی سننے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کا ایک فاعل نہیں بلکہ متعدد ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ واؤ ضمیر جمع فاعل ہے اور اَلَّذِيْنَ فاعل نہیں بلکہ واؤ کا بدل ہے اور واؤ مبدل منہ ہے جیسے ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ (۵ : ۷۱) میں گذر چکا ہے کہ كَثِيْرٌ فاعل نہیں بلکہ واؤ علامت جمع اور ضمیر فاعل ہے اور كَثِيْرٌ اس کا بدل ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرب کی ایک لغت میں ایسے موقعہ پر بھی فعل کا جمع کا صیغہ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اَكَلُوْنِيْ الْبَرَاغِيْثُ (مجھے پسوؤں نے کاٹ کھایا)۔ ملاحظہ ہو سورۃ مائدہ آیت

نمبر۷ ۔ ضیاء القرآن جلد اوّل ۔ فقرہ کا ترجمہ ہوگا ۔ (یہ) ظلم کار لوگ (آپ کے خلاف) سرگوشیوں کو چھپاتے رہتے ہیں۔

= هَلْ ۔ نفی کے لئے آیا ہے ۔ ای مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔

= اَفَتَاْتُوْنَ ۔ الف استفہامیہ ۔ تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم آتے ہو ۔ تم آؤ گے ۔ اِتْیَانٌ مصدر ۔ بآء کے ساتھ جب اس کا تعدیہ ہو تو معنی لانے کے ہوتے ہیں ۔

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ ۔ کیا تم (پھر بھی) جادو (کی باتیں سننے) آؤ گے ۔

= وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ہ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو ۔ یہ جملہ حال ہے تَاْتُوْنَ کی ضمیر فاعل سے ۔

اور یہ سارا جملہ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ہ محل نصب میں ہے اور النَّجْوٰی سے بدل ہے ۔ یعنی ان کی سرگوشیاں یہ کلام ہے ۔

۲۱ : ۴ = قٰلَ ۔ ای قال الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

= اَلْقَوْلَ ۔ ہر بات خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی جائے یا بِالْجَهْرِ کہی جائے تاکید کے لئے یَعْلَمُ السِّرَّ کو یَعْلَمُ الْقَوْلَ کہا ہے ۔

۲۱ : ۵ = اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَضْغَاثٌ ضِغْثٌ کی جمع ہے جس کے معنی خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :۔ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا (۳۸ : ۴۴) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو ۔

اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں اور چونکہ گھاس کے تنکے یا خشک شاخیں مٹھے میں بری بھلی سب ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں ۔ جیسے کہ سورۃ یوسف میں ہے قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲ : ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پراگندہ و پریشان خواب ہیں ۔ اسی طرح جس بات یا کلام کا کوئی سر منہ نہ ہو اور بے ربط و ملتبس ہو اسے بھی تشبیہاً اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں ہے یعنی یہ کلام پریشان خیالات کا مجموعہ ہے

= بَلِ افْتَرٰىهُ ۔ یہ محض پریشان خواب نہیں کیونکہ خواب میں ایسے کلام کو موزوں کرنا بھی ایک شانِ بے اختیاری و مجذوبیت کا مظہر ہے بلکہ یہ تو ایک من گھڑت کلام ہے جو ان کے اپنے دماغ کی اختراع ہے ۔

بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ ایک شاعر ہے اور یہ کلام ایک شاعرانہ جولانیٔ طبع کا نتیجہ ہے ۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں اور جس میں کوئی ٹھوس حقیقت نہیں اور واقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ (علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ اہل عرب شعر کو جھوٹ کے معنی میں استعمال

کرتے تھے۔ اور شاعر سے مراد ان کے نزدیک کا ذب تھا۔ اسی لئے اہلِ عرب جھوٹی دلیلوں کو ادلۃ شعریۃ کہتے ہیں)

= فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ۔ یہ جواب شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ان لم یکن کما قُلْنَا بل کان رَسُوْلًا من اللہ عزوجل کما یقول فلیاتنا باٰیۃٍ۔ اگر یہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے بلکہ جیسا وہ خود کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ ہے تو پھر لائے ہمارے پاس کوئی (بھاری) معجزہ

= كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ٥ جیسا کہ پہلے رسول (بھاری معجزہ) کے ساتھ بھیجے گئے تھے مثلاً حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا۔ و یدبیضاء یا حضرت عیسیٰ کہ ان کو کوڑھی تندرست ہوجاتے تھے اور مردہ زندہ ہوجاتے تھے۔

یہ سارا کلام بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ سے لے کر اَلْاَوَّلُوْنَ تک النّجوٰی کے ضمن میں آتا ہے۔

٢١ : ٦ = مَآ اٰمَنَتْ۔ مَا نافیہ ہے اٰمَنَتْ اِيْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ وہ ایمان لائی ۔ اس نے مانا۔ یہاں سے جملہ مستانفہ شروع ہوتا ہے۔ اور کفار و مشرکین کے متذکرہ بالا نجویٰ کا خداوند تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی خاطر کے لئے جواب ہے

مَآ اٰمَنَتْ ..... اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ٥ ان سے قبل ہم نے جن بستیوں کو (با وجود معجزہ ہائے عظیم کے مرسلین خداوندی کی نافرمانی کی وجہ سے) ہلاک کیا ان کے اہالیان تو ایمان نہ لائے تو کیا یہ لوگ آپ سے معجزہ عظیم کا مطالبہ کر رہے ہیں (ایسے معجزہ کی صورت میں) ایمان لے آئیں گے؟۔

اَفَهُمْ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

٢١ : ٧ = رِجَالًا۔ رَجُلٌ کی جمع ہے۔ مرد۔ انسان

= اَهْلَ الذِّكْرِ۔ اہل علم۔ اس سے مراد یا تو اہل کتاب ہیں یعنی علماء یہود و نصاریٰ کہ تورات اور انجیل کی تعلیمات کی روشنی میں وہ انبیاء کی بشریت سے منکر نہ تھے۔

یا یہاں ذکر سے مراد القرآن ہے اور اہل الذکر سے مراد قرآن کو ماننے والے مؤمن علماء

٢١ : ٩ = اَلْمُسْرِفِيْنَ۔ اِسْرَافٌ (افعال) سے اسم فاعل جمع مذکر حدّ اعتدال یا حدّ مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ حدّ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

٢١ : ١٠ = ذِكْرُكُمْ۔ ای ذکرٰی لَّكُمْ۔ تمہارے لئے نصیحت

٢١ : ١١ = قَصَمْنَا۔ قَصَمَ يَقْصِمُ (ضرب) قَصْمٌ سے ماضی جمع متکلم۔ اَلْقَصْمُ

کے معنی کسی چیز کو توڑ دینے اور ہلاک کر دینے کے ہیں۔ قَصَمَ اللّٰهُ ظَهْرَ الظَّالِمِ خدا ظالم کی کمر توڑ دے قَاصِمَةُ الظَّهْرِ پشت کو توڑ دینے والی مصیبت۔

كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر دیا۔ یعنی ان کو توڑ موڑ کر ریزہ ریزہ اور ہلاک کر دیا۔

= اَنْشَاْنَا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی جمع متکلم ہم نے پیدا کیا

۲۱ : ۱۲ = اَحَسُّوْا۔ اِحْسَاسٌ (افعال) ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے محسوس کیا۔ انہوں نے پایا۔

= بَاْسَنَا۔ مضاف مضاف الیہ ہمارا عذاب۔ ب ء س مادہ

اَلْبُؤْسُ اَلْبَاْسُ۔ اَلْبَاْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اَلْبَاْسُ اَلْبَاْسَاءُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے اور بُؤْسٌ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔

= اِذَا۔ جب۔ ناگہاں۔ اس وقت۔ ظرف زمان ہے۔ اِذَا اکثر و بیشتر تو شرطیہ ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آیہ ہذا میں اِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ۔ تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ یہاں اِذَا فجائیہ ہے۔

= مِنْهَا۔ میں ضمیر واحد مؤنث غائب یا تو قَرْيَةٍ کی طرف راجع ہے یا بَاْسٌ کی طرف جو کہ یہاں النقمۃ کے معنی میں ہے۔ النقمۃ سزا۔ انتقام۔ بدلہ۔

= يَرْكُضُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب رَكْضٌ مصدر (باب نصر) تیزی کے ساتھ بھاگنا وہ تیزی سے بھاگنے لگے۔

۲۱ : ۱۳ = لَا تَرْكُضُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت بھاگو۔

= اُتْرِفْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں عیش دیا گیا۔ تم نازونعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ (افعال) مصدر۔

اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ۔ اس حالت تعیش کی طرف جہاں تمہیں خدا نے نعمتیں، مال و زر زن و فرزند۔ و دیگر سامانِ تعیش دے رکھا تھا۔ یہ فقرہ طنزاً کہا گیا ہے کہ اب جو تمہاری ناشکری اور کرتوتوں کی وجہ سے عذاب آیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو؟ جاؤ ناوہیں جاکر عیش لوٹو اور حکومت چلاؤ تاکہ تم سے تمہاری بربادی اور سزا و عذاب کے متعلق لوگ پوچھیں کہ بایں انعام و اکرام یہ تم عذاب میں کیوں مبتلا کئے گئے اور پھر تم اپنی کرتوتوں کا جواب دو۔

= قَالُوْا ۔ ای لما یئسوا من الخلاص بالھرب والقینوا استیلاء العذاب
یعنی جب وہ بھاگ کر بھی خلاصی پانے سے مایوس ہوگئے اور غلبۂ عذاب کا ان کو یقین ہوگیا تو پکارنے
لگے یٰوَیْلَنَا۔

٢١:١۴ = یٰوَیْلَنَا۔ وائے ہماری بدبختی۔ وائے ہماری ہلاکت

٢١:١۵ = مَا زَالَتْ افعال ناقصہ میں سے ہے یعنی وہ ختم نہ ہوا بدستور جاری رہا۔
مَا زِلْتُ اَفْعَلُ۔ میں کرتا رہا۔ مَا زَالَتْ ان کی یہ (چیخ و پکار) جاری رہی۔
= دَعْوٰىھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا دعویٰ۔ ان کی چیخ و پکار۔
مَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوٰىھُمْ۔ ان کی یہ چیخ و پکار جاری رہی۔ وہ یہ چیخ و پکار کرتے
ہی رہے۔
= حَصِیْدًا۔ کٹی ہوئی کھیتی۔ جڑ سے کٹی ہوئی حَصَادٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ
صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حَصَادٌ و حَصِیْدٌ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔
جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (٦:١۴١) اور جس دن پھل توڑو یا کھیتی
کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔
= خٰمِدِیْنَ بجھنے والے۔ خُمُوْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ خَمَدَتِ
النَّارُ۔ آگ کے شعلوں کا ساکن ہوجانا (جب کہ اس کا انگارا نہ بجھا ہو) قرآن مجید میں ہے فَاِذَا ھُمْ
خٰمِدُوْنَ ٥ (٣٦:٢٩) سو وہ ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔
حَتّٰى جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ٥ تا آنکہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر اور
(آگ کی طرح) بجھا کر ڈھیر کر دیا۔

٢١:١٦ = لٰعِبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَاعِبٌ واحد۔ لَعِبٌ لَعْبٌ و تَلْعَابٌ مصدر کھیلنے
والے۔ بیکار کام کرنے والے۔
لَعِبٌ حاصل مصدر بھی ہے بمعنی کھیل۔ لُعْبَةٌ گڑیا۔

٢١:١٧ = لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا۔ اگر ہمارا ارادہ ہوتا کہ ہم کوئی محض کھیل کا شغل اختیار
کریں (تو یقیناً ہم از خود اپنی طرف سے ہی کوئی بھی کھیل اختیار کر سکتے تھے۔ یہ مخلوق اس کی مختلف صورتیں
اس کی مختلف آزمائشیں۔ اس کی دنیاوی زندگی کی صعوبتیں اور آخرت کی جزا و سزا یہ سب دھندا
کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تخلیقِ کائنات خود مخلوق ہی کے نفع و مصلحت کے لئے ہے
جیسا کہ مولانا روم رح نے فرمایا ہے ؎

من نہ کردم امر تا سودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

== اِنْ کُنَّا فٰعِلِیْنَ ۝ میں اِنْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اگر ہمیں ایسا کرنا ہی تھا تو۔ یا یہ نافیہ ہے اور معنی ہیں ۔ ہم ایسا کرنے والے نہ تھے یعنی ایسا کرنا (لہو ولعب کے لئے) ہمارا مقصود ہی نہ تھا۔

٢١: ١٨ == نَقْذِفُ ۔ مضارع جمع متکلم قَذْفٌ مصدر (باب ضرب) ہم پھینک مارتے ہیں قَذْفٌ کے اصل معنی تیر کو دور پھینکنے کے ہیں۔ پھر تیر کی شرط کو ساقط کرکے مطلق پھینکنے، ڈالنے اور اتارنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مجازاً اس کے معنی گالی دینا۔ تہمت زنا لگانا۔ اور کسی کو عیب کی طرف منسوب کرنا بھی مراد لئے جاتے ہیں ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (٢٠: ٣٩) پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو ۔ اور یَقْذِفُ بِالْحَقِّ (٣٤: ٤٨) وہ (اوپر سے) حق اتارتا ہے اور وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (٣٧: ٨) اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ۔ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں۔

== فَیَدْمَغُهٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دَمْغٌ مصدر (باب فتح) پس وہ اس کو دماغ پر مارتا ہے (دماغ کی چوٹ بیہوشی کرتی ہے اور اگر زیادہ قوی ہو تو موجب ہلاکت ہوتی ہے) دَمْغٌ کا معنی ہے ایسی قوی ضرب جس سے بھیجا ٹوٹ جائے۔ اس لئے آیۃ ہذا میں دماغ پر مارنے سے مراد ہوا ہلاک کرنا۔ نابود کر دینا۔

== فَاِذَا ۔ پس وہ فوراً ۔

== زَاهِقٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر مٹ جانے والا۔ زائل ہو جانے والا۔

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ تو وہ فوراً مٹ جاتا ہے۔

== وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ اور تمہارے لئے خرابی (بربادی ۔ ہلاکت ۔ بدبختی) ہے بوجہ (ان من گھڑت باتوں کے) جو تم بیان کرتے ہو۔ مثلاً یہ تخلیق کائنات محض ایک کھیل ہے یا یہ کہ دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یا بیوی بیٹیاں وغیرہ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ وغیرہ ذالک ۔ یا یہ جملہ انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے۔ یعنی تمہاری ان باتوں پر پھٹکار ہو

یہاں خطاب یا تو قریش سے ہے یا جمیع کفار عرب سے۔ یا التفات ضمائر ہے اور خطاب اہل قریٰ سے ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور غیب سے حاضر کا صیغہ وعید کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۱ : ۱۹ = وَمَنْ عِنْدَهٗ - و هم الملئکۃ مطلقًا علیہم السلام
لفظی ترجمہ :۔ اور جو اس کے نزدیک ہیں اور اس سے مراد فرشتے ہیں۔
= لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ ۔ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔
وہ تکبر نہیں کرتے ۔ یعنی اس کی بندگی سے سرتابی نہیں کرتے۔
= لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ہ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِحْسَارٌ (استفعال) مصدر
وہ نہیں تھکتے ہیں۔
اَلْحَسْرُ (باب ضرب ونصر) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ نَاقَۃٌ حَسِیْرٌ ۔ تھکی ہوئی اور کمزور اونٹنی جس کا گوشت اور قوت زائل ہو گئی ہو۔
اَلْحَاسِرُ اَلْمَحْسُوْرُ ۔ تھکا ہوا۔ عاجز۔ درماندہ ۔ کیونکہ اس کے قویٰ ظاہر ہو جاتے ہیں!
اَلْحَاسِرُ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے خود اپنے قویٰ کو ننگا کر دیا۔
اور اَلْمَحْسُوْرُ اس تصور پر کہ درماندگی نے اس کے قویٰ کو ننگا کر دیا۔
حَسِیْرٌ حَاسِرٌ مَحْسُوْرٌ ۔ تینوں ہم معنی ہیں ۔قرآن مجید میں ہے
• یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (۶۷ : ۴) تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی ۔ اور اسی سے اَلْحَسْرَۃُ (حسرت) ہے فرطِ غم سے قویٰ کا ننگا ہو جانا درماندہ ہو جانا۔
۲۱ : ۲۰ = لَا یَفْتُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب فُتُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ سستی نہیں کرتے وہ نہیں اکتاتے۔ فترٌ مادہ۔
۲۱ : ۲۱ = اٰلِھَۃً مِّنَ الْاَرْضِ ۔ ای اٰلھۃ من اجزاء الارض کالحجارۃ وغیرہ
ایسے معبود جن میں ارضی عنصر موجود ہو مثلاً پتھر۔ جانور (ہندوؤں کی گئو ماتا ۔ ہنومان رمندر) درخت تلسی پیپل وغیرہ جن کو ہندو پوجتے ہیں) دریا (جیسے ہندوؤں کے نزدیک گنگا۔ جمنا) وغیرہ
= ھُمْ یُنْشِرُوْنَ ۔ (ایسے ہیں) جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہوں
۲۱ : ۲۲ = فِیْھِمَا ۔ ای فی الارض والسمٰوٰت
۲۱ : ۲۳ = لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی۔
= وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ہ ای الناس ۔ لوگوں سے باز پرس کی جا سکتی ہے
۲۱ : ۲۴ = ھَاتُوْا ۔ اصل میں اٰتُوْ تھا۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے ۔ اٰتِ تولا۔ واحد مذکر حاضر

اٰتِیْ (واحد مؤنث حاضر) اٰتِیَا (تثنیہ مذکر و مؤنث حاضر) اٰتِیْنَ (جمع مؤنث حاضر) ہمزہ کو ھاء سے بدل کر ھَاتِ۔ ھَاتِیْ۔ ھَاتِیَا۔ ھَاتُوْا۔ ھَاتِیْنَ کرلیا گیا۔
ھَاتُوْا جمع مذکر حاضر فعل امر۔ تم لاؤ۔
= ھٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ۔ یہ رہی کتاب (میری اور) میرے ساتھیوں کی۔
= وَذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ۔ اور (یہ رہی) کتاب مجھ سے قبل والوں کی۔ (ان دونوں میں سے کسی میں یہ نکال کر دکھاؤ کہ ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی خدائی کا شائبہ رکھتا ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ اس کی بندگی کی جائے۔
آیات ٢١: ٢٢: میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقلی دلائل تھے اور آیت ٢٤ میں استدلال نقلی ہے۔
= بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ (یہ کوئی دلیل نہیں لاسکیں گے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق کو جانتے ہی نہیں۔
= فَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ اور اسی وجہ سے وہ (توحید الٰہی اور اتباع رسول سے) روگردانی کررہے ہیں۔
٢١: ٢٥ = نُوْحِیْ۔ مضارع بمعنی ماضی جمع متکلم۔ ہم وحی بھیجتے تھے ہم نے (اس کی طرف) وحی بھیجی۔
= فَاعْبُدُوْنِ۔ ای فاعبدونی۔ سو میری ہی عبادت کیا کرو۔
٢١: ٢٦ = اِتَّخَذَ وَلَدًا۔ اَلْاَخْذُ کے معنی ہیں کسی چیز کو حاصل کرلینا۔ جمع کرلینا۔ اور احاطہ میں لے لینا۔ اور یہ حصول کبھی کسی چیز کو پکڑنے کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗ۔ (١٢: ٧٩) خدا بچائے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا ہم کسی اور کو پکڑیں۔
اور کبھی غلبہ کی صورت میں مثلاً لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (٢: ٢٥٥) نہ اس پر اونگھ غالب آسکتی ہے اور نہ ہی نیند۔
اسی سے اَلْاِتِّخَاذُ (افتعال) ہے اور یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوکر جَعَلَ کے جاری مجری ہوتا ہے جیسے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ (٥: ٥١) یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اِتَّخَذَ۔ اس نے بنالیا۔ اس نے اختیار کیا۔
وَلَدًا۔ اَلْوَلَدُ جو جنا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث چھوٹے بڑے سب

پر بولاجاتا ہے۔ وَالِدٌ جس کے ہاں جنا گیا ہو۔ وَالِدَۃٌ جس نے جنا ہو۔ وَالِدَیْنِ ماں باپ۔ وَلَدٌ بیٹا۔ بیٹی۔ اولاد سب کے لئے آتا ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ ای وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ الْمَلٰئِکَۃَ وَلَدًا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے رحمٰن نے (فرشتوں کو) اولاد۔ عرب کے کئی قبائل مثلاً بنی خزاعہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ یہاں اس بہتان صریح کی نفی کی جارہی ہے۔

= بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۝ بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔ یعنی ملائکہ۔ عزیر، مسیح وغیرہ

۲۱ : ۲۷ = لَا یَسْبِقُوْنَہٗ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سَبْقٌ (ضرب) سے مصدر۔ اس سے وہ سبقت نہیں کرتے۔ پہل نہیں کرتے (بِالْقَوْلِ۔ بات کرنے میں)

۲۱ : ۲۸ = لَا یَشْفَعُوْنَ۔ میں ضمیر فاعل عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ کی طرف راجع ہے۔

= اِرْتَضٰی۔ وہ راضی ہوا۔ اس نے پسند کیا۔ اِرْتِضَاءٌ (افتعالٌ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی۔ مگر صرف اس کے لئے اسفارش کریں گے) جسے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) پسند کرے گا

= خَشْیَتِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ہیبت۔ اس کا ڈر۔ اس کا خوف۔

= مُشْفِقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِشْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مُشْفِقٌ واحد ڈرنے والے اس کا مادہ شفق ہے اور شفق کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ اشفق (باب افعال) سے پہلے من مذکور ہو تو خوف کا معنی نمایاں ہوتا ہے جیسے وَھُمْ مِنَ السَّاعَۃِ مُشْفِقُوْنَ ۝ (۲۱ : ۴۹) اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں۔

اور اگر اس کے بعد علیٰ آئے تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً اشفق علی الصَّغِیْرِ۔ اس نے چھوٹے پر رحم کھایا۔

۲۱ : ۳۰ = کَانَتَا رَتْقًا۔ دونوں باہم ملے ہوئے تھے۔ جڑے ہوئے تھے۔ رَتْقًا ملا ہوا جڑا ہوا۔ رَتْقٌ رَتَقَ یَرْتُقُ کا مصدر ہے۔ رَتْقٌ کے اصل معنی ہیں جڑجانا۔ بند ہوجانا خواہ خلقی طور پر خواہ صناعی طور پر۔ یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول کے ہے۔

= فَفَتَقْنٰھُمَا۔ پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کردیا اَلْفَتْقُ (باب ضرب) کے معنی دو متصل چیزوں کو الگ الگ کر دینے کے ہیں۔ اور یہ رَتْقٌ کی ضد ہے

تخلیق عالم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزادرح ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:۔

موجودہ زمانہ میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کرۂ ارضی کی ابتدائی نشوونما کے جو نظریئے تسلیم کرلئے گئے ہیں یہ اشارات بظاہر ان کی تائید کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر شرح وتفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرسکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ یہ نظریئے کتنے ہی مستند تسلیم کرلئے گئے ہوں لیکن پھر بھی نظریئے ہیں اور نظریات جزم ولقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ پھر اس سے کیا فائدہ کہ ان کی روشنی میں قرآن کے مجمل اور محتمل اشارات کی تفسیر کیجائے۔ لیکن کل کو کیا کریں گے اگر ان نظریوں کی جگہ دوسرے نظریئے پیدا ہوگئے۔

صاف بات یہی ہے کہ یہ معاملہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی حقیقت ہم اپنے علم وادراک کے ذریعے معلوم نہیں کرسکتے۔ اور قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق عالم کی شرح وتحقیق نہیں ہے خدا کی قدرت وحکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے۔

= كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ ہر جاندار چیز۔ لفظ كُلّ محاورہ میں تقریباً کل یا بہت بڑی اکثریت کے مرادف مستعمل ہے۔ اس لئے اگر کسی جاندار کی پیدائش کا اس قاعدے سے استثناء ثابت ہوجائے تو یہ عموم قانون کے منافی نہیں۔

۲۱ : ۳۱ = رَوَاسِيَ۔ رَسٰى يَرْسُوْ (نصر) رُسُوٌّ ورَسُوٌّ (مصدر) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع۔ راسِيَةٌ واحد۔ رَسَا الشَّيْءُ (نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَاسِيَ وہ مضبوط پہاڑ جو ایک جگہ جم کر ٹھہرے ہوئے ہوں۔

اَلْمَرْسٰى۔ بندرگاہ۔ جمع مَرَاسٍ۔ اَلْمِرْسَاةُ۔ کشتی یا جہاز کا لنگر۔ مُرْسٰى مصدر میمی بھی ہے لنگر انداز ہونا۔ ظرف زمان وظرف مکان بھی ہے۔ لنگر انداز ہونے کا وقت یا لنگر انداز ہونے کی جگہ۔

= اَنْ بمعنی لِئَلَّا استعمال ہوا ہے اور هِمْ سے مراد اہل الارض ہیں۔

= تَمِيْدَ بِهِمْ۔ تَمِيْدَ مضارع واحد مؤنث غائب (ضرب) وہ ہلے۔ وہ جھکے۔ یا وہ ہلتی ہے یا جھکتی ہے۔ مَيْدٌ مصدر بمعنی کسی بڑی چیز کا ہلنا یا حرکت کرنا۔ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ تاکہ وہ لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے۔

= فِيْهَا ای فی الرَّوَاسِيَ پہاڑوں میں

= فِجَاجًا۔ فَجٌّ کی جمع دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے۔
دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو الفَجُّ کہتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:۔
مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (٢٢: ٢٧) ہر دور دراز راستے سے۔
= يَهْتَدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ راستہ پا سکیں۔

٢١: ٣٢ = اٰيٰتِهَا۔ اس کی نشانیاں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب السمآء کی طرف راجع ہے
ایتھا ای ما خلق اللہ فیھا من الشمس والقمر والنجوم وکیفیۃ حرکاتھا فی افلاکھا ومطالعھا ومغاربھا وغیرھم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آسمانوں میں سورج۔ چاند۔ ستارے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے افلاک میں دائمی گھومتے رہنا ان کے طلوع ان کے غروب کی کیفیات وغیرہم۔

٢١: ٣٣ = فَلَكٍ ستاروں کا مدار۔ اسے کشتی نما ہونے کی وجہ سے فلک کہا گیا ہے۔
اَلْفُلْكُ کشتی۔

= يَسْبَحُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ تیر رہے ہیں۔ اَلسَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ استعارہ کے طور پر یہ لفظ فلک میں شمس وقمر و نجوم کی گردش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیزی سے چل رہے ہیں اور جگہ ارشادِ ربانی ہے۔ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (٧٩: ٣) قسم ہے ان فرشتوں کی جو کہ (آسمان اور زمین کے درمیان) تیر لے پھرتے ہیں۔

٢١: ٣٤ = اَلْخُلْدَ۔ خَلَدَ يَخْلُدُ (نصر) خُلُوْدٌ (مصدر) سے حاصل مصدر ہے۔ بمعنی دوام۔ بقا۔ ہمیشگی۔
الخُلُوْدُ کے معنی کسی چیز کے فساد کے عارضہ سے پاک ہونے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے کے ہیں اور جب کسی چیز میں عرصہ دراز تک تغیر وتبدل وفساد پیدا نہ ہو تو اُسے خلُود کے ساتھ متصف کرتے ہیں۔ مثلاً چولہے کے ان تین پتھروں کو جن پر دیگ چڑھائی جاتی ہے خَوَالِدُ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دیر تک ایک ہی جگہ پڑے رہتے ہیں۔
اس بنا پر جس میں طویل عمر ہونے کے باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے آثار نہ ہوں اُسے مُخَلَّدٌ کہتے ہیں

= مِتَّ۔ مَاتَ يَمُوْتُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
اَفَائِنْ مِّتَّ۔ تو کیا اگر، تم مر جاؤ یا مر گئے

= فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ تو یہ لوگ ہمیشہ (یہاں) رہیں گے۔ مدتوں زندہ رہیں گے۔
٢١: ٣٥ = نَبْلُوْكُمْ۔ نَبْلُوْا مضارع جمع متکلم۔ بَلَا يَبْلُوْا (نص) بَلْوٌ وبَلَاءٌ
بلو۔ بلی۔ مادہ۔ نَبْلُوْا۔ ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
= فِتْنَةً۔ آزمائش کے طور پر۔ اِبْتِلَاءٌ مصدر ہے اس کو نَبْلُوْكُمْ کے بعد تاکید کے لئے
لایا گیا ہے (علیٰ غیر لفظہٖ)
٢١: ٣٦ = وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فعل رَاٰى کا فاعل جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تم کو دیکھتے ہیں۔
= اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا۔ اِنْ نافیہ يَتَّخِذُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر
مفعول واحد مذکر حاضر۔ هُزُوًا بمعنی مهزوأبه (جس کا مذاق اڑایا جائے) مفعول ثانی يَتَّخِذُوْنَ
کا۔ یہ جملہ اِذَا کے جواب میں ہے۔
نہیں سلوک کرتے تم سے مگر ایک مسخرے کا سا جس کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے یعنی
جب آپ کو دیکھتے ہیں تو تمسخر کرنے لگتے ہیں۔
= اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ۔ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر
کرتا ہے۔ یہ جملہ یا تو معطوف ہے ان یتخذونك الا هُزُوًا جملہ پر یعنی جب یہ کافر لوگ تم کو دیکھتے
ہیں تو تم سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کیا یہ شخص ہے۔۔۔ الخ یا یہ حال ہے یعنی یہ تمسخر
کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ کیا یہ شخص ہے۔۔۔۔ الخ
یہاں يَذْكُرُ وہ ذکر کرتا ہے بمعنی من وجہ الذم ذکر کرتا ہے برائی سے ان کو یاد کرتا ہے یا اُن
کا ذکر کرتا ہے۔
اس معنی میں اور جگہ آیا ہے قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ (٢١: ٦٠) انہوں نے
کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے جو اُن کا (ہمارے معبودوں کا) ذکر بُرائی سے کرتا ہے۔
= وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ یہ جملہ کلام مقدرہ کی ضمیر سے حال ہے ای
انهم يعيبون عليه ان يذكر الهتهم بالسوء والحال انهم بالقراٰن الذى
انزل رحمة كافرون ۝ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ان کے
معبودان (باطل) کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ خود قرآن سے جو سراسر رحمت بنا کر
بھیجا گیا ہے منکر ہیں۔
یہاں ذکر سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور اقرار توحید الٰہی بھی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

٢١: ٣٧ = خُلِقَ مِنْ عَجَلٍ ۔ اَلْعَجُلَۃُ کسی چیز کو اس کے وقت مقررہ سے پہلے طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کا تعلق چونکہ انسان کی خواہشِ نفسانی سے ہوتا ہے اس لئے عام طور پر قرآن میں اس کی مذمت کی گئی ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ:

العجلۃ من الشیطٰن ۔ جلد بازی شیطان کا فعل ہے (جامع ترمذی)

اہلِ عرب کا محاورہ ہے کہ جو وصف کسی میں بدرجہ اتم پائی جائے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو اس سے پیدا ہوا ہے ۔ مثلاً جو بڑا غصیل ہو اسے کہتے ہیں خُلِقَ مِنْ غَضَبٍ ۔ اس لئے خُلِقَ مِنْ عَجَلٍ اس کو کہا جائے گا جو بہت جلد باز ہو۔ لہٰذا اس کے معنی ہوئے کہ انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے ۔ وہ فطرتاً جلد باز واقع ہوا ہے ۔

= لَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر اصل میں لَا تَسْتَعْجِلُوْنِیْ تھا یٰ کو گرادیا گیا۔ تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ کامت کرو۔ استعجال (استفعال) مصدر

٢١: ٣٩ = لَا یَکُفُّوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ کَفَّ یَکُفُّ (نصر) کَفٌّ روکنا دفع کرنا۔ وہ نہیں روک سکیں گے ۔ وہ دور نہیں کر سکیں گے ۔

= لَوْ ۔ حرفِ شرط ہے لو جواب شرط محذوف ہے ۔ ای لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون عن وجوھھم النار ولا عن ظھورھم ولا ھم ینصرون لما فعلوا ما فعلوا من الاستعجال ۔ اگر کافر لوگ اس وقت کو جانتے ہوتے جب یہ آگ کو نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے نہ اپنی پشتوں کی طرف سے اور ان کو مدد نہ پہنچ سکے گی تو وہ شتابی کی بات جو کر رہے ہیں نہ کرتے ۔

یا لَوْ یہاں بطور حرف تمنا ہے ۔ اس صورت میں جواب درکار نہیں ۔ ترجمہ ہوگا۔

اے کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب یہ آگ کو نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی انہیں مدد پہنچ سکے گی ۔

٢١: ٤٠ = بَلْ تَاْتِیْھِمْ ۔ بلکہ وہ ان کو آلے گی ۔ ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے یا الوعد (الموعدۃ) کے لئے ہے یا حین (الساعۃ) کے لئے ہے ۔ اول الذکر واضح ہے

= بَغْتَۃً ۔ اچانک ۔ یک دم ۔ یکایک ۔

= فَتَبْھَتُھُمْ ۔ وہ ان کو حواس باختہ کردے گی ۔ وہ ان کو مبہوت کردے گی ۔ وہ ان کو ہکا بکا کردے گی ۔ بَھِتَ یَبْھَتُ (سمع) بَھْتٌ مصدر ۔ مضارع واحد مؤنث غائب باب کرم

سے اسی معنی میں آتا ہے بَهَتَ يَبْهَتُ (فتح) کسی کو اچانک پکڑ لینا۔
= وَلَا يُنْظَرُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔
٢١: ٤١ = اُسْتُهْزِئَ ب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اُسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔
= فَحَاقَ ب پس نازل ہوا (ان پر) گھیر لیا اس نے (ان کو) حَاقَ يَحِيْقُ (ضرب)
= سَخِرُوْا۔ سُخْرٌ مصدر (باب سمع) ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ٹھٹھا کیا۔
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔
حَاقَ فعل اَلَّذِيْنَ ۔اسم موصول۔ سَخِرُوْا مِنْهُمْ اسم موصول کی تعریف اسم موصول مع اپنی تعریف کے حَاقَ کا مفعول ہوا۔ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جو اُن میں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے مَا اسم موصول كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ اسم موصول کی تعریف۔ اس عذاب نے جس کے متعلق وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یہ جملہ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فاعل ہے فعل حَاقَ کا۔ یعنی جس عذاب کے متعلق وہ تمسخر کیا کرتے تھے ان تمسخر کرنے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا۔

یعنی پہلے رسولوں نے جب اپنی اپنی امتوں کو مخصوص افعال قبیحہ کے عذاب سے ڈرایا (مثلاً حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو لواطت کے عذاب سے حضرت شعیب نے اپنی قوم کو ماپ تول کی کمی بیشی کرنے کے عذاب سے حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے ساتھ برائی کے ساتھ سلوک کرنے کے عذاب سے) تو انہوں نے تمسخر اڑایا اور کہا کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو اسے ابھی کیوں نہیں لے آتے اور پھر ہوا یہ کہ اس عذاب نے جس کا وہ تمسخر اڑاتے تھے اسی دنیا میں ان کو آلیا۔

مِنْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب هُمْ کا مرجع اَلَّذِيْنَ سَخِرُوْا ہے یعنی ان کافروں میں سے وہ لوگ جو ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یا اس کا مرجع رسول ہیں جن کے ساتھ وہ لوگ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔
بِهٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے یعنی وہ عذاب جس کے متعلق وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔

٢١: ٤٢ = يَكْلَؤُكُمْ۔ يَكْلَؤُ مضارع واحد مذکر غائب كَلَاءَةٌ مصدر باب فتح۔ سمع كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اَلْكِلَاءَةُ کے معنی کسی چیز کی حفاظت کرنا اور اسے باقی رکھنا کے ہیں۔ كَلَأَكَ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے۔ اَلْمُكَلَّأُ گودی۔ ہر وہ مقام جہاں کشتیوں کو محفوظ رکھا جا سکے۔
مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ کون تمہاری نگہبانی کر سکتا ہے رات کو یا دن کے وقت

خدا ئے رحمان سے ۔ ک ل ء مادہ

۲۱:۴۳ = تَمْنَعُهُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو بچاتی ہے ۔ منع کرتی ہے ۔ روکتی ہے ۔ حفاظت کرتی ہے ۔ یہاں یہ صیغہ اٰلِهَةٌ (جمع) کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ (کیا ان کے ہمارے سوا اور خدا ہیں جو) ان کو (ہمارے عذاب سے) بچا سکتے ہیں ۔

= لَا یُصْحَبُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب صَحَابَةٌ مصدر (باب سمع) ان کا ساتھ نہیں دیا جائے گا ۔ وہ بچائے نہیں جائیں گے ۔ صَاحِبٌ وہ جو عام طور پر ساتھ رہے ۔ ساتھی ۔ کبھی کسی چیز کے مالک کو بھی صاحب کہہ دیا جاتا ہے ۔ اسی طرح اس کو بھی صاحب کہہ دیتے ہیں جو کسی چیز میں تصرف کا مالک ہو ۔ وَلَا هُمْ مِنَّا یُصْحَبُوْنَ ۔ اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جائے گا (یعنی نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) یعنی ہماری طرف سے ان پر سکینت ۔ تسلی ۔ کشائش وغیرہ کی صورت میں کسی قسم کا ساتھ نہیں دیا جائے گا ۔ جیسا کہ اسی قسم کی چیزوں سے اولیاء اللہ کی مدد کی جاتی ہے

۲۱:۴۴ = بَلْ ۔ حرف اضراب ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵) اور یہاں اضراب (رد گردانی کرنا) کے معنی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں ۔ یہاں بل کا ماقبل (ذکر رحمٰن سے روگردانی ۔ ان کی سرکشی ۔ اور لجاجت فی الکفر) اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے ۔

یہاں ایک مزید وجہ ان کی سرکشی کی بیان کی ہے ۔ بلکہ ہم نے ان کے آباء و اجداد کو سامان و تعیش دیئے رکھا اور اسی عیش و عشرت میں عرصہ بعید گذر گیا (اور یہ سمجھنے لگے کہ وہ حق پر ہیں اور یہ کہ یہ سارا سامان عیش و آرام ان کو بوجہ استحقاق مل رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ کسی داعی الی الحق کی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور اپنی سرکشی اور کفر کی حالت پر مُصر ہیں حالانکہ بات یہ نہیں)

= مَتَّعْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَمْتِیْعٌ (تفعیل) ہم نے دنیاوی مال و متاع سے بہرہ مند کیا ۔ یہاں هٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ انہی کفار قریش سے جن سے خطاب ہو رہا تھا قُلْ مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ خطاب سے غیبت کی طرف التفات حقارت اور تحقیر کی بنا پر ہوا ہے ۔

= نَنْقُصُهَا ۔ مضارع جمع متکلم ۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (باب نصر) ہم اس کو کم کرتے چلے جا رہے ہیں ۔

جملہ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم (ان کی) زمین کو اس کی ہر طرف سے (برابر) گھٹاتے چلے جا رہے ہیں ۔ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔

۱ ۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد زمین کی ویرانی اور اہل زمین کی ہلاکت ہے

۲ ۔ عکرمہ کا قول ہے کہ نقص زمین سے مراد ساکنان زمین کی ہلاکت ہے ۔

۳:۔ عطار کا قول ہے کہ نقصِ زمین سے مراد علماء کی ہلاکت ہے۔
۴:۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہ اور جماعتِ اہل تفسیر نے اس کی تشریح کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کفر کی زمینیں اہل ایمان کے قبضہ میں آرہی ہیں۔ اور اس طرح کافروں کی زمینیں کم ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اس تشریح کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا تو پھر زمین کفر کے کم کردینے کا کیا معنیٰ؟

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر الاتقان میں لکھا ہے کہ:۔
یہ آیات مدنیہ ہیں۔ دوم یہ کہ یہ ایک پیشین گوئی ہے اور جس امر کا ہونا یقینی ہو اس کو ہو ہی گیا کہہ کر تعبیر کرتے ہیں۔

اس تشریح کی تائید اس آیۃ کے آخری الفاظ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کرتے ہیں (بھلا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں۔؟ استفہام انکاری ہے۔ بلکہ انجام کار فتح اور غلبہ صرف خدا اور اس کے رسول ہی کو ہوگا۔)

اور جگہ ارشاد ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (۱۳:۴۱)

۲۱: ۴۵ = اِذَا مَا۔ جب۔ جب کبھی۔
۲۱: ۴۶ = نَفْحَةٌ۔ نَفَحَ يَنْفَحُ (فتح) نَفْحٌ۔ ہوا کا چلنا۔ نَفْحَةٌ ہوا کا ہلکا سا جھونکا۔ یہاں استعارۃً اس کا مطلب ہے ذرا سا۔ تھوڑا سا۔

کہتے ہیں نَفَحَهٗ بِالسَّيْفِ۔ اس نے ہلکی سی تلوار ماری۔ یہاں مراد ہے مَسَّتْهُمْ اَدْنٰى شَيْءٍ مِّنْ عَذَابِهٖ تَعَالٰى۔ خدا تعالیٰ کے عذاب کا ہلکا سا جھونکا بھی ان کو چھو جائے
۲۱: ۴۷ = نَضَعُ۔ وَضَعَ يَضَعُ (فتح) وَضْعٌ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔
اَلْوَضْعُ کے معنی نیچے رکھ دینے کے ہیں۔ جیسے فرمایا وَاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (۸۸:۱۴) اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے۔

اسی سے مَوْضِعٌ ہے جس کی جمع مَوَاضِعُ ہے جس کے معنی جگہیں یا موقع جیسے قرآن میں آیا ہے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (۵:۱۳) یہ لوگ کلماتِ (کتاب) کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

وَضْعٌ۔ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً فَلَمَّا وَضَعَتْهَا (۳:۳۶) جب اس نے (مریم کو) جنا۔ اور کہتے ہیں وَضَعْتُ الْحِمْلَ۔ میں نے بوجھ اتار دیا۔ اور

وَضْعٌ سے مراد خلق وایجاد (یعنی پیدا کرنا) بھی ہے مثلاً اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (٣:٩٥) تحقیق پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے) لئے بنایا گیا۔

اور وَضَعَ بمعنی تیز رفتاری سے چلنے کے بھی ہیں جیسے وَضَعَتِ الدَّابَّۃُ فِیْ سَیْرِھَا سواری تیز رفتاری سے چلی۔ وَاَوْضَعْتُھَا میں نے اسے دوڑایا۔ اور قرآن مجید میں ہے وَلَاَ وْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ (٩:٤٧) اور تمہارے درمیان (فساد ڈلوانے کی غرض سے) دوڑے دوڑے پھرتے۔

یہاں وَضْعٌ کے معنی نیچے رکھنا بمعنی قائم کرنے کے ہیں یعنی ہم میزانِ عدل قائم کریں گے جیسا کہ اور جگہ فرمایا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ (٥٥:٧) اور اس نے ترازو قائم کیا۔ اس نے ترازو رکھ دیا وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ (اَلْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ موصوف و صفت مل کر نَضَعُ کا مفعول) ہم صحیح تولنے والے ترازو قائم کریں گے۔

الموازین القسط موصوف و صفت ہیں۔ موصوف اور صفت میں واحد۔ جمع میں تطابق ہونی چاہئے۔ لیکن بقول علامہ قرطبیؒ کے القسط مصدر ہے اور جب مصدر صفت ہو تو واحد جمع سب کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔

= مِثْقَالَ۔ اسم مفرد مَثَاقِیْلُ جمع۔ ہموزن۔ وزن میں برابر۔ ثِقْلٌ بوجھ۔ مثقال ایک خاص باٹ بھی ہے جس کا وزن ۳/۷ ١ درہم ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں ہموزن کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

= حَبَّۃٍ۔ دانہ۔ گندم اور جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ یا حَبَّۃٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع حُبُوْب ہے۔ طب کی اصطلاح میں دوائی کی گولی کو بھی حَبَّۃٌ (جمع حبوب) کہتے ہیں۔

= خَرْدَلٍ۔ رائی۔ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ۔ رائی کے دانہ کے ہموزن۔

= حٰسِبِیْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر۔ حساب لینے والے۔

٢١:٤٨ = اَلْفُرْقَانَ (حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والی) ضِیَاءً (روشنی) ذِکْرًا۔ نصیحت۔ سب توریت کے اوصاف ہیں جو حضرت موسیٰ پر اصالتاً اور حضرت ہارون پر نیابتاً اتاری گئی تھی۔

٢١:٥٠ = ھٰذَا۔ ای اَلْقُرْاٰنُ۔

= ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ بڑی برکت والی نصیحت۔

٢١:٥١ = رُشْدَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ رُشْدٌ کے معنی ہیں ہدایت۔ دانائی۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ ہوشیاری۔ حسنِ تدبیر۔ رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے۔ یہاں مراد

دانائی فہم وفراست ہے۔

= بہٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ابراھیم ہے یا اس کا مرجع رُشد بھی ہوسکتا ہے

۲۱:۵۲ = اَلتَّمَاثِیْلُ ۔ تِمْثَالٌ کی جمع۔ صورتیں۔ مورتیں۔ تصویریں۔ مجسمے۔ بُت۔

= عٰکِفُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَکَفَ یَعْکِفُ (ضرب) وعَکَفَ یَعْکُفُ (نصر) عَکْفٌ ۔ ترتیب دینا۔ جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا کسی کو کسی چیز سے منع رکھنا۔ روکے رکھنا۔ روکنا۔ اس معنی میں ہے وَالْھَدْیَ مَعْکُوْفًا (۴۸:۲۵) اور قربانی کے جانور جو روک دیئے گئے ہیں۔ کہتے ہیں عَکَفَہٗ عَنِ الْاَمْرِ۔ اس نے اسے (اس) امر سے روک دیا ہے۔ اور اگر عَلٰی کے صلہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح لگ کر بیٹھ جانا کہ پھر اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے۔ جیسے یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۔ (۷:۱۳۸) اپنے بتوں کی عبادت کے لئے جم کر بیٹھے رہتے تھے۔ انہی معنوں میں صلہ لام کے ساتھ بھی مستعمل ہے مثلاً فَنَظَلُّ لَھَا عٰکِفِیْنَ (۲۶:۷۱) اور ہم انہی (کی پوجا) پر جمے رہتے ہیں۔ یا آیہ ہذا اَنْتُمْ لَھَا عٰکِفُوْنَ ہ جن (کی پوجا) پر تم جمے بیٹھے ہو۔ عٰکِفُوْنَ گرد جم کر بیٹھنے والے۔ مجاور۔ شرع کی اصطلاح میں عبادت کی نیت سے مسجد میں جم کر بیٹھنا عکوف فی المساجد کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ہ (۲:۱۸۷) اور بیویوں سے اس حال میں صحبت نہ کرو جب تم مسجدوں میں عبادت کے لئے رکے بیٹھے ہو۔ اس کو اعتکاف (افتعال) کہتے ہیں اور وہاں بیٹھنے والوں کو معتکف کہتے ہیں

۲۱:۵۵ = لٰعِبِیْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر لَعِبَ لَعِبٌ تَلْعَابٌ مصدر۔ (سمع) لَعِبٌ حاصل مصدر بھی ہے۔ لٰعِبِیْنَ کھیلنے والے۔ دل لگی کرنے والے۔ بیکار کام کرنے والے لُعْبَۃٌ گڑیا۔ یا وہ چیز جس سے کھیل کھیلا جائے۔ مثلاً شطرنج۔ چوسر وغیرہ۔

۲۱:۵۶ = فَطَرَھُنَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب (جس کا مرجع السمٰوٰت والارض ہے) اس نے ان کو پیدا کیا۔ فَاطِرٌ پیدا کرنے والا۔ لغوی معنی کے لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونے چاہئیں۔ پیدا کرنے کے معنی میں بھی یہ مفہوم موجود ہے کیونکہ پیدا کرنا بمعنی عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷:۳) کیا تجھ کو کوئی پھوٹ (شگاف) نظر آتا ہے۔

۲۱:۵۷ = تَاللّٰہِ ۔ بخدا۔ اللہ کی قسم۔ تَ حرف جر ہے۔ اس کے معنی قسم کے ہیں۔ اور تعجب کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز قسم میں اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر داخل نہیں ہوتی۔

= لَاَكِيْدَنَّ ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَكِيْدَنَّ مضارع واحد متکلم بانون ثقیلہ۔ اَلْكَيْدُ (خفیہ تدبیر) کے معنی ایک قسم کی حیلہ جوئی کے ہیں۔ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بُرے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر بُرے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ داؤ۔ فریب۔ چالاکی۔ تدبیر۔ حُسنِ تدبیر سب معنی کا حامل ہے۔

قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ہ (١٢:٥٢) اور خدا تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا۔ اور كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (١٢:٧٦) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے ایک اچھی تدبیر کر دی۔

اور جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کر یہ لفظ آتا ہے تو مراد ہوتی ہے معاندین کی چالوں کو الٹ دینے ہے۔ جیسے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا (٨٦: ١٥-١٦) یہ لوگ طرح طرح کے مکر و فریب کر رہے ہیں اور میں بھی (ان کے انتقام و عقوبت کی) تدبیر کر رہا ہوں۔

لَاَكِيْدَنَّ ۔ میں ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی تدبیر کروں گا۔ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ۔ لَاَجتهدن فی کسرھا۔ میں ضرور ان کو توڑنے کی کوشش کروں گا۔ (روح المعانی) لاکسرنّھا میں ضرور ان کو توڑ دوں گا۔ (مدارک التنزیل)

= تُوَلُّوْا۔ تَوْلِيَةٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عمل اَنْ کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ تم پھر جاؤ گے۔ تَوْلِيَةٌ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ (٢: ١٧٧) طاعت یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کیا کرو یا مغرب کی طرف۔ اور آیۃ ہذا۔ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ہ جب تم منہ پھیرتے ہوئے چلے جاؤ گے۔

تُوَلُّوْا اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا ایک تاء حذف ہو گئی اور نون اعرابی حسب بالا محذوف ہو۔

= مُدْبِرِيْنَ ۔ پھیرنے والے۔ دُبُرٌ جمع اَدْبَارٌ۔ پیٹھ۔ ہر چیز کا پچھلا حصّہ۔

وَلّٰى دُبُرَهٗ ۔ اس نے (لڑائی میں) پیٹھ پھیری۔ بزدلانہ لڑائی سے بھاگ نکلا۔

٢١: ٥٨ = جُذٰذًا ۔ ریزہ ریزہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ بروزن فُعَال بمعنی مفعول ہے جَذٌّ مصدر سے باب نصر۔ توڑنا۔ کاٹنا۔

٢١: ٦٠ = يَذْكُرُهُمْ ان (بتوں) کا ذکر (برائی سے) کرتا ہے۔ سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ ہم نے ایک نوجوان کو سُنا ہے وہ ان کا (بتوں کا) ذکر (برائی سے) کرتا ہے۔

= يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ۔ اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

۲۱:۶۱ == فَاْتُوْا بِهٖ۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ لاؤ اُسے۔ حاضر کرو اُسے۔
اِتْيَانٌ مصدر باب ضرب
== عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ: لوگوں کی آنکھوں کے سامنے۔ لوگوں کے روبرو۔
== لَيَشْهَدُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب شَهَادَةٌ مصدر۔ (تاکہ) وہ گواہ رہیں۔ (تاکہ وہ دیکھیں مشاہدہ کریں۔

اول صورت میں اس امر کے گواہ رہیں کہ وہ اقرار جُرم کرتا ہے۔ دوسری صورت میں دیکھیں کہ ہم مجرم کو کیسے سزا دیتے ہیں۔

۲۱:۶۳ == آیت میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع بُت ہیں۔ جو بڑے بُت کے اردگرد ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے تھے۔

۲۱:۶۴ == فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ انہوں نے اپنے آپ کی طرف رجوع کیا۔ اپنے دلوں میں سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے۔
== اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہ یہ بات ان بُت پرستوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہی۔ بیشک تم ہی غلط کار۔ زیاں کار وستمگار ہو۔ غلط راستہ پر ہو۔

۲۱:۶۵ == نُكِسُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نَكْسٌ مصدر۔ (باب نصر) سر کو جھکانا۔ نُكِسُوْا ان کو سرنگوں کر دیا گیا۔

صاحب ضیاء القرآن علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ شرم وخجالت کے مارے ان کے سر جھک گئے۔ کیونکہ اگر مدعا یہ ہوتا تو عبارت یوں ہوتی نَكَسُوْا رُءُوْسَهُمْ اور یہاں نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ہے۔ اور اس کا معنی ہے کہ اپنی مشرکانہ جہالت اور بتوں کی عبادت کی طرف لوٹنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی معنی مروی ہے ای ادرکھم الشقاء فعادوا الی کفرھم یعنی انہیں ان کی بدبختی نے آلیا اور پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔
== لَقَدْ عَلِمْتَ ای قالوا لقد عَلِمْتَ۔

۲۱:۶۹ == كُوْنِىْ۔ فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ تو ہو جا۔ (نارؔ سے خطاب ہے)
== سَلٰمًا۔ كُوْنِىْ سَلٰمًا۔ تو سلامتی کا باعث بن جا۔

۲۱:۷۰ == كَيْدًا۔ بری تدبیر (ملاحظہ ہو ۲۱:۵۷)
== الْاَخْسَرِيْنَ۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔ اَخْسَرُ کی جمع افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

۲۱:۷۱ = نَجَّيْنَاهُ (ہم نے اس کو نجات دی) میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ابراہیم ہے
= بٰرَكْنَا۔ ہم نے برکت دی۔ ہم نے بابرکت بنایا۔
۲۱:۷۲ = نَافِلَةً۔ ابوحیان کے نزدیک یہ مصدر ہے جیسے عَافِيَةٌ وعَاقِبَةٌ اور وَهَبْنَا کے بعد بطور مصدر کے آنے کی وجہ سے منصوب ہے جیسے کہتے ہیں قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔ اور بمعنی عطا و فضل ہے یعنی ہم نے بطور عطا وفضل کے اس کو اسحاق اور یعقوب دیئے۔
یا نَافِلَةً بمعنی زیادۃً وفضلاً ہے یعنی حضرت ابراہیم نے بیٹے کے لئے دعا کی تھی ہم نے اسے اسحاق بیٹا بھی دیا اور مزید برآں یعقوب بھی عطا کیا بغیر سوال کے۔
اس صورت میں نَافِلَةً حال ہے يَعْقُوْبَ سے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ نفل عبادت کو بھی نفل اسی لئے کہتے ہیں کہ فرائض اور واجبات سے زائد اور ان کے علاوہ ہے
= كُلًّا۔ سب کو۔ ہر ایک کو۔ کل کو۔ جَعَلْنَا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کُل سے مراد حضرت ابراہیم حضرت اسحاق حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ صٰلِحِيْنَ مفعول ثانی ہے
= اَئِمَّةً اِمَامٌ کی جمع اَفْعِلَةٌ کے وزن پر۔ اَلْاِمَامُ جس کی اقتدار کی جائے۔ پیشوا۔ مقتدا۔ رہنما ا م م حروف مادہ۔
۲۱:۷۴ = وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ۔ اس میں جملہ کی دو صورتیں ہیں۔
۱:۔ یہ کہ یہ جملہ سابقہ جملہ وَهَبْنَا لَهٗ پر عطف ہے۔ ای و ھبنا لہ اسحٰق .... وَ (اٰتَيْنَا) لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ ..... الخ لُوْطًا منصوب بوجہ فعل مضمر ہے۔
۲:۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے قبل اُذْكُرْ محذوف ہے اور لُوْطًا اس کا مفعول ہے۔
= حُكْمًا۔ حکمت۔ یا حَكَمَ يَحْكُمُ کا مصدر ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ اور یہ دونوں صفات نبوت و مستلزم ہیں
= كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ۔ جو رذیل کام کیا کرتی تھی۔ یعنی جس بستی کے باشندے رذیل کام کیا کرتے تھے۔
= سَوْءٍ۔ سَاءَ يَسُوْءُ کا مصدر ہے۔ بُرا ہونا۔
قَوْمَ سَوْءٍ۔ مضاف مضاف الیہ ہیں۔ ای اصحاب عمل سیّئٍ۔ اعمالِ بد کی حامل قوم۔ قَوْمَ منصوب بوجہ خبر كَانُوْا ہے
= فٰسِقِيْنَ۔ ای خارجین عن طاعۃ اللہ۔ نافرمان قوم
۷۶ = نُوْحًا۔ فعل مقدرہ اُذْكُرْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، ای اُذْكُرْ نُوْحًا

اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ

= نَادٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلہ) اس نے پکارا (ہم کو)۔ حضرت نوح کی نداء (پکار) اس آیت میں مذکور ہے۔ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴:۱۰) اس نے اپنے رب کو پکارا میں درماندہ ہوں سو تو بدلہ لے لے۔

= اَلْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۔ موصوف صفت۔ اَلْكَرْبِ اسم مصدر معرفہ۔ بڑی مصیبت۔ اَلْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بہت بڑی مصیبت۔

۲۱: ۷۸ = دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ ۔ منصوب بوجہ فعل مضمر اُذْكُرْ ۔ہیں یا وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى پر معطوف ہونے کی وجہ سے۔ نُوْحًا کے عامل کے یہ بھی معمول ہیں۔

= اِذْ۔ داؤد و سُلَیْمٰنَ سے بدل اشتمال ہے۔

= يَحْكُمٰنِ۔ وہ دونوں فیصلہ کر رہے تھے۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

= اَلْحَرْثِ۔ الزَّرْعُ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرَثَ يَحْرُثُ کا مصدر ہے اس کے معنی بیج ڈالنے اور کھیتی کرنے کے ہیں۔ کھیت کو بھی حرث کہتے ہیں۔

= نَفَشَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب نَفْشٌ مصدر۔ (باب نصر) النَّفْشُ کے معنی اون دھنکنے اور پھیلانے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ (۱۰۱:۵) جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔ نفش الغنم (رات کے وقت بکریوں کا چرواہے کے بغیر (چرنے کے لئے) منتشر ہونا النَّفَشُ اسم۔ وہ بکریاں جو رات کو بغیر چرواہے کے چرنے کے لئے منتشر ہو گئی ہوں۔

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۔جس میں رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئیں۔

= حُكْمِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر واحد مذکر غائب قوم کے لئے ہے یا اس کے مفہوم مقدر پر اہل حرث اور اہل غنم کے لئے۔ یا پھر داؤد و سلیمان اور قوم تینوں کے لئے۔ یا یہ صرف داؤد اور سلیمان کے لئے ہے اور تثنیہ کو تعظیماً جمع لایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (۲۳:۹۹) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے (اس وقت) کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس بھیج دے۔ خطاب رب تعالیٰ سے ہے اور فعل بصیغہ واحد مذکر حاضر آنا چاہیئے تھا لیکن آیت میں بطور جمع مذکر حاضر آیا ہے۔

حُكْمِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حکم۔ ان کا فیصلہ۔

= شٰهِدِيْنَ۔ دیکھنے والے۔ شہادت دینے والے۔ كُنَّا شٰهِدِيْنَ ۔ ہم دیکھ رہے تھے۔

۲۱: ۷۹ = فَفَهَّمْنٰهَا۔ فَهَّمَ يُفَهِّمُ تَفْهِيْمٌ (تفعیل) سمجھانا۔ فَفَهَّمْنَا ہم نے سمجھا دیا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ معاملہ جو زیر تجویز تھا۔ یعنی کھیت کا بکریوں نے چر جانا۔ یہ منعول اوّل ہے۔ سُلَيْمٰنَ مفعول ثانی۔

= كُلًّا۔ ای کل واحد منہما۔ ان دونوں میں ہر ایک کو۔

= حُكْمًا وَّعِلْمًا۔ ملاحظہ ہو (۲۱: ۷۴) متذکرہ بالا۔

= سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ الطیر کا عطف الجبال پر ہے۔ مَعَ۔ سَخَّرْنَا کا بھی متعلق ہو سکتا ہے۔ اور يُسَبِّحْنَ کا بھی لفظاً پہلا احتمال قوی ہے اور معناً دوسرا مع متعلق بسخرنا اولیسبحن والاول اقوی لفظاو الثانی معنًا (مظہری بحوالہ ضیاء القرآن) الجبال والطیر دونوں سَخَّرْنَا کے مفعول ہیں اور يُسَبِّحْنَ الجبال سے موضع حال میں ہے۔ ترجمہ:۔

اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کا فرمانبردار بنا دیا کہ وہ سب ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے

= وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ اور یہ (شان) ہم دینے والے تھے۔ یعنی یہ خوارق ہمارے حکم سے تھے۔ اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

۲۱: ۸۰ = صَنْعَةَ لَبُوْسٍ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر علمنا کا مفعول ثانی۔ اور مفعول اوّل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو زرہ بنانے کا ہنر سکھایا۔ لَبُوْسٍ۔ لوہے کی کڑیوں سے بنی ہوئی زرہ۔ اصل میں لَبُوْسٌ ہر لباس کو کہتے ہیں فَعُوْلٌ بمعنی مفعول۔ مثل مشہور ہے۔

اِلْبَسْ لِكُلِّ حَالَةٍ لَبُوْسَهَا ۔ اِمَّا نَعِيْمَهَا وَ اِمَّا بُؤْسَهَا

(ہر حال میں اس حالت کے مناسب لباس پہنو۔ سکھ کی حالت ہو یا دُکھ کی)

= لِتُحْصِنَكُمْ۔ لام تعلیل کی ہے۔ تُحْصِنَ مضارع واحد مؤنث غائب اِحْصَانٌ مصدر اِحْصَانٌ مختلف معانی کے لئے آتا ہے لیکن ہر ایک میں روکنے اور بچاؤ کا پہلو ہوتا ہے۔ وہ تم کو بچائے وہ تم کو بچاتی ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ لِتُحْصِنَكُمْ تاکہ وہ تم کو بچائے یا تمہارا بچاؤ کرے

= بَاْسِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ تمہاری لڑائی۔ بَاْسٌ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔ اصل میں اس کے معنی آفت و سختی کے ہیں۔ مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

۲۱: ۸۱ = وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ۔ ای وَسَخَّرْنَا لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ اس صورت میں سَخَّرْنَا فعل محذوف ہے۔ یا یہ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

ہے اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو فرمانبردار بنا دیا۔
= عَاصِفَةً۔ بادِ تند۔ زور کی ہوا۔ عَصْفٌ اسم فاعل واحد مؤنث یہ الریح سے حال ہے جب وہ تیزی سے چلتی ہے۔ کہتے ہیں عَصَفَتِ الرِّيحُ۔ جب وہ تیزی سے چلتی ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (۳۸ : ۳۶) پھر ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم کے مطابق جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر مکمل تسخیر عطا کی چاہیں تو تیز چلے چاہیں تو نرمی سے چلے۔
= إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا۔ اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھ دی ہے۔ اس کو حَيْثُ أَصَابَ (۳۸ : ۳۶) ای حیث اراد کے ساتھ پڑھا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ جہاں چاہتے ان کے حکم کے مطابق انہیں وہاں لیجاتی۔
الارض سے یہاں مراد باتفاق ملک شام ہے اور اس ملک میں آپ کا قصر سلطنت تھا۔ لہٰذا اس کی مرکزی حیثیت سے الی الارض التی بارکنا فیہا۔ استعمال ہوا ہے کہ جہاں کہیں بھی تشریف لیجاتے مراجعت اسی مقام کی طرف ہوتی۔
۸۲:۲۱ = وَمِنَ الشَّيَاطِينِ۔ ای وسخرنا لہ (لسلیمٰن) مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ مِنَ الشَّيَاطِينِ۔ اور ہم نے اس کے فرمانبردار بنا دیئے جنوں میں سے وہ جو اس کے لئے (سمندر میں) غوطہ لگاتے تھے (موتی وغیرہ نکال کر لاتے تھے)
شیطان کا لفظ ویسے تو ہر سرکش و خبیث انسان، حیوان، جن کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد جن ہے۔
= يَغُوصُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب غَوْصٌ مصدر (باب نصر) وہ غوطہ مارتے تھے۔
= دُونَ ذٰلِكَ۔ اس کے علاوہ۔
= حٰفِظِينَ۔ حفاظت کرنے والے، نگہبانی کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ یہاں مراد ہے سنبھالنے والے۔ ای حٰفظین من ان یزیغوا عن امرہٖ اس امر کی نگہبانی کرنے والے کہ وہ اس کے حکم سے رو گردانی نہ کریں۔
۸۳:۲۱ = وَأَيُّوبَ۔ اس سے قبل فعل اُذْكُرْ مقدرہ ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ (۳۸ : ۴۱) اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا۔

= مَسَّنِیَ۔ مَسَّ واحد مذکر غائب نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ پہنچی ہے مجھے۔
۲۱: ۸۴ = اِسْتَجَبْنَا لَهٗ۔ ہم نے اس کی فریاد سُن لی۔ ہم نے اس کی دعا قبول کرلی استجابۃ (استفعال) مصدر۔
= کَشَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے دور کردیا۔ ہم نے ہٹادی۔
اَلْکَشْفُ یہ کَشَفْتُ (باب ضرب) الثَّوْبَ عَنِ الْوَجْهِ کا مصدر ہے جس کے معنی چہرہ وغیرہ سے پردہ ہٹانے کے ہیں۔ مجازاً غم واندوہ کے دور کرنے پر بھی بولاجاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (۵۰: ۲۲) پس ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا۔ اور اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ (۶: ۱۷) اور اگر خدا تم کو سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا دور کرنے والا نہیں ہے۔
= وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ اور ہم نے عطا کئے اس کو اس کے گھر والے۔ اَهْلَهٗ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اٰتَيْنَا کا مفعول۔
= رَحْمَةً۔ مفعول لہٗ اٰتَيْنَا کا۔
= ذِكْرٰى۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت نصیحت
۲۱: ۸۵ = وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ۔ ای وَاذْكُرْ فعل مقدرہ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔
۲۱: ۸۷ = ذَا النُّوْنِ۔ کمافی ۲۱: ۸۵۔ مچھلی والا۔ حضرت یونسؑ کا لقب ہے کیونکہ آپ کو مچھلی نگل گئی تھی۔ آپ کو صاحب الحوت بھی کہتے ہیں۔
= مُغَاضِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب۔ مُغَاضَبَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ ناراض ہوکر۔ غصہ میں۔ ای غضبان علیٰ قومِهٖ۔ اپنی قوم سے ناراض ہوکر کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباع حق سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔
= اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ لَنْ نَّقْدِرَ مضارع نفی تاکید بلَنْ
قَدَرَ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
(۱) اللہ کا حکم۔ مثلاً وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (۳۳: ۳۸) اور خدا کا حکم ٹھہر چکا ہے یعنی اس کے متعلق فیصلہ کیا جاچکا ہے۔ یا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴: ۱۲) سو پانی اکٹھا مل گیا (اور چڑھ آیا اس قدر کہ) جتنا اسے حکم دیا گیا تھا۔
(۲) اندازہ کرنا۔ مثلاً قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (۶۵: ۳) خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر

کر رکھاہے۔ اسی سے مقدار ہے وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (۲۱:۱۵) اور ہم اسے مناسب مقدار میں اتارتے ہیں۔

(۳) بمعنی ضیق۔ تنگی کرنا۔ کمی کرنا۔ جیسے اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ (۱۳:۲۶) اللہ جس پر چاہے روزی کشادہ کردیتا ہے اور جس پر چاہے تنگ کردیتا ہے۔ اور وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ (۶۵:۷) اور جس کا رزق یا آمدنی تنگ کی گئی ہو

(۴) قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (۲:۲۸۴) اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ يَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ اَحَدٌ (۹۰:۵) کیا وہ یہ خیال رکھتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت نہیں۔

آیت ہذا میں قدر کا استعمال بمعنی ضیق تنگی کرنا کے معنی میں آیا ہے یعنی (اس نے خیال کیا) کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے (راغبؒ) ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے۔ ہم اس پر کوئی دار و گیر نہیں کریں گے۔ (تھانوی رح)

۲۱:۸۸ = نُنۡجِى مضارع جمع متکلم۔ اِنۡجَآءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ ہم نجات دیتے ہیں۔ ہم رہائی دیتے ہیں۔

۲۱:۸۹ = لَا تَذَرۡنِىۡ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھے نہ چھوڑ وَذۡرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس کی پرواہ نہ ہونے کے سبب پھینک دینے اور چھوڑ دینے کے ہیں۔ اس فعل سے ماضی مستعمل نہیں۔

= فَرۡدًا۔ اکیلا۔ تنہا۔ (لاوارث)

۲۱:۹۰ = اَصۡلَحۡنَا ماضی جمع متکلم۔ اِصۡلَاحٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے تندرست کردیا ہم نے اچھا کردیا۔

= كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُسَارَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ وہ جلدی کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری کے معنی دیتا ہے۔

= الۡخَيۡرٰتِ۔ نیک کام۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ نیک عورتیں۔ خَيۡرَةٌ کی جمع ہے۔

= رَغَبًا وَّرَهَبًا۔ رغبت سے (شوق سے) اور خوف سے۔ رَهَبًا رَهِبَ يَرۡهَبُ کا مصدر ہے اسی طرح رَغَبًا۔ رَغِبَ يَرۡغَبُ کا مصدر ہے دونوں موضع حال میں ہیں۔

= خٰشِعِيۡنَ۔ ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے والے خُشُوۡعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

فَائِدَہ: اِنَّھُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ ... خٰشِعِيْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ انبیاء ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔

٢١: ٩١ = وَالَّتِيْٓ ۔ ای وَاذْكُرِ الَّتِيْ ۔ اور یاد کر اس (خاتون) کو جس نے .....

= اَحْصَنَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اِحْصَانٌ (افعال) مصدر، اس عورت نے حفاظت کی (یعنی اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کی) نیز ملاحظہ ہو ٢١ : ٨٠ ۔

= فَرْجَهَا ۔ مضاف (بحالت نصب) هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اپنی شرمگاہ الفرجۃ والفرج کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں ۔ جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی ۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ قرآن مجید میں آیا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ٥ (٢٣ : ٥) وہ (مرد) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (٢٤ : ٣١) اور وہ (عورتیں) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

فَرَجَ يَفْرِجُ (باب ضرب) فَرْجٌ ۔ دروازہ یا منہ کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ (ٹانگیں) چوڑی کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ فرج کی جمع فُرُوْجٌ جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (٥٠ : ٦) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں ۔ اور پھٹنے کے معنی میں بھی قرآن مجید میں آیا ہے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (٧٧ : ٩) اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ۔ اور (یاد کر) اُس (خاتون) کو جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ مراد یہاں حضرت مریم (علیہا السلام) بنت عمران ہے ۔ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔

= فَنَفَخْنَا ۔ فَ زائدہ ہے ۔ نَفَخَ يَنْفُخُ (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے ہم نے پھونک دی ۔ ہم نے پھونکا ۔

٢١: ٩٢ = اُمَّةً ۔ امت ۔ جماعت ۔ مدت ۔ طریقہ ۔ دین ۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہتے ہیں ۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو۔ یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی بنا پر اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔

امت کے مجازی معنی طریقہ ودین کے ہیں ۔ عرب والے بولتے ہیں فُلَانٌ لَا اُمَّةَ

لَہٗ یعنی فلاں کا کوئی طریقہ یا دین نہیں۔ یہاں اس آیت میں مراد دین ہی ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ تحقیق یہی تمہارا دین (دین توحید) ہے یعنی تمام متذکرہ بالا انبیاء کا یہی عقیدۂ توحید رہا ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً نصب بوجہ اُمَّتُكُمْ سے حال کی وجہ سے ہے۔

یہاں خطاب کس سے ہو رہا ہے اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ھٰذِہٖ سے مراد امت مسلمہ ہے۔

دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ خطاب عام ہے ساری نسل انسانی کے لئے اور طریقہ سے مراد طریق انبیاء مذکور ہے۔

۲۱: ۹۳ = تَقَطَّعُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَقَطُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ انہوں نے کاٹ دیا۔ انہوں نے توڑ دیا۔ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

= اَمْرَهُمْ۔ ای امر دینھم۔ اپنے دین کے معاملہ کو۔ اپنے دین کے کام کو۔ یعنی اپنے دین کو۔

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یعنی اختلافات کو جگہ دی پھر ایک گروہ ایک بات پر جم گیا۔ دوسرے نے دوسری بات کو گرہ میں باندھ لیا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اختلفوا فی الدین فصاروا فرقًا واحزابًا حتی لعن بعضھم بعضًا وتبرأ بعضھم من بعض (الخازن) دین میں اختلاف کرنے لگے اور فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

آیت سابقہ (۲۱: ۹۲) میں خطاب حاضر سے تھا اب غائب کا صیغہ استعمال ہو رہا ہے یہ التفاتِ ضمائر قرآن حکیم میں عام ہے۔

= كُلٌّ۔ ای کل واحد من الاحزاب۔ فرقوں کا ہر ایک۔ یعنی ہر ایک فرقہ یا گروہ۔

= رَاجِعُوْنَ۔ لوٹ آنے والے (یوم حشر کو) رُجُوْعٌ سے اسم فاعل۔ جمع مذکر۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ۔ مطلب یہ کہ۔ اب یہ جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ آخر کار ایک دن انہوں نے ہمارے پاس آنا ہے اس دن ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا بھگتنا ہی پڑے گی!

۲۱: ۹۴ = كُفْرَانَ۔ كَفَرَ يَكْفُرُ سے مصدر ہے۔ نعمتوں سے ناشکری۔ انکار کرنا۔ نعمت یا کوشش کی ناقدردانی۔ لَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی! اس کی کوشش اکارت نہیں جائے گی۔ اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ یعنی اس کی ہر کوشش کی کما حقہٗ قدر و قیمت لگائی جائے گی۔

= اِنَّا لَهٗ كَاتِبُوْنَ۔ ہم تو اس کے ہر فعل و عمل کو لکھے جا رہے ہیں اس لئے اس کے عمل میں سے

ذرہ برابر بھی بغیر قدر وقیمت کے نہ رہے گا۔ یہاں فرشتوں کی کتابت اعمال کو اپنی جانب منسوب کرکے فرمایا ہے
۲۱: ۹۵ — وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اور حرام ہے (ناممکن ہے) کہ جس بستی کو (اہل بستی کو) ہم نے ہلاک کردیا (اس کے باشندے) پھر لوٹ کر آجائیں یہاں لَا نفی کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی جس بستی کو ہم نے ہلاک کردیا ہے وہ ہرگز ہرگز نہیں پلٹے گی۔

اس رجعت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱۔ اس تباہ شدہ بستی (یا اہل بستی کی) حیاتِ نو۔ یعنی جب وہ ایک دفعہ ہلاک کردی گئی تو اس کی نشاۃِ ثانیہ ناممکن ہے۔ وہ صرف اب قیامت کے روز ہی اٹھائی جائے گی۔

۲۔ ان کا توبہ کی طرف رجوع ناممکن ہے تاآنکہ قیامت کا دن آجائے اور اس وقت ان کا رجوع بے فائدہ ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا۔

۳۔ ان کا کفر سے ایمان کی طرف رجوع بھی تا روز حشر ناممکن ہوگا۔ اور حشر کے دن ایسا رجوع ناممکن الحصول ہوگا۔

نمبر ۲-و۳- کی صورت میں بستی یا اہل بستی کا اہلاک بمعنی مزم اہلاک ہوگا۔ یعنی اگر علم الٰہی میں ان کا اہلاک مقدر ہوچکا ہے تو وہ نہ توبہ کی طرف رجوع کرسکیں گے اور نہ کفر سے ایمان کی طرف۔

آیات ۹۶ - ۹۷ قرب قیامت کی علامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔

۲۱: ۹۶ = حَتّٰٓى۔ جب تک کہ۔ یہاں تک کہ۔

= فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ۔ یہاں مراد یاجوج و ماجوج کے بند کے کھول دیئے جانے سے ہے۔ مضاف محذوف ہے۔ جیسے کہ آیت ۹۵ میں قَرْيَةٍ کا مضاف اَهْلَ محذوف ہے۔

= حَدَبٍ۔ حَدِبَ يَحْدَبُ (سمع) حَدَبٌ مصدر۔ آدمی کا کبڑا ہونا۔ اَلْحَدَبَةُ کبڑاپن۔ کہتے ہیں فی ظھرہ حدبۃ اس کی پیٹھ میں خمیدگی ہے۔ الحدبۃ من الارض بلند و سخت زمین۔

= يَنْسِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَسَلَ يَنْسِلُ (ضرب) وَنَسَلَ يَنْسُلُ (نصر) سے۔ نَسْلٌ و نَسَلٌ و نَسَلَانٌ۔ مصدر۔ تیز چلنا۔ تیز دوڑنا۔

۲۱: ۹۷ = اِقْتَرَبَ۔ ماضی بمعنی مضارع مستقبل واحد مذکر غائب اِقْتِرَابٌ افتعالٌ مصدر وہ قریب آلگے گا۔

= اَلْوَعْدُ الْحَقُّ۔ موصوف صفت سچا وعدہ۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ اس جملہ کا عطف فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ پر ہے

= شَاخِصَةٌ۔ کھلی کی کھلی رہ جانیوالی۔ شَخَصَ یَشْخَصُ (فتح) شُخُوصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث شَخَصَ بَصَرُہٗ اس کی آنکھ پتھرا گئی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ (۱۴:۴۲) جبکہ دہشت کے سبب نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

= اَبْصَارُ۔ آنکھیں۔ بینائیاں۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ بصر آنکھ اور بینائی دونوں کو کہتے ہیں۔ بینائی بھی آنکھ کی ہو یا دل کی ہو دونوں کو بصر کہا جا سکتا ہے۔

فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اِذَا حرف مفاجاتیہ ہے یعنی کسی چیز کا اچانک پیش آجانا) اور فاء جزائیہ کے بطور قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ (مثلاً یہاں اِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اور فَهِیَ شَاخِصَةٌ بھی درست تھا) لیکن یہاں دونوں کو جزاء اور شرط کے اصل میں معاونت کے لئے اکٹھا استعمال کیا گیا ہے۔ هِیَ (ضمیر مؤنث غائب) ضمیر قصہ ہے (جو جملہ سے پہلے بغیر مرجع کے واقع ہو) اور مبتدا ہے شَاخِصَةٌ خبر مقدم ہے۔ اَبْصَار (مع اپنی تفسیر الذین کفروا کے) مبتدا (مؤخر) یعنی جب یہ دونوں باتیں وقوع پذیر ہوں گی تو اہل کفر کی آنکھیں (دہشت سے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

= یٰوَیْلَنَا۔ ہائے ہماری بدبختی۔ اس سے قبل یَقُوْلُوْنَ مقدر ہے جو یا تو الذین کفروا سے حال ہے یعنی دراں حالیکہ وہ کافر پکار رہے ہوں گے ہائے ہماری بدبختی۔

یا یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَنَا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی وہ پکار اٹھیں گے ہائے ہماری بدبختی۔

= بَلْ۔ بلکہ (مزید براں) ہم تو قصور وار تھے۔ یعنی یہ محض غفلت ہی نہ تھی بلکہ باوجود تنبیہ و آگہی کے ہم نے جان بوجھ کر قصور کیا اور ظالم ٹھہرے۔ (بَلْ کے متعلق مزید تفصیل ملاحظہ ہو (۲: ۱۳۵) اور (۲۱: ۴۴)

۲۱: ۹۸ = حَصَبُ۔ ایندھن۔ ہر وہ چیز جو آگ بھڑکانے کے کام آئے اسے حصب کہتے ہیں

= وَارِدُوْنَ ہ اترنے والے۔ داخل ہونے والے۔ لہا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے اور تم اس دوزخ میں داخل ہونے والے ہو۔

۲۱: ۹۹ = هٰؤُلَآءِ۔ ای ما تعبدون من دون اللہ۔ یعنی وہ معبودانِ باطلہ جن کی اللہ کے سوا تم پوجا کرتے ہو۔

= مَا وَرَدُوْهَا (تو) وہ اس میں (جہنم میں) داخل نہ ہوتے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کی طرف راجع ہے!

= كُلٌّ ۔ یعنی عابدین ومعبودین سب کے سب
۲۱: ۱۰۰ = زَفِیْرٌ۔ الزَّفِیْرُ کے اصل معنی سانس کے اس قدر تیزی سے آمدوشد کے ہیں کہ اس سے سینہ پھول جائے۔ یہ زَفَرَ یَزْفِرُ (حَسِبَ یَحْسِبُ) کا مصدر ہے۔ زَفِیْرٌ سانس کھینچ کر اس کو سینہ سے نکالنا ہے اور شَهِیْقٌ سینہ کی طرف سانس کا لوٹانا ہے۔

ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری جب کہ وہ اس کو سینہ کی طرف لوٹاتا ہے۔ دونوں کا ترجمہ چیخنا چلانا ہے۔ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وہ جہنم میں (اشد عذاب سے) چیخیں گے اور چلائیں گے۔

۲۱: ۱۰۱ = سَبَقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ پہلے سے ہو چکی۔ پہلے سے ٹھہر چکی۔
سَبْقٌ مصدر (باب ضرب)
= اَلْحُسْنٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اَلْاَحْسَنُ واحد مذکر۔ بمعنی سعادت بھلائی۔ یا مراد اس سے الجنۃ ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے سعادت مقدر ہو چکی ہے
= مُبْعَدُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِبْعَادٌ (افعال) مصدر۔ دور رکھے گئے۔ دور کئے ہوئے یعنی دوزخ سے ان کو دور رکھا جائے گا۔

۲۱: ۱۰۲ = لَا یَسْمَعُوْنَ میں ضمیر فاعل مُبْعَدُوْنَ کی طرف راجع ہے۔
= حَسِیْسَهَا۔ اس کی آواز۔ اس کی آہٹ۔ هَا کا مرجع جہنم ہے۔ حسّ مادّہ الحاسّۃ اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق سمع (سننا) بصر (دیکھنا) شم (سونگھنا) ذوق (چکھنا) لمس (چھونا) پر ہوتا ہے ان کو حواس خمسہ کہتے ہیں۔ حَسَّ یَحُسُّ (نصر) کے معنی قتل کرنے کے بھی آتے ہیں مثلاً اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (۳: ۱۵۲) جبکہ تم کافروں کو قتل کر رہے تھے اس کے حکم سے۔ باب افعال سے اَحَسَّ یُحِسُّ بمعنی محسوس کرنا ہے۔ مثلاً هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ (۲۰: ۹۸) کیا تم کسی کو بھی ان میں سے محسوس کرتے ہو۔

آیت ہذا میں اَلْحَسِیْسُ وَالْحِسُّ بمعنی حرکت وآہٹ ہے۔
= اشْتَهَتْ۔ اِشْتِهَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اس نے خواہش کی اس نے رغبت کی۔ ضمیر فاعل کا مرجع اَنْفُسُهُمْ ہے (یعنی جن چیزوں یا نعمتوں کی وہ خواہش رکھتے ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے)
یہ آیت عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کے حق میں نازل ہوئی جن کو اس دنیا میں ہی جنّت کی

بشارت دی گئی۔ ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸) حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹) حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۱: ۱۰۳ = لَا يَحْزُنُهُمُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب. هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حُزْنٌ سے (باب نصر) ان کو غمگین نہ کرے گا۔

= اَلْفَزَعُ۔ گھبراہٹ۔ خوف۔ اَلْفَزَعُ انقباض اور وحشت کی اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی خوفناک امر کی وجہ سے انسان پر طاری ہوجاتی ہے یہ جزع کی ایک قسم ہے۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کریگا۔

فزع اکبر سے مراد دوزخ میں داخل ہونے کا خوف۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ (۲۷: ۸۹) اور ایسے لوگ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے

۲۱: ۱۰۴ = نَطْوِيْ۔ مضارع جمع متکلم طَيٌّ مصدر (باب ضرب) ہم لپیٹ دیں گے۔ طوی مادہ طَوَيْتُ الشَّيْءَ طَيًّا۔ کے معنی ہیں کسی چیز کو لپیٹ دینا اس طرح جیسا کہ کپڑے کو اس کی درز پر لپیٹ دیا جاتا ہے (درز کپڑے کی سیون) یعنی یاد کرو وہ دن جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح لکھے ہوئے کاغذوں کا طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (طومار جمع طوامیر کاغذ وغیرہ کا سکرول۔ مٹھا) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (۳۹: ۶۷) اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

= كَطَيِّ۔ کَ تشبیہ کے لئے ہے۔ طَیٌّ۔ طَوٰی يَطْوِيْ (ضرب) لپیٹنا۔ کا مصدر ہے۔

= السِّجِلِّ۔ کاغذ کا طومار (سکرول مٹھا) صحیفہ۔ محضر۔

كَطَيِّ السِّجِلِّ کاغذ کے طومار کی طرح لپیٹنا۔

= بَدَاْنَا۔ بَدْءٌ و اِبْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم نے پہلے شروع کیا۔ ہم نے ابتداء میں بنایا۔ (باب فتح)

= نُعِيْدُهٗ۔ اِعَادَةٌ مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم اسے دوبارہ کردیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تخلیق اول کی ابتداء کی تھی (فناء کے بعدم اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے (یعنی اسے پھر پیدا کردیں گے)

= کَمَا۔ جیسے۔ جس طرح۔ کاف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ۔ جملہ مابعد اس کا صلہ۔
= وَعۡدًا عَلَیۡنَا۔ وَعۡدًا مصدر منصوب جس کا فعل محذوف ہے مصدر کو فعل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ عَلَیۡنَا ای لَازِمًا عَلَیۡنَا (یہ) وعدہ (پورا کرنا) ہم پر لازم ہے۔ یقینًا ہم (ایسا) کرنے والے ہیں۔ یعنی یہ ایک وعدہ ہمارے ذمے ہے اور ہم اس کو ضرور پورا کریں گے!

۲۱: ۱۰۵ = الزَّبُوۡرِ۔ اس کا مادہ زبر ہے اَلزُّبۡرَۃُ لوہے کی بڑی سِل کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع زُبَرٌ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ (۱۸: ۹۶) لوہے کی سلیں ہمارے پاس لاؤ۔
کبھی زُبَرَ کا لفظ بالوں کے گچھے پر بولا جاتا ہے اس کی جمع زُبُرٌ آتی ہے اور استعارہ کے طور پر پارہ پارہ کی ہوئی چیز کو بھی زُبُرٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا۔ (۲۳: ۵۳) پھر لوگوں نے آپس میں (پھوٹ کرکے) اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
زَبَرۡتُ الۡکِتَابَ۔ میں نے کتاب کو موٹے خط میں لکھا۔ ہر وہ کتاب جو جلی اور گاڑھے خط میں لکھی ہوئی ہو اسے زبور کہا جاتا ہے۔ لیکن عرف عام میں زبور کا لفظ اس آسمانی کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں ہے وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا (۴: ۱۶۳) اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔
آیت ہذا میں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک یہاں الزبور سے مراد حضرت داؤد پر نازل کی گئی کتاب ہے۔ بعض کے نزدیک یہاں یہ بطور اسم جنس کے استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد کل کتب آسمانی ہیں۔ یہی قول راجح ہے۔
= الذِّکۡرِ۔ اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد توراۃ ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔
= اَلۡاَرۡضَ۔ سے بھی مختلف علماء نے مختلف مراد لی ہے بعض کے نزدیک یہ ہماری زمین ہے اور یہ مومنین کے حق میں ایک بشارت دنیوی ہے۔ اور ایک گروہ علما کا قائل ہے کہ الارض سے مراد ملک شام ہے اور یہ کہ یہ پیشین گوئی عہد صحابہؓ میں پوری ہو کر رہی۔
لیکن اکثریت علماء کی اس طرف گئی ہے کہ الارض سے مراد ارض الجنۃ ہے قرآن مجید میں الارض کا اطلاق ارض جنت پر بھی ہوا ہے مثلاً الحمد للہ الذی صدقنا وعدہٗ واورثنا الارض نَتَبَوَّاُ مِنَ الۡجَنَّةِ حَيۡثُ نَشَآءُ (۳۹: ۷۴) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں

چاہیں مقام کریں۔

الزَّبُوْرِ۔ الذکر۔ اور الارض کی تشریح بالا کے بعد آیت کا مطلب ہوا:۔

لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کے بعد ہم نے کتبِ آسمانی میں بھی (یہ قاعدہ) لکھ دیا کہ زمین بہشت کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

۲۱: ۱۰۶ = هٰذَا۔ سے مراد سورۂ ہذا میں جو توحید الٰہی اور صحتِ نبوت۔ وعدہ وعید اور پند و نصائح کے متعلق براہین قاطعہ مندرج ہیں وہ مراد ہیں۔ یا اس سے مراد القرآن ہے

= لَبَلٰغًا۔ لام تاکید کے لئے ہے بَلٰغًا مصدر ہے بمعنی پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ یہاں اس آیت میں کافی ہونا کے معنی میں ہے۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہے۔

اَلْبَلَاغُ وَالْبُلُوْغُ (باب نصر) مقصد اور منتہیٰ تک پہنچنا۔ یا کافی ہونا۔ یعنی اس قرآن مجید میں جو احکام وارشادات پند ونصائح اور حقائق مندرج ہیں ان پر عمل کرنا حصول مقصد کے لئے کافی ہے۔

۲۱: ۱۰۷ = رَحْمَةً۔ منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔

۲۱: ۱۰۸ = فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ سو کیا (اب بھی) تم مانتے ہو؟ (کہ نہیں)

۲۱: ۱۰۹ = تَوَلَّوْا۔ اصل میں تَوَلِّيٌ (تفعّلٌ) سے بمعنی منہ پھیرنا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی اور اس سے قبل نون اعرابی اِنْ کے عمل سے گر گیا ہے۔

= اٰذَنْتُكُمْ: اٰذَنْتُ اِيْذَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم کو خبر کردی۔ میں نے تم کو اطلاع دیدی۔ الْاَذَانُ الاعلام ومنہ الاذان للصلوٰۃ۔ علانیہ طور پر مطلع کرنا۔ علی الاعلان۔

= عَلٰى سَوَآءٍ۔ خوب مفصل اور مدلل طور پر۔ واضح طور پر۔ پوری طرح۔

اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ۔ میں نے واضح طور پر خوب تفصیل سے اور دلیل سے تم کو مطلع کر دیا ہے احکام الٰہی کا اور عدم تعمیل میں دردناک نتائج کا۔

= اِنْ اَدْرِيْٓ۔ اِنْ نافیہ ہے۔ ای مَا اَدْرِيْ۔ میں نہیں جانتا۔ مجھے معلوم نہیں

۲۱: ۱۱۱ = لَعَلَّهٗ۔ لعلّ تاخیر العذاب۔ یعنی مجھے علم نہیں کہ یہ تاخیر عذاب تمہارے لئے بطور امتحان کے ہے کہ شاید اب تم ایمان لے آؤ یا یہ عارضی مہلت ہے (یہ تاخیر سے فائدہ اٹھانا محض وقتی طور پر ہے) اور یہ تم کو ڈھیل دی جا رہی ہے کہ اس مہلت سے تمہاری غفلت اور بڑھتی جائے

اور تحقیق عذاب کے اسباب اور بڑھ جائیں۔

٢١: ١١٢ = رَبِّ ۔ (ربی) میرے رب

= اُحْكُمْ ۔ حُكْمٌ (باب نصر) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو فیصلہ کردے۔ تو حکم کر

= اَلْمُسْتَعَانُ ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جس سے مدد مانگی جائے۔ اِسْتِعَانَةٌ مدد مانگنا۔

سورۃ الفاتحہ میں ہے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (١: ٤)۔ بس ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اعانت ۔ مدد۔ مدد دینا۔ تَعَاوُنٌ (تفاعل) باہم مدد کرنا۔

= عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔ ان باتوں پر جو تم کرتے ہو۔ (مراد کفار کی دھمکیاں ۔ یا کلمات کفر و الحاد۔

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۲۲) سُوْرَةُ الْحَجّ (۱۰۳)

۲۲: ۱ = السَّاعَةِ۔ یعنی قیامت۔ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ۔ قیامت کے دن کا زلزلہ۔

۲۲: ۲ = تَرَوْنَهَا۔ تَرَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُؤْيَةٌ مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ تم اس کو دیکھوگے۔ تم اس کو دیکھتے ہو۔ ھا ضمیر کا مرجع یا زلزلہ ہے یا الساعۃ ہے۔ اشارہ دونوں صورتوں میں اس دن کی ہولناکیوں کی طرف ہے۔

= تَذْهَلُ۔ ذُهُوْلٌ مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ الذُّهُوْلُ ایسی مشغولیت جو غم اور بھول پیدا کردے۔ تَذْهَلُ وہ بھول جائے گی!

= مُرْضِعَةٍ۔ اسم فاعل واحد مؤنث اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر۔ دودھ پلانے والی۔ مُرْضِعٌ دودھ پیتے بچے والی عورت اس میں تاء تانیث کی نہیں لگاتے کیونکہ یہ صفت اناث ہی کے لئے ہے۔ البتہ جب بچہ منہ میں پستان لیتا ہے اور دودھ پیتا ہے تو اس وقت اس عورت کو مُرْضِعَةٌ کہتے ہیں۔

= عَمَّآ اَرْضَعَتْ۔ ای عن الذی ارضعتہ۔ یعنی ہر دودھ پلانے والی عورت اس زلزلہ کے وقت ماحول کی دہشت اور ہولناکیوں کو دیکھ کر اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی یا جس کو دودھ پلایا کرتی ہوگی۔

= تَضَعُ۔ وہ رکھ دے۔ وہ ڈال دے۔ وہ جنتی ہے۔ وہ ڈال دے گی۔ وہ گرا دے گی۔ وَضْعٌ مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

= سُکٰرٰی۔ شراب کے نشہ میں مست۔ سُکْرٌ سے جو شراب کے نشہ کو کہتے ہیں۔ یہ جمع مکسر ہے یا اسم جمع۔

دودھ پلاتی عورت کا دودھ پیتے بچے کو بھول جانا۔ حاملہ کا اپنے حمل کو گرا دینا۔ لوگوں کا مدہوش شرابیوں کی طرح حرکات کرنا۔ یہ سب تمثیلاً بیان کیا گیا ہے جس طرح اور جگہ ارشاد ہے کہ: فَکَیْفَ

تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (۷۳: ۱۷) سو تم اس دن کی مصیبت سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ مراد اس دن کی شدت ہولناکی سختی۔ دہشت کو مخاطب کے ذہن نشین کرنا ہے۔ اس میں زائد کی نفی نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔

۲۲: ۳ = مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ۔ اى فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ جو اللہ کے بارے میں بغیر علم و دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ کلام اللہ (القرآن) کو اساطیر الاولین کہنا۔ موت کے بعد حشر کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ اس کی وحدانیت و بعثت رُسُل وغیرہ کے بارہ میں جھگڑا کرنا۔

= مَرِيْدٍ۔ سرکش۔ باغی۔ ہر خیر سے خالی۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ مرد مادہ۔ اَلْمَارِدُ وَالْمَرِيْدُ۔ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔ یہ شَجَرٌ اَمْرَدُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جس کے پتے نہ ہوں۔ رَمْلَةٌ مَرْدَاءُ ریت کا وہ ٹیلہ جس پر کوئی چیز نہ اگتی ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹: ۱۰۱) اور مدینہ والوں میں سے بعض لوگ نفاق پر اڑ کر ہر قسم کی خیر سے عاری ہو گئے ہیں۔ مختلف اقوال کے مطابق یہ آیت نضر بن حارث، ابوجہل ابی بن خلف کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

۲۲: ۴ = كُتِبَ عَلَيْهِ۔ اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ اس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہے (کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اسے گمراہ کر کے رہیگا اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف رہنمائی کرے گا)

= السَّعِيْرِ۔ دہکتی ہوئی آگ، دوزخ۔ سَعْرٌ مصدر سے بروزن (فَعِيْلٌ) بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے۔ سَعِيْرٌ بمعنی مَسْعُوْرٌ۔ سَعَرْتُ النَّارَ کے معنی آگ بھڑکانا۔ مجازاً لڑائی وغیرہ کے بھڑکانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ السُّعَارُ آگ کی تپش

۲۲: ۵ = فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ۔ تقدیر کلام یوں ہے فَاُخْبِرُكُمْ وَاُعْلِمُكُمْ اَنَّا خَلَقْنٰكُمْ یعنی (اگر بعث بعد الموت کے متعلق تمہیں شک ہے تو میں تمہیں مطلع کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے) الخ

= تُرَابٍ مٹی۔ نُطْفَةٍ۔ اصل میں تو آب صافی کو کہتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔

== عَلَقَةً۔ جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی۔ خون کی وہ پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے اس کی جمع عَلَقٌ ہے علقہ کو علقہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اس رطوبت کے ساتھ جو اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتا ہے۔ خون کا لوتھڑا۔

== مُضْغَةٍ۔ گوشت کا ٹکڑا۔ بوٹی، گوشت کا چھوٹا ٹکڑا جو چبانے کے لئے منہ میں ڈالا جائے۔ جنین کی وہ حالت جو علقہ کی حالت کے بعد ہوتی ہے اُسے مضغہ کہتے ہیں۔

== مُخَلَّقَةٍ۔ اسم مفعول واحد مؤنث خَلَّقَ (باب تفعیل) سے اور یہ صفت ہے مضغۃ کی مخلقۃ وغیر مخلقۃ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ سالم من العیوب۔ مکمل بغیر کسی نقص و عیب کے۔ اور غیر مخلقہ اس کے برعکس جس میں جسمانی ساخت کے عیوب ہوں۔

۲:۔ مخلقۃ۔ مکمل جس میں انسانی صورت کے تمام خدوخال نمایاں ہو چکے ہوں۔ اور غیر مخلقہ جس میں یہ تکمیل ابھی ادھوری ہو۔ یہ ادھورا پن کسی درجہ میں ہو جو مضغہ کی حالت میں یا اس کے بعد لیکن تکمیل سے قبل ساقط ہو جائے

۳:۔ مخلقۃ زندہ پیدا کیا ہوا۔ جو زندہ پیدا ہو اور غیر مخلقہ جو زندہ پیدا نہ ہو یا وہ جو بوجہ سقط حمل گر جائے۔

== لِنُبَيِّنَ لَكُمْ۔ لام تعلیل کے لئے نُبَيِّنَ۔ مضارع جمع متکلم تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تاکہ ہم (اپنی قدرت) کھول کر بیان کر دیں۔ ظاہر کر دیں تم پر

== نُقِرُّ۔ اِقْرَارٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم قرار دیتے ہیں۔ ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ یعنی اس کو سقط (گرنے) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

== مَا نَشَآءُ۔ جس کو ہم چاہتے ہیں۔

== ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ۔ اس میں لام تعلیل کے لئے ہے جس کی علت محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ثُمَّ نُمْهِلُكُمْ اَوْ نُرَبِّيْكُمْ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ (پھر ہم تم کو مہلت دیتے ہیں یا پرورش کرتے ہیں تمہاری) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ۔

== يُتَوَفّٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌ مصدر (باب تفعیل) اس کو وفات دی جاتی ہے۔ یعنی فوت ہو جاتا ہے وفات پا جاتا ہے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى اور تم سے کچھ (بڑھاپے سے قبل) مر جاتے ہیں۔

== اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ اَرْذَلُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے زیادہ نکما (رذیل نکما)

ر ذَالَۃٌ مصدر۔ گھٹیا ہونا۔ نکما ہونا۔ ردی ہونا۔ ارذل العمر سے مراد سنِ خرافت ہے۔ جب بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فاتر العقل ہوجاتا ہے۔

= کَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ کہ وہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے یعنی شدتِ ضعیفی سے قوتِ حافظہ بھی جاتی رہتی ہے۔ قویٰ دماغی انحطاط پذیر ہوجاتے ہیں۔ یادداشت کا خزانہ خالی ہوجاتا ہے۔ اور وہ جن امور کا وسیع علم رکھتا تھا۔ یوں بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے ان کا کچھ علم بھی نہیں۔

= ھَامِدَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث ھَمْدٌ وَ ھُمُوْدٌ مصدر۔ ھَمَدَتِ النَّارُ آگ کا بجھ جانا۔ آگ کا ٹھنڈا ہونا۔ اور ھَمَدَتِ الْاَرْضُ۔ زمین کا بنجر ہونا۔ بے آب وگیاہ ہونا۔

وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً (اے دیکھنے والے) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک پڑی ہوتی ہے۔ اور بے آب وگیاہ ہوتی ہے۔

= فَاِذَا۔ پھر جب۔

= اِھْتَزَّتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے ترو تازہ ہوکر حرکت کی۔ اِھْتِزَازٌ (افتعال) سے جس کے معنی جھومنے۔ بل کھانے اور شادابی اور تروتازگی کی وجہ سے درخت کے ہلنے اور حرکت کرنے کے ہیں۔ ھزّ مادہ۔ اَلْھَزُّ کے معنی کسی چیز کو زور سے ہلانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَھُزِّیْ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ (۱۹: ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ اور فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ (۲۷: ۱۰) جب اس نے اسے دیکھا تو (اس طرح) بل کھارہی تھی گویا سانپ ہے اور کہتے ہیں اِھْتَزَّتِ النَّبَاتُ۔ نباتات (سبزے) کا لہلہانا۔

= رَبَتْ۔ ربو مادہ۔ رَبَا یَرْبُوْا (باب نصر) رَبْوٌ مصدر سے۔ ماضی واحد مؤنث غائب وہ بڑھی، وہ پھولی، وہ ابھری۔ اسی سے ہے رَبْوَۃٌ اونچی جگہ۔ ٹیلا۔ ربٰو سود کہ وہ بھی راس المال پر بڑھوتی ہے۔

= اَنْبَتَتْ۔ ماضی واحد مونث غائب اِنْبَاتٌ (افعال) وہ اُگی۔ اس نے اگایا۔ نباتات اگی ہوئی چیزیں۔

= مِنْ کُلِّ زَوْجٍ۔ ای من کل نوع۔ من کل صنف۔ ہر قسم کی

= بَھِیْجٍ۔ بھج مادہ۔ بَھْجَۃٌ۔ خوش نمائی۔ فرحت وسرور کا ظہور۔ بھیج بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بارونق۔ تروتازہ۔ نفیس۔ خوش نما۔ فرحت وسرور آور۔ بَھُجَ (کرم)

خوشنما اور تروتازہ ہونا ابتہج (افتعال) کسی چیز پر اس قدر مسرور ہونا کہ چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہو جاویں
اَبْهَجَ (افعال) خوش کرنا۔ قرآن مجید میں آیا ہے حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷: ۶۰) سرسبز باغ
۲۲: ۶ = ذٰلِكَ ۔ یعنی انسان کی تخلیق اور اس کے مختلف مدارج اور بنجر زمین کو خوشنما اور لہلہاتا سبزہ زار بنا دینا۔

۲۲: ۹ = ثَانِيَ ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ ثَنٰى يَثْنِيْ (ضرب) ثَنْيٌ مصدر۔
= عِطْفِهٖ ۔ اس کا شانہ ۔ اس کا پہلو۔ عطف ۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔
عطف کے معنی جانب و پہلو کے ہیں۔ اور اس کی جمع اعطاف ہے جیسے حِمْلٌ کی جمع اَحْمَالٌ ہے۔ عِطْفُ الْاِنْسَانِ ۔ سر سے لے کر سرین تک انسان کے دونوں جانب یعنی پہلو ہیں اور یہ بدن کا وہ حصہ ہے جس کو وہ موڑ سکتا ہے اور ثَنٰى عِطْفَهٗ کا استعمال منہ موڑنے اور سختی برتنے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے نَاٰى بِجَانِبِهٖ ۔ (اس نے پہلو تہی کی) اور صَعَّرَ بِخَدِّهٖ (اس نے اپنا گال پھلایا) جب اس کا تعدیہ بذریعہ علیٰ ہوتا ہے تو اس کا استعمال شفقت اور میلان کے معنی میں ہوتا ہے چنانچہ عَطَفَ عَلَيْهِ (وہ اس پر مہربان ہوا) اور جب بذریعہ عَنْ اس کا تعدیہ ہوتا ہے تو پھر اس کے معنی منہ موڑنے اور بے رخی کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے عَطَفْتُ عَنْ فُلَانٍ میں نے فلاں سے منہ موڑ لیا۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ ۔ ضمیر فاعل يُجَادِلُ سے حال ہے (تکبر سے) پہلو کو موڑتا ہوا
= لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ لِيُضِلَّ ۔ لام تعلیل کے لئے ہے۔ يُضِلَّ واحد مذکر غائب۔ تاکہ گمراہ کرے۔ تاکہ بہکائے۔ (باب افعال)
= نُذِيْقُهٗ ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو چکھائیں گے۔ اَذَاقَ يُذِيْقُ اِذَاقَةٌ واذاقة (افعال) چکھانا۔ ذَائِقَةٌ چکھنے والی۔
= الْحَرِيْقِ ۔ آگ ۔ اَحْرَقَ يُحْرِقُ (افعال) کسی چیز کو جلانا۔ اِحْتَرَقَ (افتعال) جل جانا جیسے فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۔ (۲: ۲۶۶) تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولہ چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے۔ حَرَّقَ يُحَرِّقُ (تفعیل) جلانا قَالُوْا حَرِّقُوْهُ (۲۱: ۶۸) کہنے لگے اس کو جلا دو۔
اَلْحَرِيْقُ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور فاعل اور مفعول دونوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔ جلا ہوا۔ تپ محرقہ۔ تیز بخار۔ جلا دینے والا بخار۔
۲۲: ۱۰ = ذٰلِكَ ۔ ای یقال لہ ذٰلک۔ اس سے کہا جائے گا۔

== ظَلَّامٍ۔ ظلم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ظلم کرنے والا۔
== عَبِیْدِ۔ عَبْدٌ کی جمع۔ بندے۔
۲۲: ۱۱ == عَلٰی حَرْفٍ۔ حَرْفٍ بمعنی کنارہ۔ رُخ، اَحْرُفٌ حُرُوْفٌ جمع۔ یعنی وہ دائرہ دین کے وسط میں نہیں بلکہ کفر و اسلام کی سرحد پر کھڑا ہو کر بندگی کرتا ہے یعنی متذبذب حالت میں۔
== خَسِرَ۔ اس نے گھاٹا پایا۔ وہ خسارہ میں رہا۔ خُسْرٌ خَسَارٌ وخُسْرَانٌ مصدر۔
۲۲: ۱۲ == ذٰلِكَ، ای ذٰلك الدعاء۔ یہ پکار۔ یہ دعا۔
۲۲: ۱۳ ==

فائدہ: آیت ۱۲ میں ہے یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنْفَعُہٗ اور آیت ۱۳ میں ہے یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ۔ یعنی پکارتا ہے اس کو کہ ضرر اس کا قریب تر ہے بہ نسبت اس کے نفع کے۔ یعنی جہاں تک اس کا مذموم معبود کو پکارنے کا تعلق ہے اس فعل سے نقصان تو لازم آگیا۔ کیونکہ غیر اللہ کو پکارنا حرام ہے اور باعثِ زیاں ہے۔ جہاں تک اس فعل سے نفع کی امید ہے تو وہ ایک موہوم امر ہے اگر کوئی نفع بالفرض ہو بھی جائے تو وہ من جانب اللہ ہوتا ہے جو سنت اللہ کے تحت اس کی قسمت میں ازل سے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا جس من دون اللہ کو یہ پکارتا ہے اس سے نقصان ہی نقصان لازم ہے۔ اس طرح یہ آیت ماقبل سے متضاد نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کرتی ہے کہ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنْفَعُہٗ۔

یا یوں سمجھئے کہ اس معبود باطل سے نقصان (ضرر) تو قریب تر ہے اور نفع بعید تر۔ اور عربی میں بعید کا اطلاق بے اصل اور غیر موجود شے پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ (۵۰: ۳) ای لا رجع اصلاً۔ والیسی اصلاً ہے ہی نہیں۔ یہاں بھی نفع کا بعید ہونا سے مراد ہے اس میں نفع ہے ہی نہیں۔
== بِئْسَ۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (سمع) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فا کلمہ کو کسرہ دیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔
== مَوْلٰی۔ اسم مفرد مَوَالِیْ جمع۔ کارساز۔ حمایتی۔ دوست
== عَشِیْرٌ۔ رفیق۔ ہم صحبت۔ ساتھی۔ شریک۔ بمعنی مُعَاشِرٌ میل جول رکھنے والا۔

٢٢: ١٥ = لَنْ يَّنْصُرَهُ ا مضارع نفی تاکید بلن ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا۔

= فَلْيَمْدُدْ۔ فَ جواب شرط میں ہے لِيَمْدُدْ فعل امر واحد مذکر غائب۔ مَدٌّ مصدر۔ باب نصر سے۔ اُسے چاہئے کہ وہ تان لے۔ اسے چاہئے کہ وہ دراز کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ کھینچ لے جائے۔

= سَبَبٍ۔ حبل۔ رسی۔ ذریعہ۔ طریق۔ راستہ۔

= السَّمَآءِ۔ گھر کی چھت۔ آسمان۔ کل ما علاك سماء ہر چیز جو تم سے اوپر ہے سَمَاءٌ ہے

= لِيَقْطَعْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ چاہئے کہ وہ کاٹ دے۔ القطع بمعنی الاختناق بھی ہے۔ کیونکہ رسی کے ساتھ گلا گھونٹنے سے سانس منقطع ہو جاتا ہے۔ اور آدمی مرجاتا ہے لہذا اس معنی لیقطع سے مراد ہو گا چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یعنی گلا گھونٹ کر مرجائے۔ اسی سے ہے قَطَعَ فُلَانُ الْحَبْلَ۔ یا قَطَعَ الرَّجُلُ بِحَبْلٍ قَطْعًا۔ ای اختنق بہ۔ آدمی رسی سے گلا گھونٹ کر مر گیا۔

= فَلْيَنْظُرْ: فعل امر واحد مذکر غائب۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے۔

= هَلْ يُذْهِبَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب هَلْ استفہام کے لئے ہے۔ اِذْهَابٌ (افعال) مصدر۔ کیا اس نے دور کر دیا ہے۔

= كَيْدُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی تدبیر۔

= مَا يَغِيْظُ۔ مَا موصولہ۔ یغیظ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ غَيْظٌ مصدر (باب ضرب) وہ چیز جو اسے غصہ میں ڈالتی ہے۔ جو اسے ناگوار گذرتی ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے آیا اس کی (اس) تدبیر نے اس چیز کو جو اسے ناگوار گذرتی تھی یا غصہ میں ڈالتی تھی دور کر دیا ہے

اس آیت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

١:۔ پہلی صورت یہ ہے کہ لَنْ يَّنْصُرَهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور القطع بمعنی الاختناق ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہیں کرے گا نہ اس دنیا میں (جیسا کہ منکرین اسلام، اسلام کے ابتدائی مدارج میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور کمزوری کو دیکھ کر اندازہ لگا رہے تھے) اور نہ آخرت میں تو وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض عبث ہے آپ کی مدد ہو کر رہے گی

گویہ اپنے غصّہ میں مر ہی جائے۔
آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ وہ ایک رسی کے ذریعہ چھت سے لٹک جاوے۔ اور پھر اپنا گلا گھونٹ کر مر جائے اور پھر دیکھے کہ اس کی اس تدبیر نے اس چیز کو دور کردیا ہے جو اس کے لئے باعث غیظ و غضب بن رہی تھی۔ یعنی دیکھے کہ کیا خداوند تعالیٰ کی نصرت بند ہو گئی ہے ؟

انہی معنوں میں قرآن حکیم کی آیت ہے :۔

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

(۳ : ۱۱۹) اور جب وہ الگ ہوتے ہیں تو تم پر شدّتِ غیظ سے انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے تم اپنے غیظ میں مر جاؤ۔

دوسری صورت : يَنْصُرَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لِيَقْطَعَ میں مفعول وحی مقدر ہے۔ ای ليقطع عن النبی صلیَّ اللّٰه عليه وسلم الوحی (ابن جریر) ای ليقطع الوحی ان ينزل عليه (کشاف)

یعنی نصرتِ الٰہیہ آپ کے ساتھ بوجہ وحی و نبوت کے ہے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ کرے (اب یہ تو ہونے سے رہا) اسے چاہیئے کہ خود رسی کے ذریعہ آسمان پر پہنچ جائے اور اس نزول وحی کے سلسلہ کو بند کردے۔ اور دیکھے کہ اس کے غیظ و غضب کی آگ ٹھنڈی ہوئی ہے کہ نہیں (اور چونکہ یہ نہیں ہوسکے گا) تو بس پھر اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

تیسری صورت : بعض کی رائے ہے کہ يَنْصُرُ بمعنی يَرْزُقُ ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ بنو بکر سے ایک سائل ہمارے ہاں آیا اور کہا من ينصرنی نصره اللّٰه ای من يعطينی اعطاه اللّٰه اس صورت میں ضمیر ہٗ کا مرجع مَنْ كَانَ يَظُنُّ کا فاعل ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا :

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کھو چکا ہے اور اس کی طرف سے فراخیٔ رزق سے مایوس ہوچکا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ سسک سسک جان نہ دے بلکہ ابھی گلے میں رسہ ڈال کر اپنے آپ کو چھت سے لٹکا کر خودکشی کرے اور اس تنگ دستی کا قصہ ہی ختم کردے۔

چوتھی صورت : بعض کے نزدیک ضمیر ہٗ کا مرجع الدّين یا الکتاب ہے لیکن یہ قول اس قول سے مختلف نہیں ہے جس میں ضمیر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیا گیا ہے کیونکہ اَلدِّيْنَ

یا الکتاب کی مدد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ہی ہے۔

لیکن آیت کے سیاق و سباق کے مدنظر دوسری صورت ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ آسمان پرستی کے ذریعہ پہنچنا اور چھت سے لٹک کر خودکشی کرنا سے ظاہری لفظی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انتہائی کوشش کرنا ہے۔

۲۲: ۱۶ = کَذٰلِکَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ مثل ذلک الانزال۔ جس طرح ہم نے یہ (مندرجہ بالا) باتیں کھلی کھلی بیان کی ہیں اسی طرح (انزلنٰہُ) ہم نے سارا قرآن نازل کیا ہے ہٗ ضمیر کا مرجع القرآن ہے۔

= اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ۔ موصوف صفت ہو کر اَنْزَلْنَا سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے

۲۲: ۱۷ = ھَادُوْا۔ ماضی۔ مذکر غائب ھَوْدٌ مصدر (باب نصر) وہ یہودی ہوئے ھَوْدٌ۔ پشیمان ہونا۔ حق کی طرف لو۔ ابھرنے کی بوجھا سے تہ کرنے کی بنا پر یہود کہلائے) یہودی ہونا۔ ھُوْدٌ۔ یہودیوں کی جماعت

= الصّٰبِئِیْنَ۔ ستارہ پرستوں کا ایک گروہ۔

= الْمَجُوْسَ۔ مجوسی کی جمع مَجُوْسِیَّتٌ مصدر۔ آتش پرست۔

۲۲: ۱۸ = اَلَمْ تَرَ۔ الف استفہامیہ۔ لَمْ تَرَ۔ نفی حجد بلم۔ تَرَ اصل میں تَرٰی تھا لَمْ کے ... ی ... گر گیا ... دیکھنا۔

= الدَّوَابُّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ رینگنے والے جانور۔ پاؤں چلنے والا جانور۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اگرچہ عرف عام میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی دَابَّةٌ کا لفظ آیا ہے تو ... ہر ایک حیوان داخل ہے۔

= یُھِنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِھَانَةٌ (افعال) مصدر۔ وہ اہانت کرتا ہے۔ یا ذلیل کرتا ہے۔ وہ اہانت کرے یا ذلیل کرے۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ ہے (جو اسمائے متضمن بمعنی حرف شرط میں سے ہے۔ اسمائے شرطیہ کو کلم المجازات بھی کہتے ہیں۔ اور یہ نو ہیں۔ مَنْ۔ مَھْمَا۔ مَا۔ اَیّ۔ حَیْثُمَا۔ اِذْمَا۔ مَتٰی۔ اینما۔ اَنّٰی۔ (نُہ اسم جازم آمد فعل را) جیسے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا (۲۵: ۶۸) اور جو یہ کام کرے گا تو وہ (اس کی) سزا پائے گا۔

= مُکْرِمٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِکْرَامٌ مصدر۔ عزت دینے والا۔

فائدہ

سجدہ سے مراد سرافگندہ ہونا۔ مطیع و منقاد ہونا ہے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد زمین و آسمان کی ہر چیز ہے۔ سورج، چاند، ستارے۔ پہاڑوں۔ چوپاؤں اور فرماں بردار انسانوں کا ذکر ان کو منفرد کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ جیسے کہ کہیں ساری قوم آئی اور زید اور بکر بھی آئے سجدہ تکوینی اور تسخیری (غیر اختیاری) بھی ہے اور شرعی (اختیاری) بھی۔

اوّل الذکر کے تحت جملہ مخلوق، غیر ذوی العقول اور ایک حد تک ذوی العقول مخلوق (جہاں تک کہ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں مثلاً پیدائش، مرگ۔ بچپن سے جوان ہوجانا۔ یا جوان سے بوڑھا ہوجانا وغیرہ) شامل ہے۔ اور ثانی الذکر میں صرف ذوی العقول کو مکلّف گردانا گیا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت ان کے ذہن نشین کرائی جاتی ہے پھر وہ اپنے اختیار سے اسے اپناتے ہیں اور کثیر من الناس کے زمرہ میں شامل ہوجاتے ہیں یا انکار کرکے کثیر حق علیہ العذاب میں جا ملتے ہیں۔

۲۲ : ۱۹ = هٰذٰنِ خَصْمٰنِ ۔ یہ دو فریق۔ یعنی فریق المؤمنین و فریق الکفار۔

بعض نے حضرت ابوذر رض کی روایت پر وہ لوگ مراد لئے ہیں جنہوں نے میدان بدر میں ایک دوسرے کو دعوتِ مبارزت دی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کفار کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔

= اِخْتَصَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ اختصام (افتعال) مصدر جھگڑا کرنا۔ یہاں خصمٰن کے بعد جمع کا صیغہ تعدد افراد کی وجہ سے لایا گیا ہے۔

= قُطِّعَتْ ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب تَقْطِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ پھاڑی جاتی ہے یا پھاڑی جائے گی۔ قطع کی جائے گی۔ قُطِّعَتْ ثِیَابٌ۔ کپڑے کاٹیں جائیں گے۔ یعنی ان کے ناپ کے مطابق آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے۔ یعنی کپڑوں کی طرح آگ اُن کے گرد لپیٹ دی جائیگی ماضی بمعنی مضارع۔

= یُصَبُّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ صَبٌّ مصدر (باب نصر) بہایا جائے گا۔ انڈیلا جائے گا۔ گرایا جائے گا (پانی)

= اَلْحَمِیْمُ: نہایت گرم پانی۔ اسی اعتبار سے نہایت قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے دوست کی حمایت میں گرمی دکھاتا ہے۔ وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۷۰: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔

۲۲: ۲۰ = یُصْهَرُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب صَهْرٌ مصدر (باب فتح) پگھلا دیا جائیگا۔ گلا دیا جائے گا۔ صَهْرٌ گرم چیز۔ صِهْرٌ رشتہ داری۔ اپنایت۔ خسرالی رشتہ دار اِصْهَارٌ (اِفعال) داماد بنانا۔ نکاح یا نسب کے ساتھ ملا لینا۔ مُصَاهَرَةٌ دامادی اور سمدھیانہ۔ فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔ پھر اس کو خاندان والا۔ سسرال والا بنایا۔

= اَلْجُلُوْدُ۔ جِلْدٌ کی جمع۔ کھالیں۔ چمڑے۔ ای وتصهر به الجلود اور گل جائیں گے ان کے چمڑے۔ ان کی کھالیں۔ الف لام قائم مقام اضافت ہے۔ ای جلودهم۔

= مَقَامِعُ۔ مِقْمَعٌ کی جمع۔ اسم آلہ۔ گرز۔ ہتھوڑے۔ مِقْمَعٌ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے پیٹ پیٹ کر کسی کو مطیع اور مقہور کیا جائے۔ اسی سے ہے قَمَعْتُهٗ فَانْقَمَعَ (باب انفعال) میں نے اسے روکا پس وہ رک گیا۔

۲۲: ۲۲ = مِنْهَا میں ها ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نار ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر ثِیَابٌ کے لئے ہے لیکن صاحب روح المعانی نے اسے رکیک (کمزور) کہا ہے۔

= غَمٍّ۔ رنج۔ اندوہ۔ [illegible] غم کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپا لینے کے ہیں۔ اسی سے اَلْغُمّٰی ہے۔ جس کے معنی غبار اور تاریکی کے ہیں۔ اسی لئے بادل کو الغمام کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو چھپا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (۲: ۲۱۰) کہ خدا ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں آجائے۔ اور غُمَّةُ الْاَمْرِ۔ یعنی کسی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً (۱۰: ۷۱) پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ رہے۔ یعنی تمہارے لئے قلق اور اضطراب کا موجب نہ ہو۔

مِنْ غَمٍّ۔ مِنْهَا سے بدل اشتمال ہے یا یَخْرُجُوْا کا مفعول لہٗ بمعنی مِنْ اَجْلِ

= اُعِیْدُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِعَادَةٌ مصدر۔ وہ لوٹا دیئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل ہے۔ وہ لوٹا دیئے جائیں گے۔

= وَذُوْقُوْا۔ واؤ کے بعد قِیْلَ لَهُمْ محذوف ہے۔ سورۃ السجدہ میں ہے كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ

الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ہ (٣٢: ٢٠)۔
ذُوْقُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر سے۔ تم چکھو۔
= عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَرِیْقٌ حَرْقٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور فاعل ومفعول (جلانے والا۔ جلا ہوا) دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یہاں بمعنی آگ کے آیا ہے۔
٢٢: ٢٣ = یُحَلَّوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حِلْیَۃٌ بمعنی زیور۔ جیسے اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ (٤٣: ١٨) کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔
= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن۔ پونچیاں۔
= لُؤْلُؤًا۔ لُؤْلُؤٌ مفرد لَاٰلِیْ جمع۔ موتی۔
= فِیْھَا ای فی الجنّۃ۔
= حَرِیْرٌ ریشم۔
٢٢: ٢٤ = ھُدُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ھِدَایَۃٌ مصدر (باب ضَرَبَ) ان کو ہدایت کی گئی۔ ان کو راستہ بتایا گیا۔
وَھُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ ان کی راہنمائی کی گئی تھی کلمہ طیّبہ کی طرف (بعض نے قرآن مراد لیا ہے۔ ماحصل ایک ہی ہے)
= صِرَاطِ الْحَمِیْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْحَمِیْدِ سے مراد ذات خداوند تعالیٰ ہے کہ سزاوار حمد و ثنا ہے اور صراط (راستہ) سے مراد اسلام ہے۔
وَھُدُوْا۔ اور یہ باتیں یعنی نہروں والے باغ، سونے اور موتیوں کے زیورات اور ریشمی لباس ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کی طرف ہدایت دی گئی تھی اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے راستہ پر ان کو گامزن فرما دیا گیا تھا۔
حَمِیْد۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی محمود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے۔
٢٢: ٢٥ = جَعَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کے لئے ہے
= سَوَآءً برابر۔ اسم مصدر ہے بمعنی استواء یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر ہونا۔ اس کا

تثنیہ و جمع نہیں آتا۔ سَوَاءً۔ جَعَلْنٰهُ کی ضمیر ہُ سے (ضمیر مفعول) سے حال ہے۔ جسے ہم نے بنایا سب لوگوں کے لئے برابر۔

= اَلْعَاكِفُ فِيْهِ۔ خواہ عاکف اس میں وَالْبَادِ۔ خواہ باہر سے آنے والا ہو۔

اَلْعَاكِفُ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ رہنے والا۔ باشندہ۔ متوطن، مجاور۔ لگ بیٹھنے والا جم کر بیٹھنے والا۔ عَكُوْفٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں تعظیماً کسی پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (۲: ۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔

اور يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ (۷: ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ عَكَفَ يَعْكُفُ جب عَلٰى کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح لگ کر بیٹھ جانا کہ پھر اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے۔

= اَلْبَادِ۔ بادیہ نشین۔ باہر سے آنیوالا۔ بَدَادَةٌ مصدر جس کے معنی صحرا میں اقامت اختیار کرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

فَائِدَہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی خبر محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُذِقْهُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ جیسا کہ اگلی آیت سے عیاں ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ؁

= مَنْ يُّرِدْ۔ جو کوئی بھی ارادہ کرے گا۔ يُرِدْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِرَادَةٌ مصدر (افعال) سے۔ چاہے۔ ارادہ کرے یا ارادہ کرتا ہے یا کریگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۲: ۱۸

= فِيْهِ ای فی المسجد الحرام۔

= اِلْحَادٍ۔ کج روی۔ بروزن (افعال) مصدر ہے۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ لَحَدَ الْقَبْرَ وَاَلْحَدَهٗ قبر میں لحد بنانا اور لَحَدَ الْمَيِّتَ میت کو لحد میں اتارنا۔ اَلْحَدَ فُلَانٌ فلاں حق سے پھر گیا۔ مُلْحِدٌ حق سے پھرنے والا۔

الحاد دو قسم پر ہے (۱) ایک ذاتِ الٰہی کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یہ الحاد ایمان کے

منافی ہے اور انسان کے عقیدہ وایمان کو باطل کردیتاہے ۔
(۲) اسباب میں شرک کرکے الحاد کرنا۔ اس سے سرے ایمان باطل نہیں ہوتا لیکن اس کے عُروہ (حلقہ) کو کمزور کردیتاہے چنانچہ آیت ہذا وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔اور جو اس میں شرارت سے کج روی وکفر کرناچاہے اس کو ہم درد دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (۷ : ۱۸۰) جو لوگ اس کے ناموں کے وصف میں کج روی اختیار کرتے ہیں ۔ ہر دو میں دوسری قسم کا الحاد مراد ہے ۔
اسمار الٰہی میں الحاد کی بھی دو صورتیں ہیں۔
(ا) ایک یہ کہ باری تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کرنا جو شان الوہیت کے منافی ہوں
(ب) دوم یہ کہ صفاتِ الٰہی کی ایسی تاویل کرنا جو اس کی شان کے زیبا نہ ہو ۔
مُلْتَحَدٌ (مصدر میمی یا اِلْتِحَادٌ سے اسم ظرف) بمعنی پناہ گاہ ہے ۔ اور اِلْتَحَدَ السَّهْمُ عَنِ الْهَدَفِ ۔ یعنی تیر نشانے سے ایک جانب ہوگیا۔ یعنی نشانے سے ہٹ گیا۔
= بِظُلْمٍ ای لغیر حق ۔ ناحق ۔
= نُذِقْهُ ۔ مضارع مجزوم (ملاحظہ ہو ۲۲ : ۱۸) جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ ہم اس کو چکھائیں گے۔
وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جو کوئی بھی اس (مسجد حرام کے) اندر ناحق بے دینی وکج روی کا ارادہ کرے گا ہم اسؔ کو دردناک عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے ۔

۲۲ : ۲۶ = وَاِذْ ۔ وَاذْكُرْ حِيْنَ ۔ اور یاد کر جب :
= بَوَّاْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ تَبْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہم نے جگہ دی ۔ ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ ہم نے مناسب مقام کا تعین کیا۔ جیسے کہ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳ : ۱۲۱) تاکہ مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب مورچوں پر متعین کرے۔
اَلْبَوَاءُ (مادہ ب و ء) کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی (سازگار ۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ لہٰذا مَكَانٌ بَوَاءٌ کے معنی ہیں وہ مقام جو اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار وموافق ہو۔ بَوَّاْتُ لَهٗ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا
وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ۔ اور یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے (حضرت) ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی تعمیر کے لئے) جگہ مقرر کردی ۔

بعض نے اسے بَاءَ یَبُوْءُ بَوَاءً سے لیا ہے۔ یعنی لوٹنا۔

چنانچہ مدارک التنزیل میں ہے۔ جعلنا لابراھیم مکان البیت مباءۃ ای مرجعًا یرجع الیہ للعمارۃ و العبادۃ۔

اور روح المعانی میں ہے۔ جعلنا مکان البیت مباءۃ لجدھما ابراھیم علیہ السلام ای مرجعًا یرجع الیہ للعمارۃ والعبادۃ۔

یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ کو مباءۃ و مرجع (یعنی بار بار لوٹ آنے کی جگہ) بنا دیا۔ کیونکہ اس کی تعمیر کے لئے اور عبادت کے لئے وہ بار بار وہاں آتے تھے۔

الزجاج نے لکھا ہے کہ۔ المعنی بینا لہ مکان البیت لیبنیہ و یکون مباءۃً لہ و لعقبہ یرجعون الیہ و یحجّونہ۔

لیکن قرآن مجید میں اکثر اول الذکر معنی میں ہی بوّأ کا استعمال ہوا ہے مثلاً آیت شریف (۳: ۱۲۱) متذکرہ بالا۔ یا جیسے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (۲۹: ۵۸) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے انہیں ہم جنت کے بالاخانوں میں ٹھہرائیں گے۔ یا جگہ دیں گے) یا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (۱۶: ۴۱) جن لوگوں نے اللہ کے واسطے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا تھا ہم ان کو دنیا میں بہت اچھا ٹھکانا دیں گے۔

عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے:۔

کَمْ مِنْ اَخٍ لِّیْ مَاجِدٍ — بَوَّاْتُهٗ بِیَدِیْ لَحَدًا

کتنے ہی میرے شریف و بزرگ بھائی تھے۔ کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

= اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے اور اس فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی پر مشتمل ہو خواہ لفظاً ہو۔ جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا (۲۳: ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔ خواہ دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو (یعنی اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔

یہاں اس آیت میں قُلْنَا لَهٗ۔ مقدر ہے۔ گویا تقدیر کلام ہے، وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ قُلْنَا لَهٗ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا...... اس کو حکم دیا کہ میرے ساتھ شریک

ذکر نا۔
= طَهِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو پاک رکھ۔ ای من الشرك والاوثان والاقذار۔ یعنی شرک سے۔ بتوں سے اور گندگی سے اسے پاک رکھ۔
= طَآئِفِيْنَ۔ طائف کی جمع۔ طواف کرنے والے۔
= قَآئِمِيْنَ۔ قیام کرنے والے۔ قَآئِمٌ کی جمع۔
= رُكَّعِ۔ رکوع کرنے والے۔ رَاكِعٌ کی جمع
= السُّجُوْدِ۔ سجدہ کرنے والے۔ سَاجِد کی جمع
۲۲ : ۲۷ = اَذِّنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو پکار۔ تو اعلان کر۔ تَاْذِيْنٌ (تفعیل) سے۔ الاذان ای الاعلام والاعلان۔
= يَاْتُوْكَ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئیں گے۔ (یعنی اس گھر کی طرف آئیں گے جسے تو نے تعمیر کیا ہے یعنی بیت الحرام
= رِجَالاً۔ پاؤں چلتے ہوئے۔ پاؤں پیادہ۔ رَاجِلٌ کی جمع ہے جیسے رَاكِبٌ کی جمع رِكَابٌ۔ رِجْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پاؤں کے ہیں۔ اسی مناسبت سے پاؤں پیادہ کو رَاجِلٌ کہتے ہیں۔ يَاْتُوْكَ سے موضع حال میں ہے لہٰذا منصوب ہے
= ضَامِرٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ دُبلا۔ جس کی کمر پتلی ہو اور پیٹ بیٹھ گیا ہو۔ ضُمُوْرٌ سے یہاں مراد سواری کا وہ جانور (اونٹ یا گھوڑا) جو دیر تک یا دور تک سواری دینے کے سبب دُبلا ہو گیا ہو۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
= يَاْتِيْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ وہ آئیں گی۔ ضَامِرٍ کی صفت میں ہے یعنی جو دور دراز شاہراہوں سے آرہی ہوں گی (يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ)
= فَجٍّ۔ اَلْفَجُّ دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد وسیع راستہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس کی جمع فِجَاجٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلاً۔ (۲۱ : ۳۱) اس میں کشادہ راستے۔
= عَمِيْقٍ۔ عُمْقٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے العُمُقُ کے معنی نیچے کی طرف دُوری یعنی گہرائی کے ہیں۔ اس لئے بہت گہرے کنویں کو بِئْرٌ عَمِيْقٌ کہتے ہیں۔ راستہ کی صفت ہو تو اس کے معنی دور دراز کے لئے جاتے ہیں
۲۲ : ۲۸ = لِيَشْهَدُوْا۔ لام تعلیل کا ہے۔ يَشْهَدُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل لام

جمع مذکر غائب۔ تاکہ وہ حاضر آویں۔ بمعنی حاصل کریں۔ یہ یَأْذَنْ سے متعلق ہے یا یَأْتُوْكَ سے۔

= مَنَافِعَ لَهُمْ۔ اپنے فائدے۔ دینی۔ رضوان اللہ۔ دنیوی: ذبائح کے گوشت پوست سے حاصل کردہ فائدے اور تجارت (جیساکہ (۲: ۱۹۸) میں ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہیں اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے ہاں سے تلاشِ معاش کرو۔

= يَذْكُرُوْا۔ مضارع منصوب اس کا عطف نص منسوب لیشہدوا پر ہے۔ تاکہ نام لیویں۔ تاکہ ذکر کریں۔

= اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ اس سے مراد قربانی کی تاریخیں ہیں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ۔ اور بعض کے نزدیک جملہ ایام تشریق ایام معلومات ہیں۔ یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذوالحجہ کا پہلا سارا عشرہ ہی ایام معلومات ہے

= بَهِيْمَةِ۔ چوپایہ جانور۔ عرف عام میں درندا اور پرند کے علاوہ باقی جانوروں کو بھی بہیمہ کہا جاتا ہے اَلْبُهْمَةُ کے معنی ٹھوس چٹان کے ہیں اور تشبیہ کے طور پر بہادر آدمی کو بُہمہ کہا جاتا ہے۔ نیز ہر وہ حسی یا عقلی چیز جس کا عقل اور حواس سے ادراک نہ ہو سکے اُسے مُبہم کہتے ہیں۔ سیاہ رات کو لَيْلٌ بَهِيْمٌ (فعیل بمعنی مُفْعَل ای مُبْهَمٌ) کہتے ہیں کیونکہ تاریکی کے باعث اس کا معاملہ بھی مبہم ہوتا ہے۔

= اَلْاَنْعَامِ۔ مویشی۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں۔ مجازًا یہ لفظ ان کے لئے علیحدہ علیحدہ بھی بول سکتے ہیں۔ اَلْاَنْعَامُ نَعَمٌ کی جمع ہے۔

= يَذْكُرُوْا۔ فعل ہے اسم اللہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ظرف زمان۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ متعلق فعل۔ من بهيمة الانعام تعریف ہے مَا رَزَقَهُمْ کی۔ تاکہ ایام معلومات میں گائے بکری بھینس۔ بھیڑ۔ اونٹ جیسے چوپایوں کو جنہیں اس نے ان کو بطور (حلال) رزق کے عطا کیا ہے (الخ یعنی ذبح کرتے وقت) وہ اللہ کا نام لیویں

= كُلُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم کھاؤ۔ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں صیغہ امر استحبابی ہے فرضیت کے مفہوم میں نہیں۔

= مِنْهَا۔ میں ضمیر هَا واحد مؤنث غائب بهيمة الانعام کی طرف راجع ہے

= اَطْعِمُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم کھلاؤ
= اَلْبَآئِسَ۔ بھوکا۔ برے حال والا۔ مصیبت زدہ۔ بُؤْسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر یہاں بحالت مفعول آیا ہے۔
= اَلْفَقِیْرَ۔ فَقْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے محتاج۔ ضرورتمند۔ اس کی جمع فُقَرَآءُ ہے۔

۲۲ : ۲۹ = اس کا عطف یَذْکُرُوْا پر ہے۔
= ثُمَّ۔ پھر۔ یعنی جب تم جانور کی قربانی سے فارغ ہو چکو۔
= لِیَقْضُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب تو انہیں چاہئے کہ دور کریں۔
القضاء کے معنی قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینا۔ قضاء قولی وعملی میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) قضاء الٰہی (۲) قضاء بشری۔
۱:۔ قضاء الٰہی قضاء قولی کی مثال ۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (۱۷:۲۳) اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔
۲:۔ قضاء الٰہی عملی کی مثال ۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (۴۱:۱۲) پھر دو دن میں سات آسمان بنا دئیے۔
۲۔ (۱) قضاء بشری۔ قولی کی مثال۔ قَضَى الْحَاكِمُ بِكَذَا۔ حاکم نے فلاں فیصلہ کیا (کیونکہ حاکم ہمیشہ بیان کے ساتھ فیصلہ دیتا ہے۔
(۲) ۲۔ قضاء بشری عملی کی مثال : فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (۲:۲۰۰) پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کر چکو۔
آیت ہذا میں قضاء البشری عملی کی مثال ہے۔ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ میں تَفَثَهُمْ کا مضاف محذوف ہے عبارت یوں ہے ثُمَّ لْيَقْضُوْا اِزَالَةَ تَفَثِهِمْ۔ پھر انہیں چاہئے کہ اپنی میل کچیل پوری طرح دور کریں۔
= تَفَثَهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کا میل کچیل۔ تَفَثٌ کے اصل معنی اس غبار اور میل کچیل کے ہیں جو سفر میں آدمی پر چڑھ جاتا ہے لیکن حج کے بیان میں اس سے مراد احرام کھولنا حجامت بنانا۔ نہانا وغیرہ کے ہیں۔ وہ پابندیاں جو کہ احرام کی حالت میں عائد کی گئی تھیں جن سے تن پر میل کچیل آجانا ایک قدرتی امر ہے۔
= لِيُوْفُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب اِيْفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ پوری کریں

= نُذُوْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی نذریں۔ اپنی نذریں۔ اپنی منتیں۔
= وَلْيَطَّوَّفُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب تَطَوُّفٌ (تفعّل) مصدر چاہئے کہ وہ طواف کریں (طواف زیارت یعنی طواف افاضہ کی طرف اشارہ ہے)
= عَتِيْقٍ۔ پرانا۔ قدیم۔ دشمنوں سے محفوظ کہ اس پر کسی جابر کا قبضہ نہیں ہوا۔ عزت وشرف والا
٢٢: ٣٠ = ذٰلِكَ۔ اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔
١:۔ یہ محل رفع میں ہے۔ مبتدا جس کی خبر محذوف ہے ای ذلك حکم اللّٰه وامرہٗ
٢:۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای اللازم ذٰلك۔ اوالواجب ذٰلك۔
٣:۔ یہ مفعول ہے اور اس کا فعل محذوف ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے۔ اتبعوا ذٰلك او احفظوا ذٰلك۔ اور ذٰلكَ کا اشارہ احکام متذکرہ بالا کی طرف ہے۔
= مَنْ يُّعَظِّمْ۔ مَنْ شرطیہ۔ يُعَظِّمْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ) واحد مذکر غائب تَعْظِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ جو بڑا سمجھے گا۔ جو تعظیم کرے گا۔ ادب کرے گا۔
= حُرُمٰتِ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ حُرُمٰت۔ جمع ہے اس کا واحد حُرْمَةٌ اور حُرُمَةٌ اور حُرَمَةٌ ہے۔ حُرُمٌ بھی جمع آئی ہے۔
اَلْحُرْمَةُ۔ ہر وہ با حرمت شے جس کی بے حرمتی ممنوع ہو۔ الحَرام وہ ہے جس سے روک دیا گیا ہو۔ منع کردیا گیا ہو۔ جس کی بے ادبی و بےحرمتی ممنوع ہو جیسے مسجد حرام وغیرہ۔ وہ مقدس و قابل تعظیم ہوئی۔ اور جس چیز کا استعمال یا اس کا کرنا ممنوع ہوا۔ جیسے مردے کا گوشت کھانا یا زنا کرنا۔ وہ ناپاک اور ناقابل نفرین ہوئی۔
حُرُمٰتِ اللّٰهِ۔ اللہ کی حرمتیں (جن کا ادب ضروری ہو)
= فَهُوَ۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای التعظیم۔
= اُحِلَّتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ حلال کردی گئی (حرام کی ضد) اِحْلَالٌ (افعال) مصدر۔
= اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔ سوائے ان (چوپایوں) کے جن کی حرمت کے متعلق تمہیں بتادیا گیا ہے مثلاً حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۔۔۔۔ الآیۃ (٥: ٣) اور تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نامزد کردیا گیا ہو ۔۔۔۔۔ الخ
= فَاجْتَنِبُوْا۔ پس تم بچو، تم پرہیز کرو اِجْتِنَابٌ مصدر سے۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر

حاضر کا صیغہ ہے۔
= الرِّجْسَ۔ ناپاک، پلید۔ گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے
رِجْسٌ کی چار صورتیں ہیں:۔
(۱) طبعی (۲) عقلی۔ (۳) شرعی۔ (۴) ہر سہ کی رو سے۔
عقلی۔ مثلاً شرک۔ و لحم خنزیر۔
شرعی۔ جیسے جوا و شراب۔ اور تینوں (طبعی۔ عقلی۔ شرعی) کا مجموعہ جیسے مردار۔ کہ اس سے انسان کو طبعاً بھی نفرت ہے اور عقلی و شرعی لحاظ سے بھی ناپاک ہے۔
= اَلْاَوْثَانِ۔ وَثَنٌ کی جمع۔ بت۔ مورتی۔ ہر وہ چیز جس کی خدا کے سوا پرستش کی جائے وہ وثن ہے۔ مثلاً بت۔ مورتی۔ پتھر۔ قبر۔ جھنڈا۔ وغیرہ اوثان ہیں جب ان کی پوجا کی جائے۔
= الزُّوْرَ۔ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ اور زُرْتُ فُلَانًا کے معنی ہیں میں نے اپنا سینہ اس کے سامنے کیا۔ یعنی اس سے ملاقات کی۔
نیز الزُّوْرِ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اور آیت کریمہ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ (۱۸: ۱۷) کے معنی یہ ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے۔ الزُّوْر کو جھوٹ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حق سے ہٹ کر ہوتا ہے۔
قَوْلَ الزُّوْرِ۔ جھوٹ کی بات۔
۲۲: ۳۱ = حُنَفَاءَ۔ حَنِيْفٌ کی جمع۔ جس کے معنی ہیں ایک طرف ہونیوالا۔ حَنَفٌ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑدے۔ وہ حنیف کہلاتا ہے
= حُنَفَآءَ لِلّٰهِ اور غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔ دونوں اِجْتَنِبُوْا سے حال ہیں اور تاکید کے لئے آئے ہیں۔
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَرٌّ سے (باب ضرب) وہ گر پڑا۔ قرآن مجید میں ہے يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۷: ۱۰۷) وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں
= فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ۔ ای صورۃ حال من یشرك باللّٰه کصورۃ حال من خرّ من السماء۔ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس کی صورتِ حال اس شخص کی صورت حال کے مانند ہے جو آسمان سے گر پڑا ہو!

= فَتَخْطَفُہٗ۔ فا۔ پس۔ پھر۔ تَخْطَفُ خَطْفٌ سے (باب سمع) مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ یہ باب سمع اور ضَرَبَ دونوں سے آتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں باب سمع سے آرہا ہے۔ مثلاً اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَۃَ (۳۷ : ۱۰) ہاں جو کوئی (فرشتوں کی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے۔ اور یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اُچک لے جائے۔

خَطْفٌ کے معنی کسی چیز کو اچک لینا یا جلدی سے جھپٹ لینا کے ہیں۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل خَرَّ کے فاعل کی طرف راجع ہے۔

صاحب ضیاء القرآن فتخطفہ الطیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

جو بدبخت کسی کو کسی حیثیت سے خدا کا شریک ٹھہراتا ہے وہ تباہ و برباد ہو کر رہیگا۔ اس کی مثال یوں سمجھو گویا اس کو آسمان کی بے اندازہ بلندی سے نیچے پھینک دیا گیا ہو کیا ایسے شخص کے بچنے کا کوئی امکان ہے ہرگز نہیں۔ یا کوئی شکاری پرندہ اسے ہوا ہی میں دبوچ کر اپنا نوالہ بنا لیگا۔ ورنہ اتنی بلندی سے جب زمین پر گریگا تو اس کی ہڈیاں چُور چُور ہو جائیں گی اور اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

= تَھْوِیْ۔ ھَوِیٌّ سے (باب ضرب سے) مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ جس کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف گرنا۔ پھینک دینا کے ہیں۔ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ اس کو ہوا نیچے کو پھینک دیتی ہے یا گرادیتی ہے اَھْوَاہُ اس نے فضا میں لے جا کر اسے نیچے دے مارا اور قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی (۵۳ : ۵۳) اور اس نے الٹی بستیوں کو دے پٹکا۔

اوپر سے نیچے کی طرف گرنے کی رعایت سے اس کو جھکنے اور مائل ہونے کے معنی میں بھی لیا گیا ہے مثلاً فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (۱۴ : ۳۷) سو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔

= سَحِیْقٍ۔ سُحْقٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ۔ دُور۔ بعید۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ (۶۷ : ۱۱) سو دوزخیوں کے لئے دوری ہے

۲۲ : ۳۲ = ذٰلِکَ۔ ای الذی ذکر من اجتناب الرجس وقول الزور۔ (ملاحظہ ہو ۲۲ : ۳)

= شَعَآئِرَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ اللہ کے نام کی چیزیں۔ شعائر اللہ

وہ چیزیں اور نشانات ہیں جو خدا کے نام سے نامزد ہیں۔ اور جن کی عظمت واحترام کا خدا نے حکم دیا ہے۔ شَعَائِرُ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے شَعِیْرَۃٌ بروزن فَعِیْلَۃٌ بمعنی مَفْعَلَۃٌ (یعنی مَشْعَرَۃٌ) ہے اور مُشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل بابؐ (شعائر اللہ کی تعظیم واحترام) میں فرماتے ہیں:۔

"شعائر الٰہیہ سے ہماری مراد وہ ظاہری ومحسوس امور اور اشیاء ہیں جن کا تقرر اسی لئے ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ ان امور و اشیاء کو خدا کی ذات سے ایسی مخصوص نسبت ہے کہ ان کی عظمت وحرمت کو لوگ خود اللہ تعالیٰ کی عظمت وحرمت سمجھتے ہیں۔ اور ان کے متعلق کسی قسم کی کوتاہی کو ذات الٰہی کے متعلق کوتاہی سمجھتے ہیں"

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

بڑے بڑے شعار الٰہیہ چار ہیں! قرآن حکیم۔ کعبۃ اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نماز

قرآن حکیم میں ہے:۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲: ۱۵۸) بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اور وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲۲: ۳۶) اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح اپنی تفسیر فتح العزیز میں۔ کعبہ، عرفہ، مزدلفہ جمار ثلاثہ، صفا، مروہ، منیٰ، جمیع مساجد، ماہ رمضان، اشہر حُرم، عید الفطر، عید النحر ایام تشریق۔ جمعہ، اذان، اقامت، نماز جماعت، نماز عیدین۔ سب کو شعائر اللہ میں سے گردانتے ہیں۔

= فَاِنَّھَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع تعظیم شعائر اللہ ہے۔

= تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ یعنی شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کی پرہیزگاری والے افعال میں سے ہے۔

۲۲: ۳۳ = فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) اس کا مرجع بھیمۃ الانعام (آیہ ۲۸) ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان جانوروں سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو ان کا دودھ پی سکتے ہو، ان پر سواری کر سکتے ہو، ان سے بچے لے سکتے ہو، ان کا گوشت کھا سکتے ہو۔ ان کی اون اور کھال سے نفع اٹھا سکتے ہو لیکن اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک

مقررہ وقت تک۔ یعنی جب تم ان کو حرم شریف میں قربانی دینے کے لئے مقرر کر دو تو پھر تم ان سے یہ منافع حاصل نہیں کر سکتے۔

لا یجوز رکوبھا ولا الحمل علیھا ولا شرب لبنھا الا لضرورۃ (امام ابوحنیفہ) یعنی قربانی کے جانوروں پر سوار ہونا۔ بوجھ لادنا۔ اور ان کا دودھ پینا۔ بجز اشد ضرورت کے جائز نہیں

(۲) اس کا مرجع شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعائر اللہ (آیت ۳۲) سے مراد البدن والھدایا۔ قربانی اور ہدی کے جانور ہیں۔ اور منافع سے مراد الرکوب عند الحاجۃ وشرب البانھا عند الضرورۃ ہے اور الیٰ اجل مُسَمًّی سے مراد الی تنحر ان کے نحر ہو جانے تک ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ کہ شعائر اللہ سے مراد جملہ مناسک حج ومشاہد مکہ ہیں اور الیٰ اجلٍ مسمًّی سے مراد محلھا الی البیت یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے فوائد سے مراد ثواب واجر کا حاصل کرنا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان مناسک کی ادائیگی کے دوران ثواب واجر ہے ایام حج کے ختم ہونے تک۔ جب بیت اللہ شریف میں طوافِ زیارت کے بعد تم احرام کھولتے ہو

= ثُمَّ۔ پھر۔ اس کے بعد (یعنی پہلی چیز کا دوسری چیز سے متاخر ہونا) عام طور پر التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے یعنی وقت میں ڈھیل دینے کے لئے۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبۃ کے لئے بھی بولا جاتا ہے ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

فعارٌ ثُمَّ عَارٌ شقاء المرء من اکل الطعام

شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے (بہ ترتیب سعودی)

= مَحِلُّهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلٌّ ظرف مکان۔ یا اسم ظرف زمان۔ قربانی کے جانور کی حلال ہونے کی جگہ۔ قربان گاہ۔ ذبح کرنے کا مقام۔ حُدُود حرم۔ اس صورت میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع البدن والھدایا (قربانی کے جانور) ہوں گے۔

الخازن لکھتے ہیں:۔

محلھا ای محل الناس من احرامھم یعنی لوگوں کے احرام کھولنے کا موقع۔

= الیٰ بمعنی عند۔ نزدیک۔ الی البیت العتیق سے مراد کل حرم ہے یعنی ذبح کی

جگہ حدود حرم کے اندر ہے۔

ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ پھران کو ذبح کرنے کا مقام یا وقت بیت العتیق کے قریب ہے۔ اور یہ ان بھیمۃ الانعام سے فوائد کا نقطۂ عروج ہے اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى تک ان کے دنیوی فوائد تھے۔ یعنی ان پر سواری کرنا۔ ان کا گوشت کھانا۔ ان کا دودھ پینا ان کی اون وغیرہ سے منافع حاصل کرنا۔ اور اب قربان گاہ پر آکر ان کے منافع کی انتہا، ہے۔ ان کو قربان کرکے منافع دینی یعنی ثواب اُخروی حاصل ہوتا ہے اور یہ دنیوی منافع سے عظیم تر ہے علامہ عبد اللہ یوسف علی نے ثُمَّ کا ترجمہ آخرکار۔ آخر میں۔ کیا ہے۔ یعنی البدن اورالھدایا کی تعظیم و منفعت بیان کرنے کے بعد اب آخرکار ان کو قربان گاہ لاکر ذبح کرکے تکمیل مناسک کرتا ہے۔

۲۲: ۳۴ == مَنْسَكًا۔ النُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکانِ حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔

مَنْسَكًا بفتح سین مصدر میمی بمعنی قربانی کرنا۔ اور بکسرِ سین قربانی کی جگہ یا شریعت، عبادت کا طریقہ۔ آیت ہذا میں اس کا مطلب قربانی کرنا یا قربانی ہے۔ یعنی ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر کر دی ہے۔

آیت ۲۲: ۶۷۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ۔

ہر امت کے لئے ہم نے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں

== لِيَذْكُرُوْا۔ تاکہ وہ ذکر کریں۔ لام تعلیل کا ہے۔ يَذْكُرُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔

== اَسْلِمُوْا۔ سَلَامٌ سے فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم حکم بردار رہو۔ تم تابعداری کرو۔

== اَلْمُخْبِتِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِخْبَاتٌ مصدر (باب افعال)۔ عاجزی کرنے والے۔ خشوع کرنے والے۔ اَلْخَبْتُ۔ نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اور اَخْبَتَ الرَّجُلُ کے معنی نشیبی یا نرم زمین کے قصد کرنے یا وہاں اترنے کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَخْبَتُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ (۱۱: ۲۳) اور انہوں نے اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

۲۲: ۳۵ == وَجِلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) (ان کے دل) ڈر جاتے ہیں۔ اَلْوَجَلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے قَالُوْا لَا تَوْجَلْ (۱۵: ۵۳) (مہمانوں نے کہا) ڈریئے نہیں۔

١- اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ؛
٢- وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ
٣- وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ
٤- وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ہ
یہ المخبتین کی صفات ہیں۔

۲۲: ۳۶ = اَلْبُدْنَ ۔ اَلْبُدْنَ جمع ہے جس کا واحد بَدَنَةٌ ہے جس طرح ثُمُرٌ اور ثُمْرٌ ثَمَرَةٌ کی جمع ہے یہ بَدَانَةٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی موٹا تازہ ہونا ہے اس کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے یا گائے پر بھی ۔ اس میں علما کا اختلاف ہے لیکن یہاں جو ذبح کا طریقہ بیان ہو رہا ہے وہ اونٹ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہاں بُدْن سے مراد اونٹ ہی ہے ۔

= صَوَآفَّ ۔ صَفٌّ سے ماخوذ ہے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے ۔ اس کا واحد صَافَّةٌ ہے یہاں صَوَآفَّ بمعنی مَصْفُوْفَةٌ (اسم مفعول) ہے ۔ یعنی ایک قطار میں کی ہوئیں۔ بعض نے بمعنی مُصَفَّةٌ (اسم فاعل) یعنی قطار باندھنے والیاں بیان کیا ہے ۔

قاموس میں ہے ۔ صَافَّةٌ وہ اونٹ جس کا بایاں ہاتھ باندھ دیا جائے ۔ اور وہ اپنے دونوں پاؤں پر اور دائیں ہاتھ کے سہارے کھڑا ہو۔ (اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ یہی منقول ہے)

صَوَآفَّ ۔ حال ہے عَلَيْهَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب هَا سے ۔

= وَجَبَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب وَجْبَةٌ مصدر (باب ضرب) (جب وہ) گر پڑیں وَجَبَ الْحَائِطُ ۔ دیوار گر پڑی

= جُنُوْبُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کے پہلو ۔ جَنْبٌ کی جمع ۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا ۔ ای فاذا وقعت علی الارض جب وہ زمین پر پہلو کے بل گر پڑیں (یعنی بعد از نحر)

= اَلْقَانِعَ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ قناعت کرنے والا ۔ وہ فقیر جو گھر میں بیٹھا رہے اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرے ۔ اَلْجَالِسُ فِيْ بَيْتِهٖ المتعفف یقنع بما یعطی ولا یسئل ۔

= اَلْمُعْتَرَّ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ اصل میں مُعْتَرِرٌ تھا ۔ اعترار (افتعال) مصدر عَرٌّ مادہ ۔ مانگنے کے درپے ۔ بھیک مانگنے کے لئے سامنے آنے والا ۔ سائل ۔

= سَخَّرْنٰهَا۔ ماضی جمع متکلم هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ضمیر کا مرجع البُدْنَ ہے (اونٹ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے)

٢٢: ٣٧ = لَنْ يَّنَالَ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ ہرگز نہیں پہنچتا۔

= دِمَاؤُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِمَاءٌ مصدر دَمٌ کی جمع ہے ان کے خون

= كَذٰلِكَ۔ اسی طرح۔ (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے خاص کر کہ اونٹ کو کس طرح کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

= لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ تُكَبِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَكْبِيْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور حمد بیان کرتے ہوئے اس کو بزرگی سے یاد کرو۔

= عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔ اس بارے میں جس میں اس نے تمہاری راہنمائی کی ہے۔ یعنی اس کو تسخیر کرنے کے متعلق اور اس سے فوائد دنیوی اور دینی حاصل کرنے کے متعلق جو طریقے اس نے بتائے ہیں۔ ارشدکم الی طریق تسخیرھا وکیفیة التقرب بھا۔

= اَلْمُحْسِنِيْنَ۔ المخلصین فی امور دینھم الموحدین۔ امور دین کی تعمیل میں مخلص بندے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل ایمان رکھنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔

٢٢: ٣٨ = يُدَافِعُ۔ دَافَعَ يُدَافِعُ مُدَافِعَةً (باب مفاعلة) الدَّفْعُ دفع کرنا ہٹا دینا۔ جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی دے دینے اور حوالہ کر دینے کے ہیں مثلاً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (٤: ٦) تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

اور جب اس کا تعدیہ عَنْ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی مدافعت کرنا۔ حمایت کرنا کے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا۔ یہاں باب مفاعلہ سے آیا ہے۔ جس میں باہم مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی کافر مسلمانوں کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابل پر ان کی مدافعت کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ خدا مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے یا دشمنوں کے مقابلہ میں مومنوں کی حمایت کرتا رہتا ہے۔

= خَوَّانٍ۔ اسم فاعل خیانة سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت خیانت کرنے والا۔ بڑا دغاباز۔ خَائِنٌ خیانت کرنے والا۔

= كَفُوْرٍ۔ کافر۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت منکر۔ بڑا احسان فراموش

٢٢: ٣٩ = اُذِنَ۔ اِذْنٌ سے (باب سمع) ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ حکم دیا گیا۔ اجازت

= يُقَاتَلُوۡنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب قِتَالٌ مصدر (باب مفاعلہ) جن سے قتال کیا جاسے (جن کے خلاف جارحانہ جنگ کی جارہی ہے)

= بِاَنَّھُمۡ ظُلِمُوۡا۔ میں ب سببیہ ہے یعنی بوجہ اس کے کہ اس پر ظلم ہورہا ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا۔ جن (مومنین) کے خلاف جارحانہ قتال کیا جارہا ہے ان کو اب مدافعت میں جہاد کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔

(یہ آیت احکام جہاد میں اولین آیت ہے اس سے قبل مسلمان کافروں کے ظلم وتشدد اور ان کی چیرہ دستیوں کو صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے تھے کیونکہ منشا ایزدی یہی تھا)

٢٢: ٤٠ = اُخۡرِجُوۡا۔ اِخۡرَاجٌ (افعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے

= اَلَّذِيۡنَ۔ یہ لِلَّذِيۡنَ (آیہ ماقبل) کی صفت ہے یا اس کا بدل ہے۔ (وہ مظلوم لوگ)

= دَفۡعُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی (طرف سے) مدافعت۔

وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ۔ اور اگر خدا دفاع نہ کرتا لوگوں کا (بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ سے) بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ۔ یعنی اگر خدا تعالیٰ بعض کو بعض سے ٹکرا کر یا بعض کو بعض کا توڑ بنا کر لوگوں کا بچاؤ نہ کرتا۔

= لَهُدِّمَتۡ۔ لام لَوۡلَا کے جواب میں ہے اور یہ لام بے عمل کی اقسام میں سے ہے هُدِّمَتۡ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول تَهۡدِيۡمٌ (تَفۡعِيۡلٌ) مصدر۔ منہدم کر دیے جاتے۔ ڈھا دیئے جاتے۔

= صَوَامِعُ۔ صَوۡمِعَةٌ کی جمع۔ عیسائی راہبوں کے تکیئے۔ صومعہ ہر وہ عمارت ہے جس کا اوپر کا سرا باہم جڑا ہوا ہو۔ چونکہ عیسائی اپنے عبادت خانوں کا سرا بلند اور باریک گاؤدم بناتے ہیں۔ اس لئے اس کو صومعہ بولتے ہیں۔

= بِيَعٌ۔ بِيۡعَةٌ کی جمع جس کے معنی ہیں یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اور گرجا گھر (CHURCHES)

= صَلَوٰتٌ۔ صَلٰوةٌ کی جمع۔ رحمتیں۔ نمازیں۔ دعائیں۔ عبادت خانے اور گرجا گھر۔ (SYNHGOGUES)

= فِيۡهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع مَسٰجِدُ ہے (مَسَاجِدُ بلا تنوین آیا ہے کیونکہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اسباب منع صرف میں ہے) بعض کے نزدیک اس کا مرجع جملہ معابد متذکرہ بالا ہیں۔ یعنی صوامع۔ بیع۔ صلوات، مساجد

= لَیَنْصُرَنَّ۔ لام تاکید یَنْصُرَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب، وہ ضرور مدد کرتا ہے۔
= عَزِیْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۲۲: ۴۱ = اَلَّذِیْنَ۔ یا تو مَنْ یَّنْصُرُہٗ سے بدل ہے یا اُخْرِجُوْا کی صفت ہے یعنی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں (یعنی اس کے دین کی یا اس کے رسولوں کی، اولیاؤں کی) اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں تو......
یا وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں تو......
= اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ۔ مَکَّنَّا ماضی جمع متکلم تَمْکِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر ہم ان کو اقتدار دیں۔ اگر ہم ان کو جاہ عطا کریں۔ اگر ہم ان کو حکومت دیں
= عَاقِبَۃٌ۔ عاقبت۔ انجام۔ آخر۔ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ سب کاموں کا انجام۔
۲۲: ۴۲ تا ۴۴ = اِنْ یُّکَذِّبُوْکَ۔ میں کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں —— یہ جواب شرط محذوف ہے)

فَائِدَۃٌ :- ان آیات کی مندرجہ ذیل توضیحات قابل ذکر ہیں:

(۱)۔ اِنْ یُّکَذِّبُوْکَ۔ جملہ شرطیہ ہے لیکن جوابِ شرط محذوف ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔
(۲)۔ عاد اور ثمود کے ساتھ لفظ قوم نہیں آیا کیونکہ یہ قومیں ان ناموں کے ساتھ مشہور ہیں اور قوم ہود یا قوم صالح نہیں کہا۔ اسی طرح اصحاب مدین کے ساتھ ان کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا۔
(۳)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں کُذِّبَ فعل مجہول لا کر بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔ یہاں قوم اس واسطے مذکور نہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ کو ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا تھا بلکہ فرعون اور قبطیوں نے تکذیب کی تھی۔
(۴)۔ کَذَّبَتْ کو صیغہ تانیث سے اس لئے لایا گیا ہے کہ قوم (اس کا فاعل) اسم جمع ہے جس کے لئے تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں۔
= اَمْلَیْتُ۔ ماضی واحد متکلم اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ میں نے ڈھیل دی۔ میں نے

مہلت دی۔
= اَخَذْتُھُمْ۔ اَخَذْتُ ماضی واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ میں نے ان کو پکڑ لیا۔ ای عاقبتھم میں نے ان کو سزا دی۔ (ان کے کفر اور تکذیب کی)
= نَکِیْرِ۔ اصل میں نکیری تھا۔ میرا انکار۔ نکیر۔ باب افعال سے بروزن فعیل مصدر غیر قیاسی ہے نَکِیْر۔ میرا انکار کر دینا۔ میرا ان کو نہ پہچاننا۔ میرا ان کو رد کر دینا۔ ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ کا انکار کر دینا محض زبانی یا دلی انکار نہیں ہے بلکہ ان کی حالت کو دگرگوں کر دینا۔ مخالف اور برعکس حالت سے بدل دینا مراد ہے۔ مثلاً زندگی کو موت سے۔ آبادی کو ویرانی سے۔ تنعم و تعیش کو دشوار و ہیبت ناک مصیبت میں بدل دینا۔ یہاں عذاب کے معنوں میں بھی لیا جا سکتا ہے
فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ۔ پس کس قدر ہیبت ناک تھا میرا عذاب۔
۲۲: ۴۵ = فَکَاَیِّنْ۔ کَاَیِّنْ اصل میں کَاَیٍّ تھا۔ قرآنی املاء میں تنوین کو بصورت نون لکھا گیا ہے۔ کَاَیِّنْ قرآن میں ہر جگہ بصورت خبر آیا ہے۔ گو یہ استفہام کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد عموماً مِنْ بطور تمیز آتا ہے۔ فَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ پس کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا۔
= وَھِیَ ظَالِمَۃٌ۔ اَھْلَکْنَا کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے یعنی درآں حالیکہ وہ نافرمان تھیں
= خَاوِیَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث خَوٰی یَخْوِیْ (ضرب) سے خَوَاءٌ مصدر۔ خَوَی الْبَیْتُ۔ گھر کا گرنا۔ منہدم ہونا۔ ڈھے جانا۔ خالی ہونا۔
= عُرُوْشِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی چھتیں۔ اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْش ہے عَرَشْتُ وَاعْتَرَشْتُ الْعِنَبَ۔ انگور کی بیل کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹی بنانا۔ اسی بلندی کی وجہ سے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہتے ہیں۔
فَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا۔ پس وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔ اس جملہ کا عطف اَھْلَکْنٰھَا پر ہے۔
= بِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ۔ موصوف صفت۔ اس کا عطف قَرْیَۃٍ پر ہے ای وکاین من بِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ۔ اور کتنے ہی بے کار کنویں۔
معطلۃ۔ اسم مفعول واحد مؤنث تَعْطِیْلٌ مصدر (باب تفعیل) خالی چھوڑے ہوئے (کنویں) جن سے کوئی پانی بھرنے والا ہی نہیں رہا۔ اَلْعَطَلُ (باب سمع) زیور سے خالی ہونا۔ یا

مزدور کا بے کار ہونا۔ عَطِلَتِ الْمَرْءَۃُ عورت زیور سے خالی ہو گئی۔
= وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ، موصوف و صفت اس کا عطف بھی قَرْيَۃٍ پر ہے ای وکاین من قصر مشید اهلکنا اهلها۔ اور کتنے ہی قلعی چونے کے محل جن کے بسنے والوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا
مشید۔ اسم مفعول واحد مذکر شَدٌّ مصدر (باب ضرب) مضبوط، بلند۔
شِيْدٌ چنائی اور لپائی کا مصالحہ۔ دیوار پر پلستر چڑھانے کی چیز۔ شَادَ يَشِيْدُ۔ پلستر کرنا۔ اونچا کرنا (کسی کا مرتبہ اونچا کرنا۔ آواز کو اونچا کر کے شعر گانا) باب تفعیل سے تشیید اونچا کرنا۔ جیسے بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) اونچے بنائے ہوئے برج۔
آیت کی عبارت کچھ یوں ہوئی وکاین من قریۃ اهلکناها وکم من بئر عطلناها باهلاك اهلها وكم من قصر مشيد اخليناها من ساكنيه
۲۲: ۴۶ = فتکون۔ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب کَوْنٌ مصدر منصوب بوجہ جواب استفہام ہے کہ ہو جائے۔
۲۲: ۴۷ = يَسْتَعْجِلُوْنَكَ - يَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جلدی مانگتے ہیں۔ وہ عجلت چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلدی آجائے۔ ك ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تجھ سے۔
= تَعُدُّوْنَ۔ عَدٌّ سے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم شمار کرتے ہو، تم گنتے ہو۔ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ، جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو۔ یعنی تمہارے شمار کے مطابق۔ عدد مادہ
۲۲: ۴۸ = اَمْلَيْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ میں نے مہلت دی۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَآءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرٌ سے (باب ضرب) لوٹنے کی جگہ، قرارگاہ، ٹھکانا۔
اَلْمَصِيْرُ۔ مصدر لوٹنا۔
۲۲: ۴۹ = اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق۔ انَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور ما کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔
۲۲: ۵۱ = مُعٰجِزِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد مُعَاجَزَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر اس کے معنی ہیں مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یا عاجز کر دینا۔ منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی نہ حشر ہوگا نہ نشر، نہ عذاب نہ ثواب، لیکن حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوگا اور ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کی قدرت کو سلب نہیں کر سکتے۔ اس کو

عاجز نہیں بنا سکتے۔
= اَلْجَحِیْمُ۔ دوزخ۔ دہکتی ہوئی آگ جَحْمٌ کے معنی آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں جحیم اسی سے مشتق ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔
= سَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) انہوں نے کوشش کی۔ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا۔ ای عَجَّلُوْا فی ابطال اٰیٰتنا۔ (جنہوں نے ہماری آیات (یعنی قرآن حکیم) کو جھٹلانے کی کوشش کی۔ کہتے ہیں سعی فی امر فلان اذا افسدہ بسعیہ۔ یعنی جب کوئی کوشش کر کے کسی کے کام کو بگاڑ دے تو کہتے ہیں کہ سعی فی امر فلان
۲۲: ۵۲ = تَمَنّٰی۔ اَلتَّمَنِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے (باب تفعل) المنجد میں اس کے معنی یہ دیئے ہیں۔

۱:۔ تمنی الشیٔ ارادہ کرنا۔
۲:۔ تَمَنَّیَ الکتاب۔ پڑھنا۔
۳:۔ تَمَنَّی الرَّجُلُ جھوٹ بولنا۔
۴:۔ تمنی الحدیث جھوٹی بات گھڑنا۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔
التمنی کے معنی دل میں کسی خیال کے باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینے کے ہیں (التمنی تقدیر شیٔ فی النفس وتصویرہ فیھا)
بہت سے مفسرین نے آیۂ ہذا میں اس کے معنی قرأت کے لئے ہیں (تمنی الکتاب) اور اس بابت انہوں نے انحصار کیا ہے اولاً آیت شریفہ وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ (۲: ۷۸) پر اور ثانیاً اس شعر پر ؎

تَمَنّٰی کتٰب اللہ اٰخر لیلۃ ۔ تمنّیٰ داؤد الزبور علی الرسل

مگر یہ بات واضح رہے کہ تمنی کے اصل معنی وہی ہیں جو امام راغب نے بیان کئے ہیں۔ قرأت اس کے تقدیری معنی ہیں اور ان معنوں کے لئے کوئی قرینہ حالیہ چاہئے۔ آیت مذکورہ بالا اور شعر مندرجہ بالا ہر دو میں قرینہ حالیہ کتٰب موجود ہے۔ لیکن آیہ ھذا (۲۲: ۵۲) میں کوئی ایسا قرینہ حالیہ موجود نہیں کہ اس کے معنی قرأت کے لئے جائیں۔
دوسری طرف تمنا، آرزو، خیال باندھنے کے معنی میں قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں مثلاً:۔
یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ (۴: ۱۲۰) (شیطان) ان سے وعدے ہی کرتا اور ہوسیں ہی دلاتا رہتا ہے

دی گئی۔ اُذِنَ کا متعلق محذوف ہے ای اُذِنَ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ۔ ان کو قتال کی (جہاد کی) اجازت دی جاتی ہے۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (۶۲: ۶) اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی تم بلاشرکت غیرے اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کر دکھاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ (۴: ۱۲۳) نہ تمہاری تمناؤں پر ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر۔ وغیرہ۔

تفصیل بالا سے واضح ہے کہ آیت زیر بحث میں "تمنّی" کو آرزو اور تمنا کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کو قرات کے معنی پہنانا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے اور اسی سے قصہ غرانیق نے جنم لیا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں (اس قصہ کی تفصیل کے لئے کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں)

= اَلْقَى۔ اس نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= اُمْنِيَّتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُمْنِيَّةٌ واحد۔ اس کا خیال۔ اس کی تمنا اس کی جمع اَمَانِيُّ ہے ای القى الشيطان امنيته فى امنيته یعنی شیطان اس کی آرزو میں اپنی آرزو شامل کر دیتا ہے۔

= يَنْسَخُ مضارع واحد مذکر غائب نَسْخٌ مصدر (باب فتح) وہ دور کر دیتا ہے وہ منسوخ کر دیتا ہے۔ النسخ کے اصل معنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری کو اس کی جگہ پر لانے کے ہیں اور کبھی عرف ازالہ کے معنی ہی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں۔ پس فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ کا ترجمہ ہوا۔ پس جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے۔

اسی سے باب استفعال سے استنساخ کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں۔ اور کبھی اسی باب سے بمعنی نسخ (کتاب کی کاپی کرنا یا لکھنا) بھی آجاتا ہے جیسا کہ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (۴۵: ۲۹) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔

اسی سے تناسخ الازمنة (باب تفاعل) ایک زمانے کا گذر جانا اور دوسرے زمانے کا اس کی جگہ آجانا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

اور (اے پیغمبر) ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ ضرور پیش آیا کہ جونہی انہوں نے (اصلاح و سعادت کی) آرزو کی شیطان نے ان کی آرزو میں کوئی نہ کوئی فتنہ کی

بات ڈال دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی وسوسہ اندازیوں کا اثر مٹایا اور اپنی نشانیوں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔

۲۲: ۵۳ = لِيَجْعَلَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ یعنی یہ القاء من جانب الشیطن اس لئے ہے کہ جن کے دلوں میں مرض ہے یا جو شقی القلب ہیں ان کے لئے فتنہ کا موجب ہو۔

= فِتْنَةً۔ اَلْفَتْنُ۔ اس کے معنی در اصل سونے کو آگ میں گھلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً، آزمائش، مصیبت، فساد، بدنظمی، عبرت، ایذا، دکھ، عذاب، عذر وغیرہ۔

اصل معنی کے لحاظ سے انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ٥ (۵۱: ۱۳) جب ان کو آگ پر تپایا جائے گا۔

اور آیت ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۶: ۲۳) میں بمعنی الحجۃ دلیل۔ عذر کے معنوں میں آیا ہے۔ پھر ان کے پاس کوئی حجت نہ رہ جائے گی مگر یہ کہ وہ کہہ اٹھیں گے قسم ہے اللہ ہمارے پروردگار کی کہ ہم مشرک نہ تھے۔

آیت ہذا میں بمعنی آزمائش آیا ہے

= اَلْقَاسِيَةِ۔ قَسَا يَقْسُوْا (باب نصر) سے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی صفت سخت، ٹھوس۔ قَسْوٌ۔ قَسْوَةٌ۔ قَسَاوَةٌ وقَسَاءَةٌ مصدر۔ محاورہ ہے هُوَ اَقْسٰى مِنَ الصَّخْرِ۔ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ای وللقاسیۃ قلوبہم اور ان کے لئے جن کے دل بہت سخت ہیں

= شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ٥ وہ مخالفت جو بہت دور تک پہنچ چکی ہو۔ مکمل مخالفت۔ شدید عداوت۔

۲۲: ۵۴ = اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو دیا گیا۔ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ جنہیں علم دیا گیا۔ اصحاب علم وفراست

= اَنَّهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے ہے۔ اسی طرح اسی آیت میں فَتُخْبِتَ لَهٗ اور فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ میں بِهٖ اور لَهٗ کی ضمائر کا مرجع القرآن ہے اور ان ہر دو میں فَ بمعنی تعقیب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عطف سببی کے لئے ہو۔ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ ای يَزْدَادُوْا اِيْمَانًا

ان کا ایمان اور پختہ ہو جائے فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ پھر اس کی طرف ان کے دل اور بھی زیادہ جھک جائیں۔

= تُخْبِتُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ (مزید) نرمی وانکساری اختیار کریں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں پھر اس کو نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ (۱۱: ۲۳) اور انہوں نے اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

= لَهَادٍ میں لام تاکید کا ہے هَادٍ هِدَايَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اصل میں هَادِیْ تھا۔ ہدایت دینے والا۔

۲۲: ۵۵ = لَا يَزَالُ۔ افعال ناقص سے ہے مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر غائب زَوَالٌ مصدر۔ وہ ہمیشہ رہیگا۔

= مِرْيَةٍ اسم مصدر مری مادہ۔ اَلْمِرْيَةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردّد کرنے کے ہیں اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے۔ گویا جس شک سے تردّد پیدا ہو جائے اس کو مریۃ کہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَلَا تَكُ فِیْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ (۱۱: ۱۰۹) تو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ یک دم۔ یکایک۔

= يَوْمٍ عَقِيْمٍ۔ سخت دن۔ منحوس دن۔ بے برکت دن۔ اَلْعُقْمُ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ بانجھ عورت کو عقیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مرد کا نطفہ قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ یہاں مراد قیامت کا دن ہے۔

۲۲: ۵۶ = اَلْمُلْكُ۔ بادشاہت، اقتدار اعلیٰ۔ تخت۔

= جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عیش و نعمت کے باغات۔

۲۲: ۵۷ = مُهِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهَانَةٌ مصدر باب افعال۔ ذلیل کرنیوالا

۲۲: ۵۸ = لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ۔ لَيَرْزُقَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ واحد مذکر غائب وہ ضرور رزق دیتا ہے یا دیگا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَللّٰهُ فاعل اللہ تعالیٰ ان کو ضرور رزق دے گا۔

۲۲: ۵۹ = لَيُدْخِلَنَّهُمْ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ اِدْخَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو ضرور داخل کرے گا! ۔

= مُدْخَلًا۔ داخل ہونے کی جگہ۔ یعنی جنت۔
= یَرْضَوْنَہٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مُدْخَلًا کی طرف راجع ہے جسے وہ پسند کریں گے
= حَلِیْمٌ۔ تحمل والا۔ باوقار۔ بُردبار۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
٢٢: ٦٠ = ذٰلِكَ۔ ای الامر ذٰلِكَ۔ سو یہ بات ہے۔
یہ تو ہے ان کا حال۔ ذٰلِكَ وقف ج ہے جو وقف جائز کو ظاہر کرتا ہے یہاں پچھلی بات ختم ہوتی ہے۔ اگلا جملہ مستانفہ ہے اور یہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔
= عَاقَبَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُعَاقَبَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے۔ اس نے بدلہ دیا۔ اس نے سزا دی۔
= عُوْقِبَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اسے ایذا دی گئی۔ اسے تکلیف پہنچائی گئی۔ وہ ستایا گیا۔ عِقَابٌ مصدر۔
مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہٖ۔ جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی تکلیف اسے پہنچائی گئی (یعنی جس نے دشمن کی ایذار کا بدلہ اس کی ایذار کے برابر لیا اور یوں معاملہ برابر کردیا)
= ثُمَّ۔ پھر اس کے بعد۔
= بُغِیَ عَلَیْہِ۔ اس پر زیادتی کی گئی۔ بُغِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ بَغْیٌ مصدر
= لَیَنْصُرَنَّہُ اللہُ۔ لَیَنْصُرَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب (جس کا مرجع وہ شخص ہے جس پر زیادتی کی گئی) اَللہُ فاعل۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا!
= عَفُوٌّ۔ بروزن فَعُوْلٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ بھی اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
٢٢: ٦١ = ذٰلِكَ۔ یہ اس لئے کہ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ کس طرف ہے اس میں دو مختلف قول ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا مشارٌ الیہ خداوند تعالیٰ کی نصرت ہے جو مظلوم کے حق میں آیت نمبر ٦٠ میں بیان ہوئی ہے اور اس کی دلیل حق تعالیٰ کی وہ قدرت اور طاقت ہے جس کا بیان آیت ہذا میں ایلاجِ لیل و نہار کی صورت میں آیا ہے۔
دوم۔ مشارٌ الیہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات ہیں جو آیات ٥٦ تا ٦٠ میں مذکور ہوئی ہیں یعنی قیامت کے روز اس وحدہٗ لاشریک کی بلاشرکت غیرے مکمل بادشاہی۔ روز قیامت اس کا خلقت کے لئے واحد حاکم ہونا۔ صالحین کو جنت النعیم میں داخل کرنے کی قدرت کا مالک ہونا۔ اور کفار و مکذبین کو

عذاب مہین میں مبتلا کرنا اور اپنے مؤمن بندوں میں سے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو اس کی امداد کرنا۔ ان تمام صفات کی دلیل اس کی وہ قدرت ہے جو آیت ہذا (۶۱) میں ایلاج لیل و نہار کی صورت میں بیان ہوئی ہے۔

= بِاَنَّ۔ میں بَ سببیہ ہے۔ بِاَنَّ۔ یعنی بہ سبب اس امر کے کہ......

= یُوْلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر و لج مادّہ۔ وہ داخل کرتا ہے۔ اَلْوُلُوْجُ کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کے ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔

اسی سے ولیجۃ ہے۔ جس کے معنی ولی دوست۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (۹: ۱۶) انہوں نے خدا اور اس کے رسُول اور مومنوں کے سوا کسی کو ولی دوست نہیں بنایا۔

ایلاج الیل فی النہار وایلاج النہار فی الیل سے مراد یہ ہے کہ اس نے نظام فلکی کچھ اس طرح منظم فرمایا ہے کہ زمین جب اپنے مدار میں سورج کے گرد اپنے طور پر گردش کرتی ہے تو آہستہ آہستہ رات کا کچھ حصہ (یعنی رات کی تاریکی) دن میں (دن کی روشنی میں) داخل ہوجاتا ہے۔ اور یوں دن طویل ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر دن کا کچھ حصہ (یعنی دن کی روشنی) رات (کی تاریکی) میں داخل ہوجاتا ہے تو دن (جوں جوں رات میں داخل ہوتا جاتا ہے) چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اور رات طویل ہوتی جاتی ہے۔

۲۲: ۶۲ = ذٰلِكَ۔ اس کے بھی وہی معنی ہیں جو آیت (۶۱) متذکرہ بالا میں بیان ہوتے۔ یہاں یہ لفظ مکرر اس کی ایک دوسری صفت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے یعنی نصرت مؤمنین و دیگر صفات کے اثبات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کہ وہ الحق ہے اس کا دین حق ہے اس کی عبادت حق ہے اور وہ اپنے قول و فعل میں حق ہے۔ اور مشرکین خود خود جھوٹے اُن کے بُت جھوٹے اور ان کا مذہب باطل۔

گویا آیات ۵۶ تا ۶۰ میں جو صفات مذکور ہوئی ہیں ان کے اثبات میں مندرجہ ذیل دلائل لائے گئے ہیں۔

(۱)۔ اس کا ایلاجِ لیل و نہار پر قادر ہونا۔

(۲)۔ اس کا سمیع و بصیر ہونا۔

(۳)۔ اس کا الحق ہونا۔

(۴) ــــ ماسوی اللہ کا پکارنا باطل ہونا۔
(۵) ــــ اس کا العلی الکبیر ہونا
۲۲: ۶۳ == فَتُصْبِحُ ۔ میں فا، تعقیب کی ہے یا سببیہ بھی ہوسکتی ہے۔
تُصْبِحُ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِصْبَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ہو جاتی ہے وہ ہوجائے گی!
== مُخْضَرَّةً ۔ اَلْخُضْرَةُ ۔ ایک قسم کا رنگ جو سیاہی اور سفیدی کے بین بین ہوتا ہے مگر سیاہی غالب ہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اَسْوَدُ (سیاہ) اور اَخْضَرُ (سبز) ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں ۔

عراق کا وہ علاقہ جو بہت سرسبز ہے سَوَادُ الْعِرَاقِ کہلاتا ہے۔
خَضِرَ (سمع) بمعنی سرسبز ہوگیا اور اَخْضَرَ (افعال) سبز کردیا۔ باب افعلال (اِخْضِرَارٌ) سے اِخْضَرَّ سبز ہوگیا ۔سیاہ ہوگیا۔ اسی سے مُخْضَرَّةٌ اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے یعنی سبز ۔سیاہی مائل رنگ ۔بہت سبز۔
== لَطِيْفٌ ۔ لُطْفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے دقیقہ رس۔ امور دقیقہ کو جاننے والا۔ بندوں پر نہایت مہربان ۔
۲۲: ۶۴ == اَلْحَمِيْد ۔ حَمْدٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔ بمعنی مفعول ۔یعنی مَحْمُوْدٌ۔ صفت کیا گیا۔ سزاوار حمد وثنا۔
۲۲: ۶۵ == وَالْفُلْكَ ای اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ ..... الخ۔ اس کا عطف اسم اَنَّ پر ہے۔
== يُمْسِكُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِمْسَاكٌ (افعال) سے وہ تھامے ہوئے ہے وہ روکے ہوتے ہے ۔ وہ سنبھالے ہوئے ہے۔
== اَنْ تَقَعَ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَقَعَ ۔وَقَعَ يَقَعُ (فتح) منصوب بوجہ عمل اَنْ اس سے قبل عَنْ حرف جار محذوف ہے۔ای یمسك السماء عن ان تقع علی الارض ۔ وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوتے ہے۔
== رَءُوْفٌ رَافَةٌ سے ۔بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بہت شفقت کرنیوالا بڑا مہربان ۔
۲۲: ۶۶ == كَفُوْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ناشکرا۔ کافر۔

۲۲: ۶۷ = مَنْسَكًا۔ شریعت۔ طریق عبادت۔ قربانی کرنا۔ (یا قربانی کرنے کا طریقہ)
(نیز ملاحظہ ہو ۲۲: ۳۴)
= نَاسِكُوْهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نَاسِكُوْ اصل میں نَاسِكُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گرادیا گیا۔ نَسَكَ يَنْسُكُ (باب نصر) سے اسم فاعل جمع مذکر۔ عبادت یا شریعت کے طریقہ پر چلنے والے۔ خدا کے لئے قربانی کرنے والے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْسَكًا ہے۔ هُمْ نَاسِكُوْهُ جس پر وہ چلنے والے ہیں۔
= فَلَا يُنَازِعُنَّكَ۔ فعل نہی جمع مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ مُنَازَعَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ سے جھگڑا نہ کریں۔ سو انہیں نہ چاہئے کہ تجھ سے جھگڑا کریں۔
= فِي الْاَمْرِ۔ ای فی امر الدین۔ دین کے بارہ میں۔ دین کے معاملہ میں۔
یا فی امر الذبائح (خازن) ذبیحہ کے معاملہ میں۔ بدیل بن ورقاء۔ بشر بن سفیان۔ یزید بن خنیس۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جھگڑتے تھے کہ یہ کیا بات ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے کو تو کھا لیتے ہو اور خدا کے مارے ہوئے (مردہ) کو نہیں کھاتے۔ حکم ہوتا ہے کہ تم ان سے ان فضول باتوں پر جھگڑا مت کرو۔
= هُدًى۔ هِدَايَةٌ سے ہدایت، رہنمائی هُوَ عَلٰى هُدًى۔ وہ سیدھی راہ پر ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ عَلٰى حرف جار۔ هُدًى موصوف۔ مستقیم صفت۔ موصوف صفت مل کر مجرور۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔
۲۲: ۶۸ = جَادَلُوْكَ۔ جَادَلُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں۔
۲۲: ۷۰ = كِتٰبٍ۔ ای لوح محفوظ
= يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر يُسْرٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ آسان۔ سہل
۲۲: ۷۱ = مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا۔ میں ما موصولہ ہے لَمْ يُنَزِّلْ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب کا صیغہ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔ سُلْطٰنًا لَمْ يُنَزِّلْ کا مفعول ہے۔ جس کی الوہیت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل یا سند نازل نہیں کی۔ (یہ دلیل سمعی ہے جو من جہت الوحی حاصل ہو سکتی ہے)
= وَ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ۔ اور نہ ہی خود انہیں اس کے متعلق کوئی علم ہے (یہ

دلیل عقلی ہوئی)
= وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔ میں مَا نافیہ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔
۲۲: ۷۲ = تُتْلٰی۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ بمعنی جمع مؤنث غائب تِلَاوَۃٌ مصدر (جب) وہ پڑھی جاتی ہیں۔ یا اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔
= بَیِّنٰتٍ۔ وضاحت کے ساتھ۔ کھول کھول کر۔ صاف صاف (اٰیٰتٍ سے حال ہے)
= تَعْرِفُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے گا۔ تو پہچانیگا۔ (یعنی تو دیکھے گا) تو پہچان لیتا ہے۔ مَعْرِفَۃٌ وَعِرْفَانٌ مصدر۔ (باب ضرب)
= اَلْمُنْکَرَ۔ ناخوشی۔ ناخوشی ونفرت کے آثار۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وہ قول وفعل جس کو عقلِ سلیم بُرا جانتی ہو یا شریعت نے اسے بُرا قرار دیا ہو۔
(یعنی جب ہماری آیات ان کو وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر سنائی جاتی ہیں تو تُو اِن کے چہرے پر ناپسندیدگی اور نفرت کے آثار دیکھے گا)
= یَکَادُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَادَ یَکَادُ کَوْدٌ (باب سمع) کَادَ اصل میں کَوِدَ تھا۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اور افعال ناقصہ کی طرح عمل کرتا ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ کَادَ اگر بصورت اثبات ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنیوالا فعل واقع نہیں ہوا گو قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ (۹: ۱۱۷) ان میں سے ایک گروہ کے دل کج ہونے کے قریب پہنچ ہی گئے تھے۔ (لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے)
اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہوگیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوْهَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) پھر انہوں نے اسے ذبح کیا۔ گو وہ ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ (یعنی بہانے بنا چکے تھے)
کبھی یہ زائد ہوتا ہے اور صرف وصل کلام کے لئے آتا ہے۔ جیسے اِذَا اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا۔ (۲۴: ۴۰) جب آدمی اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔
ای لَمْ یَرٰىهَا۔
= یَسْطُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَطْوَۃٌ مصدر۔ وہ حملہ کردیں۔ سَطَا یَسْطُوْ بِہٖ وَعَلَیْہِ۔ کسی پر حملہ کرکے مغلوب کرنا۔ سَطْوٌ وَسَطْوَۃٌ مصدر۔ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ (کافر لوگ)

ان پر جو کافروں کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں جھپٹ ہی پڑیں گے (اٰیٰتِنَا جمع مؤنث سالم کا اعراب بحالتِ نصب و جر کسرہ کے ساتھ آتا ہے)

= اَفَاُنَبِّئُکُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ ف زائد اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَۃٌ سے تفعیل مصدر کُمْ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاؤں۔ کیا میں تم کو خبر دوں۔

= بِشَرٍّ۔ برائی۔ شر۔ شر وہ چیز ہے جس سے ہر ایک کراہت کرتا ہے۔ خیر کی ضد ہے یہاں بمعنی افعل آیا ہے یعنی بدتر۔ زیادہ نقصان دِہ۔ مکروہ تر۔ اسی سے شَرِیْرٌ و شَرَارَۃٌ ہے کہ ہر دو میں کراہت و نقصان کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور اس سے شَرَرٌ بمعنی چنگاری ہے۔ آگ کی چنگاری کو شَرَرٌ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ (۷۷: ۳۲) اس سے آگ کی (اتنی اتنی بڑی) چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔

= اَلنَّارُ۔ ای ھِیَ النَّارُ۔ (خبر جس کا مبتدا محذوف ہے)

= اَلْمَصِیْرُ۔ ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرارگاہ۔ صَارَ یَصِیْرُ (ضَرَبَ) سے اسم ظرف مکان نیز مصدر بھی ہے۔

۲۲: ۷۳ = تَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم پکارتے ہو۔ دُعَاءٌ مصدر۔

= لَنْ یَّخْلُقُوْا۔ مضارع نفی تاکید بلن۔ جمع مذکر غائب۔ وہ ہرگز پیدا نہیں کر سکیں گے

= ذُبَابًا۔ مکھی۔ اَذِبَّۃ۔ ذُبَّانٌ و ذُبٌّ۔ جمع۔

= یَسْلُبْھُمْ۔ مضارع مجزوم بوجہ اِنْ شرطیہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب ہے (اگر) وہ ان سے چھین لے۔ سَلْبٌ مصدر جس کا مطلب ہے چھیننا۔

= لَا یَسْتَنْقِذُوْہُ۔ لَا یَسْتَنْقِذُوْنَ۔ فعل مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ مجزوم بحذف نون اعرابی۔ جواب شرط ہے۔ اِسْتِنْقَاذٌ (استفعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع شَیْئًا ہے۔ وہ اس کو نہیں چھڑا سکتے۔ اس کو واپس نہیں لے سکتے۔ اس کی خلاصی نہیں کرا سکتے۔ اَنْقَذَ یُنْقِذُ (باب افعال) چھڑانا۔ بچا لینا۔ قرآن مجید میں ہے وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا (۳: ۱۰۲) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

= ضَعُفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضُعْفٌ و ضَعْفٌ مصدر (باب نصر و کرم) وہ کمزور ہوا۔ وہ ناتواں ہوا۔ یہاں باب کرم سے استعمال ہوا ہے۔

= الطَّالِبُ۔ مراد بتوں کے پجاری۔

= اَلْمَطْلُوْبُ ۔ مراد بُت۔
۲۲: ۷۴ = قَوِیٌّ ۔ قُوَّۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔
= عَزِیْزٌ ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے
۲۲: ۷۵ = یَصْطَفِیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِصْطَفٰی مصدر باب افعال۔ وہ چن لیتا ہے۔ وہ منتخب کر لیتا ہے۔ وہ برگزیدہ بنالیتا ہے۔
۲۲: ۷۸ = اِجْتَبٰکُمْ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پسند کیا۔ اِجْتِبَاءٌ مصدر (افتعال) سے۔ ج ب ی مادہ۔
= حَرَجٍ ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ الحرج والحراج کے اصل معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیۃ ھذا میں :۔
وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ اور اس نے تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔
= مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ ۔ اَبِیْکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مضاف الیہ مِلَّۃَ مضاف تمہارے باپ (ابراہیم) کی ملت۔ ملت سے مراد دین۔ دستور اور اکثر اس سے مراد دین الٰہی ہی لیا جاتا ہے۔ بعض جگہ قرآن مجید میں اس سے مراد مذہب و شرک بھی لیا گیا ہے۔ مثلاً :۔
۱:۔ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (۷: ۸۸) کہ اے شعیب ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ (ان کا مذہب صریحاً شرک تھا)
(۲)۔ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (۱۲: ۳۷) میں تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی) چھوڑے ہوتے ہوں۔ جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ وغیرہ۔
مِلَّۃَ سے قبل اِتَّبِعُوْا محذوف ہے ای اِتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ
اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔
= ھُوَ سَمّٰکُمْ ۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ ھُوَ ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس میں دو اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رض حضرت مجاہد رح حضرت عطار رح حضرت ضحاک رح۔ السدی رح مقاتل ابن حبان رح۔ قتادہ رح۔ سب اس طرف گئے ہیں کہ ضمیر ھُوَ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ اس کا مرجع ابراہیم ہے۔ لیکن سیاق وسباق وقرینہ سے اول الذکر اصح ہے اور اکثریت اسی طرف گئی ہے۔

= مِنْ قَبْلُ ای من قبل نزول القرآن وذلك فی الکتب السماویۃ کالتوراۃ والانجیل۔ یعنی نزول قرآن سے پہلے تورات وانجیل جیسی آسمانی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔

= فِیْ هٰذَا۔ ای فی القرآن۔ یعنی اس قرآن مجید میں بھی تمہیں مسلمون سے موسوم کیا گیا ہے

= لِیَکُوْنَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تاکہ ہو جائے۔

= شَهِیْدًا۔ گواہ۔ اس امر کا کہ اس نے اللہ کا کلام من وعن لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ اور مخاطب مومنوں کی گواہی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تعلیم وکلام کو دوسرے لوگوں تک بلاکم وکاست پہنچا دی۔

= اِعْتَصِمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِصَامٌ مصدر۔ عصم مادہ (باب افتعال) تم مضبوط پکڑو۔ اِعْتِصَامٌ کے معنی کسی چیز کو پکڑ کر مضبوطی سے تھام لینا۔

العَصْمُ کے معنی روکنے کے ہیں۔ عَاصِمٌ روکنے والا۔ بچانے والا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۱:۴۳) آج خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (۱۸)

اَلۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۲۳ اَلنُّوۡرُ ۲۴ اَلۡفُرۡقَان ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(٢٣) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ (٧٤)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ

۲:۲۳ = خٰشِعُوْنَ ۔ خُشُوْعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر اَلْخُشُوْعُ (باب نصر) کے معنی عاجزی کرنے اور جھک جانے کے ہیں ضَرَاعَةٌ کے معنی میں آتا ہے بمعنی عاجزی کرنا لیکن زیادہ تر خشوع کا لفظ جوارح اور ضراعة کا لفظ قلب کی عاجزی پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت ہے اِذَا ضَرَعَتِ الْقَلْبُ وَخَشَعَتِ الْجَوَارِحُ جب دل میں فروتنی ہو تو اس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے خٰشِعُوْنَ عاجزی کرنے والے ۔ زاری کرنے والے۔

۲۳ : ۳ = مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اعراض کرنے والے ۔ روگردانی کرنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔

۲۳ : ۴ فٰعِلُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَعَلٌ مصدر فِعْلٌ اسم مصدر کرنے والے۔ یہاں فٰعِلُوْنَ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

اوّل :۔ یہ کہ لاداء الزکٰوة فاعلون وہ زکٰوة کی ادائیگی کرنے والے ہیں۔ اس صورت میں فعل پر دوام اور ثبات کے معنی ہوں گے۔ یعنی وہ زکٰوة کو ہمیشہ باقاعدگی سے ادا کرتے والے ہیں!

دوم ۔۔ یہ کہ زکٰوة بمعنی تزکیہ نفس بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ وہ تزکیہ نفس میں کوشاں رہتے ہیں۔

۲۳ : ۵ = فُرُوْجِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان مردوں کی شرمگاہیں ۔ فَرْجٌ عورت اور مرد دونوں کی شرم گاہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں بھی مرد و عورت دونوں مراد ہیں۔

اَلْفَرْجُ وَالْفُرْجَةُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت

استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ شگاف کے معنوں میں اور شق کرنا۔ چیرنا۔ پھاڑنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰ : ٦) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ اور وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (۷۷ : ۹) اور جب آسمان پھٹ جائے۔

= حٰفِظُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر غائب۔ حفاظت کرنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔ محفوظ رکھنے والے۔ بچانے والے۔ حِفْظٌ مصدر

۲۳ : ٦ = عَلٰی بمعنی مِنْ ہے۔

= فَاِنَّهُمْ میں فَ جواب شرط مقدر کے لئے ہے۔ ای فان بذلوا فروجهم لازواجهم او اما نهم فانهم غير ملومين۔ اگر اپنی شرمگاہوں کو اپنی منکوحہ بیویوں اور لونڈیوں کے ساتھ عمل میں لادیں تو ان کے لئے کوئی ملامت نہیں ہے۔

= مَلُوْمِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ لَوْمٌ مادہ و مصدر۔ مَلَامٌ و مَلَامَةٌ بھی مصدر ہیں لَامَ يَلُوْمُ (نصر) لَوْمًا کے معنی کسی کو برے فعل پر برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے کے ہیں لَائِمٌ ملامت کرنے والا۔ مَلُوْمٌ ملامت کیا گیا۔ ملامت زدہ۔

۲۳ : ۷ = اِبْتَغٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِبْتِغَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے چاہا اس نے تلاش کیا۔

= وَرَآءَ۔ وَرَاءَ مصدر ہے لیکن اس کے معنی ہیں آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا ہونا۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان سب معنی میں مستعمل ہے

= اَلْعٰدُوْنَ۔ عَدْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جمع مذکر۔ عَادُوْنَ اصل میں عَادِوُوْنَ تھا۔ واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ آیا ہے۔ اور ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے اس کو یؔ سے تبدیل کیا تو عَادِيُوْنَ ہوا۔ یؔ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوگئے یعنی یؔ اور واؤ۔ یؔ کو حذف کیا۔ عَادُوْنَ ہوگیا۔ عَدْوٌ کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں لہٰذا عَادُوْنَ حد سے گذرنے والے۔ حد سے بڑھنے والے۔ حد سے نکلنے والے۔

۲۳ : ۸ = رٰعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاعِیٌ کی جمع رَعٰی يَرْعٰی (فتح) رَعْیٌ وَ رِعَايَةٌ مصدر۔ مویشی کو گھاس چرانا۔ اَلْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ رِعَايَةً امیر کا اپنی رعایا پر سیاست کرنا۔ اَلْاَمْرَ حفاظت کرنا۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ الرَّعْیُ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں خواہ

غذا کے ذریعے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔
رَعَیْتُہٗ کے معنی کسی کی نگرانی کرنے کے ہیں اور اَرْعَیْتُہٗ کے معنی ہیں میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اسی سے ہے رِعْیٌ چارہ اور مَرْعًی چراگاہ کو کہتے ہیں۔
رَاعُوْنَ یعنی نگہداشت رکھنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔ خبر رکھنے والے۔

۲۳:۹ = یُحَافِظُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (باب مفاعلہ) مُحَافِظَۃٌ مصدر نگرانی رکھتے ہیں۔ پابندی کرتے ہیں۔

۲۳:۱۲ = سُلٰلَۃٍ۔ سَلٌّ سے اسم مشتق ہے۔ سَلٌّ کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے کھینچنا اور نچوڑنا۔ جیسے تلوار کا نیام سے سونتنا۔ یا کوئی شے چوری کھسکا لینا۔ جیسے یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا (۲۴:۶۳) جو تم میں سے آنکھ بچا کر کھسک گئے۔ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ مٹی کا جوہر۔ مٹی سے نچوڑ کر حاصل کیا ہوا خلاصہ۔

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔
مٹی کے خمیر سے جو جوہر نکلا اس سے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہوا۔ پھر آپ سے جو نسلِ انسانی چلی اس کے لئے نطفہ اصل قرار پایا جو ان غذاؤں سے پیدا ہوتا ہے جو مٹی سے اگتی ہیں اس لئے جنسِ انسانی کی تخلیق کے متعلق فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

۲۳:۱۳ = جَعَلْنٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے ہٗ اصل میں مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے اصل میں جَعَلْنَا نَسْلَہٗ ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم لایا گیا ہے۔
= نُطْفَۃً۔ اصل میں آب صافی کو کہتے ہیں مگر اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔ کنایہ کے طور پر موتی کو بھی نُطْفَۃٌ کہا جاتا ہے۔
= قَرَارٍ۔ ٹھہرنے کی جگہ (یعنی رحم) آرام کی جگہ۔ قرارگاہ۔ ٹھکانا۔
= مَکِیْنٍ۔ کَوْنٌ مصدر سے صفت مشبہ (باب نصر) مضبوط۔ محفوظ۔ حصین۔
= عَلَقَۃً۔ جمے ہوئے خون کی پھٹکی۔ خون کی وہ پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے۔ عَلَقَہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خون کی پھٹکی اس رطوبت کے ساتھ جو اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتی ہے
= مُضْغَۃً۔ گوشت کا ٹکڑا۔ بوٹی۔ مَضْغٌ مصدر (باب فتح و نصر) بمعنی چبانا۔ مَضَاغٌ چبانے کی چیز۔
= فَكَسَوْنَا۔ ماضی جمع متکلم کَسٰی یَکْسُوْ (باب نصر) ہم نے پہنایا۔ کِسْوَۃٌ لباس۔

= اَنۡشَاۡنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِنۡشَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے اس کو پیدا کیا۔ ہم نے اس کی پرورش کی۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کی طرف راجع ہے
ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ ۔ پھر ہم نے اس کو ایک نئی مخلوق بنا کر پیدا کیا۔

= تَبٰرَكَ ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ تَبَارُكٌ مصدر (تفاعل) بمعنی بابرکت ہونا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس فعل کی ان معنوں میں گردان نہیں آتی اور صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے۔ اَلۡبَرَكَةُ کے معنی کسی شے میں خیرالٰہی ثابت ہونے کے ہیں۔

تَبَارَكَ بِهٖ ۔ نیک فال لینا۔ کسی سے نیک شگون لینا۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَفِيْكَ وَعَلَيْكَ ۔ اللہ تجھ کو مبارک کرے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ ۔ پس بڑا بابرکت ہے اللہ۔

= اَحۡسَنُ ۔ بہت اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔

= اَلۡخٰلِقِيۡنَ ۔ پیدا کرنے والے۔ بنانے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خَلَقَ کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ کسی چیز کو کسی موجود مادے اور سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنا۔ ابداع الشئ من غیر اصل ولا احتذاء۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے اور یہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

۲۔ کسی چیز کو سابقہ مادہ سے کسی موجودہ مثال کے مطابق بنا لینا۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پائی جا سکتی ہے اس کو صنعت کی صفت کہا جائے گا۔ اس لحاظ سے آیۃ ہذا میں الخالقین بمعنی الصانعین آیا ہے۔

۲۳ : ۱۶ = تُبۡعَثُوۡنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر بَعۡثٌ مصدر۔ تم اٹھائے جاؤ گے

۲۳ : ۱۷ = طَرَآئِقَ ۔ طَرِيۡقَةٌ کی جمع ہے راہیں۔ طریقے۔ یہاں مراد آسمان ہیں۔ آسمانوں کو طرائق سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان میں فرشتوں کی آمد و رفت کے لئے اور ستاروں کی گردش کے لئے راہیں اور راستے ہیں۔

طرائق بمعنی آسمان اس لئے لیا گیا ہے کہ عربی میں جب ایک چیز کو دوسری چیز کے اوپر رکھتے ہیں تو کہتے ہیں طَارَقْتُ الشَّئَ میں نے چیزوں کو ایک دوسری کے اوپر رکھا۔ چونکہ آسمان بھی ایک دوسرے کے اوپر ہیں اس لئے انہیں بھی طَرَآئِقَ بیان کیا گیا ہے۔

۲۳:۱۸ = فَاَسۡكَنّٰهُ ۔ف تعقیب کا ہے اَسۡكَنَّا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِسۡكَانٌ (افعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَآءً ہے پھر ہم نے اس پانی کو ٹھیرا دیا (چشموں ۔ جھیلوں ۔ یا زیر زمین آبی ذخیروں کی شکل میں)

= ذَهَابٍ۔ ذَهَبَ يَذۡهَبُ کا مصدر ہے۔ جانا۔ چلنا۔ چھوڑنا۔

عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ۔ اس کو (اڑا) لیجانے پر۔ اس کو ختم کرنے پر یا ناپید کرنے پر۔ اس کو معدوم کرنے پر یعنی اس کو تمہاری دسترس سے باہر کردیں۔ مثلاً اتنا گہرا زمین میں چلا جائے کہ اس کو سطح تک لانا ناممکن ہوجائے یا اس کو بخارات کی صورت میں تمازتِ آفتاب سے اڑا ہی لیجائیں۔

= قَادِرُوۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قدرت رکھنے والے۔ طاقت رکھنے والے۔ قابو پانے والے غالب۔

۲۳:۱۹ = بِهٖ ۔ میں ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع ماء ہے۔

= فَوَاكِهُ ۔ میوہ۔ پھل۔ واحد فاکھۃ۔ بعض نے کہا ہے کہ فاکھہ کا لفظ ہر قسم کے میوہ جات پر بولا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک انگور اور انار کے علاوہ باقی میوہ جات کو فاکھۃ کہتے ہیں۔ انہوں نے ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ان دونوں کو فاکھہ پر عطف کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فاکھہ کے غیر ہیں۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے (تانیث جمع) اس پر تنوین نہیں آتی۔

= مِنۡهَا۔ میں اگر ھا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے تو یہ ابتدائیہ ہے بمعنی "سے" جیسے مِنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰى (۱۷:۱) اور اگر اس ضمیر کا مرجع فواکہ ہے تو مِنۡ تبعیضیہ ہے، یعنی ان میں سے بعض کو کھاتے ہو۔

۲۳:۲۰ = شَجَرَةً ۔ اس کا عطف جَنّٰتٍ پر ہے۔ ای وَاَنۡشَاۡنَا لَكُمۡ شَجَرَةً۔ وھی شجرۃ الزيتون۔ یہاں زیتون کا درخت مراد ہے۔

= تَخۡرُجُ ۔اِخۡرَاجٌ (اِفۡعَالٌ) سے مضارع واحد مونث غائب۔ وہ نکلتی ہے وہ نکلیگی نباتات کے زمین سے اگنے کو بھی اخراج کہتے ہیں۔ یہاں انہی معنوں میں آیا ہے۔ يُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ (۳۹:۲۱) اس سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگاتا ہے۔

= طُوۡرِ سَيۡنَآءَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ طور بمعنی پہاڑ۔ سَيۡنَا جزیرہ نمائے سینا کا علاقہ سینا۔ بوجہ تانیث بالالف (جو قائم مقام دو سببوں کے ہے جیسے صَحۡرَآءُ) یا بوجہ عجمہ و معرفہ یا بوجہ معرفہ و تانیث غیر منصرف ہے۔ طُوۡرِ سَيۡنَآءَ ۔ سینا کا پہاڑ۔

== تَنْبُتُ۔ نَبَتَ یَنْبُتُ۔ (باب نصر) نَبْتٌ سے جس کے معنی اُگنے اور اُگانے کے ہیں۔ مضارع واحد مؤنث غائب، تَنْبُتُ بِالدُّھْنِ وہ تیل اگاتی ہے۔ اس میں ب تعدیہ کے لئے نہیں بلکہ حال کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ درخت اگتا ہے اور اس میں تیل دینے کی خاصیت موجود ہوتی ہے اس کو اس کو جو پھل لگتا ہے اس سے زیت (زیتون کا تیل) نکالا جاتا ہے۔ اس کی مثال عربی محاورہ ہے جَاءَ بِثِیَابِ السَّفَرِ وہ اس حالت میں آیا کہ سفر کے لباس میں آیا۔

== صِبْغٍ۔ سالن۔ روٹی ڈبونا۔ اصل میں صَبَغَ (نصر، ضرب، فتح) صَبْغٌ و صِبْغٌ۔ الثوبَ۔ کپڑے کو رنگنا ہے۔ مجازاً ایسا سالن کہ اس میں روٹی ڈبونے سے رنگین ہو جائے۔ صِبْغٌ کہلاتا ہے۔

۲۳:۲۱ == اَلْاَنْعَامِ۔ مویشی، بھیڑ بکری۔ اونٹ۔ گائے۔ بھینس۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے نَعَمٌ کے معنی اونٹ کے۔ انعام میں گو دوسرے مویشی کو بھی شامل کر لیتے ہیں لیکن جب تک ان میں اونٹ شامل نہ ہو ان کو انعام نہیں کہا جا سکتا۔

== عِبْرَۃً۔ عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔ دھیان کرنا

== نُسْقِیْکُمْ۔ نُسْقِیْ مضارع جمع متکلم۔ اَسْقٰی یُسْقِیْ اِسْقَاءٌ (افعال) سے ہم پلاتے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔

== بُطُوْنِھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب انعام کی طرف راجع ہے اور اس آیت میں اور اگلی آیت ۲۲ میں ھَا اسی معنی میں ہے۔

== تُحْمَلُوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ حَمْلٌ مصدر (باب ضرب) تم اٹھائے جاتے ہو۔ تم سوار کئے جاتے ہو۔ تم لدے پھرتے ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ الانعام سے مراد یہاں اونٹ لیا گیا ہے جس پر اہل عرب سوار ہو کر طویل سفر طے کیا کرتے تھے اور بوجھ کی نقل و حرکت بھی اونٹ کے ذریعہ ہوتی تھی۔

پھر الفلک کا قرینہ اس بات کو اور تقویت دیتا ہے۔ عرب اونٹ کو سفینۃ البرّ (ریگستان کا جہاز) بولتے ہیں۔ ویسے دوسرے مویشیوں مثلاً بیل و بھینس سے بھی باربرداری کا کام لیا جا سکتا ہے۔

۲۳:۲۳ == اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ہ ہمزہ استفہام کے لئے ہے فَ عطف کے لئے اس سے قبل فعل مقدرہ ہے۔ ای اتعرفون ذلک ای مضمون قولہ تعالیٰ اما کمْ

مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُہٗ، فلا تتقون عذابه تعالیٰ الذی یستوجبه ما انتم علیه من ترك عبادته سبحانه وحده واشراککم به فی العبادة (کیاتم خدا تعالیٰ کے اس فرمان مالکم من الٰه غیرہ کے مضمون کو تم پہچانتے ہو اور نہیں ڈرتے اس کے عذاب سے جو اس کی ترک عبادت سے اور اس کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک ٹھہرانے سے لازم آتا ہے۔ لَا تَتَّقُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم نہیں ڈرتے ہو۔

۲۳: ۲۴ = اَلْمَلَؤُا۔ اسم جمع معرّف باللام، سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت اَلْمَلَأُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے۔ مَلَأَ یَمْلَأُ مَلْأٌ مَلْأَۃٌ کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔ مِلْءٌ جمع اَمْلَاءٌ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن مجید میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا زمین بھر بھی سونا اگرچہ وہ اسے معاوضہ میں دینا چاہے۔

م ل ء حروف مادہ۔

= اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ۔ یتفضّل علیٰ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ واحد مذکر غائب عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی فضیلت پائے تم پر۔ بڑائی حاصل کرے تم پر۔ تم پر برتری حاصل کرے۔ تم سے برتر ہو کر رہے۔

۲۳: ۲۵ = اِنْ۔ نافیہ ہے

= رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ۔ (ایسا) آدمی جس کو جنون ہو۔ جِنَّةٌ۔ جَنَّ یَجُنُّ (نصر) سے مشتق ہے۔ بمعنی جنون۔ سودا۔ دیوانگی۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (۷: ۱۸۴) تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے۔ الجنّ کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ رکھنے کے ہیں۔

جَنَّ (باب نصر) سے کسی چیز کو چھپانا۔ اور اَجَنَّ کے معنی چھپانے کے لئے کوئی چیز دینا اسی سے اَلْجِنُّ ہے جس کی جمع جِنَّةٌ آتی ہے تمام غیر مرئی روحانی مخلوق جو حواس سے مستور ہے اس صورت میں جن کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا تمام فرشتے جن ہیں لیکن تمام جن فرشتے نہیں ہیں۔ اسی سے اَلْجَنَّةُ ہے۔ یعنی ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے یا اس لئے کہ بہشت کی

نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔

دیوانگی یا جنون کو بھی جِنَّةٌ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔

= تَرَبَّصُوا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) مصدر سے۔ تم انتظار کرو۔ تم راہ دیکھتے رہو۔ تَرَبَّصُوا بِہٖ اس کا انتظار کرو (کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے)

= اُنْصُرْنِیْ۔ نَ وقایہ یْ ضمیر واحد متکلم۔ اُنْصُرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو میری مدد کر۔

۲۳: ۲۶ = بِمَا۔ اس میں ب سببیہ ہے اور ما مصدریہ ای بسبب تکذیبھم ایای ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے۔

= کَذَّبُوْنِ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اصل میں کَذَّبُوْنِیْ تھا۔ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا۔ انہوں نے میری تکذیب کی۔ تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر

۲۳: ۲۷ = اَنْ۔ یہ مفسرہ ہے۔ اور اس کے مفسرہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے قبل ایک جملہ آئے اور اس کے بعد بھی ایک جملہ ہو۔ نیز جملہ ماقبل میں قول کے معنی ہونے چاہئیں۔ یہاں اس آیۃ شریفہ میں وحی بمعنی قول آیا ہے۔

= اِصْنَعْ۔ صَنَعَ یَصْنَعُ (باب فتح) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو بنا۔ تو درست کر۔ صُنْعٌ مصدر۔

= بِاَعْیُنِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری آنکھیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری حفاظت میں

= وَحْیِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری وحی کے مطابق۔ ہمارے حکم کے مطابق۔ ہماری تعلیم کے مطابق

= فَاِذَا۔ میں ف۔ ترتیب کا ہے۔ یعنی کشتی کی تکمیل کے بعد پھر جب ہمارا حکم (یعنی عذاب) آجائے۔

= فَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، فَارَ یَفُوْرُ (باب نصر) فَوْرٌ وفُئُوْرٌ وفَوَرَانٌ مصدر۔ اس نے جوش مارا۔ وہ اُبلا۔ یعنی جب تنور جوش مارنے لگے۔

اَلْفَوْرُ کے معنی ہیں سخت جوش مارنا۔ یہ لفظ آگ کے بھڑکنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور ہانڈی اور غصہ کے جوش کھانے پر بھی۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَھِیَ تَفُوْرُ (۶۷: ۷) اور وہ (جہنم) جوش مار رہی ہوگی۔ ہانڈی کے ابال کو فَوَّارَۃٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَّارَۃُ الْمَاءِ کہتے ہیں۔

= التَّنُّوْرُ۔ اگرچہ اس لفظ کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً سطح زمین۔ وادی کا وہ مقام جہاں پانی جمع ہو۔ یا صبح جیسا کہ حضرت علی رضہ کا قول ہے کہ فَارَ التَّنُّوْرُ۔ ای طلع الفجر ونور الصبح (پو پھٹ گئی اور صبح روشن ہو گئی)

یا تنور جو عرف عام میں اس جگہ کا نام ہے جہاں روٹی پکائی جاتی ہے اور یہاں اکثریت نے یہی معنی لئے ہیں۔

التنور میں الف لام حرف تعریف ہے اور عہد کا ہے الف لام تعریف جو عہد کے لئے آتا ہے یا تو اس کے ساتھ معہود مذکور پایا جاتا ہے مثلاً كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (۷۳: ۱۶)

یا معہود ذہنی اس کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ (۹: ۴۰) یہاں التنور معہود ذہنی ہے یعنی بعید نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وہ تنور معلوم ہو فَارَ التَّنُّوْرُ ای فار الماء من التنور۔ جب تنور سے پانی ابل پڑے۔

= فَاسْلُكْ فِيْهَا۔ میں ف تعقیب کا ہے اُسْلُكْ فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہے سُلُوْكٌ مصدر سے (باب نصر) تو داخل کر۔ تو ڈال دے۔

اَلسُّلُوْكُ کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے سَلَكْتُ الطَّرِيْقَ۔ میں راستہ پر چلدیا۔ فعل متعدی بن کر بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ (۷۴: ۴۲) تمہیں دوزخ میں کس نے لا ڈالا۔

یا كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ (۲۶: ۲۰۰) اسی طرح ہم نے ان کو ---- داخل کر دیا۔

= فِيْهَا میں ها ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الفلك (کشتی) ہے۔ فَاسْلُكْ فِيْهَا تو کشتی میں داخل کرلو۔

= مِنْ كُلٍّ۔ ای من كل امة ہر قسم کی جنس سے زَوْجَيْنِ وهما امة الذكر وامة الانثىٰ یعنی جنس نر و مادہ ایک جوڑا اِثْنَيْنِ دو فرد۔ یعنی ایک نر اور ایک مادہ۔ مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر ایک جنس کا ایک جوڑا مشتمل برایک نر و مادہ۔

= وَاَهْلَكَ اور (داخل کرلو) اپنے گھروالوں کو۔ ای واسْلُكْ اَهْلَكَ

= سَبَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پہلے ہو چکا۔ وہ پہلے گذر چکا۔ اس نے سبقت کی۔ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اس کے بارہ میں فیصلہ پہلے ہی ہو چکا۔

= لَا تُخَاطِبْنِي. فعل نہی واحد مذکر حاضر خَاطَبَ يُخَاطِبُ مُخَاطَبَةً۔ (مفاعلة) سے نَ وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھ سے گفتگو نہ کر۔ یعنی تو مجھ سے سفارش نہ کر۔

= اِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ۔ بے شک وہ غرق کئے جانے والے ہیں۔ یہ علت ہے سفارش کی ممانعت کی۔

۲۳: ۲۸ = اِسْتَوَيْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِسْتِوَاءٌ (افتعال) سے (جب) تو چڑھ چکے (جب) تم (کشتی میں) سوار ہو چکو۔

۲۳: ۳۰ = اِنْ۔ مخفف ہے جو اَنَّ تاکید سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ تحقیق اور ثبوت کے لئے ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھٰذا میں ہے لَمُبْتَلِيْنَ۔

= مُبْتَلِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر اِبْتِلَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ جانچنے والے۔ کھرے کھوٹے کو الگ کرنے والے۔ بلو مادہ۔

۲۳: ۳۱ = اَنْشَاْنَا۔ ماضی جمع متکلم انشاء (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے پرورش کی۔ ن ش ء مادہ

= قَرْنًا واحد قُرُوْنٌ جمع۔ قوم (ایسی قوم جو ایک زمانے میں ہو)

قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۔ ایک دوسری قوم۔ ایک دوسری جماعت (قوم عاد یا ثمود مراد ہے)

۲۳: ۳۲ = اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ ارسال میں قول کے معنی متضمن ہیں یعنی ہم نے رسول کی زبان سے ان کو کہا کہ:۔ اُعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اُعْبُدُوْا عِبَادَةٌ سے (باب نصر) امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے (نیز اَنْ کے لئے مزید ملاحظہ ہو ۲۳: ۲۷۔

۲۳: ۳۳ = اَتْرَفْنَاهُمْ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے ہم نے ان کو آرام دیا۔ ہم نے انہیں عیش و عشرت کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔

اِتْرَافٌ اِفْعَالٌ۔ مصدر۔ التُّرْفَةُ عیش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔

= مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ تا وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (تا آیۃ ۳۸) اَلْمَلَاُ کا کلام ہے

۲۳: ۳۵ == اَیَعِدُکُمۡ۔ ھمزہ استفہامیہ ہے۔ یَعِدُ وَعۡدٌ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا وہ تم سے (یہ) وعدہ کرتا ہے۔

== مِتُّمۡ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ماضی بمعنی مستقبل (مَوۡتٌ) مصدر (باب ضرب و سمع) (جب) تم مرجاؤ گے۔

۲۳: ۳۶ == ھَیۡھَاتَ۔ کلمہ بُعد ہے۔ نہایت ہی بعید ہے ھَیۡھَاتَ ھَیۡھَاتَ بہت ہی بعید ہے۔ بہت ہی بعید ہے (وہ بات جو تم سے کہی جارہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ یعنی بعث بعد الموت موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنا)

ھَیۡھَاتَ ای بَعُدَ وُقُوۡعُ ذٰلِکَ الۡمَوۡعُوۡدِ یعنی بہت دور کی بات ہے اس قیامتِ موعود کا وقوع پذیر ہونا۔ گویا ھَیۡھَاتَ اسم فعل بمعنی ماضی ہے۔ اور اس کا تکرار تاکید بعد کے لئے آیا ہے۔

۲۳: ۳۷ == اِنۡ۔ نافیہ ہے۔

== مَبۡعُوۡثِیۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ یعنی ہمیں دوبارہ زندہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

۲۳: ۳۸ == اَفۡتَرٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفۡتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان باندھا۔

افتراءٌ کا لفظ اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد کے ہی معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

۲۳: ۳۹ == بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے۔

۲۳: ۴۰ == عَمَّا قَلِیۡلٍ۔ میں عَنۡ حرف جار ہے زَمَانٍ مجرور محذوف ہے قَلِیۡلٍ صفت ہے زَمَانٍ موصوف کی۔ مَا زائدہ ہے عَمَّا قَلِیۡلٍ ای عن زمان قلیل تھوڑے عرصہ کے بعد ہی۔ عنقریب ہی۔

== لَیُصۡبِحُنَّ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ اِصۡبَاحٌ (افعال) مصدر۔ فعل ناقص۔ وہ ضرور ہو جائیں گے۔

۲۳: ۴۱ == الصَّیۡحَۃُ۔ دراصل صیح کے معنی آواز پھاڑنا کے ہیں۔ لکڑی چرنے یا کپڑے پھٹنے سے جو زور کے چرّانے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصیاح کہتے ہیں

اس سے صَیْحَۃٌ ہے بلند آواز، چیخ۔ پھر چیخ چونکہ گھبراہٹ کا باعث ہوتی ہے اس لئے صَیْحَاتٌ بمعنی گھبراہٹ یا عذاب بھی استعمال ہوتا ہے۔

الصَّیْحَۃُ بمعنی چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ ہے یہ صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر ہے اور حاصل مصدر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صَیْحَۃٌ صور (نرسنگھے) میں پھونکنے کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ صیح مادہ۔

= بِالْحَقِّ۔ یہ اَخَذَتْهُمْ سے متعلق ہے یعنی وعدۂ برحق کے موافق (چنگھاڑ نے انہیں آلیا)

= غُثَاءً۔ ہانڈی کی جھاگ اور اس کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں جسے سیلاب بہا کر لاتا ہے اور یہ اس چیز کے لئے ضرب المثل ہے جسے (بوجہ بیکار ہونے کے) ضائع ہونے دیا جاتے اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کی جائے۔ غَثَا یَغْثُوْ اَغْثُوًا وغُثُوٌّ (نصر) الوادی۔ نالے میں غثاء۔ یعنی کوڑا کرکٹ کا زیادہ ہونا۔ غَثْوٌ مادہ۔ غَثَا یَغْثِیْ غَثْیَانٌ (باب ضرب) سے بمعنی خبث نفس کے لئے آتا ہے۔ غَثَتْ نَفْسُہٗ اس کی طبیعت خراب ہوگئی یا محاورہ کے طور پر اس کی نیت بد ہوگئی۔

= بُعْدًا۔ فعل مقدر کا مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای یعد والبعدا من رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔ بُعْدًا عربی محاورہ میں اسی موقع پر آتا ہے جسے اُردو میں "خدا کی مار" کہتے ہیں۔

٢٣:٤٢ = اَنْشَاْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ (افعال) سے

٢٣:٤٣ = مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّۃٍ اَجَلَهَا۔ ای ما تسبق امۃ من الامم اجلها۔ کوئی قوم اپنی میعاد سے آگے نہیں بڑھ سکتی (پیش دستی نہیں کر سکتی) سبقت آگے بڑھنا۔

= مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے ضمیر جمع کا مرجع امۃ ہے جو باعتبار معنی جمع ہے۔

٢٣:٤٤ = تَتْرَا۔ ای یتبع بعضهم بعضًا۔ یکے بعد دیگرے۔ پے درپے متواتر تَتْرٌ سے جس کے معنی کسی شے کے پے درپے آنے کے ہیں۔ الف تانیث کا ہے فراء کے نزدیک یہ تنوین کے عوض آیا ہے۔ جَاءَ الْقَوْمُ تَتْرٰی لوگ پے درپے آتے۔ اس کی اصل وَتْرٰی ہے ایک ایک کرکے آنا۔

= كُلَّمَا۔ جب کبھی۔ یہ لفظ كُلّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں لفظ كُلَّ ظرفیت کی وجہ سے ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے آیۃ ہٰذا یا كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۱۷:۷) جب کبھی میں نے ان کو دعوت دی (بلایا)

= اُمَّةً۔ ای الی اُمَّةٍ رَّسُوْلُهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب امت کے لئے ہے!
كَذَّبُوْهُ میں ضمیر جمع مذکر غائب اُمَّةً (بمعنی جمع افراد امت) کے لئے ہے ہٗ کا مرجع رسول ہے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول (تبلیغ حق کے لئے) آیا۔ اس امت (کے افراد) نے اس کی تکذیب کی۔

= فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا۔ سو ہم نے بھی انہیں ایک کے پیچھے دوسرے کو چلتا کیا۔ (ہم ہلاک کرتے گئے) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع افراد امت ہیں جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی۔

= اَحَادِيْثَ۔ اُحْدُوْثَةٌ کی جمع۔ اس کے معنی ہیں قصے کہانیاں۔
وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا۔ یعنی وہ قصہ ماضی بن کر رہ گئے

۲۳:۴۵ = سُلْطٰنٍ۔ واضح دلیل۔ حجة واضحة۔

۲۳:۴۶ = مَلَاۡئِهٖ۔ اس کے سردار۔

= عَالِيْنَ۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ عَالِيٌ واحد۔ سرکشی کرنے والے متکبر زبردستی کرنے والے۔ عالی مرتبہ والے۔

۲۳:۵۰ = اٰوَيْنٰهُمَا۔ اٰوَيْنَا ماضی جمع متکلم۔ اٰوٰی يُؤْوِيْ اِيْوَاءٌ (افعال) ی کو جگہ دینا۔ ٹھکانہ دینا۔ رہنے کا مقام دینا۔
اَوٰى يَاْوِيْ (ضرب) اُوِيٌّ و اِوَاءٌ ــ اَلْبَيْتَ و اِلَى الْبَيْتِ۔ گھر میں اترنا۔ گھر میں پناہ لینا۔ مَاْوٰى ٹھکانا۔ جائے پناہ۔ اوی مادّہ۔
هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مؤنث غائب۔ اٰوَيْنٰهُمَا ہم نے ان دونوں کو پناہ دی

= رَبْوَةٍ۔ بلند جگہ۔ ٹیلہ۔ بلندی۔ اسم ہے۔ رُبُوٌّ۔ رِبًا سے مشتق ہے اس کی جمع رُبًى و رُبِيٌّ۔ ہے اس بلند مقام سے کونسی جگہ مراد ہے اس میں مختلف قول ہیں۔
بعض کے نزدیک اس سے مراد دمشق ہے۔ بعض کے الرملة (فلسطین میں) اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بیت المقدس یا مصر ہے!

= ذَاتِ قَرَارٍ۔ رہائش کے قابل۔ ٹھہرنے کے قابل۔ سرسبز و شاداب جگہ۔

== وَذَاتِ مَعِیْنٍ۔ جس میں پانی کے چشمے تھے۔ مَعِیْنٍ ای مَاءٍ مَّعِیْنٍ
جاری پانی۔ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ صفت ہے ربوہ کی۔ مَعِیْنٍ العین
(آنکھ) سے مشتق ہے۔ عَیْنٌ کا لفظ استعارۃً کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ
مختلف اعتبارات سے آنکھ میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:۔
نمبر ا:۔ مشکیزہ کے سوراخ کو بھی عَیْنٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہیئت اور اس سے پانی
بہنے کے اعتبار سے آنکھ کے مشابہ ہوتا ہے۔
۲:۔ جاسوس کو بھی عین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دشمن پر آنکھ لگائے رہتا ہے۔
۳:۔ پانی کے چشمہ کو بھی عین کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے پانی ابلتا ہے جس طرح کہ آنکھ سے
آنسو کا پانی جاری ہوتا ہے اور عَیْنُ الْمَاءِ سے مَاءٍ معین کا محاورہ لیا گیا ہے۔
جس کے معنی جاری پانی کے ہیں جو صاف طور پر چلتا ہوا دکھائی دے۔ اور عینٌ کے معنی
جاری چشمہ کے ہیں۔
علامہ بغویؒ نے لکھا ہے:۔

المعین: الماء الجاری الظاھر الذی تراہ العیون مفعول من
عانہ یعینہ اذا ادرکہ البصر۔ یعنی معین سے مراد ہے وہ جاری پانی جو ظاہر
ہو جس کو آنکھیں دیکھ رہی ہوں۔ عَانَ یَعُوْنُ (آنکھ سے دیکھنا) سے بروزن مفعول ہے
اصل میں مَعْیُوْنٌ تھا۔
بعض کے نزدیک یہ مَعَنَ یَمْعَنُ (فتح) سے صفت کا صیغہ ہے بروزن
فَعِیْلٌ۔ نرم رفتار سے بہنے والا پانی۔

۲۳:۵۱ == یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ۔ اے (میرے) پیغمبرو۔ اے (میرے) رسولو۔ یہ خطاب
کس سے ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں:۔
ا:۔ یہ خطاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ کیونکہ آیت متصلہ (نمبر ۵۰) میں ان کا ذکر ہے
۲:۔ یہ خطاب نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ تعظیماً لایا گیا ہے
۳:۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبیوں سے ہے۔
۴:۔ یہ خطاب تمام انبیاء کی طرف ہے۔
اس ضمن میں علامہ مودودی کا وضاحتی نوٹ ملاحظہ ہو:۔
پچھلے دور کوعوں میں متعدد انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد اب یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کہہ کر تمام

پیغمبروں کو خطاب کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کہیں یہ سارے پیغمبر یکجا موجود تھے۔ اور ان سب کو خطاب کرکے یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا۔ بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں آنے والے انبیاء کو یہی تعلیم و ہدایت کی گئی تھی اور سب کے سب اختلاف زمانہ و مقام کے باوجود ایک ہی حکم کے مخاطب تھے۔

بعد کی آیت میں چونکہ تمام انبیاء کو ایک اُمّت ایک جماعت ایک گروہ قرار دیا گیا اس لئے طرز بیان یہاں ایسا اختیار کیا گیا کہ نگاہوں کے سامنے ان سب کے ایک گروہ ہونے کا نقشہ کھینچ جائے گویا وہ سارے کے سارے ایک جگہ جمع ہیں اور سب کو ایک ہی ہدایت دی جارہی ہے۔

مگر اس طرز کلام کی لطافت اس دور کے بعض کند ذہن لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکی اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ یہ خطاب حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف ہے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے تعجب ہے کہ جو لوگ زبان و ادب کے ذوقِ لطیف سے اس قدر کورے ہیں وہ قرآن کی تفسیر کرنے کی جراٴت کرتے ہیں۔ یعنی مرزائی قادیانی گروہ اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہیں

۲۳: ۵۲ = اُمَّتُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری جماعت۔ تمہارا گروہ۔

امت کا لفظ اس مجموعہ افراد پر بولا جاتا ہے جو کسی اصل مشترک پر جمع ہو۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ اختلاف زمانہ و مقام کے باوجود ایک عقیدے اور ایک دین اور ایک دعوت پر جمع تھے اس لئے فرمایا گیا کہ ان سب کی ایک ہی اُمّت ہے اور بعد کا فقرہ خود بتا رہا ہے کہ وہ اصلِ مشترک کیا تھی جس پر سب انبیاء جمع تھے۔ (تفہیم القرآن)

بعض کے نزدیک امت سے یہاں مراد دین یا مسلک ہے۔ اُمَّتُكُمْ۔ ای مِلَّتُكُمْ وشَرِيْعَتُكُمْ (روح المعانی) اُمَّتُكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اِنَّ کی خبر ہے جب کہ هٰذِهٖ اِنَّ کا اسم ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف وصفت دونوں مل کر اُمَّتُكُمْ سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً جملہ مستانفہ ہے۔

= فَاتَّقُوْنِ۔ ف عاطفہ مع ترتیب ہے اِتَّقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ن وقایہ اور ی متکلم کی محذوف ہے۔ سو تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

فائدہ:- آیت ۵۱ اور آیت ۵۲ میں كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ اور اِعْمَلُوْا صَالِحًا اور فَاتَّقُوْنِ میں امر کے مخاطبین اَلرُّسُلُ ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ حکم ان کے پیروؤں کے لئے بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یا یھا الناس ان اللہ تعالیٰ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال (یا یھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا) وقال یا یھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبت ما رزقنٰکم ...... الخ رواہ ابوہریرہ

۲۳:۵۳ = فَتَقَطَّعُوْٓا : ف ترتیب کا ہے تقطعوا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ تقطع (تفعل) سے اور تقطع بمعنی قَطَعَ ہے جیسے تقدم بمعنی قدم۔ یعنی انہوں نے کاٹ دیا۔ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انہوں نے توڑ دیا۔

= اَمْرَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ امر بمعنی معاملہ، کام، حکم۔ اَمْرَھُمْ ای اَمْرَ دِیْنِھِمْ۔

= زُبُرًا ۔ الزُّبْرَۃُ ۔ لوہے کی بڑی سِل کو کہتے ہیں اور اس کی جمع زُبَرٌ آتی ہے جیسے اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (۱۸:۹۶) لوہے کی سلیں مجھے لا دو!

کبھی زُبْرَۃٌ کا لفظ بالوں کے گچھا پر بھی بولا جاتا ہے اور اس کی جمع زُبَرٌ آتی ہے استعارہ کے طور پر پارہ پارہ کی ہوئی چیز کو بھی زُبَرٌ کہا جاتا ہے (آیہ ہذا)

زُبُرٌ بمعنی کتب۔ اوراق بھی آیا ہے اس صورت میں یہ زُبُوْرٌ کی جمع ہے جیسے وَاِنَّہٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (۲۶:۱۹۶) اور اس کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں ہے!

زُبُرًا ۔ اَمْرَھُمْ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا ۔ پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع گذشتہ پیغمبروں کی امتیں ہیں۔

= بِمَا لَدَیْھِمْ ۔ میں مَا بمعنی اَلَّذِیْ ہے

= فَرِحُوْنَ ۔ فَرِحٌ کی جمع۔ خوش۔ اترانے والے۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ جمع مذکر ہے۔

کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے

۲۳:۵۴ — فَذَرْھُمْ ۔ پس چھوڑ ان کو۔ پس رہنے دے ان کو۔ ذَرْ ۔ وَذْرٌ سے (سمع فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اس کی ماضی نہیں آتی۔

یہاں خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے۔ اور ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے جس کا مرجع اہل قریش یا جملہ کفار مکہ ہیں۔

= غَمْرَتِھِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ای جھالتھم او حیرتھم او غفلتھم او ضلالتھم۔ بقول صاحب مفردات غمرۃ اس پانی کثیر کو کہتے ہیں جس کی تہ نظر نہ آئے

اور یہ اس جہالت کے لئے ضرب المثل ہے جو آدمی پر چھا جاتی ہے۔ اور قرآن نے فَاَغْشَیْنٰھُمْ وغیرہ الفاظ سے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

= حَتّٰی حِیْنٍ۔ کچھ وقت تک۔ ای الیٰ وقت موتہم۔ ان کی موت تک!

۲۳: ۵۵ = اَیَحْسَبُوْنَ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے یَحْسَبُوْنَ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر غائب ہے حُسْبَانٌ مصدر سے (باب سمع) کیا وہ خیال کرتے ہیں۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں

= نُمِدُّ ھُمْ۔ نُمِدُّ مضارع جمع متکلم اِمْدَادٌ مصدر (باب افعال) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو دیتے ہیں۔ ہم ان کی مدد کرتے ہیں۔

۲۳: ۵۶ = نُسَارِعُ مضارع جمع متکلم مُسَارَعَۃٌ مصدر (باب مفاعلۃ) ہم جلدی کر رہے ہیں سُرْعَۃٌ جلدی۔

فائدہ۔ آیۃ ۵۵/۵۶/ میں اَیَحْسَبُوْنَ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اَنَّمَا میں مَا موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور اَنَّ کا اسم ہے مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ موصولہ کا بیان ہے۔ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ خبر ہے اَنَّ کی اور اس کا مرجع اسم محذوف ہے۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے:۔

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّ الَّذِیْ نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنَ الْمَالِ وَالْبَنِیْنَ نُسَارِعُ بِہٖ لَھُمْ فِیْمَا فِیْہِ خَیْرُھُمْ۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کو مدد دیئے جا رہے ہیں ہم ان کو بھلائی پہنچانے کی خاطر جلدی کر رہے ہیں!

۲۳: ۵۷ = خَشْیَتِہٖ۔ خشیۃ۔ خوف۔ اندیشہ۔ خَشْیَۃَ اَنْ مبادا کہ۔ ایسا نہ ہو کہ

= مُشْفِقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِشْفَاقٌ مصدر۔ ڈرنے والے۔

اَلشَّفَقُ۔ غروب آفتاب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی تاریکی میں مل جانے کو شفق کہتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۸۴: ۱۶) مجھے شام کی سرخی کی قسم۔ جو محبت اور خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔

اَلْاِشْفَاقُ (افعال) ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہوا ہو۔ اگر مِنْ کے واسطہ متعدی ہو تو خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ اور اگر عَلٰی یا فِیْ اس کے بعد میں مذکور ہو تو محبت کا معنی نمایاں ہوتا ہے۔ جیسے اَشْفَقَ عَلَی الصَّغِیْرِ۔ اس نے چھوٹے پر رحم کھایا۔

۲۳: ۶۰ = یُؤْتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ دیتے ہیں۔ اِیْتَاءٌ سے اٰتَوْا ماضی جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ مصدر۔ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا۔ وہ جو کچھ بھی دیتے ہیں۔ جو عطیہ بھی

وہ دیتے ہیں۔

= وَجِلَةٌ۔ صفت مشبہ واحد مؤنث وَجِلٌ مذکر۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) خوف زدہ ڈرنے والے۔ ڈرتے رہتے ہیں۔

وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (خَائِفَةٌ اَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ لِتَقْصِيْرِهِمْ) میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اسم موصول اَلَّذِيْنَ کی ضمیر سے موضع حال میں ہے۔
اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ بھی وہ دیتے ہیں (حال ان کا یہ ہوتا ہے) کہ دل ان کے کانپ رہے ہوتے ہیں اس خوف سے کہ (ان کی یہ زکوٰۃ یا صدقہ) کہیں عدم قبولیت کا شکار نہ ہوجائے۔

= اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ؕ سے قبل لام تعلیلیہ مقدر ہے اور یہ جملہ وَجِلَةٌ سے متعلق ہے۔ یعنی دل ڈر رہے ہوتے ہیں اس خوف سے کہ وہ (ایک دن) اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (اور اس دن حقیقت منکشف ہوگی کہ کونسا عمل قبول ہوا اور کونسا نہ ہوا۔

۲۔ یا اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ سے قبل مِنْ مقدرہ لایا جائے۔ ای وجلة من ان رجوعهم اليه عزوجل۔ کہ دل خوف زدہ ہیں کہ انہوں نے (ایک دن) اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے (تو اس وقت حقیقت آشکار ہوگی کہ کونسا عمل قبول ہوا ہے۔

۲۳: ۶۱ = اُولٰٓئِكَ۔ وہ لوگ جن کا ذکر آیات ۵۷ ۔ ۶۰ مذکورہ بالا میں ہوا ہے۔

= سٰبِقُوْنَ ۔ سبقت لیجانے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

= لَهَا میں ضمیر هَا کا مرجع الخَيْرٰتِ ہے۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ اور وہ بھلائیوں کی طرف سبقت لیجانے والے ہیں۔ بعض کے نزدیک لام تعلیل کا ہے اور لَهَا بمعنی لِاَجْلِهَا ہے یعنی ان بھلائیوں ہی کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں پر (قیامت کے روز) ثواب حاصل کرنے یا جنت پانے میں سبقت لیجانے والے ہیں۔

۲۳: ۶۲ = كِتٰبٌ ۔ سے مراد نامۂ اعمال ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (۱۸: ۴۹) اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری کمبختی اس نوشتہ (نامۂ اعمال) کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے (کوئی گناہ) چھوڑا ہی نہیں چھوٹا ہو یا بڑا۔ بعض نے اس سے مراد لوح محفوظ لیا ہے۔

= يَنْطِقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کتاب بولتی ہے۔

۲۳:۶۳ = بَلْ۔ بلکہ۔ لیکن۔

= قُلُوْبُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں جن کا ذکر اوپر آیات ۵۳ تا ۵۶ میں آیا ہے۔

= غَمْرَةٍ۔ ملاحظہ ہو اوپر آیت ۵۴۔

= مِنْ هٰذَا۔ ای من القرآن۔ یا اس حقیقت سے کہ ان کے جملہ احوال و افعال و اقوال درج کئے جا رہے ہیں۔ مِنْ هٰذَا۔ ای من هذا الدین۔

= مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ دُوْنِ۔ بمعنی ورے۔ سوائے۔ غیر۔ جو کسی کے نیچے ہوں وہ بھی دون کہلاتا ہے۔

علامہ سیوطی کے نزدیک دُوْنَ ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور فوق کی نقیض ہے ذٰلك کا مشار الیہ کیا ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ اس کا اشارہ اوپر بیان کردہ مومنین کے اعمال صالحہ ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا:۔ ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں۔

۲:۔ اس کا اشارہ ان کے دلوں کا پردۂ غفلت میں پڑے رہنے کی طرف ہے (قلوبهم في غمرة) اور ترجمہ یوں ہو گا: اس کے سوا (علاوہ) بھی ان کے (برے) عمل ہیں

۳:۔ اس کا اشارہ من هٰذا (ای القرآن) کی طرف ہے اور ترجمہ ہو گا:۔ اور ان کے اعمال قرآن کے معیار سے گرے ہوئے ہیں۔

= هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ جو (عمل) یہ کرتے رہیں گے۔ یعنی یہ اعمال خبیثہ یہ لوگ کرتے ہی رہیں گے (یہاں تک کہ ان کے عیاشوں کو ہم عذاب میں پکڑ لیں گے)

۲۳:۶۴ = مُتْرَفِيْهِمْ۔ مترفی مضاف هِمْ مضاف الیہ۔ اصل میں مُتْرَفِيْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ ان کے عیش پرست۔ دولت مند اور خوش حال لوگ۔

اَلتُّرْفَةُ۔ عیش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرتِ دولت کی وجہ سے بدمست ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ (۲۱:۱۳) اور جن نعمتوں میں تم عیش و آسائش کرتے تھے ان کی طرف لوٹ جاؤ۔

= اِذَا هُمْ۔ اذا مفاجاتیہ ہے۔

= يَجْئَرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَئْرٌ وَجُؤَارٌ مصدر (باب فتح) الجؤار کے اصل معنی وحشت کے ہیں (جیسے ہرن۔ بیل وغیرہ) کے گھبراہٹ کے وقت زور سے آواز نکالنے اور چیخنے کے ہیں۔ پھر تشبیہ کے طور پر دعا اور عاجزی میں مبالغہ کرنے پر بولا جاتا ہے۔

اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ۔ تو وہ چلانے لگیں گے۔

۲۳: ۶۵ = لَا تَجْئَرُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت چلاؤ۔ تم مت گڑگڑاؤ۔ تم مت فریاد وزاری کرو۔

= اَلْيَوْمَ۔ آج۔

= لَا تُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم مدد نہیں کئے جاؤ گے۔ تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

۲۳: ۶۶ = تُتْلٰى۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ سے۔ تَلْوٌ مادہ یہاں واحد بمعنی جمع آیا ہے۔ یعنی جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں۔

= تَنْكِصُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بھاگتے ہو۔ تم پھرے جاتے ہو۔ نکوصٌ سے باب ضرب) النکوص (باب ضرب ونصر) کسی چیز سے پیچھے ہٹنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ (۸-۴۸) تو پسپا ہو کر چل دیا۔

۲۳: ۶۷ = مُسْتَكْبِرِيْنَ۔ تنکصون سے حال ہے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ باب استفعال۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مغرور۔

= بِهٖ۔ میں ب سببیہ ہے اور ضمیر ہ بیت العتیق یا حرم کے لئے ہے۔

مستکبرین بہ۔ کعبہ شریف کی تولیت وخدمت کی وجہ سے فخر وتکبر کرنے والے (یہ اہل قریش تھے۔

= سٰمِرًا۔ السَّمَرُ۔ اصل میں رات کی تاریکی کو کہتے ہیں اور اسی سے محاورہ ہے لَا اٰتِيْكَ السَّمَرَ وَالْقَمَرَ۔ کہ میں تیرے پاس کبھی نہیں آؤں گا (رات کی تاریکی ہو یا چاند کی چاندنی) پھر رات کو باتیں کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اور سَمَرَ فُلَانٌ کے معنی ہیں اس نے رات کو باتیں کیں۔

سَامِرًا۔ کہانی سنانے والا۔ افسانہ گو، داستاں سرا۔ سَمَرٌ مصدر۔ سَمَرَ يَسْمُرُ (نصر) (رات کو باتوں میں گذارنا اور نہ سونا) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے

یا الحاج ۔ الحاضر، الجاہل، الباقر کی طرح اسم جمع ہے۔
سٰمِرًا یہاں حال ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سٰمِرِیْنَ ہوتا تاکہ ذوالحال سے مطابقت ہوتی۔ لیکن یہ اسم مفرد ہے اور جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
= تَهْجُرُوْنَ۔ هَجَرَ يَهْجُرُ (نصر) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے هُجْر کے معنی ہیں نامناسب کلام کرنا۔ بدگوئی کرنا۔ بکواس کرنا۔
مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ (خانہ کعبہ کی تولیت و خدمت پر) تکبر و فخر کرتے ہوئے ساری ساری رات (صحن حرم میں) ہرزہ سرائی میں گذار دیتے ہیں۔ یہ سارا جملہ تَنْكِصُوْنَ سے حال ہے۔
۲۳: ٦٨ = اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ فَ کلام سابقہ پر عطف کیلئے ہے۔ اى افعلوا ما فعلوا من النكوص و الاستكبار والهجر فلم يتدبروا القرأن ليعلموا بما فيه۔
کیا ان کا آیات قرآنی سن کر پھر جانا اور تولیت کعبہ پر تکبر و فخر کرنا اور اپنی شبانہ مجلسوں میں قرآن اور فرمان رسول کے متعلق ہرزہ سرائی کرنا (محض جہالت اور ضد کی بنا پر تھا) اور انہوں نے قرآن اور فرمان رسول پر کچھ بھی تدبر نہ کیا۔ القول سے مراد القرآن اور ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
لَمْ يَدَّبَّرُوْا۔ فعل مضارع نفی حجد بلم کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مصدر تَدَبُّرٌ (تفعّل) ہے اصل میں يَتَدَبَّرُوْا تھا۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔
۲۳: ٦٩ = فَهُمْ۔ میں فَ سببیہ ہے۔ یعنی یا انہوں نے اپنے رسول مکرم کو نہ پہچانا تھا اور بدیں سبب اس کے منکر ہو گئے۔
۲۳: ٧٠ = جِنَّةٌ۔ جنون۔ دیوانگی۔ سودا۔ جَنٌّ سے مشتق ہے کیونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جِنَّةٌ کہتے ہیں۔ بِهٖ جِنَّةٌ اس کو دیوانگی ہے جنون کا لاحق ہے۔ اسے جنون ہے یا وہ سوداء کا مریض ہے۔
= بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ۔ (ایسا نہیں جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا (حق سے مراد توحید اور دین اسلام ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہی ہو
۲۳: ٧١ = لَفَسَدَتْ۔ لام تاکید کا ہے فَسَدَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تو (آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے) درہم برہم ہو جاتے۔ تباہ ہو جاتے۔

== اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ ۔ ہم توان کے پاس ان ہی کی نصیحت کی بات لائے تھے۔ ذکر سے مراد القرآن ہے۔ جوان کے لئے باعث فخر وشرف ہے اور اس میں ان کے لئے موعظت حسنہ ہے۔

== مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے، اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔ باب افعال۔ اَعْرَضَ لِیْ ۔ وہ میرے سامنے آیا۔ اَعْرَضَ عَنْ ۔ اس نے رُخ پھیر لیا۔ منہ موڑ لیا۔

۲۳: ۷۲ == خَرْجًا ۔ محصول۔ باج۔ مال۔ اجر وجزا۔ اَخْرَاجٌ جمع۔ یعنی کیا تم تبلیغ دین کی اجرت طلب کرتے ہو۔

== خَرَاجٌ ۔ مال۔ حاصل۔ مزدوری۔ خراج۔ مراد یہاں اجر وثواب۔ اور اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ قرآن حکیم میں ہے مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۶: ۱۰۹ - ۱۲۷ - ۱۴۵ - ۱۶۴ ، ۱۸۰) میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

۲۳: ۷۴ == لَنٰكِبُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پھر جانیوالے۔ مڑجانے والے۔ ہٹ جانے والے۔ راہ راست سے منحرف ہونے والے۔ نَكَبَ يَنْكُبُ ۔ (نصر) نَكِبَ يَنْكَبُ (سمع) نُكُوْبٌ مصدر۔ پھر جانا۔ مڑجانا۔

۲۳: ۷۵ == وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ ۔ اور اگر ہم ان پر رحم (بھی) کریں۔ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ ۔ اور (اگر ہم) ان کو جو تکلیف ہے وہ بھی دور کردیں۔

== لَلَجُّوْا ۔ لَجَاجٌ ولَجَاجَةٌ سے (سمع۔ ضرب) سے ماضی بمعنی مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ لَجَاجٌ کسی ممنوع فعل پر اڑ جانے کو کہتے ہیں۔ لَلَجُّوْا ۔ وہ ضرور اڑے رہیں گے۔ جمے رہینگے۔ مُصر رہیں گے۔ لَلَجُّوْا فِیْ طُغْيَانِهِمْ ۔ اپنی گمراہی پر جمے رہیں گے۔

== يَعْمَهُوْنَ ۰ عَمَهَ يَعْمَهُ (فتح) عَمِهَ يَعْمَهُ (سمع) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَمَهٌ عُمُوْهٌ ۔ مصدر۔ گمراہی میں بھٹکنا۔

لَلَجُّوْا فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۔ پھر بھی یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھٹکنے میں اصرار کرتے رہیں گے

== مَا اسْتَكَانُوْا ۔ ما نفی کے لئے ہے۔ اِسْتَكَانُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔

باب افتعال۔ سکن مادہ۔ استکان یستکین اِسْتِکَانٌ واِسْتِکَانَۃٌ عاجز وذلیل ہونا مسکین عاجز۔

= وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ۔ اور نہ انہوں نے عاجزی کی۔ صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معروف۔ تَضَرُّعٌ (تفعّل) سے۔

استکانت اور تضرع مرادف نہیں اول کا تعلق ظاہر سے ہے اور ثانی کا قلب سے ہے۔

۲۳ : ۷۷ = مُبْلِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُبْلِسٌ واحد۔ مایوس۔ غمگین۔ پشیمان متحیر۔ خاموش۔ جن کو کوئی بات بن پڑنی ممکن نہیں۔ اِبْلَاسٌ (افعال) مادہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ (۳۰ : ۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار مایوس ومغموم ہوجائیں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابلیس اسی سے مشتق ہے۔

بَلَسَ وابْلَاسٌ، حیرت کی وجہ سے دنگ ہوکر رہ جانا۔ خوف ودہشت کے مارے دم بخود ہوجانا۔ رنج وغم کے مارے دل شکستہ ہوجانا۔ ہر طرف سے ناامید ہوکر ہمت توڑ کر بیٹھنا نامرادی کی وجہ سے برافروختہ ہوجانا۔ جس کی بنا پر شیطان کا نام ابلیس رکھا گیا۔

۲۳ : ۷۸ = اَنْشَاَ۔ اس نے پیدا کیا۔ انشاء (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب

۲۳ : ۷۹ = ذَرَاَکُمْ۔ ذَرَاَ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ذَرْءٌ مصدر۔ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو پیدا کرنا۔ (باب فتح) اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تم کو پھیلایا

۲۳ : ۸۲ = لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانیوالے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ مرنے کے بعد اٹھا کر کھڑا کئے جانے والے۔

= اِنْ۔ نافیہ ہے۔

= اَسَاطِیْرُ۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ سطور کہلاتی ہے۔

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلے لوگوں کی من گھڑت کہانیاں۔

۲۳ : ۸۵ = اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ پھر کیوں تم غور نہیں کرتے۔

۲۳ : ۸۸ = یُجِیْرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجَارَۃٌ مصدر (باب افعال)

جور مادہ۔ وہ پناہ دیتا ہے۔
= لَا یُجَارُ عَلَیْہِ ۔ مضارع مجہول منفی اِجَارَۃٌ سے۔ اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔ استجارۃ پناہ طلب کرنا۔ پناہ چاہنا۔
الجارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ جو پڑوس میں رہے ہمسایہ کہلاتا ہے یہ اسمائے متضائفہ سے ہے۔ یعنی ان الفاظ سے ہے جو ایک دوسرے کے تقابل سے اپنے معنی دیتے ہیں۔ جیسے اَخٌ۔ صَدِیْقٌ۔ کہ اخوت وصداقت دونوں جانب سے ہوتی ہے کیونکہ کسی کا پڑوسی ہونا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب دوسرا بھی اس کا پڑوسی ہو۔
چونکہ شرعًا و عقلاً ہمسائے کا حق بہت بڑا ہوتا ہے اس رعایت سے اس کو بمعنی حامی و مددگار بھی لیا جاتا ہے۔ مثلاً وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ ۔(٨ : ٤٨) میں تمہارا حامی و مددگار ہوں۔ جَارَ عَنِ الطَّرِیْقِ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔ جَارَ عَلَیْہِ اس نے ظلم کیا۔ اسی سے جَوْرٌ ظلم کو کہتے ہیں۔
٢٣ : ٨٩ = فَاَنّٰی۔ اَنّٰی استفہام اور شرط کے درمیان ایک مشترک اسم ہے۔ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا ۔(٢ : ٢٥٩) اللہ اس (آبادی کو) اس کے مرنے کے (بعد۔ پیچھے) کیسے زندہ کرے گا۔ (استفہام)
فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ ۔(٢ : ٢٢٣) سو اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ
= تُسْحَرُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم سحرزدہ ہو رہے ہو۔ تم فریب کھا رہے ہو۔ سِحْرٌ سے۔ اَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ۔ تم کیسے فریب کھا رہے ہو۔
٢٣ : ٩٠ = بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ ۔ بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) ہم نے حق ان تک پہنچایا
٢٣ : ٩١ = اِذًا۔ حرف جواب اور جزا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے۔ وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔ بمعنی تب۔ اس وقت۔
قراء کا قول ہے کہ جس جگہ اِذًا کے بعد لام آئے گا۔ تو ضرور ہے کہ اس کے لئے لَوْ مقدر ہو اگرچہ ظاہراس کا کوئی پتہ نہ ہو۔ مثلاً قولہ تعالیٰ۔ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ ۔ (آیہ ہذا) ای لو کان معہ الھۃ کما تزعمون لذھب کل الٰہ بما خلق ......
= لَعَلَا ۔ لام تاکید کے لئے ہے عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ (باب نصر) یا عَلِیَ یَعْلٰی (فتح) عَلَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ چڑھ گیا۔ اس نے چڑھائی کی۔ وہ غالب

لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ توضرور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔
== لَذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ۔ تو وہ اپنی مخلوق کو لے کر جُدا کر لیتا۔
٢٣: ٩٢ == عٰلِمِ الْغَيْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا جاننے والا۔ دونوں مل کر اَللّٰهِ (سُبْحٰنَ اللّٰهِ میں) کی صفت ہے اور یہی جر کی وجہ ہے۔
٢٣: ٩٣ == اِمَّا تُرِيَنِّيْ۔ ای اِنْ مَا تُرِيَنِّيْ۔ تُرِيَنَّ اِرَاءَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نون تاکید کا ہے۔ اور ی ضمیر واحد متکلم کا ہے اس میں ما اور نون تاکید زائد ہیں۔ صرف تاکید کے لئے لائے گئے ہیں۔ عبارت یوں بھی ہو سکتی تھی۔ ان کان لَابُدَّ مِنْ ان تریني۔ اگر یہ ضروری ہی تھا۔ کہ تو مجھے یہ (عذاب) دکھائے۔
== مَا يُوْعَدُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، جس (عذاب) کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔
٢٣: ٩٥ == اَنْ نُّرِيَكَ۔ نُرِيَكَ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِرَاءَةٌ (افعال) سے مصدر كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ کہ ہم دکھائیں تجھے۔ یعنی ہم تجھے دکھانے پر قادر ہیں۔
== نَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ (ضرب) مصدر سے۔ مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (جس عذاب کا) ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔
٢٣: ٩٦ == اِدْفَعْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو دور کر۔ دَفَعَ يَدْفَعُ (فتح) دَفْعٌ مصدر سے۔ دفع کا تعدیہ جب الٰی سے ہو تو دینے کے معنی ہوتے ہیں اور جب عَنْ سے ہو تو اس کے معنی حفاظت کرنے اور حمایت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (٤: ٦) تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ اور اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (٢٢: ٣٨) خدا تو مومنوں کی (ان کے دشمنوں سے) حفاظت کرتا رہتا ہے۔
== اَحْسَنُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔
== السَّيِّئَةَ برائی۔ گناہ۔ فعلِ بد۔ یہ حسنة کی ضد ہے۔ س و ء حروف مادہ یہ فَيْعِلَةٌ کے وزن پر سَيْوِئَةٌ تھا۔ عین کلمہ کے واؤ کو ی سے بدلا۔ ی کو ی میں مدغم کیا۔ سيئة ہو گیا۔ السيئة اِدْفَعْ کا مفعول ہے۔ عبارت کچھ یوں تھی۔
ادفع بالحسنة التی ھی احسن الحسنات التی یدفع بھا السيئة۔ (ان (کافروں) کی برائی کا دفعیہ ایسی نیکی سے کر جو بہترین ہو۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد فرمایا۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ (٧: ١٩٩)

درگذر اختیار کیجئے۔ اور نیک کام کا حکم دیجئے۔ اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔
= یَصِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وَصْفٌ مصدر (باب ضرب) (جو) وہ بیان کرتے ہیں
٢٣: ٩٧ = هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ۔ جمع مجرور مضاف الشَّيٰطِيْنِ مضاف الیہ۔
هَمْزٌ واحد۔ شیطانی وسوسے۔ خطرات نفسانی۔ وہ بُرے خیالات جو شیطان دل کے اندر چبھوتا ہے۔ هَمْزٌ بمعنی چبھونا۔ هَمَزَ (نصر۔ ضرب) اس کے اصل معنی کسی چیز کو دبا کر نچوڑنے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے کہ هَمَزْتُ الشَّیْءَ فِیْ كَفِّیْ۔ میں نے فلاں چیز کو اپنی ہتھیلی میں دبا کر نچوڑا۔ اور اس کے معنی غیبت کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ۔ (٦٨: ١١) طعن آمیز اشارتیں کرنے والا۔ چغلیاں لئے پھرنے والا هَمَّازٍ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا عیب گو۔ بہت طعن کرنیوالا۔
سوار کے جوتے کی ایڑھی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کے پہلو پر مارتا ہے اسے مہماز۔ مہمز۔ مہمیز کہتے ہیں۔
٢٣: ٩٨ = یَحْضُرُوْنِ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حُضُوْرٌ مصدر (باب نصر) اصل میں یَحْضُرُوْنِیْ تھا۔ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ میرے پاس (بھی) پھٹکیں۔
٢٣: ٩٩ = حَتّٰی۔ ابتدائیہ ہے جیسا کہ ابن عطیہ کا قول ہے صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن بیضاوی اور الکشاف میں اسے حرف غایت (حد) لیا گیا ہے اس صورت میں اس کا تعلق یَصِفُوْنَ (آیت ٩٦) سے ہے اور آیات ٩٧، ٩٨۔ بطور جملہ معترضہ کے ہیں۔ معنی۔ حتیٰ کہ۔ یہاں تک۔ جب تک۔
= اِرْجِعُوْنِ۔ الرَّجُوْعُ باب ضرب سے مصدر۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ یہ خطاب اللہ تعالیٰ سے ہے اور جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے لئے تعظیمًا لایا گیا ہے۔ اور سائل کی ندامت اور عجز کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ حسان بن ثابت کا شعر ہے:۔
اَلَا فَارْحَمُوْنِیْ یَا اِلٰهَ مُحَمَّدٍ ۔ فَاِنْ لَّمْ اَكُنْ اَهْلًا فَاَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ
اِرْجِعُوْنِ اصل میں ارجعونی تھا۔ مجھے پھر بھیج دیجئے۔
٢٣: ١٠٠ = لَعَلِّیْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے یہاں پر یہ تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے ای ارجعون لاجل ان اعمل صالحًا (ای رب) مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل کماؤں۔ بعض کے نزدیک یہ ترجی (امید) و توقع کے لئے آیا ہے۔ توقع ہے کہ میں اچھے کام کروں۔ اول الذکر زیادہ موزوں ہے

= فِیْمَا۔ میں فی بمعنی الذی ہے ای الذی ترکت (فی الدنیا)
= کَلَّا۔ حرف ردع وزجر ہے (ردع یردع رَدْعٌ۔ روکنا۔ ہٹانا) بمعنی ہرگز نہیں یعنی یہ اس کی استدعا کہ اسے واپس بھیج دیا جائے دنیا میں۔ ہرگز قبول نہیں کیجائے گی
= اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا۔ یہ ایک رٹ ہے جو وہ لگائے جارہا ہے۔
= وَرَآءِ۔ مصدر ہے مِنْ کی وجہ سے مجرور ہے۔ اس کے معنی آڑ۔ حدِّ فاصل۔ آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ یہ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ ان کے آگے۔ ان کے سامنے۔
= بَرْزَخٌ۔ دو چیزوں کے درمیان جو آڑ اور رکاوٹ ہو اسے برزخ کہتے ہیں یہاں مراد برزخ سے موت اور قیامت کا درمیانی وقفہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قبر ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے کہ موت کے بعد روح انسانی ایک درمیانی عالم میں رہتی ہے اور حشر تک رہے گی۔ اس کا اصطلاحی نام عالم برزخ ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵:۲۰) دونوں ہی کے درمیان ایک آڑ ہے کہ اس سے وہ دونوں تجاوز نہیں کر سکتے۔

= يُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر۔ وہ اٹھائے جائیں گے البَعْثُ کے معنی کسی چیز کو ابھارنے۔ اٹھا کھڑا کرنے اور کسی طرف بھیجنے کے ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۱۶:۳۶) اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا۔

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ سے مراد روز قیامت ہے۔

۲۳:۱۰۱ = نُفِخَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ نَفْخٌ مصدر (باب نصر) پھونکا جائے گا۔ نَفَخَ۔ يَنْفُخُ پھونکنا۔ نَفْخَةٌ و نِفْخَةٌ ایک بار پھونکنا۔ پیٹ پھولنا۔
= اَنْسَابَ۔ نَسَبٌ کی جمع۔ قرابتیں۔ رشتہ داریاں۔ رشتے ناطے۔ بوجہ عمل لَا منصوب ہے۔
= يَتَسَآءَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَاؤُلٌ (تفاعل) سے مصدر۔ باہم پرساں حال نہ ہوں گے۔

۲۳:۱۰۲ = مَوَازِيْنُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اسم مفعول جمع۔ مَوْزُوْنٌ مِيْزَانٌ واحد۔ وزن کئے جانے والے اعمال۔ ترازوئیں۔ موازین جمع کا صیغہ لائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ موزونات مختلف

ہوں گے۔ ہر ایک شخص کے الگ الگ اعمال تولے جائیں گے تو گویا ہر ایک شخص کے اعمال کی ترازو بھی الگ الگ ہوں گی یا وزن میں تعدد ہوگا۔ لاتعداد آدمی ہوں گے اس لئے وزن کی بھی شمار نہیں۔ جتنے آدمی اتنی ہی مرتبہ وزن کشی۔ میزان کو لصورت تعدد لانے سے وزن کے تعدد کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳: ۱۰۳ = خَسِرُوْا۔ انہوں نے گھاٹا پایا۔ انہوں نے نقصان اٹھایا۔ انہوں نے گنوایا۔ انہوں نے نقصان کیا۔ انہوں نے نقصان پہنچایا۔ خُسْرٌ۔ خَسَارٌ۔ خُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) ماضی جمع مذکر غائب۔

= اَنْفُسَهُمْ ۔ ان کی جانیں۔ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ انہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔

= فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ یہ یا تو خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ سے بدل ہے یا اُولٰٓئِكَ کی خبر ثانی ہے۔ یا مبتدا محذوف (هُمْ) کی خبر ہے اور جملہ مستانفہ ہے یعنی هُمْ خٰلِدُوْنَ فِيْ جَهَنَّمَ۔

۲۳: ۱۰۴ = تَلْفَحُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب لَفْحٌ مصدر (باب فتح) لَفَحَ فلانا بالسيف اس نے فلاں کو تلوار سے مارا۔ یا تلوار سے سر قلم کیا۔ یا لفحت النار اوالسموم بحرها۔ آگ یا باد سموم نے چہرے کو اپنی تپش سے جھلس دیا۔ تلفح وہ جھلس دیگی یہ جملہ حالیہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

= كٰلِحُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ کالحٌ واحد كَلَحَ يَكْلَحُ (فتح) سے کلوح وکلاح مصدر۔ منہ بنا کر دانت نکالنا۔ تیوری چڑھانا۔ كَلَحَ وَجْهُهٗ تیوری چڑھا ہوا ہونا کالح منہ بنا کر دانت نکالنے والا۔ كلحة منہ کے گول حلقہ کو کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے کسی نے کالح کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا۔ الم تر الی الرأس المشيط۔ (کیا تم نے بھنی ہوئی سری نہیں دیکھی ہے)

۲۳: ۱۰۶ = شِقْوَتُنَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری کم بختی۔ ہماری بد بختی۔ شِقْوَةٌ ۔ شَقِيَ يَشْقٰى (سمع) کا مصدر ہے۔ شَقِيٌّ صفت بدبخت۔ اشقياء جمع۔ شِقْوَتُنَا۔ ہماری بدبختی۔ ہماری بدنصیبی۔

۲۳: ۱۰۷ = مِنْهَا۔ ای من النار۔

= عُدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم پھر آئے۔ ہم نے پھر کیا۔ ہم نے دوبارہ کیا۔ یعنی اگر ہم نے دوبارہ

نافرمانی کی۔

۲۳: ۱۰۸ = اِخْسَئُوْا۔ خَسَأَ یَخْسَأُ خَسْأٌ (فتح) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر خَسَأَ الْکَلْبَ۔ کتے کو دھتکارنا۔ خَسَأْتُ الْکَلْبَ فَخَسَأَ۔ میں نے کتے کو دھتکارا تو وہ دور ہو گیا۔

اِخْسَئُوْا فِیْهَا۔ دھتکارے پھٹکارے ذلت کے ساتھ اس (جہنم) میں پڑے رہو اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ (۲: ۶۵) ذلیل و خوار بندر ہو جاؤ

۲۳: ۱۰۹ = اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے اِنَّهٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ۔ شان یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو ...

= فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ۔ اتخذتموا۔ اصل میں اتخذتُمْ تھا۔ ضمیر ھم کے اتصال کی بناپر واؤ جمع لایا گیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تم نے ان کو ٹھہرایا۔ ھم ضمیر فریقٌ کے لئے ہے جس سے مراد عام مومنین یا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب الصفہ ہیں۔

= سِخْرِیًّا۔ سَخِرَ یَسْخَرُ (سمع۔ فتح)۔ سَخَرٌ و سَخْرٌ و سُخْرٌ و سِخْرٌ و سُخْرَۃٌ مصدر۔ سَخِرَ یَسْخَرُ ٹھٹھا کرنا۔ مذاق اڑانا۔ حقارت کے ساتھ کسی سے مخول کرنا۔ استہزاء کرنا۔ قرآن مجید میں ہے، قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ۔ (۱۱: ۳۸) اس نے (حضرت نوحؑ نے) جواب دیا اگر آج تم ہم پر ہنستے ہو تو جس طرح تم (ہم پر) ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں رَجُلٌ سُخَرَۃٌ ہنسی اڑانے والا۔ اور سُخْرَۃٌ وہ ہے جس کی لوگ ہنسی اڑائیں۔ اور ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو سُخْرِیَّۃٌ و سِخْرِیَۃٌ کہا جاتا ہے۔

سِخْرِیًّا۔ بمعنی ٹھٹھا۔ ہنسی۔ دل لگی۔ سُخْرٌ سے اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ مؤخر الذکر کی صورت میں یاء نسبت مبالغہ کے لئے بڑھادی گئی ہے۔

سَخَرَ یَسْخَرُ (باب فتح) بمعنی تابع بنانا۔ مغلوب کرنا۔ ذلیل کرنا۔ بیگار لینا بھی ہے باب تفعیل سے بمعنی تسخیر کرنا۔ مطیع کرنا۔ تابع بنانا کے معنی میں اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ (۱۴: ۳۳) اس نے سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ اور سَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ (۱۴: ۳۲) کشتیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا۔ یا سُبْحَانَ

اَلَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (۴۳ : ۱۳) پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کردیا۔

سِخْرِیًّا۔ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے

= اَنْسَوْکُمْ ۔ اَنْسَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اَنْسٰی یُنْسِیْ اِنْسَاءٌ (افعال) سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تم کو بھلا دیا۔ نسی مادّہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ (۵۹ : ۱۹) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے خود ان کی جانوں کو ان سے بھلا دیا۔ باب افعال سے انسٰی یُنْسِیْ متعدی بدومفعول ہے اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ۔ انہوں نے تم سے میری یاد بھلا دی۔ یعنی ان کے ساتھ ٹھٹھا مخول کا جو مشغلہ تم نے اختیار کر رکھا تھا اس مشغلے کی وجہ سے تم ہماری یاد سے غافل ہوگئے۔

= وَکُنْتُمْ مِنْھُمْ تَضْحَکُوْنَ۔ اور تم ان کی ہنسی اڑاتے رہتے تھے (کنتم تضحکون ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے) یہ جملہ فاتخذتموھم سخریًّا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۳ : ۱۱۱ = اس آیت شریف میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہی فریق (اللہ تعالیٰ کے بندوں کا) ہے جن کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا..... خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔

= بِمَا صَبَرُوْا میں باء سببیہ ہے۔ ای بسبب صبرھم علٰی اذیتکم تمہاری تکلیف دہی پر صبر کرنے کی وجہ سے۔

۲۳ : ۱۱۲ = قٰلَ ای قال اللّٰہ تعالٰی شانہ۔

= کَمْ۔ اگر استفہامیہ ہو تو سوال کے لئے آتا ہے۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی مدت۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ کبھی تمیز محذوف ہوتی ہے جیسے آیۃ ہذا میں۔ کَمْ لَبِثْتُمْ ای کم زَمَانًا لَبِثْتُمْ۔ تم کتنی مدت ٹھہرے۔ یا اس کی تمیز عَدَدَ سِنِیْنَ ہے۔ ای کَمْ عَدَدَ سنین لبثتم۔

۲ :۔ اگر خبریہ ہو تو تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور تمیز مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کردیا۔ تمیز سے پہلے اکثر مِنْ آتا ہے

جیسے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً (۲: ۲۴۹) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آگئی ہیں اللہ کے حکم سے۔

= عَدَدَ سِنِيْنَ ۔ بحساب سالوں کے ۔ سالوں کی تعداد کے حساب سے ۔ یہ کَمْ کی تمیز ہے یا کَمْ ظرف زمان ہے لَبِثْتُمْ کا۔ ای کم زمانا لَبِثْتُمْ اور عَدَدَ بدل ہے کَمْ سے اور سِنِيْنَ بدل ہے عَدَدَ سے یعنی سالوں کے حساب سے تم (دنیا میں) کتنی مدت رہے۔

۲۳: ۱۱۳ = اَلْعَادِّيْنَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ عَادِّيْنَ اصل میں عَادِدِيْنَ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے لہٰذا ایک کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا۔ حساب کرنے والے ۔ گننے والے ۔ شمار کرنے والے ۔ عَادٌّ واحد۔

۲۳: ۱۱۴ = اِنْ لَّبِثْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔ ای مالبثتم تم نہیں ٹھہرے۔

= لَوْ ۔ اگر شرطیہ ہے تو اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اگر تم دنیاوی زندگی کی مدتِ قلیل کو جانتے ہوتے اور اخروی زندگی کی نہ ختم ہونے والی مدت کو بھی جانتے ہوتے تو تم دنیاوی زندگی کو گناہ و عصیان میں نہ گذارتے اور آج ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ اور جہنم کے عذاب میں بھی ہمیشہ کے لئے مبتلا نہ ہوتے۔

اور اگر لَوْ حرفِ تمنا ہے تو جواب کی ضرورت نہیں صرف ان کے انجام پر حسرت کا اظہار ہے۔ یعنی کاش تم دنیاوی زندگی کی قلتِ زمانی کو جانتے۔ اور بُرے کاموں سے بچے رہتے۔

۲۳: ۱۱۵ = اَفَحَسِبْتُمْ ۔ میں ہمزہ استفہام کے لئے ہے حَسِبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر حِسْبَانٌ مصدر۔ کیا تم نے گمان کیا۔ کیا تم نے جانا۔

= عَبَثًا ۔ خَلَقْنٰكُمْ سے حال ہے بمعنی عَابِثِيْنَ ۔ بے مقصد ۔ بے فائدہ ۔ یا یہ خَلَقْنٰكُمْ کا مفعول لہٗ ہے ۔ فضول ۔ لغو ۔ عبث ۔

= اَنَّكُمْ ۔ معطوف ہے۔ اور اَنَّمَا معطوف علیہ۔ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا معطوف علیہ وَ حرف عطف اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ معطوف۔

۲۳: ۱۱۶ = تَعٰلَى ۔ تَعَالِيٌ سے (باب تفاعل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ برتر ہے وہ بلند ہے۔ باب تفاعل سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔

= اَلْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۔ موصوف و صفت ہو کر رَبُّ کا مضاف الیہ ہے۔

عرش سے مراد عام اصطلاح میں تختِ شاہی ہے۔ قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اونچا بٹھایا اپنے ماں

باپ کو تخت پر۔ اور اَهٰكَذَا عَرْشُكِ (۲۷: ۴۲) کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے۔
لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد ایسا عرش ہے جو کنہ بجز نام کے لبشر کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔
قرآن میں عرش کے وصف میں تین نام آئے ہیں۔
۱:۔ اَلْعَظِیْم۔ جیسے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (۲۷: ۲۶) اللہ وہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں مالک ہے عرش عظیم کا۔
۲:۔ اَلْمَجِیْد۔ جیسے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ (۸۵: ۱۴: ۱۵) اور وہ ہی بڑا بخشنے والا ہے بڑا محبت کرنے والا ہے۔ عظیم عرش کا مالک ہے یہ قرأت حمزہ اور کسائی کی ہے جنہوں نے المجید کو جر سے پڑھا ہے۔ اس قرأت کے لحاظ سے العرش المجید صفت موصوف ہیں۔ اور دونوں مل کر ذُو کے مضاف الیہ۔
لیکن اکثریت مفسرین کی اس طرف ہے کہ اَلْمَجِیْدُ رفع کے ساتھ ہے ذُوالْعَرْشِ اللہ تعالیٰ کی الگ صفت ہے صاحبِ عرش۔ عرش کا مالک یا خالق اور المجیدُ الگ صفت ہے۔ بڑی عظمت والا۔
۳:۔ اَلْکَرِیْمُ۔ جیسے آیت ہذا میں۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ
۲۳: ۱۱۷ = یَدْعُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ مصدر (باب نصر) مجزوم بوجہ جملہ شرطیہ کے ہے اصل میں یَدْعُوْا تھا۔ مَنْ یَّدْعُ جو پکارے گا (مدد کے لئے یا عبادت کے لئے)
= لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ میں لَهٗ یعنی پکارنے والے کے نزدیک۔ بِهٖ جس کو پکارا گیا ہو اس کے حق میں۔ یعنی اس (غیر اللہ کو معبود) پکارنے والے کے پاس (اس غیر اللہ کی بابت معبود پکارنے کی) کوئی دلیل نہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (۱۷: ۳۶) اور اس چیز کے پیچھے مت ہو لیا کر جس کی بابت تجھے (صحیح) علم نہ ہو۔
لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ جملہ معترضہ ہے۔ جملہ شرطیہ اور جملہ جزاء کے درمیان۔ یا جملہ اول کی تاکید میں لایا گیا ہے۔
= فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ جملہ جزائیہ ہے۔
= اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے ای اَنَّ الشَّاْنَ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ۔ شان یہ ہے کہ کافروں کو فلاح نہیں ہونے کی۔ بے شک (حقیقت یہ ہے۔ یقیناً) حق کا انکار کرنے

والے فلاح نہیں پائیں گے۔

۲۳: ۱۱۸ — خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے بہتر رحم کرنے والا

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں :۔

سورۃ کا ابتدار قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ سے اور خاتمہ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء وثنار کی تعلیم کرکے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّة (۱۰۲)

۲۴:۱ = سُوْرَةٌ۔ خبر۔ جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھٰذِہٖ سُوْرَةٌ۔
= فَرَضْنٰهَا۔ ماضی جمع متکلم۔ فَرْضٌ مصدر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع لفظاً سُوْرَةٌ ہے لیکن اس سے مرادہ احکام ہیں جو اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔ ای فرضنا احکامھا۔ ہم نے (ان احکام کو جو) اس میں ہیں (ان کا بجالانا سلف و خلف پر) فرض کردیا ہے۔
۲۴:۲ = اِجْلِدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کوڑے مارو، تم درّے لگاؤ۔
جَلْدَةٌ جَلْدٌ (باب ضرب) کوڑے مارنا۔ دُرّہ لگانا۔ جلد (کھال) پر مارنا۔
= رَاْفَةٌ۔ ترس۔ مہربانی۔ شفقت۔ نرمی رَاَفَ یَرْاَفُ (فتح) کا مصدر ہے۔ رَؤُفٌ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ۔ بہت شفقت کرنے والا۔ بہت مہربان۔ رء ف، حروف مادہ۔ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ۔ اور تم کو ان دونوں پر (ذرا بھی) رحم نہ آنے پائے۔
۲۴:۳ = ذٰلِكَ۔ سے مراد یا زنا ہے۔ یا ایک نیک مؤمن مرد کا پیشہ ور زانیہ سے یا عفیفہ مؤمنہ کا عادی زانی سے نکاح مراد ہے۔
۲۴:۴ = یَرْمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ رَمٰی یَرْمِیْ (ضرب) رَمْیٌ و رِمَایَةٌ مصدر بمعنی پھینکنا۔ مادی چیزوں مثلاً تیر وغیرہ کے متعلق ہو تو اپنے اصلی معنوں میں اس کا مفہوم ہوتا ہے مثلاً وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (۸:۱۷) اے پیغمبر جب تو نے تیر چلائے تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تیر چلائے۔
لیکن جب اقوال کے متعلق ہو تو "قذف" کی طرح اس کے معنی تہمت طرازی کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں یا آگے آیت نمبر ۹ میں۔ یَرْمُوْنَ وہ تہمت لگاتے ہیں۔
= اَلْمُحْصَنٰتِ۔ پاکدامن عورتیں۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔
ثعلب نے کہا ہے کہ پاکدامن عورت کو مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) بھی کہا جاتا ہے اور مُحْصَنَةٌ

(اسم مفعول) بھی۔
اور شوہر والی کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) کہیں گے۔ کیونکہ اس کی حفاظت اس کا شوہر کرتا ہے۔ یعنی وہ شوہر کی حفاظت میں ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۴:۲۴)

۲۴:۸ = يَدْرَؤُا۔ مضارع واحد مذکر غائب دَرْءٌ مصدر (باب فتح) سے وہ دور کرتا ہے وہ دور کردے گا۔ دور کرسکتا ہے۔ ٹال سکتا ہے۔
= عَنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ عورت جس کے خاوند نے اس پر زنا کی تہمت لگائی ہو۔
= اَلْعَذَابَ سے مراد دنیوی عذاب حد ہے۔
= تَشْهَدَ۔ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ کے ہے۔ وہ (عورت) شہادت دے۔ وہ گواہی دے۔
اس جملہ میں يَدْرَؤُا فعل اَلْعَذَابَ مفعول اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م باللّٰهِ فاعل ہے يَدْرَؤُا کا۔ اس کا اللہ کی قسم چار بار کھانا اس سے (اس تہمت کا) عذاب کو ٹال سکتا ہے۔ یعنی اگر وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جس نے تہمت لگائی ہے جھوٹوں میں سے ہے تو یہ قسم کھانا اس سے عذاب کو ٹال سکتا ہے۔

۲۴:۹ = وَالْخَامِسَةَ اس کا عطف اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ پر ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے

۲۴:۱۰ = وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اللّٰهِ کے بعد جواب شرط محذوف ہے
ای ولو لا فضل اللّٰه علیکم ورحمته لفضحکم وعاجلکم بالعقوبة۔
اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو وہ ضرور تم کو رسوا کرتا اور تمہارے فعل کا مواخذہ کرکے تم کو سزا دیتا۔
اس میں خطاب تہمت لگانے والے مردوں اور مومنات (عورتیں جن پر تہمت لگائی گئی ہو) سے ہے۔

۲۴:۱۱ = اِفْكٌ۔ اَلْاِفْكُ ہر وہ چیز جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بناء پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَةٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (۵۳:۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا۔ (اس میں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی اِفْكٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد جھوٹ۔ بہتان۔ افترا پردازی ہے۔
اَفَكَ يَأْفِكُ (ضرب) اَفِكَ يَأْفَكُ (سمع) افك کسی شے کا اپنے اصلی رُخ سے پھرنا۔

= عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ۔ عُصْبَةٌ جماعت۔ گروہ۔ یہ عَصَبٌ سے ماخوذ ہے۔ اَلْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے جو جوڑوں کو تھامے ہوتے ہیں۔ لَحْمٌ عَصِبٌ بہت پٹھوں والا گوشت۔ پھر عام طور پر مضبوطی کے ساتھ باندھنے پر عَصَبٌ کا لفظ بولا جاتا ہے اَلْعُصْبَةُ وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ جیسے وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ (۱۲: ۸) حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت ہیں) یعنی ہم باہم متفق ہیں اور ایک دوسرے کے یار و مددگار تم میں سے ایک جماعت۔ تم میں سے ایک گروہ۔
عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ خبر ہے اِنَّ کی۔

= لَا تَحْسَبُوْهُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم اس کے متعلق خیال مت کرو۔ تم اس کے بارے میں گمان مت کرو۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع الافك ہے۔

= شَرًّا۔ برائی۔ شر۔ خیر کی ضد ہے۔

= لَكُمْ تمہارے لئے۔ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ۔ تم اسے اپنے لئے بُرا مت خیال کرو۔
اس میں خطاب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے والدین اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و صفوان بن معطل سے ہے۔ یا جملہ مومنین سے جو اس افترا سے رنجیدہ اور غمگین تھے۔

= لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے۔ اس میں هُمْ ضمیر کا مرجع وہ گروہ ہے جو اس افتراء میں شریک تھا۔ ای من الذین جآؤا بالافك۔

= تَوَلّٰى۔ اس نے اٹھایا۔ وہ متولی ہوا۔ تَوَلِّىْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= كِبْرَهٗ۔ اسم مصدر مضاف ہٗ مضاف الیہ۔ اس کی بڑی ذمہ داری۔ اس کا بڑا بوجھ وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ۔ اور جس شخص نے ان میں سے اس افترا کا سب سے بڑا بوجھ اٹھایا۔ (یعنی سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا) یعنی عبداللہ بن اُبَیّ

۲۴: ۱۲ = لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ جب تم نے یہ (افواہِ افک) سُنی تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے کیوں نہ اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا۔

ضیاء القرآن میں ہے:۔
اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب فرما رہے ہیں اور سرزنش کر رہے ہیں کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کر دی اس میں تردّد کی غلطی کیوں کی تمہیں تو فوراً کہہ دینا چاہیے تھا۔ هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ: یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

بِاَنْفُسِهِمْ سے مراد بعض نے بِاِخْوَانِهِمْ وَاَهْلِ دِيْنِهِمْ لیا ہے یعنی جب تم نے یہ افواہ سنی تو کیوں نہ مومنین اور مومنات نے اپنے دینی بھائیوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوان بن معطل رضؓ) کے متعلق نیک گمان کیا۔

بِاَنْفُسِهِمْ بمعنی اپنے دلوں میں۔ از خود۔ اپنے اعتماد نفس کی بناء پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کرکے۔ بھی لیا گیا ہے (حقانی، مولانا ابوالکلام آزاد) یعنی جب تم نے یہ افواہ سنی تو کیوں نہ مومن مردوں (مثلاً حسان بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ) اور مومن عورتوں (مثلاً حمنہ بنت جحش) نے خود ہی اپنے اعتماد نفس کی بنا پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کرکے کہہ دیا کہ یہ تو کھلی ہوئی تہمت ہے

٢۴: ١٣ = عَلَيْهِ۔ ای علی القذف۔ اپنی تہمت کے ثبوت میں۔

٢۴: ١۴ = اَفَضْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ افاضة (افعال) سے مصدر۔ تم نے پھیلایا۔ تم منتشر ہوئے۔ ف ی ض مادہ۔ فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر باہر نکلنے کے ہیں۔ آنسوں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (٥: ٨٣) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

فَاضَ صَدْرُهٗ بِالسِّرِّ بھید ظاہر کرنا۔ اور اسی سے افاضوا فی الحدیث محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہو جانے اور چرچا کرنے کے ہیں۔

پس لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ کا ترجمہ ہوا: تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس وجہ سے تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔

٢۴: ١٥ = تَلَقَّوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَلَقِّيْ سے (باب تفعل) اصل میں تتلقون تھا ایک تاء حذف ہو گئی۔ تَلَقِّيْ یا تَلَقَّاهُ کے معنی کسی چیز کو پالینے یا اس کے سامنے آنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (٢١: ١٠٣) اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے۔ اور وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (٢٧: ٦) اور تم کو قرآن عطا کیا جاتا ہے۔

باب افعال سے (اَلْاِلْقَاءُ) بمعنی کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے وَكَذٰلِكَ

اَلْقَى السَّامِرِيُّ (۲۰:۸۷) اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ (جب) تم اس (افواہ) کو اپنی زبانوں سے لے رہے تھے یعنی تمہاری زبانیں اس افواہ کو (ایک دوسرے سے) لیتی چلی جارہی تھیں۔ کہ تم اپنی زبانوں سے اس کا چرچا کر رہے تھے

= هَيِّنًا۔ ہلکی۔ معمولی۔ آسان۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْنٌ سے (باب نصر) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۲۴: ۱۷ = يَعِظُكُمُ اللّٰهُ۔ يَعِظُ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وَعْظٌ مصدر۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔

= لَعُوْدُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَوْدٌ مصدر (باب نصر) اصل میں تَعُوْدُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم پھر آؤ۔ تم پھر کرو۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر اسی قسم کی حرکت کبھی نہ کرنا۔

۲۴: ۱۹ = تَشِيْعَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ شُيُوْعٌ مصدر (باب ضرب) رکہ، وہ آشکار ہوئے۔ وہ فاش ہوئے۔ اس کا چرچا ہوئے۔

اَلشِّيَاعُ کے معنی ہیں منتشر ہونا۔ تقویت دینا۔ شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر ہو گئی اور زیادہ ہو گئی۔

= اَلْفَاحِشَةُ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بےحیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔ یہاں مراد زنا ہے۔ یا تہمت زنا ہے۔

= فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ متعلق بہ اَنْ تَشِيْعَ۔

۲۴: ۲۰ = وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ۔ جواب شرط محذوف ہے (ملاحظہ ہو ۲۴: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا تکرار مبالغہ کے لئے ہے اور مخاطبین کی توبیخ کے۔

۲۴: ۲۱ = خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ مضاف مضاف الیہ

خَطْوٌ اَخْطُوْ۔ کے معنی چلنے کے قدم اٹھانے کے ہیں۔ خَطْوَةٌ ایک بار قدم اٹھانا اَلْخُطْوَةُ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ اس کی جمع خُطُوٰتٌ ہے۔

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ یعنی شیطان کی اتباع نہ کرو۔ فَاِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطٰن کے لئے ہے۔

= اَلْمُنْکَرِ۔ بُرا کام۔ وہ قول یا فعل جس کو عقلِ سلیم بُرا جانتی ہو یا شریعت نے اسے بُرا قرار دیا ہو۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْکَارٌ مصدر۔
= مَا زَکٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پاک صاف نہ ہوا۔
= مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ۔ تم میں سے کوئی بھی۔
= اَبَدًا۔ کبھی بھی۔
= یُزَکِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزْکِیَۃٌ مصدر (باب تفعیل) وہ پاک کرتا ہے پاک قرار دیتا ہے۔

۲۲:۲۴ = لَا یَاْتَلِ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ (جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اِیْتِلَاءٌ (باب افتعال) اصل یَاْتَلِیْ تھا لَا کے آنے سے آخری حرف محرک ساکن ہو گیا۔ لام کے سکون سے ی گر گئی ی کی رعایت سے لام کا کسرہ بحال ہو گیا۔ لَا یَاْتَلِ وہ قسم نہ کھائیں۔ اَلْوَۃٌ۔ اَلِیَّۃٌ اور اَلِیٌّ قسم۔
= اُولُوا الْفَضْلِ۔ اُولُوا السَّعَۃِ۔ ای الزیادۃ فی الدین والزیادۃ فی المال۔ جو دین میں بلند مرتبہ کے مالک ہیں اور جو مال و دولت میں وسعت رکھتے ہیں۔
= اَنْ یُّؤْتُوْا۔ ای علی ان لا یؤتوا۔ او کراھۃ ان یؤتوا۔ (اس بات کی قسم کہ) وہ نہ دیں گے۔ یا دینے میں کراہت محسوس کریں۔
= لِیَعْفُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب۔ عَفْوٌ سے۔ چاہئے کہ وہ معاف کریں
= وَلْیَصْفَحُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب صَفْحٌ مصدر (باب فتح) چاہئے کہ وہ درگذر کریں۔

۲۳:۲۴ = یَرْمُوْنَ۔ ملاحظہ ہو ۶:۲۴
= لُعِنُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب لَعْنٌ مصدر (باب فتح) ان پر لعنت کی گئی وہ ملعون ہوئے۔ وہ رحمت سے دور کئے گئے۔

۲۵:۲۴ = یُوَفِّیْھِمُ اللّٰہُ۔ یُوَفِّیْ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوْفِیَۃٌ تفعیل سے مصدر۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَللّٰہُ فاعل۔ اللہ ان کو پورا پورا دے گا۔
= دِیْنَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یُوَفِّیْ کا مفعول ثانی۔ بمعنی جزا۔ ان کا بدلہ۔
اَلْحَقَّ۔ منصوب بوجہ صفت دِیْنَ موصوف کے۔ پورا پورا۔ واجب۔ جس کے

وہ مستحق ہیں یعنی اس روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا۔
= اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۔ یعنی ٹھیک ٹھیک صحیح فیصلہ کرنے والا۔ اور ہر امر کے پہلو کو بوضاحتِ تامہ بیان کرنیوالا۔
۲۶:۲۴ = مُبَرَّءُوْنَ ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مُبَرَّءٌ واحد۔ تَبْرِئَۃٌ (تفعیل) مصدر بری کئے ہوئے (اللہ کی طرف سے) بری قرار دیئے ہوئے ۔ بَرْءٌ وبَرَاءٌ کا اصل مفہوم کسی بُری بات اور امر مکروہ سے چھٹکارا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ ۔ میں تندرست ہوگیا اَبْرَأْتُہٗ مِنْ کَذَا میں نے اس کو تہمت سے بری کر دیا۔ بَرَاءَۃٌ بمعنی بیزاری جیسے بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۹: ۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان اسی مادہ سے اَلْبَارِئُ پیدا کرنے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
۲۷:۲۴ = تَسْتَاْنِسُوْا ۔ مضارع جمع مذکر حاضر استیناس (استفعال) جس کے معنی انس پکڑنے کے ہیں ۔ یعنی جب تک تم (اہل خانہ) سے انس (نہ) پیدا کرلو۔ تم ان سے اجازت نہ لے لو۔ تم ان سے اذن نہ لے لو ۔
= تُسَلِّمُوْا ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سلام (نہ) کرلو۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیل) سے بمعنی سلام کرنا۔
۲۹:۲۴ = جُنَاحٌ ۔ گناہ۔ جرم۔
اَلْجَنَاحُ پرندہ کا بازو۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ (۶: ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں پر اڑتا ہے۔ پھر کسی چیز کے دونوں جانب کو بھی جَنَاحَیْنِ کہتے ہیں۔ مثلاً جَنَاحَا السَّفِیْنَۃِ (سفینہ کے دونوں جانب یا جَنَاحَا الْاِنْسَانِ انسان کے دونوں پہلو۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ (۲۰: ۲۲) اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے لگالو۔
پھر جَنَحَ بمعنی مائل ہونا۔ ایک جانب کو مائل ہونا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے جَنَحَتِ السَّفِیْنَۃُ کشتی ایک جانب کو مائل ہوگئی ۔ اسی لئے ہر وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کردے اسے جناح کہاجاتا ہے پھر عام گناہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا
= غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ ۔ جس میں کوئی سکونت نہ رکھتا ہو۔ جس میں کوئی آباد نہ ہو۔
= فِیْھَا کا تعلق مَتَاعٌ لَّکُمْ جس میں تمہارا سامان ہو۔ اور ھَا کا مرجع بُیُوْتٌ ہے
= یَغُضُّوْا ۔ اس میں لام امر مقدرہ ہے۔ یعنی کلام یوں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ لِیَغُضُّوْا

مومنوں سے کہو چاہئے کہ وہ (اپنی آنکھیں) نیچی رکھیں ۔ یا یہ قُلْ کے جواب میں ہے اور مفعول القول مقدر ہے یعنی کہ کہا گیا ہے قل للمو منین غضّوا فان تقل لھم غضوا لغضوا۔ تم مومنوں سے کہو اپنی (نگاہیں) نیچی رکھو اگر تم ان سے کہو گے اپنی نگاہیں نیچی رکھو (تو) وہ اپنی (نگاہیں) نیچی رکھیں گے۔

اَلْغَضُّ آنکھوں کے ایک پپوٹے کا دوسرے پپوٹے پر منطبق ہو جانا۔ مراد نگاہوں کا جھک جانا

علامہ راغب اصفہانی المفردات میں رقمطراز ہیں:۔

الغَضُّ (نصر) کے معنی کمی کرنے کے ہیں خواہ نظر اور صورت میں ہو یا کسی برتن میں سے کچھ کم کرنے کی صورت میں ہو۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آواز کو کم کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۳۱:۱۹) اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا۔

= مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ مِنْ صلہ کے طور پر استعمال ہوا ہے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔

بعض کے نزدیک مِنْ تبعیضیہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ زائدہ ہے۔

= یَحْفَظُوْا۔ یَغُضُّوْا کی طرح یہاں بھی لام امر مقدرہ ہے ای لیحفظوا۔ چاہئے کہ وہ بچائیں۔ محفوظ رکھیں۔ (حرام سے)

= فُرُوْجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی شرم گاہیں۔ الفرج والفرجۃ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شگاف، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کشادگی کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

= اَزْكٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زَكَا یَزْكُوْ (باب نصر) زَكَاءٌ و زُكُوٌّ بمعنی پاک ہونا نیک ہونا سے اَزْكٰى زیادہ ستھرا۔ زیادہ پاک۔

۲۴: ۳۱ = لَا یُبْدِیْنَ۔ فعل نہی جمع مؤنث غائب اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر وہ ظاہر نہ کریں

= مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ مَا موصولہ ہے منھا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع زینۃ ہے وہ اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کریں سوائے زینت کے اس حصہ کے (جو اکثر عادۃً یا جبلۃً) کھلا ہی رہتا ہے (مثلاً چہرہ، ہتھیلیاں، پاؤں)

= وَلْیَضْرِبْنَ۔ لیضربن فعل امر۔ جمع مؤنث غائب ضَرْبٌ مصدر۔ یہاں ضَرَبَ بمعنی وَضَعَ ہے بمعنی رکھنا۔ جیسے ضَرَبْتُ بِیَدِیْ عَلَى الحائط۔ ای وضعتھا علیہ۔ میں نے دیوار پر ہاتھ رکھا۔ لِیَضْرِبْنَ چاہئے کہ وہ عورتیں ڈال لیں۔

= خُمُرِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی اوڑھنیاں۔ ان کی چادریں۔ خِمَارٌ کی جمع۔

= جُيُوْبِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے گریبان۔ جَيْبٌ کی جمع۔

لِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ چاہئے کہ وہ عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

= بُعُوْلَتِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کے شوہر۔ بُعُوْلَةٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جیسے کہ فَحْلٌ کی جمع فُحُوْلَةٌ ہے۔

= نِسَآئِهِنَّ۔ ان کی ہم مذہب عورتیں۔ مومن عورتیں۔ (کافرہ عورت شریعت میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے اس سے بھی پردہ واجب ہے)

= التّٰبِعِيْنَ۔ طفیلیوں کے طور پر رہنے والے مرد۔ جس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بچا کھچا کھانے کو پیچھے ہولیں۔ (خدمت گار، کیرے، غلام وغیرہ)

= اَلْاِرْبَةِ۔ کے معنی سخت حاجت کے ہیں جسے دور کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر کرنی پڑے۔ یہاں حاجت سے مراد حاجت نکاح ہے۔ اُولِی الْاِرْبَةِ۔ جن کو نکاح کی حاجت ہو۔ غَيْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ وہ جن کو نکاح کی حاجت نہ ہو۔

التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔ مردوں میں سے ایسے طفیلی جن کو حاجتِ نکاح نہ رہی ہو۔ (مدارِ حکم سلبِ حواس پر ہے نہ کہ تابع پر)

= لَمْ يَظْهَرُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب عَلٰى کے صلہ کے ساتھ۔ جو عورات النساء سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ یعنی ایسے بچے جو ابھی شہوانیت کے معنی ہی سے واقف نہ ہوئے ہوں یہ معنی نہیں کہ ابھی باقاعدہ بالغ نہیں ہوئے ہیں۔

= عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ چھپی باتیں۔ پردہ کی باتیں۔ عَوْرَةٌ کی جمع، العورة انسان کے مقامِ ستر کو کہتے ہیں مگر یہ کنایۃً معنی ہیں۔ اصل میں یہ عار سے مشتق ہے اور مقامِ ستر کھلنے سے بھی انسان کو عار محسوس ہوتی ہے اس لئے اسے عورت کہا جاتا ہے۔ عورت کو بھی عورت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے بے ستر رہنے کو باعث عار سمجھا جاتا ہے۔

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (ایسے لڑکے جو) عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔

العورة کے معنی کپڑے یا مکان وغیرہ میں شگاف کے بھی ہیں مثلاً جیسے قرآن مجید میں ہے کہ

اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَّمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ۔ (۳۳: ۱۳) کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔ یعنی ان میں جگہ جگہ رخنے پڑے ہوئے ہیں جن میں سے جو چاہے کسی وقت بھی اندر گھس سکتا ہے (یعنی غیر محفوظ ہیں)

= لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ۔ چاہئے کہ وہ نہ ماریں اپنے پاؤں (زور سے زمین پر) یعنی پاؤں زور سے مار مار کر نہ چلیں۔

۲۴: ۳۲ = اَلْاَیَامٰی۔ بغیر بیوی والے مرد۔ بغیر شوہر والی عورتیں اس کا واحد اَیِّمٌ ہے یعنی بے نکاحوں کا نکاح کرو

= اِمَآئِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لونڈیاں۔ اِمَاءٌ اَمَۃٌ کی جمع ہے اس کا عطف عِبَادِکُمْ پر ہے۔

= الصّٰلِحِیْنَ۔ یہاں صالحین سے مراد نیک اور مومن غلام وکنیزیں بھی ہو سکتا ہے اور ایسے غلام اور لونڈیاں جو خانہ داری کا بوجھ اٹھانے اور ازدواجی ذمہ داریاں نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

= یَکُوْنُوْا۔ فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ جمع مذکر غائب۔ اس میں تمام بغیر بیوی کے مرد بغیر خاوند کی عورتیں۔ صالحین غلام و لونڈیاں آگئیں۔ یعنی فقر و غربت ان کے نکاح میں حائل نہ ہو کیونکہ فقر و غنا مشیّت ایزدی پر منحصر ہے نکاح اس کا باعث نہیں۔

= یُغْنِھِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب (جس کا مرجع اللہ ہے) ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اللہ ان کو (اپنے فضل سے) غنی کر دے گا۔

= وَاسِعٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر۔ وسیع فضل والا۔ وسیع بخشش والا۔

ھو یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر حسبما تقتضیہ الحکمۃ والمصلحۃ

وہی کشائش رزق عطا کرتا ہے جس کو چاہے اور کم کرتا ہے جس کے لئے چاہے جیسا جیسا اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔

۲۴: ۳۳ = لِیَسْتَعْفِفْ۔ فعل امر، واحد مذکر غائب استعفاف (استفعال) مصدر وہ بچتا رہے۔ وہ پاکدامن رہے۔ اَلْعِفَّۃُ نفس میں ایسی حالت کا پیدا ہو جانا جس کے ذریعہ وہ غلبہ شہوت سے محفوظ رہے۔ اصل میں اس کے معنی تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے کے ہیں جو بمنزلہ عفافت یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

وَالَّذِیْنَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے غلاموں میں سے وہ لوگ جو.....

= يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ۔ ای یطلبون المکاتبۃ جو مکاتبت کے خواہاں ہوں۔
يَبْتَغُوْنَ مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ ابتغاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔

مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام اور آقا کے مابین اس معاہدہ کو کہتے ہیں جس میں غلام اپنے آقا سے کہے کہ میں اتنی مدت میں اتنی رقم ادا کروں گا یا میں فلاں خدمت انجام دوں گا تو مجھے اس کے بدلہ میں آزاد کیا جائے۔ معاہدہ کرنے والا غلام مکاتب کہلائے گا۔

= فَكَاتِبُوْهُمْ۔ پس تم ان سے مکاتبت کرلو۔

= اٰتُوْهُمْ۔ اٰتُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم دو۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع وہ غلام جو مکاتبت کے خواہاں ہوں۔

یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے یعنی جب ایسے غلام اپنے آقاؤں سے مکاتبت کرلیں تو تم ان کو شرط معاہدہ پورا کرنے میں مالی امداد کرو۔

= لَا تُكْرِهُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم جبر نہ کرو۔ تم مجبور نہ کرو۔ اِكْرَاهٌ (افعال) سے جس کا معنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جو اسے ناپسند ہو۔

= فَتَيٰتِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لونڈیاں۔ تمہاری باندیاں۔

فتاة واحد مؤنث۔ فَتًى۔ مذکر۔ نوجوان لڑکا۔ خادم۔ فتیات۔ نوجوان عورتیں لیکن یہاں لونڈیاں مراد ہیں۔

= اَلْبِغَاءِ۔ بَغْیٌ سے مشتق ہے۔ البغی کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا۔ خواہ تجاوز کرسکے یا نہ۔ بغی محمود اور مذموم۔ ہر دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ محمود مثلاً حد عدل و انصاف سے تجاوز کرکے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ یا فرض سے بڑھ کر تطوع بجالانا۔ باب افتعال سے قرآن مجید میں اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ (١٧: ٢٨) اپنے پروردگار کی رحمت کے انتظار میں۔ یا اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (٩٢: ٢٠) اپنے خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے۔

مذموم۔ مثلاً حق سے تجاوز کرکے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ قرآن مجید میں اکثر بَغٰى (باب ضرب و نصر) بمعنی مذموم ہی آیا ہے۔ جیسے يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (١٠: ٢٣) تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔ یا۔ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ (٤٩: ٩) اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو

زنا کو بھی بغی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔ البغاء ای الزنا۔ بغی زناکار۔ فاحشہ عورت۔ بَغَایَا زناکار عورتیں (جمع)
لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ۔ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو۔
= تَحَصُّنًا۔ پرہیزگاری۔ بچے رہنا۔ مصدر ہے (باب تفعّل) تَحَصُّنًا کے اصل معنی قلعہ بند ہونے کے ہیں۔ (حصن قلعہ) پھر اس کا استعمال ہر طرح کی حفاظت کے متعلق ہونے لگا یہاں پاک دامنی کے معنی میں آیا ہے۔
= لِتَبْتَغُوْا۔ لام تعلیل کا ہے۔ تَبْتَغُوْا جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تبتغون تھا۔ عامل کے آنے کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ (یہ) اس لئے کہ تم حاصل کر سکو۔ کہ تم چاہتے ہو۔
= عَرَضَ۔ مال و متاع۔ سامان۔ اسباب۔ مضاف، الحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ موصوف و صفت۔ مل کر مضاف الیہ۔ دنیوی زندگی کا سامان۔ یا فائدہ۔
وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ اور محض دنیوی زندگی کے عارضی فائدہ کی خواہش کے لئے اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اگر وہ اپنی عفت کو محفوظ رکھنا چاہتی ہیں۔
= يُكْرِهْهُنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِكْرَاهٌ (افعال) مصدر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ جو ان کو مجبور کرے گا۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ای فان اللّٰہ من بعد اکراھھن (لھن) غفور رحیم۔ سو اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے) بخشنے والا ہے بعض نے غفور لھم لیا ہے یعنی اگر انہوں نے توبہ کر لی تو خدا ان کو بخش دیگا بعض نے لھم و لھن کہا ہے لیکن اصح یہی لَهُنَّ ہے۔ حضرت ابن مسعود رض، جابر بن عبد اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت یہی ہے۔
قرآن حکیم میں اور جگہ ارشاد ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔ (۱۶: ۱۰۶) بجز اس صورت کے کہ اس پر زبردستی کی جائے درآں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو وہ عذاب سے مستثنیٰ ہے)
بعض نے اس کو یوں لیا ہے ومن یکرھھن (فعلیہ وبال اکراھھن لا یتعدی الیھن) فان اللّٰہ بعد اکراھھن غفور رحیم لَهُنَّ۔ جس نے ان کو مجبور کیا اس مجبوری کا بدانجام اسی پر ہو گا۔ ان پر نہیں پہنچے گا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے

کے بعد ان کے لئے بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔ لیکن یہ ظاہر سے ہٹ کر ہے اور بلا ضرورت متعدد اضمار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

٢۴ : ٣۴ = اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ۔ کے مندرجہ ذیل چار مفعول ہیں۔

(١) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مفعول لہٗ۔

(٢) اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ احکام و ہدایات کو واضح طور پر بیان کرنیوالی آیات۔

(٣) ان قوموں کی عبرتناک مثالیں جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں۔

(۴) متقیوں کے لئے نصیحت کی باتیں۔

٢۴ : ٣۵ = نُوْرُ۔ اگرچہ نور کی تعریف میں علماء بڑی دقیق بحثوں میں گئے ہیں لیکن آسان فہم اس سے مراد وہ تعریف ہے جو صاحب لسان العرب اور حضرت امام غزالیؒ نے کی ہے کہ:۔
نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

النُّوْرُ۔ وہ پھیلنے والی روشنی جو اشیاء کے دیکھنے میں مدد دیتی ہے اور یہ دو قسم پر ہے:۔

١۔ دنیوی۔ اور۔ ٢۔ اُخروی۔

نور دنیوی پھر دو قسم پر ہے:۔

١:۔ معقول۔ جس کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے یعنی امور الٰہیہ کی روشنی میں جیسے عقل۔ یا قرآن کی روشنی۔

٢:۔ محسوس۔ جس کا تعلق بصر سے ہے جیسے چاند سورج ستارے اور دیگر اجسام نیرّہ۔

چنانچہ نور الٰہی کے متعلق فرمایا:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۵ : ١۵) بیشک خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب تمہارے پاس آچکی ہے۔

اور نور حسّی کے متعلق فرمایا:۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ (١٠ : ١۵) وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور فرمایا:۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نور کا معنی ہادی بھی منقول ہے

= مِشْكٰوةٍ۔ اسم۔ وہ طاق جس میں چراغ رکھتے ہیں۔ چراغدان۔ ایسا طاق جو کہ دیوار کے آر پار نہ ہو بلکہ اس کی محض سامنے کی طرف کھلی ہو باقی تینوں اطراف سے بند ہو۔ مشکو مادہ

= مِصْبَاحٌ ۔ اسم آلہ۔ واحد مصابیح جمع ۔ چراغ صبح مادہ
= زُجَاجَۃٍ۔ شیشہ (کا فانوس)
= کَوْکَبٌ ۔ ستارہ۔ کَوَاکِبُ جمع ۔ ستارے ۔
= دُرِّیٌّ۔ درخشندہ ۔ چمکتا ہوا۔ یٌ نسبتی ہے دُرٌّ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی موتی کے ہیں۔ یعنی موتی کی طرح چمکدار۔
کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ۔ یہ زُجَاجَۃٌ کی صفت ہے یعنی وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے ۔
= یُوْقَدُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْقَادٌ مصدر (افعال) جو روشن کیا گیا ہے۔ وقد مادہ ۔ اَوْقَدَ یُوْقِدُ ۔ چراغ جلانا۔ آگ جلانا۔ وقودٌ ایندھن
= شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ۔ مبارکۃٍ۔ صفت ہے شَجَرَۃٌ کی۔ مبارک بوجہ کثیر المنافع ہونے کے ۔کہ اس کا تیل نسبتاً زیادہ صاف ۔کم دھواں دینے والا۔ زیادہ روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ یا اس سے مراد ملک شام کے درخت (زیتون) سے ہے اور شام بابرکت تختۂ زمین ہے جہاں ستر نبی پیدا ہوئے۔ زَیْتُوْنَۃٍ بدل ہے شَجَرَۃٍ کا
= لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ (جو) نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے
اس جملہ کے علماء نے متعدد معانی لئے ہیں۔
(۱) نہ اس کے جانب شرقی میں کوئی آڑ ہے اور نہ جانب غربی میں۔ اس کا فیض شرق و غرب کے ساتھ مخصوص نہیں۔ کوئی جانب اس سے خالی نہیں وہ مقید کسی جہت کے ساتھ نہیں ۔ (تفسیر ماجدی)
(۲) جو کھلے میدان میں یا اونچی جگہ واقع ہو۔ جہاں صبح سے شام تک اس پر دھوپ پڑتی ہو کسی آڑ میں نہ ہو کہ اس پر صرف صبح کی یا صرف شام کی دھوپ پڑے ۔ (تفہیم القرآن)
(۳) نہ ایسا درخت کہ اس پر ہر وقت دھوپ پڑتی رہے اور نہ ایسا کہ ہر وقت وہ سایہ میں رہے اور کبھی دھوپ پڑے ہی نہ۔ بلکہ ایسا کہ مناسب وقت میں دھوپ میں ہو اور مناسب وقت کے لئے سایہ میں۔ (ابو حیان۔ کذا فی روح المعانی)
(۴) بمعنی الشامی ۔ یعنی ملک شام کا کہ یہ ملک کرۂ ارض کے وسط میں ہے (کذا فی الخازن)
(۵) یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شجر دنیا کے اشجار میں سے نہیں کیونکہ دنیا کے درختوں میں سے تو یا شرقی ہوگا یا غربی۔
لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ یہ جملہ زیتونۃ کے موضع صفت میں ہے۔

= یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ۔ یُضِیْٓءُ مضارع واحد مذکر غائب اضاءۃ (افعال) مصدر قریب ہے کہ بھڑک اُٹھے۔ یا جل اُٹھے۔ یعنی یوں معلوم دیتا ہے کہ ابھی جل اٹھے گا۔
زَیْتُھَا مضاف مضاف الیہ اس کا تیل ھا ضمیر کا مرجع شجرۃ زیتونۃ ہے
= لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ۔ لَمْ تَمْسَسْ مضارع نفی حجد بلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع زیت ہے (اگرچہ) آگ اسے چھوئے بھی نہ۔
= نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ نور کے اوپر نور۔ نور در نور۔ چند در چند نور۔

مثال میں انتہائی تیز روشنی کے چراغ کا تصور دیا گیا ہے۔ چراغ کو انتہائی صاف اور روشن فانوس میں رکھا گیا ہے۔ جو موتی کی طرح چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ پھر اسے ایک ایسے طاق میں رکھا گیا ہے جو تین اطراف سے بند ہو اور صرف سامنے کی طرف ہی کھلا ہو یعنی اس کی روشنی چاروں طرف بکھرنے نہ پائے بلکہ ایک ہی طرف مرکوز ہو۔ پھر اس چراغ میں ایسا تیل ہو جو زیتون کے درخت کا ہو (زیتون کا تیل سب تیلوں سے زیادہ صاف شفاف اور خوبیوں والا شمار ہوتا ہے) اور وہ زیتون کا درخت بھی ایسا کہ جو نہ شرقی ہو اور نہ غربی اور اپنی خوبیوں کے انتہائی درجہ میں ہو کہ بغیر آگ دکھائے یوں معلوم ہو کہ ابھی بھڑک اٹھے گا۔ پس ایسے چراغ کی روشنی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوگی۔

اس تمثیل کی مفسرین نے مختلف تاویلیں کی ہیں جو کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں

= لِنُوْرِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ لِنُوْرِہٖ ای الی نُوْرِہٖ
۲۴:۳۶ = فِیْ بُیُوْتٍ۔ ای ذٰلک المصباح یُوْقَدُ فِیْ بُیُوْتٍ۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے (ان) گھروں میں۔ یہاں بیوت سے مراد مساجد ہیں۔
= اَذِنَ۔ ای اَمَرَ۔ اس نے حکم دیا۔ اِذْنٌ مصدر۔ باب سمع۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= فِیْھَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع بیوت اور اسمہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
= تُرْفَعَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب (کہ) وہ بلند کی جاتے۔ اوپر اٹھانا۔ اوپر اٹھانے سے مراد عمارت کو اٹھانا بھی ہو سکتا ہے جیسے اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل (۲: ۱۲۷) اور جب (حضرت) ابراہیم اور (حضرت) اسماعیل (علیہما السلام) خانہ (کعبہ) کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔

اور اس کا مطلب مرتبہ کی بلندی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (۶:۸۳)
ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔
آیت ہذا میں بھی دونوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ رفع حقیقی بھی یعنی ان گھروں کی (یعنی مسجدوں کی) عمارت کو بلند کیا جائے۔ یا رفع معنوی کہ ان گھروں کی تعظیم کی جائے اور وہاں کوئی ایسا فعل نہ کیا جائے جو ادب کے منافی ہو۔
اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔ بُيُوْتٌ کی صفت ہے جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور اس کا نام لیا جائے۔
= يُسَبِّحُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل رِجَالٌ (آیۃ ۳۷) ہے تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پاکی بیان کرتے ہیں۔ آیۃ ہذا میں عام اہل تفسیر نے اس سے مراد نماز پڑھنا لیا ہے۔
= اَلْغُدُوُّ۔ اَلْغُدْوَةُ کی جمع ہے۔ الغُدْوَةُ وَالغَدَاةُ کے معنی دن کا ابتدائی حصہ کے ہیں۔
= اَلْاٰصَالُ۔ یا اُصُلٌ کی جمع ہے جس کا معنی شام کے وقت کے ہیں۔ یا یہ اَصِيْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کے ہیں۔
— بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ بمعنی صبح و شام ہے اور یہی معنی (۷ : ۲۰۵) میں مراد ہیں۔
۲۴ : ۳۷ = رِجَالٌ۔ اس کا تعلق جملہ سابقہ (آیت ۳۶) سے ہے۔ ای يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ۔ ان (مساجد) میں (مومن) مرد صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں
= لَا تُلْهِيْهِمْ۔ لَا تُلْهِيْ مضارع منفی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع تجارۃ ہے) اَلْهَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے وہ غافل نہیں کرتی۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع رِجَالٌ ہے وہ ان کو نہیں روکتی یا وہ ان کو غافل نہیں کرتی۔
لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ یہ صفت رِجَالٌ کی ہے۔ یعنی ایسے مرد مومن جن کو تجارت اور بیع (ذکر اللہ۔ اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ) غافل نہیں کرتی۔
اگرچہ تجارت ہر دو خرید و فروخت کو مشتمل ہے لیکن بیع (فروخت) کو علیحدہ لایا گیا ہے یہ اس لئے کہ فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں مزید لالچ موجود ہوتا ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو جداگانہ بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ نقد کا لالچ (بیع کی صورت میں) بھی ان کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا۔
یہ رِجَالٌ کی صفت ہے۔

= اِقَامَ۔ اقامۃٌ (افعال) مصدر سے ہے تاء کو بوجہ تخفیف حذف کر دیا گیا۔ قائم رکھنا
= اِیْتَاء۔ دینا۔ عطا کرنا۔ بروزن افعال مصدر سے ہے۔
= یَخَافُوْنَ ...... الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ یہ بھی رجالٌ کی صفت ہے۔
= یَوْمًا۔ ای یوم القیامۃ۔ فعل یخافون کا مفعول ہے۔ مضاف مقدرہ کا مضاف الیہ ہے ای عقاب یوم۔ ڈرتے ہیں یوم قیامت کے عذاب سے۔
= تَتَقَلَّبُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَقَلُّبٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔
وہ پھر جاتی ہے۔ وہ پھر جائے گی۔ وہ پلٹتی ہے یا پلٹ جائے گی۔ یہاں بمعنی جمع (قلوب کے لئے) آیا ہے تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ۔ ای تنقلب القلوب من الخوف فترجع الی الحنجرۃ۔ دل ڈر کے مارے حلق میں اٹک جائیں گے۔ والابصار۔ ای وتنقلب الابصار من ھول الامر و شدتہ۔ اور امر واقع کی شدت اور خوف سے تاڑے لگ جائیں گی!

۳۸:۲۴ = لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ۔ لام علت اور سبب بیان کرنے کے لئے ہے اور اس کا تعلق يُسَبِّحُ۔ لَا تُلْهِيْهِمْ اور لَا يَخَافُوْنَ سب سے ہے۔
يَجْزِيَ مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَللّٰهُ فاعل۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔
= اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے اس کا تعلق مَا عَمِلُوْا سے بھی ہو سکتا ہے (کہ اللہ انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے) اس صورت میں عَمِلُوْا سے مراد عام عمل بلا تخصیص ہوگا۔ ورنہ تسبیح۔ ذکر اللہ۔ اقام الصلوٰۃ۔ ایتاء الزکوٰۃ۔ تو از خود جزائے خیر کے مستحق ہیں
یا اس کا تعلق جزاء سے ہے ای لیجزیھم احسن جزاء عملھم۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزاء دے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (۴: ۴۰) اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دگنا کر دیگا اور اپنے پاس سے اجر عظیم دے گا۔
یا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (۲: ۲۶۱) اور اللہ جسے چاہے افزونی دیتا رہتا ہے،
= يَزِيْدَ هُمْ۔ ای وَلِيَزِيْدَ هُمْ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

۳۹:۲۴ = كَسَرَابٍ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ سَرَابٌ (شدتِ گرما میں دوپہر کے وقت) بیابان

میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بظاہر دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے پانی بہہ رہا ہو۔ پھر اس سے ہر بے حقیقت چیز کو تشبیہ کے طور پر سَرَابٌ کہا جاتا ہے۔ کَسَرَابٍ۔ سراب کی طرح۔

= قِیْعَۃٍ۔ اَلْقِیْعَۃُ ہموار میدان۔ صحرا۔ دشتِ بے آب۔ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَۃٍ جیسے میدان میں سراب۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا (۷۸ : ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو کر رہ جائیں گے۔

= الظَّمْاٰنُ۔ ظَمِئَ یَظْمَأُ کا مصدر ہے۔ لیکن یہاں بروزن فَعْلَانٌ صیغہ صفت آیا ہے۔ یعنی پیاسا۔ تشنہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاِنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْہَا وَلَا تَضْحٰی (۲۰ : ۱۱۹) اور تو نہ وہاں پیاسا ہے اور نہ دھوپ کھائے۔ ظ م ء مادہ

= جَآءَہٗ۔ ای جاءَ الٰی مَا توھّمَ انہ ماءٌ۔ وہ اس کے پاس آیا جسے وہ پانی خیال کرتا تھا۔ یا ہٗ ضمیر سے مراد موضع سراب ہے۔ وہ جگہ جہاں اسے پانی نظر آتا تھا۔

= لَمْ یَجِدْہُ۔ میں بھی ہٗ ضمیر کا مرجع پانی ہے یا موضع سراب۔

= شَیْئًا۔ یا تو ہٗ ضمیر کے بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا لَمْ یَجِدْ کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے۔ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا اسے کچھ بھی نہ پایا۔

= وَوَجَدَ اللّٰہَ۔ اس کا عطف جملہ لَمْ یَجِدْ پر ہے اور یہ تشبیہ میں ہی شامل ہے

= عِنْدَہٗ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع ظَمْاٰنُ ہے یا موضع سراب ہے۔ اپنے پاس۔ جائے سراب پر۔ وَوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ۔ اور وہاں اس کے پاس (جائے سراب کے پاس) یا اپنے سامنے۔ اپنے نزدیک۔ اللہ کو پایا۔ (یعنی تڑپ کر مر گیا اور اپنے آپ کو اللہ کے حضور پایا۔)

= فَوَفّٰـہُ حِسَابَہٗ۔ سو اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا۔

وَفّٰی یُوَفِّیْ تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔

= سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بہت ہی جلدی حساب کر دینے والا۔

۲۴ : ۴۰ = اَوْ کَظُلُمٰتٍ۔ اَوْ حرف عطف۔ کَظُلُمٰتٍ معطوف۔ کَسَرَابٍ معطوف علیہ یہ کفار کے اعمال کی دوسری مثال ہے ک حرف تشبیہ۔ ظُلُمٰتٌ تاریکیاں۔ اندھیرے۔ ظُلْمَۃٌ کی جمع۔ ظلمت کہتے ہیں روشنی کے نہ ہونے کو۔ اس کی ضد نور ہے۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (۲ : ۲۵۷) وہ (اللہ) ان کو اندھیروں سے

اجالے میں نکال لاتا ہے۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ تا مجرور بوجہ ک حرف جار کے ہے جیسے کَسَرَابٍ ۔ یا ان (کفار) کے اعمال ایسے اندھیروں کی مانند ہیں۔

= لُجِّيٍّ ۔ یائے نسبتی ہے جس کی نسبت بَحْرٍ سے ہے۔ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ بہت پانی والا دریا۔ اللجاج مصدر (باب ضرب وسمع) کے معنی کسی ممنوع کام کے کرنے میں بڑھتے چلے جانے کے اور اس پر ضد کرنے کے ہیں۔ مثلاً بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۔ (۶۷ : ۲۱) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

لُجَّةُ الْبَحْرِ ۔ سمندر کی موجوں کا تلاطم (اُٹ کا باہر آنا اور پلٹنا)

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ۔ صفت موصوف ۔ بہت پانی والا دریا۔ عمیق۔ ایسا سمندر جو نہایت عمیق اور متلاطم ہو

بحر الذی لا یدرک قعرہ ۔ ایسا سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو سکے۔

= يَغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ ۔ يَغْشٰهُ مضارع واحد مذکر غائب غشی (باب سمع) مصدر اس پر چھا رہی ہو۔ اس کو ڈھانکے ہوئے ہو۔ يَغْشٰى میں ضمیر مضارع برائے مَوْجٌ ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب بَحْرٍ کے لئے ہے۔

مِنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ اس پر ایک دوسری موج۔

= مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ (پھر) اس موج پر بادل۔

= ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اندھیرے (جو تہہ درتہہ) ایک دوسرے پر امڈے چلے آرہے ہوں

= لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۔ لَمْ يَكَدْ مضارع نفی جحد بلم۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جس کا مرجع يَدَهٗ ہے۔

فَمَا لَهٗ نُوْرٌ ۔ اس کی کیفیت آیۃ ۳۵ میں ملاحظہ ہو اور کفار اور ان کے اعمال کا بیان آیۃ ہذا میں ملاحظہ ہو۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۔

تفسیر حقانی میں ہے بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ۔ یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق سمندر کی تہہ میں (بوجہ گہرائی اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہو تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھنگھور گھٹا ہوتی ہے تو انتہا درجہ کا اندھیرا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے ہاتھ بہت قریب سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح کفار تین اندھیروں میں مبتلا ہیں۔

اوّل = اعتقاد کی ظلمت جو بحر عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات شہوت کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔

دوم قولِ بد کی ظلمت جو ان کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔
سوم عمل بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔
یا۔ اس کے قلب اور سمع وبصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔
یا۔ کافر کو جو اپنے کفر پر اصرار ہے اس ظلمات متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلمات متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافر جو ان اندھیریوں میں مبتلا ہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ ہی اندھیریوں سے نہ نکالے اور نور میں نہ لائے تو اسے کون نکال سکتا ہے اور نور میں لا سکتا ہے۔
اسی لئے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔
۲۴: ۴۱ = وَالطَّيْرُ۔ معطوف ہے اس کا عطف مَنْ پر ہے۔ طَيْرٌ۔ طائر کی جمع ہے۔ جیسے صحب جمع صاحب کی اور رکبٌ راکبٌ کی جمع ہے۔ طیرٌ کی جمع طیورٌ آتی ہے۔
بعض کے نزدیک طیرٌ واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
= صٰٓفّٰتٍ۔ صف بستہ۔ پرا باندھے۔ پرا باندھے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَافَّةٌ واحد۔ صٰٓفّٰتٍ حال ہے الطَّيْرُ کا۔ صٰٓفّٰتٍ صف بستہ۔ کئی جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ (۲۰: ۶۴) پھر قطار باندھ کر آؤ۔ یا وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (۳۷: ۱) قسم ہے صف بستہ جماعتوں کی۔
صَفَّ يَصُفُّ۔ (باب نصر) صَفٌّ وصَفَفٌ پرواز کے دوران پرندے پروں کو پھیلانا۔ (الفرائد الدریہ) صٰٓفّٰتٍ۔ ای صافات اجنحتها۔ اپنے پروں کو پھیلائے۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ۔ (۶۷: ۱۹) کیا وہ نہیں دیکھتے اپنے اوپر پرندوں کو کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں سمیٹ بھی لیتے ہیں۔
كُلٌّ۔ ای کل واحد مِنْهُمْ۔ علم کی ضمیر فاعل كُلٌّ کی طرف راجع ہے اور اسی طرح صَلَاتَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بھی كُلٌّ ہے
۲۴: ۴۲ = مُلْكُ۔ بادشاہی۔ مضاف السَّمٰوٰتِ والارْضِ۔ مضاف الیہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت۔
= المصیر۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ صَارَ يَصِيْرُ صَيْرٌ وصيرورة ومَصِيْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ لہٰذا المصیر مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان بھی۔
۲۴: ۴۳ = يُزْجِيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِزْجَاءٌ (افعال)، مصدر۔ التزجية

(باب تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ وہ چل پڑے۔ مثلاً پچھلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا۔ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ (۱۷: ۶۶) جو تمہارے لئے (سمندروں میں) جہازوں کو چلاتا ہے۔

اسی سے ہے رَجُلٌ مُزْجًی۔ ہنکایا ہوا آدمی۔ یعنی کمزور۔ ذلیل آدمی۔

= یُؤَلِّفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تالِیْفٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ ملا دیتا ہے۔ وہ اکٹھا کر دیتا ہے۔ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ۔ پھر (اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو) باہم اکٹھا کر دیتا ہے

ای یؤلف بین اجزاء السحاب۔

= رُکَامًا۔ ای متراکمًا تہ بہ تہ۔ بعضہ فوق بعض۔ ایک دوسرے کے اوپر

اسم مفعول ہے (تہ بہ تہ بادل) رَکَمَ یَرْکُمُ (باب نصر) تہ بہ تہ کرنا۔ ڈھیر لگانا۔

= اَلْوَدْقَ۔ اسم، بارش۔ سخت بارش۔ دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے وَ یَجْعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ۔(۳۰: ۴۸) اور وہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے۔

= خِلٰلِہٖ۔ اس کے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سَحَابًا ہے۔ الخَلَلُ دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔ اور فاصلہ کو کہتے ہیں۔

مثلاً بادلوں کے درمیان کا فاصلہ۔ گھروں کے درمیان کا فاصلہ۔ جیسے آیہ ہذا (بادلوں کے لئے) اور گھروں کے متعلق فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ (۱۷: ۵) اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وَ فَجَّرْنَا خِلٰلَھُمَا نَھَرًا۔ (۱۸: ۳۳) اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک ندی جاری کر رکھی تھی۔

= یُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِیْلٌ (تفعیل) مصدر وہ نازل کرتا ہے برساتا ہے۔

= مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے۔

= بَرَدٍ۔ اولے۔

یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْ بَرَدٍ۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ:۔ مِنَ الجبال، من برد۔ میں مِنْ دونوں جگہ زائد ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ای ینزل من السماء بردًا یکون کالجبال۔ یعنی آسمان سے برف اتارتا ہے جو کہ پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ (یعنی اتنی کثرت سے برستی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ برف کے پہاڑ

ہیں جو آسمان سے اتر رہے ہیں۔

صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں:۔

سماء کے لغوی معنی پر حاشیے کئی بار گذر چکے۔ (بلند سائبان اور چھت پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہاں مراد ابر ہے۔ من جبال عربی محاورہ میں کثرت وعظمت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ مثلاً کثرت علم کے موقعہ پر عندہ جبال من العلم اور کثرت زر کے موقع پر فلان یَمْلِکُ جبالاً من ذھب (بحر) اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں اس کے پاس تو سونے کے پہاڑ ہیں۔

زجاج نحوی کا قول نقل ہوا ہے کہ:۔

من جبال۔ یہاں کالجبال کے معنی میں ہے حرف تشبیہ ک محذوف ہے ...... من السماء میں من ابتدائے غایت کا ہے اور مِنْ جِبَالٍ تبعیض کا ہے اور من بَرَدٍ میں مِنْ تبیین جنس کا ہے۔

انہوں نے اس فقرہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے۔

= یُصِیْبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اصابة مصدر (باب افعال) وہ پہنچاتا ہے وہ برساتا ہے۔

= یَصْرِفُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کو پھیر دیتا ہے۔ وہ اس کو ہٹا دیتا ہے۔ فیصیب بہٖ اور یصرفہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب برد کے لئے ہے۔

سَنَا۔ چمک دار روشنی، بجلی کی چمک۔ یا آگ کی چمک۔ ہر تیز روشنی۔

بَرْقِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سحاب ہے۔

یَکَادُ۔ یَذْھَبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قریب ہے کہ لیجائے۔

اَلْاَبْصَارَ آنکھوں کی بینائی۔

۴۴ = یُقَلِّبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تقلیبٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ بدل کرتا ہے۔ وہ الٹا پلٹتا ہے۔

۴۵ = دَآبَّۃٍ۔ جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ دَبَّ۔ یَدِبُّ۔ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

اس میں ۃ وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابُّ ہے۔
۲۴: ۴۷ = یَتَوَلّٰی مضارع واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر وہ پیٹھ پھیر لیتا ہے
۲۴: ۴۸ = دُعُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ بلائے گئے۔ ان کو بلایا گیا۔ دُعَاءٌ سے (باب نصر)
= مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ منہ موڑنے والے۔ رُخ گردانی کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔
۲۴: ۴۹ = مُذْعِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِذْعَانٌ (افعال) مصدر جس کے معنی کسی کا مطیع و منقاد ہو جانے کے ہیں۔ بڑے مطیع و فرمانبردار ہوکر۔ سرِ تسلیم خم کئے اچلے آتے ہیں
۲۴: ۵۰ = اِرْتَابُوْا۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب وہ شک میں پڑے رَیْبٌ مادہ۔ شک سے مراد نبوت و رسالت سے شک۔
= اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ۔ یَحِیْفَ مضارع معروف (منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب کہ وہ ظلم کرے گا۔ حیفٌ مصدر (باب ضرب) الحَیْف فیصلہ کرنے میں ایک طرف جھک جانا۔ انصاف نہ کرنا۔
۲۴: ۵۱ = اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ میں قَوْلَ کَانَ کی خبر ہے بدیں وجہ منصوب ہے، اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اسم ہے کَانَ کا۔ ہم نے سُن لیا۔ ہم نے مان لیا۔ یہ قول ہے مومنوں کا جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف ان کے مابین فیصلہ کے لئے بلایا جائے
= لِیَحْکُمَ لام تعلیل کا ہے یَحْکُمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع رَسُوْل ہے۔
۲۴: ۵۲ = یُطِعْ۔ اَطَاعَ یُطِیْعُ (افعال) اطاعۃ سے۔ مانتا ہے فرمانبرداری کرتا ہے اطاعت کرتا ہے۔ یَخْشَ۔ خَشِیَ۔ یَخْشٰی (باب سمع) خشیۃ سے وہ ڈرتا ہے اور یَتَّقِ۔ اتقٰی یتقی اتقاء (افتعال) سے وقی مادہ۔ خوف کھاتا ہے۔ ڈرتا ہے۔ بچتا ہے (نافرمانی سے) ہر سہ مضارع مجزوم بوجہ جملہ شرطیہ ہونے کے مَنْ یہاں شرطیہ ہے بصیغہ واحد مذکر غائب ہیں۔ یَتَّقْہِ میں ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اللہ کے لئے ہے یعنی جو اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔
۲۴: ۵۳ = اَقْسَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْسَامٌ (افعال) مصدر وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ یہاں

ماضی بمعنی مضارع مستعمل ہے) یہاں بھر اشارہ منافقوں کی طرف ہے۔
= جَهْدَ۔ تاکید پوری کوشش۔ طاقت، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ (فتح) کا مصدر ہے کیونکہ مصدر فعل محذوف کی تاکید میں آیا ہے لہٰذا منصوب ہے۔ جَهْدُ الْيَمِيْنِ اى بلوغ غايتها انتہائی شدومد سے۔ جیسے کہتے ہیں جَهْدُ نَفْسِهٖ اپنی طاقت ووسعت کے ساتھ۔ اَقْسَمُوْا بِاللهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ وہ انتہائی زور شور سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں
= لَيَخْرُجُنَّ۔ جوابِ خبر ہے۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ جمع مذکر غائب وہ ضرور بالضرور نکل پڑیں گے۔ نکلنا سے مراد یا جہاد کے لئے یا گھر بار چھوڑ کر۔
= طاعة معروفة۔ خبر۔ مبتدا محذوف۔ اى طاعتكم طاعة معروفة۔ تمہاری اطاعت وفرمانبرداری معلوم ہے۔ یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔ ان کو قسم کھانے سے منع کرنے کے لئے۔
یا تقدیر کلام یوں ہے۔ اى المطلوب منكم طاعة معروفة لا اليمين۔ مطلوب تم سے محض اطاعت ہے نہ کہ بڑی بڑی قسمیں کھانا۔
۲۴: ۵۴ = فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ۔ اى على الرسول عليه الصلوٰة والسلام۔ اس کے ذمہ ہے۔ حُمِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَحْمِيْلٌ مصدر۔ اٹھوایا گیا۔ بوجھ رکھا گیا۔ اس کے ذمہ وہی بوجھ ہے جو اس پر بار کیا گیا۔ یعنی وہ اسی کا ذمہ دار ہے جس کا وہ مکلف کیا گیا جس کا بار اس پر رکھا گیا۔ ما موصولہ ہے بمعنی الَّذِيْ۔
= اِنْ تُطِيْعُوْهُ۔ شرط۔ تَهْتَدُوْا جواب شرط۔ ہٗ ضمیر کا مرجع الرَّسُوْل ہے۔
= وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ۔ میں مَا نافیہ ہے۔
= اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت۔ التبليغ الموضح۔ (خدائی احکام کا) وضاحت کے ساتھ (مخاطبین تک) پہنچا دینا۔
۲۴: ۵۵ = مِنْكُمْ۔ اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ہے اور مِنْكُمْ میں مِنْ بیان کے لئے ہے بعض کے نزدیک خطاب مہاجرین سے ہے۔ اور مِنْ تبعیضیہ ہے۔
= وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے۔
= لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ مضارع تاکید بہ لام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب جس کا مرجع اسم موصول الَّذِيْنَ ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّ میں ضمیر فاعل

اللہ کی طرف راجع ہے وہ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا۔ وہ ضرور ان کو حکومت عطا کرے گا۔
استخلاف (استفعال) مصدر۔ لیستخلفنھم بمنزلہ وَعَدَ کے مفعول کے ہے۔
= وَلَيُمَكِّنَنَّ۔ مضارع تاکید بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب. تَمْكِيْنٌ مصدر (باب تفعیل) وہ ضرور ہی جمائے گا، وہ ضرور ہی مستحکم کردیگا۔ اس کا عطف لیستخلفنھم پر ہے اور یہ بھی بمنزلہ مفعول وَعَدَ کے ہے دِيْنَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر يُمَكِّنَنَّ کا مفعول ہے اور هُمْ مفعول لہٗ ہے۔
= اِرْتَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِرْتِضَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے پسند کیا۔
= وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ۔ مضارع تاکید بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب وہ ضرور بدل دے گا (ان کے لئے) وہ ضرور ہی ان کو بدلہ میں دیگا۔ تبدیل (تفعیل) مصدر۔
= يَعْبُدُوْنَنِيْ۔ مضارع جمع مذکر غائب نوَن وقایہ یَ متکلم کے لئے۔
وہ میری عبادت کریں گے۔ یہ الَّذِيْنَ سے حال ہے۔ بایں حالیکہ وہ میری عبادت کیا کریں گے۔
لَا يُشْرِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ (میرے ساتھ کسی اور کو) شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہ بھی الذین سے حال ہے۔
= شَيْئًا۔ نصب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔
٢۴: ۵٧ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ فعل نہی بانون تاکید واحد مذکر حاضر۔ تو ہرگز خیال نہ کر۔
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مفعول۔ تو ہرگز خیال نہ کر کہ کافر لوگ۔
= مُعْجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ہرا دینے والے۔ عاجز بنا دینے والے۔ یعنی اللہ کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے والے۔
= مَاْوٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔ اَوٰى يَاْوِيْ (ضرب) کا مصدر ہے یہاں اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع الذین کفروا ہے۔
= المصیر۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان
٢۴: ۵٨ لِيَسْتَاْذِنْكُمْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ يَسْتَاْذِنُ میں صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے لیکن جمع مذکر غائب کے لئے استعمال ہوا ہے چاہیئے کہ وہ تم سے اجازت لے لیا کریں۔

(۱) اَلَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔ یعنی تمہارے مملوک۔ غلام۔ ملازم۔

(۲) وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ۔ اور تم میں سے وہ جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے۔

= اَلْحُلُمَ۔ الحلم کے معنی نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لے لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لیا جاتا ہے۔

حَلُمَ يَحْلُمُ (باب کرم) حِلْمٌ درگذر کرنا۔ بردبار ہونا۔ حَلِيْمٌ صفت۔ مؤنث حَلِيْمَۃٌ

حَلَّمَ (تفعیل) اور تَحَلَّمَ (تفعل) بردبار بنا دینا۔

سنّ بلوغت کو بھی حلم کہا جاتا ہے کہ اس عمر میں عام طور پر عقل وتمیز آجاتی ہے۔

حَلَمَ يَحْلُمُ (نصر) فِيْ نَوْمِہٖ۔ خواب دیکھنا۔ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲: ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔ حُلُمٌ بروزن عُنُقٌ۔ خواب میں جماع کرنا۔ اسی سے احتلام ہے۔

= ثَلٰثَ مَرّٰتٍ۔ ای ثلاث اوقاتٍ فی الیوم واللیلۃ۔ یعنی رات اور دن کے تین اوقات میں۔

= تَضَعُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر مضارع معروف وَضْعٌ مصدر (باب فتح) تم اتار کر رکھتے ہو جیسے وضعت المراۃ خمارھا۔ عورت کا اوڑھنی اتارنا۔ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ۔ جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو۔

= الظَّهِيْرَةِ۔ دوپہر۔ وقت ظہر۔ ٹھیک دوپہر میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ ظھیرۃ کہلاتی ہے۔ سردیوں میں دوپہر کو ظھیرۃ نہیں بولتے۔ قرآن حکیم میں اس سے قیلولہ کا وقت مراد ہے!

= ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ۔ تین اوقات پردے کے۔ بَعْدَهُنَّ میں ضمیر جمع مؤنث غائب انہیں تین اوقات کی طرف راجع ہے۔

= طَوّٰفُوْنَ۔ طوفٌ اور طَوَافٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے جمع مذکر۔ بہت پھرتے رہنے والے، کثرت سے آنے جانے والے۔ زیادہ چکر کاٹنے والے۔ یہاں مراد لونڈی، غلام، خادم ہیں جو گھروں سے اندر باہر چکر کاٹتے رہتے ہیں۔

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ انہیں تمہارے پاس اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ اور تمہیں ایک دوسرے کے پاس آنا جانا ہوتا ہے۔ ای طوافون علیکم وطوافون بعضکم علی بعض۔

طوافون علیکم میں طوافون سے مراد مملوک اور نابالغ جن کا ذکر شروع آیۃ میں آیا ہے۔
۲۴: ۵۹ = مِنْ قَبْلِهِمْ. ان سے قبل (کے لوگ) یعنی جیسے ان کے بڑے (اجازت لے کر آتے ہیں) ای کما استاذن الذین بلغوا الحلم من قبلھم۔
۲۴: ۶۰ = اَلْقَوَاعِدُ. القاعد کی جمع ہے بمعنی وہ عمر رسیدہ عورتیں جو نکاح، حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہوں اور ان کی خواہش نفسانی بالکل ختم ہو چکی ہو۔ القاعد میں تار تانیث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا۔ اسی طرح حوامل کی واحد حامل ہے حاملۃ نہیں ہے
بیضاوی نے القواعد کے معنی کئے ہیں اللاتی قعدن عن الحیض و الحمل۔ جو حیض وحمل ترک کر چکی ہوں (بوجہ بڑھاپے کے) الخازن میں ہے اللاتی قعدن عن الحیض والولد (جو بڑھاپے کی وجہ سے) حیض کو اور جننے کو ختم کر چکی ہوں۔
قعدہ قیام کی ضد ہے۔ المقعد۔ بیٹھنے کی جگہ۔ قاعدین بیٹھنے والے۔ جیسے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (۴:۹۵) خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے۔
القاعدۃ جس کی جمع بھی القواعد ہے عمارت کی بنیاد کو کہتے ہیں۔
= لَا يَرْجُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ امید نہیں رکھتی ہیں۔ وہ آرزو نہیں رکھتی ہیں۔
رِجَاءٌ مصدر۔
= نِكَاحًا۔ مصدر بمعنی ازدواج۔ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا۔ جن کو خواہش ہی نہ ہو نکاح کرنے کی (بڑھاپے کی وجہ سے)
= اَنْ يَّضَعْنَ۔ يَضَعْنَ مضارع جمع مؤنث غائب وَضْعٌ مصدر (باب فتح) کہ وہ اتار دیں (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۸ مذکورۃ الصدر)
= مُتَبَرِّجٰتٍ۔ اسم فاعل جمع مؤنث متبرجۃ واحد۔ تبرج مصدر (تفعل) مردوں کو اپنا بناؤ سنگھار دکھانیوالی عورتیں۔
برج سے مشتق ہے جس کے معنی قصر کے ہیں۔ اسی مناسبت سے ستاروں کی مخصوص منازل کو بروج کہا گیا ہے جیسے والسماء ذات البروج (۸۵:۱) قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں۔
ثَوْبٌ مُبَرَّجٌ۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں کہ جس میں برجوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پھر اس میں معنی حسن کے اعتبار کر کے تبرجت المرأۃ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا۔ التبرج ھو ان تظھر المرأۃ من محاسنھا ما یجب علیھا ان تسترہ۔ عورت کا

اپنے محاسن کا اظہار کرنا جن کا چھپانا اس پر واجب ہے۔
= بِزِیْنَۃٍ۔ باء تعدیہ کے لئے ہے اور زینت سے یہاں مراد الزینۃ الخفیۃ ہے یعنی خفیہ محاسن۔
غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَۃٍ حال ہے جملہ ماقبل سے۔
= اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ استعفاف مصدر (استفعال) سے۔ اَنْ کی وجہ سے مصدر کے معنی میں مستعمل ہے یعنی ان کا بچا رہنا۔ (یعنی کپڑے نہ اتارنا اور پردہ رکھنا) عفٌّ عفاف عفافۃ / عفۃ گر حرام سے بچے رہنا۔ پاکدامن ہونا۔ ان یستعففن مبتدا ہے اور خیرلھن اس کی خبر۔
اور اگر وہ (اس سے بھی بچی رہیں (یعنی رعایت کی حالتوں میں بھی پردہ قائم رکھیں) تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہے۔
۲۴: ۶۱ = حَرَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔
= عَلٰی۔ یہاں بمعنی فِیْ استعمال ہوا ہے۔ یعنی اندھوں اور لنگڑوں وغیرہ کے باب میں تم پر کوئی الزام نہیں ہے نہ ان پر۔
= اَلْاَعْمٰی۔ اندھا۔ نابینا۔ عَمِیَ یَعْمٰی۔ اندھا ہونا۔ جاہل ہونا۔ عَمِیَ یَعْمٰی (سمع) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= اَلْاَعْرَجِ۔ عَرَجَ یَعْرُجُ (فتح) عَرِجَ یَعْرَجُ (سمع) لنگڑانا سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
= مِنْ بُیُوْتِکُمْ۔ میں من بمعنی فِیْ ہے۔
= اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَفَاتِحَہٗ۔ یا جن گھروں کی کنجیوں کے تم مالک ہو یعنی تمہارے اختیار میں ہوں
= اَشْتَاتًا۔ الگ الگ۔ جُدا جُدا۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ کی جمع اس کے معنی پراگندہ اور متفرق کے بھی ہیں۔ جیسے شَتَّ جَمْعُہُمْ شَتًّا و شَتَاتًا۔ ان کی جمعیت متفرق ہو گئی۔
= عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ۔ اپنوں پر۔ اپنوں کو۔ ای علی اھلہا الذین ھم منکم دینا وقرابۃً
یعنی ان گھروں کے مکینوں پر جو کہ بوجہ دین یا بوجہ قرابت تم میں سے ہی ہیں۔
= تَحِیَّۃً۔ دعائے زندگی۔ دعائے خیر۔ حیاۃ سے ماخوذ ہے حیاك اللّٰہ (اللہ نے تجھے زندگی دی) کا مصدر ہے۔ جو خیر کا لفظ ہے مگر دعائے زندگی کے لئے استعمال کیا گیا۔ پھر ہر دعا کے لئے آنے لگا۔ اور سلام کے معنی دینے لگا۔
= تَحِیَّۃً مصدر منصوب بوجہ سلموا کے مصدر اور بمعنی تسلیمًا آنے کے ہے جیسے قَعَدْتُّ جُلُوْسًا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے فَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا او نحیوا تحیۃً۔
= مُبٰرَکَۃً خیر و برکت والا۔ اور طَیِّبَۃً۔ پاکیزہ۔ نفیس۔ اچھی۔ دونوں تحیۃ کی صفات ہیں اور

اپنے موصوف کی طرح منصوب۔
= مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ (دعا) جو اللہ کی طرف سے شروع ہے۔ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ یا اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور پاکیزگی و برکت کی دعا مانگو۔
۲۴: ۶۲ = وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ معطوف ہے اور اس کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے۔
آیت میں المؤمنون کی تعریف یوں کی گئی ہے۔
(۱) الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ (جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر۔
(۲) وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (اور جب وہ کسی امر اجتماعی و عظیم کے لئے آپ کے ساتھ ہوں تو جب تک آپ سے اجازت نہیں لے لیتے جاتے نہیں ہیں۔
= اَمْرٍ جَامِعٍ۔ اجتماعی کام (مودودی) نہایت اہم امر (محمد علی) اہم مشورت کے مواقع جہاں اجتماع و اہتمام کی ضرورت پڑتی ہے (تفسیر کبیر بحوالہ الماجدی) وہ معاملات جن میں خطاب عام کی ضرورت پڑے (ایضًا) مثل جمعہ و عیدین (مدارک التنزیل)
= لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ۔ اپنے کسی کام کے لئے۔ شَاْنٌ دھندا۔ فکر۔ حال، اہم معاملہ، حالت۔ مثلاً وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ (۱۰: ۶۱) اور آپ جس حالت میں بھی ہوں۔ اور كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ (۵۵: ۲۹) ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔
۲۴: ۶۳ = لَا تَجْعَلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر غائب۔ (نہ سمجھو) نہ بنالو۔
= دُعَآءَ۔ پکارنا۔ بلانا۔ دعا کرنا۔ سوال کرنا وغیرہ۔ دَعَا يَدْعُوْا کا مصدر ہے۔ یہاں دعا سے اس کے جملہ معانی مراد ہیں۔
= يَتَسَلَّلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَلُّلٌ (تفعل) مصدر۔ وہ کھسک جاتے ہیں۔ وہ چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔
= لِوَاذًا۔ لِوَاذٌ اور مُلَاوَذَةٌ۔ لَاوَذَ يُلَاوِذُ کے مصدر ہیں۔ باہم ایک دوسرے کی آڑ لینے اور پناہ لینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کی آڑ میں ایک کے بعد ایک چپکے سے سرک جاتا ہے۔
= فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ۔ فاء تعقیب کی ہے۔ لیحذر۔ فعل امر۔ واحد مذکر غائب حَذَرٌ مصدر۔ (باب سمع) ڈریں۔ ان کو چاہئے کہ ڈریں۔
= يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ۔ ای یصدون عن امرہ۔ وہ اس کے حکم سے روکتے ہیں۔ وہ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔
امرہٖ میں ہٖ کا مرجع اللہ۔ یا رسول، دونوں ہو سکتے ہیں۔ ہر دو صورت میں مطلب ایک ہی ہے۔

= اَنْ ۔ کہ ۔ کہیں ۔
= تُصِیْبَھُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (کہیں) ان پر آن پڑے ۔ ان کو پہنچے ۔ اصابۃ (افعال) مصدر۔
= فِتْنَۃٌ ۔ آفت ، مصیبت ، فتنۃ بمعنی آزمائش ۔ فساد ۔ خرابی بھی آیا ہے ۔
۲۴ : ۶۴ = مَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ ۔ جس (حالت) پر تم (اب) ہو ۔ یعنی طاعت ومعصیت وغیرہ کی جس حالت میں تم ہو ۔ کیونکہ وہ علیم بذات الصدور ہے ۔ اللطیف الخبیر ہے ۔
= یُنَبِّئُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تنبئۃ (تفعیل) مصدر وہ بتادے گا ۔ وہ خبر دیدے گا ان کو ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۲۵) سورۃ الفرقان مَكِّيَّةٌ (۴۲)

۲۵: ۱ = تَبٰرَكَ ۔ وہ بہت برکت والا ہے ۔ وہ بڑی برکت والا ہے تبارکٌ (تفاعل) سے ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ یہ صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ کے لئے اس کی گردان نہیں آتی ۔

= اَلْفُرْقَان ۔ الفَرْقُ سے ہے جو الگ الگ ہونے کے معنی میں آتا ہے الفرق اور اَلْفَلْقُ کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں ۔ لیکن معنی انشقاق یعنی پھٹ جانا کے لحاظ سے فلق کا لفظ بولا جاتا ہے اور معنی انفصال یعنی الگ الگ ہونے کے لحاظ سے فَرْقٌ آتا ہے مثلاً فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۔(۲۶: ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ ہے ۔ دیکھو فرقہ (گروہ) فریق (جماعت) تفریق (قاعدہ ریاضی) فَرْقٌ (مانگ سر کے بالوں میں) سب میں الگ الگ ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔

الفرقان ۔ فرق یفرق (نصر) فَرَقَ يَفْرِقُ (ضرب) کا مصدر بھی ہے ۔ یعنی الگ الگ کرنا اور صیغہ صفت بھی مستعمل ہے ۔ یعنی الگ الگ کر دینے والی چیز حق کو باطل سے ۔ نور کو ظلمت سے صبح کو رات سے (وغیرہ وغیرہ)

قرآن حکیم میں یہ لفظ قرآن کے لئے ۔ تورات کے لئے (کہ دونوں آسمانی کتابیں حق و باطل کو واضح طور پر الگ الگ کر دینے والی ہیں)

(۲) دلیل و حجت کے لئے (کہ یہ اصل کو لغو سے ممیز کرتی ہے) کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

(۳) جنگ بدر کے دن کے لئے بھی استعمال ہوا ہے ۔ کیونکہ وہ تاریخ اسلام میں پہلا دن ہے جس میں حق و باطل میں کھلا امتیاز ہو گیا تھا ۔

اور آیت ہذا میں الفرقان ۔ القرآن کے لئے آیا ہے ۔

= عَبْدِہٖ کا اشارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔
= لِیَکُوْنَ۔ میں لام تعلیل کے لئے ہے اور نَزَّلَ سے متعلق ہے یَکُوْنَ میں ضمیر فاعل کا مرجع عبدہٖ ہے یا الفرقان ہے
= عَالَمِیْنَ (سارے جہان۔ (تمام) عالم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں اور ان کے علاوہ دیگر مخلوق نہیں اور بعض کے نزدیک صرف انسان ہیں۔
= نَذِیْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مُنْذِرًا۔ ڈرانیوالا۔ یعنی نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا منصوب بوجہ خبر کے ہے۔
۲۵-۲ = لَہٗ۔ میں لام اختصاص کے لئے ہے۔ خاص اسی کے لئے۔ بلاشرکتِ غیرے۔
= مُلْكُ۔ بادشاہت۔ سلطنت۔
= لَمْ یَتَّخِذْ۔ مضارع نفی جحد بلم مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ اتخاذٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے نہیں بنایا۔ اس نے قرار نہیں دیا۔ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔ اور نہیں بنایا اس نے (کسی کو اپنا) بیٹا۔ ای لم ینزل احدًا منزلۃ الولد۔ کسی کو بطور پسر نہیں ٹھہرایا۔ یہ جملہ، جملہ ماقبل (الذی لہ ملك السموٰت والارض) پر معطوف ہے۔ اسی طرح جملہ ولم یکن لہ شریك فی الملك اور جملہ وَ خلق کل شیٔ اور جملہ فقدرہ تقدیرًا کا عطف اسی جملہ (الذی لہ ملك السموت والارض) پر ہے۔
= قَدَّرَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب تقدیر (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کُلَّ شَیْءٍ ہے۔ القدر (ضرب) اور التقدیر (تفعیل) کسی چیز کی مقدار (کمیت) کو بیان کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ جیسے فقدرنا فنعم القٰدرون (۲۳:۷۷) پھر ہم نے اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ اور واللہ یقدر اللیل والنہار (۷۳:۲۰) اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اسی سے قَدَرٌ بمعنی مقدور، حیثیت۔ بساط ہے۔ جیسے عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ (۲:۲۳۶) یعنی مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق (دے) اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔
فقدرہ تقدیرًا۔ پھر ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کردیا۔ باب تفعیل سے جب استعمال ہو تو معنی ہوتے ہیں سوچ سمجھ کر۔ پورے غور وخوض کے بعد۔ اور جب مصدر کو بھی تاکید کے لئے لایا جائے تو مطلب ہوگا کہ اس نے جو اندازہ مقرر کیا ہے اس میں کسی تغیر وتبدل کی گنجائش نہیں ہے (تا آنکہ خود اس قادر مطلق کی مشیت

ایسا چاہیے)

اس آیت میں الَّذِیْ (فی قولہ تعالیٰ تبارك الَّذی) کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

(۱)۔ انہ ھوالذی لہ ملك السمٰوٰتِ وَالارض: وہ وہ ذات ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اسی کی ہے۔

(۲)۔ انہ لم یتخذ ولدًا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے

(۳)۔ انہ لاشریك لہ فی ملکہ۔ اس کی حکومت میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔

۴۔ انہ خالق کل شئ۔ وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

(۵)۔ انہ قدر کل شئ تقدیرا۔ اس نے ہر چیز کا جسے اس نے پیدا کیا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے

۲۵:۳ = وَاتَّخَذُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر۔

انہوں نے ٹھہرا لیا۔ انہوں نے اختیار کر لیا۔ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین اور کفار کے لئے ہے۔

واؤ بمعنی لیکن ہے۔

= نُشُوْرًا۔ مصدر منصوب۔ جی اٹھنا۔ یعنی جزا و سزا کے لئے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ محض میت کے از سر نو زندہ ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ نشر المیت نشورًا۔ مردہ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ اور فَاَنْشَرْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا (۴۳:۱۱) پھر ہم نے اس سے شہر مردہ کو زندہ کر دیا۔

اس آیت میں خداوند تعالیٰ کی صفات مذکرہ آیت (۲) کے مقابلہ میں مشرکین کے معبودانِ باطل کی چھ کمزوریاں بیان کی گئی ہیں۔

۱:۔ انہا لا تخلق شَیْئًا۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔

۲:۔ انہا مخلوقۃ کلہا وہ تمام کی تمام خود مخلوق ہیں۔

۳:۔ انہا لا تملك لانفسہا ضرًّا ولا نفعًا۔ وہ اپنی ذات کے نفع و نقصان پر قادر نہیں ہیں

۴:۔ انہا لا تملك موتًا۔ وہ موت پر کوئی قدرت نہیں رکھتے۔

۵:۔ ولاحَیٰوۃً۔ نہ زندگی پر

۶:۔ ولا نشورًا۔ اور نہ ہی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔

۲۵:۴ = اِنْ ھٰذَآ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ اور ھٰذا کا مشار الیہ القرآن ہے۔

= اِفْكٌ۔ الافك ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مؤتفکۃ کہا جاتا ہے۔

اور جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے جھوٹ اور بہتان کو

بھی افك کہتے ہیں۔
= إِفْتَرٰىهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰى يفتري افتراء (افتعال) سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع افكٌ ہے۔ وہ جھوٹ جو اس نے گھڑ لیا ہے۔ افتراء جھوٹ باندھنا۔ بہتان تراشنا۔ ضمیر فاعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اَعَانَ کی ضمیر فاعل قوم اٰخرون کی طرف راجع ہے عَلَيْهِ میں ضمیر ہٖ افك کے لئے ہے۔ یعنی اس افترا میں اس کی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) امداد ایک دوسری قوم نے کی ہے۔
= جَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب (باب ضرب) مجيئة مصدر۔ وہ آئے۔ لیکن کلام عرب میں جَآءَ و اَتٰی (مصدر اتیان) بمعنی فَعَلَ بھی مستعمل ہے۔ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا۔ ای فَعَلُوْهُ۔ انہوں نے بڑا ظلم کیا۔ ظلمًا منصوب بوجہ مفعول کے ہوا اور تنوین تفخیم (عظمت اور بڑائی) یعنی ظلم عظیم کے لئے ہے۔
اَتٰى بمعنی فعل کی مثال لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا ..... (۳: ۱۸۸) ہرگز خیال نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں (کہ وہ عذاب سے حفاظت میں رہیں گے) یہاں اَتَوْا بمعنی فعلوا آیا ہے۔ الظلم کے معنی اہل لغت و اکثر علماء کے نزدیک کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنے کے ہیں۔
= زُوْرًا۔ الزُّوْرُ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے ہیں اور جس کے سینہ میں ٹیڑھا پن ہو اسے الازور کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ (۱۸: ۱۷) اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے کہ وہ ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے۔ تَزَاوَرَ عَنْهُ۔ اس نے اس سے پہلو تہی کی۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا۔ اور جھوٹ بھی چونکہ جہت حق سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی الزور کہتے ہیں۔
زُوْرًا۔ بہت بڑا جھوٹ۔ نصب اور تنوین کے لئے جَآءُوْا کے تحت ظلمًا ملاحظہ ہو۔
۲۵: ۵ = اَسَاطِيْرُ۔ اُسْطُوْرَةٌ کی جمع (وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسی طرح اُرْجُوْحَةٌ (لکڑی کا جھولا) کی جمع اَرَاجِيْحُ ہے اُثْفِيَةٌ (ہنڈیا کا پایہ) کی جمع اَثَافِيُّ اور اُحْدُوْثَةٌ (قصہ، کہانی، خبر) کی جمع اَحَادِيْثُ ہے۔ اَلسَّطْرُ و السَّطَرُ قطار کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں اور آدمیوں کی۔
سَطَرَ يَسْطُرُ (نصر) لکھنا۔ جیسے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ (۶۸: ۱) نٓ، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔
= اِكْتَتَبَهَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب اس نے اس کو گھڑ کر

لکھ رکھا ہے۔ اس نے اس کو لکھوالیا ہے۔ اکتتاب (افتعال) من گھڑت چیز کو لکھنا۔ کسی سے لکھوانا۔ ہا کا مرجع اَسَاطِیْرُ ہے۔

= عَلَیْہِ۔ میں ھی اساطیر کی طرف راجع ہے

= تُمْلٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب وہ لکھوائی جاتی ہیں سنائی جاتی ہیں (اساطیر) وہ پڑھی جاتی ہیں۔ اِمْلَاءٌ کی صورت یہ ہے کہ ایک بولتا جائے یا پڑھتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔

اِمْلَاءٌ دراصل اِمْلَالٌ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلْیَکْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ (۲:۲۸۲) پس چاہئے کہ وہ لکھ دے اور چاہئے کہ وہ شخص بول کر لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے لام کو ہمزہ سے تخفیف کے لئے بدل دیا گیا ہے۔ ملل مادہ ہے۔

= بُکْرَۃً دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= اَصِیْلًا۔ شام۔ عصر و مغرب کے درمیان وقت کو کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ کفار مکہ و مشرکین انکار رسالت میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ انہوں نے کتاب اللہ کے متعلق بھی بہتان تراشی میں بڑے شد و مد سے کام لینے لگے۔ کبھی کہتے کہ اسے تو ایک دوسرا آدمی سکھلاتا ہے حالانکہ جس آدمی کی طرف ان کا اشارہ تھا وہ عجمی تھا اور عربی اس کی مادری زبان ہی نہ تھی۔ کبھی کہتے کہ یہ من گھڑت کہانیوں کا مجموعہ ہے اور اس میں اس کی ایک دوسری قوم کے افراد مدد کر رہے ہیں۔ جن میں عبید بن الحضر حبشی کاہن، ابو فکیہہ، یسار، عدس، جبر وغیرہ کا نام لیتے تھے۔ حالانکہ یہ اُن ہی مشرکین کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور ان کی مادری زبان عربی نہیں تھی۔ بھلا ایسے آدمی ایسی کتاب کے مصنف کیسے ہو سکتے تھے؟ جس کی فصاحت و بلاغت، حسنِ بیان اور زورِ استدلال نے عرب بھر کے ادیبوں، دانشوروں، فصحاء و بلغاء کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔

۲۵:۶ = اَنْزَلَہٗ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= السِّرَّ۔ چھپی ہوئی بات۔ بھید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے سِرّ کہتے ہیں۔ الاسرار کسی بات کا چھپانا۔ یہ اعلان کی ضد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (۲:۷۷)، جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کو (سب) معلوم ہے۔

۲۵:۷ = مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ۔ اصل میں مَالِھٰذَا الرَّسُوْلِ ہے۔ لام کو خط عربی کی عام وضع سے ہٹ کر ھٰذَا سے الگ لکھا گیا ہے اس میں مشرکین کی طرف سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں اہانت تصغیر شان اور رسول من اللہ ہونے میں تمسخر اور طنز کا اظہار ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہوں دیکھو تو کیسا ہے یہ رسول (ہماری طرح کھانا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں)

قرآن مجید میں سورۃ الکہف میں ہے مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً۔ (۱۸: ۴۹) عجیب ہے یہ کتاب (نامۂ اعمال) کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا (گناہ) چھوڑا ہے اور نہ کوئی بڑا۔

= اَسْوَاق۔ سوق کی جمع۔ بازار

= لَوْلَا۔ کیوں نہیں۔ یہاں بطور حرف تحضیض (کسی کو فعل پر سختی سے ابھارنا یا اکسانا۔ اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے جیسے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ (۲۷: ۴۶) تم لوگ اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے خواہ معنًا جیسے لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (۶۳: ۱۰) تو نے مجھے کچھ دن اور مہلت کیوں نہ دی۔ پہلی صورت میں تحضیض اس امر کی ہے کہ انہیں معافی مانگنی چاہئے اور دوسری صورت میں یہ کہ تو مجھے مہلت عطا کر دیتا۔ یہاں لَوْلَا کے بعد اُنْزِلَ معنًا مضارع کے معنی میں آیا ہے لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا جاتا۔

= فَيَكُوْنَ۔ میں ف جواب تحضیض میں ہے۔ تاکہ وہ ہوتا (اس کے ساتھ ڈرانے والا) يَكُوْنَ کا نصب بھی لَوْلَا کے جواب کی وجہ سے ہے۔ اس کی مثال لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ۔ (۶۳: ۱۰) تو نے مجھے اور کچھ دن مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیر خیرات دے لیتا۔ اور نیک کاروں میں شامل ہو جاتا۔

= نَذِيْرًا: صفت مشبہ منصوب۔ ڈرانیوالا۔

۲۵: ۸ = يُلْقٰى اِلَيْهِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر ڈالا جائے اس کی طرف۔ اتارا جائے اس کی طرف اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ یا کیوں نہ اس کی طرف (غیب سے) خزانہ ہی اتارا گیا۔

= اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ۔ یا اس کا ایک باغ ہی ہوتا۔

آیت ۷، ۸ میں يُلْقٰى اور تَكُوْنُ اگرچہ فعل مضارع ہیں لیکن ان کا عطف اُنْزِلَ فعل ماضی پر ہے کیونکہ دونوں معطوف الیہ اور معطوف کے درمیان فَيَكُوْنَ فعل مضارع داخل ہے۔

کفار کے نزدیک کسی رسول من اللہ کے لئے ضروری تھا کہ :۔

۱:۔ وہ کوئی فرشتہ ہوتا جو انسان کی طرح کھانے پینے کا محتاج نہ ہوتا اور نہ ضروریات زندگی کے لئے لئے بازاروں میں گھومنے پھرنے کی ضرورت ہوتی۔

۲:۔ اگر یہ نہیں تھا تو کم از کم ایک فرشتہ ہروقت اس کی معیت میں رہتا اور لوگوں کو ڈراتا کہ اگر تم نے رسول کی پیروی نہ کی تو ابھی خدا کا عذاب برسا دیتا ہوں۔

۳:۔ یہ نہیں تو اس کے لئے کوئی غیب سے خزانہ ہی اتار دیا جاتا تاکہ معاش کا خاطر خواہ انتظام ہوجاتا۔

۴:۔ یا بدرجہ آخر اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس کا پھل وہ خود بھی کھاتا (اور دوسروں کو بھی کھلاتا)

وہ کہتے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ خدا کا رسول ہمارے معمولی رئیسوں سے بھی گیا گذرا ہے نہ خرچ کے لئے مال میسر نہ پھل کھانے کو کوئی باغ نصیب۔ اور دعویٰ یہ کہ ہم اللہ رب العالمین کے پیغمبر ہیں۔

= الظّٰلِمُوۡنَ ۔ ای الکفار۔

= اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ میں اِنۡ بمعنی مَا ہے تتبعون مضارع جمع مذکر حاضر۔ کفار کا خطاب تابعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

۹:۱۵ = ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ۔ تمہارے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

فَضَلُّوۡا۔ ف تفسیریہ ہے۔ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ مضارع نفی جمع مذکر غائب وہ استطاعت نہیں رکھتے وہ طاقت یا قدرت نہیں رکھتے۔

= سَبِیۡلًا۔ ای طریقًا الی الحق والصّواب پس وہ راہ ہدایت وحق نہ پا سکے

= خَیۡرًا مِّنۡ ذٰلِکَ۔ اس سے بہتر۔ خَیۡرٌ کے معنی نیکی وبھلائی۔ نیک کام ہیں۔ لیکن یہاں بمعنی اَفۡعَلُ ہے، بہتر۔

= جَنّٰتٍ۔ خَیۡرًا کا بدل ہے۔

= یَجۡعَلۡ مضارع مجزوم۔ واحد مذکر غائب۔ وہ بنادے۔ وہ دیدے۔ اس کا عطف جَعَلَ پر ہے۔ اور جواب شرط میں ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= قُصُوۡرًا قَصۡرٌ کی جمع۔ محل۔

۲۵:۱۱ = بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالسَّاعَۃِ۔ بَلۡ حرف اضراب (روگردانی کرنا) ہے مگر صرف اس صورت میں جبکہ اس کے بعد کوئی جملہ آئے۔ کبھی اضراب سے اس کے ماقبل کا ابطال ہوتا ہے، اور کبھی اضراب کے معنی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲ : ۱۳۵۔ الاتقان جلد اول نوع چہلم)

یہاں ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقلی کے معنی میں آیا ہے یعنی بَلۡ اضراب انتقالی

کے لئے ہے۔ ای انتقال الی حکایۃ نوع اٰخَرَمن اباطیلہم متعلق بامرالمعاد و ماقبل کان متعلقًا بامرالتوحید وامرالنبوۃ۔

یہ ان کے باطل امور کی دوسری حکایت ہے جس کا تعلق آخرت کی زندگی سے ہے اور جو اس سے قبل تھا وہ امر توحید اور امر نبوت سے متعلق تھا۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ۔ بلکہ یہ لوگ تو قیامت کے منکر ہیں۔

= سَعِیْرًا۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی مفعول۔ سعیر مذکر ہے لیکن یہاں نارٌ کے معنی میں آیا ہے اور اسی رعایت سے اگلی آیت میں صیغہ مؤنث لایا گیا ہے۔

۲۵:۱۲ = رَاَتْهُمْ۔ رَأَتْ ماضی واحد مؤنث غائب جس کا مرجع سَعِیْرًا ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع کفار ہیں جن کا اوپر ذکر ہو رہا ہے (جب) وہ دوزخ (کی دہکتی ہوئی آگ) ان کو دیکھے گی۔

= تَغَیُّظًا۔ تَفَعُّلٌ کے وزن پر مصدر ہے غصہ کھانا۔ جھنجھلانا۔ اظہار غیظ و غضب۔ جوش مارنا تنوین تفخیم (شدت و بڑائی کے اظہار) کے لئے ہے۔

= زَفِیْرًا۔ چلانا۔ چنگھاڑنا۔ بروزن فعیلٌ مصدر ہے۔ یہاں بھی تنوین تفخیم کے لئے ہے۔

سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّزَفِیْرًا۔ وہ اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔

۲۵:۱۳ = اُلْقُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِلقاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ ڈالے جائیں گے (ماضی بمعنی مضارع)

= مِنْهَا۔ ای من النار۔

= مَكَانًا ضَیِّقًا۔ موصوف وصفت۔ تنگ مکان۔ تنگ جگہ۔ دونوں منصوب بوجہ اسم ظرف ہونے کے۔ اِذَا اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا۔ ای اذا القوا فی مکان ضیق منہا۔ جب وہ ڈالے جائیں گے جہنم کی کسی تنگ جگہ میں۔

= مُقَرَّنِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُقَرَّنٌ واحد تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ جکڑے ہوئے۔ کس کر باندھے ہوئے۔

اَلْاِقْتِرَانُ۔ اِزْدِوَاجٌ کی طرح اقتران کے معنی بھی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ جیسے اَوْجَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (۴۳:۵۳) یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

قرنتُ البَعِيْرَ مَعَ البَعِيْرِ میں نے ایک اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔ جس رسی کے ساتھ باندھا جاتا ہے اس کو قَرَنٌ کہتے ہیں۔

قَرَّنْتُهٗ باب تفعیل میں آئے تو مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ۔ (۳۸ : ۳۸) اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

= دَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف حذف ہوگیا۔ اور دَعَوْا رہ گیا۔ دُعَاءٌ مصدر۔ (باب نصر)

= هُنَالِكَ۔ اسم ظرف زمان و اسم ظرف مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔

= ثُبُوْرًا۔ ثَبَرَ يَثْبُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ موت، ہلاکت، مرجانا۔

۱۴:۲۵ = لَا تَدْعُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ پکارو۔

= اَلْيَوْمَ۔ آج۔ آج کے دن۔

۱۵:۲۵ = اَذٰلِكَ ہمزہ استفہام کے لئے ہے۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ النار ہے

= جَنَّةُ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشہ رہنے والی جنت۔ اَلْخُلْد مصدر۔ ہمیشگی دوام۔ بقا۔ خلد یخلد (نصر) سے۔

= كَانَتْ فعل ناقص۔ ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل جنت کی طرف راجع ہے

= لَهُمْ ای للمتقین۔

= جَزَاءً۔ نیک عمل کا صلہ

= مَصِيْرًا۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔

جَزَاءً وَّمَصِيْرًا دونوں منصوب بوجہ خبر کے ہیں۔

۱۶:۲۵ = كَانَ میں ضمیر کا مرجع مَايَشَاءُوْنَ ہے۔

= وَعْدًا مَسْئُوْلًا۔ یعنی ایسا وعدہ جس کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

واجب الادا۔ وعدہ۔ یعنی ایسا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا پورا کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کی صفت یہ ہے لا یخلف المیعاد۔

یہاں اہل جنت کی دو صفات بیان کی گئی ہیں۔ (۱) جنت میں ان کو ان کی مرضی کے مطابق ہر شے ملیگی۔

۲۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۵: ۱۷ = یَوْمَ ۔ ای اذکر الیوم یاد کرو وہ دن ۔ یا ان سے ذکر کرو اس دن کا ۔
= یَحْشُرُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع کافرین و مشرکین ہیں! (جب) وہ انہیں جمع کرے گا۔
= وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ اور (جب وہ جمع کرے گا) ان کو جنہیں خدا کے سوا وہ پوجتے تھے ۔
= اَضْلَلْتُمْ ۔ تم نے بہکایا ۔ تم نے گمراہ کیا ۔ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ضمیر کا مرجع اَنْتُمْ ہے خطاب ہے ان سے جن کو مشرکین خدا کے سوا پوجتے تھے یعنی ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے ۔ اَمْ ھُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ۔
۲۵: ۱۸ = مَا کَانَ یَنْبَغِیْ لَنَا ۔ مَا کَانَ یَنْبَغِیْ ۔ ماضی استمراری منفی واحد مذکر غائب
= ہمارے لئے تو ایہ بات بھی) کبھی زیبا نہ ہوئی (کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو کارساز بنائیں (چہ جائیکہ ہم ان کو راہ راست سے بھٹکاتے اور تیرے سوا دوسروں کی عبادت پر ان کو لگاتے)
انبغاءٌ (انفعال) مصدر ۔ شان کے شایاں ہونا ۔ سزاوار ہونا ۔ لائق ہونا ۔
قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (۳۶: ۶۹) اور ہم نے اس کو (پیغمبر کو) شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی وہ اس کے شان کے شایاں ہے ۔
= نَتَّخِذَ ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) ۔ جمع متکلم اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر ہم بنائیں ۔ ہم بنا لیتے ۔
= مِنْ اَوْلِیَآءَ ۔ میں مِنْ زائدہ تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے ۔ یا عبارت کی تقدیر یوں ہو ۔ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ اَوْلِیَآءَ ۔ کہ ہم تیرے سوا کسی دوسرے کو کارساز بنا لیتے ۔
= مَتَّعْتَھُمْ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَمْتِیْعٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر تو نے ان کو دنیوی سازو سامان اور آسودہ حالی سے نوازا ۔
= وَاٰبَآءَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ مَتَّعْتَ کا مفعول ثانی ۔ اور ان کے بڑوں کو بھی)
= نَسُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب نَسِیَ یَنْسٰی ۔ (سمع) نِسْیَانٌ مصدر سے ۔ انہوں نے بھلا دیا ۔ وہ بھول گئے ۔
= الذِّکْرَ ۔ یاد ۔ ذکر ۔ موعظت ۔ یہ نسیان کی ضد ہے ۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَآ اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ (۱۸: ۶۳) شیطان نے ہی مجھ کو اس کا ذکر کرنا

جھٹلا دیا۔ یا یہاں اس سے مراد الفرآن بھی ہوسکتا ہے جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔ ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا۔ (۳۸: ۸) کیا ہم سب میں سے بس اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا۔
یہاں مراد تیرا ذکر۔ پندونصائح اور ایمان بالقرآن ہے۔

= بُوْرًا۔ بُوْرٌ اسم مصدر ہے اور اس کا اطلاق واحد وجمع پر ہوتا ہے۔ ہلاک ہونا۔
جمع کی مثال آیت ہٰذا ہے۔ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا۔ اور یہ لوگ برباد ہوکر رہے۔
واحد کی مثال عبد اللہ بن الزلعری السھمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

یَا رَسُوْلَ الْمَلِیْكِ اِنَّ لِسَانِیْ ۔ رَاتِقٌ مَا فتقتُ اذا نا بورٌ۔

(اے بادشاہ کے قاصد جب کہ میں ہلاک ہو رہا ہوں تو میری زبان جو کچھ میں نے توڑا ہے اس کو جوڑ دیگی)
یہاں انا واحد ہے اور بورٌ اس کی صفت ہے۔ بعض کے نزدیک یہ بائر کی جمع ہے جیسے ھُوْدٌ ھَائِدٌ کی جمع ہے۔

۲۵: ۱۹ = كَذَّبُوْكُمْ۔ كَذَّبُوْا ماضی جمع مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر ضمیر فاعل۔ معبودین کے لئے اور ضمیر مفعول عابدین کے لئے ہے۔ یعنی (سو اے کافرو) تمہارے معبودوں نے ہی تم کو جھٹلا دیا۔ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ان باتوں میں جو تم کہہ رہے ہو۔

= فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر۔ سو اے کافرو! نہ تم میں طاقت ہے (اس عذاب کو ٹال دینے کی یا پھیر دینے کی اور نہ ہی تم کو مدد پہنچ سکتی ہے)

= صَرْفًا۔ پھیرنا۔ ٹالنا۔ صَرَفَ یَصْرِفُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اسی طرح نَصْرًا۔ نَصَرَ یَنْصُرُ کا مصدر بمعنی مدد ہے۔ یعنی پھر نہ اس عذاب کا ٹال دینا تمہاری استطاعت میں ہے اور نہ ہی کوئی مدد (بالواسطہ یا بلاواسطہ) تمہارے بس میں ہے۔

= مَنْ یَّظْلِمْ۔ جو ظلم کرے گا۔ ظلم سے مراد کسی شے کا اپنی صحیح جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا ہے شرک کو بھی ظلم کہتے ہیں کیونکہ خالق کو معبود بنانے کی بجائے مخلوق کو معبود ٹھہرانا کسی شے کو اپنے اصلی موقع کی بجائے غلط جگہ رکھنے کی بدترین مثال ہے۔ اسی لئے شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (۳۱: ۱۳) یَظْلِمْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ شرط کی وجہ سے مجزوم ہے اور اسی طرح نُذِقْهُ جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔
(ہم اسے چکھائیں گے)

= عَذَابًا كَبِیْرًا۔ موصوف وصفت ہوکر نُذِقْ کا مفعول ثانی۔

۲۵: ۲۰ = فِتْنَةً آزمائش۔

= اَتَصْبِرُوْنَ - جملہ استفہامیہ ہے کیا تم (اس آزمائش میں) صبر کرو گے۔
لیکن یہاں امر کے معنی میں آیا ہے۔ تم صبر کرو۔ یعنی ہر حالت میں صبر کا دامن مت چھوڑو
اس کی مثال فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ - سو اب بھی تم باز آؤ گے۔ مراد یہاں امر ہے۔
ای اِنْتَهُوْا - باز آجاؤ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَقَالَ الَّذِيْنَ (١٩)

الفُرْقَان ٢٥ اَلشُّعَرَاء ٢٦ النَّمْل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا

۲۵ : ۲۱ = لَا یَرۡجُوۡنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ رَجَا یَرۡجُوۡ (نصر) رجو مادہ رِجَاءٌ وَرَجۡوٌ مصدر۔ امید کرنا۔ امید رکھنا۔ لَا یَرۡجُوۡنَ (جو) امید نہیں رکھتے۔

= لِقَآءَ نَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ لقاء حاصل مصدر۔ پہنچنی۔ حاضری۔ لِقَاءٌ لَقِیَ یَلۡقٰی (سمع) کا مصدر بھی ہے۔ پالینا۔ کسی کے سامنے ہونا۔ مثلاً وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّکُمۡ مُّلٰقُوۡہُ۔ (۲ : ۲۲۳) اور جان رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا (جو) ہمارے روبرو ہونے کی امید نہیں رکھتے۔ یعنی جو یوم حشر کے منکر ہیں۔

= لَوۡلَآ اُنۡزِلَ ...... نَرٰی رَبَّنَا۔ یہ قال الذین کا مقولہ ہے لَوۡلَآ ای ھَلَّا۔ کیوں نہ۔

= اِسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ۔ استکبر (باب استفعال) اپنے کو بڑا سمجھنا۔ بڑا شمار کرنا۔ اِسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ۔ وہ اپنے آپ کو اپنے دلوں میں بہت بڑا سمجھنے لگے تھے۔ یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے کو بڑا سمجھ لیا تھا۔

= عَتَوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب (باب نصر) انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ مصدر عَتَا یَعۡتُوۡا سے۔

لَقَدِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا کَبِیۡرًا۔ میں لام جواب قسم میں ہے اور عُتُوًّا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ ای و اللّٰہ لقد استکبروا فی شأن انفسھم و تجاوزوا الحد فی الظلم و الطغیان تجاوزاً کبیراً بالغاً اقصٰی غایتہ۔ خدا کی قسم وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اور ظلم و سرکشی میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور ان کا تجاوز اپنی انتہائی حد تک پہنچ گیا تھا۔

= یَوۡمَ۔ ای اذکر یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ۔ یاد کرو وہ دن جب وہ فرشتوں کو دیکھیں گے لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ مجرموں کے لئے اس دن کوئی خوشخبری نہ ہو گی۔

یا یَوۡمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ ای انھم یوم یرون الملٰئکۃ لَا بشرٰی لھم جس روز وہ فرشتوں کو دیکھیں گے ان کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہو گی۔

یَوْمَ سے یہاں مراد یوم الموت بھی ہو سکتا ہے اور یوم القیامۃ بھی۔

= حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ الحَجَرُ۔ سخت پتھر کو کہتے ہیں۔ الحجر والتحجیر کے معنی کسی جگہ پتھروں سے احاطہ کرنا کے ہیں۔ کہا جاتا ہے حَجَرْتُہٗ حَجْرًا فَھُوَ مَحْجُوْرٌ وحَجَّرْتُہٗ تحجیرًا فھو مُحَجَّرٌ۔ جس جگہ کے اردگرد پتھروں سے احاطہ کیا گیا ہو اسے حِجْر کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ کو اور دیار ثمود کو حِجْرٌ کہا گیا ہے۔

مؤخر الذکر کے متعلق قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ (۱۵: ۸۰) اور وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی!

اور حِجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حِجْر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ (۸۹: ۵) اور بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے قابل ہیں۔

حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا کھانا ممنوع ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَقَالُوْا ھٰذِہٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ (۶: ۱۳۸) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا کہ جب کسی کے سامنے کوئی ایسا شخص آجاتا جس سے اذیت کا خوف ہوتا اور اپنی بے بسی اور بیچارگی کا احساس ہوتا تو کہہ دیتا حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (یعنی ہم تمہاری پناہ چاہتے ہیں) یہ الفاظ سُن کر دشمن اسے کچھ نہ کہتا۔ یا وہ بے بس شخص پکار اٹھتا حِجْرًا مَّحْجُوْرًا اور مراد اس کی اللہ تعالیٰ سے مخالفت کی اذیت سے عافیت اور خدا کی پناہ طلب کرنا ہوتی۔ جیسے کہ کہیے خدایا پناہ۔ خدایا پناہ۔ ان ہی معنوں میں ابن جریج کا قول ہے:۔ عرب جب کسی مصیبت میں گھر جاتے ہیں تو کہتے ہیں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ معناہ عوذًا معوّذًا۔ ہائے بچاؤ۔ ہائے بچاؤ۔

دو چیزوں کے درمیان مضبوط آڑ یا اوٹ کو بھی حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہتے ہیں یعنی ایسی مضبوط رکاوٹ جو دور نہ ہو سکے۔ اس میں رکاوٹ اور حفاظت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵: ۵۳) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی۔

قرآن مجید میں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا صرف دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور وہ بھی اسی سورۃ الفرقان کی آیۃ ہذا میں اور دوسرے آیت (۲۵: ۵۳) محولہ بالا۔

وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا میں ضمیر فاعل یَقُوْلُوْنَ کے متعلق دو اقوال ہیں۔

۱:۔ ضمیر فاعل اَلْمَلٰئِکَۃ کے لئے ہے اور حضرت ابوسعید الخدری، الضحاک، قتادہ، عطیہ و مجاہد سے یہی روایت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور فرشتے کہیں گے کہ (جنت کا داخلہ تم پر) قطعاً حرام ہے۔ ای تقول الملٰئکۃ حرامًا محرمًا ان یدخل الجنۃ الا من قال لاالٰہ الا اللّٰہ وقام شرائعھا ومحجورًا صفۃ تؤکد معنی حجرًا۔ فرشتے کہیں گے کہ جنہوں نے کلمہ لاالٰہ نہیں پڑھا اور شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کی ان کا جنت میں داخلہ قطعاً حرام اور ممنوع ہے اس صورت میں حجرًا موصوف اور محجورًا صفت برائے تاکید ہے۔

۲:۔ ضمیر فاعل الکفار کی طرف راجع ہے یقولون کا عطف یَرَوْنَ پر ہے۔ یعنی جب وہ اس دن کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے۔ اور عذاب کو متوقع پائیں گے تو چلا اٹھیں گے حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ پناہ! پناہ! ان الکفار الذین اقترحوا انزال الملائکۃ اذا راوا الملائکۃ توقعوا العذاب من قبلھم فیقولون حینئذ للملائکۃ حجرًا محجورًا۔ کفار فرشتوں کے انزال کے لئے مطالبہ کیا کرتے تھے جب وہ اس دن فرشتوں کو دیکھیں گے اور اُن سے (بجائے بشارت کے) عذاب متوقع پائیں گے تو اس وقت وہ فرشتوں سے التجا کریں گے بچاؤ۔ بچاؤ۔

۲۵:۲۳ = قَدِمْنَآ اِلٰی۔ ماضی جمع متکلم (باب سمع) قَدُمٌ مصدر۔ آگے بڑھنا۔ ہم آگے بڑھیں گے ہم متوجہ ہوں گے۔ لیکن اگر قَدُوْمٌ یا قِدْمَانٌ مصدر سے اسی باب سے آئے تو معنی سفر سے واپسی کے ہوں گے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے۔

= ھَبَآءً۔ اسم مفرد۔ باریک خاک۔ باریک ذرات۔ جو سورج کے رُخ پر کواڑ کے سوراخوں میں سے دکھائی دیتے ہیں۔ جَعَلْنٰہُ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اوّل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔

= مَّنْثُوْرًا۔ ھَبَآءً کی صفت ہے۔ بکھیرا ہوا۔ غیر منظوم۔

۲۵:۲۴ = اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آیت ۲۵: ۱۵ میں ان کی طرف اشارہ ہے ھم المؤمنون المتقون۔ وہ وہی متقون ہوں گے جن کا ذکر آیت ۱۵ میں ہے۔

= خَیْرٌ۔ بہتر۔ اچھا۔ اور اَحْسَنُ بہت اچھا، بہتر۔ تفضیل کا صیغہ۔ یا تو خیریت اور حسن کی زیادتی کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ وہ خیریۃ المستقر وحسن المقیل کے انتہائی مدارج میں ہوں گے یا مقابلہ کیا ہے کفار کے تنعم، سامانِ عیش و عشرت سے جو انہیں دنیا میں حاصل رہا۔

= مُّسْتَقَرًّا خَیْرٌ کی تمیز ہے۔ مُسْتَقَرٌّ اسم ظرف مکان۔ قرارگاہ۔ یعنی جہاں تک ان کی قیام گاہ کا تعلق ہے وہ سب سے اچھے رہیں گے۔

= مَقِیْلًا۔ اسم ظرف مکان و زمان۔ قیلولہ کرنے کی جگہ یا قیلولہ کرنے کا وقت۔ قَیْلُوْلَۃٌ مصدر دوپہر میں آرام کرنا۔ مطلقاً بمعنی آرام گاہ۔ یا وقتِ استراحت۔ مَقِیْلًا بھی اَحْسَنُ کی تمیز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے (جنت) بہترین قرارگاہ ہوگی اور بہترین آرام گاہ

٢٥:٢٥ = یَوْمَ : کا نصب بوجہ فعل محذوف اُذْکُرْ کے مفعول ہونے کے ہے۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف (ا) یَوْمَئِذٍ آیت ٢۴ پر ہے یا (ب) یَوْمَ یَرَوْنَ آیت ٢٢ پر ہے۔

= تَشَقَّقُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَشَقُّقٌ (تفعّل) مصدر۔ شگافتہ ہونا۔ پھٹ جانا اصل میں تَتَشَقَّقُ تھا۔ ایک تاء کو حذف کیا گیا۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے مثلاً اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۱:۸۴) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشقاق (باب مفاعلۃ مشاقۃ) کے معنی مخالفت کے ہیں۔ گویا ہر فریق جانب مخالف کو اختیار کر لیتا ہے۔ الشِّقَّۃُ پھاڑا ہوا ٹکڑا۔

= غَمَام۔ ابر (اسم جنس ہے) سفید ابر۔ جمع ہے اس کا واحد غَمَامَۃٌ ہے۔ غَمَامَۃٌ کی جمع غمائم بھی ہے۔ سفید ابر۔ رقیق مانند کہر۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر دشت تیہ میں چھایا تھا۔ قرآن میں ہے وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی (۷: ۱۶۰) اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ کر دیا اور ہم نے ان پر مَنّ وسلوٰی اتارا۔ یا اس بادل کی طرح جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا مثلاً هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (۲: ۲۱۰) یہ لوگ تو بس اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس خدا بادل کے سائبانوں میں آجائے۔

تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ۔ کی کئی توجیہ بیان کی گئی ہیں۔

١۔ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ وَعَلَیْهَا غَمَامٌ کما تقول رکب الامیر بسلاحۃ ای وعلیہ سلاحۃ یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے اوپر سفید بادل نمودار ہوگا اور جیسا کہتے ہیں کہ حاکم اسلحہ کے ساتھ سوار ہوا یعنی اس حالت میں سوار ہوا کہ اس کے جسم پر اسلحہ تھا۔

(٢) باء سببیہ ہے یعنی آسمان بادلوں کے سبب سے پھٹ جائے گا۔ یعنی آسمان سے ایک سفید ابر نکلے گا جس کے سبب آسمان پھٹ جائے گا۔

(٣) باء بمعنی عَنْ ہے یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور سفید بادل ظاہر ہوگا۔ باء کو عَنْ کی بجائے اور جگہ بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً مَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ (۵: ۵) اور جو کوئی ایمان سے انکار کرے گا۔ یا فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔ (٢٥ : ٥٩) پوچھ لے اس کے متعلق کسی باخبر سے

(۴) باء الحال ہے یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور بادلوں کی صورت اختیار کر لے گا۔

(٥) باء مصاحبت بمعنی مع۔ یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے ساتھ بادل بھی۔

= نُزِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْزِيْلٌ (تفعیل) مصدر اتارا گیا۔ تَنْزِيْلًا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

٢٥ : ٢٦ = اَلْمُلْكُ الْحَقُّ ۔ موصوف وصفت دونوں مل کر مبتدا۔ لِلرَّحْمٰنِ خبر۔ يَوْمَئِذٍ ظرف زمان متعلق مبتدا۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۔ اس روز حکومتِ حقیقی (خدائے) رحمان ہی کی ہوگی۔

= كَانَ يَوْمًا۔ ای کان ذلک الیوم يَوْمًا ..... اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔ عَسِيْرًا (يَسِيْرًا کی ضد) سخت مشکل بھاری، عُسْرٌ سے بر وزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

٢٥ : ٢٧ = يَوْمَ۔ میں عامل اُذْكُرْ محذوف ہے۔

= يَعَضُّ۔ عَضَّ يَعَضُّ (باب سمع) عَضٌّ وعَضِيْضٌ مصدر۔ دانت سے پکڑنا دانت سے کاٹنا۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ بَا اور عَلٰی کے صلہ کے ساتھ عَضَّ بِهٖ عَضَّ عَلٰی آتا ہے۔ يَعَضُّ عَلٰی يَدَيْهِ وہ اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کاٹ کھاتا ہے یا کھائیگا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (٣ : ١١٩) اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں

= اَلظَّالِمُ۔ میں ال حرفِ تعریف ہے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔

(١) یہ حرف تعریف عہد کے لئے ہے۔ اور اس کا معہود متعین ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (٧٣ : ١٥/١٦) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی (اس میں الرَّسُوْلَ کی الف لام نے معہود کا تعین کر دیا کہ یہ وہی رسول تھا جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا)

مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت عقبہ بن ابی معیط بن اُمیہ بن عبد شمس کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اس صورت میں اَل عہدی عقبہ کے لئے ہے اور الظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔

(٢) یہ حرف تعریف جنس کے لئے ہے اور استغراقِ افراد کے لئے ہے اور یہ وہ اَل ہے کہ جس کی جگہ لفظ كُلٌّ قائم مقام ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (٤ : ٢٨) اور انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام بنی نوع انسان۔ اس صورت میں الظالم سے مراد تمام ظالم اشخاص ہوں گے۔

= يٰلَيْتَنِيْ ۔ یا حرف ندا ہے قریب اور بعید ہر دو کے لئے آتا ہے یا ہمیشہ اسم پر آتا ہے

یعنی منادیٰ ہمیشہ اسم ہوتا ہے جیسے یا زید۔ اے زید۔ لیکن اگر فعل پر داخل ہو جیسے اَلَا یا اُسْجُدُوْا۔ یا حرف پر داخل ہو جیسے یَالَیْتَنِیْ تو ان صورتوں میں مُنادیٰ محذوف ہوتا ہے آیۃ هذا یٰلَیْتَنِیْ میں منادیٰ محذوف ہے ای یاقومی لیتنی۔

یا یاحرف تنبیہ کے لئے ہے۔

لَیْتَنِیْ۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل ہے آرزو ۔تمنا کے لئے آتا ہے (اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمٌ (کاش زید کھڑا ہوتا) یٰلَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش جوانی پھر آتی) کبھی اسم اور خبر دونوں کو نصب دیتا ہے ۔مثلاً یٰلَیْتَ اَیَّامَ الصِّبَا رَاجِعًا

لَیْتَ اکثر ناممکن امر پر واقع ہوتا ہے مثلاً یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (۷۸ : ۴۰) کاش میں مٹی ہو جاتا۔

فَلَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا۔ فَاُخْبِرُهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ۔

اے کاش جوانی کسی دن لوٹ آتی تو بڑھاپے نے جو سلوک کیا ہے میں اس کو بتاتا۔

یَالَیْتَنِیْ یا حرف ندا قَوْمِیْ منادیٰ محذوف لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل نِیْ اسم (یا بصورت تنبیہ معنی) اے کاش میں (نے اختیار کیا ہوتا)

= اِتَّخَذْتُ۔ ماضی واحد متکلم اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر میں نے اختیار کیا۔ یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ اے کاش میں نے اختیار کیا ہوتا۔

الرَّسُوْلَ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر الظَّالِمُ (مذکورہ بالا) میں الْ جنس کا ہے تو الرَّسُوْل میں بھی الف لام جنس کا ہوگا۔ اور الرَّسُوْل سے مراد کل رسول (تمام رسول) ہوگی۔

(۲) اور اگر الظَّالِمُ میں الْ عہد کا ہے اور اس سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے تو الرَّسول میں بھی الْ عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مقام ہے!

اب آیت کا ترجمہ :۔ تو اس دن ظالم (فرط ندامت سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا (اور کہے گا) کاش! میں نے رسول (مکرم) کی معیت میں (نجات کا) راستہ اختیار کیا ہوتا۔

سَبِیْلًا۔ اتخذتُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

۲۵: ۲۸ = یٰوَیْلَتٰی۔ یَا حرف ندا۔ ویلۃ اسم مضاف۔ ی برائے نسبت واحد متکلم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ ہائے میری بدبختی۔ ہائے افسوس، وَیْلَتٰی اصل میں وَیْلَتِیْ تھا۔ افسوس اور حسرت کی آواز کو کھینچنے کے لئے یا کو الف سے بدل کر ویلتیٰ کر دیا۔

۲۵: ۲۹ = اَضَلَّنِیْ۔ اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب ن وقایہ یؔ ضمیر مفعول واحد متکلم اس نے مجھے بہکایا۔ اس نے مجھے گمراہ کیا۔

= الذِّکْرِ۔ سے مراد موعظۃ الرسول، کلمہ شہادت۔ یا قرآن مجید ہے۔

= جَآءَنِیْ۔ ضمیر فاعل الذکر کے لئے ہے۔

= خَذُوْلًا۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت کا صیغہ ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خَذَلَ یَخْذُلُ خَذْلٌ مصدر۔ مصیبت میں تنہا چھوڑ دینے والا۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہے۔

ف یٰلَیْتَنِیْ (آیہ ۲۸ تا اِذْ جَآءَنِیْ آیۃ ۲۹) الظالم کا مقولہ ہے اور وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا جملہ معترضہ ہے۔

۲۵: ۳۰ = وَقَالَ الرَّسُوْلُ۔ اس کا عطف وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔۔۔ الخ پر ہے۔ اور دونوں جملوں کے درمیان کا کلام لبطور جملہ معترضہ ہے۔ اور یہاں الرَّسُوْلُ سے مراد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

= مَھْجُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر ھَجْرٌ سے ای متروکًا بالکلیۃ۔ کلی طور پر اس پر ایمان نہ لاتے نہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور غور کیا اور نہ اس کے وعدہ اور وعید کی طرف توجہ کی یا ھُجْر سے مراد بکواس۔ بدگوئی۔ نامناسب کلام۔ یعنی کسی نے قرآن کو بکواس کہا۔ کسی نے سحر کہا۔ اور کسی نے شعر۔ نشانہ تضحیک۔

کَفٰی۔ کَفٰی یَکْفِیْ (ضرب) کفایۃ ..... الشیئ کافی ہونا۔ کَافٍ اسم صفت۔ کہا جاتا ہے کَفَیْتُہٗ شَرَّ عَدُوِّہٖ میں نے اس کو اس کے دشمن کے شر سے بچا دیا۔

کَفٰی بِرَبِّکَ۔ میں بؔ زائدہ ہے اور رب حالت رفعی میں ہے ای کَفٰی رَبُّکَ تیرا رب کافی ہے۔ ھَادِیًا وَّنَصِیْرًا۔ منصوب بوجہ حال یا تمیز کے ہیں۔

۲۵: ۳۲ = جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً۔ یکبارگی۔ ایک ہی دفعہ۔ ایک ہی وقت میں۔ جُمْلَۃً بوجہ القُرْاٰن کے حال ہونے کے منصوب ہے۔ اور واحدۃً بوجہ جُمْلَۃً کی صفت کے منصوب ہے

= کَذٰلِکَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے اور ذٰلِکَ اسم اشارہ۔ اسی طرح۔ یعنی یہ تنزیل اسی طرح ہی ہے۔ تھوڑی تھوڑی، وقفے وقفے کے بعد۔ ضرورت کے پیش نظر۔ حکمتِ بالغہ کے مطابق مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لئے۔

= لِنُثَبِّتَ۔ لام تعلیل کی ہے۔ اس لئے کہ نثبت مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام

تَثْبِيتٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم قائم رکھیں۔ ہم جمائے رکھیں۔ ہم مضبوط رکھیں، ہم ثابت قدم رکھیں ہم محکم رکھیں۔

= وَرَتَّلْنَاهُ۔ رَتَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع القرآن ہے ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ یا پڑھ کر سنایا۔ تدریجاً نازل فرمایا۔ تَرْتِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ سہولت اور حسنِ تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا۔ ہم نے اسے نہایت عمدہ ترتیب اور تناسب کے ساتھ اتارا ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے۔ ای کذلک نزّلناہ ورتلنہ ترتیلا۔

۲۵: ۳۳ = لَا يَأْتُوْنَكَ۔ لَا يَأْتُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر نہیں لائیں گے تیرے پاس۔ نہیں پیش کریں گے تیرے سامنے۔

= مَثَلٍ۔ اعتراض۔ عجیب سوال۔ مَثَلَ يَمْثُلُ (کرم) الشئ مُثُوْلًا کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا رہنا۔ یا دوسری چیز کی شکل وصورت اختیار کرلینا کے ہیں۔

مثلاً حدیث شریف میں ہے من احب ان یمثل لہ الرجال فلیتبوأ مقعدہٗ من النار۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے سیدھے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

المُمَثَّلُ وہ چیز جو کسی نمونہ کے مطابق بنائی گئی ہو۔ تمثیل تصویر۔ المثل ایسی بات جو کسی دوسری بات سے ملتی جلتی ہو۔ مَثَلٌ وَمِثْلٌ دونوں ہم معنی ہیں المُثْلَةُ عبرتناک سزا۔

= جِئْنٰكَ۔ جِئْنَا ماضی جمع متکلم۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جِئْنَا ہم آئے۔ جَاءَ سے اور صلہ بٖ کے ساتھ۔ ہم لاتے۔ ہم تیرے پاس لائیں گے۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

وَلَا يَأْتُوْنَكَ ..... بِاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۔ اور نہیں لائیں گے تیرے پاس کوئی اعتراض یا عجیب سوال مگر ہم تیرے پاس اس کا صحیح جواب لائیں گے۔ اور عمدہ تفسیر۔ یعنی آپ کے پاس یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال پیش کریں گے ہم اس کا صحیح جواب اور احسن تفسیر آپ کو بتلا دیں گے۔

اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا کا عطف الحق پر ہے۔ ای جئناك باحسن تفسیرا

۲۵: ۳۴ = يُحْشَرُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ان کو جمع کیا جائے گا۔ ان کو سمیٹ کر لے جایا جائے گا۔ ای يُسَاقُوْنَ۔ گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔

= شَرٌّ۔ اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کے صیغے ہیں۔ شرّ کو بصیغہ تفضیل اور جگہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط ہے (۵: ۶۰) آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں بتاؤں وہ جو اللہ کے ہاں پاداش کے لحاظ سے اس سے بھی برا

شَرٌّ۔ بدترین۔ اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ۔
ترکیب:۔ ھُمْ (مبتدا، محذوف) اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ ...... سَبِیْلًا خبر۔
یا اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ مبتدا۔ شَرٌّ مَّکَانًا اس کی خبر اول وَاَضَلُّ سَبِیْلًا خبر ثانی۔ مبتدا و خبر مل کر یہ جملہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول مبتدا کی خبر ہوا۔
اَلَّذِیْنَ ...... یہ وہ لوگ ہیں (یعنی اعتراض کرنے والے۔ عجیب سوال پوچھنے والے) جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لیجائے جائیں گے۔ یہ لوگ جگہ کے لحاظ سے بدترین اور طریقہ و مذہب کے لحاظ سے بہت گمراہ ہیں۔

۲۵:۳۶ = دَمَّرْنَاھُمْ۔ ماضی جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَدْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے ان کو اکھیڑ مارا۔ تباہ کر کے چھوڑا۔
التدمیر اشد الاھلاك واصلہ کسر الشئ علیٰ وجہ لا یمکن اصلاحہ۔ تدمیر اہلاک کی شدید ترین شکل ہے اور اس کی اصل کسی شئے کو اس طرح توڑ پھوڑ دینا کہ اس کی اصلاح ہی ممکن نہ رہے۔ یعنی بالکل چور چور و ریزہ ریزہ ہی کر ڈالا۔

کلام کچھ یوں ہے۔
فَقُلْنَا اذْھَبَا اِلَى الْقَوْمِ فذھبا الیھما ودَعَوْھُمْ الی الایمان فکذبوھما واستمروا علیٰ ذٰلك فدمّرنٰھُمْ۔ ہم نے کہا کہ تم دونوں قوم کے پاس جاؤ بس وہ دونوں ان کی طرف گئے اور ان کو ایمان کی دعوت دی لیکن (اس قوم کے) لوگوں نے ان دونوں کی تکذیب کی اور ڈٹے رہے پس ہم نے ان کو تباہ کر کے چھوڑا۔

۲۵:۳۷ = قَوْمَ نُوْحٍ۔ ای اُذْکُرْ قَوْمَ نُوْحٍ۔ اور قوم نوح کو یاد کرو۔
بعض کے نزدیک اس سے قبل دَمَّرْنَا مضمر ہے۔ ای ودمرنا قوم نوح۔
ابوحیان کے نزدیک قوم نوح کا عطف دَمَّرْنَاھُمْ کے مفعول پر ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قوم نوح کی ہلاکت فرعون اور اس کی تکذیب پر ترتب نہیں ہے اول الذکر (اذکر قوم نوح) ہی زیادہ صحیح ہے۔
= لَمَّا۔ جب (کلمہ ظرف زمانی ہے)
= الرُّسُلَ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ ای رَسُوْلَھُمْ اپنے رسول (کی تکذیب کی)
• ومن کذب رسولا واحدًا فقد کذب جمیع الرسل فلذا ذکرہ

بلفظ الجمع۔ جس نے ایک رسول کی تکذیب کی اس نے جملہ رسولوں کی تکذیب کی (کیونکہ تمام کی تعلیم وہی توحید الٰہی تھی) اسی وجہ سے اس کو بلفظ جمع ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) اس سے مراد حضرت نوح اور ان کے ماقبل کے پیغمبران ہیں۔

(۳) یا الرُّسُل۔ جنس کے لئے ہے۔ یعنی وہ ہر رسول کے مخالف تھے۔ اور سلسلۂ نبوت ورسالت کے منکر تھے۔

= اٰیَةً۔ نشان (عبرت)

= اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) سے ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

= لِلظّٰلِمِیْنَ۔ ای للکفرین۔ مراد اس سے قوم مذکور ہے۔

= عَذَابًا اَلِیْمًا۔ موصوف وصفت۔ اعتدنا کے مفعول ہونے کی وجہ سے عذابًا منصوب ہے اور الیمًا اپنے موصوف کی مطابقت میں منصوب ہوا۔ دردناک عذاب۔

۳۸:۲۵ = عَادًا۔ (قوم عاد) اس کا عطف قَوْمَ نُوْحٍ پر ہے۔ ای دَمَّرْنَا عَادًا۔ یا اس سے قبل اذکر محذوف ہے اور یہ اس کا مفعول ہے۔

= ثَمُوْدَا۔ اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ قُرُوْنًا۔ (ای اھل قرون بہت سی امتوں کے لوگ، بہت سی امتیں، قومیں) عَادًا کی طرح ان کا عطف بھی قوم نوح پر ہے یا ان کے قبل فعل اُذْکُرْ محذوف ہے۔

ثَمُوْدَا۔ بوجہ عجمہ ومعرفہ غیر منصرف ہے اس لئے اس کے آخر میں تنوین نہیں آتی!

= بَیْنَ ذٰلِكَ۔ ان کے درمیان۔

(۱) جن کے علاقے ان قوموں کے علاقوں کے درمیان تھے!

(۲) جو ان قوموں کے درمیانی زمانہ میں گذریں۔

= کَثِیْرًا۔ قُرُوْنًا کی صفت ہے۔ ای کثیر التعداد

۳۹:۲۵ = كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ۔ اَلْاَمْثَالَ۔ مثالیں۔ مَثَلٌ اور مِثْلٌ کی جمع ہے! جس کے معنی مانند اور نظیر کے ہیں۔ قرآن حکیم میں مثالیں عبرت پکڑنے کی خاطر بیان کی گئی ہیں۔ ضَرَبْنَا الْاَمْثَالَ۔ ہم نے مثالیں بیان کیں (تاکہ مخاطبین عبرت حاصل کریں)

یہاں ضَرَبْنَا الْاَمْثَالَ۔ بمعنی اَنْذَرْنَا وَحَذَّرْنَا ہے۔ یعنی ہم نے ڈرایا اور متنبہ کیا۔ اور اس معنی کی رعایت سے كُلًّا منصوب ہے۔ ای حذرنا كُلَّ وَاحِدٍ منھم ہم نے ان میں سے ہر ایک کو مثالیں دے دے کر (اعمال بد کے انجام سے) ڈرایا۔ یا حَذَّرْنَا كُلَّهُم

ہم نے ان سب کو متنبہ کیا۔
= كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ كُلًّا مفعول ہے تَبَّرْنَا کا۔ مقدم لایا گیا ہے۔ اَلتَّبْرُ (ضَرَبَ) کے معنی توڑ دینے اور ہلاک کر دینے کے ہیں جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (۱۷:۷) اور تاکہ جس چیز پر بھی ان کا زور چلے اسے تہس نہس کر ڈالیں۔

آیت کا مطلب یوں ہے وبَیَّنَّا لِکُلِّ وَاحِدٍ منهم القصص العجیبۃ من قصص الاولین انذارًا فلما اَصَرُّوْا تبرنا هم تدمیرًا۔ اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو پہلے ہلاک ہونے والی قوموں کی مثالیں بیان کیں لیکن جب وہ اپنے طریقہ کار پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو بالکل ہی برباد کر دیا۔

۲۵: ۴۰ = اَتَوْا۔ اِتْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب وہ پہنچے۔ وہ آئے۔ وہ گذرے۔ وہ لائے۔ ضمیر فاعل اہل مکہ کے لئے ہے۔ اَتَوْا عَلٰی۔ کسی شے کے پاس سے گذرے ہیں۔

لَقَدْ اَتَوْا عَلٰی میں لام تاکید کا ہے۔ اور قَدْ اگرچہ ماضی کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال سے نزدیک بنا دیتا ہے لیکن فعل ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے قولہ تعالٰی۔ قَدْ افلح المؤمنون۔ (۲۳: ۱) بے شک بامراد ہو گئے ایمان والے۔
یہاں آیت ہذا (۲۵: ۴۰) میں بھی یہ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ بے شک وہ ضرور گذرے ہیں اس بستی کے پاس سے۔

القریۃ سے مراد سدوم وغیرہ قوم لوط کے علاقے ہیں۔
= اُمْطِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب امطارٌ (افعال) مصدر۔ مَطَرٌ بارش اس پر بارش برسائی گئی۔ ابو عبیدہ نے تصریح کی ہے کہ مَطَرَ (باب نصر) مَطَرٌ ومَطَرٌ مصدر سے استعمال بارانِ رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ (باب افعال) سے عذاب میں۔
= مَطَرَ السَّوْءِ۔ سَوْءٌ سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) کا مصدر ہے، بُرا ہونا قبیح ہونا۔ مَطَرَ السَّوْءِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قباحت کی بارش، بدبختی کی بارش۔ انجام کار غم کا باعث بننے والی بارش۔ جیسے مذمت کے سلسلے میں کہتے ہیں رجل السّوء۔ قبیح انسان جس کا حل غم میں منتج ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ (۹: ۹۸) انہیں پر بری مصیبت (واقع) ہو۔ یہاں دائرۃ السوء سے مراد ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جو انجام کار غم کا موجب ہو

یہاں مَطَرَ السَّوْءِ سے مراد مطر الحجارۃ ہے کیونکہ قوم لوط کی تباہی پتھروں کی بارش سے ہوئی تھی۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (١١:٨٢) اور ہم نے برسا دیے ان پر پتھر کھنگر کے۔

مَطَرَ اُمْطِرَتْ کے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ جس پر پتھروں کی سخت بارش برسائی گئی تھی۔ جس پر بری طرح پتھراؤ کیا گیا تھا۔

= اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ الفاء جملہ مقدرہ کے عطف کے لئے ہے ای الم یکونوا ینظرون الیھا فلم یکونوا یرونھا۔ کیوں نہیں یہ ان برباد (بستیوں) کی طرف نظر کرتے اور کیوں نہیں ان کو (نظر بصیرت سے) دیکھتے (کہ عذاب اللہ کے آثار سے نصیحت پکڑیں)۔ ھا ضمیر القریۃ کی طرف راجع ہے۔

= بَلْ ۔ یہاں بطور حرف اضراب آیا ہے یعنی ماقبل سے اعراض کے لئے آیا ہے۔ اور تدارک یعنی اصلاح کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی بات یہ نہیں کہ اپنی ظاہری نظروں سے ان برباد بستیوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔ یہ لوگ مرکر جی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔ اس پر ان کا ایمان ہی نہیں۔ اس لئے اصلاح احوال کی انہیں فکر ہی نہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (٢: ١٣٥)

= لَا يَرْجُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے ہیں۔ وہ یقین نہیں رکھتے۔ وہ اندیشہ نہیں کرتے ہیں۔

= نُشُوْرًا ۔ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنا۔ نَشَرَ يَنْشُرُ (نصر) سے مصدر ہے

٢٥: ٤١ = اِنْ ۔ نافیہ ہے۔ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ ۔ یتخذون مضارع جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر كَ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تجھے نہیں بناتے ہیں۔

= هُزُوًا هَزَءَ يَهْزَءُ (فتح) وَهَزِءَ يَهْزَاُ (سمع) کا مصدر ہے۔ کسی سے مسخری کرنا۔ مخول کرنا۔ ٹھٹھا کرنا۔ یہاں اسم مفعول آیا ہے بمعنی وہ جس کا مذاق اڑایا جائے مادہ ھ ز ء

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا (٤٥:٩) اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو وہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ان یتخذونك اِلَّا هُزُوًا ۔ نہیں بناتے تجھے مگر مرکز تضحیک۔ یعنی آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

== اَهٰذَ الَّذِیۡ۔ ای قائلین اَهٰذَا الَّذِیۡ۔ یہ کہتے ہوئے یا یہ کہہ کر۔
جملہ اَهٰذَا الَّذِیۡ بَعَثَ اللّٰہُ رَسُوۡلًا فاعل یَتَّخِذُوۡنَکَ سے موضع حال میں ہے۔
۲۵: ۴۲ == اِنۡ۔ نون ثقیلہ سے مخفف ہے اور لَیُضِلُّنَا میں لام فارقہ ہے، جو اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق نمایاں کرنے کے لئے آیا ہے۔ اِنۡ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا قریب تھا کہ ہمیں یہ بہکا دیتا اپنے خداؤں سے۔
== عَلَیۡهَا۔ ای علیٰ عِبَادَتِهَا۔ ان خداؤں کی عبادت سے ھَا ضمیر کا مرجع اٰلِهَتِنَا ہے
== مَنۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا مَنۡ استفہامیہ مبتدا۔ اَضَلُّ خبر (بصیغہ تفضیل) سَبِیۡلًا تمیز۔ یہ جملہ یَعۡلَمُوۡنَ سے موضع مفعول میں ہے۔ اور یہ جواب ہے مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ کَادَ لَیُضِلُّنَا۔ یعنی جب وہ عذاب آخرت دیکھیں گے تب ان کو علم ہو جائے گا کہ گمراہی میں وہ خود تھے یا خدا کا رسول جو درحقیقت ان کو راہ ہدایت کی طرف بلا رہا تھا۔
۲۵: ۴۳ == اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ اَرَأَیۡتَ فعل بافاعل۔ مَنۡ اسم موصول اِتَّخَذَ فعل متعدی بدو مفعول۔ اِلٰهَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر اِتَّخَذَ کا مفعول اول ہے هَوَاهُ مضاف مضاف الیہ مل کر اتخذ کا مفعول ثانی۔ اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ یہ جملہ اسم موصول کا صلہ۔ اسم موصول مع صلہ کے رَأَیۡتَ کا مفعول۔
کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔ یعنی جو خواہش نفسانی کی پیروی میں لگ گیا۔
== وَکِیۡلًا۔ نگہبان۔ ذمہ دار۔ اَفَاَنۡتَ تَکُوۡنُ عَلَیۡهِ وَکِیۡلًا۔ کیا تو اس کا ذمہ دار ہے ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تو اس پر نگران مقرر نہیں ہے تو پھر تو نے کیوں اس کی خاطر اپنی جان کو عذاب میں ڈال رکھا ہے۔ اسی مضمون میں آیت شریف ہے فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ (۳۵: ۸) سو اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔
اور فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا (۱۸: ۶) سو شاید آپ ان کے (اعراض کئے) پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے۔ اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآن) پر ایمان نہ لائے
۲۵: ۴۴ == اَمۡ۔ کیا۔ خواہ۔ یا۔

= تَحْسَبُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو گمان کرتا ہے، تو خیال کرتا ہے، (باب حَسِبَ سمع)
حِسْبَانٌ مصدر۔
= اِنْ هُمْ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے
= بَلْ ۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں تدارک کی دوسری صورت ہے (پہلی صورت ۲۵: ۴ ملاحظہ ہو) کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے، جیسے بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۲۱ : ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ خیالات پریشاں ہیں بلکہ اس کو اس نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔
مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالاتِ پریشان کہتے ہیں پھر مزید اسے افترا، بتلاتے ہیں اور اسی پر اکتفا، نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔
یہاں آیۃ ہذا میں ہے کہ وہ محض چوپالوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
۲۵: ۴۵ = اَلَمْ تَرَ ۔ الف استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر حاضر کیا تو نے نہیں دیکھا۔
= اِلٰى رَبِّكَ ۔ ای الٰی صُنْعِ رَبِّكَ ۔ تیرے رب کی کاریگری کی طرف ۔ اپنے رب کی کاریگری کی طرف۔
= سَاكِنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر سُكُوْنٌ سے ۔ غیر متحرک، ٹھہرا ہوا۔
وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا جملہ معترضہ ہے ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے بمعنی پھر۔ اور جَعَلْنَا کا عطف مَدَّ (جملہ سابقہ) پر ہے ۔ اسی طرح اگلی آیت میں قَبَضْنٰهُ کا عطف بھی مَدَّ پر ہے۔
= دَلِيْلًا ۔ راہنما۔ راہبر۔ راہ بتانے والا۔ نشانی ۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل ہے ۔ ملاحوں کی اصطلاح میں دلیل اس شخص کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو راہ بتاتا ہوا چلے
۲۵: ۴۶ = قَبَضْنٰهُ ۔ قَبَضْنَا ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الظِّلّ ہے ۔ ہم اس کو سمیٹ لیتے ہیں۔ کھینچ لیتے ہیں۔ پکڑ لیتے ہیں، قبضہ میں کر لیتے ہیں (ماضی بمعنی حال) قَبْضٌ مصدر۔
= يَسِيْرًا صفت مشبہ واحد مذکر، منصوب يُسْرٌ مادہ۔ آہستہ آہستہ (غیر محسوس طور پر) تھوڑا۔ آسان، سہل۔
فَائِدَة: ۔ آیات ۴۵ / ۴۶ ۔ کا ترجمہ : کیا تو نے اپنے رب (کی کاریگری) کو نہیں دیکھا کہ کس

کس طرح سائے کو پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا (دائمی) بنا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔ (کہ آفتاب کی پوزیشن کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا ہے) پھر اس سایہ کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔

صاحب تفہیم القرآن نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

اس آیت کے دو رخ ہیں۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ظاہر کے اعتبار سے یہ غفلت میں پڑے ہوئے مشرکین کو بتا رہی ہے کہ اگر تم دنیا میں جانوروں کی طرح نہ جیتے اور کچھ عقل و ہوش کی آنکھوں سے کام لیتے تو یہی سایہ جس کا تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو تمہیں یہ سبق دینے کے لئے کافی تھا کہ نبی جس توحید کی تعلیم دے رہا ہے وہ بالکل برحق ہے تمہاری ساری زندگی اسی سائے کے مدّ و جزر سے وابستہ ہے ابدی سایہ ہو جائے تو زمین پر کوئی مخلوق جاندار بلکہ نباتات تک باقی نہ رہ سکے، کیونکہ سورج کی روشنی و حرارت ہی پر ان سب کی زندگی موقوف ہے، سایہ بالکل نہ رہے تب بھی زندگی محال ہے کیونکہ ہر وقت سورج کے سامنے رہنے اور اس کی شعاعوں سے کوئی پناہ نہ پا سکنے کی صورت میں نہ جاندار زیادہ دیر تک باقی رہ سکتے ہیں اور نہ نباتات بلکہ پانی تک کی خیر نہیں دھوپ اور سائے میں یک لخت تغیرات ہوتے رہیں تب بھی زمین کی مخلوقات ان جھٹکوں کو زیادہ دیر نہیں سہار سکتی۔

مگر ایک صانع حکیم قادر مطلق ہے جس نے زمین اور سورج کے درمیان ایسی مناسبت قائم کر رکھی ہے جو دائماً ایک لگے بندھے طریقے سے آہستہ آہستہ سایہ ڈالتی اور بڑھاتی گھٹاتی ہے اور بتدریج دھوپ نکالتی اور چڑھاتی اور اتارتی رہتی ہے یہ حکیمانہ نظام نہ اندھی فطرت کے ہاتھوں خود بخود قائم ہو سکتا تھا اور نہ بہت سے با اختیار خدا اسے قائم کر کے یوں ایک مسلسل باقاعدگی کے ساتھ چلا سکتے تھے۔

مگر ان ظاہری الفاظ کی بین السطور سے ایک اور لطیف اشارہ بھی جھلک رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ کفر و شرک کی جہالت کا یہ سایہ جو اس وقت چھایا ہوا ہے کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔ آفتاب ہدایت قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں طلوع ہو چکا ہے۔ بظاہر یہ سایہ دور دور تک پھیلا نظر آتا ہے مگر جوں جوں یہ آفتاب چڑھے گا یہ سایہ سمٹتا جائے گا۔ البتہ ذرا صبر کی ضرورت ہے، خدا کا قانون کبھی یک لخت تغیر نہیں لاتا۔

مادی دنیا میں جس طرح سورج آہستہ آہستہ ہی چڑھتا ہے اور سایہ آہستہ آہستہ ہی سکڑتا ہے اسی طرح فکر و اخلاق کی دنیا میں بھی آفتابِ ہدایت کا عروج اور سایۂ ضلالت کا زوال آہستہ آہستہ ہی ہوگا

۲۵ : ۴۷ = لِبَاسًا۔ مفعول، منصوب۔ لباس کی طرح۔ یعنی رات لباس کی طرح ہے دونوں عیب پوشش بھی ہیں اور سکون بخش بھی۔

= سُبَاتًا۔ سَبَتَ يَسْبُتُ وَيَسْبِتُ (نصر، ضرب) ہفتہ کے دن میں داخل ہونا۔ سبت منانا۔ آرام لینا۔ سُبَاتًا آرام لینے کے لئے۔ اَلسَّبْتُ کے معنی کاٹنے (قطع کرنے) کے بھی ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سَبَتَ شَعْرَہٗ اس نے اپنے بال مونڈے یا سَبَتَ اَنْفَہٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ حرکت و عمل سے قطع تعلق کرکے آرام کرنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ (١٠: ٦٧) وہ وہی (اللہ) تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ۔

= نُشُوْرًا۔ ای ذا نشور، پھیلنے والا۔ نَشَرَ يَنْشُرُ (نصر) نُشُوْرٌ۔ نَشَرَ الثَّوْبَ کپڑا پھیلایا۔ نَشَرَ الْخَبَرَ خبر کو نشر کرنا۔ مشہور کرنا۔ پھیلانا۔ (اسی معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے)
ای ینشر فیہ الناسُ لطلب المعاش۔ لوگ اس (دن) کے دوران (زمین میں) پھیل جاتے ہیں رزق کی تلاش میں۔ اسی سے ہے انتشارٌ (باب افتعال) پھیلنا، متفرق ہونا، بکھر جانا۔
نَشَرَ يَنْشُرُ (نصر) اللہ کا مردوں کو زندہ کرکے اٹھانا۔ یا مُردے کا زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا۔ اور اگر یہاں اس آیت میں اس معنی میں لیا جائے تو جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا کا ترجمہ ہوگا اور دن کو (نیند سے جو موت کی مانند ہے) اٹھ کھڑا ہونا بنایا۔

٢٥: ٤٨ = بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والیاں، بروزن فُعْلٌ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے
= بَیْنَ اَلْبَیْنُ کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں۔ جیسا قرآن مجید میں آیا ہے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا (١٨: ٣٢) اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی پیدا کردی تھی۔
اور کبھی جُدائی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عرب والے بولتے ہیں بَانَ کَذَا۔ یعنی وہ چیز جُدا ہو گئی۔ کبھی وصل و ملاپ کے معنوں میں جیسے لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ (٦: ٩٤) اور تمہارا آپس کا تعلق ٹوٹ گیا۔

سو بَیْنَ۔ بمعنی درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ۔ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ (ہاتھوں کی جمع) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ (٧: ١٧) پھر میں ان کے سامنے سے آؤں گا، اور وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا (٣٦: ٩) اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی اور ان کے پیچھے بھی۔ نیز ملاحظہ ہو ٢٧: ٦٣۔
= بُشْرًا۔ بُشُرًا سے مخفف ہے۔ اس کی جمع بُشُوْرٌ بمعنی مُبَشِّرٌ خوشخبری دینے والا۔ یا یہ

بُشْرٌ (بروزن فُعُلٌ) ۔ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے بمعنی خوشخبری دینے والیاں
وَھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ : اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے (یعنی پہلے ہوا چلتی ہے پھر بادل آتے ہیں اور پھر بارش ہوتی ہے)

= اَنْزَلْنَا ماضی جمع متکلم یہ التفاتِ ضمائر صیغہ واحد غائب سے صیغہ جمع متکلم کی طرف اس کی کمال عنایت کے اظہار کے لئے ہے۔

= مَآءً طَھُوْرًا ۔ موصوف صفت، پاکیزہ پانی، اَنْزَلْنَا کا مفعول ہے۔

٢٥ : ۴٩ = لِنُحْیِیَ میں لام تعلیل کی ہے اور صیغہ جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام۔ تاکہ ہم زندہ کریں۔

= بِہٖ میں ہٖ کا مرجع مَآءً طَھُوْرًا ہے۔

= بَلْدَۃً مَّیْتًا ۔ موصوف صفت، مردہ بستی، غیر آباد شہر، جہاں کوئی نباتات نہ ہو۔
بَلْدَۃً بمعنی اَلْبَلَدُ ہے اور اسی وجہ سے مَیْتًا مذکر لایا گیا ہے۔

= نُسْقِیَہٗ ۔ نُسْقِیَ ۔ مضارع جمع متکلم منصوب، کیونکہ نُسْقِیَ کا عطف لِنُحْیِیَ پر ہے اسی لئے منصوب ہے۔ اِسْقَاءٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول جس کا مرجع مَآءً طَھُوْرًا ہے۔ تاکہ ہم (وہ پانی) بلائیں یا پینے کے لئے فراہم کریں۔ یا اس سے سیراب کریں۔

= مِمَّا ۔ مِنْ ۔ مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَا اسم موصول۔

= اَنْعَامًا ۔ الانعام ۔ مویشی ۔ بھیڑ ۔ بکری، گائے، بھینس، اور اونٹ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ ان میں اونٹ شامل نہ ہو۔

= اَنَاسِیَّ ۔ یہ یا انسی کی جمع ہے جیسے کُرْسِیٌّ کی جمع کَرَاسِیُّ ہے یا یہ اِنْسَانٌ کی جمع ہے اور اصل میں اَنَاسِیْنُ تھا جیسے سِرْحَانٌ کی جمع سَرَاحِیْنُ اور بُسْتَانٌ کی جمع بَسَاتِیْنُ ہے نون کو یٰ سے بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا۔

انعام وَ اَنَاسِیَّ کو تنویع (مختلف النوع) کی خاطر نکرہ لایا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ اور ہم پلائیں یہ پانی اپنی مخلوق میں سے کثیر التعداد مویشیوں اور انسانوں کو،

٢٥ : ٥٠ = صَرَّفْنٰہُ ۔ صَرَّفْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ضمیر کا مرجع الماء المنزل من السماء ہے آسمان سے نازل کیا ہوا پانی یعنی بارش۔ ہم تقسیم کرتے رہتے ہیں ہم بانٹتے رہتے ہیں۔

= لِیَذَّکَّرُوۡا۔ لام تعلیل کا ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب منصوب بوجہ عامل لام تعلیل۔ تاکہ وہ غور وخوض کریں۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

= فَاَبٰی۔ اَبٰی یَاۡبٰی (باب فتح) اِبَاءٌ مصدر۔ اَبٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ ای ابوا عن تذکّر، انہوں نے (اس کی ان نعمتوں پر غور کرنے اور خداوند تعالیٰ کے حق النعمۃ کو پہچاننے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے سے) انکار کر دیا۔

= کُفُوۡرًا۔ کفر، کفران۔ انکار، مصدر ہے۔ اِلَّا کُفُوۡرًا سوائے کفرانِ نعمت کے (یعنی انہوں نے خدا کی نعمتوں کا حق پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اور کفرانِ نعمت (یعنی اپنی ناشکری پر اڑے رہے ناشکری کی کئی صورتیں ہیں۔

نعمت میں ہی مین میخ نکالنا۔ یہ بارش تھوڑی ہے، وقت پر نہیں ہوئی۔ اس کے ساتھ جھکڑ تھا وغیرہ وغیرہ، یا اسے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا وغیرہ وغیرہ،

۲۵:۵۱ = لَبَعَثۡنَا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ بَعَثۡنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ بَعۡثٌ مصدر (باب فتح) ہم نے بھیجا۔ لَبَعَثۡنَا ہم ضرور بھیجتے۔

۲۵:۵۲ = لَا تُطِعۡ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَطَاعَ یُطِیۡعُ (باب افعال) اطاعت کرنا حکم ماننا۔ کہا ماننا۔ لَا تُطِعۡ تو کہا مت مان، تو اطاعت نہ کر۔ طوعٌ مادہ۔

۲۵:۵۳ = مَرَجَ۔ اَلۡمَرَجُ کے اصل معنی خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔
اَلۡمُرُوۡجُ مل جانا۔ اختلاط۔ اس معنی میں قول حق تعالیٰ ہے۔ فَهُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ (۵۰:۵) سو یہ ایک الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیۡ مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے

= هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ۔ هٰذَا۔ یعنی ان دونوں میں سے ایک۔ عَذۡبٌ میٹھا پانی، شیریں، عَذُوۡبَةٌ سے جس کے معنی پانی کے میٹھا اور خوشگوار ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ فُرَاتٌ بمعنی شدید العذوبۃ۔ نہایت شیریں پانی، فُرُوۡتَةٌ (باب کرم فَرُتَ یَفۡرُتُ سے) یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ یہ شیریں ولذیذ پانی۔

= وَهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ۔ مِلۡحٌ (مَلُحَ یَمۡلُحُ باب کرم سے) یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت نمکین، اُجَاجٌ بھی اَجَّ یَؤُجُّ اُجُوۡجٌ فهو اُجَاجٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی ملح مُرٌّ۔ کڑوا کھاری پانی۔ وَهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ اور یہ نہایت کھاری اور

کڑوا پانی۔
= بَرْزَخًا۔ برزخ۔ رکاوٹ، دو چیزوں کے درمیان کی حدّ۔ حدّ فاصل۔ یا موت اور حشر کی درمیانی مدت کو بھی برزخ کہتے ہیں۔
= حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ قوی روکاوٹ، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲۵: ۲۲)
ان دونوں سمندروں کے متعلق متعدد اقوال اور روایات ہیں۔ اور ان کو کتب تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔
۲۵: ۵۴ = اَلْمَآءَ سے عام پانی مراد ہوسکتا ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر اٹھانے میں استعمال ہوا۔ یا اس سے مراد مادہ منویہ ہے۔
= بَشَرًا۔ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور اس صورت میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ یا یہ جنس بشر کے لئے ہے یعنی آدم و اولاد آدم علیہ السلام۔
= فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ ای قسمه قسمین ذوی نسب، ای ذکورًا ینسب الیهم و ذوات صهر۔ یعنی پھر اس بشر کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔ (۱) ذوی نسب، یعنی مرد کہ جن سے نسب چلتا ہے اور کہا جاتا ہے فلاں بن فلاں (۲) ذوات صہر۔ (یعنی عورتیں کہ جن سے سسرالی رشتہ، دامادی رشتہ)۔

مطلب یہ ہے کہ ایک ناپاک، ناچیز قطرۂ آب (نطفہ) سے مردوں اور عورتوں کو پیدا کر کے باہمی قرابتوں اور رشتہ داریوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا۔ جس میں تمام انسانی معاشرہ باہمی محبت واحترام کے جذبات کے ساتھ منسلک ہے۔
= قَدِيْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور بوجہ خبر کَانَ منصوب ہے۔ قَدِيْرٌ اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنی حکمت کے موافق جیسا چاہے کرے۔ یہ صفت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں ہے اس لئے قدیر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں کہہ سکتے۔
۲۵: ۵۵ = اَلْکَافِرُ۔ مفرد ہے لیکن بطور اسم جنس یہاں استعمال ہوا ہے۔
= ظَهِيْرًا۔ پشتیبان۔ مددگار۔ مظاهرة (مفاعلة) سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ظَهْرٌ پیٹھ، پشت
۲۵: ۵۷ = عَلَيْهِ۔ علی تبلیغ الرسالة او علی المذکور من التبشیر، والانذار علی القرآن۔ احکام رسالت کی تبلیغ یا بشارت دینے اور ڈرانے کے فرائض کی ادائیگی۔ یا تبلیغ قرآن۔ یعنی ان میں سے کسی کام کی تم سے اُجرت نہیں مانگتا۔

= اِلَّا - حرفِ استثناء۔ اَجْرٍ مستثنیٰ منہ۔ مَنْ شَآءَ مستثنیٰ منقطع (کیونکہ یہ مستثنیٰ کی جنس سے نہیں ہے)

ترجمہ یوں ہوگا!

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں اس (خوشخبری سنانے یا ڈرانے) کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف کا راستہ اختیار کرے۔

= يَتَّخِذَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ ناصبہ۔

اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے مصدر۔ اختیار کرتا ہے۔ اَنْ يَتَّخِذَ کہ اختیار کرے۔

٢٥: ٥٨ = تَوَكَّلْ۔ تَوَكُّلٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ توکل کر بھروسہ رکھ۔ اعتماد کر۔

= اَلْحَيِّ۔ زندہ۔ حَيَاةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

= كَفٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) یہ صیغہ ماضی کا ہے، لیکن مراد استمرار ہے۔ كِفَايَةٌ مصدر بھی ہے اور اسم مصدر بھی ہے۔ کفایۃ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو ضرورت پوری کردے۔

كَفِيٌّ۔ كَفِيٌّ۔ کافی۔ سب کے معنی ضرورت پوری کرنے والا۔ جس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔

كَفٰى کا استعمال لغت عرب میں دو طرح آیا ہے (١) متعدی، مثلاً كَفَاكَ الشَّيْءُ۔ تیرے لئے وہ چیز کافی ہے یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (٣٣: ٢٥) اور جنگ میں اللہ اہل ایمان کے لئے کافی ہوگیا۔ اس صورت میں فاعل کے ساتھ باء حرف جر نہیں آتا

(٢) لازم۔ فاعل کے ساتھ باء حرف جرّ لایا جاتا ہے یہ باء زائدہ ہے محض تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (٤: ٤٥) اور بطور مددگار اللہ ہی کافی ہے۔

فاعل مجرور بالباء (جس فاعل سے قبل باء حرف جرّ آیا ہو) کے بعد تمیز لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ نَصِيْرًا۔

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا۔ بِهٖ ضمیر فاعل کے ساتھ باء زائدہ ہے اور خَبِيْرًا تمیز ہے۔ اور اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کے لئے وہی (اللہ) کافی ہے یعنی وہ اس قدر باخبر ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔

٢٥: ٥٩ = اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ج اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا۔ ترکیب کے لحاظ سے

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :۔
(۱) اَلَّذِیْ اسم موصول۔ محلِ جر ہے۔ اور اَلْحَیِّ (آیۃ ۵۸) کی دوسری صفت ہے اور خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ .... اس کا صلہ۔
(۲) اَلَّذِیْ خَلَقَ (بصورت محل رفع) مبتدا ہے اور الرَّحْمٰنُ اس کی خبر ہے۔
(۳) الرَّحْمٰنُ مبتدا ہے اور فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا اس کی خبر ہے۔

لفظ بِهٖ میں بَا بمعنی عَنْ استعمال ہوئی ہے۔ یوں بھی سوال کا صلہ عَنْ اور بِ دونوں آتے ہیں مثلاً (۱) سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ (۷۰: ۱-۲) ایک مانگنے والے نے (اُس) عذاب کا سوال کیا ہے جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے۔
(۲) ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (۱۰۲: ۸) پھر اس روز تم سے (ہر) نعمت کی پوچھ ہوگی۔
بِهٖ، خَبِیْرًا کا صلہ بھی ہو سکتا ہے۔ ای فسئل (رجلا) خبیرًا بہ یعنی اس سے پوچھ جو اس کے متعلق علم رکھتا ہو۔ ان ہر دو حالتوں میں (یعنی فسئل بہ اور خبیرًا بہ) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الرَّحْمٰنُ ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا: اس کے متعلق پوچھ کسی خبر رکھنے والے سے۔
دوسری صورت میں: جو اس کے متعلق خبر رکھتا ہے اس سے پوچھ۔

خبیرًا سے مراد من علم بہ من اھل الکتاب (اہل کتاب میں سے کوئی عالم) بھی ہو سکتا ہے اور بقول ابن عباس رضؓ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں۔
۲۵: ۶۰) اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا۔ میں مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا :۔
کیا تیرے کہنے پر ہم سجدہ کریں۔

مَا موصولہ بھی ہو سکتا ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ ترجمہ ہوگا:۔ کیا جس کے لئے تم حکم کرو ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں۔

= زَادَهُمْ۔ زَادَ ماضی واحد مذکر غائب زِیَادَةٌ مصدر (باب ضرب) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (اس ضمیر کا مرجع مشرکین ہیں) زَادَ میں ضمیر فاعل امرٌ بالسجود للرحمٰن ہے یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کے حکم نے ان کی نفرت کو اور بڑھا دیا۔

= نُفُوْرًا۔ کسی چیز سے دور بھاگنا۔ اسی معنی میں ہے وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۱۷: ۴۱) مگر وہ حق سے اور زیادہ دور ہی بھاگے جا رہے ہیں اسی معنی میں موجودہ آیت میں استعمال ہوا ہے وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کے حکم نے ان کی (حق سے دوری کو) اور بڑھا دیا۔ یعنی ان کی نفرت اور

بڑھ گئی۔ اس جملہ کا عطف قالوا پر ہے ای قالوا ذٰلك وَزَادَ هُمْ نُفُوْرًا۔
اِلٰی کے صلہ کے ساتھ نَفَرَ اِلٰی کے معنی کسی کی طرف دوڑنے کے ہیں مثلاً نَفَرَ اِلَى الْحَرْبِ نَفَرًا۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔

۲۵ : ۶۱ = بُرُوْجًا۔ بُرْجٌ کی جمع۔ علم فلکیات کے مطابق یہ بارہ بُرج ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔
الحمل۔ الثور۔ الجوزا۔ السرطان، الا سد۔ السنبلۃ۔ المیزان۔ العقرب القوس۔ الجدی۔ الد لو۔ الحوت۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۸۵: ۱) قسم ہے برجوں والے آسمان کی ۔
بُرج بمعنی بلند عمارت اور محل بھی ہے جیسے وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴ :۷۸) خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں ہو،
= سِرَاجًا۔ اَلسِّرَاجُ (چراغ) وہ چیز جو بتی اور تیل سے روشن ہوتی ہے۔ مجازاً ہر روشن چیز کو روشن کہا جاتا ہے۔ یہاں سِرَاجًا سے مراد روشن سورج ہے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا:۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ (۷۱ : ۱۶) اور آفتاب کو چراغ (کی طرح روشن بنایا۔ سِرَاجٌ کی جمع سُرُجٌ ہے۔
= مُنِيْرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب، اِنَارَةٌ مصدر۔ (باب افعال) نُوْرٌ مادہ ۔

۲۵: ۶۲ = خِلْفَةً۔ خَلْفٌ بمعنی پیچھے قُدَّام کی ضد ہے۔ خَلَفَ يَخْلُفُ (نصر) خِلَافَةٌ جانشین ہونا۔ خَلَفٌ جو کسی کا جانشین اور قائم مقام ہو، خِلْفَةٌ ایک کا دوسرے کے بعد آنا یا قائم مقام ہونا۔ هُنَّ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً۔ وہ سب ایک دوسرے کے بعد آجا رہی ہیں۔ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔
= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔ میں اَوْ بمعنی وَاوْ (اور) کے ہے، مطلب یہ ہے کہ "یہ سب" سمجھنے والے کی نظر میں استدلالات ہیں اور شکر گذاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں۔ شُكُوْرًا مصدر۔ شَكَرَ يَشْكُرُ سے شکر گذاری۔ شکر کرنا۔

۲۵: ۶۳ = وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ۔ اللہ کے بندوں کے اوصاف کا بیان ہے۔ نیا موضوع شروع ہوتا ہے
= يَمْشُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَشٰى يَمْشِيْ (ضرب) مَشْيٌ مصدر، وہ چلتے ہیں
= هَوْنًا۔ اسم اور مصدر۔ نرم چال۔ نرم چال سے چلنا یعنی اکڑ کر شیخی کے ساتھ نہ چلنا۔
هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا۔ (نصر) نرم و آسان ہونا۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا وَ مُهَانًا وَ مُهَانَةً

ذلیل وحقیر ہونا۔ پہلے معنی میں آیت ھٰذا کی مثال ہے یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وہ زمین پر نرم چال (یعنی متواضع ہوکر) چلتے ہیں۔

اور دوسرے معنی میں مثال، وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ (۲: ۹۰) اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ هَوْنًا۔ مَشْیٌ سے حال ہے یا صفت،

۲۵: ۶۴ == يَبِيْتُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب بَاتَ يَبِيْتُ (ضرب) بَيْتُوْتَةٌ مصدر وہ رات گذارتے ہیں۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔

== لِرَبِّهِمْ ۔ سُجَّدًا وَّقِيَامًا سے متعلق ہے۔

== سُجَّدًا ساجِدٌ کی جمع ہے۔ سجدہ کرنے والے۔

== قِيَامًا۔ قَائِمٌ کی جمع ہے کھڑا ہونے والے۔ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ دونوں بوجہ حال ہونے کے منصوب ہیں۔ مراد دونوں سے نماز ہے۔

۲۵: ۶۵ == اِصْرِفْ ۔ صَرَفَ يَصْرِفُ (ضرب) صَرْفٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو ہٹادے۔ تو پھیر دے۔

== غَرَامًا۔ الغُرْمُ مفت کا تاوان یا جرمانہ۔ وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (۵۶: ۶۶) (ہائے) ہم مفت میں تاوان میں پھنس گئے یا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ (۵۲: ۴۰) کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔

اور جو تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے اسے غَرَامٌ کہا جاتا ہے لہٰذا پیہم تکلیف یا ہلاکت کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا بے شک اس کا عذاب پیہم اور ہلاکت خیز ہے۔

۲۵: ۶۶ == اِنَّهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَهَنَّمَ کے لئے ہے۔

== سَآءَتْ ۔ سَآءَ يَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے وہ بری ہے۔

== مُسْتَقَرًّا۔ اسم ظرف مکان منصوب، بوجہ تمیز۔ اِسْتِقْرَارٌ (اِستِفْعَالٌ) مصدر بمعنی قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

== مُقَامًا۔ اسم ظرف مکان۔ منصوب بوجہ تمیز۔ اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ رہنے کی جگہ یعنی جہنم بطور قرارگاہ اور جائے قیام بہت بری ہے۔

۲۵: ۶۷ == اَنْفَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ انہوں نے خرچ کیا۔ ماضی بمعنی حال۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔

= لَمْ يُسْرِفُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب اِسْرَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ فضول خرچی نہیں کرتے۔ بے جا نہیں اڑاتے۔ بیجا صرف کرنا مقدار اور کیفیت دونوں کے لحاظ سے بولا جاتا ہے چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرکے ایک حبہ بھی خرچ کیا جائے تو وہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

حدِ اعتدال سے تجاوز کرنا بھی اسراف ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (۴۰: ۲۸) بے شک خدا اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے نکل جانے والا (اور) جھوٹا ہے۔

= لَمْ يَقْتُرُوْا۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب قَتْرٌ مصدر (باب نصر) وہ خرچ میں تنگی نہیں کرتے، کنجوسی نہیں کرتے، دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے کام نہیں لیتے مُقْتِرٌ بمعنی فقیر یا تنگ دست بھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲: ۲۳۶) اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔ اور تنگی والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق
= كَانَ۔ ای كان انفاقهم۔ بَيْنَ ذٰلِكَ ای بين الاسراف والقتر قَوَامًا وسطاً وعدلاً۔ كَانَ فعل انفاقهم۔ اسم (محذوف) بَيْنَ ذٰلِكَ خبر اول قَوَامًا خبر ثانی۔

ان کا خرچ کرنا فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔
= قَوَامًا۔ قوم مادہ قِوَام اور قِيَامٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقاء اور درستگی ہو یعنی درستی اور بقاء کا سہارا۔ اسراف اور بخل کے درمیان حد اوسط، میانہ، معتدل، متوسط
۲۵: ۶۸ = يَلْقَ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ اصل میں يَلْقٰى تھا لَقْيٌ مصدر (باب سمع) وہ پائے گا۔ لِقَاءٌ بھی مصدر ہے جس کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پا لینے کے ہیں۔ ان دونوں معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے۔ سامنے آنے کے معنی میں ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلٰقُوْهُ (۲: ۲۲۳) اور جان رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ اور پا لینے کے معنی میں ہے فَمَنْ يَلْقَ خَيْرًا يَحْمَدِ النَّاسُ اَمْرَهٗ جو شخص خیر کو پا لیتا ہے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔

= اَثَامًا۔ گناہ، مجازاً عذاب۔ يَلْقَ اَثَامًا۔ ای يلق جزاء اٰثام۔ یعنی گناہوں کی سزا پائے گا۔ گناہوں کا عذاب پائے گا۔ اٰثَامٌ۔ اِثْمٌ کی جمع ہے بمعنی گناہ۔
۲۵: ۶۹ = يُضٰعَفْ۔ مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب (باب مفاعلہ) وہ دوگنا کیا جائیگا

يَلْقَ سے بدل ہے مبدل منہ کی مطابقت میں مجزوم ہے:
= يَخْلُدْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب خلودٌ مصدر باب نصر، وہ ہمیشہ رہیگا۔ مجزوم بوجہ یضاعف کے معطوف ہونے کے۔
= فیہ ای فی ذلک العذاب المضاعف، اس دوچند کئے گئے عذاب میں۔
= مُهَانًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر اہانۃ مصدر (باب افعال) ھون مادہ، ذلیل کیا ہوا یَخْلُدْ سے حال ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲۵:۶۳)

۲۵: ۷۰ = اِلَّا ۔ حرف استثناء استثناء متصل ہے اس میں مستثنیٰ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (موصول بمعہ اپنے صلہ کے) اور مستثنیٰ منہ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ہے اِلَّا مَنْ ...... صٰلِحًا سوائے اس کے جس نے توبہ کرلی۔ ایمان لے آیا۔ اور نیک کام کیا یا اِلَّا بمعنی لیکن ہے جیسا کہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ (۸۸:۲۳)
= اُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ (جمع کے لئے آتا ہے) وہ سب مشارٌ الیہ وہ افراد جو مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا میں مراد ہیں۔
= يُبَدِّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر، وہ بدل ڈالیگا۔
= سَيِّاٰتِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ يُبَدِّلُ کا مفعول ۔ ان کی برائیاں ۔ ان کے گناہ

۲۵: ۷۱ = عَمِلَ صٰلِحًا ای عمل عملا صالحًا (جس نے) نیک کام کئے۔
= يَتُوْبُ اِلَى ۔ مضارع واحد مذکر غائب کسی کے آگے توبہ کرنا۔ اور عَلٰى کے صلہ کے ساتھ بمعنی توبہ قبول کرنا۔ التوبُ (باب نصر) کے معنی گناہ کے باحسن وجوہ ترک کرنے کے ہیں اور یہ معذرت کی سب سے بہتر صورت ہے۔ کیونکہ اعتذار کی تین ہی صورتیں ہیں:۔
(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ عذر کنندہ اپنے جرم کا سرے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں نے کیا ہی نہیں۔
(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے لئے وجہ تلاش کرے اور بہانے تراشنے لگ جائے۔
(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اعترافِ جرم کے ساتھ آئندہ نہ کرنے کا بھی یقین دلائے۔ اس آخری صورت کو توبہ کہا جاتا ہے۔

شرعًا توبہ کو توبہ جب کہیں گے کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑدے اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرلے۔
= تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ جَمِيْعًا (۲۴:۳۱) تم سب خدا کے آگے توبہ کرو (اِلٰی کے صلہ کے ساتھ) اور فتاب علیہ (۲:۳۷) پھر (اللہ نے) اس کی توبہ قبول کرلی۔ (عَلٰی کے صلہ کے ساتھ)

== مَتَابًا مصدر میمی ۔ تَابَ یَتُوْبُ توبۃ و متابٌ و تابۃ فعل کے بعد مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ۔ پس اسی نے خدا کے آگے کما حقہٗ توبہ کی۔

۲۵: ۷۲ == لَا یَشْھَدُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ شہادت نہیں دیتے۔
شَھِدَ یَشْھَدُ (سمع) شہادۃ مصدر۔ گواہی دینا۔

== الزُّوْرَ ۔ الزُّوْرَ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے ہیں اور جس کے سینہ میں ٹیڑھا پن ہو اسے اَلْاَزْوَرُ کہتے ہیں ۔ اور اسی معنی میں قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے تَزَاوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ (۱۸: ۱۷) سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے زُوْرٌ زَوْرٌ اِزْوِرَارٌ افعلال مصادر بمعنی انحراف ۔ چونکہ جھوٹ بھی جہت راست سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کو زُوْرٌ کہا جاتا ہے۔

الزُّوْرَ یا تو بوجہ مصدر منصوب ہے یا یہ مضاف الیہ ہے اور مضاف شہادۃ محذوف ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لایا گیا اور اسی کی مطابقت سے منصوب ہے، ای انھم لا یشھدون شھادۃ الزور۔

== اَللَّغْوَ ۔ لغو ہر اس حرکت کو کہتے ہیں جو عبث اور لا یعنی ہو آخرت کے اعتبار سے یا دنیا کے اعتبار سے بے ہودہ جس میں خیر کا کوئی پہلو نہ ہو۔

== کِرَامًا ۔ کَرِیْمٌ کی جمع بزرگانہ انداز سے ۔ ای مروا باھل اللغو والمشتغلین بہٖ مروا معرضین عنھم کراما مکرمین انفسھم من الخوض معھم فی لغوھم یعنی جب وہ اتفاقاً بیہودہ لوگوں کے پاس سے جو لغویات میں مشغول ہوں گذرتے ہیں تو بڑے باوقار اور باعزت طریقے سے پہلو تہی کر کے نکل جاتے ہیں اور ان کی لغویات میں شریک ہونے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ربانی ہے وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ ۝ (۲۸: ۵۵) اور جب وہ یعنی اہل ایمان سنتے ہیں کسی بیہودہ بات کو تو منہ پھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال تم پر سلام ہو (طنزاً۔ مطلب یہ کہ تم ہم سے دور ہی رہو جیسے اردو میں بولتے ہیں جاؤ بابا ہمارا سلام ہمارا وقت ضائع نہ کرو) ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

== کِرَامًا ضمیر فاعل مَرُّوْا کا یا حال ہے یا تمیز، اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

== ذُکِّرُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب بمعنی حال ۔ (جب) ان کو سمجھایا جاتا ہے (جب) انہیں

نصیحت کی جاتی ہے۔

= بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ۔ رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ اٰیٰتِ مضاف، بآ بمعنی بذریعہ۔ یعنی بذریعہ ان کے رب کی آیات کے۔

= لَمْ يَخِرُّوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں گر پڑتے۔ خَرَّ يَخِرُّ (باب ضرب) خَرٌّ وخُرُوْرٌ مصدر بلندی سے پستی میں گرنا جیسے كَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ (۲۲: ۳۱) تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے۔ اور وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (۷: ۱۴۳) اور موسٰی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ خَرَّ عَلٰى۔ اچانک آپڑنا۔ اندھا دھند گر پڑنا۔ بغیر کسی نظم و ترتیب کے گر پڑنا۔

= عَلَيْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰیٰتِ رَبِّهِمْ ہے۔

= صُمًّا۔ بہرے اصم کی جمع۔

= عُمْيَانًا۔ اندھے۔ اعمٰی کی جمع۔

ہر دو صُمًّا و عُمْيَانًا ضمیر فاعل لَمْ يَخِرُّوْا سے حال ہیں۔

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

(۲) نمبر(۱) کی روشنی میں درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ا۔ جملہ میں خُرُوْرٌ کی نفی نہیں ہے بلکہ الصم اور العمی کی نفی ہے یعنی جب ان کو (عباد الرحمٰن کو) ان کے پروردگار کی آیات نصیحت کے لئے سنائی جاتی ہیں تو وہ بہروں اور اندھوں کا سا طرزِ عمل اختیار نہیں کرتے بلکہ ان کو گوشِ ہوش سے سنتے ہیں اور چشمِ بینا سے دیکھتے ہیں اور غور و فکر کر کے آیات کے اسرار و معارف تک آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

(ب) اگر جملہ میں نفی خرور نہیں بلکہ اثبات ہے (جیسا کہ صاحب کشاف نے لکھا ہے) لیس بنفی للخرور وانما ھو اثبات لہٗ ونفی للصم والعمی۔ یعنی خرور کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا اثبات ہے، اور نفی الصم والعمی (بہرہ پن اور اندھاپن) کی ہے تو عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے اذا ذکروا بایٰت ربہم خروا علیہا صما وعمیانا ای لا یسمعون ما فیہا من الحق ولا یبصرونہٗ (اضواء القرآن) اس صورت میں ضمیر فاعل کا مرجع الکفار ہیں۔ جو عباد الرحمٰن کے تذکرہ کے بعد مذکور ہیں۔ یعنی جب ان کے (کفار کے) رب کی آیات نصیحت کے لئے ان کو سنائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر گر پڑتے ہیں ان میں جو حق کی بات ہے نہ اس کو سنتے ہیں اور نہ ہی اس کو چشمِ حق شناس سے دیکھتے ہیں۔

اس مضمون کو اور جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ (۳۱: ۷) اور جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے۔

لیکن بیشتر مفسرین نے (۲: ۱) کو ہی اختیار کیا ہے اور سلسلۂ کلام میں بھی قابل ترجیح یہی ہے

۲۵: ۷۴ = قُرَّةَ اَعْيُنٍ مضاف مضاف الیہ۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔

قَرَّ (نصر، ضرب، سمع) قَرٌّ...... الیوم دن کا ٹھنڈا ہونا۔ اور قَرَّتْ عَيْنُهٗ کسی کی آنکھ کا ٹھنڈا ہونا۔ قُرَّةٌ وقَرَّةٌ وقُرُوْرَةٌ (ضرب، سمع) قُرَّةٌ ٹھنڈک، تازگی،... جسے دیکھ کر انسان کو خوشی حاصل ہو اسے قُرَّةُ عَيْنٍ کہا جاتا ہے جیسے قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ (۲۸: ۹) یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اَعْيُنٍ عَيْنٌ کی جمع ہے آنکھیں۔ عَيْنٌ کی جمع عُيُوْنٍ واَعْيَانٌ بھی ہے

قُرَّةَ بوجہ مفعول هَبْ منصوب ہے

= هَبْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر وَهَبٌ وهِبَةٌ مصدر (باب فتح) تو عطا کر، تو بخش، تو بخشش کر۔

= اِمَامًا۔ بروزن فعالٌ اسم ہے بمعنی من يؤتمّ به یعنی جس کا قصد کیا جائے، پیشوا، مقتدا جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

۲۵: ۷۵ = اُولٰٓئِكَ۔ جن کی اوپر صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان کی طرف اشارہ۔ وہ سب (عباد الرحمٰن) اسم اشارہ ہے۔

= يُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب، ان کو جزا دی جائے گی، ان کو بدلہ میں دیا جائیگا جزٰی يَجْزِيْ (ضرب) — جزي مادہ۔ الجزاء (کافی ہونا) الجزاء (اسم) کسی چیز کا بدلہ جو کافی ہو۔ جیسے خیر کا بدلہ خیر سے اور شر کا بدلہ شر سے دیا جائے۔ جیسے فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى (۱۸: ۸۸) اس کے لئے بہت اچھا بدلہ ہے اور وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ (۴۲: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہے۔

= الْغُرْفَةَ۔ بالاخانہ۔ اونچے محل اس کی جمع غُرَفٌ وغُرُفَاتٌ ہے۔ غُرْفَةٌ کے معنی چلو بھر پانی کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (۲: ۲۴۹) ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو مضائقہ نہیں)

= بِمَا۔ میں باء سببیہ ہے اور ما مصدریہ

= یُلَقَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب تَلْقِیَۃٌ (تفعیل) مصدر ان کا استقبال کیا جائیگا۔ ان کو پیش کیا جائے گا۔ لقی مادّہ۔
= تَحِیَّۃً۔ دعائے خیر۔ دعائے زندگی۔ حَیَاۃٌ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے بمعنی کسی کو حَیَّاکَ اللّٰہُ (خدا تمہاری عمر دراز کرے) کہنا۔ بوجہ حال کے منصوب ہے۔
= سَلٰمًا۔ سلامتی کی دعا کرنا۔ حال ہے۔
وَ یُلَقَّوْنَ فِیْھَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا۔ وہاں (جنت میں یا بالاخانہ میں) ان کا درازئ عمر اور سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ خیر مقدم کیا جائے گا۔ یعنی فرشتے اِن دعاؤں کے ساتھ اُن کا استقبال کریں گے۔
۲۵: ۷۶ = حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا۔ ملاحظہ ہو سَاءَتْ مستقرًّا و مُقامًا۔ (آیت ۲۵: ۶۶) وہ جہنم کا نقشہ تھا اور یہ جنت کی تصویر ہے۔
۲۵: ۷۷ = قُلْ۔ امر کا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب کن سے ہے اس کے متعلق ۲ راقوال ہیں۔
(۱) اس کا اطلاق عوام الناس پر ہے۔
(۲) اس کا اطلاق مشرکین و کفار پر ہے۔ خصوصاً قریش مکہ۔
= مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ۔ مَا یَعْبَؤُا مضارع منفی واحد مذکر غائب عَبْؤٌ مصدر (باب فتح) عَبَأَ یَعْبَؤُا۔ عبأ مادّہ۔ مَا عَبَأْتُ بِہٖ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔
اَلْعِبْءُ کے معنی ثقل۔ بوجھ۔ خواہ کسی بھی شے کا ہو اس کی جمع اَعْبَاءٌ ہے لہٰذا مَا عَبَأْتُ بِہٖ کے معنی ہوں گے میرے نزدیک اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ یا میری نگاہ میں اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس کا ترجمہ ہوا۔ میرے پروردگار کی نگاہوں میں تمہاری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔
مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو
= لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ اِیَّاہُ۔ تمہاری اللہ تعالیٰ سے پکار یا اس کی عبادت۔
(۲) لَوْلَا دُعَاءُہٗ اِیَّاکُمْ۔ اس کی (اپنے نبی کی معرفت) تمہارے لئے (اپنی توحید کی طرف) دعوت
= قَدْ کَذَّبْتُمْ۔ ماضی قریب جمع مذکر حاضر۔ تم جھٹلا چکے ہو۔ تم نے انکار کر دیا ہے، تم نے جھٹلا دیا ہے۔
= سَوْفَ۔ عنقریب۔ جلد۔ سَوْفَ حرف ہے جو افعال مضارع کو مستقبل کے ساتھ

خاص کر کے حال سے علیحدہ کر دیتا ہے۔

= لِزَامًا۔ صیغہ صفت، ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔ چمٹ جانیوالا۔
سُبَّۃٌ لِزَامٌ نہ چھوٹنے والی عار۔ چمٹی رہنے والی ننگ۔ لَازِمٌ اسم فاعل۔ چمٹا رہنے والا، واجب
لَزِمَہُ الْحَقُّ اس پر حق واجب ہو گیا۔ اِلْزَامٌ (افعال) چمٹا دینا جیسے اَنُلْزِمُکُمُوْھَا
(۲۸:۱۱) کیا ہم اس کو تم پر چمٹا دیں وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی (۴۸: ۲۶) اور اللہ نے ان پر کلمہ
توحید واجب کر دیا۔

فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا: ای فسوف یکون جزاء تکذیبکم ملازمًا لکم
عنقریب تمہاری تکذیب کی سزا تم کو چمٹ جائے گی۔

اگر یہ خطاب کفار سے ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ کفار مکہ نے دعوتِ توحید سے انکار کیا اور اللہ کے رسول کی تکذیب کی اور جلد ہی اس کا عذاب جنگ بدر کی ہزیمت کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن گیا۔ اور بمصداق قولہ تعالیٰ وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ (۳۲:۲۱) ہم انہیں قریب کا عذاب بھی علاوہ اس بڑے عذاب کے چکھا کر رہیں گے؛ بدر کی شکست اس زندگی میں ہمیشہ کے لئے ان کے لئے سوہانِ رُوح بن گئی اور موت کے بعد روزِ قیامت اس سے بھی بڑا عذاب ان کا مقدر ٹھہرا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ (۴۷)

۲۶: ۱ = طٰسٓمّٓ ۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے بعض اسے قرآن مجید کے اسماء میں سے مراد لیتے ہیں بعض اسے سورۃ کا نام بتاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے بقول صاحب تفسیر مظہری رح ۔ انه رمز بين الله و بين رسوله یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے ۔

۲۶: ۲ تِلْكَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث ۔ مشارٌ الیہ السورۃ ہے ۔ یہ سورۃ۔

= اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ اَلْكِتٰبِ المبين موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ اٰيٰتُ مضاف ۔ واضح کتاب کی آیات ، یہ سورۃ واضح کتاب کی آیات (پر مشتمل) ہے یا یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ الکتٰب سے مراد القرآن ہے۔ مبین اسم فاعل واحد مذکر بمعنی کھولنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ اِبَانَةٌ (افعال) سے بیّن مادّہ باب تفعیل (تبیین) باب تفعل تَبَيُّنٌ لازم بھی آتے ہیں متعدی بھی۔ ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا۔ لہٰذا مبین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی۔

۲۶: ۳ = لَعَلَّكَ ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ ك اس کا اسم ۔ شاید تو۔ شاید کہ تو ، ہو سکتا ہے کہ تو۔

= بَاخِعٌ ۔ بَخَعَ يَبْخَعُ (فتح) بَخْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ غم یا غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ شاعر نے کہا ہے :۔

اَلَا اَيُّهَا الْبَاخِعُ الْوَجْدِ نَفْسَهٗ ۔ اے غم کی وجہ سے خود کو ہلاک کرتے والے۔ اور جگہ قرآن میں آیا ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (۱۸: ۶) اگر وہ اس قرآن حکیم پر ایمان نہ لائے تو شاید آپ اس غم میں ان کے پیچھے اپنی جان دیدیں گے۔

جو گدی (ریڑھ کی ہڈی میں سے گذرتی ہوئی گردن تک پہنچتی ہے اسے بخاع کہتے ہیں جب ذبح

کرتے وقت چھری یہاں تک پہنچ جائے تو ذبح مکمل ہوجاتی ہے اسی سے باخعٌ ماخوذ ہے یعنی ایسا ذبح کرنے والا جس نے چھری بخاع تک پہنچادی ہو۔

= اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ لَا یَکُوْنُوْا مضارع منفی مجزوم مُؤْمِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب یَکُوْنُوْا کی خبر۔ یہ ہلاکت کی وجہ ہے۔ اَلَّا اصل میں اَنْ لَا ہے۔

ای خیفۃ ان لا یؤمنوا بذلك الکتب المبین یہ اندیشہ کرتے ہوئے کہ وہ اس واضح کتاب پر ایمان نہ لائیں گے۔

۲۶: ۴ = نَشَاْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ، جمع متکلم۔ شَآءَ یَشَآءُ (باب فتح) شَیْءٌ مَشِیْئَۃٌ مصدر (اگر ہم چاہیں)۔

= نُنَزِّلْ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ جمع متکلم۔ ہم اتاردیں۔ ہم نازل کردیں۔

= فَظَلَّتْ۔ فاء تعقیب کے لئے ہے۔ ظَلَّتْ۔ افعال ناقصہ میں سے ہے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے بمعنی صَارَ۔ وہ ہوگیا۔ آیا ہے فَظَلَّتْ پس وہ ہوگئی۔

= اَعْنَاقُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گردنیں۔ اَعْنَاقٌ کا واحد عُنُقٌ وعُنْقٌ وعُنَقٌ ہے۔ عُنُقٌ بمعنی رئیس لوگ۔ لوگوں کی جماعت بھی ہے۔

= لَهَا۔ ظَلَّتْ کا صلہ ہے۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَۃٌ کی طرف راجع ہے۔

= خَاضِعِیْنَ خُضُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ الخُضُوْعُ کے معنی خشوع یعنی جھکنے کے ہیں۔ رَجُلٌ خُضَعَۃٌ وہ شخص جو ہر ایک کے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کرتا پھرے۔ خَضَعَ یَخْضَعُ (فتح) خُضُوْعٌ وخَضَعٌ وخُضْعَانٌ عاجزی کرنا۔ فروتن ہونا۔ سرنگندہ ہونا۔ خَاضِعِیْنَ۔ عاجزی کرنے والے۔ جھکنے والے۔

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ۔ ظَلَّتْ فعل ناقص اَعْنَاقُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر ظَلَّتْ کا اسم لَهَا ظَلَّتْ کا صلہ۔ خٰضِعِیْنَ خبر۔ اگر اَعْنَاقٌ بمعنی رؤسا لیا جائے تو یہ ترکیب کسی تاویل یا تشریح کی محتاج نہیں۔ ورنہ خبر خٰضِعَۃً چاہئے تھی اور ایک قرأت اس طرح بھی ہے فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعَۃً لیکن اس کی تاویل طویل ہے۔ ملاحظہ ہو ضیاء القرآن حاشیہ آیت ہذا۔

پہلی صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔

ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے بالکل جھک جائیں

دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہوگا

ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں پھر ان کے اکابر عاجز و درماندہ ہو کر اس کے سامنے جھک جائیں۔

۲۶ : ۵ == مَا يَأْتِيهِمْ میں مَا نافیہ ہے یَاْتِیْ مضارع واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ مصدر (باب ضرب) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کے پاس آتی ہے یا آجائے گی! مَا يَأْتِيهِمْ نہیں آتی ان کے پاس!

== مِنْ ذِكْرٍ۔ میں مِنْ زائدہ ہے محض تاکید کے لئے اور نفی کو زور دار بنانے کے لئے لایا گیا ہے یا یہ تبعیضیہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔ ذکرای موعظة وتذکیر۔ یعنی پند و نصیحت یا تنبیہ کی کوئی بات، یا قرآن مجید کی کوئی آیت۔

== مُحْدَثٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِحْدَاثٌ (افعال) مصدر۔ تازہ، نو بنو، نئی۔ محدث و محدثة۔ نئی چیز جو اجنبی معلوم ہو۔ محدث صفت ہے ذِکْرٍ کی۔ تازہ موعظت، تازہ فہمائش۔

== مُعْرِضِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ منہ موڑنے والے۔ اعراض کرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ عَنْهُ میں هٗ ضمیر واحد مذکر غائب ذکر کی طرف راجع ہے۔

۲۶ : ۶ == فَقَدْ كَذَّبُوْا۔ منجملہ دیگر خواص کے قَدْ ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے اور کبھی تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ فَقَدْ كَذَّبُوْا تحقیق یہ لوگ (پیام حق اور پیامبر حق دونوں کو) جھٹلا چکے ہیں یا انہوں نے جھٹلا دیا ہے۔ یہاں حق سے انکار کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

اولاً۔ حق سے اعراض روگردانی۔ کبھی حق کو جادو کہہ کر، کبھی اس کو اساطیر الاولین گردان کر اور کبھی اس کو شعر گوئی بیان کر کے۔ پھر اس اعراض اور روگردانی کو آگے بڑھایا۔ اور کہہ دیا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ پھر اس پر ہی اکتفار نہ کیا۔ بلکہ خفیۃً و اعلانًا خلوت میں اور جلوت میں قولاً فعلاً اس کے استہزاء میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

== فَسَيَأْتِيهِمْ: فَ تعقیب کا ہے۔ سَ مضارع کو مستقبل قریب کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے بمعنی اب۔ ابھی، قریب۔ عنقریب، یَاْتِیْ فعل مضارع واحد مذکر غائب هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس وہ جلد ان پر آجائیگا۔ پس وہ عنقریب ان کو آلیگا۔ پس وہ جلد ان کے پاس آجائیگا

== اَنْبٰٓؤُا۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر نبأ کہلانے

کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہو۔

اَنْبٰٓؤُا مضاف ہے اور اگلا جملہ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ مضاف الیہ ہے اس امر کی خبریں جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اَنْبٰٓؤُا بصیغہ جمع آیا ہے جس طرح اعراض وتکذیب واستہزاء کی مختلف صورتیں تھیں اسی طرح آخرکار ان کی حقیقت بھی بہت سی مختلف شکلوں میں انہیں معلوم ہوگی۔

= مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ جس امر کا۔ جس بات کا۔

= كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ استہزأ کیا کرتے تھے یا اڑاتے رہے ہیں۔

ترجمہ پس عنقریب ان کو اس چیز کی حقیقت (مختلف طریقوں سے) معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

بعض کے نزدیک انبٰؤ مراد عقوبات ہیں یعنی عنقریب ان کو اس استہزاء کی سزا مل جائیگی خواہ وہ شکست وہزیمت کی صورت میں ہو جیسے جنگ بدر وغیرہ میں خواہ ان کی توقعات کی موت کی شکل میں ہو کہ ان کی خواہشات وتوقعات کے علی الرغم آخرکار حق کا غلبہ۔

۲۶ : ۷ = اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ۔ آیات تنزیلیہ کے بعد مشرکین کی آیات تکوینیہ سے اعراض وروگردانی کا ذکر ہو رہا ہے ہمزہ استفہام انکاری کا ہے واؤ عبارت مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ ای اصروا علی الکفر باللہ وتکذیب مایدعوھم الی الایمان ولم ینظروا الی عجائب الارض کیا وہ اللہ (اور اس کی وحدانیت) سے انکار پر اور اس کی دعوت الی الایمان کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں (تو کیا وہ) عجائبات ارض کی طرف دیکھنے سے عاری ہیں۔ لَمْ يَرَوْا مضارع نفی جحد بلم ضمیر فاعل مشرکین کی طرف ہے کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا؟

= كَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہے، یہ استفہام کے لئے بھی آتا ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ (۲: ۲۵۹) تو کتنی مدت اس حالت میں رہا۔ ای کم زمانًا لبثت۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے كَمْ خبریہ بھی آتا ہے اور اس صورت میں مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس صورت میں تمیز مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کردیا کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے مثلاً كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً

(۲: ۲۴۹) اکثر چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں۔

آیت ہذا میں عبارت یوں ہوگی کَمْ مِّنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
اس میں ہم نے عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں کس کثرت سے اگائیں۔

= اَنْۢبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے ہم نے اگایا۔

= زَوْجٍ كَرِيْمٍ۔ موصوف وصفت۔ زَوْجٌ۔ خاوند۔ بیوی۔ جوڑا۔ بھانت بھانت قسم، قسم۔ كَرِيْمٌ۔ عمدہ، عزت والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد۔ زوج کریم۔ عمدہ قسم کی

۲۶: ۸ = ذٰلِكَ۔ کا اشارہ اگانے کے فعل کی طرف ہے یا اگائی ہوئی عمدہ بوٹیوں کی طرف

۲۶: ۹ = اَلْعَزِيْزُ۔ زبردست۔ غالب۔ گرامی قدر۔

۲۶: ۱۰ = وَ واؤ حرف عطف ہے معطوف علیہ کلام ماقبل ہے اور معطوف وہ کلام ہے جو آگے آرہی ہے یہ عطف القصہ علی القصہ کی مثال ہے۔

= اِذْ نَادٰى۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ نَادٰى اور یاد کر جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ کو) یا وَاذْكُرْ لِقَوْمِكَ اِذْ نَادٰى یا دولا اپنی قوم کو جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ کو)
اِذْ۔ جب۔ نَادٰى بمعنی پکارا۔ یا بمعنی اَمَرَ۔ (حکم دیا)

= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ یہ۔ یا تو مصدریہ ہے اور اس کا مابعد بمنزلہ مصدر ہے یا یہ مفسرہ ہے اور معنی ای ہے: کہ

= اِئْتِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو آ۔ تو پہنچ۔ اِتْيَانٌ (ضَرَبَ) سے جانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ملاحظہ ہو (۲۶: ۱۶) اِئْتِيَا تم دونوں جاؤ۔

= اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ موصوف وصفت۔ ظالم قوم۔ ظالم لوگ۔

۲۶: ۱۱ = قَوْمَ فِرْعَوْنَ۔ مضاف مضاف الیہ، فرعون کی قوم۔ یہ اَلْقَوْمَ کا بدل ہے یا اس کا عطف بیان۔ ظالم لوگ یعنی قوم فرعون۔

= اَلَا يَتَّقُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا يَتَّقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب یہ اِئْتِ سے حال ہے تقدیر کلام ہے اِئْتِهِمْ قَائِلًا لَهُمْ اَلَا يَتَّقُوْنَ تو ان کے پاس جا یہ کہتے ہوئے کیا یہ لوگ نہیں ڈرتے (قہر الٰہی سے)

۲۶: ۱۲ = رَبِّ۔ ای يَا رَبِّيْ

= اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ۔ اَنْ مصدریہ ہے يُكَذِّبُوْنِ اصل میں يُكَذِّبُوْنِيْ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ (میری تبلیغ کے تمام ہونے سے قبل ہی میری تکذیب شروع کردیں گے

(الماجدی، روح المعانی)

۲۶:۱۳ = وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ - یَضِیْقُ مضارع واحد مذکر غائب ضِیْقٌ مصدر (باب ضرب) تنگ ہوتا ہے۔ گھٹتا ہے (یعنی اتنے بڑے مشن پر تنہا جاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے تفہیم القرآن)

= لَا یَنْطَلِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب طلق مادہ اَلطَّلَاقُ کے اصل معنی کسی بندھن سے آزاد کرنے کے ہیں جیسے اَطْلَقْتُ الْبَعِیْرَ مِنْ عِقَالِهٖ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی طرح طَلَّقْتُ الْمَرْأَۃَ کا محاورہ ہے یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

باب انفعال سے انطلاق کے معنی چل پڑنے کے ہیں جیسے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ ہ (۷۷:۲۹) جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اس کی طرف چلو۔

لَا یَنْطَلِقُ: وہ روانی سے نہیں چلتی

= فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ - ای ارسل جبریل علیہ السلام الی ھارون واجعلہ نبیًا وازرنی بہ واشدد بہ عضدی لان فی الارسال الیہ علیہ السلام حصول ھذہ الاغراض کلھا لکن بسط فی سورۃ القصص وطٰہٰ واکتفٰی ھھنا بالاصل۔ یعنی اے میرے پروردگار تو جبرائیل علیہ السلام کو ہارون کی طرف بھیج اور اسے بھی نبوت عطا کر اور اس کی مدد سے مجھے طاقت بخش اور میری قوت بازو کو مضبوط بنا جبرائیل علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجنے میں یہ جملہ اغراض مقصود ہیں، سورۂ قصص اور طٰہٰ میں اس کا بالتفصیل ذکر ہے یہاں صرف اصل پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو ہارونؑ کے پاس بھی وحی بھیج دے (اور اسے بھی شریک نبوت کر دے)

۲۶:۱۴ = وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ - اور ان کا میرے ذمہ ایک جرم (بھی) ہے یہاں اشارہ ہے ایک قبطی کے قتل کا جو حضرت موسیٰؑ کے مکّہ سے جاں بحق ہو گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ۲۸:۱۵)

۲۶:۱۵ = قَالَ کَلَّا کہا (اللہ تعالیٰ نے) ایسا ہرگز نہیں (ہوگا)

= مُسْتَمِعُوْنَ - اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْتَمِعٌ واحد اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر سننے والے۔ اسی مضمون میں دوسری جگہ فرمایا لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی۔ (۲۰:۴۶) ڈرو نہیں میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں (ہر بات) سن رہا ہوں اور (ہر چیز) دیکھ رہا ہوں

استمع باب افتعال خوب دھیان سے سننا۔ کان لگا کر سننا۔

۲۶:۱۶ —— فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اِئْتِيَا تم دونوں جاؤ۔ تم دونوں پہنچو امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ۲۶:۱۰) اتیانٌ مصدر۔

۲۶:۱۷ == اَنْ۔ مفسرہ ہے کہ ارسال میں قول کا مفہوم پایا جاتا ہے یا اَنْ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے یعنی ہم اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو لے جانے کے لئے بھیجے گئے ہیں

۲۶:۱۸ == اَلَمْ نُرَبِّكَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نُرَبِّ مضارع مجزوم نفی جحد بلم جمع متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تجھے پالا نہیں تھا۔

== فِينَا۔ اپنے ہاں۔ ہمارے اپنے پاس ای فی منازلنا ہمارے گھروں میں۔

== وَلِيدًا صیغہ صفت ہے وِلَادَةٌ سے نوزائیدہ بچہ۔

== سِنِينَ سَنَةٌ کی جمع ہے سال۔ برس۔ مجازاً قحط والے سالوں کو بھی سنین کہتے ہیں۔ جیسے وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ۔ (۷:۱۳۰) اور ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط والے سالوں میں یعنی قحط سالی میں۔

۲۶:۱۹ == فَعْلَتَكَ۔ فَعْلَةٌ بمعنی فعل فَعَلَ سے مصدر ہے۔ فِعْل و فَعْلَةٌ ایک کام مرۃ۔ مضاف ہے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیرا ایک کام، تیرا ایک فعل۔ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ یعنی تیرا ایک فعل بھی ہے جو تو نے کیا تھا۔ تو نے اپنی ایک اور حرکت بھی کی تھی (اشارہ ہے قبطی کے قتل کی طرف)

== كٰفِرِينَ۔ ناشکرگذار، احسان فراموش، اور جگہ قرآن مجید میں ہے لِيَبْلُوَنِيٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ (۲۷:۴۰) تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔

۲۶:۲۰ == فَعَلْتُهَآ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اس فعل (فَعْلَةٌ) کی طرف ہے جو آیت ماقبل میں مذکور ہے۔

== اِذًا۔ تب، اس وقت۔

== الضَّآلِّينَ۔ لفظ الضلال کا اطلاق مندرجہ ذیل معانی پر ہوتا ہے!

(۱) حقیقت الامر سے ناواقفی۔ جب کوئی شخص کسی شے کی حقیقت سے ناواقف ہو تو عرب کہتے ہیں ضَلَّ عَنْهُ اسی معنی میں ہے۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى۔ (۲۰:۵۲) فرمایا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں مرقوم ہے میرا رب نہ کسی چیز سے لاعلم ہے اور نہ بھولتا ہے۔

(۲) طریق حق سے بھٹک کر باطل کی طرف جانا جیسے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝

(سورۃ فاتحہ) نہ (راستہ) ان لوگوں کا جن پر غضب آیا ہو اور نہ ان کا جو راہِ حق سے بھٹک چکے ہوں وھذا الضلال فی الدین۔

(۳) غائب اور مضمحل ہو جانا۔ کسی چیز میں غائب یا گم ہو جانا۔ نیست ہو جانا اس کی مثال ہے وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۳۲: ۱۰) اور کہا کہ جب ہم (مرنے کے بعد) زمین میں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم ازسرِنو پیدا کئے جائیں گے۔

(۴) محبت کے معنی میں۔ جیسے قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (۱۲: ۹۵) کہنے لگے بخدا تم (یوسف کی) قدیم محبت میں ہی (پھر ایسی باتیں کر رہے) ہو۔ یا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳: ۷) اور آپ کو ہدایت کی محبت میں (سرگرداں) پایا اور آپ کو ہدایت بخشی۔

وَ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ میں واؤ حالیہ ہے جب کہ میں لاعلمی کی حالت میں تھا۔

۲۶: ۲۱ == فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ۔ ماضی واحد متکلم فَرَّ يَفِرُّ فِرَارًا فَ تعقیب کا ہے پس میں بھاگ نکلا تم سے۔

== لَمَّا۔ جب، جس وقت۔ یہاں حرف شرط بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف بھی۔

== وَهَبَ لِىْ۔ ماضی واحد مذکر غائب وَهَبَ يَهَبُ (فتح) وَهْبٌ وَهِبَةٌ مصدر اس نے بخشش کی۔ اس نے بخشا۔

== حُكْمًا۔ علم و حکمت، نبوت، بوجہ مفعول منصوب ہے۔

۲۶: ۲۲ == تَمُنُّهَا۔ مَنَّ يَمُنُّ مَنًّا (نصر) سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے عَلٰى کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی کو کوئی احسان جتلانا۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نعمۃ کی طرف راجع ہے۔

== اَنْ بمعنی لِاَنْ ہے ای انما صارت نعمۃ علی لان عبدت بنی اسرائیل ولو لم تفعل ذلک لکفلنی اھلی ولم یلقونی فی الیم۔ یہ جو احسان تم مجھے جتلاتے ہو یہ بسبب اس امر کے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اگر تو ایسا نہ کرتا تو میرے اہل خانہ میری کفالت خود کرتے اور مجھے دریا میں نہ ڈالتے

مطلب یہ ہے کہ یہ جو تو مجھ پر احسان جتلا رہا ہے یہ سب بوجہ تمہارے بنی اسرائیل کو غلامی کی سخت بندشوں میں جکڑنے اور ان پر مظالم ڈھانے کے ہے اگر تو اسرائیل کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا

سفا کانہ قانون نافذنہ کرتا تو میری ماں مجھے دریا میں کیوں ڈالتی اور مجھے تیرے گھر میں پرورش پانے کی ضرورت کہاں آتی اور پھر تیرے اس بزعم خود احسان کا کیا موقع تھا۔

فَائِدَۃٌ: پچھلی آیت میں ففررت منکم اور لما خفتکم میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے کیونکہ فرار اور خوف صرف فرعون اسی سے نہ تھا بلکہ اس سے اور اس کے سرداروں سے تھا جس کے متعلق خبر دینے والے نے بتایا تھا قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ (۲۸: ۲۰) اس نے بتایا اے موسیٰ سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں۔ آیت ۲۲ میں تَمُنُّهَا اور عَبَّدْتَّ کا عمل فرعون کی ذات سے مختص ہے اس لئے یہاں واحد مذکر حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

۲۶: ۲۴ = مُوْقِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ یقین کرنے والے۔ ایمان لانیوالے اِیْقَانٌ مصدر (باب افعال) اَیْقَنَ یُوْقِنُ یقین کرنا۔ یَقْنٌ مادہ۔

۲۶: ۲۵ = حَوْلَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے گرد۔ اس کے آس پاس اَلْحَوْلُ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کے متغیر ہونے اور دوسری چیزوں سے الگ ہونے کے ہیں۔ حَالَ الشَّیْئُ یَحُوْلُ حُوُوْلًا کسی شے کا متغیر ہو جانا اور انفصال کے اعتبار سے حَالَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ یعنی میرے اور تیرے درمیان فلاں چیز حائل ہو گئی۔ تغیر کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۸: ۱۰۸) اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ یہاں حولاً کے معنی تحول یعنی پھرنے کے ہیں۔

حَوْلُ الشَّیْئِ میں حول سے مراد کسی شے کی وہ جانب جس کی طرف اسے پھرنا ممکن ہو قرآن مجید میں ہے الذین یحملون العرش و من حوله (۴۰: ۷) جو فرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو (فرشتے) اس کے گرداگرد ہیں۔

= اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ہمزہ استفہامیہ لَا تستمعون مضارع منفی جمع مذکر حاضر تم نہیں سن رہے۔ تم نہیں سنتے اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سن نہیں رہے۔ کیا تم لوگ کچھ سنتے ہو یعنی میں تو رب العالمین کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور یہ اس کے افعال کا ذکر کر رہا ہے۔

۲۶: ۲۷ = قَالَ۔ ای قال فرعون۔

= رَسُوْلَکُمْ میں ضمیر کُمْ جمع مذکر حاضر۔ فرعون کے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں کی طرف راجع ہے۔

۲۶: ۲۹ = لَاَجْعَلَنَّکَ۔ لام تاکید کا ہے اَجْعَلَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم

ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تو میں ضرور بالضرور تمہیں بنادوں گا۔

= الْمَسْجُوْنِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قیدی، المسجون واحد سَجَنَ يَسْجُنُ (نصر) سَجْنٌ سے۔

٢٦: ٣٠ = اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ۔ میں واؤ حالیہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہامیہ داخل کیا گیا ہے۔ ای اتفعل ذٰلك ولو جئتك بشیء مبین۔ کیا تو پھر بھی (میرے ساتھ) ایسا کرے گا (یعنی قید کرے گا) جب کہ میں تیرے سامنے ایک کھلی ہوئی چیز (یعنی معجزہ) پیش کروں۔

٢٦: ٣٢ = ثُعْبَانٌ۔ اژدہا۔ اسم ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے

= مُبِيْنٌ۔ صاف، کھلا۔ سچا سانوار۔ غیر مبہم۔

٢٦: ٣٣ = نَزَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَزْعٌ مصدر (باب فتح) اس نے باہر نکالا۔

= بَيْضَاءَ بَيَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سفید۔

٢٦: ٣٤ = مَلَاِ۔ اسم جمع سرداروں کی یا بڑوں کی جماعت۔ مَلْأٌ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار یا اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن کے اعتبار سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں اس لئے ان کو مَلَأٌ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ زینت محفل ہوں دلوں کو ہیبت وعظمت سے اور آنکھوں کو ظاہری حسن وجمال سے بھر دیں مَلَأٌ کہلاتے ہیں

٢٦: ٣٦ = اَرْجِهْ۔ اَرْجِ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اَرْجٰی يُرْجِیْ اِرْجَاءٌ (افعال) ـــــ الامر۔ کام کو مؤخر کرنا۔ کام کو ٹال دینا۔ ڈھیل دینا۔ رجیٌ مادہ رَجَاءٌ رَجْوٌ و رَجَاةٌ و رَجَاءَةٌ مصدر ہیں۔ ثلاثی مجرد سے رَجَا يَرْجُوْا (باب نصر) بمعنی امید رکھنا، امید کرنا۔ خوف کرنا۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اَرْجِهْ تو اس کو ڈھیل دے۔ اس ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰؑ ہیں۔

= اِبْعَثْ امر واحد مذکر حاضر تو بھیج، تو روانہ کر، بَعَثَ يَبْعَثُ (فتح) بَعْثٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اٹھا کھڑا کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں روانہ کرنا اور اٹھا کھڑا کرنے ہر دو معنی میں آیا ہے مثلاً فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا (٥: ٣١) اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا۔ اور يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (١٩: ٣٣) اور جس روز میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

= اَلْمَدَائِنِ۔ مَدِيْنَةٌ کی جمع۔ شہر۔ بستیاں

= حٰشِرِيْنَ۔ اکٹھے کرنے والے حَشْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ہرکارے

٢٦: ٣٧ == يَأْتُوْكَ۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر وہ لائیں تیرے پاس۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے یعنی تو ہرکاروں کو شہروں میں بھیج تاکہ وہ لے آئیں تیرے پاس۔

== سَحَّارٍ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بڑا جادوگر۔ موصوف عَلِیْمٍ ماہر صفت سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ماہر فن جادوگر۔

٢٦: ٣٨ == السَّحَرَةُ۔ ساحِرٌ کی جمع۔ جادوگر۔

== لِمِيْقَاتِ۔ میقات ظرف زمان۔ وقتِ مقررہ۔ استعارۃً جائے مقررہ یا وہ جگہ جس کا وقت دیا گیا ہو۔ مضاف، يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ چنانچہ ایک معین دن کے مقررہ وقت یا مقررہ جگہ جہاں جمع ہونے کا وقت دیا گیا تھا۔ سب جادوگروں کو اکھٹا کر لیا گیا۔

== هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۔ مجتمعون اسم فاعل جمع مذکر باب افتعال سے جمع ہونے والے۔ لفظاً ترجمہ ہوگا۔ کیا تم اکٹھے ہوگے۔ یہاں درحقیقت استفہام مراد نہیں بلکہ مجازاً ان کو جلدی کرنے پر اکسانے کے لئے ہے۔

٢٦: ٤٠ == لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ (اگر ہمارے جادوگر غالب رہے یعنی یہ مقابلہ جیت گئے تو) شاید ہم جادوگروں کی راہ پر ہی رہ جائیں (اور موسیٰ کے دین سے بچ جائیں)

٢٦: ٤٣ == مُّلْقُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِلْقَاءٌ مصدر (باب افعال) اصل میں ملقیون تھا۔ ڈالنے والے، پیش کرنے والے۔

٢٦: ٤٤ == حِبَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ حَبْلٌ واحد ان کی رسیاں

== عِصِيَّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی لاٹھیاں۔ ان کے عصا۔ عِصِيٌّ عصا کی جمع ہے

== بِعِزَّةِ۔ بآء قسم کے لئے ہے فرعون کے اقبال کی قسم۔

٢٦: ٤٥ == فَاِذَا۔ فاء تعقیب کے لئے ہے اور اذا حرف فجائیہ ہے (بس جیسے ہی اس نے عصا کو ڈالا وہ اژدہا بن گیا اور ان کی سحر بافیاں چٹ کرنے لگا۔

== هِيَ اي عصَایَ۔

== تَلْقَفُ مضارع واحد مؤنث غائب لَقْفٌ مصدر (باب سمع) جس کے معنی کسی چیز کو پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں۔ خواہ منہ سے نگلنے کی صورت میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

وہ نگل جاتی ہے یا نگل جائے گی۔ بمعنی ماضی یہاں آیا ہے۔
= مَا ۔ موصولہ ہے!
= يَأْفِكُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کو وہ جھوٹے طور پر بنائے تھے۔ جس کو فریب سے انہوں نے بنا رکھا تھا۔
٤٦:٢٦ = فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۔ سو جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔ یہاں صیغہ فعل مجہول لایا گیا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(١) جب جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں یہ معجزہ دیکھا تو ان کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ رہا سوائے سرِ تسلیم خم کر لینے کے اور وہ سجدہ کے لئے مجبور ہو گئے۔
(٢) معجزہ کو دیکھ کر جب حقیقت ان پر عیاں ہو گئی اور ان کے دلوں پر سے جہالت و ضلالت کے پردے ہٹ گئے تو وفورِ شوق سے وہ جھٹ سجدہ میں گر پڑے۔ ان کی اندرونی کیفیات کی شدت کے اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے اس کی مثال سورۃ ھود میں ہے وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (١١:٧٨) اور اس کے پاس اس کی قوم کے لوگ کھچے چلے آئے۔
٤٩:٢٦ = قَبْلَ ۔ یہاں پیشتر کے معنی میں نہیں بلکہ بدوں یا بغیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے
= اٰذَنَ لَكُمْ ۔ اٰذَنَ واحد متکلم مضارع۔ نصب بوجہ اَنْ ہے اِذْنٌ مصدر۔ (باب سمع) اَذِنَ يَأْذَنُ اِذْنٌ ـــ ل حکم دینا۔ اجازت دینا۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ بغیر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔
= اِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰؑ کی طرف راجع ہے۔ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۔ دراصل وہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔
= فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ میں فَ تعقیب کا ہے لام تاکید کے لئے آیا ہے عبارت یوں ہے فلا نستم سوف تعلمون و بال ما فعلتم سو تم جلدی ہی اپنے کئے کی سزا پا لوگے۔
= لَاُقَطِّعَنَّ لام تاکید کا اُقَطِّعَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر میں ضرور کاٹوں گا۔ قطع مادّہ
= مِنْ خِلَافٍ ۔ مخالف طرفوں سے یعنی دایاں بازو اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔
= وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ ۔ لام تاکید کا اُصَلِّبَنَّ مضارع با نون ثقیلہ واحد متکلم ۔

تَصْلِيْبٌ تَفْعِيْلٌ سے ۔ میں تم کو ضرور سولی پر چڑھا دوں گا۔
كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

۲۶: ۵۰ = ضَيْرَ ۔ ڈر۔ ضرر۔ مضرت ۔ ضار یضیر کا مصدر ہے جس کے معنی نقصان کرنے اور ضرر پہنچانے کے ہیں ۔

= مُنْقَلِبُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ مُنْقَلِبٌ واحد اِنْقِلَابٌ مصدر قَلْبٌ مادہ ۔ لوٹنے والے ۔ لوٹ کر جانے والے ۔

۲۶: ۵۱ = نَطْمَعُ مضارع جمع متکلم (باب سمع) طَمَعٌ مصدر ۔ ہم امید کرتے ہیں ۔
= اَنْ كُنَّا ۔ یہاں بمعنی لِاَنَّ ہے ۔ کیونکہ ۔ اس لئے کہ ۔

۲۶: ۵۲ = اَسْرِ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ تو رات کو لے کر چل ۔
اِسْرَاءٌ (افعال) جس کے معنی رات کو لے کر چلنے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں ۔ سُرًى مادہ ۔ سَرٰى يَسْرِيْ (ضرب) بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے ۔ باب افعال سے ہے سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (۱۷: ۱) پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔
اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ ۔ تم راتوں رات میرے بندوں کو (یہاں سے) لے جاؤ ۔
= اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۔ یہ وجہ ہے راتوں رات لے جانے کی ۔ تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائے گا ۔ مُتَّبَعُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر ۔ مُتَّبَعٌ واحد اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر ۔ مُتَّبَعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے ۔

۲۶: ۵۳ = اَلْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۳۶ ۔ مذکورہ بالا ۔

۲۶: ۵۴ = لَشِرْذِمَةٌ ۔ تھوڑی سی جماعت جو لوگوں سے الگ ہو گئی ہو ۔ اس کی جمع شَرَاذِمُ ، شَرَاذِيْمُ ہے لام تاکید کا ہے ثَوْبٌ شَرَاذِمُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پھٹے پرانے چیتھڑوں کے ہیں ۔
= قَلِيْلُوْنَ ۔ قَلِيْلٌ کی جمع ۔ تھوڑے ۔ کم ۔ شِرْذِمَةٌ کی صفت ہے ۔

۲۶: ۵۵ = لَغَآئِظُوْنَ ۔ میں لام تاکید کا ہے ۔ غَآئِظُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ غَآئِظٌ واحد غَيْظٌ مادہ ۔ اَلْغَيْظُ کے معنی سخت غصہ کے ہیں ۔
اَلْغَآئِظُ غصہ دلانے والا ۔ غضب پیدا کرانے والا ۔ غیظ ۔ انتہائی غضب کو کہتے ہیں ۔
اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۔ انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے ۔

۲۶:۵۶ = حٰذِرُوْنَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حَاذِرٌ کی جمع ہے۔
بمعنی ڈرنے والے۔ ہتھیار باندھنے والے۔ مسلح محتاط رہنے والے۔
الحذر باب سمع کے اصل معنی خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنے کے ہیں
مثلاً یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (۳۹:۹) وہ آخرت سے ڈرتا ہے۔
وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ہ میں واؤ حالیہ ہے۔ لیکن ہم سب کے سب (ان کے شر سے)
محتاط ہیں (اور ان کے شر کے ڈر سے مسلح اور چاک و چوبند ہیں)
۲۶:۵۷ = فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۔ بس ہم نے ان کو نکال باہر کیا
باغوں اور چشموں سے۔
۲۶:۵۸ = وَّكُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔
۲۶:۵۹ = كَذٰلِكَ ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای الامر کذلك بات یوں ہوئی
یوں ہی ہوا۔
= اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۔ میں ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے۔ باغوں،
چشموں خزانوں، عمدہ مکانوں کی طرف راجع ہے۔ بنی اسرائیل مفعول ثانی۔ ہم نے بنی اسرائیل
کو ان کا مالک بنا دیا۔
۲۶:۶۰ = فَاَتْبَعُوْهُمْ ماضی جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا
مرجع بنی اسرائیل ہے۔ وہ ان کے تعاقب میں گئے۔ وہ ان کے پیچھے گئے۔
= مُّشْرِقِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اشراقٌ مصدر باب افعال۔ اشراق کے وقت
جب سورج طلوع ہو تو عرب کہتے ہیں شرقت الشمس اور جب اس کی روشنی
پھیل جاتے تو کہتے ہیں اَشْرَقَتِ الشمس ۔ اس لئے مُشْرِقِیْنَ کا مطلب یہ ہوا
کہ جب سورج چڑھ آیا اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل گئی تو فرعون کا لشکر تعاقب میں نکلا۔
ف : آیت ۵۴ تا ۵۶ فرعون کا اعلان ہے کہ یہ لوگ حقیر و ذلیل و کمین اور ایک
مٹھی بھر لوگ ہیں لیکن اپنی سرکشی اور شر پسندی سے انہوں نے ہم کو سخت غصہ دلایا ہے
(اگرچہ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن پھر بھی) ہم سب محتاط اور مسلح ہیں (اور ان کو ان کی
سرکشی اور گستاخی کا مزہ چکھا کے رہیں گے)
آیات ۵۷ تا ۵۹ عبارت جملہ معترضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے سرداروں کے
دل میں بنی اسرائیل کے خلاف حد سے زیادہ انتقام کا جذبہ پیدا کر دیا کہ عام فوج کو بھیجنے کی

بجائے خود فرعون بمعہ امراء و وزراء لشکرِ جرار کے ساتھ اپنے باغات و چشمے، خزانے و عمارتیں خالی کر کے تعاقب میں چل نکلا اور یہ باغات و چشمے و محلات بنی اسرائیل کا مقدر بن گئے۔

یہاں اَوْرَثْنٰهَا میں ھا ضمیر مطلق باغوں چشموں وغیرہ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد خاص مصر کے باغات و چشمے وغیرہ نہیں جو امراء سلطنت خالی کر کے بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے تھے۔ آیت ۵۹ میں ان باغات وغیرہ کا اشارہ فلسطین کی بابرکت زمین کی طرف جہاں ایسے باغات چشموں کی فراوانی تھی بھی ہوسکتا ہے۔

آیت نمبر ۶۰ سے سلسلہ کلام پھر شروع ہوتا ہے۔

۲۶: ۶۱ = تَرَآءَ ماضی واحد مذکر غائب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تَرَاءِیٌ (تفاعل) سے جس کے معنی باہم ایک دوسرے کے اس طرح مقابل ہونے کے ہیں کہ یہ اس کو دیکھ سکے اور وہ اس کو۔

= الجَمْعٰنِ۔ جَمْعٌ کا تثنیہ ہے دو گروہ، دو فوجیں، دو جماعتیں۔

پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

= لَمُدْرَكُوْنَ۔ لام تاکید کا مُدْرَكُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُدْرَكٌ واحد اِدْرَاكٌ اِفْعَالٌ۔ ہم پکڑے گئے۔

۲۶: ۶۲ = كَلَّا ہرگز نہیں۔

= سَيَهْدِيْنِ۔ س حرف ہے فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے یَهْدِيْنِ مضارع واحد مذکر غائب هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) نون وقایہ یاء متکلم محذوف کہ اصل میں یَهْدِيْنِيْ تھا۔ وہ مجھے ہدایت کردیگا۔ وہ میری راہنمائی کرے گا وہ مجھے راہ بتادے گا۔ سَيَهْدِيْنِ وہ مجھے ابھی راہ بتادے گا۔

۲۶: ۶۳ = فَانْفَلَقَ۔ ف تعقیب کا ہے انفلق ماضی واحد مذکر غائب وہ پھٹ گیا انْفِلَاقٌ (انفعال) مصدر۔ باب ضرب سے الفَلْقُ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنے اور اس کے ایک ٹکڑے کو دوسرے سے الگ کرنے کے ہیں۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ (۶: ۹۶) وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے۔

= فِرْقٍ اسم فعل۔ مجموعہ میں سے کاٹ کر الگ کیا ہوا ایک ٹکڑا۔

= الطَّوْدِ۔ بلند پہاڑ۔

۲۶: ۶۴ = اَزْلَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے قریب کر دیا۔ اِزْلَافٌ (افعال) سے

الزُّلْفَةُ کے معنی قرب اور مرتبہ کے ہیں۔ منازل شب یعنی رات کے حصوں کو بھی زُلَفٌ کہاجاتاہے جیسے وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱: ۱۱۴) اور رات کے کچھ حصوں میں۔
= ثَمَّ۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اسم اشارہ ہے۔
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ۔ اور ہم نے دوسروں کو بھی (دوسرے گروہ یعنی لشکر فرعون کو بھی) وہاں پہنچادیا۔
۲۶: ۶۵ = اَنْجَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ مصدر (باب افعال) سے ہم نے بچالیا ہم نے نجات دی۔ نجو مادّہ۔
۲۶: ۶۹ = وَاتْلُ۔ میں واؤ عاطفہ ہے ای واذکر ذٰلک لقومک واتل علیہم نَبَاَ اِبْرَاهِيْمَ یہ مثال یا دکرائیے اپنی قوم کو اور بیان کیجئے ان کے سامنے (حضرت) ابراہیم کا قصہ
اُتْلُ تلاوۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو پڑھ۔ تو پڑھ کر سنا۔
تلوٌ مادّہ۔
= نَبَأٌ۔ خبر۔ قصہ۔
۲۶: ۷۱ = فَنَظَلُّ۔ میں الفاء عطف کا ہے نَظَلُّ، ظَلَّ يَظَلُّ سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے افعال ناقصہ میں سے ہے ظَلَّ اگرچہ دن کے فعل کے ساتھ مخصوص ہے جیسے کہ بَاتَ کا استعمال فعل شب کے لئے ہوتا ہے لیکن توسیع استعمال سے بمعنی صَارَ مستعمل ہے لہٰذا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ کا ترجمہ ہم دن کو ان بتوں کی پوجا میں لگے رہتے ہیں کی بجائے "ہم ان بتوں کی پوجا پر جمے رہتے ہیں یا قائم رہتے ہیں۔ زیادہ صحیح ہے۔
= عٰكِفِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ کی جمع۔ معتکف اعتکاف کرنے والے۔ اگرد جمع ہونے والے۔ مجاور۔ جم کر بیٹھنے والے عُكُوْفٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں تعظیم کے طور پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو لازم پکڑلینا۔ عکوف فی المسجد کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنا۔
۲۶: ۷۲ = تَدْعُوْنَ۔ دُعَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم پکارتے ہو یا پکاروگے۔
۲۶: ۷۳ = يَضُرُّوْنَ۔ ضَرٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔
۲۶: ۷۴ = قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا .... الخ ای قالوا لا یسمعون ولا ینفعوننا

ولا یضرون وانما وجدنا اباءنا یفعلون کذلک انہوں نے کہا کہ یہ بُت نہ سنتے ہیں نہ ہمیں کوئی نفع ونقصان پہنچاتے ہیں ہم نے تو اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے پایا۔

۲۶: ۷۵ = اَفَرَأَيْتُمْ۔ الف استفہامیہ توبیخ کے لئے ہے۔ کیا تم نے کبھی (آنکھیں کھول کر) دیکھا بھی (جن کی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا پرستش کرتے رہے)۔

۲۶: ۷۶ = الْاَقْدَمُوْنَ ہ اَقْدَمُ کی جمع ہے اَقْدَمُ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ قَدَمٌ سے جس کے معنی آگے ہونے اور سبقت کرنے کے ہیں۔ یعنی تم سے اگلے اور پہلے لوگ۔

= فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ۔ بے شک یہ میرے دشمن ہیں کیونکہ اگر میں اب ان کی عبادت کرتا ہوں تو یوم قیامت ان کی پرستش مجھے عذاب عظیم میں مبتلا کرے گی۔

یا یہ میرے دشمن بایں وجہ ہیں کہ اس دنیا میں ان کی پرستش گمراہی اور شرک کے دروازے کھول رہی ہے جو انجام کار تباہی اور بربادی کا باعث بنے گی۔

وقیل ھومن المقلوب المراد فانی عدو لھم۔ یا یہ ترکیب مقلوب ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ میں ان کا دشمن ہوں۔

عَدُوٌّ۔ اِنَّهُمْ کی خبر ہے قاعدہ کے لحاظ سے یہ جمع (اعداء) چاہیے لیکن عدوٌّ کا لفظ صِدِّيْقٌ کی طرح واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جیسا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲: ۱۶۸) وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۵۰) دراں حالیکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

عَدُوٌّ اسم جنس بھی ہوسکتا ہے۔

اِنَّهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع مَا ہے (مَاكُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ)

= اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ہ اِلَّا حرف استثناء ہے رب العالمین مستثنیٰ اور اِنَّهُمْ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب مستثنیٰ منہ۔ کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے لہٰذا یہ استثنا منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: جن بتوں کی تم پرستش کیا کرتے ہو وہ میرے دشمن ہیں۔ لیکن رب العالمین میرا دشمن نہیں۔

۲۶: ۷۸ = الَّذِيْ اسم موصول ۔ مبتدا۔

= خَلَقَنِيْ ۔ ماضی واحد مذکر غائب نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم صفت ہے الَّذِيْ کی فَهُوَ مبتدا ثانی۔ يَهْدِيْنِ مضارع واحد مذکر غائب یٖ ضمیر واحد متکلم

محذوف، خبر۔
۲۶: ۷۹ = یُطْعِمُنِیْ وہ مجھے کھلاتا ہے یَسْقِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب سَقْیٌ مصدر (باب ضرب) نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم محذوف۔ وہ مجھے پلاتا ہے۔
۲۶: ۸۰ = یَشْفِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب شِفَاءٌ مصدر نون وقایہ ی محذوف ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے شفا دیتا ہے۔
۲۶: ۸۱ = یُمِیْتُنِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ اِمَاتَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ مجھے موت دیتا ہے۔
= یُحْیِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ افعال نون وقایہ ی متکلم ضمیر مفعول۔ وہ مجھے زندہ کرتا ہے یا کرے گا۔
۲۶: ۸۲ = اَطْمَعُ مضارع واحد متکلم طَمَعٌ مصدر باب سمع میں توقع رکھتا ہوں۔ الطمع کے معنی ہیں نفس انسانی کا کسی چیز کی طرف خواہش کے ساتھ میلان

فائدہ: آیات ۷۷ تا ۸۲ میں اول رب العالمین کو مستثنیٰ کیا ان اصنام سے جو بہر صورت انسان کے دشمن ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں حمد و ثناء کے بعد آیات ۸۳ تا ۸۷ میں اس رب العالمین کے حضور مزید انعام و اکرام کے لئے دُعا ہے۔

۲۶: ۸۳ = رَبِّ۔ یا رَبِّیْ کا مخفف ہے اے میرے رب۔
= هَبْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ وَهْبٌ و هِبَۃٌ مصدر (باب فتح) تو بخش کر، تو عطا کر۔
= حُکْمًا۔ حکم۔ حکم کرنا حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کا نام حکم ہے لیکن یہاں مراد علم و عمل کا کمال ہے ای کمالًا فی العلم و العمل (مظہری)
= اَلْحِقْنِیْ۔ اَلْحِقْ اِلْحَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے ملا دے۔ تو مجھے شامل کر دے۔
۲۶: ۸۴ = لِسَانَ صِدْقٍ۔ لِسَانَ اسم مفرد منصوب۔ مضاف۔ صِدْقٍ۔ راستی سچائی۔ نیک نامی۔ (صَدَقَ یَصْدُقُ کا مصدر۔ مضاف الیہ۔
بمعنی ذکر جمیل۔ اچھا تذکرہ۔ تعریف، سچی ناموری۔
ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے

تعبیر کیا جاتا ہے اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴ : ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۰ : ۲) کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔ (راغب) اور وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ (۱۰ : ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا۔

آیت ہذا: وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ۔ اور میرا ذکر نیک آئندہ آنیوالوں میں جاری رکھ۔ یعنی کرلے اللہ تعالیٰ مجھے ایسا صالح بنادے کہ میری موت کے بعد جب لوگ میری تعریف کریں تو ان کی تعریف غلط نہ ہو۔

۲۶ : ۸۵ = وَرَثَةِ = اسم فاعل جمع مذکر مجرور مضاف وَارِثٌ کی جمع۔ مالک، حصہ دار۔ وَرِثَ يَرِثُ (حَسِبَ) وِرْثٌ اِرْثٌ، اِرْثَةٌ، وِرَاثَةٌ سے۔

= جَنَّةِ۔ مضاف، مضاف و مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَرَثَةِ کا جو مضاف ہے جنة النَّعِيْمِ کا۔

= النعیم۔ نعمت۔ راحت، عیش، اسم معرفہ، مضاف الیہ۔

۲۶ : ۸۷ = لَا تُخْزِنِيْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے رُسوا نہ کر۔ ای بتعذیب ابی یوم القیامۃ او ببعثہ فی اعداد الضالین یعنی قیامت کے روز میرے باپ کو عذاب دے کر یا اسے گمراہوں میں اٹھا کر مجھے شرمندہ نہ کرنا

۲۶ : ۸۸ = يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ یہ جملہ یوم یبعثون کا بدل ہے اور اس دن کی سختی کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

۲۶ : ۸۹ = اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم۔ قلب سلیم سے مراد مومن کا دل ہے کیونکہ وہ کفر و نفاق کی بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے اور کافر کا دل مریض ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافر نے نیک کاموں میں جتنا روپیہ بھی صرف کیا ہوا ہے اُسے اُس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اسی طرح اگر کسی کافر کی اولاد مومن اور صالح بھی ہو تو بھی اس کی شفاعت اس کافر کے حق میں مقبول نہ ہوگی۔ لیکن جس شخص کا دل کفر و نفاق کی بیماری سے محفوظ رہا اس نے راہ حق میں جو مال خرچ کیا ہوگا اس کا کئی گنا اجر روز قیامت اُسے دیا جائے گا نیز اس کی نیک اور صالح اولاد کی دعائیں اس کے گناہوں کی بخشش

اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث ہوں گی۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت اپنے والدین کے حق میں مقبول ہو گی اور انہیں نفع پہنچائے گی۔

واما المؤمن فینفعہ مالہ الذی انفقہ فی الطاعۃ وولدہ بالشفاعۃ والاستغفار۔ (مظہری، ضیاء القرآن)۔

۲۶: ۹۰ = اُزْلِفَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اِزْلَافٌ (افعال) مصدر۔ وہ قریب لائی گئی۔ یہاں مستقبل کے معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی وہ قریب لائی جائے گی۔

۲۶: ۹۱ = بُرِّزَتْ۔ ماضی مجہول بمعنی مستقبل واحد مؤنث غائب تَبْرِیْزٌ تفعیلٌ مصدر۔ وہ ظاہر کر دی جائے گی۔ بَرَزَ یَبْرُزُ (نصر) بُرُوْزٌ مصدر۔ کھلم کھلا ظاہر ہونا۔

= الغٰوِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر غاوی واحد حالت نصب۔ اَلْغَاوُوْنَ۔ بحالت رفع گمراہ، کجراہ۔ غَوَایَۃٌ مصدر۔ غَوٰی یَغْوِیْ (ضرب) غَیٌّ اور غَوِیَ یَغْوٰی (سمع) گمراہ ہونا۔

۲۶: ۹۲ = اَیْنَمَا۔ اَیْنَ اور مَا سے مرکب ہے اَیْنَ کہاں۔ مَا موصولہ ہے کہاں ہیں (جن کی تم پوجا کیا کرتے تھے)

۲۶: ۹۳ = یَنْصُرُوْنَکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (کیا) وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا کرتے ہیں۔

= یَنْتَصِرُوْنَ۔ (یا) وہ بدلہ لے سکتے ہیں، انتقام لے سکتے ہیں، اپنے آپ کا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ انتصار (افتعال) سے۔

۲۶: ۹۴ = فَکُبْکِبُوْا۔ فَ تعقیب کا ہے کُبْکِبُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اَلْکَبُّ کے معنی کسی کو منہ کے بل گرانے کے ہیں جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَکُبَّتْ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ (۲۷: ۹۰) تو ان کو منہ کے بل اوندھا آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اَلْکَبْکَبَۃُ کسی چیز کو اوپر سے لڑھکا کر گڑھے میں پھینکدینا کَبَّ۔ ثلاثی مجرد۔ کَبْکَبَ رباعی مجرد۔ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں لیکن رباعی مجرد میں آکر معانی میں مبالغہ کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کبکبوا فیھا۔ ای القوا فی الجحیم علی وجوھہم مرۃ بعد اخری الی ان یستقروا فی قعرھا۔ یعنی بار بار اوندھے بل گرانا کہ گہرائی میں جا ٹکیں۔ لہذا۔ کُبْکِبُوْا فِیْھَا کے معنی ہوئے کہ ان کو بار بار منہ کے بل

دوزخ میں گرایا جائے گا۔ تاآنکہ اس کی گہرائی میں جا ٹکیں گے۔ فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الجحیم (آیت ٩١) کی طرف راجع ہے۔

= ھُمْ۔ ای الاصنام۔ بُت۔ جھوٹے معبود (مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے تھے)

= اَلْغَاوٗنَ۔ گمراہ۔ کج رو۔ (ملاحظہ ہو آیت ٩١)

٢٦:٩٥ = جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ابلیس کی فوجیں۔

= اَجْمَعُوْنَ۔ وہ سب کے سب، تاکید کے لئے ہے یعنی اصنام۔ ان کے پجاری اور ابلیس کے لشکر۔ سب کے سب (جہنم میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے)

٢٦:٩٦ = قَالُوْا۔ ای اَلْغَاوٗنَ۔ ضمیر کا مرجع گمراہ پجاری ہیں جو معبودانِ باطل کی پوجا کرتے رہے تھے۔

= وَ ھُمْ فِیْھَا یَخْتَصِمُوْنَ۔ میں واوٗ حالیہ ہے فیھا میں ھا ضمیر جحیم کی طرف راجع ہے اور ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گمراہ پجاریوں اور شیاطین کی طرف راجع ہے۔ یا گمراہ پجاریوں اور معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یا ان تینوں گروہوں کے لئے ہے یَخْتَصِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ جھگڑا کرتے ہوں گے اختصامٌ (افتعالٌ) سے یہ جملہ حالیہ ہے یعنی جب یہ اصنام اور ان کے پجاری اور شیاطین دوزخ اوندھے بل گرادیئے جائیں گے تو وہ آپسیں جھگڑ رہے ہوں گے۔

٢٦:٩٧ = تَاللّٰہِ۔ ت قسم کے لئے ہے اللہ کی قسم۔ یہاں سے لے کر آیت ١٠٢ تک گمراہ پجاریوں کا کلام ہے۔

= اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اس کا اسم ضمیر الشان محذوف ہے۔ یعنی اِنَّہٗ شان یہ ہے کہ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ لَفِیْ میں لام فارقہ ہے۔ ہم صریح گمراہی میں تھے۔

٢٦:٩٨ = اِذْ۔ جب۔ جس وقت۔ ظرف زمان ہے۔

= نُسَوِّیْکُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو (عبادت میں رب العالمین کے) برابر گردانتے تھے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر اصنام کی طرف راجع ہے۔

٢٦:٩٩ = اَضَلَّنَا۔ اَضَلَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب، اِضْلَالٌ (افعالٌ)

مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہم کو بہکایا۔ اس نے ہم کو گمراہ کیا۔
= اَلْمُجْرِمُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر، معرفہ، کافر، گنہگار۔ مجرم لوگ۔
یعنی شیاطین جنہوں نے معبودانِ باطل کی پوجا کے لئے بہکایا۔

۲۶: ۱۰۱ = حَمِيْمٍ۔ الحمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْمًا (۴۷: ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ گہرے اور قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ اپنے دوست کی حمایت میں بھڑک اٹھتا ہے اور گرم جوشی دکھاتا ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (۷۰: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا۔

صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ۔ گہرا دوست، گرم جوش دوست۔

۲۶: ۱۰۲ = فَلَوْ۔ یہاں لَوْ شرطیہ بھی ہوسکتا ہے یعنی اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا دوبارہ (دنیا میں) جانا فَنَكُوْنَ (جزا) تو ہم اہل ایمان سے ہوتے۔ اور لَوْ تمنائی بھی ہوسکتا ہے کاش ہمیں (دنیا میں) دوبارہ جانا ملتا فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (جواب تمنا) تو ہم مؤمن ہوجاتے۔

= كَرَّةً۔ اَلْكَرُّ۔ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ كَرٌّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک مرتبہ واپسی۔ یہاں اس کے معنی ہیں عالم آخرت سے لوٹ کر ایک بار پھر دنیا میں جانا۔

۲۶: ۱۰۳ = ذٰلِكَ کا اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ بالا قصے اور آخرت کے دن کا نقشہ جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اس کی طرف ہے۔

= لَاٰيَةً۔ نشانی (عبرت کی یا اس کی توحید اور قدرت کی) لام تاکید کے لئے ہے

۲۶: ۱۰۵ = كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ كَذَّبَتْ فعل ماضی قَوْمُ نُوْحٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ الْمُرْسَلِيْنَ، مفعول۔

۲۶: ۱۰۶ = لَهُمْ اَخُوْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب قوم نوح کی طرف راجع ہے اور اخوت (بھائی چارہ کا رشتہ نسبی ہے دینی نہیں۔

= اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ میں الف استفہامیہ ہے لَا نفی کے لئے ہے۔ تتقون مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

۲۶:۱۰۷ = اَمِیْنٌ۔ اَمَانَۃٌ اور اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فعیل کا وزن دونوں میں مشترک ہے، امانت دار، معتبر امن والا۔

۲۶:۱۰۸ = اَطِیْعُوْنِ۔ ای اطیعونی تم میری فرمانبرداری کرو، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ۔

۲۶:۱۰۹ = عَلَیْہِ۔ ای علیٰ تبلیغ ھذا۔ اس دعوت الی الحق اور وعظ ونصیحت کا
= اَجْرٍ۔ صلہ۔ اُجرت، معاوضہ، بدلہ، مزدوری،
= اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ پروردگار عالم کے ذمہ۔

۲۶:۱۱۱ = اَلْاَرْذَلُوْنَ۔ کمین لوگ، رذیل لوگ۔ اَرْذَلُ کی جمع افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے زیادہ نکما۔ رذیل،

۲۶:۱۱۲ = مَا عِلْمِیْ میں ما استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے مجھے کیا علم؟ اور نافیہ بھی ہوسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔
= بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یہ کیا کرتے ہیں یا یہ کیوں ایمان لائے ہیں۔
ترجمہ یوں ہوگا: (۱) مجھے علم نہیں یا مجھے کیا معلوم کہ یہ کیا کام کرتے ہیں یعنی ان کا پیشہ وحرفہ کیا ہے جس کی بناء پر تم رذیل سمجھتے ہو ان کو۔
(۲) مجھے علم نہیں یا مجھے کیا معلوم کہ یہ کیوں ایمان لائے ہیں اپنی شہرت کے لئے یا دل سے

۲۶:۱۱۳ = اِنْ نافیہ ہے۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ۔ ان کا حساب ومحاسبہ میرے پروردگار کا کام ہے یہ اس کے ذمہ ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟
= لَوْ تَشْعُرُوْنَ۔ کاش تم کو شعور ہوتا۔ کاش تم اتنی عقل رکھتے (کہ ان کے باطن کا محاسبہ میرا کام نہیں۔ میرے رب کا کام ہے)

۲۶:۱۱۴ = طَارِدِ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر طَرْدٌ۔ ہانکنے والا۔ حقیر سمجھ کر اپنے سے دور کرنے والا۔ طَرَدَ یَطْرُدُ۔ (نصر) ذلیل سمجھ کر ہانکنا اور دور کردینا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ (۱۱:۲۹) مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ میں ان ایمان لانے والوں کو غریب ومسکین وحقیر سمجھ کر اپنے سے دور کرنے والا نہیں ہوں

۲۶:۱۱۵ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔

۲۶:۱۱۶ = لَمْ تَنْتَہِ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم واحد مذکر حاضر تَنْتَہِ اصل میں تَنْتَہِیْ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ی حرف علت حذف ہوگیا۔ انتہاء (افتعال) مصدر سے نہی مادہ تو باز نہیں آئے گا۔

= لَتَکُوْنَنَّ۔ لام تاکیدکا۔ تَکُوْنَنَّ کَانَ سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو ضرور ہو جائے گا۔

= اَلْمَرْجُوْمِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور مَرْجُوْمٌ واحد رَجَمَ یَرْجُمُ (نصر) رَجْمٌ سے۔ سنگسار کرنا۔

مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ۔ سنگسار کئے جانے والوں میں سے۔

۲۶:۱۱۷ = رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ۔

= کَذَّبُوْنِ اصل میں کَذَّبُوْنِیْ تھا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ محذوف۔ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا

۲۶:۱۱۸ = اِفْتَحْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو فیصلہ کر دے۔ الفتح کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں خواہ اس ازالہ کا ادراک ظاہری آنکھ سے ہو سکے یا اس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَھُمْ (۱۲: ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔ یا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۷: ۹۶) تو ہم نے ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ یعنی ان کو ہر طرح آسودگی اور فارغ البالی کی نعمت سے نوازتے

فتح القضیۃ فتاحًا یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کر دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷: ۸۹) اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے اسی سے اَلْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ (۳۴: ۲۶) ہے یعنی خوب فیصلہ کرنے والا اور جاننے والا

الفاتحہ ہر چیز کے مبدأ کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جاتے اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے اِفْتَتَحَ فُلَانٌ کَذَا فلاں نے یہ کام شروع کیا۔

= نَجِّنِیْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے نجات دے

۲۶:۱۱۹ = اَلْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ۔ موصوف صفت۔ اَلْمَشْحُوْنِ اسم مفعول

واحد مذکر۔ شَحْنٌ مصدر (باب فتح) بھری ہوئی۔ الشَّحْنُ کشتی یا جہاز میں سامان لادنا یا بھرنا۔

۲۶: ۱۲۰ = بَعْدُ ای بعد انجاءھم ان کی نجات کے بعد۔

= اَلْبَاقِیْنَ۔ باقی بچے ہوئے، باقی رہنے والے۔ بَاقِیٌ کی جمع بحالت نصب وجر ہے یہاں مراد ہیں قوم نوح سے وہ افراد جو ایمان نہ لائے تھے۔

۲۶: ۱۲۱ = اَکْثَرُهُمْ۔ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قوم نوح کی طرف راجع ہے

۲۶: ۱۲۳ = کَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۰۵ -

۲۶: ۱۲۸ = اَتَبْنُوْنَ۔ الف استفہام کے لئے ہے تَبْنُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بناتے ہو۔ تم تعمیر کرتے ہو۔ بَنٰی یَبْنِیْ بِنَاءٌ (ضرب) وَبُنْیَانٌ وبَنْیٌ بنی مادہ۔

= رِیْعٍ۔ بلند جگہ جو دور سے ظاہر ہو۔ ٹیلہ۔ مکان مرتفع۔

= تَعْبَثُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم عبث مشغول ہوتے ہو۔ عَبِثَ یَعْبَثُ (سمع) کھیل کود اور بے کار کاموں میں مشغول ہونا۔

= اٰیَةً۔ نشانی، یادگار۔

آیت کا ترجمہ: کیا تم ہر اونچی جگہ بے ضرورت یادگاریں بناتے ہو۔

۲۶: ۱۲۹ = مَصَانِعَ۔ اسم ظرف مکان مَصْنَعٌ کی جمع۔ مکانات۔ اونچے محل قلعے۔ صَنَعَ یَصْنَعُ (فتح) صَنْعٌ وصُنْعٌ۔ بنانا۔ صَنْعَةٌ۔ کاریگری۔ ہنر

= تَخْلُدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ہمیشہ رہوگے خَلَدَ یَخْلُدُ (باب نصر) خُلُوْدٌ مصدر۔ ہمیشہ رہنا۔ ہمیشہ رکھنا۔

ترجمہ:۔ اور رہنے کے لئے تم بڑے بڑے محل بناتے ہو۔ جیسے تمہیں ہمیشہ ہی رہنا ہے۔

۲۶: ۱۳۰ = بَطَشْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ بَطَشَ یَبْطِشُ (ضرب) و بَطَشَ یَبْطُشُ (نصر) بَطْشٌ مصدر۔ تم نے پکڑا۔ یہاں بمعنی تم پکڑتے ہو۔

= جَبَّارِیْنَ۔ جَبَّارٌ کی جمع۔ جَبْرٌ مادہ۔ زبردست۔ زور آور۔

الجَبْرُ کے معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کے اصلاح کرنے کے ہیں لیکن اس کا استعمال اصلاح اور محض زبردستی کے لئے بھی ہوتا ہے۔

جَبَّارٌ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ الجبّار جب انسان کی صفت ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں ناجائز تعلّی سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ بدیں معنی اس کا استعمال بطور مذمت ہوتا ہے جیسے وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (۱۹: ۳۲) اور مجھے سرکش وبدبخت نہیں بنایا۔

کبھی محض دوسرے پر استبداد کرنے والے کو جَبَّارٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (۵۰: ۴۵) اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔

اور جب الجبّار اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی غالب آنے والا۔ زبردست بڑائی والا کے ہیں۔ جس کا استعمال مخلوق کی اصلاح کے لئے یا اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے (جو سراسر حکمت پر مبنی ہے) ہوتا ہے۔

یہاں اس آیت میں صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی گرفت ہے جس میں نہ رحم ہو اور نہ اس میں تادیب کا قصد ہو اور نہ اس میں انجام پر نظر ہو۔

ترجمہ: جب تم کسی پر دار وگیر کرتے ہو تو ظالم اور بے درد بن کر دار وگیر کرتے ہو

۲۶: ۱۳۲ = أَمَدَّكُمْ۔ أَمَدَّ اصل میں أَمْدَدَ تھا پہلے دال کی حرکت حرف ماقبل صحیح م کو دی دال کو دال میں مدغم کیا أَمَدَّ ہوا۔ اس کا مضارع يُمِدُّ باب افعال، إِمْدَادٌ سے ہے۔

أَمَدَّ إِمْدَادٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے اس نے تمہاری مدد کی۔ اس نے تم کو پہنچایا۔

أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ۔ تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم (اچھی طرح) جانتے ہو۔ یعنی مویشی، اولاد۔ باغات، چشمے، (آیات ۱۳۳/۱۳۴)

۲۶: ۱۳۵ = عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ عذاب مضاف یوم عظیم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بڑے دن کا عذاب۔

۲۶: ۱۳۷ = إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ میں إِنْ نافیہ ہے۔ هَٰذَا یہ پند ونصیحت اور یہ جزا وسزا کے ڈراوے جو تم ہمیں سنارہے ہو خُلُقُ اطوار وعادات الْأَوَّلِينَ پرانے لوگ۔ یعنی یہ پند ونصائح اور جزا وسزا کی باتیں جو تم ہمیں سنارہے ہو پرانے لوگوں کی باتوں کی طرح ہیں وہ بھی ایسا ہی ڈرایا کرتے تھے۔

۲۶: ۱۳۸ = وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ (نہ ہمارے آباء واجداد پر کوئی آفت آئی)

اور نہ ہی ہم پر کوئی عذاب آئے گا۔ مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر عذاب دیئے گئے۔ عذاب دیئے جانے والے۔ عذاب یافتہ۔

۲۶ : ۱۴۶ = اَتُتْرَکُوْنَ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ہے تُتْرَکُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَرَکَ یَتْرُکُ (نصر) تَرْکٌ مصدر کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ کیا تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

= فِیْمَا هٰهُنَا۔ ما موصول ہے اور هٰهُنَا اشارہ قریب۔ موجودہ حالت تنعم کی طرف ہے۔ باغات، چشمے۔ سرسبز کھیت۔ اور پرشگوفہ کھجوروں کے اشجار۔ یعنی کیا تم ان باغات و چشموں اور شاداب کھیتوں اور کھجور کے درختوں میں جن کے شگوفے بڑے نرم و نازک ہیں (عیش کرنے کے لئے) محفوظ و بے خطر چھوڑ دیئے جاؤ گے؟

اٰمِنِیْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع بے خوف۔ مطمئن، امن میں۔

۲۰ : ۱۴۸ = طَلْعُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ طَلْعٌ خوشہ۔ گچھا۔ گابھہ۔

هَا ضمیر واحد مؤنث غائب نَخْلٍ کی طرف راجع ہے۔

= هَضِیْمٌ۔ اَلْهَضْمُ (باب ضرب) کے اصل معنی کسی نرم چیز کو کچلنے کے ہیں وَ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ اور کھجوریں کہ جن کے خوشے لطیف اور نازک ہونے کی وجہ سے کچلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۰ : ۱۴۹ = تَنْحِتُوْنَ۔ تم تراشتے ہو نَحْتٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی تراشنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= فٰرِهِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر فَارِهٌ واحد۔ مہارت کے ساتھ۔ یعنی بڑے ماہر اور حاذق ہونے کی حالت میں۔ فَرِهِیْنَ کی قرات پر ترجمہ ہوگا۔ اتراتے ہوئے۔

لیکن پروفیسر عبدالرؤف مصری نے لکھا ہے کہ فَرِهِیْنَ یا فٰرِهِیْنَ میں ہاء ہوز حاء حطی کے عوض آئی ہے اصل میں فَرِحِیْنَ یا فَارِحِیْنَ تھا جیسے مَدَحْتُهٗ وَ مَدَهْتُهٗ پڑھنا جائز ہے (معجم القرآن) اور چونکہ فرحین اور فَارِحِیْنَ دونوں کے معنی ہیں اترانے والے۔ غرور کے ساتھ خوش ہونے والے اس لئے حاذق اور ماہر کا ترجمہ کسی صورت میں نہ ہوگا۔

سو آیت ہذا کا ترجمہ ہوا۔ اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر مکان بناتے ہو

اور اس پر بڑا غرور کرتے ہو اتراتے ہو۔
٢٦: ١٥١ = لَا تُطِيْعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر تم اطاعت نہ کرو۔ تم پیروی نہ کرو، تم نہ مانو،
= اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمُسْرِفُ کی جمع۔ حد سے بڑھنے والے۔ تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی پیروی نہ کرو۔
٢٦: ١٥٣ = الْمُسَحَّرِيْنَ ہ اسم مفعول جمع مذکر تَسْحِيْرٌ مصدر (باب تفعیل) جادوزدہ جن پر جادو کردیا گیا ہو۔ سِحْرٌ جادو۔
٢٦: ١٥٤ = فَاْتِ ب اَتٰی یَاْتِیْ ب لانا۔ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو لے آ۔
٢٦: ١٥٥ = شِرْبٌ۔ شَرِبَ يَشْرَبُ ۔ شِرْبٌ سے اسم ہے پانی پینے کی ایک باری۔ پانی کا ایک حصہ۔ اس کی جمع اَشْرَابٌ ہے
= شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۔ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف و صفت ہوکر مضاف الیہ۔ شِرْبُ مضاف۔ ایک مقررہ دن کی ایک باری۔ یعنی باری کے ایک دن یہ اونٹنی پانی پئے گی کنوؤں اور چشموں سے اور کوئی دوسرا انسان یا حیوان اس دن ان کنوؤں اور چشموں سے پانی نہیں پئے گا اور دوسری باری کے دن قوم کے جملہ افراد اور حیوان پانی پئیں گے۔
٢٦: ١٥٦ = لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ۔ لَا تَمَسُّوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت چھوؤ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث اونٹنی کی طرف راجع ہے۔
سُوْٓءٍ ہر وہ چیز ہے جو انسان کو غم میں ڈال دے۔ برائی۔ آفت، گناہ وغیرہ۔
قرآن مجید میں اس کا استعمال جن معانی میں ہوا ہے امام سیوطیؒ نے ان کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے!
(۱) شدت کے لئے۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (٢: ٤٩) وہ کرتے تھے تم پر سخت عذاب۔
(۲) کونچیں کاٹنے کے لئے۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (٢٦: ١٥٦) اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا۔ یعنی ناقہ کی کونچیں نہ کاٹ ڈالنا۔
(۳) زنا کے لئے مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا (١٢: ٢٥) کیا سزا ہے اس کی جو تیری بیوی کے ساتھ زنا کا ارادہ کرے۔

(۴) برص کے لئے۔ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۰: ۲۲) روشن بغیر کسی عیب کے یعنی برص کے۔

(۵) عذاب کے لئے۔ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥ (۱۶: ۲۷) بے شک آج رسوائی اور سختی (یعنی عذاب) کافروں پر ہے۔

(۶) شرک کے لئے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (۱۶: ۲۸) اور ہم تو کوئی برائی (یعنی شرک) نہیں کرتے رہے۔

(۷) گالی گلوچ کے لئے لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (۴: ۱۴۸) اللہ کسی برائی کی بات (دشنام طرازی) کو منہ پھوڑ کر کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

(۸) گناہ کے لئے۔ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (۴: ۱۷) جو بری حرکت (گناہ) جہالت سے کر بیٹھتے ہیں

(۹) بِئْسَ (براہے) کے معنی میں وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۱۳: ۲۵) ان کے لئے ہے بُرا گھر۔

(۱۰) ضرر کے لئے وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (۲۷: ۶۲) اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے

(۱۱) قتل وہزیمت کے لئے۔ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (۳: ۱۷۴) ان کو کوئی آنچ دبیش آئی۔ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ۔ اس کو برائی کے ساتھ مت چھونا۔ یعنی اس کو کوئی گزند نہ پہنچانا۔ اس کی کونچیں نہ کاٹنا۔

= فَيَاْخُذَكُمْ۔ الفاء سببیہ ہے ورنہ تم کو آئے گا۔

= عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۳۵)

۲۶: ۱۵۷ = عَقَرُوْهَا۔ ماضی جمع مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (اونٹنی کے لئے)۔ انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقَرَ يَعْقِرُ (ضرب) عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں

= فَاَصْبَحُوْا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے اِصْبَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، انہوں نے صبح کی۔ وہ ہو گئے۔

۲۶: ۱۶۵ = اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ۔ الف استفہام کے لئے ہے۔ تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تم آتے ہو۔ الذكران۔ ذَكَرٌ کی جمع۔ مرد۔ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ کیا تم (بدفعلی کے لئے) مردوں کے پاس جاتے ہو۔

= مِنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ ساری مخلوق میں سے۔
٢٦: ١٦٦ = تَذَرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، تم چھوڑتے ہو۔ وَذْرٌ مصدر بمعنی چھوڑنا اس کا فعل ماضی استعمال نہیں ہوتا۔
= عَادُوْنَ۔ عَدْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے عَادٍ کی جمع ہے۔
عَادُوْنَ اصل میں عَادِوُوْنَ تھا واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ آیا ہے اور ماقبل اس کا مضموم نہ تھا لہٰذا اس کو ی سے تبدیل کیا عَادِیُوْن ہوا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوگئے ی اور واؤ، ی کو حذف کردیا عَادُوْنَ ہوگیا۔
٢٦: ١٦٧ = لَمْ تَنْتَهِ تو باز نہیں آئے گا۔ ملاحظہ ہو ٢٦: ١١٦۔
= اَلْمُخْرَجِيْنَ اسم مفعول جمع مذکر مجرور معرف باللام اِخْرَاجٌ مصدر نکالے گئے۔ نکالے ہوئے ملک بدر کئے جانے والے۔
= اَلْقَالِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ جرّ اَلْقَالِيْ واحد بیزار ہونے والے چھوڑنے والے۔
اصل میں اس کا مادہ واوی ہے قَلْوٌ جس کا معنی ہے پھینکنا۔ محاورہ ہے، قَالَتِ النَّاقَةُ بِرَاكِبِهَا۔ اونٹنی نے اپنے سوار کو پھینک دیا۔ جس چیز سے دل بوجہ بغض یا بوجہ ناپسندیدہ ہونے کے اس طرح گھن کھائے گویا اسے پھینک رہا ہے تو اسے مَقْلُوٌّ کہا جائے گا۔ پھینک دینے میں نفرت اور بیزاری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا القالین کے معنی ہوئے بیزار ہونے والے۔ چھوڑنے والے۔ پھینکنے والے۔
اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ۔ میں تمہارے فعل سے بیزار ہوں۔
قَلَا يَقْلِيْ (ضرب) اور قَلَا يَقْلُوْ (نصر) ہر دو سے سورت میں مستعمل ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى (٩٣: ٣) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا ہے اور نہ تم سے بیزار ہے!
اگر مادہ قلی ناقص یائی مانا جائے تو بھوننے کے معنی ہوں گے جیسے قَلَيْتُ السَّوِيْقَ بِالْمِقْلَاةِ میں نے کڑھائی میں ستو بھونے لیکن قرآن مجید میں اسے ناقص واوی ہی استعمال کیا گیا ہے
٢٦: ١٧١ = عَجُوْزًا۔ بڑھیا۔ زنِ پیر۔ راغب نے لکھا ہے کہ عَجْزٌ کے اصلی معنی ہیں

کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

۲۶ : ۱۸۱ == اَوْفُوْا ۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ تم پورا کرو ۔ اَلْوَافِیْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں کَیْلٌ وَافٍ پورا ماپ ۔ اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ ـــــ بِالْوَعْدِ وعدہ پورا کرنا ـــــ النذر ۔ نذر پوری کرنا ـــــ الکیلَ پیمانہ پورا ناپنا۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ ۔ ناپ پورا کیا کرو

== اَلْمُخْسِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُخْسِرُ واحد اِخْسَارٌ (افعال) تول میں کمی کرنے والے۔

۲۶ : ۱۸۲ == زِنُوْا ۔ وَزَنَ یَزِنُ (ضرب) وَزْنٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تم وزن کیا کرو ۔

== بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۔ اَلْقِسْطَاسِ ۔ انصاف کی ترازو ۔ یا ہر ترازو ۔ انصاف بھی مراد لیا جاتا ہے ۔ موصوف صفت بمعنی سیدھی ۔ صحیح ۔ القسطاس المستقیم ۔ صحیح ترازو ۔

بعض کے نزدیک یہ لفظ رومی ہے ۔ القصطاس بھی صحیح ہے ۔

۲۶ : ۱۸۳ == لَا تَبْخَسُوْا ۔ بَخَسَ یَبْخَسُ (فتح) سے فعل نہی جمع مذکر حاضر تم کم نہ دو ۔ تم گھٹاؤ نہیں ۔

النَّاسَ ، مفعول ثانی ۔ اَشْیَاءَ ھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول ۔

تم لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو ۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں

== لَا تَعْثَوْا ۔ تم فساد نہ کیا کرو ۔ فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر باب سمع سے اس کا مصدر عِثِیٌّ وَعَثِیٌّ ہیں جس فساد کا ادراک حکمی ہو وہ اسی باب سے ہے ۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو وہ باب نصر سے مصدر عَیْثٌ وعُثُوٌّ سے آتا ہے

== مُفْسِدِیْنَ ۔ حال ہے دراں حالیکہ تم فساد کرنے والے ہو

۲۶ : ۱۸۴ == اَلْجِبِلَّۃَ ۔ خلقت ، خلائق ، یہ خَلَقَ کا مفعول ثانی ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مفعول اول ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور (تم سے) پہلی مخلوق کو ۔

کسی چیز سے پیچھے رہ جانا۔ یا اس کا ایسے وقت میں حاصل ہونا جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو، لیکن عام طور پر اس لفظ کو کسی کام سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ اَلْقُدْرَةُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ (۵: ٣١) مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں .... ہوتا۔

اور بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اکثر امور میں عاجز ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ (١١: ٧٢) کیا میرے بچہ ہوگا؟ اور میں تو بڑھیا ہوں۔

عَجُوْزٌ کی جمع عَجَائِز اور عُجُزٌ ہے۔ عَجُوْزًا منصوب بوجہ مفعول کے ہے

= فِي الْغٰبِرِيْنَ۔ ای کانت من الغابرین۔ باقی رہنے والے، پیچھے رہ جانیوالے نجات سے رہ جانے والے۔ ہلاک ہونے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْغَابِرُ واحد یہاں اسم فاعل اسم صفت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ گئے۔

اسی سے غبار ہے جو اس خاک کو کہتے ہیں جو قافلہ کے گذر جانے کے بعد اڑ کر پیچھے رہ جائے۔

٢٦: ١٧٢ = دَمَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم دَمَّرَ يُدَمِّرُ تَدْمِيْرٌ (تفعیل) کسی چیز کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ہم نے ہلاک کر ڈالا۔ ہم نے اکھیڑ مارا۔

٢٦: ١٧٣ = اَمْطَرْنَا۔ امطارٌ (افعال) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے برسایا۔

اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا۔ ہم نے ان پر بارش برسائی۔

= فَسَآءَ۔ بس برا ہے۔ سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= اَلْمُنْذَرُوْنَ ہ اسم مفعول جمع مذکر۔ لوگ جو ڈرائے گئے (سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے) اِنْذَارٌ (افعال) سے۔ ڈرانا۔

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ سو کیسی بری بارش تھی جو ڈرائے ہوؤں پر برسی۔ یعنی بارش کا کام تو مردہ کھیتی کو زندہ کرنا ہے لیکن کیا ہی بری تھی وہ بارش جس نے زندوں کو تہس نہس کر دیا۔

٢٦: ١٧٦ = اَصْحٰبُ الْئَيْكَةِ۔ اہل ایکہ۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم

اَلْجَبَل پہاڑ کو کہتے ہیں جس کی جمع اجبال وجبال ہے پہاڑ کی مختلف صفات کے اعتبار سے استعارۃً ہر صفت کے مطابق اشتقاق کر لیتے ہیں۔ مثلاً معنی ثبات کے اعتبار سے کہاجاتاہے جَبَلَهٗ علٰی کذا۔ اللہ نے اس کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے (یعنی وہ تبدیل نہیں ہوسکتی)

بڑائی اور عظمت کے معنی کے اعتبار سے بڑی جماعت کو جبلٌّ کہاجاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (۳۶: ۶۲) اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کردیا تھا۔ بعض علماء نے کہاہے کہ جِبِلًّا جِبِلَّةٌ کی جمع ہے۔

۲۶: ۱۸۵ = الْمُسَحَّرِيْنَ۔ جادوزدہ۔ ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۵۳

۲۶: ۱۸۷ = فَاَسْقِطْ۔ اَسْقِطْ۔ اَسْقَطَ يُسْقِطُ اِسْقَاطٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو گرادے۔

= كِسَفًا۔ كِسْفَةٌ کی جمع اَكْسَافٌ وكُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے۔ كَسَفَ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا۔

۲۶: ۱۸۹ = يَوْمَ الظُّلَّةِ مضاف مضاف الیہ۔ سائبان والا دن ظُلَّةٌ سائبان ظُلَلٌ جمع ظُلَّةٌ وہ بدلی ہے جو سایہ فگن ہو اور اکثر اس کا استعمال بری اور ناپسند صورت حال میں ہوتاہے جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (۷: ۱۷۱) اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر جیسے کہ سائبان۔

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ پھر آن پکڑا ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے۔ کہتے ہیں کہ ایک بدلی آئی۔ سر پر سایہ فگن ہوگئی۔ جب لوگ اس کے نیچے تپش سے پناہ لینے کے لئے جمع ہوئے تو وہ یکا یک ان پر آکر گر پڑی اور سب وہیں ڈھیر ہوگئے۔

۲۶: ۱۹۲ = اِنَّهٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

(الکتاب المبین سورۃ ہذا کی آیت ۲) صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

سورۃ کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ کفار قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کے لئے تیار نہیں تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچتا تھا اللہ تعالیٰ نے

اپنے محبوب کو مطمئن فرمانے کے لئے متعدد انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات بیان فرمانے اب پھر سلسلۂ کلام کفار کے انہی اعتراضات کی طرف لوٹتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں بلکہ اسے اس خدا نے اتارا ہے جو رب العالمین ہے
= تَنْزِيْلٌ ۔ اتارنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے تنزیل اور انزال میں فرق یہ ہے کہ تنزیل میں ترتیب اور یکے بعد دیگرے تفرق کے ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے اور انزال عام ہے ایک دم کسی شے کے اتارنے کے لئے بھی اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی۔

٢٦: ١٩٣ = نَزَلَ بِهِ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ اس نے اس کو تیرے دل پر اتارا۔ ضمیر فاعل نَزَلَ ب الروح الامین کے لئے ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن (تنزیل) کے لئے۔ یعنی روح الامین نے قرآن کو تیرے دل پر نازل کیا۔ یا روح الامین اس کو لے کر تیرے دل پر اترا۔ یعنی ہم نے اس قرآن کو روح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے تجھ پر اتارا۔

٢٦: ١٩٤ = اَلْمُنْذِرِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور ڈرانے والے پیغمبر۔ اِنْذَارٌ (افعالٌ) مصدر۔ ہر پیغمبر عذاب الٰہی سے سرکشوں اور نافرمانوں کو ڈراتا ہے اس لئے ہر پیغمبر کو مُنْذِر کہا جاتا ہے۔

٢٦: ١٩٦ = زُبُرٌ ۔ زبور کی جمع کتابیں۔
= اِنَّهٗ سے مراد اس کا ذکر ہے۔

٢٦: ١٩٧ = اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
الف استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ کلام مقدرہ پر عطف کے لئے ہے جیسا کہ کہا ہو اَغَفَلُوْا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ ...... الاٰية لَمْ يَكُنْ فعل ناقص لَهُمْ متعلق بالکون۔ اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ای معرفة علماء بنی اسرائیل القرآن۔ علمائے بنی اسرائیل کا قرآن کے متعلق علم) اس کا اسم اور اٰيَةً اس کی خبر۔ سو مطلب یہ ہوا کہ
کیا علماء بنی اسرائیل کا قرآن مجید کے متعلق علم جس کا ذکر ان کی کتابوں میں مذکور ہے ان کے لئے کافی دلیل نہیں۔
يَعْلَمَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کہ آپ کی نعت وصفات بھی تورات وغیرہ میں موجود ہیں
لَھُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب قریش مکہ کے لئے ہے

۲۶: ۱۹۸ = الفائدہ آیۃ ۱۹۸: ۱۹۹ کو سمجھنے کے لئے یہ امر زیر نظر ہے کہ کفار کا القرآن کو منزل من اللہ تسلیم نہ کرنے پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضور خود عربی ہیں اور فصیح وبلیغ بھی ہیں اس لئے ان کے لئے ایسا کلام خود بنا لینا کوئی مشکل نہیں یہ ہر دو آیات اس کا ردّ ہیں۔

= عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ۔ کسی عجمی (غیر عربی) پر۔ بعض نے عجمی اور اعجمی میں یہ فرق کیا ہے کہ عجمی غیر عربی کو کہتے ہیں اور اعجمی غیر فصیح کو خواہ وہ عربی ہی ہو۔

یعنی اگر ہم یہ قرآن پر اتارتے اور وہ ان کو پڑھ کر سناتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

۲۶: ۲۰۰ = کَذٰلِکَ ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذَا اسم اشارہ (یہ۔ اس) لَ علامت اشارہ بعید آخری کاف حرف خطاب واحد مذکر۔

کَذٰلِکَ سے اشارہ مذکورۂ سابق کی طرف ہوتا ہے۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ مؤنث کے لئے ہو تو کَذٰلِکِ آئے گا۔ اسی طرح کَذٰلِکُمْ وکَذٰلِکُنَّ ہے۔

= سَلَکْنٰہُ ۔ سَلَکْنَا ماضی جمع متکلم سَلَکَ یَسْلُکُ (باب نصر) سَلْکٌ مصدر ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو چلایا۔ ہم نے اس کو داخل کیا ہم نے اس کو گھسایا۔

ضمیرہٗ واحد مذکر غائب تکذیب وتکفیر کے لئے ہے یعنی ہم نے تکذیب وتکفیر کی عادت مجرموں کے دل میں داخل کردی ہے۔

= یَرَوُا مضارع منصوب جمع مذکر غائب رُؤیَۃٌ (یہاں تک کہ) وہ دیکھ لیں
مضارع کا نصب حتّٰی کی وجہ سے ہے کہ اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

۲۶: ۲۰۲ = فَیَاْتِیَھُمْ ۔ یَاْتِیَ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان پر آجائے یَاْتِیَ میں ضمیر فاعل کا مرجع العذاب الالیم ہے (آیۃ ۲۰۱) سو وہ عذاب الیم ان پر اچانک آجائے گا۔

ف عطف کے لئے ہے اور یَاْتِیَ کا عطف یَرَوُا پر ہے اور اس عمل کی وجہ سے منصوب ہے۔

= بَغْتَةً۔ اچانک، ایک دم۔ یکایک

= لَا يَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب شُعُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ شعور نہیں رکھتے۔ وہ سمجھ نہیں پاتے۔ یعنی ان کو اس کے آنے کی خبر تک بھی نہ ہو گی!

۲۶:۲۰۳ = فَيَقُوْلُوْا۔ یہاں بھی الفاء عطفیہ ہے اور یَقُوْلُوْا کا عطف یَرَوْا (۲۰۱) پر ہے مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ پھر وہ کہیں گے۔

= مُنْظَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُنْظَرٌ واحد اِنْظَارٌ (افعالٌ) مصدر مہلت دیئے ہوئے۔ هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟

۲۶:۲۰۴ = اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِسْتِعْجَالٌ (استفعالٌ) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وہ جلدی مانگتے ہیں وہ تعجیل چاہتے ہیں۔ کیا (اس کرتوت پر) یہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ یعنی اب جو ان کو کفر و شرک پر عذاب الیم سے ڈرایا جا رہا ہے تو کبھی کہتے ہیں کہ یہ یوں ہی پچھلوں کی سی باتیں اور ڈراوے ہیں ان میں حقیقت نہیں اور بار بار اپنے رسولوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہارا یہ ڈراوا صحیح ہے تو وہ عذاب ابھی کیوں نہیں لے آتے (اس کا قرآن حکیم میں اور اسی سورۃ میں بار بار ذکر ہے) اب ان کا یہ حال ہو رہا ہے کہ عذاب کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ہیں کہ کیا کوئی مہلت کی صورت نکل سکتی ہے؟

۲۶:۲۰۵ = اَفَرَاَيْتَ۔ کیا تو نے دیکھا۔ بھلا تو نے دیکھا۔ کیا تو نے غور کیا۔ ہمزہ اولیٰ بلفظ استفہام تقریر و تنبیہ کے لئے ہے محض استفہام کے لئے نہیں۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں کہ اَرَاَيْتَ عربی میں اَخْبِرْنِيْ (تو مجھے بتا) کے قائم مقام ہے اور اس پر ک داخل ہوتا ہے اور تاء کو تثنیہ جمع اور تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تغیر و تبدل کاف پر ہوتا ہے تاء پر نہیں۔ مثلاً اَرَاَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ (۱۷:۶۲) قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ (۶:۴۰)

= مَتَّعْنٰهُمْ۔ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعیل) ہم نے دنیاوی ساز و سامان دے کر بہرہ مند کیا۔

= سِنِيْنَ۔ سَنَةٌ کی جمع۔ کئی سال۔

بھلا بتاؤ تو اگر ہم سالوں ان کو دنیاوی عیش و عشرت کا مزہ اٹھانے دیں پھر جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا تھا۔ وہ ان پر آ جائے تو وہ عیش و عشرت ان کے کس کام کا؟

آیت ۲۰۲ میں ان کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اب نہ مہلت ملنے کا وقت ہے اور نہ قبول ایمان کا۔ آیت نمبر ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷۔ تم نے دیکھ لیا کہ دنیاوی عیش و عشرت تمہارے کسی کام نہ آیا۔

آیت نمبر ۲۰۴ جملہ معترضہ ہے اور ارشاد من جانب اللہ تعالیٰ ہے آیت نمبر ۲۰۵ سے پھر وہی سلسلہ کلام ہے جو کہ آیت ۲۰۲ میں تھا۔

۲۶:۲۰۹ = ذِكْرٰى۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد دلانا۔ پند و موعظت۔ ذِكْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے

یہ یا تو ضمیر مُنْذِرُوْنَ (آیہ ۲۰۸) کا حال ہے کہ وہ پند و نصائح کرتے ہوئے انہیں (مشرکین) کو ڈراتے تھے۔ یا یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای هٰذِهٖ ذِكْرٰى یہ پند و موعظت ہے بار بار ذکر کرکے متنبہ کرنا ہلاکت سے۔ اس صورت میں یہ جملہ معترضہ ہے یا مُنْذِرِيْنَ کی صفت بمعنی ذو ذکریٰ اصحاب تذکرہ و موعظت۔

۲۶:۲۱۰ = مَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ۔ مَا نافیہ ہے تَنَزَّلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ اس قرآن کو (جماعت) شیاطین لے کر نہیں اتری۔ تَنَزُّلٌ (تفعّل) مصدر۔

۲۶:۲۱۱ = مَا يَنْبَغِيْ ما نافیہ ہے يَنْبَغِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبِغَآءٌ (انفعال) سے سزاوار نہیں، لائق نہیں۔ يَنْبَغِيْ لَهٗ اسے چاہیے اس کے لئے مناسب ہے۔ اسے سزاوار ہے۔ فعل ماضی مستعمل نہیں۔

مَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ ان کو زیب نہیں۔ ان کو مناسب نہیں۔ ان کو لائق نہیں ہے۔

= مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مَا نفی کے لئے ہے يَسْتَطِيْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے

۲۶:۲۱۲ = لَمَعْزُوْلُوْنَ لام تاکید کے لئے ہے مَعْزُوْلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ عَزْلٌ مصدر (باب ضرب) الگ کئے ہوئے۔ یعنی رد کئے گئے۔

۲۶:۲۱۳ = لَا تَدْعُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ دُعَاءٌ دَعْوَةٌ سے دَعَا يَدْعُوْا سے۔ لَا تَدْعُ میں آخر سے واؤ حرف علت محذوف ہے یہ صیغہ حاضر کمال تخویف

اور انتہائی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔
= اَلْمُعَذَّبِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر عَذَابٌ سے۔ عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔ جن کو عذاب دیا گیا۔
۲۶ : ۲۱۴ = اَنْذِرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِنْذَارٌ اِفْعَالٌ سے، تو ڈرا تو ڈر سنا۔
= عَشِیْرَتَکَ ۔ مضاف مضاف الیہ تیری برادری۔ تیرا قبیلہ۔ تیرا کنبہ تیرے رشتہ دار
اس لفظ کے ماخذ میں اختلاف ہے بعض اس کا ماخذ عِشْرَۃٌ بتاتے ہیں جس کے معنی معاشرت یا باہمی میل جول کے ہیں یہی ان لوگوں کا نمایاں وصف ہے (برادری۔ قبیلہ، کنبہ وغیرہ)
یا یہ عَشَرَۃٌ سے ماخوذ ہے کیونکہ یہی عدد ہی کامل ہوتا ہے گویا وہ انسان کے لئے بمنزلہ عدد کامل کے ہیں یعنی مکمل ہونے میں عدد کامل کی مانند ہیں۔
= اَلْاَقْرَبِیْنَ ۔ قریبی۔ قرابت والے۔ قریب کے رشتہ دار یہ عَشِیْرَتَکَ کی صفت ہے۔ اپنی برادری کے قریبی رشتہ دار۔
۲۶ : ۲۱۵ = اِخْفِضْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر خَفْضٌ مصدر باب ضرب سے جس کے معنی پست ہونے نرم روی اختیار کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ یہ رَفْعٌ کی ضد ہے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (۱۷: ۲۴) اور عجز و نیاز سے ان کے آگے (ماں باپ کے آگے) جھکے رہو۔
وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ ۔ اور اپنے پروں کو نیچے کیا کیجئے۔ یعنی مشفقانہ اور فروتنی سے پیش آئیے۔
= مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یہاں دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے نتیجے میں تمہارے رشتہ داروں میں سے جو لوگ ایمان لاکر تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا رویہ اختیار کریں اور جو تمہاری بات نہ مانیں (آیت ۲۱۶) ان سے اعلان برأت کردو۔
دوسرے یہ کہ قریش اور آس پاس کے اہل عرب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے لیکن انہوں نے عملاً آپ کی پیروی

اختیار نہ کی تھی بلکہ وہ بدستور اپنی گمراہ سوسائٹی میں مل جل کر اسی طرح کی زندگی بسر کر رہے تھے جیسی دوسرے کفار کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے ماننے والوں کو ان اہل ایمان سے الگ قرار دیا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت تسلیم کرنے کے بعد آپ کا اتباع بھی اختیار کر لیا تھا۔ تواضع برتنے کا حکم صرف اسی مؤخر الذکر گروہ کے لئے تھا۔ باقی رہے وہ لوگ جو حضور کی فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے تھے جن میں آپ کی صداقت کو ماننے والے بھی تھے اور آپ کا انکار کرنے والے بھی تھے ان کے متعلق حضور علیہ السلام کو ہدایت کی گئی کہ ان سے بے تعلقی کا اظہار کر دو اور صاف صاف کہہ دو کہ اپنے اعمال کا نتیجہ تم خود بھگتو گے۔ (تفہیم القرآن)

۲۶: ۲۱۶ = عَصَوْكَ۔ عَصَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ عَصَوْا مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ مصدر سے ہے۔

عَصَوْا در اصل عَصَيُوْا تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا۔ واؤ اور یاء دو ساکن جمع ہوئے لہٰذا الف جو یاء کے بدل میں تھا گر گیا اور عَصَوْا رہ گیا انہوں نے تیرا کہنا نہ مانا۔ انہوں نے تیری نافرمانی کی۔ انہوں نے تیری اطاعت نہ کی

۲۶: ۲۱۷ = تَوَكَّلْ۔ تو بھروسہ کر۔ تو توکل کر تَوَكُّلٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اس کا تعدیہ بذریعہ عَلٰی ہوتا ہے۔

۲۶: ۲۱۸ = تَقُوْمُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ قِيَامٌ مصدر (باب نصر) تو کھڑا ہوتا ہے تو اٹھتا ہے۔ ای تقوم الی الصلوٰۃ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

= تَقَلُّبَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تَقَلُّبٌ بروزن (تفعّل) مصدر ہے۔ پھرنا۔ آنا جانا گھومنا۔ الٹنا پلٹنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرا گھومنا۔ تیرا پھرنا۔ تیرا آنا جانا۔ تَقَلُّبَ منصوب بوجہ مفعول يَرٰی کے ہے۔

= السّٰجِدِيْنَ۔ سجدہ کرنے والے بمعنی نمازی۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۲۶: ۲۲۱ = اُنَبِّئُكُمْ۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر میں تم کو بتاؤں۔ میں تم کو خبر دوں۔ یا۔ خبر دوں گا۔

= مَنْ موصول ہے۔

= تَنَزَّلُ مضارع واحد مؤنث غائب اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی تَنَزُّلٌ تَفَعُّلٌ مصدر وہ اترتی ہے۔ وہ اترے گی۔ یہاں یہ صیغہ الشّٰيٰطِيْنُ

کے لئے استعمال ہوا ہے۔ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ۔ شیطان کس پر اترتے ہیں
۲۶: ۲۲۲ = اَفَّاكٍ اِفْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت جھوٹ بولنے والا۔
اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بناء پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَۃٌ کہتے ہیں وَالْمُؤْتَفِكَۃَ اَھْوٰی (۵۳:۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا (یہاں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں الٹ دیا تھا۔

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی افكٌ بولا جاتا ہے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَۃٌ مِّنْكُمْ (۲۴:۱۱) بے شک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے تمہیں لوگوں میں سے ایک جماعت ہے!
= اَثِیْمٍ (فعیل بمعنی فاعل) گنہگار۔ بڑا بدکار۔ بڑا ناہنجار۔ کثیر الاثم
۲۶: ۲۲۳ = یُلْقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ ڈال رہے تھے ضمیر فاعل کا مرجع كُلُّ اَفَّاكٍ ہے۔ وہ ڈالتے ہیں۔
= السَّمْعَ۔ قوتِ سامعہ۔ کان۔ سننا۔ پہلے دو معنی کے لحاظ سے اسم ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے سَمِعَ یَسْمَعُ کا مصدر ہے، واحد اور جمع ہر دو طرح مستعمل ہے کیونکہ مصدر کی جمع نہیں آتی۔

اِلْقَاء سَمْعٌ بمعنی کان لگا کر سننا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (۵۰:۳۷) یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے۔
یُلْقُوْنَ السَّمْعَ جو (یعنی جھوٹے اور بدکار) ان شیاطین کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں
= اَكْثَرُھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب سے مراد افاکین جھوٹے اور کاذب لوگ ہیں۔ اور اَكْثَرُ سے مراد کل ہے یعنی یہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔
۲۶: ۲۲۴ = یَتَّبِعُھُمُ۔ یتبعُ مضارع واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل الغاوٗن کی طرف راجع ہے) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب الشعراء کی طرف راجع ہے
= اَلْغَاوٗنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر غَیٌّ۔ غَوِیٌّ وَغَوَایَۃٌ مصدر۔ اَلْغَاوِیْ واحد۔ اصل میں اَلْغَاوِیُوْنَ تھا۔ گمراہ۔ خواہش پرست۔ یہاں مراد شعراء کے کج رو اور گمراہ پیرو۔ کج رو مدح سرا ہیں۔
(مبالغہ آمیز مدح۔ بیجا مذمت، جھوٹا تغزل، جذبات محبت کی فحش اور غلط تصویر کشی

رندی۔ مے نوشی۔ بے حیائی، عریانی، نسبی فخر، شخصی اور قومی شیخی، غرض اخلاق ذمیمہ کا ابنار۔ عموماً شعراء کے کلام میں ہوتا ہے ماسوائے اہل حق و صداقت کے، کجراہ، بیوقوف سبک سر، پڑھے لکھے اور جاہل پرستارانِ ادب ایسے کلام کو مزے لے لے کر پڑھتے، گاتے سر دھنتے اور جولانِ فکر کی سیرگاہ بناتے ہیں اس جگہ ایسے ہی غلط رو، کجراہ اور گمراہ مراد ہیں۔ (معجم القرآن)

٢٦: ٢٢٥ = وَادٍ اصل میں وَادِیٌ تھا (ودی مادہ) الوادی اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو اسی سے دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہا جاتا ہے اسی کی جمع اَوْدِیَۃٌ ہے جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِیَۃٌ ہے اور نَاجٍ کی جمع اَنْجِیَۃٌ ہے؛ استعارہ کے طور پر مذہب، طریقہ۔ اور اسلوب بیان کو وادی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ فِیْ وَادٍ غَیْرَ وَادِیْکَ۔ کہ فلاں کا مسلک تجھ سے جداگانہ ہے۔ یہاں اس آیت میں بھی فِیْ کُلِّ وَادٍ سے مختلف اسالیبِ سخن مراد ہیں۔ جیسے مدح۔ ہجو، جدل غزل وغیرہ۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے

اِذَا مَا قَطَعْنَا وَادِیًا مِنْ حَدِیْثِنَا۔ اِلٰی غَیْرِہٖ زِدْنَا الْاَحَادِیْثَ وَادِیًا

جب ہم موضوع سخن کی ایک وادی کو قطع کر لیتے ہیں تو دوسری وادی میں داخل ہو جاتے ہیں

= یَھِیْمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ھَیْمٌ وھَیَمَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ سرگشتہ۔ مُسْتَھَامٌ، عشق کی وجہ سے حیران و سرگردان۔ بیمار عشق، وہ سرگردان پھرتے ہیں

٢٦: ٢٢٧ = اِنْتَصَرُوْا۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بدلہ لیا۔ انہوں نے انتقام لیا۔

= مَا ظُلِمُوْا۔ میں ما مصدریہ ہے۔ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ان پر ظلم کئے جانے کے بعد۔ ان پر زیادتی ہو جانے کے بعد۔ یعنی جب مومن، صالح اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ ظلم کیا جائے یعنی ان کے ساتھ زیادتی کی جائے (ہجو کر کے یا کسی اور طرح) تو بدلہ لینے کے لئے اشعار میں جواب دینے میں وہ مستثنیٰ ہیں یہ استثناء اس آیت کے مصداق ہے وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ط (٤٢: ٤١) اور جو اپنے پر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔

اس استثناء میں شعراء اسلام بھی آگئے۔ مثلاً حضرت حسان بن ثابت رضؓ، حضرت

عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن مالکؓ، کعب بن زہیرؓ، اور صحابہ کرام میں اکثر شعراء تھے۔
ان سب کی شاعری قوتیں اسلام کی خدمت میں اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں صرف ہو رہی تھیں
۲۶: ۲۲۸ = اَیَّ ۔ کس ۔ کیسی ۔ کیا ۔ کونسی ۔ استفہام کے لئے ہے !
= مُنْقَلَبٍ ۔ اسم ظرف، مکان وزمان ۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر ۔
لوٹنے کی جگہ ۔ لوٹنے کا وقت، انجام، نتیجہ،
مصدر میمی بمعنی انقلاب بھی ہو سکتا ہے لوٹنا ۔ قَلْبٌ مادہ ۔
= یَنْقَلِبُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب ۔ انقلابٌ مصدر ۔ وہ لوٹتے ہیں
وہ لوٹیں گے ۔ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ ۔ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(۲۷) سُوْرَۃُ النَّمْلِ مَکِّیَّةٌ (۴۸)

۲۷:۱ = طٰسٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ۔
= تِلْكَ ۔ ای ھٰذِہٖ ۔ سورۃ ہذا کی طرف اشارہ ہے ۔
= اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ قرآن ؛ قَرَأْتُ الشَّیْءَ قُرْاٰنًا کے معنی ہیں جمعتہ وضممت بعضہ الی بعض ۔ میں نے اس چیز کو اکٹھا کیا اور اس میں نظم پیدا کیا ۔
اور قَرَأْتُ الکتابَ کے معنی ہیں میں نے کتاب کو پڑھا ۔ گویا قرآن کے معنی ہیں وہ کتاب جس میں تمام صداقتیں اکٹھی کر دی گئی ہوں اور جس میں ہر ایک حصہ کو دوسرے حصہ کے ساتھ ایسا نظم و ربط ہو کہ وہ تمام ایک مجموعہ نظر آئے ۔
= وَ کتابٍ مبین میں واؤ عاطفہ کی ہے ۔ کتاب مبین موصوف و صفت مل کر آیاتُ کا مضاف الیہ ہے کیونکہ کتاب مبین کا عطف القرآن پر ہے کہ عطف احدی الصفتین علی الاخرٰی جیسا کہ دو صفتوں میں سے ایک کا دوسرے پر عطف ہو مثلاً ھٰذا فعل السخی والجواد الکریم ۔
یہ قرآن اور ایک واضح کتاب کی آیات ہیں ۔
یہاں قرآن کو معرفہ اور کتاب کو نکرہ لایا گیا ہے لیکن سورۃ الحجر میں قرآن کو نکرہ اور کتاب کو معرفہ ذکر کیا گیا ہے ارشاد ہے تِلْكَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ (۱۵ : ۱) اس کی کیا وجہ ہے ۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن اور کتاب کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں اس کلام الٰہی کے عَلَمْ (نام) ہیں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ۔
دوسری یہ کہ یہ اس کلام کی صفتیں ہیں یعنی قرآن سے مراد مَقْرُوْءٌ (پڑھا جانے والا) اور کتاب سے مکتوب جو لکھا جاتا ہے جہاں انہیں معرفہ ذکر کیا جائے گا وہاں یہ بحیثیت

عَلَمٌ (نام) مذکور ہیں اور جہاں نکرہ وہاں بحیثیت صفت (مظہری)
بعض نے کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور اس کی تنکیر عظمت شان کے لئے ہے (ضیاء القرآن)
۲:۲۷ = ھُدًی وَّ بُشْرٰی ۔ آیٰت کا حال ہے!
= لِلْمُؤْمِنِیْنَ : اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛
(۱) اس کا تعلق ہر دو ھُدًی وَّبُشْرٰی سے ہے یعنی مومن لوگ ہی ہدایت یاب ہوتے ہیں اور بشارت کے بھی وہی مستحق ہیں؛
(۲) اس کا تعلق صرف بُشْرٰی سے ہے یعنی ہدایت کا پیغام تو اس میں ہر ایک کے لئے یکساں ہے خواہ مومن ہو یا کافر لیکن بشارت صرف اسی کے لئے ہے جس نے ہدایت پالی
۳:۲۷ = اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ ۔ مومنین کی صفت ہے۔
= وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ہ یا اس جملہ کا عطف جملہ اول پر ہے اس صورت میں یہ مومنین کی تیسری صفت (اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ کے علاوہ) ہوگی۔ یا یہ ضمیر موصول سے حال ہے۔
= یُوْقِنُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہے اِیْقَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ یقین کرتے ہیں۔ یقن مادّہ
۴:۲۷ = زَیَّنَّا ۔ ماضی جمع متکلم ہم نے زینت دی۔ ہم نے خوبصورت بنا دیا۔ ہم نے خوشنما کر دیا۔ ہم نے سنوارا۔
= یَعْمَھُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَہٌ مصدر (باب فتح، سمع) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔
۵:۲۷ = سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عذاب کی شدّت، عذاب کی سختی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۲۹ : ۱۵۶)
= ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ہ ھُمْ تاکید کے لئے مکرر لایا گیا ہے اَلْاَخْسَرُوْنَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ گھاٹا پانے والے۔
اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) دنیا کی نسبت آخرت میں ان کا خسارہ زیادہ ہوگا؛ منجملہ دیگر پہلوؤں کے خسرانِ دنیا منقطع ہے اور خسرانِ آخرت غیر منقطع۔

(۲) دوسرے لوگوں کی نسبت یہ زیادہ گھاٹے میں رہیں گے!
۲۷: ۶ = لَتُلَقَّى۔ لام تاکید کا ہے تُلَقّٰى مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اصل میں تُتَلَقّٰى تھا ایک تاء حذف ہو گئی تَلَقِّيٌ (تفعّل) مصدر۔ تجھے تلقین کیا جاتا ہے۔ تجھے سکھلایا جاتا ہے تجھے ملتا ہے۔
= لَدُنْ ظرف زمان ہے جو نہایتِ وقت کی ابتدار پر دلالت کرتا ہے مثلاً
اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ الٰى غُرُوْبِهَا۔ میں اس کے پاس مقیم رہا طلوعِ آفتاب سے غروب آفتاب تک!
ظرف مکان بھی ہے بمعنی طرف پاس جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً (۱۸: ۱۰) اے ہمارے رب ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔
قرآن مجید میں اکثر انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مِنْ لَدُنْ۔ طرف سے
۲۷: ۷ = اِذْقَالَ مُوْسٰى۔ ای اذکر لھم وقت قول موسٰى۔ ان کو یاد کراؤ وہ وقت جب (حضرت) موسیٰ نے کہا۔
= اٰنَسْتُ۔ ماضی واحد متکلم ایناسٌ (افعال) مصدر۔ میں نے محسوس کیا۔ میں نے دیکھا۔ اس کا مادہ انس ہے۔ اَلْاِنْسُ (کسرہ ہمزہ کے ساتھ) جن کی ضد ہے۔ اور اُنْسٌ (بضمۃ الہمزہ) نُفُوْرٌ کی ضد ہے اٰنَسَ (باب افعال) کے معنی کسی چیز سے انس پانا یا دیکھنا کے ہیں مثلاً حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا۔ (۲۴: ۲۷) جب تک تم ان سے (اجازت لے کر) اُنس پیدا نہ کر لو۔ اور فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (۴: ۶) اور اگر تم ان میں عقل کی پختگی دیکھو یا محسوس کرو۔
یہاں بھی اس آیۃ میں انہی معنوں میں آیا ہے۔ میں نے دیکھی ہے۔
= سَاٰتِیْكُمْ۔ سین مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اٰتٍ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ آنے والا۔ لیکن جب اس کا تعدیہ بآء کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے والا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ سَاٰتِیْكُمْ میں ابھی تمہارے پاس خبر لاتا ہوں۔ اور خبر سے مراد راستے کے متعلق معلومات ہیں۔
والمراد بالخبر الذی یاتیھم من جھۃ النار الخبر عن حال الطریق
آگ کی جانب سے جو وہ خبر لائے گا اس سے مراد راستہ کے احوال کے متعلق معلومات ہیں (جو حضرت موسیٰ کی منزلِ مراد کی طرف ممد و معاون ہو سکیں) (بحوالہ روح المعانی)

یعنی اگر یہ آگ کسی بستی ہے یا وہاں آگ جلانے والے موجود ہیں تو شاید وہ راستہ کی رہنمائی میں معلومات بہم پہنچا سکیں۔

= اَوْ یا۔ (اگر وہ بھی کوئی چلتے پھرتے مسافر جن سے کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں تو کم از کم کچھ انگارے ہی لے آؤں گا سینکنے کے لئے)

= شِهَابٍ قَبَسٍ۔ شہاب۔ انگارا۔ فضا میں ٹوٹنے والا تارا۔ چمکدار شعلہ جو بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوتا ہے اس کی جمع شُهُبٌ ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔

قَبَسٍ آگ کا شعلہ۔ آگ کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے

قَبْسٌ وَ اِقْتِبَاسٌ (افتعالٌ) مصدر جس کے معنی بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ مجازًا علم وہدایت کی طلب پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (۵۷: ۱۳) ہماری طرف نظر کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر سکیں۔ یہاں مراد ہے ٹھہریئے۔

یہاں اگر قَبَسٍ بمعنی مقبوس یعنی بڑی آگ سے لکڑی وغیرہ جلا کرلی ہوئی آگ، تو شہاب کی صفت ہے یا یہ شہاب کا بدل ہے یعنی آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں۔

= تَصْطَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِصْطِلَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم تاپو۔ تم سینکو۔ صلی مادہ۔

۲۷: ۸ = جَآءَهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔

= نُوْدِیَ۔ نِدَاءٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پکارا گیا۔ اس کو پکارا گیا اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے جو موسیٰ کی طرف راجع ہے یعنی (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو آواز دی گئی۔

= اَنْ مفسرہ ہے (کیونکہ نداء میں قول کے معنی پائے جاتے ہیں اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو۔ جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ (۲۳: ۲۷) یا دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوتے کہ چلو۔ یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب، گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو)

= بُوْرِكَ ۔ بَارَكَ يُبَارِكُ مُبَارَكَةً (مُفَاعَلَةٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
اس کو برکت دی گئی ۔ وہ برکت دیا گیا۔ بابرکت ہووہ۔
= مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا۔ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے
مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں :۔
(۱) من فی النار سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور من حولہا سے مراد
فرشتے ہیں :۔
(۲) من فی النار سے مراد فرشتے ہیں اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں
(۳) من فی النار سے مراد بھی فرشتے اور من حولہا سے مراد بھی فرشتے ہیں
(حقانی)
(۴) من فی النار سے مراد حضرت موسیٰ و فرشتگان جو وہاں اس وادی میں حاضر
تھے۔ اور من حولہا سے مراد ارض شام کہ مبعث انبیاء و مہبط وحی رہی ہے
(کشاف و بیضاوی وغیرہ)
= وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اور (ہر تشبیہ و تمثیل سے) پاک ہے اللہ
جو رب العالمین ہے واؤ عطف کی ہے اور جملہ سبحٰن اللہ رب العلمین معطوف
ہے اور بورکَ معطوف علیہ ہے اور یہاں تک منادی کا کلام ہے۔
۲۷ : ۹ = يٰمُوْسٰى ...... قیل معناہ ان موسیٰ قال من المنادی قال
یٰموسیٰ ...... جیسے موسیٰ نے کہا ہو کون ہے یہ پکارنے والا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ
اَنَا اللّٰهُ ......
= انہٗ میں ضمیر شان ہے انا مبتدا، اللہ خبر۔ العزیز الحکیم خبر کی صفات ہیں
اے موسیٰ یہ میں ہوں۔ اللہ۔ بڑے غلبہ والا۔ بڑی حکمت والا۔
۲۷ : ۱۰ = اَلْقِ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو ڈال دے اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر
= رَاٰهَا ۔ اس نے اس کو دیکھا ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو دیکھا
ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب عَصَا کی طرف راجع ہے
= تَهْتَزُّ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِهْتِزَازٌ (افتعالٌ) مصدر۔ وہ بل کھاتی
ہے ۔ وہ پھنپھناتی ہے ۔ وہ ہلتی ہے۔
یہ حال ہے مفعول ھا سے پھر جب اس نے اس کو (عصا کو) بل کھاتے دیکھا

وَهُزِّیٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹: ۲۵) اور تو ہلا کھجور کے تنے کو اپنی طرف
== کَاَنَّھَا - یہ بھی یا ھا کا حال ہے یا ضمیر تَھْتَزُّ کا حال ہے جیسے کہ وہ - گویا وہ ہے۔
کَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے اس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے جیسے کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ - یہ اکثر اور خاص کر قرآن مجید میں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے!
== جَانٌّ - اَلْجَنّ سے مشتق ہے جِنٌّ کی جمع ہے (باب نصر) اس کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ (۶: ۷۶) جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) چھپا دیا۔
اَلْجَنَانُ دل کہ وہ بھی حواس سے مستور ہوتا ہے یا المِجَنُّ وَالْجُنَّةُ ڈھال کہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے یا الجَنَّةُ جنت - باغ - کہ درختوں کی وجہ سے اس کی زمین نظر نہیں آتی یا اَلْجِنُّ جن کہ وہ بھی پوشیدہ مخلوق ہے۔
لیکن آیۃ ہذا میں جَانٌّ ایک قسم کا سانپ مراد ہے۔
== وَلّٰی - ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے
تَوْلِیَةٌ (تفعیل) مصدر وہ منہ موڑ کر پیٹھ دے کر بھاگا - اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ (۳: ۱۱۱) اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے ولی مادہ - اسی مادہ سے اور مشتقات وَلِیٌّ دوست - والی مددگار - حاکم۔
== مُدْبِرًا - اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصبی، پیٹھ موڑنے والا - دُبُرٌ پیٹھ پشت پاخانہ کا مقام - اَدْبَارٌ پیٹھ پھیرنا - ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۷۴: ۲۳) پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبول حق سے) غرور کیا۔
== لَمْ یُعَقِّبْ مضارع مجزوم نفی جحد بلم تعقیب (تفعیل) مصدر - اس نے پلٹ کر نہ دیکھا - وہ پیچھے نہ پھرا - پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
== لَدَیَّ - لَدٰی مضاف یاء واحد متکلم مضاف الیہ میرے پاس۔
لَدٰی ظرف مکان پاس - طرف، ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدٰی کی وہی حالت ہوتی ہے جو عَلٰی حرف جر کی ہوتی ہے جیسے عَلَیْنَا - لَدَیْنَا - عَلَیْكَ - لَدَیْكَ وغیرہ
۲۷: ۱۱ == اِلَّا - یہاں استثناء منقطع ہے کیونکہ یہاں مستثنیٰ مَنْ ظَلَمَ ہے جس نے ظلم کیا اور مرسلین ظلم نہیں کرتے لہٰذا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے نہیں ہے یہاں اِلَّا

بمعنی لیکن ہے یعنی میرے رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ لیکن ان کو چھوڑ کر جو
بھی ظلم کرے گا اسے ڈر ہے مَنْ تَابَ وَ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ۔ اور وہ ظلم کرنے والا بھی اگر توبہ کرے اور برائی کرنے کے بعد نیکی کرنے لگے
(تو اسے بھی کوئی ڈر نہیں) کیونکہ میں غفور اور رحیم ہوں۔
یا یہاں اِلَّا بمعنی وَلَا ہے ای لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا مَنْ
ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (میرے) رسول میرے
حضور ڈرا نہیں کرتے اور نہ (اسے کوئی ڈر ہے) جس نے ظلم کیا۔ لیکن اس کے بعد بدی
کو نیکی سے بدل دیا تو بے شک میں غفور رحیم ہوں۔
۲۷: ۱۲ = جَیْبِكَ مضاف مضاف الیہ تیرا گریبان۔
= تَخْرُجْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل
یَدَكَ کی طرف راجع ہے۔
= بَیْضَآءَ۔ سفید۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث اَبْیَضُ واحد مذکر
بِیْضٌ جمع کا صیغہ ہر دو مذکر و مؤنث کے لئے آتا ہے۔
= مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ۔ بلا کسی عیب کے بلا کسی مرض (از قسم برص) کے۔ ملاحظہ ہو ۲۶:
۱۵۶-
= فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ ای هما داخلتان فی جملة تِسْعِ اٰیٰتٍ۔ یہ دو معجزات بھی
جملہ نو معجزات میں شامل ہیں۔ اس سے قبل اِذْهَبْ محذوف ہے۔
ای اذهب فی تسع اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ۔ ان نو معجزات (جن میں یہ دو بھی شامل ہیں)
کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔
۲۷: ۱۳ = مُبْصِرَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث بحالت نصب۔ دوسری چیزوں کو واضح
اور روشن کرنے والی۔ بصیرت افروز۔ آیات کا حال ہے۔
۲۷: ۱۴ = جَحَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جَحْدٌ و جُحُوْدٌ مصدر (باب
فتح) انہوں نے انکار کیا۔ جحد و جحود کے معنی ہیں کہ جس چیز کا دل میں اثبات ہو اس
کی نفی اور جس کی نفی ہو اس کا اثبات کرنا۔
= وَاسْتَیْقَنَتْهَآ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔
اِسْتِیْقَانٌ (استفعال) یقین کرنا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ جو آیات کی

طرف راجع ہے۔ واو حالیہ ہے حالانکہ (ان کے دلوں نے) ان معجزات کا یقین کرلیا تھا۔ ای علمت انفسھم علما یقینا انھا ایات من عند اللّٰہ تعالیٰ۔ حالانکہ ان کے دلوں نے یقینی طور پر جان لیا تھا کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

استیقان ایقان سے زیادہ بلیغ ہے۔

= ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ (محض ظلم اور تکبر کی بناء پر) دونوں ضمیر فاعل جحدوا سے حال ہیں۔ عُلُوٌّ عَلَا یَعْلُوْا کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ سرکشی کرنا۔ کسی پر غلبہ کرنا۔

۲۷:۱۶ = مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر علمنا کا مفعول ثانی ہے نَا ضمیر جمع متکلم مفعول اول کی ہے۔ پرندوں کی بولی۔

۲۷:۱۷ = حُشِرَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اکٹھا کیا گیا۔ جمع کیا گیا۔ حَشْرٌ مصدر ہے۔

= یُوْزَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب وَزْعٌ (نصر) مصدر ہے۔ جس کے معنی روک لینا۔ باز رکھنا۔ لشکر کو ترتیب دینا۔ چنانچہ وزع الجیش کے معنی ہیں اس نے لشکر کو صفوں اور گروہوں میں ترتیب دیا۔ یہاں یُوْزَعُوْنَ (وہ ترتیب دیئے گئے) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عساکر باوجود کثیر التعداد اور متفاوت ہونے کے غیر مرتب ومنتشر نہ تھے بلکہ نظم وضبط میں تھے کہ کبھی سرکشی اختیار نہ کرتے تھے۔

وَحُشِرَ ...... فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ اور (ایک موقعہ پر حضرت سلیمان کے حکم پر) اس کے لشکر مشتمل بر جن والانس والطیر اکٹھے کئے گئے اور وہ گروہوں اور صفوں میں ترتیب دیئے گئے ہوئے تھے۔ یعنی منظم اور مترتب طریقہ پر جن والانس اور پرندوں پر مشتمل لشکر جمع کیا گیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰہِ اِلَی النَّارِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ (۴۱:۱۹) جس دن خدا کے دشمن اکٹھے کرکے دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔ تو ترتیب وار کردیئے جائیں گے۔

۲۷:۱۸ = لَا یَحْطِمَنَّکُمْ مضارع منفی تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ حَطْمٌ مصدر (باب ضرب) وہ تمہیں روند نہ ڈالے وہ تمہارا چورا نہ کردے۔ اَلْحَطْمُ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے کے ہیں پھر کسی چیز کو

ریزہ ریزہ کر دینے اور روندنے پر حَطْمٌ کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا۔ (٣٩:٢١) پھر اُسے چورا چورا کر دیتا ہے۔

٢٧: ١٩ = فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا وہ مسکرا کر ہنس پڑا۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ تبسم تو آپ نے اپنی عادت کے معمول کے مطابق کیا پھر وہ تبسم اضطرارًا ضحک کے درجہ تک پہنچ گیا۔

= اَوْزِعْنِيْٓ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اَوْزِعْ وَاِیْزَاعٌ سے جس کے معنی کسی چیز پر جما دینے کے ہیں اور الہام کرنے کے ہیں مجھے جما دے، مجھے توفیق دے۔ میری قسمت میں کر۔ اَوْزَعَ اللّٰهُ فُلَانًا اللہ تعالیٰ نے فلاں کو شکر گذاری کا الہام کیا۔

٢٧: ٢٠ = تَفَقَّدَ الطَّيْرَ۔ تَفَقَّدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَفَقُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ جس کے معنی گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے ہیں فقد مادہ۔ اس سے فقد یفقد (ضرب) فقدٌ بمعنی گم کرنا یا کھو دینا کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے مَاذَا تَفْقِدُوْنَ (١٢: ٧١) تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے۔

الطَّيْرَ۔ اسم جمع ہے اس کا واحد طائر ہے۔ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ اس نے پرندوں کی حاضری لی۔ اس نے پرندوں کا جائزہ لیا۔

= بِسُلْطٰنٍ۔ سُلْطٰنٌ حجت۔ سند۔ برہان۔ قوت۔ حکومت، سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ واضح سند۔ معقول عذر۔

٢٧: ٢٢ = مَكَثَ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَكْثٌ مصدر (باب نصر و کرم) انتظار میں ٹھہرا۔ ضمیر فاعل ھدھد کی طرف راجع ہے۔

= غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ ای زمانا غیر مدید۔ غیر طویل مدت۔ تھوڑا وقت۔
مَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ ہدہد تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرا (کہ آ گیا) یعنی تھوڑی ہی دیر بعد ہدہد آ گیا۔ غَيْرَ بَعِيْدٍ کے بعد فجاء محذوف ہے (وہ آ گیا)

= اَحَطْتُّ ماضی واحد متکلم۔ احاطۃ (افعال) مصدر۔
میں نے احاطہ کیا۔ میں نے خبر معلوم کی ہے مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ جس کا تجھے احاطہ نہیں ہے یعنی جو آپ کو معلوم نہیں ہے۔ مَا موصولہ ہے۔

= نَبَاٍ۔ خبر۔ (ثقہ خبر)

۲۷: ۲۳ == تَمْلِكُهُمْ۔ تَمْلِكُ مضارع واحد مؤنث غائب مُلْكٌ مصدر باب ضرب سے وہ مالک ہوتی ہے وہ بادشاہی کرتی ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان پر بادشاہی کرتی ہے۔ حکومت کرتی ہے۔

== اُوْتِيَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اس (عورت) کو دیا گیا۔ ایتاء (افعال) مصدر۔

== فَصَدَّهُمْ صَدَّ يَصُدُّ (نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس نے ان کو روک دیا۔ اس نے ان کو روک رکھا ہے۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ مصدر۔

۲۷: ۲۵ == اَلَّا يَسْجُدُوْا ۔ ای لئلا یسجدوا لام تعلیل محذوف۔ تاکہ نہ سجدہ کریں۔ بدیں وجہ وہ سجدہ نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ یا تو زَيَّنَ لَهُمْ سے متعلق ہے۔ یا فصدّهم سے۔ یعنی شیطان نے ان کے اعمال (گمراہی و شرک) کو ان کی نظروں میں مزین کر رکھا ہے اس لئے وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ یا شیطان نے ان کو راہ راست سے روک رکھا ہے اور بدیں وجہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے۔

== اَلَّذِیْ ۔ ای اللہ تعالیٰ

== اَلْخَبْءَ کسی چیز کے پوشیدہ اور مخفی ذخیرہ کو خبأ کہتے ہیں یہاں مصدر بمعنی مفعول مخبوءٌ مستعمل ہے يُخْرِجُ الْخَبْءَ جو پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے۔

== مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اس کی دوسری قرات مَا يُخْفُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ہے (بیضاوی) اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خطاب عام لوگوں سے ہے کوئی خاص گروہ مخاطب نہیں ہے۔

۲۷: ۲۸ == اَلْقِهْ ۔ اَلْقِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تو اس کو ڈال دے۔

== اِلَيْهِمْ ۔ ان کے پاس۔ ان کے سامنے۔

== تَوَلَّ عَنْهُمْ تَوَلَّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تَوَلِّيٌّ مصدر تَوَلِّيٌّ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہو تو اس کے درج ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ کسی سے دوستی رکھنے۔ ۲۔ کسی کام کو اٹھانے ۳۔ والی اور حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے (۱) وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵: ۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی

کرے وہ ان ہی میں سے ہے (۲) وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی بات کو (۳) فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ ......(۴۷: ۲۲) پھر کیا تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو ....

اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں۔

پھر منہ پھیرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہاں سے ٹل جانا۔ دوسرے توجہ نہ کرنا اور حکم نہ ماننا۔

تَوَلَّ عَنْھُمْ تو ان سے ایک طرف ہٹ جا۔

= فَانْظُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو دیکھ۔ یا انتظار کر جیسے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِکُمْ (۵۷: ۱۳) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کریں

= مَاذَا یَرْجِعُوْنَ۔ مَاذَا کلمہ استفہامیہ ہے۔ کیا (چیز، بات) ہے یَرْجِعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب رَجْعٌ و رُجُوْعٌ مصدر (باب ضرب) وہ رجوع کرتے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ یا ماذا یرد بعضھم علٰی بعض من القول وہ ایک دوسرے سے کیا بات چیت کرتے ہیں۔

۲۷: ۲۹ = کِتٰبٌ کَرِیْمٌ۔ موصوف صفت۔ کَرِیْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع کِرَامٌ ہے۔ عزت والا۔ عمدہ۔ بڑا۔ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ معزز خط۔ مکتوب کا معزز ہونا تین وجہ سے ہوتا ہے۔ مضمون کی عظمت کے لحاظ سے (۲) بھیجنے والے کے اعلیٰ مرتبہ کے لحاظ سے۔ (۳) خط کے مختوم ہونے کے لحاظ سے۔

حدیث میں ہے کرم الکتب ختمہ کتاب کی عظمت اس کی مہر ہی ہیں۔

اور ابن المقفع کا قول ہے من کتب الٰی اخیہ کتابًا ولم یختمہ فقد استخف بہٖ جس نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور اس پر مہر ثبت نہ کی تو اس نے اس کو حقیر جانا۔

بعض کے نزدیک کریم بوجہ اس کی عجیب و غریب نوعیت کے ہے۔ کریمٌ لغرابۃ شانہ کہ بجائے کسی قاصد یا سفیر سلطنت کے اسے بذریعہ ایک پرندہ کے پہنچایا گیا

۲۷: ۳۰ = اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ۔ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کِتٰبٌ کے لئے ہے۔ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط میں ہٗ ضمیر مضمون کتاب کے لئے ہے اور اس اِنَّہٗ تک کلام ملکہ کی زبان سے ہے۔

۲۷: ۳۱ = اَلَّا تَعْلُوْا میں اَنْ یا مفسرہ ہے یا مصدریہ ہے اور ناصب فعل ہے لَا تَعْلُوْا فعل نہی جمع مذکر مخاطب تم سرکشی مت کرو علوٌّ مصدر (باب نصر) تم بڑائی مت کرو۔ تم تکبر مت کرو۔

= عَلَیَّ۔ میرے مقابلہ میں (لفظاً مجرور۔ علیٰ حرف جار ی ضمیر واحد متکلم مجرور)

= وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔ اور چلے آؤ میرے پاس مطیع ہوکر۔ فرمانبردار بن کر۔ اس میں جسمانی حاضری مراد نہیں۔ محض دعوت اسلام و اطاعت مقصود ہے۔

فائدہ! یہ ضروری نہیں کہ خط کی عبارت بجنسہٖ یہی ہو بلکہ ممکن ہے عبارت کچھ اور ہو، یہاں صرف اس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہو۔

یہ مکتوب ملکہ کے نام تھا لیکن مخاطبین ملکہ کے علاوہ اس کے روسا اور دیگر اہل سبا بھی تھے اسی لئے مکتوب میں صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے۔

۲۷: ۳۲ = اَفْتُوْنِیْ۔ افتوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اِفْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ فتی مادہ۔ کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو فُتْیَا و فَتْوٰی کہا جاتا ہے۔ استفتاء (استفعال) کے معنی فتویٰ طلب کرنے اور افتاء کے معنی فتویٰ دینے کے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ (۴: ۱۲۷) اے پیغمبر! لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ خدا تم کو ان کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے۔

اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔

= قَاطِعَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ مَا کُنْتُ کی خبر ہے قَطْعٌ کے لفظی معنی کاٹنے کے ہیں، خواہ محسوس طور پر ہو یا عقلی طور پر ہو اول کی مثال وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَآءً بِمَا کَسَبَا۔ (۵: ۳۸) چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کی کرتوتوں کے عوض۔

دوسرے کی مثال آیت ہذا ہے۔ ہر رائے اور امر کو چھوڑ کر ایک رائے مقرر کر لینا اور ہر عمل کو چھوڑ کر صرف ایک ہی آخری حکم نافذ کرنا یہ قطع امر ہے۔

مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً اَمْرًا میں کسی معاملہ کا آخری فیصلہ نہیں کرتی۔

= حَتّٰی تَشْھَدُوْنِ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر جب تک تم شاہد نہ ہو۔ تم حاضر نہ ہو

شُهُوْدٌ حاضر ہونا، موجود ہونا۔ شَهَادَةٌ (گواہی دینا) مصدر
یہاں مطلب ہے کہ جب تک کہ تم شریک (مشورہ) نہ ہو۔
۲۷: ۳۳ = اُولُوْا۔ والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ اُولُوْا بحالت رفع
اُولِیْ بحالت نصب و جر۔ اُولُوْا قُوَّةٍ۔ طاقت والے۔ صاحب قوت۔
اُولُوْا بَأْسٍ۔ بَأْسٍ بمعنی لڑائی۔ جنگ کی شدت، سختی، بڑے لڑنے والے، بڑے
جنگجو۔ بڑے شجاع۔ بہادر۔
= اَلْاَمْرُ اِلَیْكِ فیصلۂ امر تمہارے اختیار میں ہے۔
= اُنْظُرِیْ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو دیکھ۔ تو دیکھ لے۔ تو غور کر۔ تو غور کرلے
تو سوچ لے۔
۲۷: ۳۴ = وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ جملہ معترضہ ہے
اور اللہ کی طرف سے ملکہ کے کلام کی تصدیق ہے کہ جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً
(۲) یہ ملکہ کا کلام ہی ہے اور اس کے پہلے کلام کی تاکید میں آیا ہے۔
۲۷: ۳۵ = هَدِیَّةٍ۔ تحفہ، ہدیہ۔ صفت مشبہ بمعنی مَهْدِیَّةٌ (اسم مفعول)
= فَنٰظِرَةٌ۔ ف عطف کی ہے نٰظِرَةٌ معطوف اور مُرْسِلَةٌ معطوف علیہ
= بِمَ۔ باء حرف جر ہے اور مَا استفہامیہ ہے حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے
آخر سے الف حذف ہوگیا ہے۔ بِمَ کس چیز کے ساتھ۔
بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۔ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔
۲۷: ۳۶ = اَتُمِدُّوْنَنِ۔ ہمزہ استفہام کا ہے۔ تُمِدُّوْنَنِ اِمْدَادٌ
(افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ کے ضمیر واحد متکلم (محذوف)
کیا تم میری مدد کرتے ہو؟
= بِمَالٍ یہاں مال سے مراد مال حقیر ہے
= فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ۔ اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب
(ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے) ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ جو عطا فرما رکھا ہے مجھے
اللہ نے (نبوت، مال و متاع، جاہ و حشم)
= بَلْ۔ حرف اضراب ہے بَلْ سے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کا ابطال مقصود ہے
کہ اللہ نے جو نعمتیں مجھے عطا کر رکھی ہیں وہ ان نعمتوں سے بہتر ہیں جو اس نے تمہیں عطا

کی ہیں لیکن تم ان حقیر تحفوں پر اترا رہے ہو جو سراسر اوچھا پن ہے!
= تَفْرَحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، تم خوش ہوتے ہو۔ تم ریجھتے ہو۔ فَرْحٌ (باب سمع) سے مصدر۔

۲۷: ۳۷ = اِرْجِعْ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ جا واپس چلا جا۔ جا لوٹ جا۔ رُجُوْعٌ مصدر باب ضرب یہاں خطاب قاصد سے ہے جس کے لئے آیت ۳۶ میں فَلَمَّا جَآءَ واحد کا صیغہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اور جہاں اس وفد کے لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں قاصد کے ہمراہ جو تحائف بردار تھے ان کو بھی خطاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔
= اِلَیْھِمْ یعنی ان کی طرف جو تمہارے بھیجنے والے ہیں۔ یعنی ملکہ اور اس کے رؤسائے سلطنت۔ ای الیٰ بلقیس وقومہا۔
= فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ۔ لام تاکید کا ہے نَاْتِیَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ تعدیہ بہ باء (بِجُنُوْدٍ) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ضرور ان پر (چڑھا) لائیں گے (فوج)۔

صاحب روح المعانی رقم طراز ہیں:۔
فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ ای فو اللہ لناتینھم (بجنودٍ) خدا کی قسم ہم ضرور (چڑھا) لائیں گے ان پر (فوج)
اسی بنا پر لَنَاْتینھم جوابِ قسم اور ولنخرجنھم کا عطف اس جواب قسم پر بیان کرتے ہیں۔

اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ اور فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ کے درمیان ایک خلا ہے جس کو صاحب تفسیر ماجدی یوں بیان کرتے ہیں۔
سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔
میں نے دعوت تو اطاعت و اسلام کی دی تھی یہ بلا اطاعت وقبول دعوت محض اظہارِ دوستی کیسا؟ یہ تو ایک صورت رشوت کی ہوئی۔ مال وقوت دونوں کے لحاظ سے تو میری سلطنت اللہ کے فضل وکرم سے بلقیس کے ملک سے کہیں بڑھی ہوئی ہے میں ان تحائف و ہدایا کو واپس کرتا ہوں اور عنقریب فوج کشی کرکے ان بے دینوں کو کچل ڈالوں گا: یا دونوں کے درمیان شرط محذوف ہے ای ارجع الیھم فلناتونی مسلمین والا فلنا تینھم الخ

= لَاقِبَلَ لَهُمْ بِهَا۔ قِبَلُ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا تقدم مکانی ہو یا مرتبہ میں تقدم ہو یا ترتیب فنی میں تقدم ہو۔
اور استعارہ کے طور پر قوت اور مقابلہ کرنے کی قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لَا قِبَلَ لِیْ بِکَذَا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آیۃ ہذا میں لَاقِبَلَ لَهُمْ بِهَا کا معنی بھی اس طرح ہے:
جس کے مقابلہ کی ان کو طاقت نہ ہوگی!
= وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ واوٗ عطف کا ہے اور لنخرجنہم کا عطف جواب قسم پر ہے (ملاحظہ ہو اوپر فَلَنَأْتِیَنَّهُمْ) لام تاکید کا ہے نُخْرِجَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (یعنی ملکہ بلقیس کی قوم) ہم ضرور ان کو نکال باہر کریں گے۔
= مِنْهَا۔ ای من سبا۔
= اَذِلَّةً۔ ذلیل کی جمع قلت ہے۔ متواضع اور نرم دل کے لئے بھی مستعمل ہے حال ہے ضمیر مفعول سے۔
= وَهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یہ بھی حال ہے صٰغِرُوْنَ۔ صٰغِرٌ واحد صَغَارٌ سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنی ذلیل وخوار۔ الصِغَرُ اَلْکِبَرُ کی ضد ہے۔ صَغِرَ یَصْغَرُ (سمع) صِغَرٌ کے معنی چھوٹا ہونے کے بھی ہیں اور صَغُرَ یَصْغُرُ (کرم) صَغَرٌ وَصَغَارٌ کے معنی ذلیل ہونے اور ذلت پر قانع ہونے کے ہیں اور اسی سے ہے صٰغِرٌ کے معنی ذلیل اور کم مرتبہ آدمی جو اپنی ذلت پر قانع ہو
۲۷:۳۸ = قَالَ۔ ای قال سلیمٰنُ
۲۷:۳۹ = عِفْرِیْتٌ۔ دیو۔ قوی ہیکل، بڑے ڈیل ڈول والا۔
= قَوِیٌّ۔ اس لئے کہ تخت خواہ کتنا ہی بڑا اور وزنی ہو میں اسے لے آنے کی قوت رکھتا ہوں۔
= اَمِیْنٌ۔ اس لئے کہ خواہ وہ کتنا ہی قیمتی اور مرصع ہو میں خیانت نہ کروں گا۔
امین۔ امانت دار، معتبر۔
۲۷:۴۰ = اَنْ یَّرْتَدَّ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔
ارتدادٌ (افتعال) مصدر۔ لوٹے۔ یا لوٹ کر آئے۔

طَرْفُكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیری نظر۔ تیری نگاہ۔
طَرْفُ العین۔ آنکھ کی پلک۔ طَرْفٌ پلک جھپکنا۔
== مُسْتَقِرًّا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ ای ساکنًا عندہٗ قارًا علیٰ حالتہ التی علیھا۔ اپنی پہلی حالت میں اپنے سامنے رکھا پایا۔ لفظی معنی قرار پکڑنے والا۔ ٹھہرنے والا۔
== لِیَبْلُوَنِیْ۔ لام تعلیل کا ہے یَبْلُوَا مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ، صیغہ واحد مذکر غائب نِ وقایہ۔ یؔ متکلم۔ تاکہ وہ میری آزمائش کرے بلاء، یبلو بلاء (نصر) آزمائش کرنا
== غَنِیٌّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بے نیاز، غیر محتاج۔
کوئی شکر اس کا اس کی نعمتوں کا کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے شکر کا محتاج نہیں
== کَرِیْمٌ صفت مشبہ واحد۔ عزت والا۔ کِرَامٌ جمع جیسے کِرَامًا کَاتِبِیْنَ (۸۲: ۱۱) معزز لکھنے والے۔ یہاں بھی ناشکری کرنے والوں پر بھی فضل و کرم کرنے والا۔
۲۷: ۴۱ == نَكِّرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر نَكَّرَ یُنَكِّرُ تَنْكِیْرٌ (تفعیل)۔
تنکیر الشئ کے معنی کسی چیز کو بے پہچان کر دینے کے ہیں۔ یعنی اس کی حالت کو ایسا بدل دو کر (ملکہ سبا) پہچان نہ سکے۔
== نَنْظُرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع متکلم۔ ہم دیکھیں۔ نَظَرَ یَنْظُرُ (نصر) نَظَرٌ سے
== اَتَهْتَدِیْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَهْتَدِیْ مضارع معروف واحد مؤنث غائب اِهْتَدٰی یَهْتَدِیْ اھتداء (افتعال) راہ (ہدایت) پانا۔ وہ راہ پاتی ہے یعنی سمجھ جاتی ہے۔

ای الیٰ معرفۃ العرش کیا تخت کو پہچاننے کی راہ پاتی ہے او الی الایمان باللہ وبرسولہ یا (اس حیرت انگیز معجزہ کو دیکھ کر کہ اس کا تخت جو وہ سینکڑوں میل پیچھے محفوظ چھوڑ آئی ہے اور اب وہ سامنے پڑا ہے) وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی راہ پاتی ہے۔

دو اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ یکایک اپنے ملک سے اتنی دور اپنا تخت موجود پاکر یہ سمجھ جاتی ہے یا کہ نہیں کہ یہ اسی کا تخت اٹھا لایا گیا ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ وہ اس حیرت انگیز معجزے کو دیکھ کر ہدایت پاتی ہے یا اپنی گمراہی پر قائم رہتی ہے!

(تفہیم القرآن)

۲۷:۴۲ = اَھٰکَذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ھَا حرف تنبیہ کَ حرف تشبیہ ذَا اسم اشارہ قریب مذکر کیا ایسا ہی ہے؟ کیا اس کی طرح کا ہی ہے؟ عَرْشُكِ۔ تمہارا تخت۔

= كَاَنَّهٗ۔ كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم۔ گویا کہ وہ۔ كَاَنَّهٗ هُوَ گویا وہی ہے یعنی اسی کی طرح کا ہے۔

= اُوْتِيْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ ہم کو دیا گیا۔ ہم کو ملا۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر

= اَلْعِلْمَ۔ ای العلم بکمال قدرۃ اللہ تعالٰی وصحۃ نبوتك۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور آپ کی نبوت کا علم (ہم کو پہلے ہی پہنچ چکا تھا)

= مِنْ قَبْلِهَا۔ ای من قبل هذه المعجزة۔ اس معجزہ سے قبل ہی۔

= وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں ایمان لا چکے ہیں

۲۷:۴۳ = وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (مبنی مصدر کے ہے۔ یعنی اس کے غیر اللہ کے عبادت کرنے نے اُسے اسلام سے روک رکھا تھا۔

= اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ یہ وجہ (سبب) ہے اس کی غیر اللہ کی پرستش کی۔ کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی اس لئے جب سے اس نے آنکھ کھولی اپنے گرد کفر ہی کفر دیکھا۔

۲۷:۴۴ = اُدْخُلِيْ۔ امر واحد مؤنث حاضر، تو (عورت) داخل ہو۔ دُخُوْلٌ مصدر (باب نصر)

= الصَّرْحَ۔ محل۔ قصر۔ ہر وہ عمارتِ عالیشان کہ جس میں نقش و نگار ہوں صرح کہلاتی ہے یہاں بمعنی صحن الدار ہے، محل کے صحن میں داخل ہو

= رَاَتْهُ۔ رأت صحن الدار۔

= حَسِبَتْهُ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (الصحن کے لئے ہے) اس نے اس کو گمان کیا۔ اس نے اسے خیال کیا۔ حِسْبَانٌ (حَسِبَ سمع) گمان کرنا، خیال کرنا۔

حَسَبَ يَحْسُبُ (نصر) حَسْبٌ وحِسَابٌ وحِسْبَانٌ وحُسْبَانٌ گننا۔ شمار کرنا۔ وحَسُبَ يَحْسُبُ (کرم) حَسَبٌ وَحَسَابَةٌ شریف الاصل ہونا

= لُجَّةً ۔ اسم مفرد ۔ دریا میں بڑا پانی، دریا کا وسطی حصہ جہاں پانی بہت ہوتا ہے یہاں آیت میں پانی کا حوض مراد ہے ۔ لَجّ و لِجَاج وَلِجَاجَةٌ (باب سمع وضرب) جھگڑا کرنا

= کَشَفَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اس نے کھولا ۔ اس نے کپڑا ہٹایا ۔ اَلْکَشْفُ کَشَفْتُ الثَّوْبَ عَنِ الْوَجْهِ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے کپڑا اٹھانا ۔ مجازاً دکھ، تکلیف، غم واندوہ کو دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے جیسے فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ ۔(۶: ۴۱) جس دکھ کے لئے تم اسے پکارتے ہو وہ اس کو دور کردیتا کَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا اس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ۔ پائنچہ اٹھایا سَاقٌ پنڈلی ۔ سَاقَیْنِ دو پنڈلیاں اضافت کی وجہ سے نون حذف ہوگیا ۔

= مُمَرَّدٌ ۔ اسم مفعول واحد مذکر تَمْرِیْدٌ (تفعیل) مصدر ۔ مرد مادّہ ۔ چکنا ۔ صاف، ہموار ۔

= قَوَارِیْرَ ۔ قَارُوْرَةٌ کی جمع ۔ بمعنی شیشہ، یا شیشہ کا برتن ۔ گلاس، صراحی وغیرہ، بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے ۔

قَوَارِیْرَ مِنْ فِضَّةٍ (۷۶: ۱۶) اور شیشے بھی چاندی کے ۔ یعنی شیشے کے برتن چاندی کی طرح سفید ۔

صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ: ایسا محل یا صحن جس میں شیشے جڑے ہوئے ہوں ۔ یعنی شیشے کا بنا ہوا ہو ۔

۲۷: ۴۵ = وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔ واؤ عطف کی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا کا عطف وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا پر ہے ۔ پارہ کے دوسرے رکوع سے آیۃ (۱۵) سے حضرت داؤدؑ اور ان کے وارث حضرت سلیمانؑ کا قصہ شروع ہوا تھا ۔ جو رکوع ۳ آیت نمبر ۴۴ کے اختتام پر مکمل ہوا ۔

اور چوتھے رکوع کا آغاز وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا سے ہوا ۔ اور یہاں ثمود کی طرف حضرت صالح کے بھیجے جانے کا قصہ شروع ہوتا ہے ۔ پہلے قصہ کے بعد یہ دوسرے قصہ واؤ عطف سے ربط کیا گیا ہے ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا میں لام جواب قسم کے لئے واقع ہوا ہے اور قسم بنا بر حکم لحاظ سے ہے اور یہاں محذوف ہے ای وَ بِاللّٰہِ لقد اَرْسَلْنَا ۔

صٰلِحًا اَخَاهُمْ سے بدل ہے ۔

= اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ ارسال میں قول کا مفہوم موجود ہے اس حکم کے ساتھ کہ (شرک چھوڑ کر) تم اللہ (وحدہ لاشریک لہٗ) کی عبادت کرو۔

= فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ہ میں فَاِذَا فجائیہ ہے هُمْ مبتدا۔ فَرِیْقٰنِ خبر اور یَخْتَصِمُوْنَ خبر۔ اور لو وہ دو گروہوں میں بٹ گئے (ایک مومن ایک کافر) (اور) باہم جھگڑنے لگے۔

۲۷:۴۶ = یٰقَوْمِ۔ ای یاقومی اے میری قوم۔

= لِمَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ مَا استفہامیہ۔ مَا کے الف کو تخفیفًا ساقط کر دیا گیا ہے کیوں ؟ کس لئے ؟ کس وجہ سے ؟ ۔

= تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جلدی کرتے ہو، تم عجلت کرتے ہو۔ استعجال (استفعال) مصدر عجل مادہ۔

= بِالسَّیِّئَةِ۔ اس سے مراد یہاں عذاب ہے۔ سیئۃ بمعنی برائی۔ فعل بد۔ گناہ حسنۃ کی ضد ہے۔

= قَبْلَ۔ ظرف زمان ہے تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی پہلے۔ لیکن یہاں تقدم زمانی نہیں بلکہ تقدم مرتبت ہے۔ (ملاحظہ ہو ۲۷:۳۷)

معنی تقدم اینجا زمانی نیست بلکہ تقدم مرتبت و اختیار است ہمچناں کہ کسی گوید کہ صحۃ البدن قبل کثرۃ مال" (روح البیان) صحت بدن کو کثرت مال پر اولیت ہے۔

لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ نیکی کے مقابلہ میں عذاب کے لئے کیوں جلدی مچا رہے ہو۔ یعنی اللہ سے خیر مانگنے کی بجائے عذاب کے لئے کیوں جلدی کر رہے ہو۔ دوسری جگہ قوم صالح کے سرداروں کا یہ قول آچکا ہے۔ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷:۷۷) اے صالح اگر تم پیغمبر ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس کی ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

= لَوْلَا۔ اتناعیہ۔ لو حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ یہاں تحضیض (فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا) کے لئے آیا ہے۔

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ۔ تم کیوں نہیں اللہ سے معافی مانگتے۔

= تَسْتَغْفِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ استغفار استفعال مصدر تم معافی مانگتے

ہو۔ تم گناہ بخشواتے ہو۔ تم بخشش مانگتے ہو۔

۲۷: ۴۷ = اِطَّیَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَطَیُّرٌ تفعل مصدر۔ اصل میں تَطَیَّرْنَا تھا تا کو طاء میں مدغم کیا اور شروع میں ہمزہ وصل لایا گیا۔

اِطَّیَّرَ تَطَیُّرٌ کے اصل معنی پرندوں سے بد فالی لینے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر بدفالی کے لئے ہونے لگا۔ اِطَّیَّرْنَا بِكَ ہم تجھ سے بُرا شگون لیتے ہیں۔ ہم تجھ کو منحوس سمجھتے ہیں۔

= طَائِرُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ تمہاری فال بد۔ تمہارا شگون بد، تمہاری بُری قسمت تمہاری نحوست۔ تمہاری نامبارکی۔ اصل میں طائرٌ کے معنی اڑنے والے کے ہیں مگر عرب میں جاہلیت کے زمانے میں پرندوں سے فال لیتے تھے پرندوں کو اڑاتے اگر وہ بائیں طرف کو اڑ جاتے تو بُرا شگون لیتے اور جس کام کے لئے شگون لیا گیا تھا اس کو نہ کرتے تھے۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون لیا جاوے اور اسے منحوس سمجھا جائے مثلاً سفر جانے کے لئے گھر سے نکلے اور کالی بلی راستہ کاٹ کے نکل جائے وغیرہ۔

یعنی طائر کا لفظ بذات خود نحوست کی علامت بن گیا۔ لہٰذا طائرکُمْ کے معنی تمہاری نحوست ہوئے۔ طائرکم عند اللہ ای مکتوب عندہٗ یعنی تمہاری نحوست یا تمہاری بری قسمت تو لکھی جا چکی ہے۔ اور جگہ ہے طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۳۶: ۱۹) تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

= تُفْتَنُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم فتنہ میں ڈالے جاتے ہو۔

فَتَنَ کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا معلوم ہو جاوے۔ اسی لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے (معنی عذاب دینے) کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

یا ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

کبھی اس کے معنی آزمائش کرنے اور امتحان کے بھی آتے ہیں۔ جیسے وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (۲۰: ۴۰) ہم تیری کئی بار آزمائش کی۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ۔ البتہ تم ہی وہ لوگ ہو کہ عذاب میں پڑو گے۔

۲۷: ۴۸ = رَهْطٍ۔ نفر، شخص۔ قبیلہ، برادری، بھائی بند۔ دس آدمیوں سے کم جماعت کو رھط کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا اطلاق چالیس آدمیوں تک کی جماعت پر ہوتا ہے۔

تِسْعَةُ رَهْطٍ ۔ نو آدمی۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۱۱:۹۱) اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔

۲۷:۴۹ — قَالُوْا ۔ یعنی ان نو اشخاص نے کہا۔

= تَقَاسَمُوْا ۔ تَقَاسَمَ یَتَقَاسَمُ تَقَاسُمٌ (تفاعل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم آپس میں قسمیں کھاؤ۔ تم باہم قسم کھاؤ۔

= لَنُبَيِّتَنَّهٗ ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے نُبَيِّتَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم کا صیغہ ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (حضرت صالح ؑ کی طرف راجع ہے) بَيَّتَ يُبَيِّتُ تَبْيِيْتٌ تفعیل رات میں کوئی کام کرنا۔ — اَلْعَدُوَّ دشمن پر شبخون مارنا۔ دشمن پر رات میں حملہ کرنا۔ لَنُبَيِّتَنَّهٗ کہ ہم ضرور صالح اور اَهْلَهٗ اس کے اہل خانہ پر شب خون مار کر (ہلاک کر دیں گے)

= لِوَلِيِّهٖ مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت صالح ہیں۔ اس کے وارث کو۔

= مَا شَهِدْنَا ۔ ہم نے نہیں دیکھا۔ ہم موجود نہ تھے۔

= مَهْلِكَ اَهْلِهٖ ۔ اھلہ مضاف مضاف الیہ دونوں مل مَهْلِكَ کا مضاف الیہ۔ مَهْلِكَ مضاف۔

مَهْلِكَ مصدر بھی ہو سکتا ہے اور ظرف مکان اور ظرف زمان بھی۔ ہلاک ہونا۔ مرنے کا وقت۔ مرنے کی جگہ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ ۔ ہم نے دیکھا ہی نہیں ان کے متعلقین کی ہلاکت کو۔ یا ہم ان کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔ یا ہم جائے ہلاکت پر موجود نہ تھے۔ — یہاں اھلہ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ولی ہے اور اھل ولی سے مراد حضرت صالح اور ان کے متعلقین ہیں۔

۲۷:۵۰ = مَكَرُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے خفیہ سازش کی۔ انہوں نے دھوکہ اور فریب دہی کا منصوبہ بنایا۔ لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مکروفریب یا دھوکہ کی سزا دینا مراد ہوتا ہے۔ یا سزا دینے کی تدبیر یا فریب دہی کی چال کا توڑ کرنا۔

= وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ اور ان کو پتہ بھی نہ چلا، وہ سمجھ ہی نہ سکے۔

۲۷:۵۱ = دَمَّرْنٰهُمْ ۔ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع تِسْعَةُ رَهْطٍ ہے۔ ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ ہم نے ہلاک و برباد کر دیا۔

= خَاوِیَۃً۔ افتادہ، گری ہوئی۔ خَوَاءٌ مصدر۔ خَوٰی یَخْوِیْ (ضَرَبَ) گرجانا (گھر کا) اجڑ جانا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی مفعول۔ بُیُوْتُھُمْ کا حال ہے

= بِمَا ظَلَمُوْا۔ باسببیہ ہے۔ ما مصدریہ ہے بسبب ان کے ظلم کے۔

۲۷:۵۳ = اَنْجَیْنَا۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔

= کَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ ماضی استمراری، جمع مذکر غائب وہ (اپنے رب سے) ڈرا کرتے تھے۔ وہ (کفر و معصیت سے) پرہیز رکھتے تھے۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر

۲۷:۵۴ = وَلُوْطًا۔ میں واؤ عطف کا ہے اس کے بعد ارسلنا محذوف ہے ای وَاَرْسَلْنَا لُوْطًا۔ جملہ اَرْسَلْنَا لُوْطًا کا عطف ارسلنا ... صٰلِحًا (آیت ۴۵) پر ہے یا لُوْطًا اُذْکُرْ (فعل محذوف) کا مفعول ہے ای وَاذْکُرْ لُوْطًا۔

= اِذْ قَالَ میں اذ ظرف زمان ہے۔ جب

= اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ۔ الف استفہامیہ ہے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ (ضرب) مصدر۔

تَاْتُوْنَ اصل میں تَاْتِیُوْنَ تھا ی کا ضمہ ماقبل کو دیا اجتماع ساکنین سے یا ساقط ہوگئی تَاْتُوْنَ ہوگیا۔ اَتٰی آنا۔ اور اَتٰی ___ کرنا جیسے وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ (۴: ۱۵) اور جو عورتیں بےحیائی کا کام کریں۔ یہاں اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ کا معنی کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟۔

= وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ تَاْتُوْنَ سے جملہ حالیہ ہے کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو دراں حالیکہ تم سمجھ رکھتے ہو۔

تُبْصِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِبْصَارٌ (افعال) مصدر تم دیکھتے ہو، تم بصیرت رکھتے ہو۔ دل سے دیکھتے ہو، سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ کے مندرجہ ذیل مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) تم اس کو جانتے بوجھتے ہو کہ یہ فحش اور کار بد ہے۔

(۲) تم جانتے ہو کہ مرد کی خواہش نفس کے لئے مرد نہیں عورت پیدا کی گئی ہے۔

(۳) تم علانیہ یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو یعنی ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وتاتون فی نادیکم المنکر (۲۹:۲۹) اور تم بھری مجلس میں ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہو۔

۲۷: ۵۵ == اَئِنَّكُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر بے شک تم۔
== شَهْوَةً۔ ای للشهوة، شہوت رانی کے لئے۔ یعنی کیا تم عورتوں کو چھوڑکر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو یا مردوں کے پاس شہوت رانی کے لئے جاتے ہو۔
== بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ہ میں حرفِ بَلْ حرفِ اضراب ہے پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر ادر زیادہ کرنے کے لئے۔ یعنی تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو بلکہ تم تو ہو ہی پرلے درجے کے جاہل بے وقوف قوم!
تَجْهَلُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر جَهْلٌ سے باب سمع۔ تم جہالت کرتے ہو تم نادانی کرتے ہو۔
۲۷: ۵۶ == اِلَّآ الخ استثناء مفرغ (وہ استثناء جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ جیسے ماجاءنی الا زیدٌ زید کے سوا کوئی میرے پاس نہیں آیا۔
اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ ...... الخ اسم کانَ اور جَوَابَ قومہٖ، کانَ کی خبر۔ اور اس کی قوم کا جواب بجز اس کے نہ تھا کہ انہوں نے کہا آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو۔
== اٰلَ لُوْطٍ سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کے تابعین، من اتبع دینه جنہوں نے ان کے دین کا اتباع کیا تھا۔
== يَتَطَهَّرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب تَطَهُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ پاک صاف بنتے ہیں (باب تفعل کے خواص میں سے تکلف یعنی ماخذ میں تصنع ظاہر کرنا ہے) یعنی یہ بڑے پاک صاف بنے پھرتے ہیں (جو وہ ہیں نہیں) یا یہ انہوں نے طنزاً اور استہزاءً کہا کہ یہ بڑے پرہیزگار پاک صاف تو دیکھو)
۲۷: ۵۷ == قَدَّرْنٰهَا۔ ماضی جمع متکلم ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع امرأتهٗ ہے) قَدَّرَ يُقَدِّرُ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ قَدَّرْنَا ہم نے مقدر کر دیا تھا۔ ازل سے حکم دیدیا تھا۔ اس کی تقدیر کر دی تھی۔
== الْغٰبِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر (قیاسی) الغٰبِرُ واحد۔ پیچھے رہ جانے والے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۶: ۱۷۱)
۲۷: ۵۸ == فَسَآءَ۔ سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ مصدر۔ بُرا ہے (افعال ذم

بن سے ہے) ماضی واحد مذکر غائب۔
= اَلْمُنْذَرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ ڈرائے گئے۔ وہ لوگ جن کو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا۔
اَنْذَرَ يُنْذِرُ اِنْذَارٌ (افعال) ڈرانا۔ نُذُرٌ (بصورت اسم مصدر) خوف نَذِيْرٌ صفت مشبہ۔ ڈرانیوالا مُنْذِرٌ اسم فاعل۔ ڈرانے والا۔

۲۷ : ۵۹ = اِصْطَفٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب، اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کرلیا
اِصْطَفٰى يَصْطَفِىْ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ صفو مادہ
مُصْطَفٰى اسم مفعول۔ برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ پسند کیا ہوا۔ اَلصَّفَاءُ کے معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا۔ اور اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی صاف اور خالص چیز کالے لینا کے ہیں جیسے اَلْاِخْتِيَارُ کے معنی بہتر (خیر) چیز لے لینا اور اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینے کے ہیں۔

= آللّٰهُ۔ اصل میں أَ اَللّٰهُ تھا۔ ہمزہ استفہام کو الف سے بدل کر مد کو لایا گیا ہے
= خَيْرٌ۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ صفت دونوں میں پائی جاتی ہے لیکن ایک میں زیادہ دوسرے میں کم۔ جیسے زید اعلم من عمرو کا معنی ہے کہ زید عمرو سے زیادہ عالم ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمرو بالکل جاہل ہے لیکن یہاں تو بتوں میں واہمہ تک نہیں۔

اس لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ یہاں اسم تفضیل کے معنی میں استعمال نہیں بلکہ محض خیر و خوبی کے اظہار کے لئے ہے۔ یا اس لئے کہ کفار اپنے زعم باطل میں کچھ نہ کچھ خیر و بھلائی تو یقین کرتے تھے اسی لئے تو ان کی پوجا کرتے تھے (ضیاء القرآن)

= اَمَّا۔ مرکب ہے۔ اَمْ اور مَا موصولہ سے۔
تقدیر کلام ہے: اعبادة الله تعالیٰ خیر ام عبادة ما یشرکون ہ
کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت بہتر ہے یا ان بتوں کی) جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ

اَمَّنْ خَلَقَ (۲۰)

اَلنَّمَلُ ۲۷ اَلْقَصَصُ ۲۸ اَلْعَنْکَبُوْتُ ۲۹

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

۲۷: ۶۰ == اَمَّنْ ۔ مرکب ہے اَمْ اور مَنْ موصولہ سے اور اس میں تقدیر کلام یوں ہے ءَ الْاَصْنَامُ خَیْرٌ اَمِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کیا بت (جن کی یہ پوجا کرتے ہیں) بہتر ہیں یا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

== مَآءً ای المطر۔ بارش

== فَاَنْبَتْنَا بِہٖ ۔ ف تعقیب کی ہے۔ اَنْبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے اگایا۔ ب سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ کا مرجع مَاءً ہے پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے اگائے۔

== حَدَائِقَ : حَدِیْقَۃٌ کی جمع ہے بمعنی باغ جس کی چار دیواری ہو۔

== ذَاتَ بَھْجَۃٍ مضاف مضاف الیہ۔ ذَاتَ والی۔ صاحب۔ ذُوْ کا مؤنث ہے۔ ذُوْ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔

بَھْجَۃ رونق۔ تازگی۔ خوشنما۔ خوش منظر۔ ذَاتَ بَھْجَۃٍ ۔ بارونق خوش نما۔ مضاف مضاف الیہ مل کر حَدَائِقَ کی صفت ہے۔

فَاَنْبَتْنَا بِہٖ حَدَائِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ خوشنما بارونق باغات اگائے۔ یہاں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ فعل صرف ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے جیسا کہ آگے فرمایا مَاكَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا تمہاری طاقت نہ تھی کہ تم ان کے درخت اگا سکتے۔

== تُنْبِتُوْا مضارع منصوب (نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ ساقط ہوگیا) صیغہ جمع مذکر حاضر تم اگاؤ گے۔ تم اگا سکو گے۔ تم اگا سکو۔

= شَجَرَهَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حدائق ہے۔
= ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے (جو اس کی اِس کاریگری میں معاون و مددگار ہو؟)
= بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کے ابطال کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اِس صناعی میں اس کا کوئی مددگار نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ہی راہِ حق سے بھٹکے جا رہے ہیں۔
= يَعْدِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔(۱) العدل مصدر سے ہے تو اس میں مساوات کے معنی پائے جاتے ہیں عَدَلَ يَعْدِلُ فُلَانًا بِفُلَانٍ (باب ضرب) ایک کو دوسرے کے ساتھ برابر گردا ننا۔
قرآن مجید میں ہے اَوْعَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (۵: ۹۵) یا اس کے برابر روزے رکھنا اس صورت میں معنی ہوں گے ای یساودن بہ غیرہٗ اس کے ساتھ غیراللہ کو برابری دیتے ہیں۔
(۲) اگر العدول مصدر سے ہے تو بمعنی انحراف کے ہے ای انحراف عن طریق الحق راہِ راست سے بھٹکنا یا انحراف کرنا۔ اور بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُوْنَ کا ترجمہ ہوگا: بلکہ یہ لوگ ہیں ہی حق سے انحراف کرنے والے۔
۲۷: ۶۱ = اَمَّنْ، آیت ۵۹ سے جو توحید کا مضمون شروع ہوا تھا وہ آیت ۶۴ تک چلا گیا ہے اور اس ذات وحدہٗ لاشریک کی قدرت کے مختلف کرشمے بیان کر کر کے منکرین توحید کو چیلنج کیا گیا ہے کہ بھلا بتاؤ قدرت کی ان صنّاعیوں میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو سکتا ہے؟ پھر آیات ۶۵ تا ۶۶ میں ان کی اس شدید گمراہی کی وجوہات بیان کی گئی ہیں
یہاں پھر منکرین توحید سے تنبیہاً سوال ہوتا ہے کیا وہ بُت (جن کی تم پوجا کرتے ہو) بہتر ہیں یا وہ ذاتِ احد (جس کی صفات آگے گنائی گئی ہیں)
= قَرَارًا۔ اسم مصدر (ٹھہراؤ) یا مصدر (ٹھہرنا) یہاں ٹھہرنے کی جگہ مراد ہے بمعنی مستقرًا۔ منصوب بوجہ جعل کے مفعول کے ہے یا بوجہ حال ہونے کے۔
= خِلٰلَهَا مضاف مضاف الیہ اس کے درمیان ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کی طرف راجع ہے۔
= رَوَاسِيَ۔ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے یہ مادہ رسو سے مشتق ہے رَسَا الشَّيْءُ

(باب نصر) کے معنی کسی چیز کا کسی جگہ پر ٹھہرنا اور استوار ہونا ہے اور آرسٰی (افعال) ٹھہرانا اور استوار کر دینا کے ہیں۔

پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِیَ کہا گیا ہے جیسا کہ اسی معنی کے اعتبار سے پہاڑوں کو اَوْتَادً بھی کہا گیا ہے جیسے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷۸: ۵) اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں (نہیں) بنا دیا ہے (ای الم نجعل الجبال اوتادًا)

= حَاجِزًا۔ حجاب، پردہ۔ اوٹ۔ روک۔ آڑ۔ حَجْزٌ سے (باب نصر، ضرب) جس کے معنی دو چیزوں کو آڑ کے ذریعہ ملنے سے روک دینے کے ہیں قرآن مجید میں روکنے کے معنی میں ارشاد ہے فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (۶۹: ۴۷) پھر تم میں سے کوئی (بھی) اس سے روکنے والا نہیں۔

حجاز کو حجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ تہام اور بادیہ کے درمیان حائل ہے۔

حَاجِزًا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے نصب کی وجہ یہ ہے کہ جَعَلَ کا مفعول استعمال ہوا ہے یا یہ حال ہے جس کا ذوالحال مقدر ہے۔

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا اور دو دریاؤں کے درمیان حد فاصل بنادی یا آڑ بنادی۔

اسی مضمون میں سورۃ الرحمٰن میں ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵: ۱۹، ۲۰) اسی نے دو سمندروں کو چلایا کہ باہم مل جاویں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

۲۷: ۶۲ = يُجِيْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجَابَةٌ (افعال) مصدر وہ دعا قبول کرتا ہے۔

= اَلْمُضْطَرَّ۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اِضْطِرَارٌ (افتعال) مصدر ضرر مادہ اصل میں یہ مُضْتَرِرٌ تھا۔ تاء افتعال کو طاء سے بدل دیا اور راء کو ادغام کر دیا۔ بے بس۔ بے کس، بے قرار۔ مجبور۔

= دَعَاهُ۔ دَعَا يَدْعُوْا (نصر) دعاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع المضطر ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے

(جب) وہ (مجبور) اس (اللہ تعالیٰ) کو پکارتا ہے۔
= یَکْشِفُ ، مضارع واحد مذکر غائب کَشَفَ یَکْشِفُ کَشْفٌ (باب ضرب سے) وہ دور کر دیتا ہے۔
کَشَفْتُ الثوبَ عن الوجہِ سے ہے جس کے معنی چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانے کے ہیں مجازاً غم واندوہ دور کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے پہلے معنی میں ارشاد ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ (۶۸ : ۴۲) جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا۔
دوسرے معنی میں آیا ہے فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ (۶ : ۴۱) تو جس دکھ کے لئے اسے پکارتے ہو اس کو دور کر دیتا ہے۔
= السُّوْٓءَ ۔ دکھ، تکلیف۔
= تَذَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم دھیان کرتے ہو۔ تم غور وخوض کرتے ہو۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ (تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔
= یَھْدِیْکُمْ ۔ یَھْدِیْ مضارع واحد مذکر غائب ھِدَایَۃٌ (باب ضرب سے) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ہدایت کرتا ہے۔ وہ تم کو راہ دکھاتا ہے وہ تم کو راستہ سمجھاتا ہے۔
۲۷ : ۶۳ = بُشْرًا بروزن فُعُلٌ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے خوشخبری دینے والیاں۔ ملاحظہ ہو ۲۵ : ۴۸)
= بَیْنَ ۔ درمیان بیچ۔ بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے۔ جیسے بین البلدین۔ دو شہروں کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو مثلاً بین الرجلین۔ دو شخصوں کے درمیان۔ بَیْنَ القَوْمِ قوم کے درمیان۔
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بین کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ جیسے وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ (۴۱ : ۵) اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔
اور جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ

(۷ : ۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۵ : ۴۸۔
بَیْنَ یَدَیْ بمعنی پہلے۔ قبل بھی آتا ہے مثلاً وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (۳۴ : ۳۱) اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے کی ہیں۔

بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ اپنی رحمت سے پہلے۔ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے یعنی جو اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا ہے۔
= تَعَالٰی۔ وہ برتر ہے وہ بلند ہے تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس میں موافقت مجرد پائی جاتی ہے اور تَعَالٰی بمعنی عَلَا ہے
= عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے ای عن الذی یشرکون یعنی اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے ان (معبودان باطل) سے۔ جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای تعالی اللہ عن اشراکھم اللہ تعالیٰ ان کے اشراک سے بلند و بالا ہے۔

۲۷ : ۶۴ = یَبْدَؤُا۔ بَدَءَ یَبْدَءُ وَیَبْدُؤُ۔ بَدْءٌ (باب فتح) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نیست سے ہست کرتا ہے۔

اسی سے اِبْتِدَاءٌ ہے شروع کرنا۔ اور بَادِیَ الرَّاْیِ (۱۱ : ۲۷) رائے فطری یعنی وہ رائے جو ابتدار سے قائم کر لی جائے۔

اور جگہ ارشاد ہے۔ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ (۷ : ۲۹) اس نے جس طرح ابتدا میں تم کو پیدا کیا تھا اسی طرح تم پھر پیدا ہو جاؤ گے۔
= یُعِیْدُہٗ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر۔ وہ دوبارہ پیدا کردے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب خلق کی طرف راجع ہے۔
= یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ ای المطر اور (من) الارض۔ ای النبات
= قُلْ۔ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
= ھَاتُوْا۔ ھَاتِ اسم فعل (بمعنی امر ہے) لا۔ اس سے تثنیہ صیغہ ھَاتِیَا اور جمع کا صیغہ ھَاتُوْا آتا ہے پس ھَاتُوْا (اسم فعل) امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم لاؤ

ھیئت مادہ۔

۲۷: ۶۵ == قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ
ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لَا يَعْلَمُ مضارع منفی واحد مذکر غائب
مَنْ۔ لَا يَعْلَمُ کا فاعل فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فاعل کی صفت الْغَيْبَ لَا يَعْلَمُ
کا مفعول۔ اِلَّا حرف استثناء منقطع۔ اللّٰهُ مستثنیٰ۔ آسمانوں اور زمین میں جو
(بھی مخلوق) ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
== يَشْعُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ضمیر جمع کفار ومشرکین کی طرف راجع ہے
یعنی کفار ومشرکین نہیں جانتے۔ ان کو کوئی علم نہیں۔ شعورٌ مصدر (باب نصر)
== اَيَّانَ۔ اَيَّ اَوَانٍ ہے اوان کے الف اول کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا گیا۔ پھر
یاء کو ایّ کی یاء میں مدغم کیا گیا۔ اَيَّانَ ہوگیا۔ کب، کس وقت۔
== يُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر (باب فتح) وہ (زندہ
کرکے دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔

۲۷: ۶۶ == بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔
== اِدّٰرَكَ۔ تَدَارُكٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اصل میں تَدَارَكَ
تھا۔ تا کا دال میں ادغام کیا پھر ابتداء بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ
وصل لائے۔ اِدّٰرَكَ ہوگیا۔ تَدَارُكٌ کے معنی ہیں (لوگوں کا) باہم آملنا۔ (غلطی کی بہتری
سے) اصلاح کرنا۔ گذری ہوئی بات کی) تلافی کرنا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

کہ اس کا معنی انتہا کو پہنچنا۔ فنا ہوجانا ہے۔ جب پھل پک جاتا ہے اور توڑ لینے
کے قابل ہوجاتا ہے تو عرب کہتے ہیں اِدّٰرَكَتِ الثَّمَرَةُ پھل نے اپنی پختگی کی
نہایت کو پالیا ہے۔ اس کے بعد اسے توڑ لیا جاتا ہے اور پھر وہ اپنی شاخ پر
لٹکتا ہوا نظر نہیں آتا۔

نیز جب کوئی قوم یکے بعد دیگرے لقمۂ اجل بن جائے برباد ہوجائے تو کہا جاتا ہے
تَدَارَكَ بَنُوْ فُلَانٍ اِذَا تَتَابَعُوْا فِي الْهَلَاكِ یعنی جب ایک خاندان
کے لوگ پے در پے ہلاک ہونا شروع ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں تدارك بنو فلان
فلاں خاندان کے لوگ پے در پے ہلاک ہو گئے۔

یہاں اِدّٰرَكَ بمعنی فنا ہوگیا۔ اسی محاورہ سے ماخوذ ہے۔
پس بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ کا مطلب ہے کہ آخرت کے متعلق ان کا علم فنا ہو چکا ہے
یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے آخرت کی حقیقت نہ پائی کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح القرآن از شاہ عبدالقادر رح)
اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک ان کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اس کے متعلق تردّد میں پڑ گئے اور نہ صرف شک و تردّد بلکہ ان شواہد و دلائل سے آنکھیں بند کرلیں جن میں غور و تأمل سے ان کا شک رفع ہو سکتا تھا۔
= فِىْ شَكٍّ مِّنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الاٰخرۃ ہے
= عَمُوْنَ ہ یہ بحالت رفع عَمٍ کی جمع ہے عَمٍ عَمًى مصدر سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ اصل میں عَمِىٌ تھا۔ چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا یا حذف ہوجاتا ہے اس لئے یاء حذف ہوگئی عَمٍ رہ گیا۔
عَمِىَ يَعْمٰى عَمًى باب سمع بمعنی نابینا ہونا۔ اندھا ہونا اور بطور استعارہ کور دل ہونا۔

فَائِدَہ :- آیت ہذا میں بَلْ بطور حرف اضراب کے استعمال ہوا ہے
قرآن مجید میں یہ دو صورتوں میں آیا ہے :۔
(۱) ماقبل سے اعراض کے لئے برائے تدارک یعنی اصلاح۔
(۲) پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے۔
یہاں اس آیت میں اس کا استعمال (۲) کی صورت میں ہے اس کے متعلق مولنا عبدالماجد۔ اپنی تفسیر ماجدی میں یوں رقمطراز ہیں :۔
منکرین آخرت کے کئی طبقہ ہیں قرآن نے ان کے نفسیات کی الگ الگ پوری تشریح کردی ہے۔
ایک طبقہ تو وہ ہے جس کا ظاہری سطحی، مادّی وحسّی علم آخرت کے باب میں جواب دے جاتا ہے اور وہ طبقہ اپنے عدم علم پر قانع اور مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے!

یہ لوگ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ کے مصداق ہیں۔

دوسرا طبقہ عدم علم سے آگے قدم بڑھا کر اس عقیدہ پر جرح و قدح شروع کر دیتا ہے اور اس باب میں تشکیک و ارتیاب میں مبتلا رہتا ہے یہ گروہ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا کے تحت میں آیا۔

تیسرا طبقہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنی آنکھیں دلائل و شواہد کی طرف سے بند کر لیتا ہے اور اس کے بر سر راہ آنے کی طرف سے قطعی مایوسی ہو جاتی ہے ایسوں کے لئے کھلی ہوئی وعید بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ہ کی ہے۔

اس کی اور مثال ۲۱ : ۵ میں ملاحظہ ہو ارشاد ہے بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ۔ نہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن) پریشان خیالات ہیں نہیں بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہے۔

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں پھر مزید اسے افترار بتلاتے ہیں اور اسی پر اکتفار نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

۲۷ : ۶۷ = ءَاِذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا اسم ظرف زمان کیا جب۔

= كُنَّا ماضی جمع متکلم ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا۔ کیا جب ہم خاک ہو گئے۔ اِذَا مستقبل کے واسطے آتا ہے اور ماضی کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے لہٰذا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کا ترجمہ ہوگا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے۔

= وَاٰبَآؤُنَا۔ واؤ عطف کا ہے اٰبَآؤُنَا کا عطف اسم کان پر ہے (یعنی ضمیر كُنَّا۔ ای نَحْنُ)

= ءَاِنَّا میں ضمیر جمع متکلم نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا (یعنی منکرین اور ان کے آباء و اجداد) کی طرف راجع ہے۔

ءَاِذَا كُنَّا اور ءَاِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ میں ہمزہ استفہام کی تکرار انکار میں تاکید اور مبالغہ کے لئے ہے (ای للمبالغۃ والتشدید فی الانکار)

= لَمُخْرَجُوْنَ ہ میں لام تاکید کے لئے ہے مُخْرَجُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر نکالے ہوئے نکالے گئے۔ اِخْرَاجٌ مصدر یہاں اخراج سے مراد قبروں سے نکالنا یا حالت فنار سے نکال کر دوبارہ زندہ کر اٹھانا ہے۔ یعنی کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا (یا دوبارہ زندہ کر کے

اٹھایا جائے گا۔

۲۷: ۶۸ == وُعِدْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ وَعْدٌ مصدر ہم سے وعدہ کیا گیا۔
== مِنْ قَبْلُ۔ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا اس سے قبل۔
= اِنْ۔ نافیہ ہے
== اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے
اَسَاطِیْرُ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر
جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے سطورہ کہلاتی ہے۔

۲۷: ۶۹ == سِیْرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم سیر کرو۔ تم چلو، تم پھرو۔
سَیْرٌ مصدر (باب ضرب)

۲۷: ۷۰ == لَا تَحْزَنْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو غم نہ کھا۔ حُزْنٌ مصدر باب سمع
ونصر) باب سمع سے بمعنی غمگین ہونا۔ اور باب نصر سے غمگین کرنا۔
== لَا تَکُنْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ ہو۔
= ضَیْقٍ۔ تنگ ہونا۔ ضَاقَ یَضِیْقُ (ضرب) کا مصدر ہے۔
ضَیْقٌ سَعَۃٌ کی ضد ہے۔ ضِیْقَۃٌ کا لفظ فقر، بخل، غم اور اس قسم کے
دوسرے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَضَائِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ۔ (۱۱: ۱۲) اور اس خیال
سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے اور وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ (۲۶: ۱۳) اور میرا دل تنگ
ہوتا ہے اور وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ۝ (۱۶: ۱۲۷) اور یہ جو (بداندیش) فریب کرتے
ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو۔ (یعنی غم نہ کھا۔ یہی جملہ یہاں استعمال ہوا ہے۔

۲۷: ۷۲ == عَسٰی۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔
اس کے استعمال سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو لغات القرآن حصہ چہارم
از مولانا عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین دہلی۔
== رَدِفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ پیچھے لگا۔ وہ پیچھے ہوا۔ رَدْفٌ مصدر باب سمع
رَادِفٌ پچھلا۔ کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنے والا۔ اور مُرْدِفٌ اپنے پیچھے کسی کو سواری پر
بٹھانے والا۔ التَّرَادُفُ یکے بعد دیگرے آنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے ۔۔ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ (۸: ۹) کہ ہم لگاتار آنیوالے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ
تمہاری مدد کریں گے۔

= لَکُمْ میں لام تاکید کے لئے ہے یا زائدہ ہے جیساکہ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (۲: ۱۹۵) میں بآء تاکید کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور زائدہ بھی۔
رَدِفَ عموماً بغیر صلہ کے استعمال ہوتا ہے یعنی یہ عبارت یوں بھی ہوسکتی تھی۔ اَنْ یَکُوْنَ رَدِفَکُمْ: کہ تمہارے پیچھے آ ہی لگا ہو۔
= بَعْضُ الَّذِیْ۔ بعض بمعنی اس کا کچھ حصہ۔ یہ یَکُوْنُ اور رَدِفَ کا فاعل ہے بَعْضُ سے مراد بَعْضُ عَذَاب۔ عذاب کا کچھ حصہ۔
= تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ تم جلدی مچاتے ہو۔ استعجالٌ (استفعال) مصدر۔
عَسٰٓی اَنْ یَکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ ہو سکتا ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آ ہی لگا ہو جس کی تم جلدی مچا رہے ہو!
۲۷: ۷۴ = تُکِنُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِکْنَانٌ (افعالٌ) مصدر۔
اس باب سے بمعنی کسی بات کو چھپانے کے آتا ہے جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ (۲: ۲۳۵) یا (نکاح کی خواہش کو) تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو! ثلاثی مجرد سے کَنَّ یَکُنُّ (نصر)، کَنٌّ وَ کُنُوْنٌ (کرمیں) چھپانا۔ کِنٌّ جمع اَکْنَانٌ وَ اَکِنَّۃٌ پردہ۔ گھر، چھپنے کی جگہ۔ گھونسلہ، کِنَّۃٌ لپیٹنے کی چیز۔ کمبل۔ تُکِنُّ وہ چھپاتی ہے وہ مخفی رکھتی ہے۔ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ جو ان کے سینوں نے چھپا رکھا ہے۔
= یُعْلِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (جو) وہ ظاہر کرتے ہیں! (جمع کا صیغہ النّاس کی رعایت سے لایا گیا ہے)
۲۷: ۷۵ = غَآئِبَۃٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ۃ مبالغہ کی ہے مؤنث کی نہیں۔ بہت ہی چھپنے والی اور زیادہ سے زیادہ پوشیدہ رہنے والی چیز۔
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف و صفت۔ واضح کتاب۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر چیز چھوٹی بڑی۔ اگلی۔ پچھلی لکھی ہوئی موجود ہے۔
۲۷: ۷۶ = اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۔
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یَقُصُّ فعل کا مفعول اوّل اَکْثَرَ مفعول ثانی ہے اور ضمیر ھُوَ فاعل

راجع بسوئے قرآن ہے۔
تحقیق یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔
۲۷: ۷۷ == لَهُدًى لام تاکید کا ہے هُدًى ہدایت۔
۲۷: ۷۸ == يَقْضِيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) وہ فیصلہ کردے گا۔ وہ فیصلہ کرے گا یا کرتا ہے۔ یہاں فیصلہ سے مراد قیامت کے دن کا فیصلہ ہے
== بَيْنَهُمْ۔ ای بین بنی اسرائیل الذین اختلفوا۔ او بین المؤمنین و بین الناس۔ بنی اسرائیل کے درمیان جو باہم اختلاف رکھتے تھے۔ یا مؤمنین اور دوسرے لوگوں کے درمیان۔
۲۷: ۷۹ == فَتَوَكَّلْ۔ میں فَ ترتیب کا ہے یعنی وہ باحکمت فیصلے کرتا ہے وہ غالب اور زبردست صاحب قدر و قوت ہے بڑا دانا اور خوب جاننے والا ہے۔ پس ان خوبیوں پہ امر مترتب ہوتا ہے کہ اس پر توکل کیا جائے۔
تَوَكَّلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو بھروسہ کر۔ تو اعتماد کر۔ تو توکل کر۔ تَوَكُّلٌ (تفعّل) سے
۲۷: ۸۰ == لَا تُسْمِعُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر اِسْمَاعٌ (افعال) مصدر تو نہیں سناتا ہے۔ تو نہیں سنا سکتا۔
== اَلْمَوْتٰى۔ المیّت کی جمع۔ مُردے۔
== الصُّمَّ۔ صُمٌّ۔ اَصَمُّ کی جمع ہے بہرے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے اور لَا تُسْمِعُ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اوّل الدُّعَآءَ ہے۔ یعنی تو اپنی پکار بہروں کو نہیں سنا سکتے۔
== وَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ (حیب) وہ منہ موڑ کر چل دیں۔ یا پیٹھ پھیر کر چل دیں۔
== مُدْبِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پیٹھ موڑنے والے۔ اِدْبَارٌ (افعال) مصدر بحالت نصب بوجہ وَلَّوا کے حال ہونے کے ہے۔
دُبُرٌ بمعنی مقعد۔ پشت۔ قُبُلٌ و قُبُلٌ کی ضد ہے۔ آگے کا حصہ ہر چیز کا یہ دونوں لفظ دُبُرٌ و قُبُلٌ بطور کنایہ جائے مخصوص کے معنٰی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

التَّدْبِيْرُ (تفعیل) کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس میں غور و فکر کرنا ہے
۲۷: ۸۱ = وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ میں باء زائدہ ہے جو خبر منفی میں زائد کی جاتی ہے۔ جیسے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲: ۷۴) وغیرہ۔
اور تو اندھوں کو راستہ دکھانے والا نہیں ہے۔ ای وما تھدی العمی
تو اندھے کو ہدایت نہیں دے سکتا۔
= اِنْ تُسْمِعُ میں اِنْ نافیہ ہے تُسْمِعُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِسْمَاعٌ (باب افعال) سے ہے تو سناتا ہے (پند و موعظت، تبلیغ و نصیحت یا آیات قرآنی کا پڑھ پڑھ کر سنانا)
= فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پھر وہ (انہیں یعنی آیات کو) مانتے ہیں۔ یعنی سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ آیات پر عمل کرتے ہیں دل و جان سے۔
۲۷: ۸۲ = وَقَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وَقَعَ يَقَعُ وُقُوْعٌ (باب فتح سے) وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ واجب ہونا وَقَعَ الْحَقُّ ثابت ہونا وَقَعَ الشَّيْءُ مِنَ الْيَدِ کسی چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ جب ان پر (ہماری) بات (کا پورا ہونا) واجب آٹھہریگا۔ یعنی ضروری ہو جائے گا۔
= اَلْقَوْلُ۔ اس کے کئی مصداق ہو سکتے ہیں۔ مثلاً قیام السَّاعَۃِ۔ قیامت کا وقوع پذیر ہونا۔ قیامت کی نشانیوں کا ظہور پذیر ہونا۔ عذاب و سزا کے وعدے جو ان سے کئے گئے تھے، جملہ وعدہ وعید جن کے لئے یہ لوگ جلدی مچا رہے تھے۔ یعنی جب ان سب کے متعلق اللہ کے فرمان کے پورا ہونے کا وقت آ گئے گا۔ ع
= دَآبَّۃً۔ مادہ د ب ب۔ الدَّبُّ وَالدَّبِيْبُ (ضرب) کے معنی آہستہ چلنے اور رینگنے کے ہیں یہ لفظ حیوانات اور زیادہ تر حشرات الارض کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ گو عرف عام میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغۃً ہر حیوان یعنی ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (۲۴: ۴۵) اور خدا نے ہر چلتے پھرتے جانور کو پانی سے پیدا کیا۔

دَابَّۃُ الْاَرْض کا پیدا ہونا قیامت کی آخری ترین علامت ہے اس عجیب ترین حیوان کا نام حدیث شریف میں جساسہ آیا ہے۔ اس کے قد و قامت، مقام خروج

وغیرہ کے متعلق بڑی تفصیلات روایات میں مذکور ہیں۔ لیکن امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:
خوب جان لو کہ کتاب اللہ میں ان امور پر کوئی دلالت نہیں۔ جو چیز صحیح حدیث سے ثابت ہوگی وہ مان لی جائے گی ورنہ اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔
= تُكَلِّمُهُمْ۔ تکلم مضارع واحد مؤنث غائب تکلیمٌ (تفعیل) مصدر۔ ضمیر کا مرجع دابۃ الارض ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان سے کلام کرے گا۔ وہ ان سے بولے گا۔
ضمیر هُمْ کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) ابن عمرؓ کا قول ہے کہ دابۃ الارض کا وقوعہ اس وقت ہوگا جب زمین پر کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا نہ رہے گا۔ ابن مردویہ نے ایک حدیث ابوسعید خدری سے نقل کی ہے کہ یہی بات انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گا تو قیامت قائم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک جانور کے ذریعہ سے آخری مرتبہ حجت قائم فرمائے گا (تفہیم القرآن)
اس صورت میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے۔
(۲) ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ الارض کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ وہ عصا سے مومنوں کے چہرے منور کرے گا۔ اور کافروں کی ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا (الخازن، ابن کثیر) اس صورت میں هُمْ ضمیر جملہ مؤمنین وکافرین جو اس وقت ہوں گے ان کے لئے ہے۔
= اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ٥ (کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے) اس کی بھی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) یہ کہ اٰیٰتِنَا میں ضمیر جمع متکلم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور جمع کا صیغہ تعظیم وتکریم کے لئے لایا گیا ہے لیعنی دابۃ الارض لوگوں سے کہیگا۔ کہ وہ ہماری (اللہ تعالیٰ کی) آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس (دابۃ الارض) کے کلام کو اپنے الفاظ میں فرما رہے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کلام کی حکایت ہے۔
(۲) دابۃ الارض کے اپنے کلام کی نقل ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔
ا دابۃ الارض صیغہ جمع متکلم اسی طرح استعمال کرے گا۔ جس طرح حکومت کا کارندہ

"ہم" کا لفظ اس معنی میں بولتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کی طرف سے بات کررہا ہے نہ کہ اپنی شخصی حیثیت سے اور ایاتنا بمعنی ایاتِ ربّنا ہوگا۔
(ب)، نا ضمیر جمع متکلم دابۃ الارض اپنے لئے استعمال کرے گا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ وہ ہمارے خروج پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اور اب یہ خروج ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہورہا ہے۔ خروج کو آیات میں ہی شمار کیا گیا کیونکہ یہ خارقِ عظیم واقعہ ہوگا
۲۷ : ۸۳ ۔ یَوْمَ۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اُذْکُرْ یَوْمَ یاد کرو وہ دن۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
= نَحْشُرُ۔ مضارع جمع متکلم حَشْرٌ مصدر (باب نصر) ہم جمع کریں گے۔ ہم اکٹھا کریں گے۔
= مِنْ تبعیضیہ ہے ای یوم نجمع من کل امۃ من اُمم الانبیاءُ علیہم السلام او من اہل کل قَرْنٍ من القرون جماعۃ کثیرۃ مکذبۃ بایٰتنا۔ جس دن ہم انبیاء علیہم السّلام کی ہر امت میں سے یا مختلف اقوام سے ہر قوم میں سے ایک ایک کثیر جماعت مکذبین آیاتِ ربانی کو جمع کریں گے۔
= فَوْجًا۔ گروہ۔ جماعت کثیرہ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔
= یُوْزَعُوْنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ وَزْعٌ مصدر (باب فتح) ان کو جمع کیا جائے گا۔
وَزَعْتُہٗ عَنْ کَذَا۔ کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا۔ یُوْزَعُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اگلوں کو چلنے میں پچھلوں کے آملنے کے واسطے روکا جائے گا یہ کنایہ کثرت انبوہ سے ہے کہ کثرتِ انبوہ کے وقت ایسا ہی کیا جاتا ہے آیت وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَہُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝ (۲۷ : ۱۷) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تو وہ قسم وار کئے گئے۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عساکر باوجود کثیر التعداد ہونے اور متفرق الجنس ہونے کے غیر مترتب ومنتشر نہیں تھے۔
یہاں بھی اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر امّت اور ہر قوم سے کثیر التعداد مکذبین آیاتِ الٰہی کی اکٹھی کی جائے گی اور یہ انبوہ کثیر ایک ترتیب سے کھڑا کیا جائے گا۔
وَزْعٌ قرآن مجید میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے اور مختلف معانی میں لیکن روکنے کا

مفہوم اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ (۲۷: ۱۹) اے میرے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر کئے ہیں میں ان کا شکر ادا کروں۔

مگر اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھے شکر گذاری کا اس قدر شیفتہ بنا کہ میں اپنے نفس کو تیری ناشکری سے روک لوں۔

۲۷: ۸۴ == جَآءُوْ ا- ای جاؤا الی موقف السوال والجواب والمناقشۃ والحساب سوال وجواب حساب وکتاب کی جگہ۔ میدانِ حشر۔

== قَالَ- ای قال اللہ لہم۔

== وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا- میں واوٗ حالیہ ہے۔ لَمْ تُحِیْطُوْا ب۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم احاطہ میں نہیں لائے تھے۔

بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَاتِیْ کی طرف راجع ہے۔

== عِلْمًا تمیز ہے لَمْ تُحِیْطُوْا سے۔ سارا جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

منکرین آیات کے انکار کی قباحت کی تاکید کے لئے یعنی تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا تھا درآں حالیکہ تم انہیں اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے تھے۔ یعنی بغیر کسی غور وفکر اور بغیر کسی تحقیق کے تم نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔

== اَمَّا- یہ دو لفظوں سے مرکب ہے ایک اَمْ منقطعہ سے اور دوسرے ما استفہامیہ سے۔ اَمْ منقطعہ کے وہ معنیٰ جو اس سے کبھی جُدا نہیں ہوتے اضراب کے ہیں یعنی یہاں بمعنی بَلْ آیا ہے اور یہاں اضراب کی وہ صورت ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے، یعنی تم نے بلا سوچے سمجھے بلا غور وفکر میری آیات کی تکذیب ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اور کیا کیا تم کام کرتے رہے۔ مثلاً انبیاء اور اہل ایمان کو آزار دیا جو تکذیب سے بھی بڑھ کر ہے اور اسی طرح اور اعمال کفریہ فسقیہ میں مبتلا رہے۔

== مَاذَا- کیا چیز ہے۔ کیا ہے كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (جو) تم کرتے رہے تھے۔
(اَمَّاذَا- اَمْ مَاذَا)

۲۷: ۸۵ == وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ یہاں وقع ماضی بمعنی مستقبل ہے اور اب ان پر (اللہ کا) وعدہ پورا ہو جائے گا۔ یعنی اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوگا (نیز

ملاحظہ ہو ۲۷: ۸۲) ۔
== بِمَا۔ ب سببیہ ہے ما مصدریہ۔ بوجہ ان کے ظلم کے، (تکذیب آیاتِ الٰہی)
== لَا یَنْطِقُوْنَ ۔ مضارع نفی جمع مذکر غائب وہ نہیں بولیں گے۔ وہ بول بھی نہ سکیں گے۔

۲۷: ۸۶ == اَلَمْ یَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ یَرَوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب، کیا وہ نہیں دیکھتے۔ یعنی کیا وہ نہیں جانتے۔
== لِیَسْکُنُوْا ۔ لام تعلیل کا ہے یسکنوا مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) سکونٌ مصدر (باب نصر) تاکہ آرام حاصل کریں۔
== مُبْصِرًا واحد مذکر اسم فاعل بحالت نصب ، ابصار (افعال) مصدر۔ دیکھنے والا۔ دکھانے والا۔ جو خود واضح اور روشن ہو وہ بھی مُبْصِرٌ ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کرے وہ بھی مُبْصِرٌ ہے۔ دن خود بھی روشن ہے اور دوسری چیزوں کو روشن بنانے والا بھی ۔
۲۷: ۸۷ == وَیَوْمَ ای واذکر یوم۔ اور یاد کرو وہ دن ۔
فَزِعَ ۔ ماضی بمعنی مستقبل واحد مذکر غائب۔ فَزْعٌ مصدر باب سمع ۔ وہ ڈر جائیگا۔ وہ گھبرا جائے گا۔ وہ ڈرا۔ وہ گھبرا گیا۔
== اَتَوْہُ۔ اَتَوْا بمعنی مستقبل ماضی جمع مذکر غائب اِتْیَانٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے وہ سب اس کے پاس آئیں گے۔
== دَاخِرِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال ہونے کے۔
دَخُوْرٌ مصدر باب فتح ، سمع ۔ ذلیل وخوار ، عاجز و درماندہ ۔
۲۷: ۸۸ == تَرَی ماضی بمعنی مستقبل۔ تو دیکھے گا۔
== تَحْسَبُھَا۔ تَحْسَبُ مضارع واحد مذکر حاضر تو گمان کرے گا۔ تو خیال کریگا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب پہاڑوں کی طرف راجع ہے تو ان پہاڑوں کو خیال کرے گا۔
== جَامِدَۃً ۔ اسم فاعل واحد مؤنث جُمُوْدٌ سے جس کے معنی جمنے اور ٹھہرنے کے ہیں۔ جمی ہوئی ۔ ٹھہری ہوئی ۔
== وَھِیَ ۔ میں واؤ حالیہ ہے ھی ضمیر واحد مؤنث غائب پہاڑوں کی طرف راجع ہے
== تَمُرُّ مضارع واحد مؤنث غائب مَرُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ چلتی ہے وہ چل رہی ہے،

رواں ہے۔

= مَرَّ السَّحَابِ مضاف، مضاف الیہ بادلوں کی چال۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونے کے

= صُنْعَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ اللہ کی کاریگری۔ صُنْعٌ۔ صَنَعَ یَصْنَعُ کا مصدر ہے باب فتح، بمعنی کاریگری۔ نکوئی کرنا۔ اَلصُّنْعُ کے معنی کسی کام (کمال مہارت سے) اچھی طرح کرنے کے ہیں۔ اس لئے ہر صنع کو فعل تو کہہ سکتے ہیں لیکن ہر فعل کو صُنع نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہی فعل کی طرح حیوانات اور جمادات کے لئے بولا جاتا ہے۔

صُنع۔ یہاں بطور مصدر مؤکد کے آیا ہے جیسے لك علی الف درھم عرفاً بمعنی اعترف لك بھا اعترافاً ہے اور یہاں صنع اللہ بمعنی صنع اللہ تعالٰی ذٰلك صنعاً ہے۔ اسے نحو کی اصطلاح میں المصدر المؤکد لنفسہٖ کہتے ہیں۔

اس کی اور مثالیں صبغۃ اللہ (۲: ۱۳۸) اور وعد اللہ (۳۰: ۶) ملاحظہ ہوں۔

= اَلَّذِیْ۔ ای اللّٰہُ۔

= اَتْقَنَ ماضی واحد مذکر غائب اِتْقَانٌ (افعال) مصدر۔ تقن مادّہ اس نے درست کیا۔ اس نے مضبوط کیا۔

یاد رہے تسیر الجبال (پہاڑوں کا رواں ہونا) اس کی اتقان صنعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اتقان کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے کو حکمت کے مطابق بنایا جائے۔ (پھر اس حکمت کے مطابق بنی ہوئی اشیاء سے جن افعال کا صدور ملحوظ رکھا گیا ہے ان کے صدور میں سرِ مو فرق نہ آنے پائے) پس جب حکمت تسیر کی متقاضی ہو تو تسیر بھی عین اتقان ہوگا۔

۲۷: ۸۹ = اَلْحَسَنَۃُ۔ نیکی۔ بھلائی۔ خوبی۔ نعمت۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان یا بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنۃ کہلاتی ہے سیئۃ اس کی ضد ہے۔

بعض کے نزدیک الحسنۃ کی تفسیر کلمہ توحید ہے اور اسی طرح اگلی آیت میں السیئۃ کی تفسیر شرک ہے۔

= خَیْرٌ یہاں تفضیل کے معنوں میں آیا ہے یعنی بہتر خواہ دوام کی صورت میں ہو یا کہ

اضعاف کی صورت میں۔
= مِنْهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الحسنۃ کی طرف راجع ہے۔
= فَزَعٍ ڈر، خوف، گھبراہٹ۔
۲۷ : ۹۰ = اَلسَّیِّئَۃِ۔ بُرائی، گناہ، فعل بد۔ الحسنۃ کی ضد ہے ملاحظہ ہو آیت مندرجہ بالا (۲۷ : ۸۹) سَیِّئَۃٍ اصل میں سَیْوِ ئَۃٌ تھا۔ واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں مدغم کیا گیا ہے۔
= فَکُبَّتْ میں فاء سببیہ ہے کُبَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب (یہاں وجوہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ کَبَّ یَکُبُّ (نصر) کَبٌّ اوندھے منہ گرنا یا گرانا کُبَّتْ وہ اوندھے منہ گرائے جائیں گے۔
= وُجُوْھُھُمْ مضاف مضاف الیہ ان کے چہرے۔ یہاں وُجُوْھُھُمْ سے مراد اَنْفُسُھُمْ ہے۔ جیسا کہ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (۲ : ۱۹۵) سے مراد بِاَنْفُسِکُمْ ہے۔
= ھَلْ۔ حرف استفہام ہے اور تصدیق کی طلب کے لئے آتا ہے یہاں اس آیت میں استفہام سے مقصود ہی نفی ہے اس لئے نفی کے معنوں میں آیا ہے اور اس کی خبر پر اِلَّا آیا ہے ھَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ تم کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جس کا تم نے ارتکاب کیا۔ یعنی تمہیں صرف تمہارے کئے کی سزا مل رہی ہے اور جگہ اسی معنی میں ہے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵ : ۶۰) احسان کا بجز احسان کے نہیں ہے۔
= تُجْزَوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَاءٌ مصدر باب ضرب تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔ تم جزاء دیئے جاؤ گے۔
۲۷ : ۹۱ = اَعْبُدَ۔ مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ میں عبادت کروں۔ جملہ مستانفہ ہے۔ تقدیر کلام ہے قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ۔
= رَبَّ۔ اَعْبُدَ کا مفعول۔ مضاف۔ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ اشارہ ومشار الیہ مل کر مضاف الیہ۔۔۔۔ اس شہر کے رب کی۔
= البلدۃ۔ ای مکۃ المعظمۃ
= الذی۔ ای ربّ۔

= حَرَّمَهَا۔ حَرَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر
هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب اس کا مرجع البلدۃ ہے۔
اس نے اس کو حرمت دی۔ اس نے اس کا ادب رکھا۔
۲۷: ۹۲ = اَتْلُوَا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ واحد متکلم تِلَاوَۃٌ مصدر
تلو مادہ۔ میں تلاوت کروں۔ میں پڑھوں۔
= اِھْتَدٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اِھْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔
اس نے ہدایت اختیار کی۔ وہ راہ پر آیا۔
۲۷: ۹۲ = سَیُرِیْکُمْ سَ حرف ہے جو مضارع پر آکر اسے مستقبل قریب میں
کردیتا ہے۔ اَرٰی یُرِیْ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر دکھانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
حاضر۔ وہ عنقریب تم کو دکھائے گا۔
= عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ تخصیص الخطاب اوّلاً بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
وتعمیمہ ثانیاً للکفرۃ تغلیبا ای وما ربك بغافل عما تعمل انت
من الحسنات وَ مَا تعملون انتم ایھا الکفرۃ من السیئاتِ
یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اعمال حسنہ سے اور کفار کے اعمالِ بد سے بے خبر
نہیں۔ ان کے لئے ثواب دجزاء اور ان کے لئے عذاب ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ (۴۹)

۲۸: ۲ = الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ : موصوف وصفت واضح کتاب جو حرام اور حلال میں اور حدود و احکام کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔
مراد اس سے القرآن ہے۔ بعض نے کہاہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔
۲۸: ۳ = نَتْلُوْا مضارع جمع متکلم تِلَاوَةٌ مصدر۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ ہم پڑھتے ہیں۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔
= نَبَاِ۔ خبر۔ واقعہ، قصّہ۔
۲۸: ۴ = عَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب عُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ غالب آیا۔ وہ چڑھ گیا۔ اس نے چڑھائی کی۔
اَلْعُلُوُّ کسی چیز کا بلند ترین حصّہ۔ سُفْلٌ کی ضد ہے۔ عَلَا فِي الْاَرْضِ اس نے ملک مصر میں سر اٹھا رکھا تھا۔ بعض نے عَلَا کے معنی تجبّر و تکبر کے لئے ہیں یعنی جبر و تکبر میں بڑھا ہوا تھا۔ اور ظلم، عدوان میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔
= شِيَعًا۔ شيعة کی جمع ہے بحالت نصب۔ فرقے۔ گروہ۔ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا اور اس ملک الارض کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا (مختلف مقاصد کے لئے)
= يَسْتَضْعِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے)
اِسْتِضْعَافٌ (استفعال) مصدر۔ ضعف مادّہ۔ اس نے کمزور کر رکھا تھا۔
= طَائِفَةً۔ گروہ، جماعت۔ یہاں مراد بنی اسرائیل ہیں۔
= يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ۔ یہ یا تو جملہ سابقہ کا بدل ہے یا يَسْتَضْعِفُ کی ضمیر سے حال ہے۔ مضارع حال بمعنی ماضی مستعمل ہے۔

== یُذَبِّحُ اَبْنَآءَھُمْ ۔ یُذَبِّحُ مضارع واحد مذکر غائب تَذْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر وہ ذبح کر دیتا تھا۔ ضمیر فاعل فرعون کی طرف راجع ہے۔ یَسْتَحْیٖ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِحْیَآءٌ (استفعال) مصدر، وہ زندہ رہنے دیتا تھا۔ ضمیر فاعل کا مرجع فرعون ہے۔

اس باب سے بمعنی شرم کرتا ہے۔ وہ جھجکتا ہے۔ بھی آیا ہے مثلاً اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۔ (۳۳ : ۵۳) یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی تھی اور وہ تم سے (چلے جانے کے لئے کہنے سے) شرم کرتے تھے۔

اور فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ (۲۸ : ۲۵) (کچھ دیر بعد ان دونوں میں سے) ایک خاتون شرم وحیاء سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب طائفۃ کی طرف راجع ہے۔ جمع کا صیغہ طائفہ میں تعداد افراد کی رعایت سے آیا ہے۔

۲۸: ۵ == نُرِیْدُ ۔ مضارع جمع متکلم ارادۃ (افعال) مصدر۔ ہم چاہتے ہیں۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی آیا ہے۔ ہم نے ارادہ کیا۔ ہم نے چاہا۔ رود مادہ

== اَنْ نَّمُنَّ ۔ نَمُنَّ مضارع جمع متکلم مَنٌّ مصدر باب نصر۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ کہ ہم احسان کریں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (۳ : ۱۶۴) بے شک اللہ نے بڑا احسان کیا ہے مومنوں پر کہ انہی میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا۔

اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (۲: ۲۶۴) اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان (جتا کر) اور اذیت (دے کر) ضائع مت کرو!

== اِسْتُضْعِفُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسْتِضْعَافٌ (اِستفعالٌ) مصدر ضعف مادہ۔ وہ کمزور سمجھے گئے۔ وہ ضعیف خیال کئے گئے۔

== وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً ۔ واؤ عطفیہ ہے نجعلھم کا عطف اَنْ نَّمُنَّ پر ہے ای ونرید اَنْ نجعلھم ۔ ائمۃً ۔ پیشوا۔ راہنما۔ مقتدا۔ منصوب بوجہ نجعل کے مفعول ہونے کے ہے وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً اور (یہ کہ) ہم انہیں پیشوا بنائیں ائمۃ جمع ہے امام کی اَفْعِلَةٌ کے وزن پر جیسے زَمَانٌ کی جمع اَزْمِنَةٌ ہے۔

اِمَامٌ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ جس کا قصد کیا جائے (اَمَّ یَؤُمُّ باب نصر) اَمًّا وَاَمَّمَ وَ تَاَمَّمَ وَ اِئْتَمَّ۔ قصد کرنا۔ (ام مادہ) چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ وہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدار کریں یا کتاب کہ اس کے اوامر اور نواہی پر عمل کیا جائے یا کوئی اور شئی ہو۔

= اَلْوَارِثِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب۔ جانشین، مالک، وارث۔

۲۸: ۶ = وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ واؤ عطف کی ہے۔ نُمَكِّنَ کا عطف اَنْ نَّمُنَّ پر ہے نُمَكِّنَ مضارع منصوب۔ جمع متکلم، تَمْكِيْنٌ مصدر (باب تفعیل) ہم ان کو قدرت دیں۔ ہم ان کو تسلط بخشیں۔

تمکین کا لغوی معنی ہے کسی کو ایسی جگہ دینا کہ وہ اس میں جماؤ کر سکے۔ مجازاً حکومت اور قدرت دینے کا معنی ہو گیا۔

= نُرِيَ مضارع جمع متکلم اِرَادَةٌ افعال مصدر اَنْ نُّرِيَ۔ کہ ہم دکھا دیں۔

= مِنْهُمْ ای من اولئك المستضعفین ای من بنی اسرائیل۔ یعنی اس بےبس و ناتواں گروہ کے ہاتھوں (یعنی بنی اسرائیل)۔ مِنْهُمْ کا تعلق نُرِيَ سے ہے یعنی ہم فرعون و ہامان اور ان کی فوجوں کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں وہ چیزیں دکھا دیں جس کا وہ اندیشہ کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ یَحْذَرُوْنَ سے متعلق ہے لیکن الصلة لا تتقدم علی الموصول۔ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوتا۔

= مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ہ میں ما موصولہ ہے یعنی جس کا وہ اندیشہ کرتے تھے۔ يَحْذَرُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر غائب كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ۔ ماضی استمراری، وہ ڈرتے تھے، وہ اندیشہ کرتے تھے۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) ضرر سے بچاؤ کرنا۔ ڈرنا

فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا تینوں نُرِيَ کا مفعول اول ہیں اور مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ مفعول دوم۔

مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اس کے رؤسا بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کی پیدائش اور ان کے ہاتھوں اپنی تباہی سے خائف تھے اور اس سے بچنے کے لئے انہوں نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچے قتل کرنا شروع کر دیئے تھے لیکن اللہ کو جو منظور تھا وہ ہو کر رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر ہی پرورش پائی اور بعد میں ان ہی

کی بد دعا سے مختلف آفات ارضی و سماوی سے ان کا ناک میں دم رہا اور انجام کار دریائے نیل میں غرقاب ہوئے۔

۲۸ : ۷ = وَاَوْحَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِيْحَاءٌ افعال مصدر وحی مادہ۔ ہم نے وحی کی ہم نے دل میں ڈال دیا۔ یہاں وحی بصورت الہام مراد ہے۔ واؤ کا عطف محذوف پر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ و وضعت موسٰی امہٗ فی زمن الذبح فلم تدر ما تصنع فی امرہٖ واوحینا۔۔۔۔ لڑکوں کو ذبح کئے جانے کے زمانے میں حضرت موسیٰ کی ماں نے انہیں جنم دیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب اس کے متعلق کیا کرے۔ پس ہم نے وحی کی۔۔۔۔

= اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ اَنْ بمعنی اَیْ (تفسیریہ) یا مصدریہ ہے۔ اَرْضِعِیْ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اِرْضَاعٌ افعال مصدر۔ جس کے معنی بچے کو دودھ پلانے اور پستان چوسانے کے ہیں تو اس کو دودھ پلا۔ تو اس کو دودھ پلاتی رہ۔

= اَلْقِيْهِ۔ اَلْقِیْ فعل امر واحد مؤنث حاضر اِلْقَاءٌ افعال مصدر۔ ڈالنا۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بطرف موسیٰ۔ تو اس کو ڈال دے۔

= اَلْيَمِّ۔ اَلْیَمّ کے معنی دریا کے ہیں یہاں مراد دریائے نیل ہے۔

= رَآدُّوْہُ۔ رَآدُّوْ۔ رَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے اصل میں رَآدُّوْنَ تھا نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰ ؑ (ہم) اس کو لوٹا دیں گے تیری طرف۔ (ہم) اس کو لوٹا دینے والے ہیں۔

= جَاعِلُوْہُ۔ جَاعِلُوْا اصل میں جَاعِلُوْنَ (اسم فاعل جمع مذکر جَعْلٌ سے) تھا نون جمع بوجہ اضافت گر گیا۔ ہم اس کو بنانے والے ہیں۔ یعنی ہم اس کو بنائیں گے۔

۲۸ : ۸ = فَالْتَقَطَهٗ۔ فَ جملہ محذوف پر عطف ہے ای ففعلت ما امرت بہ من ارضاعہ والقائہ فی الیم لما خافت علیہ۔ یعنی دودھ پلانے اور جان کے خوف کی صورت میں دریا میں ڈال دینے کے متعلق جو اسے کہا گیا تھا اس نے ایسا ہی کیا۔ التقط۔ التقاط (افتعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جس کے معنی بلاقصد و طلب کسی چیز کو پانے اور اس کو اٹھا لینے کے ہیں۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی آل فرعون (فرعون کے لوگوں نے) اسے اٹھا لیا۔ ہٗ ضمیر

مفعول واحد مذکر غائب راجع بطرف موسیٰؑ۔

= لِيَكُوْنَ ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ یعنی انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو دریا سے اس لئے نہیں نکالا تھا کہ وہ بڑا ہو کر ان کا دشمن بنے اور رنج وغم کا باعث بنے لیکن ان کے فعل کا انجام عاقبۃ یہی نکلا۔ لام عاقبت یا لام مآل کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ واقع میں اس نتیجہ کے حصول کے لئے وہ کام نہ کیا گیا ہو۔ اس کی مثال رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (۱۰:۸۸)

فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان زینت اور مال وزر اس واسطے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کریں لیکن اس دادو دہش پر جو نتیجہ مرتب ہوا وہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کرتے رہے۔

اسی طرح آیت ہذا میں فرعون کے لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کو دریا سے اس واسطے نہیں نکالا تھا کہ وہ ان کا دشمن بنے اور باعث حزن والم ہو لیکن اس کا مآل انجام کار یہی ہوا۔

بعض نے اس کو لام علت ہی قرار دیا ہے اور چونکہ واقع میں لام کا مابعد لام کے ماقبل کے لئے علت نہیں ہے اس لئے اس کو لام تعلیل واقعی نہیں بلکہ تعلیل نما کہا جائے گا۔ یعنی فعل کا نتیجہ یہ نکلا خواہ کام اس نتیجہ کے لئے نہیں کیا گیا تھا۔

تو اس جملہ کا ترجمہ یہ ہوگا۔

فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھا لیا کہ (بمقتضائے مشیت ایزدی) وہ (انجام کار) ان کا دشمن بنے اور ان کے لئے حزن وملال کا باعث بنے۔

مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو اضواء البیان تفسیر سورۃ قصص۔

= كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۔ وہ خطا کار تھے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

یعنی بوجہ ظلم وکفر کے وہ خطا کار تھے۔ اور ایسے ظالموں اور کافروں کو سزا ہی چاہیئے تھی (کہ خود ان کے ہاتھوں ان کا دشمن پروان چڑھے) جو مآل کار ان کی ہی کا سبب ہو۔

(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے اس محل میں بڑے خطا کار اور بڑے لغزش کھانے والے ثابت ہوئے۔
(۳) تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ كَانُوْا خٰطِئِيْنَ۔ فی کل شئٌ فلیس خطؤھم فی تربیۃ عدوھم ببدع منھم۔ یعنی وہ تو ہر امر میں خطا کار رہے تھے لہٰذا اپنے ہاتھوں اپنے دشمن کو تربیت دینا ان کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

۲۸ : ۹ = قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ۔ ای ھو قرۃ عین کائنۃ لی ولك
هُوَ مبتدا محذوف قرت عین مضاف مضاف الیہ مل کر خبر کائنۃ لی ولك متعلق خبر۔ یہ بچہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لئے اور تیرے لئے۔
= لَا تَقْتُلُوْهُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ یہ خطاب فرعون سے ہے جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰؑ
= وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ وَلَدًا پر فرعون کی بیوی کا خطاب ختم ہوا۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ جملہ حالیہ ہے عبارت ماقبل پر۔ ای فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا وقالت امراتہ کیت وکیت ... وَھُمْ لَا یشعرون بانھم علیٰ خطاء عظیم فیما صنعوا۔ فرعون کے لوگوں نے اس کو دریا سے نکال لیا۔ اپنا دشمن بننے کے لئے اور باعث حزن ہونے کے لئے اور فرعون کی عورت نے کہا قرت عین ... ... ولدًا۔ اور حال یہ تھا کہ اس دوران انہیں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ ایک خطاء عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

۲۸ : ۱۰ = اَصْبَحَ ..... فَارِغًا۔ ای صار خالیا من کل شئ غیر ذکر موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ کی یاد اور اس کے خیال کے سوا ہر چیز سے خالی ہو گیا۔
اَلْفَرَاغُ۔ یہ شغل کی ضد ہے فَرَغَ يَفْرُغُ فُرُوْغًا۔ خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی۔ اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ۔ کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں اور استعارۃً اسی سے ہے اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (۲ : ۲۵۰) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔
= اِنْ كَادَتْ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَتُبْدِیْ بِهٖ میں لام

الفارقہ ہے اور بہٖ میں ہٖ ضمیر مجرور راجع لسوئے موسیٰ ہے۔
اِنْ کَادَتْ ای اِنَّھَا کَادَتْ۔ ھا ضمیر قصہ ان کا اسم ہے۔ قریب تھا کہ وہ موسیٰ (کے راز) کو ظاہر کر دیتی۔
= لَوْلَآ۔ امتناعیہ ہے۔ لَوْ حرف شرط۔ اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ اگر نہ ہوتا۔
= اَنْ مصدریہ ہے لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا۔ یعنی اگر ہماری طرف سے اس کو تقویت قلب نہ ملتی۔
= رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا۔ رَبَطْنَا ماضی جمع متکلم رَبْطٌ مصدر (باب نصر، ضرب) حفاظت کے لئے مضبوط باندھنا۔ رَبْطُ الْفَرَسِ۔ گھوڑے کو حفاظت کے لئے کسی جگہ پر باندھ دینا۔ اسی سے ہے رِبَاطُ الجیش۔ فوج کا کسی جگہ پر متعین کرنا۔ وہ مقام جہاں حفاظتی دستے متعین رہتے ہوں اسے رباط کہا جاتا ہے۔
رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ اللہ تعالیٰ نے اسکے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا کیا۔
لہٰذا جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے اور اسے صبر عطا نہ کرتے۔
لَوْلَآ کا جواب محذوف ہے ای لولا ان ربطنا علیٰ قلبھا لا بدتہ
اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو وہ اسے (یعنی موسیٰ کے راز کو) ضرور ظاہر کر دیتی
= لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہ علت ہے ربط علی القلب کی۔ لام تعلیل کا ہے تکونَ مضارع واحد مؤنث غائب ضمیر کا مرجع اُمِّ موسیٰ ہے۔ تاکہ وہ بنی رہے یقین کرنے والوں میں سے۔

یہاں ایمان سے مراد یقین و تصدیق ہے۔ یعنی ہم نے اس کے دل کو مضبوط رکھا اور اسے صبر عطا فرمایا تاکہ وہ ہمارے اس وعدہ پر راسخ القلب اور راسخ الیقین رہے کہ ہم حضرت موسیٰؑ کو اس کی طرف لوٹا دیں گے۔ اور ہم اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے!
۲۸: ۱۱ = قُصِّیْہِ۔ قُصِّیْ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ قَصَّ یَقُصُّ (مضاعف باب نصر) قَصٌّ وَقَصَصٌ۔ ہٗ وعلیٰ اثرہٖ کسی کے پیچھے جانا۔ کسی کے نشانِ قدم پر چلنا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے۔ تو اس کے پیچھے پیچھے جا۔ اور جگہ اسی معنی میں آیا ہے فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا۔ (۱۸:۶۴)
تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات پر الٹے لوٹے۔

اخبار متتبعہ کو القصص (واحد، القصۃ) کہتے ہیں۔
= فَبَصُرَتْ بِهٖ اَىِ الْبَصَرَتْهُ وہ اس کو دیکھتی رہی یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلی اور اسے نظروں میں رکھا۔ ف فصیحت کے لئے ہے۔
= عَنْ جُنُبٍ۔ اَلْجَنْبُ اصل میں اس کے معنی پہلو۔ طرف کے ہیں، اور پہلو کے معنی میں اس کی جمع جُنُوْبٌ ہے جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ ہے قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (۳: ۱۹۱) جو کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے ......
پھر بطور استعارہ پہلو کی سمت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ یمین، شمال اور دیگر اعضاء میں عرب لوگ استعارات سے کام لیتے ہیں: شاعر نے کہا ہے کہ۔
مِنْ عَنْ يَّمِيْنِيْ مَرَّةً وَّاَمَامِيْ۔ (کبھی دائیں جانب سے اور کبھی سامنے سے)
الجنبُ سے فعل دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی کی سمت مخالف کو جانا یا اس سے دور ہونا۔ یا دور کرنا۔ بچنا۔ بچانا۔ جیسے وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى (۹۲: ۱۷) اور پرہیزگار اس سے دور رکھا جائے گا (باب تفعیل) اسی سے باب افتعال سے اجتِنَابٌ ہے۔ بمعنی بچنا۔ پہلو تہی کرنا۔ جیسے وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲: ۳۰) اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو! اسی سے اجنبی ہے جس میں دوری کا مفہوم پایا جاتا ہے یا جُنُبٌ بمعنی جنبی جیسے جنابت لاحق ہو (جس غسل واجب ہو) کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔
آیت ہذا میں بھی جُنُبٌ اسی "دور" کے معنی میں آیا ہے۔ ای عَنْ بُعْدٍ دور سے اسی معنی میں ہے وَالْجَارِ الْجُنُبِ (۴: ۳۶) اور دور رہنے والے پڑوسی۔ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ، پس وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔
(۲) سمت موافق کو آنا۔ یا اس کے قریب ہونا۔ مائل ہونا۔ مشتاق ہونا۔ جیسے الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔ (۴: ۳۶) قریبی دوست۔ پہلو کا رفیق۔
= وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ اور وہ لوگ (حقیقت کو) نہیں سمجھتے تھے (کہ وہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی بہن ہے اور ان کی تاڑ میں ان کے پیچھے آئی ہے)
۲۸: ۱۲ = اَلْمَرَاضِعَ۔ اگر یہ مُرْضِعٌ کی جمع ہے تو اس کے معنی ہوں گے دودھ پلانے والی دائیاں۔ اس صورت میں یہ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے اور اگر یہ مَرْضَعٌ کی جمع ہے تو یہ اسم ظرف ہے یا مصدر میمی۔ اور معنی ہوں گے چھاتیاں۔ دودھ پینے کی جگہ۔

یا دودھ پلانا۔ مَرْضَعٌ و رِضَاعٌ و رِضَاعَۃٌ (ابواب سَمِعَ ضَرَبَ) بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ اور باب افعال سے اِرْضَاعٌ دودھ پلانا۔ اور باب استفعال سے اِسْتِرْضَاعٌ۔ کسی سے دودھ پلوانا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ حَرَّمَ روک لینا۔ منع کرنا۔ اور ہم نے اس سے قبل ہی اس پر دائیوں کا دودھ روک دیا تھا (یعنی وہ پیتے ہی نہ تھے)

مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل ان نردھا الی اُمِّہٖ۔ اسے اپنی ماں کے پاس واپس کرنے سے پہلے۔

= فَقَالَتْ۔ ای دخلت بین المراضع ورأتہ لا یقبل ثدیًا فقالت وہ دوسری دائیوں کے ساتھ وہاں پہنچی اور اس نے دیکھا کہ (بچہ) کسی کے پستان سے دودھ نہیں پی رہا تو اس نے کہا۔

= اَدُلُّکُمْ۔ مضارع واحد متکلم دَلَّ یَدُلُّ دَلَالَۃٌ (نصر) سے مصدر۔ رہنمائی کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کیا) میں تم کو بتاؤں یا تمہاری رہنمائی کروں۔

= یَکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ۔ یکفلون مضارع جمع مذکر غائب۔ کفالۃ مصدر (باب نصر) وہ کفالت کریں گے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع موسیٰؑ ہے) جو تمہاری خاطر اس (بچہ) کی پرورش کریں گے۔

= نٰصِحُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خیر خواہی کرنے والے۔ وَھُمْ لَہٗ نٰصِحُوْنَ ای لا یقصرون فی خدمتہ وتربیتہ وہ اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

= کَیْ۔ تاکہ۔ مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دیتا ہے۔

= تَقَرَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ قَرَّ یَقَرُّ (باب سمع) قُرَّۃٌ وقُرُوْرٌ مصدر۔ جس کے معنی خوشی سے آنکھیں روشن ہو جانا اور ٹھنڈی رہنا کے ہیں۔ اگر اس کا مصدر قَرَارٌ لیا جائے تو معنی ہوں گے سکون پانا۔ قرار پکڑنا۔ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

= لَا تَحْزَنَ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب منصوب بوجہ عمل کَیْ۔ حُزْنٌ مصدر باب سمع۔ تاکہ وہ غم نہ کھائے۔ غمگین نہ ہووے۔

= لِتَعْلَمَ میں لام تعلیل کا ہے اور اسی کے عمل سے مضارع منصوب ہے۔ تاکہ

وہ جان لے۔
== وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اَنَّ وَعْدَهٗ حَقٌّ) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (یا یقین نہیں رکھتے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے)
اَكْثَرَهُمْ بمعنی اکثر الناس۔

۲۸: ۱۴ == اَشُدَّهٗ۔ مضاف مضاف الیہ، اس کا زور جوانی۔ اس کا پورا زور۔
اَشَدَّ يُشِدُّ (افعال)، شد مادہ۔ عقل یا عمر کی پختگی کو پہنچنا۔ اَلْاَشَدُّ وَ الْاَشُدُّ پورا جوبن۔ پورا زور بَلَغَ فُلَانٌ اَشُدَّهٗ وہ سن بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا وہ اپنے شباب کو پہنچا۔ شَدِيْدٌ جمع اَشِدَّاءُ وَ شِدَادٌ وَ شُدُدٌ۔ بہادر۔ قوی مضبوط۔
== اِسْتَوٰى۔ نشوونما میں بہمہ وجوہ مکمل ہوگیا۔ اپنی ہر صفت میں تکمیل و اعتدال کی اس حد تک پہنچ جانا۔ تاکہ مکمل اطمینان و قرار و دل جمی حاصل ہو جائے۔
== حُكْمًا۔ حکمت (یعنی نبوت) وَعِلْمًا (دین و شریعت کا) علم۔

۲۸: ۱۵ == عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا۔ علٰی بمعنی فِیْ۔ جیسا کہ آیت وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (۲: ۱۰۲) میں عَلٰی بمعنی فِیْ آیا ہے۔ حِيْنِ غَفْلَةٍ۔ غفلت کا وقت۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ المدینۃ کی طرف راجع ہے لفظی ترجمہ ہوگا۔ وہ شہر میں اس کے باسیوں کی غفلت کے وقت میں داخل ہوا۔
یعنی جب اہل شہر غفلت میں تھے قیلولہ کر رہے تھے یا رات کو سو رہے تھے۔ گویا بازاروں میں چنداں آمد و رفت نہ تھی۔ بعض کے نزدیک یہ ان کی عید کا دن تھا۔ اور وہ لہو و لعب میں مشغول تھے۔

۲۸: ۱۵ == مِنْ شِيْعَتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شِيْعَةٌ فرقہ، گروہ۔ الشِّيَاعُ کے معنی منتشر ہونے اور تقویت دینے کے ہیں۔ شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی اور شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر ہوگئی اور زیادہ ہوگئی۔ الشیعۃ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔
شیعۃ کی جمع شِيَعٌ و اَشْيَاعٌ ہے شیعۃ کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے۔
== اِسْتَغَاثَهٗ: ماضی واحد مذکر غائب استغاثۃ (استفعال) مصدر اس نے

مدد کے لئے پکارا۔ اس نے فریاد کی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں۔ غ وث، غ ی ث مادہ

اسی باب سے بمعنی اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے بھی آتا ہے لیکن اس صورت میں یہ غ ی ث سے مشتق ہوگا کیونکہ الغیث بمعنی بارش ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ و ینزل الغیث (۳۱: ۳۴) بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی بارش برساتا ہے)

استغاث (باب استفعال) ہر دو مادہ سے آتا ہے اور اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً آیت وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ (۱۸: ۲۹) اور اگر وہ فریاد کریں گے (یا پانی مانگیں گے) تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا۔ یُغَاثُوْ (فعل مجہول) کے بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں پہلی صورت میں یہ اَغَاثَ یُغِیْثُ (افعال) سے ہوگا اور دوسری صورت میں غَاثَ یَغِیْثُ (ضرب) سے۔

= فَوَكَزَهٗ ف تعقیب کا ہے یا اس کا عطف محذوف پر ہے۔

ای غَاثَهُ الذی من شیعتہ فوکزہ الذی من عدوہ۔ دکز (باب سمع وضرب) ماضی واحد مذکر غائب اس نے گھونسہ مارا۔ مکا مارا۔ کچوکا لگایا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع وہ قبطی ہے جو حضرت موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا

= فَقَضٰى عَلَيْهِ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَآءٌ مصدر۔ قضا قولی ہو یا عملی یا بشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری حکم یا ارادہ یا عمل کو ختم کر دینا ضرور مفہوم قضاء کے اندر ماخوذ ہے۔

سیاق کی مناسبت سے اور مختلف صلات (صلہ کی جمع) کے ساتھ مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔

عَلٰى کے صلہ کے ساتھ اکثر موت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ (۴۳: ۷۷) اور پکاریں گے اے مالک! (داروغہ جہنم کا اصطلاحی نام) تمہارا پروردگار ہمیں موت ہی دیدے۔ اور فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ (۳۴: ۱۴) پھر جب ہم نے ان کے لئے موت کا حکم صادر کیا۔

فَقَضٰی عَلَیْہِ: پس اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (یعنی اس کے عمل حیات کو ختم کر دیا)۔
فَقَتَلَہٗ اسے مار دیا۔ ضمیر فاعل حضرت موسیٰؑ کی طرف راجع ہے۔
= اِنَّہٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ۔ مُضِلٌّ بہکانے والا۔ گمراہ کر دینے والا۔ عَدُوٌّ کی صفت ہے۔ مُبِیْنٌ۔ عَدُوٌّ کی صفت ثانی ہے۔ کھلا۔
۲۸: ۱۶ = ظَلَمْتُ نَفْسِیْ۔ میں نے اپنے نفس پر (یعنی اپنے آپ پر) ظلم کیا ہے یعنی مجھ سے قصور ہو گیا ہے۔
= فَغَفَرَ لَہٗ پس اللہ نے اسے بخش دیا۔ معاف کر دیا۔
۲۸: ۱۷ = رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ۔
= بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ۔ میں باء قسم کی ہے ما مصدریہ ہے۔ اور جواب قسم محذوف ہے
ای اقسم بانعامک علیَّ لا متنعن عن مثل ھذا الفعل۔
مجھے قسم ہے تیرے انعام کی جو تو نے مجھ پر کیا ہے کہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا۔ یا میں ایسے فعل سے باز رہوں گا۔
(یہاں انعام سے مراد مغفرتِ الٰہی ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کا یہ فعل یعنی قتلِ قبطی بخش دیا۔)
باء سببیہ بھی ہو سکتی ہے اس صورت میں معنی ہوں گے تیرے اس انعام کی وجہ سے جو تو نے مجھ پر کیا ہے اب ہرگز مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔
= فَلَنْ اَکُوْنَ ظَھِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔ اس کا عطف جواب قسم (مذکورہ بالا) ہے پس میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ لَنْ اَکُوْنَ مضارع نفی تاکید بلن واحد متکلم۔ میں ہرگز نہ بنوں گا۔
ظَھِیْرًا بروزن فعیل بمعنی فاعل مُظَاھَرَۃٌ سے صفت کا صیغہ ہے۔ معین، مددگار یاور۔ پشتیبان۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
۲۸: ۱۸ = فَاَصْبَحَ۔ دَخَلَ۔ وہ داخل ہوا۔ پھر اس کو صبح ہو گئی۔ اس نے صبح کر دی۔
= خَآئِفًا۔ اَصْبَحَ کے فاعل سے حال ہے۔ خوف کھاتے ہوئے۔ خائف، ڈرتے ہوئے، خوف و اندیشہ کی حالت میں۔
= یَتَرَقَّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَرَقُّبٌ (تفعّلٌ) مصدر جس کے معنی

ہیں انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا یعنی اس انتظار میں صبح کردی کہ دیکھیں قتل کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے یا خفیہ ٹوہ لگاتے صبح کردی۔

یَتَرَقَّبُ۔ حال اوّل، خائفًا کا بدل ہے یا اس کی تاکید ہے۔

خَائِفًا خبر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اَصْبَحَ فعل ناقص اور ضمیر موسیٰ علیہ السلام اس کا اسم ہوگا اور جملہ یترقب خبر بعد خبر یا خائفا کی ضمیر فاعل سے حال ہوگا۔

مطلب یہ کہ قتل کے بعد حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں اس انتظار میں ہراساں واندیشہ کناں شہر میں صبح کردی۔

= فَاِذَا۔ میں اِذَا حرف مفاجاتیہ ہے اصل میں فَاِذَا تھا۔ یعنی ناگہاں۔ اچانک جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔(٢٠: ٢٠) پس اس (موسیٰ) نے اس (عصا) کو ڈالا اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

= اِسْتَنْصَرَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب استنصارٌ استفعال مصدر نصر، مادہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰؑ ہے۔ اس نے اس سے مدد طلب کی۔ الذی استنصرہٗ جس نے (کل) اس سے مدد طلب کی تھی۔

= يَسْتَصْرِخُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب استصراخ استفعال مصدر صرخ مادہ، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰ۔ وہ ان سے چیخ کر فریاد کر رہا ہے صَرَخَ يَصْرُخُ (نصر) صُرَاخ وصَرِيخٌ مصدر۔ چیخنا۔ فریاد کرنا باب استفعال سے زور زور سے پکار کر مدد طلب کرنا۔ یستصرخہ وہ آج پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے۔ مدد کے لئے پکار رہا ہے۔

= غَوِيٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن نَبِيٌّ فعیل۔ غیٌّ مصدر غوی مادہ بے راہ۔ گمراہ۔ بدراہ۔

٢٨: ١٩ = فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ۔ اس میں پہلا اَنْ زائدہ ہے اور لَمَّا کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ دوسرا اَنْ مصدریہ ہے اور اسی کی وجہ سے مضارع منصوب ہے بَطْشٌ مصدر۔ (باب ضرب) سختی اور قوت کے ساتھ پکڑنا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (٨٥: ١٢) بیشک تمہارے پروردگار کی گرفت بڑی سخت ہے۔

ترجمہ: پس جب اس (حضرت موسیٰ) نے پکڑنے کا ارادہ کیا۔

= عَدُوٌّ لَّهُمَا۔ دونوں کا دشمن۔ یعنی قبطی کیونکہ وہ ان دونوں کے مذہب پر نہ تھا۔

اور قبطی اسرائیلیوں کے سب سے بڑھ کر دشمن تھے۔

= قَالَ یٰمُوْسٰی۔ قَالَ میں ضمیر فاعل اس اسرائیلی کی طرف راجع ہے جو کل کی طرح آج بھی حضرت موسیٰؑ کو امداد کے لئے پکار رہا تھا۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع القبطی ہے

= اِنْ تُرِیْدُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= جَبَّارًا۔ زبردست دباؤ والا۔ سرکش۔ انسان کا ناجائز تعلّی کے ذریعہ اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ جبر کہلاتا ہے۔

لیکن جب یہ باری تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے اشتقاق میں اہل لغت سے دو قول منقول ہیں:۔

(۱) بعض نے کہا ہے کہ یہ جَبَرْتُ الْفَقِیْرَ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی فقیر کی حالت کو درست کرنے اور اسے بے نیاز کر دینے کے ہیں۔ یعنی باری تعالیٰ بھی چونکہ اپنے فیضان نعمت سے لوگوں کی حالتیں درست کرتا ہے اور ان کے نقصانات پورے کرتا ہے اس لئے اسے الجبّار کہا جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے آگے سب کو مجبور کر دیتا ہے اس لئے وہ جبّار ہے

یہاں اَنْ تَکُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ کا ترجمہ یوں ہے:۔

کہ تو ملک میں زبردستی اور سینہ زوری کرنے والا بنے۔

۲۸: ۲۰ = اَقْصَا الْمَدِیْنَۃِ۔ اَقْصٰی افعل التفضیل کا صیغہ ہے قُصْوٰی مؤنث قَصَا یَقْصُوْا قَصْوًا وَقَصَاءً (قصی مادہ) دور ہونا۔

= یَسْعٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) دوڑتا ہوا۔ السَّعْیُ تیز چلنے کو کہتے ہیں فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ (۳۷: ۱۰۲) جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا۔ مناسکِ حج میں سَعْی صفا اور مروہ کے درمیان چلنے کے لئے مخصوص ہے۔

یَسْعٰی رَجُلٌ کی صفت ہے یا اس کا حال ہے۔

= اَلْمَلَاُ۔ اسم جمع معرف باللام۔ سرداروں کی جماعت۔

= یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ۔ یَاْتَمِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْتِمَارٌ (افتعال) مصدر۔ امرٌ مادہ۔ باہم مشورہ کرنا۔ اگر اِیْتِمَارٌ کے صلے میں بَاءٌ مذکور ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو کسی کے متعلق باہم مشورہ کرنے اور قصد کرنے کا معنی ہوتا ہے۔

۲۸:۲۱ = خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ۔ ڈرتے ہوئے اور (اپنی گرفتاری کا) کھٹکا و اندیشہ لئے ہوئے (ملاحظہ ہو آیت ۱۸ مذکورہ بالا)
۲۸:۲۲ = تَوَجَّهَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَوَجُّهٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے رُخ کیا۔ اس نے (ادھر کو) منہ کیا۔
= تِلْقَآءَ۔ طرف۔ لِقَاءٌ سے۔ جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ اسم ہے بمعنی ملاقات کرتے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ (۷:۴۷) اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی!
= عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ۔ عسٰی افعال مقاربہ میں سے ہے بمعنی قریب ہے ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔ (ہر دو مؤخر الذکر میں بھی قرب زمانہ کا مفہوم بھی موجود ہے)
یہاں بمعنی توقع ہے۔ امید ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن جلد اول نوع چہلم)
جملہ کے معنی ہوں گے: امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے (سیدھے راستہ کی) راہنمائی کریگا۔
= سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ وسطی راستہ۔ (جو نہ دائیں طرف کو جائے نہ بائیں طرف کو جائے بلکہ درمیانی راستہ جو سیدھا نصب العین کی طرف لیجائے) سیدھا راستہ
۲۸:۲۳ = مَآءَ مَدْيَنَ مضاف مضاف الیہ مَدْيَنَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہے مدین کا پانی۔ یہاں ماء سے مراد ربئر کانوا لیسقون منھا مواشیھم) چاہ (کنواں) ہے جہاں سے وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے تھے۔
= اُمَّةً۔ جماعت۔ انبوہ۔ آدمیوں کا اجتماع۔
= مِنْ دُوْنِهِمُ۔ ان سے ورے۔ ان سے ایک طرف۔ ان سے الگ۔
مِنْ دُوْنِ۔ علاوہ۔ سوا۔
= تَذُوْدٰنِ۔ مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔ وہ دونوں عورتیں روکتی ہیں۔ ہٹاتی ہیں ذَادَ يَذُوْدُ ذَوْدٌ (باب نصر) مطلب کہ اپنے ریوڑ کو ایک طرف روکے ہوئے ہیں
= خَطْبُكُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خَطْبٌ حال۔ معاملہ۔ حقیقت۔ بات۔

اَلْخَطْبُ وَ الْمُخَاطَبَةُ وَالتَّخَاطُبُ۔ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا۔ اسی سے خُطْبَةٌ اور خِطْبَةٌ ہے لیکن خُطْبَةٌ وعظ و نصیحت کے معنوں میں ہے۔ اور خِطْبَةٌ کے معنی نکاح کا پیغام جیسا کہ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (۲: ۲۳۵) اگر تم کنایۃً عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو… تو تم کو کچھ گناہ نہیں۔

اَلْخَطْبُ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت سے تخاطب ہو۔ خُطْبَةٌ تقریر گفتگو مُخَاطَبٌ جس سے گفتگو کی جائے۔ خَطِيْبٌ واعظ۔ تقریر کرنے والا۔

= لَا نَسْقِيْ مضارع نفی جمع متکلم۔ سَقْيٌ مصدر (باب ضرب) ہم نہیں پلاتے ہیں۔

= يُصْدِرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب افعال) اِصْدَارٌ۔ مصدر۔ منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ بعد حتیٰ۔ مَصْدَرٌ کے اصل معنی پانی سے سیر ہو کر واپس لوٹنے کے ہیں باب افعال سے اس کے معنی پانی پلا کر واپس لوٹا لانے کے ہیں۔

حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس لوٹا کر نہیں لے جاتے۔ اس کا مادہ صَدْرٌ ہے اَلصَّدْرُ سینہ کو کہتے ہیں پھر بطور استعارہ ہر چیز کے اعلیٰ حصہ کو (اگلے حصہ کو) صدر کہنے لگے۔ جیسے صدر المجلس۔ رئیس مجلس

نحو کی اصطلاح میں مصدر وہ اسم ہے جس سے تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔

= الرِّعَآءُ۔ الرّاعی کی جمع رَاعِيٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی چرواہا۔ گلہ بان

۲۸: ۲۴ = فَسَقٰى لَهُمَا ای فسقیٰ غنمهما لاجلهما اس نے ان دونوں کی طرف سے ان کے ریوڑ کو پانی پلایا۔

= تَوَلّٰى۔ وہ پھر آیا۔ وہ واپس مڑا۔ اس نے منہ موڑا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّيٌ باب تفعل سے۔ ولی مادہ

= رَبِّ، یا رَبِّیْ۔ اے میرے پروردگار

= فَقِيْرٌ۔ محتاج

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ای رب انی فقیر لما اَنْزَلْتَ اِلَيَّ من خیر۔

فَقِيْرٌ۔ اِنَّ کی خبر ہے مَا موصوف نکرہ اور اس کے بعد کا جملہ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ

مِنْ خَیْرٍ صفت دونوں مل کر متعلق خبر۔
اس آیت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں :۔
۱:۔ لِمَا ۔ یعنی لِاَیِّ شَیْءٍ ۔ یعنی میں تیری ہر اس نعمت کا جو تو مجھے عطا کرے محتاج ہوں (جمہور)
۲:۔ لِمَا میں لام تعلیل کا بھی ہوسکتا ہے اس اعتبار سے معنی ہوں گے ۔
تو نے جو مجھ پر اس قدر انعام کئے ہیں بایں سبب میں تیرے انعامات کا اور محتاج ہو گیا ہوں۔ یعنی ہر انعام جو تو مجھ پر کرتا ہے میری تشنگی کو اور بڑھاتا ہے (شوکانی)
۳:۔ میں واقعی اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف اتاری ہے۔ (ضیاء القرآن)
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کی یہ وجوہات ہوسکتی ہیں :۔
۱:۔ حضرت موسیٰ کا طویل سفر کے بعد بھوکا پیاسا ہونا اور تھکا ماندہ ہونا بالکل قدرتی امر تھا۔ آپ سایہ میں آکر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے رزق کے لئے دعا کی (ماجدی)
۲:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا بھوک اور پیاس کی بے چینی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ فرعون سے نجات پر اظہار شکر کے طور پر تھی ۔
۲۸ : ۲۵ = عَلَی اسْتِحْیَاءٍ ۔ استفعال سے مصدر ہے۔ شرمانا۔ حیا کرنا۔ شرم و حیا سے (چلتی ہوئی) یہ تَمْشِیْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ۔
= لِیَجْزِیَكَ لام تعلیل کا ہے یَجْزِیَ مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ لام تعلیل)۔
جَزٰی یَجْزِیْ (ضرب) جَزَاءٌ مصدر۔ بدلہ دینا۔ جزاء دینا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تاکہ وہ تجھے بدلہ دے (اس کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں)۔
= مَا سَقَیْتَ لَنَا ۔ میں ما مصدریہ بھی ہوسکتا ہے۔ ہمارے لئے (ریوڑ کو) پانی پلانے کا
۲۸ : ۲۶ = یٰاَبَتِ ۔ اے باپ - اَبٌ پر نداء کے وقت تَ زیادہ کر دیتے ہیں ۔
= اِسْتَاْجِرْهُ ۔ اِسْتَاْجِرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِیْجَارٌ (استفعال) اجرٌ مادہ ۔ مزدوری پر نوکر رکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب تو اس کو اجرت پر نوکر رکھ لے ۔
= اِنَّ ...... الْاَمِیْنُ ۔ بے شک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے

جو طاقت ور بھی ہو اور دیانت دار بھی۔

۲۸: ۲۷ = اُنْكِحَكَ۔ اُنْكِحَ مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ۔
اِنْكَاحٌ (افعال) مصدر۔ نکاح میں دینا۔ بیاہ دینا۔
كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (کہ) میں تیرے نکاح میں دے دوں۔

= اِحْدٰی۔ اَحَدٌ کا مؤنث ہے ایک عورت۔

= اِبْنَتَیَّ۔ میری دو بیٹیاں۔ ی متکلم کی ہے۔ اِبْنَتَیَّ اصل میں اِبْنَتَیْنِ تھا۔ اِبْنَةٌ کا تثنیہ۔ یاء متکلم کی طرف اضافت کے سبب نون گر گیا۔ یاء کو یاء میں ادغام کیا اِبْنَتَیَّ ہو گیا۔

= هَاتَیْنِ۔ هَا حرف تنبیہ تَیْنِ اسم اشارہ تثنیہ مؤنث مجرور یہ دونوں عورتیں

= عَلٰی۔ ای عَلٰی شرط (اس شرط) پر۔

= تَاْجُرَنِیْ۔ تَاْجُرَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر حاضر۔
اَجَرَ یَاْجُرُ (نصر) اَجْرٌ مصدر۔ مزدوری دینا۔ یا کسی کی مزدوری کرنا۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم۔ (کہ) تو میری نوکری کرے گا۔

= حِجَجٍ۔ سال۔ برس۔ حِجَّةٌ کی جمع۔

= فَمِنْ عِنْدِكَ۔ پس یہ تمہاری مرضی ہے۔ ای فھو من عِنْدِكَ من طریق التفضل لا من عندی بطریق الالزام۔ یعنی تمہاری طرف سے احسان ہوگا میری طرف سے بطور شرط نہیں ہے۔

= اَشُقَّ۔ شَقَّ یَشُقُّ (نصر) شَقٌّ سے مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ (کہ) میں تکلیف دوں۔ میں مشقت میں ڈالوں۔

۲۸: ۲۸ = قَالَ ذٰلِكَ ...... ای قال موسیٰ

= اَیَّمَا۔ جونسی۔ مَا زائدہ ہے۔

= اَلْاَجَلَیْنِ۔ دو مقررہ مدتیں اَجَلٌ (مقررہ مدت) کا تثنیہ۔

= قَضَیْتُ۔ ماضی واحد متکلم قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) میں پوری کردوں۔ قَضٰی یَقْضِیْ قَضَاءٌ پورا کرنا۔

= لَا عُدْوَانَ عَلَیَّ۔ عُدْوَانَ ظلم و زیادتی۔ عَدَا یَعْدُوْا باب نصر کا مصدر ہے مجھ پر کوئی جبر نہ ہو گا۔

= سَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب سَارَ یَسِیْرُ سَیْرٌ وہ چلا۔ وہ روانہ ہوا۔
= آنَسَ۔ ماضی واحد مذکر غائب آنَسَ یُؤنِسُ اِیْنَاسٌ (افعال) انس مادّہ
آنَسَ الصَّوْتَ آواز سننا۔ آنَسَ الشیءَ کسی چیز کو (دور سے) دیکھنا۔ آنَسَ
الْاَمْرَ۔ کسی بات کو سمجھنا۔ آنَسَ نَارًا۔ اس نے آگ کو (دور سے) دیکھا۔
= اُمْکُثُوْا مَکَثَ یَمْکُثُ (نصر) مَکْثٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
تم ٹھہرے رہو۔ تم ٹھہرو۔
= لَعَلِّیْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم۔ لَعَلَّ کا اسم۔ شاید میں
توقع ہے کہ میں۔ امید ہے کہ میں۔ لیکن جب اس کا استعمال اللّٰہ کے ساتھ ہو تو معنی
میں قطعیت آجاتی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی لینا صحیح
نہیں ہیں۔
= جَذْوَۃٍ۔ ای لعلی اٰتِیْکُمْ بِجَذْوَۃٍ۔ شاید کوئی چنگاری تمہارے پاس
لے آؤں۔ جَذْوَۃٌ جلنے اور شعلہ ختم ہونے کے بعد جو ایندھن باقی رہ جاتا ہے اسے
جذوۃ کہا جاتا ہے ما بقی من الحطب بعد الالتہاب۔ یا وہ لکڑی جس پر
شعلہ نہ ہو لیکن آگ ہو۔
= لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ شاید تم تاپ سکو۔ تاکہ تم سینک سکو۔
= تَصْطَلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِصْطِلَاءٌ (افتعال) مصدر آگ تاپنا
باب افتعال کے فا کلمہ میں اگر ص، ض، ط، ظ واقع ہوں تو تاء کو طاء سے بدل دیتے
ہیں۔ جیسے اصطبر صبر کرنا، واِضْطَرَبَ (بے چین ہونا۔ اور اِصْطَلٰی (آگ تاپنا۔
صلی مادہ صَلٰی یصلی (ضرب) صلیٌ۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلِیَ یَصْلٰی (باب سمع)
صَلِیٌّ وصُلِیٌّ وصِلِیٌّ آگ میں جلنا۔
۲۹:۳۰ = اٰتٰھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔
= نُوْدِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر۔
اس کو پکارا گیا۔ نَادٰی یُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ۔ نِدَاءٌ۔
= شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ۔ الواد الایمن موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ
شَاطِئٌ۔ کنارہ (جمع شَوَاطِئُ) دائیں جانب کی وادی کے ایک کنارہ سے (اسے پکارا
گیا) یا شاطئ الواد (وادی کا کنارہ) مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف اور الایمن

، صفت، وادی کے بائیں کنارہ سے (اسے پکارا گیا)

= اَلْبُقْعَةِ ۔ زمین ۔ قطعہ زمین ۔ بِقَاعٌ و بُقَعٌ ۔ جمع ۔ البقعة المبٰرکة ۔ مبارک اس لئے کردہ بقعہ آیات اللہ و انوار الٰہی کے اظہار کے لئے مخصوص ہوا ۔ موضع حال میں ہے شَاطِئِ سے

= مِنَ الشَّجَرَةِ ۔ بدل اشتمال ہے کیونکہ درخت وادی کے اسی کنارہ میں واقع تھا

اب من شاطئ الواد الايمن فی البقعة المبٰرکة من الشجرة کی صورت یوں ہوئی ۔ کہ حضرت موسیٰ کو ان کی دائیں جانب کی وادی کے ایک کنارہ سے آواز آئی اس وادی کے ایک مبارک قطعہ اراضی سے ایک درخت میں سے جو اس وادی کے قطعہ مبارک میں واقع تھا ۔

= اَنْ ۔ مفسرہ ہے ۔ کہ

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ اس کا عطف اَنْ يّٰمُوْسٰى پر ہے ۔ اور یہ کہ ۔

۲۸ : ۳۱ = اَلْقِ ۔ اِلْقَاءٌ (افعال) سے فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈال دے ۔ تو (نیچے) پھینک دے ۔ اِلْقَاءٌ کے اصل معنی کسی شی کو اس طرح ڈالنے کے ہیں کہ نظر آتی رہے ۔ پھر عرف عام میں اس کا استعمال ہر طرح کے ڈالنے کے متعلق ہونے لگا ۔ عَصَاكَ تیرا عصا ۔ (عصو مادہ) تیری لاٹھی ۔ اپنی لاٹھی ۔

= فَلَمَّا رَاٰهَا ۔ اس سے قبل جملہ محذوف ہے ای فالقٰها فصارت حيّة تهتزّ ۔ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ ۔ یعنی اس نے حکم خداوندی کی تعمیل میں عصا نیچے ڈال دیا تو وہ ایک سانپ کی شکل اختیار کر گیا اور سانپ کی طرح لہرانے لگا (جھومنے لگا) رَاٰهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع عصا ہے ۔

= تَهْتَزُّ مضارع واحد مؤنث غائب اِهْتِزَازٌ افتعال ۔ الھزّ کے معنی کسی چیز کو ہلانے کے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹ : ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ ۔ اھتزاز (افتعال) کے معنی جھومنے ۔ بل کھانے اور شادابی اور تروتازگی کی وجہ سے درخت کے ہلنے اور حرکت کرنے کے ہیں ۔ مثلاً کہتے ہیں اھتزت النبات سبزہ لہلہانے لگا ۔ تَهْتَزُّ وہ ہلتی ہے وہ بل کھاتی ہے ۔ یعنی حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ ان کا عصا سانپ کی مانند جھوم رہا ہے اور بل کھا رہا ہے ۔

= كَاَنَّهَا ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھا ضمیر واحد مؤنث غائب كَاَنَّ کا اسم گو یا وہ ۔

= جَآنٌّ ۔ ایک قسم کا سانپ ۔ پتلا۔ باریک سانپ،
= وَلّٰی ۔ ماضی، واحد مذکر غائب تولیۃ (تفعیل) مصدر۔ منہ موڑ بیٹھ دے کر بھاگا۔
= مُدْبِرًا ۔ ولّٰی کی ضمیر فاعل کا حال ہے ۔ پیٹھ موڑ کر بھاگنے والا۔
اِدْبَارٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ دُبُرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں جو قبل کی ضد ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (۸: ۱۵) تم ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔
= لَمْ يُعَقِّبْ ۔ مضارع نفی حجد بلم صیغہ واحد مذکر غائب تعقیبٌ (تفعیل) مصدر عقبٌ مادہ۔ بمعنی ایڑی ۔ اعقابٌ جمع قرآن مجید میں ہے وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا (۶: ۷۱) توکیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔ لَمْ يُعَقِّبْ ۔ وہ پیچھے نہ مڑا ۔ اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔
= يٰمُوْسٰى ۔ سے قبل نودی یا قیل مقدر ہے۔
= اَقْبِلْ ۔ تو آگے آ۔ اقبال افعال سے جس کے معنی آگے آنے متوجہ ہوتے یا رخ کرنے کے ہیں ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
= اٰمِنِيْنَ ۔ اٰمِنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب وجر۔ امن والوں میں سے محفوظ ۔ امن و امان میں۔

۲۸: ۳۲ = اُسْلُكْ فعل امر واحد مذکر حاضر سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر۔ السُّلُوْكُ کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں ۔ یہ فعل متعدی (بمعنی اَسْلَكَ) بھی استعمال ہوتا ہے، پہلے معنی میں فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۔ (۱۶: ۶۹) اور اپنے پروردگار کے راستوں پر بے روک ٹوک چلی جا۔
دوسرے معنی میں مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴: ۴۲) تم کو دوزخ میں کونسی بات لے آئی؟ پھر یہ داخل ہونے یا داخل کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً سَلَكْتُ المكان ۔ مکان میں داخل ہونا۔ اور فَاسْلُكْ فِيْهَا (۲۳: ۲۷) تو اس میں (یعنی کشتی میں) بٹھالے یا داخل کرلے ۔ اس دوسرے معنی میں ہی اُسْلُكْ يَدَكَ ہے تو اپنے ہاتھ کو داخل کریا ڈال۔
= جَيْبِكَ مضاف مضاف الیہ، تیرا گریبان اور جَيْبُ الثَّوْبِ قمیص کی وہ جیب جس میں نقدی وغیرہ رکھتے ہیں ۔ مجازاً سینہ کو بھی جیب کہا جاتا ہے اور اس کی جمع جُيُوْبٌ آتی ہے مثلاً وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (۲۴: ۳۱) ان کو چاہئے کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھ لیں۔

= تَخْرُجْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔
(تو) وہ نکلے گا (یعنی تیرا ہاتھ)
= بَیْضَاءَ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث اَبْیَضُ واحد مذکر اور بِیْضٌ جمع (مذکر مؤنث دونوں کی) سفید۔
= بِغَیْرِ سُوْٓءٍ۔ بغیر کسی مرض کے۔ بغیر کسی گزند کے۔ بلا عیب۔ بلا تکلیف۔
= اُضْمُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر ضَمٌّ مصدر (باب نصر) تو ملا۔ تو ملالے۔ اَلضَّمُّ کے معنی دو یا دو چیزوں سے زیادہ کو باہم ملادینے کے ہیں۔
= اِلَیْكَ۔ تیری طرف۔ اپنی طرف۔
= جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے:
(۱) پرندے کا پر مثلاً وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ (۶: ۳۸) اور نہ پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے
(۲) کسی شئی کی جانب یا پہلو۔ انسان کے دونوں پہلوؤں کو جَنَاحَا الْاِنْسَانِ کہتے ہیں اور لشکر کے دونوں جانب کو جناحا العسکر کہا جاتا ہے۔
(۳) بازو۔ اگرچہ بازو جسم کا وہ حصہ ہے جو کہنی اور کندھے کے درمیان ہے لیکن عموماً اس کو کندھے سے لے کر ہاتھ تک کے سارے حصے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ (آیت ہذا) اور اپنے بازو کو اپنی طرف ملالے۔
= مِنَ الرَّهْبِ ای لدفع الرّھب خوف سے بچنے کے لئے۔ خوف کو دور رکھنے کے لئے۔ الرھبُ، رَهِبَ یَرْهَبُ سمع کا مصدر ہے جس کے معنی ڈرنے کے ہیں۔ رَهْبٌ رَهْبٌ ورَهْبَةٌ ورُهْبَانٌ مصادر ہیں۔
وَاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ کی تعبیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔
(۱) عصا کو اژدہا کی شکل میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہوگئے تھے اور اپنے ہاتھ کو سفید دیکھ کر بھی۔ ارشاد ہوا کہ تم اپنا بازو اپنے پہلو کے ساتھ بھینچ لو۔ ایک تو تمہارا خوف دل سے دور ہو جائے گا اور دوئم تمہارا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔ اس کی یہ تفسیر چنداں قابل تسلیم نہیں ہے۔
اولاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا کو سانپ کی شکل میں پاکر گھبرا گئے تھے تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو مت تم ہر خطرہ سے محفوظ ہو تو اس کے بعد نبی کا دوبارہ اسی بات سے

ڈرنا بعید از قیاس ہے۔ باقی رہا ہاتھ کا منور ہونا تو یہ کسی خوف کا باعث نہ تھا کیونکہ ہاتھ کا منور ہونا کسی مرض کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ تو آفتاب کی مانند روشن اور تاباں ہو جاتا تھا جس سے ہاتھ کا حسن کئی گنا زیادہ ہو جاتا تھا اور یہ امر ڈرنے کا سبب نہیں ہو سکتا۔

(۲) حکم خداوندی ہے کہ جب بھی کبھی تمہیں ایسی صورت پیش آئے کہ کسی وجہ سے دل پر ڈر اور خوف، دہشت وغیرہ کا اثر محسوس کرو تو اپنے ہاتھ کو اپنے پہلوؤں سے ملا لیا کرو اس سے نہ صرف ڈر اور خوف دور ہو جائے گا اور دل کو تقویت ہوگی! بلکہ دشمن محسوس ہی نہ کر سکیگا کہ پیغمبر خدا کسی ڈر اور خوف سے متاثر ہے کیونکہ انسان کا سیدھا کھڑا ہونا اور بازوؤں کو پہلوؤں کے ساتھ ملا لینا عموماً یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان نہایت دلجمعی کی حالت میں ہے۔

(۳) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کبھی ظلم کا مقابلہ کرنے کے دوران خوف و دہشت کی حالت ہو تو استقلال اور ثابت قدمی سے کام لیا کرو۔

= فَذٰنِكَ۔ یعنی یہ دو۔ ذَانِ۔ ذا کا تثنیہ ہے اسماء اشارہ میں سے ہے اور كَ ضمیر خطاب ہے۔

= اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۔ ای فَاذْهَبْ اِلٰى فرعون وملائه پس تم جاؤ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس یہ دونوں روشن دلیلیں لے کر۔

= قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۔ موصوف و صفت بحالت نصب بوجہ خبر كَانُوا۔

فٰسِقِيْنَ فاسق کی جمع ہے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَسَقَ يَفْسِقُ (ضرب) وفَسَقَ يَفْسُقُ (نصر) سے فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فاسق بدکردار۔ راستی سے نکل جانیوالا یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے والا۔

فسوقٌ لفظی ترجمہ ہے کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا۔ اصطلاح شریعت میں فسق کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔

۲۸: ۳۴ = اَفْصَحُ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ فصیح۔ فَصَحَ کے معنی ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہونا۔ افصح منی لسانًا وہ مجھ سے گفتگو میں زیادہ فصیح ہے۔ لسانًا تمیز ہے افصح کی)

= رِدْاً ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَرْدَاءٌ جمع۔ ردءٌ مادہ۔ الرِّدْءُ جو دوسرے کا مددگار بن کر اس کے تابع ہو۔ فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْٓ اس کو مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ میری تصدیق کرے۔ یعنی اظہار حق کے لئے۔ وضاحت کلام کے لئے۔

کفار کے ساتھ مناظرہ ومجادلہ کے لئے روانیٔ بیان اور فصاحتِ بیان کی ضرورت پڑے گی اور اس میں وہ میری مدد کرے گا (یعنی ہارون علیہ السلام) اور حق کی تصدیق کو واضح کرے گا اور کفار کی تکذیب کو رد کرے گا۔

رِدْءٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس کا سہارا لیا جائے رَدَأَ یَرْدَءُ (فتح) رَدْءُ الرَّجُلَ۔ کسی کی مدد کرنا۔

= یُصَدِّقُنِیْ۔ یُصَدِّقُ مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب تفعیل) نونِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ وہ میری مدد کرے گا۔

بعض نے اَرْسِلْہُ کا معنی کیا ہے۔ کہ اس کو (بھی) رسول بنا دیجئے وَحِیَ میرے ساتھ

= یُکَذِّبُوْنِ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تکذیب (تفعیل) مصدر۔ نون وقایہ و ضمیر متکلم محذوف ای یُکَذِّبُوْنِیْ۔ وہ مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ وہ میری تکذیب کریں گے۔

۲۸:۳۵ = سَنَشُدُّ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے نَشُدُّ مضارع جمع متکلم شَدٌّ مصدر (باب نصر) ہم مضبوط کر دیں گے۔ شِدَّۃٌ مضبوطی۔ قوت جو کسی چیز میں ہو مثلاً گرہ کی مضبوطی۔ بدن کی قوت۔ گرمی کی شدت۔ عذاب کی سختی وغیرہ

= سُلْطَانًا۔ قوت، غلبہ، شوکت، سند۔ حجت۔ برہان۔ حکومت۔

= لَا یَصِلُوْنَ۔ مضارع منفی۔ جمع مذکر غائب وَصْلٌ (باب ضرب) وہ نہیں پہنچیں گے ای لا یصلون الیکما باستیلاءٍ او محاجۃ۔ یعنی نہ وہ تم پر غلبہ پا سکیں گے اور نہ تمہارے خلاف مباحثے میں فوقیت حاصل کر سکیں گے۔

= بِاٰیٰتِنَا۔ متعلق بمحذوف ای اذھبا باٰیٰتِنَا تم دونوں ہمارے نشانوں کے ساتھ (فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ (تم اور تمہارے پیروکار غالب رہیں گے)

۲۸:۳۶ = بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ۔ ب حرف جر۔ اٰیٰتِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَیِّنٰتٍ صفت آیات کی۔ جَآءَ بِ لے کر آیا۔ ہماری روشن اور واضح نشانیاں لے کر آیا۔

= مَا ھٰذَآ میں مَا نافیہ ہے۔

= سِحْرٌ۔ موصوف صفت، مُفْتَرًی۔ اسم مفعول افتراءٌ (افتعال) مصدر خود ساختہ۔ گھڑا ہوا (جھوٹ) سحر تختلقہ لم یفعل قبلہ مثلہ۔ جھوٹ جو گھڑا گیا ہو اور قبل ازیں اس جیسا عمل میں نہ لایا گیا ہو

== بِهٰذَا ۔ میں باء زائدہ ہے ہٰذَا سے مراد یا جادو ہے (جو نام انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیا) یا اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ نبوت ہے یہ سَمِعْنَا کا مفعول ہے۔

== فِیْ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۔ فی بمعنی واقعاً فی ایام ہم (ان کے وقتوں میں وقوع پذیر ہونے والا۔ اٰبَآئِنَا ۔ مضاف مضاف الیہ الاولین آباء کی صفت۔

عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ما سمعنا بھذا کائنا او واقعاً فی ایام اٰبائنا الاولین

ہم نے اپنے پہلے آباء و اجداد کے زمانہ میں ایسی کوئی بات وقوع پذیر ہوتے نہیں سنی۔

۲۸ : ۳۷ == عَاقِبَةُ ۔ انجام کار۔ اختتام۔ اخیر۔ الدَّار کی الدنیا۔ یہاں عاقبۃ سے مراد عاقبت محمودہ ہے یعنی کسی کی دنیاوی زندگی کا اخیر بہتر ہوتا ہے کہ اسے قیامت میں جنت نصیب ہو۔

== اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ میں انہٗ کی ضمیر ضمیر شان کی ہے۔ اور شان یہ ہے کہ ظالم (کبھی) فلاح نہیں پاتے۔ بے شک بات یہ ہے کہ ظالم بامراد نہیں ہوتے۔

۲۸ : ۳۸ == اَوْقِدْ ۔ فعل امر واحد مذکر تو آگ جلا۔ تو آگ سلگا۔ تو آگ روشن کر۔ اِیْقَادٌ افعال۔ مصدر وقودٌ۔ ایندھن کی لکڑیاں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اے ہامان میرے لئے مٹی پر آگ جلاؤ۔ اور اینٹیں پکاؤ۔

صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ ۔ صَرْحًا ۔ بلند، منقش و مزین مکان (جو ہر عیب سے پاک ہو) اس لئے لَبَنٌ صَرِیْحٌ خالص دودھ کو کہتے ہیں جس میں پانی کی ملاوٹ نہ ہو۔

لَعَلِّیْٓ ۔ تاکہ میں۔ شاید کہ میں لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم

== اَطَّلِعُ اِلٰی ۔ اَصْعَدُ اِلٰی ۔ میں چڑھ جاؤں (موسیٰ کے خدا کی طرف)

یعنی اوپر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں۔

اِطَّلَعَ یَطَّلِعُ اِطِّلَاعٌ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر متکلم۔ میں جھانکوں۔ میں اطلاع پاؤں۔

۲۸ : ۴۰ == فَنَبَذْنٰهُمْ ۔ ف تعقیب کی ہے نَبَذْنَا ماضی جمع متکلم النبذ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں کسی چیز کو درخور اعتنار نہ سمجھ کر پھینک دینے کے ہیں مثلاً نَبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ (۲ : ۱۰۰) تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو (بے قدر چیز کی طرح) پھینک دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع فرعون اور اس کی

فوج ہے پس ہم نے ان کو پھینک دیا۔
= اَلْیَمِّ۔ دریا۔ سمندر۔
۲۸ : ۴۱ = اَئِمَّةً۔ پیشوا۔ رہنما۔ قائدین۔ اَمَامٌ کی جمع جس کا معنی ہے وہ جس کی اقتدار کی جائے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۸ : ۵)
۲۸ : ۴۲ = اَتْبَعْنٰھُمْ۔ اَتْبَعْنَا ماضی جمع متکلم۔ اِتْبَاعٌ افعال سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کے پیچھے لگا دیا (لعنت کو)
= اَلْمَقْبُوْحِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور المقبوح واحد۔ قبح مادہ قَبَاحَةٌ مصدر لازم باب کرم سے۔ وقَبْحٌ مصدر (متعدی) باب فتح سے قُبْحٌ ایسی حالت اور شکل جس کو دیکھنے سے آنکھوں کو نفرت اور طبیعت کو کراہت ہو۔ قبیح عمل قبیح صورت بمعنی بدعمل۔ بدصورت۔
۲۸ : ۴۳ = مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَھْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی۔ بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کر دیا تھا پہلی قوموں کو (یعنی قوم نوح۔ قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط وغیرہم)
= الْكِتٰبَ سے مراد توریت ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی تھی۔
= بَصَآئِرَ۔ بَصِیْرَةٌ کی جمع ہے۔ بمعنی بینائی۔ لیکن اس کا استعمال صرف دل کی بینائی کے متعلق ہوتا ہے یعنی دل کی وہ روشنی جس سے انسانی طاقت کے مطابق اشیاء کی حقیقت پر آگاہی ہوتی ہے۔
= لِلنَّاسِ۔ النَّاسِ سے مراد یہاں بنی اسرائیل ہے۔
ف: بَصَآئِرَ۔ ھُدًی۔ وَرَحْمَةً۔ اَلْكِتٰبُ سے حال ہیں۔ اور اَلْكِتٰبُ ذوالحال۔
= یَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ تَفَعُّلٌ مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (تاکہ) وہ نصیحت پکڑیں۔
۲۸ : ۴۴ = وَمَا كُنْتَ ...... یہاں قرآن مجید کے من جانب اللہ وحی ہونے کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے من جانب اللہ رسول ہونے کے دلائل دیئے جا رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے یہ جو آپ نے اپنے مخاطبین کو حضرت موسیٰ کے ساتھ بیتے ہوئے واقعات جن کو وقوع پذیر ہوئے مدت مدید و عرصہ بعید گذر چکا ہے بیان کئے ہیں کیا اس امر کی دلیل نہیں ہیں کہ آپ کے پاس ان کے علم کا ذریعہ بجز وحی کے اور کوئی نہیں ہے اور آپ پر وحی کا نازل ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ

فرستادۂ رب جلیل ہیں۔
یہاں تین باتیں بطور دلیل پیش کی گئی ہیں۔
(۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے گئے آپ نہ وہاں موجود تھے اور نہ ہی شاہدین میں سے تھے۔
(۲) جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) مدین میں تھے اور جو ان کے ساتھ وہاں گذرا آپ وہاں مقیم نہ تھے۔
(۳) جب کوہ طور پر ربّ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی آپ وہاں نہ تھے لیکن اب جب وحی کے ذریعہ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے مع تفصیلات مبنی برحق کھول کھول کر اپنے مخاطبین کو سنا دیں۔
وحی کے ثبوت میں قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ ایسے دلائل موجود ہیں مثلاً:۔
(۱) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ...... (۳:۴۴) یہ واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپ پر ان کی وحی کر رہے ہیں۔
(۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ..... (۱۱:۴۹)
(۳) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ...... (۱۲:۱۰۲)
(۴) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ ...... (۱۱:۱۰۰)
یہ ان بستیوں کی بعض خبریں تھیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں
== وَمَا كُنْتَ۔ ای وَمَا كُنْتَ حَاضِرًا۔ تو حاضر نہ تھا۔ تو موجود نہ تھا۔ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
== بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مغرب والی سمت۔ غربی جانب، یہ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت کی مثال ہے۔ جیسے مسجد الجامع۔ اصل میں الجانب الغربي تھا۔ یا موصوف محذوف ہے۔ اور صفت کو اس کا قائم مقام لایا گیا ہے اصل میں بِجَانِبِ الْمَكَانِ الْغَرْبِیِّ تھا۔
یہاں مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو تورات کی تختیاں دی گئیں تھیں۔
== قَضَیْنَاۤ اِلٰى... ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِلٰی کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے بھیجا تھا۔ ہم نے پہنچایا تھا۔ ہم نے دیا تھا۔ قَضٰی اِلَیْهِ الْاَمْرَ معاملہ کسی تک پہنچانا۔ آیت ہذا میں الْاَمْرَ سے مراد توریت ہے یا نبوّت؛

= الشّٰھِدِیْنَ ۔ گواہ۔ شہادت دینے والے۔ دیکھنے والے۔ مشاہدہ کرنے والے۔ بچشم خود دیکھنے والے۔ اشارہ بیان ان ستر لوگوں کی طرف ہے جو حضرت موسیٰ کے ہمراہ کوہ طور پر گئے تھے۔ سورۃ الاعراف میں ان کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا (۷ : ۱۵۵) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے ستر مرد انتخاب کئے ہمارے وقت (وعدہ) یا جائے موعود کے لئے۔

۲۸ : ۴۵ = اَنْشَاْنَا ۔ ماضی جمع متکلم اَنْشَاَ یُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (افعال) سے بمعنی پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا۔ ن ش ء مادہ

= قُرُوْنًا ۔ جمع نکرہ بحالت نصب قَرْنٌ واحد۔ قومیں۔

اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا ای خلقنا بین زمانک و زمان موسٰی قرونًا کثیرۃ ہم نے تمہارے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مابین کئی قومیں پیدا کیں!

= فَتَطَاوَلَ ۔ میں فَ تعقیب کی ہے تَطَاوَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ طول مادہ۔ (باب تفاعل۔ درازی یا وسعت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ فَتَطَاوَلَ عَلَیْھِمُ الْعُمُرُ ۔ پھر ان پر لمبا عرصہ گذر گیا۔ (العمر زندگی۔ عمر) اسی معنی میں باب نصر سے اور جگہ آیا ہے فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ (۵۷ : ۱۶) پھر ان پر لمبا عرصہ گذر گیا۔

= ثَاوِیًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر مَاکُنْتَ ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثَوَاءٌ ۔ ثُوِیٌّ مصدر۔ ثوی المکان وفیہ وبہ ۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ آباد ہونا۔ قیام کرنا۔ المثوٰی ۔ قیام کرنے کی جگہ یا ٹھہرنے کی جگہ۔ منزل۔ ثَاوِیًا مقیم۔ آباد قیام پذیر۔

= تَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا ۔ (کہ) ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہوں یہ جملہ یا ثَاوِیًا کی ضمیر فاعل سے حال ہے یا کُنْتَ کی خبر ثانی ہے۔

= وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۔ لیکن بھیجنے والے ہم ہی تھے۔

اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ مگر اس وقت کی یہ خبریں) بھیجنے والے ہم ہیں۔ (تفہیم القرآن)

۲:۔ لیکن ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے تھے۔ (ضیاء القرآن)

۳:۔ لیکن ہم آپ ہی کو رسول بنانے والے تھے۔ (تفسیر الماجدی)

۴:۔ لیکن ہم ہی رسول بھیجتے رہے۔ (تفسیر حقانی)

(۵) لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں۔ (بیان القرآن)
(۶) لیکن ہم ہی ہیں جو رسولوں کو وحی کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ (عبد اللہ یوسف علی)
(۷) لیکن ہم ہی لوگوں کے پاس رسول بھیجتے رہے۔ (یکتاال)
(۸) ولکنا ارسلناك واخبرناك بها وعلمناكها۔ (الکشاف، مدارک التنزیل)
لیکن ہم نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان (ایتنا) کی خبر تم کو دی اور ان کا علم تم کو عطا کیا۔
(۹) ایاك ومخبرین لك بها (بیضاوی) اور ہم ہی تجھے (رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں) اور ان (ایات) کی تم کو خبر دینے والوں کو بھیجنے والے ہیں۔

۲۸: ۴۶ = وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ ای رحمك ربك رحمۃ بارسالك والوحی الیك واطلاعك علی الاخبار الغائبۃ۔ تمہیں پیغمبر بنا کر بھیج کر اور تم پر وحی ارسال کر کے اور غیب کی خبروں سے مطلع کر کے اپنی (خصوصی) رحمت سے نوازا ہے۔

رحمۃً بوجہ فعل محذوف کے مصدر کے منصوب ہے ای رحمك رحمۃً۔

= لِتُنْذِرَ۔ میں لام تعلیل کا ہے تُنْذِرَ واحد مذکر حاضر مضارع۔ تاکہ تو ڈراوے اِنْذَارٌ۔ انعال۔ مصدر۔

۲۸: ۴۷ = لَوْلَا۔ کیوں نہ، امتناعیہ ہے۔ لَوْ حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے، اس کا جواب محذوف ہے، جواب کبھی شرط کے بعد آتا ہے مثلاً لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا (۲۸: ۸۲) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں گاڑ دیتا۔
اور کبھی جواب شرط سے قبل بھی آتا ہے مثلاً وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۱۲: ۲۴) اس عورت نے اس کا قصد کیا اور وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتا اگر اس نے اپنے پروردگار کی دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔
آیت ہذا میں بھی لَوْ لَآ امتناعیہ ہے اور جواب لَوْ لَآ محذوف ہے جو اس سے قبل ہے، ای مَا ارسلناك الیهم لَوْ لَآ .... ہم تجھے ان کی طرف نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ....
= اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔

== بِمَا: یہاں ب سببیہ ہے اور ما موصولہ۔

وَلَوْلَآ ... اَنْ تُصِيْبَهُمْ ... (ترجمہ: ہم تجھ کو ان کی طرف نہ بھیجتے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر اپنی ہی کرتوتوں کے باعث مصیبت آئے تو یہ لوگ پکار اٹھیں ....

== فَيَقُوْلُوْا۔ میں ف عاطفہ ہے۔

== لَوْلَآ۔ یہاں لَوْلَا تحضیضیہ ہے یعنی کسی فعل پر سختی سے ابھارنا یا نرمی سے کسی کام کا طلب کرنا۔ مؤخرالذکر کو عرض بھی کہتے ہیں یہاں آیت ہذا میں عرض مراد ہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار کیوں نہ تو نے ہمارے پاس کوئی رسول بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوتے۔

تحضیض کی مثال: لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۷: ۴۶) تم لوگ اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے شاید کہ تم پر رحم کر دیا جائے۔

۲۸: ۴۸ == اَلْحَقُّ۔ القرآن۔ الامر الحق۔ امر حق

== اُوْتِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔ وہ دیا گیا۔

== سِحْرَانِ۔ سحرٌ واحد کا تثنیہ۔ دو جادو۔ مراد ہے ذَوَا سِحْرٍ دو جادو (کا علم رکھنے والے) دو جادوگر۔ یا جادو کا وصف رکھنے والوں کو مبالغہ کے طور پر بنفسہٖ جادو کہہ دیا۔ یعنی دونوں مجسم جادو تھے۔

یعنون ما اوتی نبینا و ما اوتی موسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام سحران۔ یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا اور جو حضرت موسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ملا ہر دو کو وہ جادو سے تشبیہ دیتے ہیں (یعنی قرآن اور تورات کو)

== تَظَاهَرَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ وہ دونوں آپس میں موافق ہوئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے تَظَاهُرٌ (تفاعل) سے بمعنی باہم معاونت کرنا۔ ہم پشت ہونا۔ ای تعاونا بتصدیق کل واحد منہما الاٰخر وتائیدہ ایاہ۔ یعنی ایک دوسرے کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

== بِكُلٍّ یعنی ہر دو کتابوں سے۔ قرآن سے اور تورات سے۔

۲۸: ۴۹ == اَتَّبِعْهُ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ صیغہ واحد متکلم۔ میں اس کی پیروی کروں اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔

۲۸: ۵۰ = لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم، صیغہ جمع مذکر غائب اِسْتِجَابَةٌ استفعال۔ مصدر۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا۔ پھر اگر وہ (لوگ) تجھے جواب نہ دیں۔ یا ایسا نہ کر سکیں۔ یا آپ کے چیلنج قبول نہ کریں۔
= اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ بے راہ۔ زیادہ گمراہ۔ ضَلَالٌ مصدر
= مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِن اور مَن سے۔ اس سے جو۔
۲۸: ۵۱ = لَقَدْ وَصَّلْنَا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ قَدْ تحقیق کے معنوں میں ہے یا ماضی قریب کے لئے وَصَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَوْصِيْلٌ (تفعیل) سے وَصْل کے معنی ملانے کے ہیں۔ لیکن باب تفعیل سے اس کے معنی رسی کے مختلف ٹکڑوں کو آپس میں جوڑنے کے ہیں لہٰذا وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ کے معنی ہوئے کہ ہم پے درپے اپنا کلام ان کی طرف بھیجتے ہے اَلْقَوْلَ سے مراد یہاں قرآن مجید ہے جو حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمتِ خداوندی کے مطابق وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔
لَهُمْ۔ لَعَلَّهُمْ اور يَتَذَكَّرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔ جو اس وقت موجود تھے۔
= لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ ایمان لاویں۔
۲۸: ۵۲ = اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے (قرآن سے پہلے) کتاب دے رکھی تھی۔
اس سے کون لوگ مراد ہیں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
(۱) بعض کے نزدیک اس سے مراد حبشہ کا وہ وفد جسے حبشہ کے نجاشی نے اسلام کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ انہوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ گفتگو اسلام کے بارہ میں سنی اور کلام الٰہی بھی آپ کی زبان مبارک سے سماعت کیا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ مسلمان ہو گئے۔
(۲) بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک یہودیوں کا وفد تھا۔
(۳) بعض کے نزدیک یہ اہل انجیل میں سے ایک گروہ تھا۔ اور بعض نے اور نام لئے ہیں لیکن اس بارہ میں امام رازی رحمہ اللہ کا قول بہت ہی جامع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی خصوصی سبب نزول سے کیا ہوتا ہے اعتبار تو عموم عبارت کا کیا جائے گا پس جس کسی میں بھی یہ صفات پائی جائیں گی وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہوگا۔

الکتٰب سے مراد توریت۔ زبور انجیل یا دیگر صحائف آسمانی ہیں من قبلہ
ہ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کی طرف راجع ہے۔
= بہٖ۔ ای بالقرآن۔ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ۔ وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں
۲۸: ۵۳ = یُتْلٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس میں مفعول مالم یسم فاعلہ القرآن ہے وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْہِمْ اور جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے۔
= مُسْلِمِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُسْلِمٌ واحد منصوب بوجہ خبر کنّا۔ ماننے والے فرماں بردار ہر وہ شخص جو توحید الٰہی اور سلسلۂ وحی کا قائل ہو اس کو مسلم کہا جا سکتا ہے
۲۸: ۵۴ = یُؤْتَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ایتاءٌ (افعال) مصدر وہ دیئے جائیں گے۔ ان کو دیا جائے گا۔ اتی مادہ
= مَرَّتَیْنِ۔ دو مرتبہ ای مرۃ علی ایمانہم بکتابھم ومرۃ علی ایمانہم بالقرآن ایک اجر ان کی اپنی کتاب پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر قرآن پر ایمان لانیکا
= بِمَا میں ب سببیہ ہے بِمَا صَبَرُوْا بوجہ اس امر کے کہ انہوں نے صبر کیا۔
بہ سبب ان کے صبر کرنے کے۔ یعنی بسبب اس صبر و ثابت قدمی کے جو انہوں نے توراۃ و قرآن پر ایمان رکھنے میں۔ یا قرآن پر اس کے نزول سے قبل و نزول کے بعد ایمان رکھنے میں یا مشرکین اور ان کے ہم مذہب اہل کتاب کی ایذا دہی پر دکھائی۔
= یَدْرَءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَرْءٌ مصدر (باب فتح) وہ دور کرتے ہیں وہ دفع کرتے ہیں۔ وہ دفعیہ کرتے ہیں۔ الدَّرْءُ کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہو جانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَوَّمْتُ دَرْءَہٗ میں نے اس کی کجی کو درست کر دیا اور دَرَءْتُ عَنْہُ میں نے اس سے دفع کیا۔
یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وہ نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں یا بدی کا نیکی کے ساتھ دفعیہ کرتے ہیں یا بدی کا توڑ نیکی سے کرتے ہیں۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَیَدْرَءُ عَنْہَا الْعَذَابَ اور عورت کو سزا سے یہ بات ٹال سکتی ہے۔
۲۸: ۵۵ = سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ مقصود اس پورے فقرہ سے سلامت روی کا اظہار ہے یہ نہیں کہ اپنے مخالفین کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ یہ سلام متارکت و علیحدگی کے لئے ہے سلام متعارف مراد نہیں۔

۲۸: ۵۵ = لَا نَبْتَغِیْ مضارع منفی جمع متکلم ابتغاء افتعال مصدر لبغی مادہ ہم نہیں چاہتے (جاہلوں سے الجھنا)

۲۸: ۵۷ = نَتَّبِعْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ جمع متکلم۔ (اگر) ہم پیروی کریں۔

= نُتَخَطَّفْ۔ مضارع مجہول مجزوم بوجہ جواب شرط تَخَطُّفٌ تَفَعُّلٌ مصدر ہم کو اچک لیا جائے گا۔ یعنی لوٹ لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

خَطَفَ یَخْطِفُ (ضرب) وخَطِفَ یَخْطَفُ (سمع) خَطْفَۃٌ مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو جلدی سے اچک لینا۔ جیسے تَخْطَفُہُ الطَّیْرُ (۲۲: ۳۱) پھر اس کو پرندے اچک لے جادیں۔

= اَوَ لَمْ نُمَکِّنْ۔ ہمزہ استفہامیہ واؤ عطف کا ہے لم نمکن مضارع منفی نفی جحد بلم۔ کیا ہم نے جگہ نہیں دی۔ تمکین تفعیل مصدر جس کے لغوی معنی ہیں کسی کو ایسی جگہ دینا کہ وہ اس میں حماؤ کر سکے۔ توسیع استعمال کے بعد مجازاً حکومت، اور قدرت دینے کا معنی ہوگیا۔

= حَرَمًا اٰمِنًا۔ موصوف وصفت خطۂ حرم جو پُرامن ہے۔

خطۂ حرم کی حدود۔ علامہ ابن ملقن کے قول کے مطابق یہ ہیں:۔

مدینہ کی جانب سے تین میل۔ عراق اور طائف کی طرف سے ساتؔ میل، جدہ کی طرف سے دسؔ میل۔ جعرانہ کی طرف سے نوؔ میل اور یمن کی طرف سے ساتؔ میل۔

حرم کے معنی ادب کا مقام۔ پناہ گاہ۔ مکہ معظمہ کا ایک مخصوص حصہ جس کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ادب کی وجہ سے بعض چیزوں کو حرام کر دیا ہے!

اَوَ لَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا۔ کیا ہم نے نہیں بسایا ان کو حرم میں جو امن والا ہے۔

= یُجْبٰی۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب جِبَایَۃٌ جِبَاوَۃٌ جَبْوَۃٌ۔ مصادر باب ضرب فتح۔ جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ حوض میں پانی جمع کیا۔ جَابِیَۃٌ حوض۔ اس کی جمع جَوَابٍ ہے جیسا قرآن مجید میں آیا ہے وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴: ۱۳) اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض اور جَبَیْتُ الْخَرَاجَ جِبَایَۃً میں نے مال خراج جمع کیا۔ یُجْبٰی اِلَیْہِ اس کی طرف اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ کیا ہے اس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔ یعنی وہاں آ اکٹھے ہوتے ہیں۔

باب افتعال سے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی ہیں انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ یا صرف انتخاب کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ مثلاً وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ۔ (۱۲: ۶) اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا۔ اسی سے ہے المجتبٰی انتخاب کیا ہوا۔ چنا ہوا۔ برگزیدہ۔

= رِزْقًا مصدر ثَمَرَاتُ سے حال ہے۔ بطور رزق کے

= مِنْ لَدُنَّا۔ ہماری طرف سے۔

۲۸: ۵۸ = كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ۔ کتنی ہی بستیاں۔ كَمْ خبریہ ہے اور کثیر کے معنی دیتا ہے اور بیشتر فخر جتانے اور بڑائی ظاہر کرنے کے موقعوں پر آتا ہے جیسے آیت ہذا: (کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنی خوشحالی پر نازاں تھیں)

كَمْ استفہامیہ بھی آتا ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ (۲: ۲۵۹) تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو

= بَطِرَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب بَطَرٌ (سمع) مصدر۔ وہ اترائی۔ وہ اکڑنے لگی

= مَعِيْشَتَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی معیشت، مَعِيْشَةٌ اسم مصدر، سامانِ زندگی۔ مَعِيْشَةً کا نصب اس کے بَطِرَتْ کے مثل مفعول بہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ بطرت فعل متعدی کو بھی متضمن ہے۔

بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا وہ (بستیاں یعنی بستیوں کے باسی) اپنی خوشحالی پر نازاں تھے۔

= لَمْ تُسْكَنْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ واحد مؤنث غائب سُكُوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ جو آباد نہ ہوئیں، جس میں سکونت اختیار نہ کی گئی، جن میں کوئی آباد نہ ہوا۔

= اِلَّا قَلِيْلًا۔ الا زمانا قليلا مگر بہت کم مدت کے لئے یا لم يسكنها من بعد هم الا قليل من الناس۔ ان کے بعد ان میں بہت کم لوگ آباد ہے۔

۲۸: ۵۹ = مُهْلِكَ الْقُرٰى۔ مُهْلِكَ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر كان مضاف۔ القرٰی (جمع قریۃ) مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کان کی خبر۔

= يَبْعَثَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ۔ حَتّٰى يَبْعَثَ تاآنکہ وہ بھیجے۔

= اُمِّهَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القرٰی کی طرف راجع ہے۔ ان بستیوں کی ماں۔ یعنی بڑی بستی۔

= وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ

الْقُرٰی پر ہے کَانَ سے کُنَّا کی طرف التفات (غائب سے متکلم کی طرف) عظمتِ شان کے لئے ہے مُهْلِكِيْ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کُنَّا اصل میں مُهْلِكِيْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نَ گر گیا۔

۲۸: ۶۰ = اُوْتِيْتُمْ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم کو دیا گیا۔ تم کو ملا۔ اِيْتَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر۔

= اَبْقٰى ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ دیر تک رہنے والا۔ سدا رہنے والا۔
بَقَاءٌ مصدر جس کے معنی باقی رہنے کے ہیں۔
یہ لفظ جب اللہ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کے معنی سدا باقی رہنے والے کے ہوں گے ورنہ دیر تک رہنے والے کے۔

= اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے فَ عاطفہ ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے یا عقل سے کام نہیں لیتے۔ فَ کا عطف جملہ محذوف پر ہے ای الا تفکرون" فلا تعقلون۔

= اَفَمَنْ کیا بھلا وہ شخص۔

۲۸: ۶۱ = لَاقِيْهِ ۔ لَاقِيْ اسم فاعل واحد مذکر مضاف ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر اس کو پانے والا۔ اس کو حاصل کرنے والا۔
لَقِيَ يَلْقٰى (سمع) لِقَاءٌ ۔ لِقَاءَةٌ مصدر

= مَتَّعْنٰهُ ۔ مَتَّعْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَمْتِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو دنیاوی سامان سے بہرہ یاب کیا۔

= اَلْمُحْضَرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔
ای محضرین للنار او العذاب۔ وہ دوزخ یا عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے
قرآن مجید میں اور جگہ انہی معنوں میں ارشاد ہے فَكَذَّبُوْهُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ٥ (۳۷: ۱۲۷) تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ سو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جاویں گے اور وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (۳۷: ۵۷) اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا (جو عذاب میں) حاضر کئے گئے ہیں

۲۸: ۶۲ = يَوْمَ ۔ مفعول فیہ ہے فعل محذوف کا۔ ای اُذْكُرْ يَوْمَ ۔

= يُنَادِيْهِمْ ۔ يُنَادِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ نَادٰى يُنَادِيْ مُنَادَاةً

(مُفَاعَلَة) وہ پکارے گا۔ وہ بلائے گا۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو۔
وہ ان کو پکارے گا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن بالواسطہ یا بلاواسطہ پکارے گا (اور یہ ندا اہانت وتوبیخ کی ہوگی)
= فَيَقُوْلُ۔ میں ف عاطفہ ہے یقول کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ ہے
= كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب زَعْمٌ (نص) سے مصدر۔ الزَّعْمُ۔ ایسا دعویٰ کرنا۔ یا بات یا قول بیان کرنا جس میں جھوٹ کا احتمال ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے وہاں کہنے والے کی مذمت ہی مقصود ہے۔ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ تم خیال کیا کرتے تھے (کہ میرے شریک ہیں) اور جگہ اس کا استعمال زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (۱۷: ۵۶) جنہیں تم نے اس (اللہ) کے سوا (معبود) خیال کیا۔
۲۸: ۶۳ = حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ جن پر (اللہ کا) قول ثابت ہو چکا۔ القول سے مراد یہاں کفر و شرک پر عذاب کے متعلق آیات وعید ہیں۔
مطلب یہ کہ جن پر ان آیات وعید کے مطابق اللہ کا فرمان عذاب ثابت ہو چکا ہوگا۔ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ سے مراد وہ معبودان باطل ہیں جن کو مشرک لوگ شریک خداوندی خیال کرتے تھے۔
ف: رَبَّنَا سے لے کر آخر آیت تک ان معبودانِ باطل کا قول ہے۔
= هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ۔ جمع کا صیغہ، یہ سب۔
= الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا۔ جن کو ہم نے بہکایا۔ صیغہ جمع متکلم۔ ماضی معروف اِغْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
= اَغْوَيْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو گمراہ کیا۔ كَمَا غَوَيْنَا (ایسے ہی جیسے ہم خود گمراہ ہوئے یعنی نہ ہم کو کسی نے جبراً گمراہ کیا تھا بلکہ ہم خود اپنی مرضی سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ اسی طرح ہم نے ان کو بھی زبردستی گمراہ نہیں کیا۔ ہم نے ان کے سامنے گمراہی کا راستہ دکھایا اور انہوں نے اپنی مرضی سے اسے اختیار کر لیا۔
= تَبَرَّاْنَآ۔ ماضی جمع متکلم اَلْبُرْءُ اَلْبَرَاءُ کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا
بَرَاْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ میں نے مرض سے نجات پائی۔
بَرَاْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں۔ اسی طرح باب تفعّل سے تَبَرَّءَ

یَتَبَرَّءُ تَبَرُّءٌ بیزار ہونا۔ تَبَرَّأْنَا ہم بیزار ہو گئے ہیں۔ ہم بیزاری کا اظہار کرتے ہیں (ماضی بمعنی حال) ای تَبَرَّأْنَا من عبادتھم ایانا وہ جو ہماری عبادت کرتے تھے ہم اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

= اِلَیْكَ۔ تیرے سامنے۔

= مَا كَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ۔ ای ماکانُوا ایانا یعبدون انما کانوا یعبدون اھواءھم وہ ہماری بندگی تو نہیں کرتے تھے بلکہ درحقیقت وہ ہوائے نفس کی پوجا کرتے تھے۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال تو کریگا شریک ٹھہرانے والوں سے مگر قبل اس کے کہ وہ کچھ بولیں جواب دینے لگیں گے وہ جن کو شریک ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عام مشرکین سے سوال کیا جائے گا تو ان کے پیشوا اور لیڈر محسوس کریں گے کہ اب آگئی ہماری شامت بھی۔ یہ ہمارے سابق ضرور کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری گمراہی کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے پیروؤں کے بولنے سے پہلے وہ خود سبقت کرکے اپنی صفائی پیش کرنی شروع کر دیں گے۔ (تفہیم القرآن)

۲۸: ۶۴ = اُدْعُوْا فعل امر جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ مصدر (باب نصر) تم پکارو۔ تم بلاؤ۔ خطاب شریک ٹھہرانے والوں سے ہے۔

= شُرَكَآءَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے شرکاء یعنی تمہارے وہ معبودانِ باطل جن کو تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا۔

= فَدَعَوْهُمْ۔ پس وہ ان کو پکاریں گے۔

= لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ جواب نہیں دیں گے! ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے۔

= رَاَوُا الْعَذَابَ۔ رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب (یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے) وہ دیکھ لیں گے۔ ضمیر فاعل شریک ٹھہرانے والوں کی طرف راجع ہے۔

= لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) لَوْ حرف تمنا ہے اور جملہ کا مطلب ہے تَمَنَّوْا لو کانوا مھتدین۔ وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہدایت پانے والے ہوتے۔

(۲) یہ جملہ معترضہ ہے اور لَوْ حرف تمنا ہے کاش یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوتے (دنیا میں)

۳:۔ یہ جملہ شرطیہ ہے اور لَوْ شرطیہ ہے اور جواب لَوْ محذوف ہے ای لوانہم کانوا فی الدنیا مھتدین مؤمنین لما رأوا العذاب ۔ اگر یہ دنیا میں ہدایت یافتہ اور ایمان والے ہوتے تو (آخرت میں) یہ عذاب نہ دیکھتے۔

۲۸: ۶۵ == وَيَوْمَ ۔ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ مابعد کا عطف وَيَوْمَ .... آیت ۶۲ پر ہے
== مَاذَا ۔ مرکب ہے مَا اور ذَا سے ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں
۱:۔ مَا استفہامیہ اور ذا موصولہ ہے ۔
۲:۔ مَا استفہامیہ اور ذا اسم اشارہ ہے ۔
۳:۔ مَا زائدہ اور ذا اسم اشارہ ہے ۔
۴:۔ ما نافیہ اور ذا زائدہ ہے ۔
۵:۔ ما استفہامیہ اور ذا فصل کے لئے ۔ تاکہ ما نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے
کیا چیز ہے ۔ کیا ہے ۔ کیا ہے یہ۔
== اَجَبْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اِجَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم نے جواب دیا۔
جَوْبٌ مادّہ ۔

۲۸: ۶۶ == فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ ۔ لفظی ترجمہ ہوگا ۔ تو اندھی ہوجائیں گی ان پر خبریں۔

العمی ۔ بصارت اور بصیرت دونوں قسم کے اندھے پن کے لئے بولا جاتا ہے لیکن جو شخص بصارت کا اندھا ہو اس کے لئے صرف اَعْمٰی اور جو بصیرت کا اندھا ہو اس کے لئے اعمٰی اور عَمٍ دونوں کا استعمال ہوتا ہے ۔

مثلاً اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی (۸۰ : ۲) کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا ۔ (بصارت کا اندھا پن) وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (۱۷:۷۲) اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا ۔ (بصیرت کا اندھا پن)

عَمِيَ عَلَيْهِ کے معنی ہیں کہ اس پر فلاں معاملہ اس طرح غیر واضح اور مشتبہ ہو گیا کہ گویا وہ اس سے اندھا ہے (اور وہ اسے سجھائی نہیں دیتا) پس عَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ کا مطلب ہوا کہ اس روز وہ خبروں سے اندھے ہو جائیں گے ۔ یعنی ان کو کوئی جواب نہ سوجھے گا ۔ (اپنے انجام کو سامنے دیکھ کر مارے ہول کے ان کی عقلیں معطل ہوجائیں گی)

= لَا يَتَسَاءَلُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَسَاءُلٌ (تفاعل) مصدر۔ ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں :
(۱) وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ یعنی مشورہ بھی نہ کر سکیں گے کہ کیا جواب دیں۔
(۲) وہ ایک دوسرے کا حال نہ پوچھ سکیں گے۔ باہم پرسانِ حال نہ ہوں گے۔
= اَلْاَنْبَاءُ۔ نَبَاءٌ کی جمع۔ خبریں، حقیقتیں
۲۸: ۶۷ = فَعَسٰی میں ف تعقیب کا ہے عَسٰی بمعنی امید ہے۔ توقع ہے۔
= اَلْمُفْلِحِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر المفلح واحد۔ فلاح پانے والے۔ کامیاب وکامراں ہونے والے۔
۲۸: ۶۸ = يَخْتَارُ۔ مضارع واحد مذکر اِخْتِيَارٌ افتعال مصدر پسند کرتا ہے۔ منتخب کرتا ہے۔ اختیار رکھتا ہے۔ چاہتا ہے۔ اختیارٌ بمعنی اپنی مرضی و پسند میں آزاد ہونا۔
= مَا كَانَ میں مَا نافیہ ہے بعض کے نزدیک ما موصولہ ہے لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب وقف يَشَاءُ پر ہو۔ لیکن وقف يَخْتَارُ پر ہے۔
= الْخِيَرَةُ۔ خَارَ يَخِيْرُ ضرب کا مصدر ہے پسند کرنا۔ منتخب کرنا۔ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔ انہیں کچھ اختیار نہیں۔ یعنی سارے تکوینی و تشریعی اختیارات اس (اللہ) کو ہیں اور صرف اسی کو ہیں۔
= تَعَالٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَالِيٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ بہت ہی بلند اور برتر۔ یہاں باب تفاعل کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔
= عَمَّا۔ عَنْ مَّا۔ ما موصولہ ہے۔ جس چیز سے۔
= يُشْرِكُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِشْرَاكٌ افعال مصدر وہ شریک بناتے ہیں تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ اللہ بہت ہی بلند و برتر ہے ان سے جن کو وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ بعض نے یہاں مضارع کو مصدر کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جو وہ شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔
۲۸: ۶۹ = تُكِنُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ فاعل صُدُوْرٌ چونکہ اسم ظاہر ہے اور جمع مکسر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے اَكَنَّ يُكِنُّ اِكْنَانٌ افعال۔ کسی بات کو دل میں چھپانا۔ تُكِنُّ وہ چھپاتی ہے۔ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ جو ان کے سینے

چھپاتے ہوتے ہیں۔ جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (۲: ۲۳۵) یا اپنے دلوں میں مخفی رکھو (نکاح کی خواہش کو)
= يُعْلِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔
وہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ علانیہ کرتے ہیں۔
۲۸: ۷۰ = فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ۔ یعنی دنیا میں اور آخرت میں۔
۲۸: ۷۱ = اَرَاَيْتُمْ۔ لفظی معنی ہوں گے کیا تم نے دیکھا۔ الاتقان میں ہے کہ جب ہمزہ استفہام رَاَيْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رویت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہے۔ اور اس کے معنی اخبرنی (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔ ارأیتم۔ بھلا یہ تو بتاؤ مجھے بتاؤ تو۔
= سَرْمَدًا۔ ہمیشہ۔ دائم۔ منصوب بوجہ جعل کے مفعول ثانی ہونے کے یا بوجہ الَّيْلَ کے حال ہونے کے۔
= اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ہ ہمزہ استفہام کے لئے ہے ف کا عطف محذوف پر ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے الا تتدبرون الا تسمعون تو کیا تم سوچتے نہیں اور سنتے نہیں۔
۲۸: ۷۲ = تَسْكُنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر سُكُوْنٌ (نصر) مصدر۔ تم چین پاسکو۔ تم سکون پاسکو۔
= لِتَبْتَغُوْا۔ لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوْا جمع مذکر حاضر۔ لام کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہوگیا ہے تاکہ تم تلاش کرسکو۔ تاکہ تم تلاش کرو، تاکہ تم ڈھونڈھو۔
= الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور لِتَسْكُنُوْا وَلِتَبْتَغُوْا میں لف ونشر مرتب ہے۔
(علم بیان کی اصطلاح میں وہ صفت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں پھر چند اور چیزیں بیان کریں جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت اپنے منسوب الیہ سے مل جائے)
۲۸: ۷۴ = ملاحظہ ہو آیت ۶۲۔
۲۸: ۷۵ = نَزَعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزْعٌ (فتح) مصدر ہم نکال لیں گے (ماضی بمعنی مستقبل) نَزَعَ الشَّيْءَ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنے کے ہیں۔ یا باہر نکال لانا۔
اس کا عطف يُنَادِيْهِمْ پر ہے ای یوم نَزَعْنَا۔۔۔۔
= شَهِيْدًا۔ شاہد۔ گواہ۔ جو ان کے متعلق شہادت دے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں دنیا میں۔

مراد یہاں انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے کفر پر گواہی دیں گے۔

== فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ۔ نا ضمیر جمع متکلم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور مخاطبین امتیں ہیں۔ ای فقلنا لکل من تلک الامم ان امتوں میں سے ہر ایک سے ہم کہیں گے کہ لاؤ اپنی کوئی دلیل یا عذر (یعنی اپنی سفائی میں تم بھی کوئی دلیل پیش کرو) هَاتُوا۔ اسم فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم لاؤ۔ تم پیش کرو۔

== اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ کے معنی دو ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ ان الحق فی الالوھیۃ للّٰہ۔ بے شک خدائی کا حق صرف اللہ کو ہے۔

۲:۔ بے شک سچی بات اللہ ہی کی تھی۔

== ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ۔ ضَلَّ عَنْ گم ہو جانا۔ غائب ہو جانا۔ ضائع ہو جانا مَا موصولہ ہے۔ کانوا یفترون۔ وہ افترا باندھا کرتے تھے، وہ دروغ بافی کیا کرتے تھے۔ وہ بہتان باندھا کرتے تھے۔ یعنی وہ من گھڑت جھوٹے سہارے جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔ اور کنارہ کر جائیں گے اور کوئی بھی ان کے کام نہ آئے گا۔

== فَبَغٰى عَلَيْهِمْ۔ البغی کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے ——— تجاوز کی خواہش کرنا خواہ وہ تجاوز ہو سکے یا نہ۔ بغی کا استعمال محمود اور مذموم ہر دو قسم کے تجاوز کے لئے ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں اکثر جگہ مذموم کے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

== بَغٰى عَلٰى۔ مذموم معنی میں آیا ہے کسی پر تعدی کرنا۔ کسی کے ساتھ زیادتی کرنا۔ مثلاً فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى (۹:۴۹) اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے انہی معنوں میں اس کا استعمال آیت ہذا میں ہے۔

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ۔ یعنی قارون نے قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل (جن میں سے وہ خود بھی تھا) سے تعدی اور تکبر سے پیش آتا تھا۔

== الْكُنُوْزِ۔ كَنْزٌ کی جمع۔ خزانے۔ بکثرت جمع کیا ہوا مال۔ سونا چاندی۔ كَنْزٌ مصدر بھی ہے کنز یکنز (ضرب) سے۔ جس کے معنی ہیں دولت جمع کر کے اسے محفوظ رکھنا۔

یہ عربی محاورہ ہے كَنَزْتُ التمر فی الوعاء (میں نے کھجوروں کو برتن میں بھر کر محفوظ کر لیا) سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کل مال لا یؤدی زکوتہ فھو کنز۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے۔

== مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ ۔ میں ما بمعنی الذی ۔ موصولہ ہے۔ مفاتحہ اِنَّ کا اسم اور لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۔ خبر ہے اِنَّ کی۔ مفاتحہ مضاف مضاف الیہ ای مفاتح صنادیقہ۔ یہ مفتح کی جمع ہے وہ آلہ جس سے صندوق کے تالے کو کھولا جائے بمعنی مفاتیح۔ جس کی واحد مفتاح ہے یا یہ مَفْتَحٌ (جمع کیا ہوا خزانہ) کی جمع ہے۔

ترجمہ:۔ کہ جس کے تالوں کی چابیاں (اپنے بوجھ سے) ایک طاقتور جتھے (کی کمر) کو جھکا دیتی تھیں۔

لَتَنُوْٓءُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَاءَ یَنُوْٓءُ (نصر) نَوْءٌ و تَنْوَاءٌ سے بمعنی بھاری ہونا۔ یا بوجھ کے مارے گرے جانا۔ باء تعدیہ کے لئے ہے جیسے ذَهَبْتُ بِهٖ یعنی (اپنے بوجھ سے) جھکا دینا۔ گرا دینا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

== العصبة ۔ جماعت، گروہ۔ جتھہ۔

== اولی القوۃ ۔ اُولِیْ ۔ والے۔ بحالت نصب و جر۔ اُولُوْا بحالت رفع۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ قوت والے۔ طاقتور۔ زور آور۔

== اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ ۔ ای اذکر اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ ۔

== لَا تَفْرَحْ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو مت خوش ہو۔ تو مت اترا۔ فَرَحٌ (باب سمع) مصدر۔

== اَلْفَرِحِیْنَ ۔ فَرِحٌ کی جمع۔ حالت نصب بوجہ مفعول۔ خوش، اترانے والے۔

۲۸:۷۷ == وَابْتَغِ ۔ واو حرف عطف۔ ابتغ کا عطف لا تفرح پر ہے اِبْتَغِ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ابتغاء (افتعال) مصدر۔ تو طلب کر۔ تو تلاش کر۔ تو جستجو کر۔ تو حاصل کرنے کی کوشش کر۔

== فِیْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ ۔ میں فی یا ظرفیہ ہے یا سببیہ۔ اس کو خرچ کر کے۔ ما اسم موصول۔ اٰتٰكَ اللّٰهُ جملہ خبریہ صلہ۔ اس (مال و زر) سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے۔ یعنی اسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں۔

== الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۔ موصوف و صفت۔ اِبْتَغِ کا مفعول۔

مطلب یہ ہوا کہ جو دولت اللہ نے تجھے دی ہے اس کے ذریعہ آخرت کا گھر حاصل کرنے کی کوشش کر۔

== لَا تَنْسَ ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ نَسِیَ یَنْسٰی (سمع) نَسْیٌ نِسْیَانٌ وَ نِسَایَةٌ

مصدر۔ تومت بھول۔ نہ ترک کر۔

= نَصِيْبَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنا حصّہ۔

یعنی اس خداداد مال و دولت سے توخود بھی حدود کے اندر رہ کر اور اسراف سے بچ کر اپنے آرام و آسائش کے لئے خرچ کر لیکن حقوق واجب کی ادائی پر توجہ کر کے اس سرمایہ کو توشۂ آخرت بھی بنالے

= اَحْسِنْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو احسان کر۔ یعنی غیر کے ساتھ نیکی کر۔

= لَا تَبْغِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تومت خواہش کر۔ تومت کوشش کر بَغٰى يَبْغِيْ بَغْيٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= قَالَ۔ ای قال قارون فی جواب کلام قومہ۔ قارون نے اپنی قوم کے کلام کے جواب میں کہا۔

= اُوْتِيْتُهٗ۔ ماضی مجہول واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ میں دیا گیا ہوں (مال و دولت) یعنی یہ مال و دولت) مجھے دی گئی ہے اُوْتِيْتُ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر سے ہے (کسی کو کوئی چیز دینا۔ اور اسی سے ہے اٰتِنَا غَدَآءَنَا (۱۸: ۶۲) ہمارا کھانا ہمیں دو۔

= عَلٰى عِلْمٍ۔ میں علیٰ سببیہ ہے ای لاجل علم بہ سبب اس علم کے

= عِنْدِيْ۔ جو میرے پاس ہے۔

= اَوَلَمْ يَعْلَمْ۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا (تنبیہاً فرمایا)

= اَكْثَرُ جَمْعًا۔ ای اکثر مالاً و اکثر جماعۃ و عدداً۔ مال و دولت میں زیادہ یا جتھے کے لحاظ سے بڑے۔

= وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ گنہگاروں سے تو ان کے گناہوں کے متعلق دریافت نہیں کیا جائے گا۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) گنہگاروں سے اس واسطے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ ان کے نامۂ اعمال میں ہی ان کے گناہوں کی تفصیل مندرج ہوگی۔

(۲) گنہگار تو اپنے چہرے سے ہی پہچان لئے جائیں گے (يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ (۵۵: ۴۱)

(۳) جب مجرموں کو سزا دینا ہوتی ہے تو ان سے نہیں پوچھا جاتا کہ تمہارے گناہ کیا ہیں۔ وہ تو یہی دعویٰ کریں گے کہ ہم بے گناہ ہیں

یہ الگ بات ہے کہ مجرموں پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کو خود ان کے نامۂ اعمال دکھائے جائیں گے۔ یا ان کے اپنے اعضاء ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ زبان، کان وغیرہ سے ہی اعتراف جرم کرایا جائے گا۔ یہ جو اور جگہ ارشاد ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۵: ۹۲) سو تمہارے پروردگار کی قسم ہے ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ تو یہ توبیخ و تقریع کے طور پر ہوگا نہ کہ عالم الغیب کی واقفیت کے لئے۔

۲۸: ۷۹ == فِيْ زِيْنَتِهٖ۔ اپنی زیب و زینت کے ساتھ۔ اپنے پورے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ۔ تزک و احتشام سے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ اس جملہ کا عطف قَالَ (شروع آیۃ ۷۸) پر ہے درمیانی عبارت جملہ معترضہ ہے۔

== يٰلَيْتَ لَنَا۔ اے کاش ہمارے لئے بھی ہوتا (جو قارون کو دیا گیا ہے)

== ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ ذُوْ۔ والا۔ صاحب۔ یہ مضاف ہے اور حَظٍّ عَظِيْمٍ موصوف وصفت ہوکر مضاف الیہ۔ بڑے نصیب والا۔ بڑا خوش قسمت۔

۲۸: ۸۰ == وَيْلَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری ہلاکت، بطور کلمہ حسرت وندامت یا کلمہ زجر استعمال ہوتا ہے۔ وَيْلٌ بمعنی ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔

كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ حیف ہے تم پر تم مرو۔

== ثَوَابُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا ثواب۔ ثواب۔ انعام۔ جزا۔ بدلہ۔ یہاں مراد جنت بھی ہو سکتی ہے۔

== لَا يُلَقّٰهَا۔ لَا يُلَقّٰى۔ مضارع منفی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ نہیں دیا جائے گا کوئی شخص وہ ثواب۔ یعنی نہیں دیا جائے وہ ثواب (مگر صبر کرنے والوں کو)

لَقّٰى فلان الشَّئَ۔ کوئی چیز کسی کی طرف پھینکنا۔ تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔

ثواب کو اس کے مفہوم (المثوبۃ او الجنۃ) کی رعایت سے مؤنث لایا گیا ہے۔

یہ يُلَقّٰى کا مفعول ثانی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ جزاء اور کسی کو عطا نہیں کی جائے گی (بجز صبر کرنے والوں کے)

۲۸: ۸۱ == فَخَسَفْنَا بِهٖ۔ خَسَفَ يَخْسِفُ خُسُوْفٌ (ضرب) اَلْمَكَانُ کسی جگہ کا دھنس جانا۔ اَلْقَمَرُ چاند کو گرہن لگنا۔ خَسَفَ اللّٰهُ الْاَرْضَ اللہ نے زمین کو مع اس کی اوپر کی چیزوں کے دھنسا دیا۔ وَخَسَفَ اللّٰهُ الْاَرْضَ بِفُلَانٍ

اللہ تعالیٰ نے فلاں کو زمین میں دھنسا دیا۔ فَخَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ پس ہم نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔

= فِئَةٍ واحد بحالت جر۔ گروہ۔ جماعت۔ ایسا گروہ جو ایک دوسرے کی طرف مدد کے لئے لوٹے

= مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔ جیسے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اس کے سوا اور گناہ معاف کرے۔ مَادُوْنَ سے وہ گناہ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو شرک سے کم درجہ ہیں یا وہ جو شرک کے علاوہ ہیں یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔

= الْمُنْتَصِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حالت جر۔ بدلہ لینے والے، بچ جانیوالے۔

اِنْتَصَرَ، يَنْتَصِرُ، انتصار (انتعال) کامیاب ہونا۔ غالب آنا۔ ظالم سے بچنا۔ یعنی نہ تو وہ خود (عذاب الٰہی سے) بچ سکا۔ اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

۲۸: ۸۱ = اَصْبَحَ افعال ناقصہ سے ہے اِصْبَاحٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ہو گیا۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ وہ (کرتے، کہنے) لگا۔

= تَمَنَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے آرزو کی۔ انہوں نے تمنا کی۔ تَمَنِّيٌّ تفعل سے جس کے معنی دل میں کسی خیال کے دل میں باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینے کے ہیں۔ تَمَنّٰی کا لفظ اکثر دل میں غلط آرزوئیں قائم کر لینے پر بولا جاتا ہے منی مادہ

= مَكَانَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ اس کی جگہ (یعنی اس جیسا ہونا)

= اَمْسِ کل گذشتہ۔ ظرف زمان ہے۔ ابھی کل تک، ای منذ زمان قریب۔ تھوڑا عرصہ قبل۔

مطلب یہ کہ وہ لوگ جو کل تک اس جیسا ہونے کی آرزو کرتے تھے وہ اب کہنے لگے۔

= وَيْكَاَنَّ۔ یہ کلمہ تعجب وزجر ہے۔ مرکب ہے وَیْ (جو تعجب پر دلالت کرتا ہے) کَ ضمیر خطاب اور اَنَّ حرف مشبہ بالفعل سے۔ بمعنی تعجب ہے کہ، خبردار کہ۔

کسائی کا قول ہے کہ وَيْلَكَ حرف تندم (نادم ہونا) اور تعجب ہے۔ اس کی اصل وَيْلَكَ ہے۔ اسے۔ تو مرے۔ (اور اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے) تو مرے اصل بات یہ ہے

اکثر علماء کے نزدیک وَيْكَاَنَّ ایک کلمہ ہے جس کا معنی بقول مجاہد اَلَمْ يَعْلَمْ (کیا وہ نہیں جانتا ہے بقول قتادہ اَلَمْ يَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ اَلَمْ تَرَ (کیا تو نہیں دیکھتا) ہے

= يَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے

= لَوْلَا۔ اگر نہ

= اَنْ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے مَنَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مَنٌّ مصدر (باب نصر) اس نے احسان کیا۔ اگر اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا (جملہ شرطیہ)

= لَخَسَفَ بِنَا۔ جواب شرط ہے۔ اور لام تاکید ہے۔ تو وہ ہم کو بھی دھنسا دیتا۔

۲۸: ۸۳ = تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ۔ تِلْكَ اسم اشارہ۔ مبتدا۔ الدَّارُ اس کی نعت اَلْاٰخِرَۃُ صفت ہے الدَّارُ کی۔ نَجْعَلُھَا ...... فَسَادًا خبر۔

تِلْكَ الدار الاٰخرۃ کا اشارہ الجنۃ کی طرف ہے۔

= نَجْعَلُھَا۔ نَجْعَلُ مضارع جمع متکلم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس کا مرجع الدار الاٰخرۃ ہے۔ ہم اس کو (مخصوص) کردیں گے۔

= عُلُوًّا۔ عَلَا یَعْلُوْا کا مصدر ہے۔ بلند ہونا۔ سرکشی کرنا۔ کسی شخص پر غلبہ کرنا۔ تسلط جمانا۔ مطلب یہ کہ تکبر و رعونت سے دوسروں پر غلبہ پاکر حقوق کو پامال کرنا۔

= العَاقِبَۃُ۔ نیک انجام کار۔

۲۸: ۸۴ = خَیْرٌ مِّنْھَا افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہتر۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الی الحسنۃ ہے۔

۲۸: ۸۵ = لَرَآدُّكَ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ رَآدُّ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ رَدَّ یَرُدُّ رَدٌّ (باب نصر) سے، جس کے معنی پھیر دینے یا لوٹا دینے کے ہیں۔ رَآدُّ پھیرنے والا لوٹانے والا۔ دور کرنے والا۔ رد کرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ وہ تجھے ضرور (اپنے وطن کی طرف) لوٹا دینے والا ہے۔

= مَعَادٍ۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹ کر آنے کی جگہ۔ جائے بازگشت۔ عود کی جگہ۔ یعنی مکہ مکرمہ عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ (باب نصر) بمعنی لوٹنا۔

۲۸: ۸۶ = مَا كُنْتَ تَرْجُوْا ماضی استمراری نفی، تم (ہرگز) یہ امید نہ کرتے تھے۔ رَجَا یَرْجُوْا رَجَاءٌ امید رکھنا۔ اصل میں رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

= اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْکَ میں اَنْ مصدریہ ہے یُلْقٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب القاء کی جائیگی ڈالی جائے گی۔ نازل کی جائے گی۔ یعنی آپ امید نہ رکھتے تھے کہ الکتٰب (القرآن) آپ پر نازل کی جائے گی۔

== اِلَّا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ ۔ اس کی دو صورتیں ہیں
۱۔ اِلَّا حرف استثناء ہے اور رَحْمَۃً مستثنیٰ منقطع ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے
کانہٗ قیل وما القی الیک الکتب الا رحمۃ من ربک یہ کتاب تجھ پر نازل کی گئی
مگر تیرے پروردگار کی طرف سے بطور (خصوصی) رحمت کے۔
۲۔ اِلَّا بمعنی لکن ہے اور استدراک کے لئے آیا ہے۔ لیکن یہ تیرے پروردگار کی سراسر
رحمت ہے کہ یہ کتاب تجھ پر نازل کی گئی۔ (استدراک، پہلی بات کا وہم دور کرنے کے لئے
جو لفظ بولا جائے اسے حرفِ استدراک کہتے ہیں مثلاً بَلْ۔ لٰکِنْ۔ اِلَّا۔ وغیرہ)
== ظَهِيرًا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے صفت کا صیغہ ہے مددگار۔ معین۔ واحد
جمع، مذکر۔ مؤنث سب کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔
۲۸: ۸۷ == لَا يَصُدُّنَّكَ۔ لَا يَصُدُّنَّ مضارع منفی تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر
غائب (اصل میں يَصُدُّوْنَ تھا۔ نون ثقیلہ کے آنے سے واؤ اور نون اعرابی ساقط ہوگئے۔
كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ ہرگز تجھے روک نہ دیں۔ وہ ہرگز تجھے نہ روکیں۔ صَدٌّ
مصدر باب نصر۔ ضمیر فاعل کا مرجع كٰفِرِيْنَ ہے۔
== اُدْعُ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعَا يَدْعُوْا دَلِع۔ دُعَاءٌ وَدَعْوَةٌ مصدر باب نصر
تو دعوت دے۔ تو بلا۔ تو دعا کر۔ تو مانگ۔
ادع کے بعد مفعول محذوف ہے ای اُدْعُ النَّاسَ۔ تو لوگوں کو دعوت دے۔ تو لوگوں
کو بلا۔
۲۸: ۸۸ == لَا تَدْعُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو مت پکار۔ اس کا مفعول اِلٰهًا ہے
یعنی تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار۔
== هَالِكٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ هَلَكَ هَلَاكٌ تَهْلُكَةٌ۔ مصادر (ضرب، سمع،
فتح)، ہلاک ہونے والا۔ فنا ہونے والا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۲۹) سورۃ العنکبوت ۸۵

۲۹: ۱ = اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ
ہمزہ استفہام انکاری ہے حَسِبَ (ماضی بمعنی حال) حِسْبَانٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَسِبَ یَحْسَبُ (سمع) وحَسِبَ یَحْسِبُ (حسب) سے بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔
حَسِبَ افعال قلوب میں سے ہے افعال قلوب متعدی بدو مفعول استعمال ہوتے ہیں
= النَّاسَ اسم جمع۔ فاعل۔ (کیا لوگ خیال کرتے ہیں)
= اَنْ یُّتْرَکُوْا میں اَنْ مصدریہ ہے یُتْرَکُوْا مضارع مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر مفعول مالم یسم فاعلہ کا مرجع النّاس ہے (کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے) اور یہ جملہ حَسِبَ کا مفعول اول ہے۔
= اَنْ یَّقُوْلُوْا۔ میں بھی اَنْ مصدریہ ہے بتقدیر لام یہ حسب کا مفعول ثانی ہے۔
اٰمَنَّا۔ ایمان سے باب افعال۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم ایمان لائے۔
وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ ضمیر یُتْرَکُوْا سے حال ہے۔
گویا تقدیر کلام ہے اَحَسِبُوْا تَرْکَھُمْ غَیْرَ مَفْتُوْنِیْنَ لِقَوْلِھِمْ اٰمَنَّا کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا چھٹکارا بغیر کسی آزمائش کے (محض) بوجہ ان کے قول کے کہ "ہم ایمان لے آئے" ہوجائے گا۔
یعنی کسی کا صرف یہ کہنا کہ میں مومن ہوں کافی نہیں جب تک کہ اس کو آزمائش کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے۔ اسی مضمون میں ارشاد الٰہی ہے:۔
ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یأتکم مثل الذین خلوا من

قبلکم۔ مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (۲: ۲۱۴)
کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے دراں حالیکہ (ابھی) تم پر ان لوگوں کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں انہیں تنگی اور سختی پیش آئی اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ پیغمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی امداد آخر کب آئے گی!

۲۹: ۳) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یہ جملہ حال ہے الناس سے یا ضمیر یفتنون سے۔

واؤ حالیہ ہے لام تاکید کے لئے اور قد یہاں تحقیق کے معنوں میں آیا ہے فَتَنَّا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فِتْنَةٌ مصدر۔ بے شک ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ یا آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گذرے۔

= فَلَيَعْلَمَنَّ میں فَ ترتیب کا لام تاکید کا يَعْلَمَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب سو (اللہ تعالیٰ) ان کو ضرور جان کر رہیگا۔ اس کے بعد وَلَيَعْلَمَنَّ کو مکرر تاکید مزید کے لئے لایا گیا ہے!

فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل سے ابد تک کا ہے اُسے آزما کر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے آزمائش محض اتمامِ حجت اور استحقاق جزاء و سزا پر قائل کرنے کے لئے ہے

= وَلَيَعْلَمَنَّ۔ اس کو دوبارہ مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۹: ۴ = اَمْ۔ یہاں ہمزہ کے معادل کے طور پر آیا ہے جیسے اَحَسِبَ النَّاسُ میں اور استفہام انکاری کے معنی دیتا ہے گویا حق سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کو یہ منوانا چاہتا ہے کہ وہ آزمائش اور امتحان سے ضرور گذارے جائیں گے۔ اور کافرین کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ ارتکاب سیئات کے بعد وہ اللہ کے انتقام سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔

= يَّسْبِقُوْنَا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع مذکر غائب سَبَقَ يَسْبِقُ (ضرب) سَبْقٌ مصدر۔ سبقت لے جانا۔ آگے نکل جانا۔ نَا ضمیر جمع متکلم اَنْ يَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ ہم سے (بچ کر) نکل جائیں گے۔

= سَاءَ۔ بُرا ہے سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (نصر) سے۔ فعل ذم ہے بمعنی بِئْسَ

= مَا يَحْكُمُوْنَ۔ میں مَا موصولہ ہے۔ اور يَحْكُمُوْنَ صلہ عائد محذوف

ای حکمھم ھذا۔ ہے جو سَاءَ کا فاعل ہے۔ بڑا غلط ہے وہ فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔

۲۹: ۵ = مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ۔ شرط۔ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ۔ جواب شرط

یَرْجُوْا مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءٌ مصدر (باب نصر) ر ج و مادہ۔ امید رکھتا ہے توقع رکھتا ہے۔

= اَجَلَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا مقرر کردہ وقت۔ اَجَلَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہے

= لَاٰتٍ۔ لام تاکید کے لئے ہے اٰتٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اِتْیَانٌ مصدر ات ی مادہ۔ آنے والا۔

۲۹: ۶ = جَاھَدَ ماضی واحد مذکر غائب مُجَاھَدَۃٌ مفاعلۃ مصدر اس نے جہاد کیا اس نے کوشش کی۔ الجُھْدُ والجَھْدُ کے معنی وسعت و طاقت اور تکلیف و مشقت کے ہیں۔ مجاہدہ باب مفاعلہ سے ہے باب مفاعلہ میں مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یہ مقابلہ اپنے نفس سے بھی ہو سکتا ہے اور شیطان یا دیگر شیطانی قوتوں سے بھی۔

پھر مفاعلہ میں مبالغہ کا بھی مفہوم پایا جاتا ہے چنانچہ اس کے معنی انتہائی کوشش کے بھی ہو سکتے ہیں اور باب افتعال سے الاجتہاد کے معنی کسی کام پر پوری طاقت صرف کرنے اور اس میں انتہائی مشقت اٹھانے پر طبیعت کو مجبور کرنے کے ہیں۔

یہاں جَاھَدَ سے مراد۔ جاھد فی طاعۃ اللّٰہ یا فی لقاء اللہ ہے یعنی اللہ عزوجل کی اطاعت میں کوشش کرتا ہے یا لقاء الٰہی کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔

= یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ تو وہ اپنے فائدے کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔

۲۹: ۷ = لَنُکَفِّرَنَّ میں لام تاکید کا ہے نُکَفِّرَنَّ مضارع بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ کَفَّرَ یُکَفِّرُ تَکْفِیْرٌ (تفعیل) گناہ کو چھپانا اور اس طرح مٹانا جیسا کہ اس کا ارتکاب ہی نہیں ہوا۔ باب تفعیل کے خواص میں سے سلب مادہ (کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا) بھی ہے یہاں اس ہی معنی میں آیا ہے کفولہ وعنہ ذنبہ (خدا کا) کسی کا گناہ معاف کر دینا یا اس سے گناہ کو محو کر دینا گویا کہ اس کا ارتکاب ہوا ہی نہ تھا۔ پس ترجمہ ہوگا:

لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ ــــــ توہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیں گے۔ انہی معنی میں اور جگہ ارشاد ہے لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ (۵: ۶۵) توہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیتے، اور نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (۴: ۳۱) توہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے۔

= لَنَجْزِیَنَّھُمْ لام تاکید کا ہے نَجْزِیَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ ہم بدلہ دیں گے

= اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱)۔ اگر اَحْسَنَ (جو افعل التفضیل کا صیغہ ہے) جزاء کی تعریف میں ہے ای باحسن جزاء اَعْمَالِھِمْ تو ترجمہ ہوگا۔ ہم انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔
(۲) اگر یہ افعال کی تعریف ہے ای بجزاء احسن اعمالھم۔ تو ترجمہ ہوگا۔ ہم ان کے بہترین اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے۔

۲۹: ۸ = وَصَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ وَصّٰی یُوَصِّیْ تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) حکم دینا۔ وَصَّیْنَا ای امرنا۔ ہم نے حکم دیا۔ ہم نے ہدایت کی۔ الوصیۃ کے اصل معنی ہیں کہ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا۔ وَصّٰی ب کسی کام کا عہد لینا کسی کام کا اشارہ کرنا۔ وَصّٰی اِلٰی فُلَانٍ کسی کو اپنے مال اور بال بچوں پر اپنے مرنے کے بعد وصی بنانا اور وَصّٰی فُلَانٌ بِوَلَدِہٖ مہربان بنانا۔ پس وصینا الانسانَ بوالدیہ حُسْنًا ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ مہربان رہنے کا حکم دیا۔
= وَالِدَیْہِ اسم فاعل تثنیہ۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔
اصل میں وَالِدَیْنِ تھا نون بوجہ اضافت کے ساقط ہو گیا۔ اس کے ماں باپ۔
= جَاھَدَاکَ۔ جَاھَدَا ماضی تثنیہ مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (اگر) وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں۔ مُجَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۶
= فَاُنَبِّئُکُمْ۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم۔ نَبَّاَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) سے خبردار کرنا۔ اطلاع دینا۔ آگاہ کرنا۔ خبر دینا۔ ن ب ء مادّہ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پھر میں آگاہ کروں گا تمہیں۔

۲۹: ۹ = لَنُدْخِلَنَّھُمْ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان کو ضرور داخل کریں گے۔

۲۹: ۱۰ = اُوْذِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ ستایا گیا۔ اسے ایذا دی گئی اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اٰذٰی یُؤْذِیْ۔ اذی مادّہ
= فِی اللّٰہِ۔ لاجل عزوجل اللہ تعالیٰ کی وجہ سے۔ او فی سبیل اللّٰہ۔ اللہ کے راستے میں
= جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ۔ (تو) اس نے لوگوں کی آزمائش کو، لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھا۔ یعنی اس نے دونوں کو ایک سی حیثیت دیدی۔

۲۹: ۱۱ = ملاحظہ ہو ۲۹: ۳

۱۲:۲۹ = سَبِيْلَنَا۔ طریقتنا - دیننا۔ ہمارا طریقہ۔ ہمارا دین۔ ہمارا مذہب۔
= وَلْنَحْمِلْ۔ لام۔ لامِ امر ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی حرکت کسرہ ہوتی ہے لیکن واؤ اور فاء کے بعد متحرک ہونے کی بہ نسبت ساکن زیادہ آیا کرتا ہے۔ نَحْمِلْ مضارع مجزوم (بوجہ لام امر)؛ جمع متکلم اور ہم (تمہارے گناہوں کے بوجھ کو) اٹھالیں گے۔
۲۹ : ۱۳ = لَيَحْمِلُنَّ اصل میں يَحْمِلُوْنَ تھا۔ نون ثقیلہ کے آنے سے واؤ اور نونَ اعرابی ساقط ہو گئے۔ وہ ضرور اٹھائیں گے۔ لام جواب قسم کا بھی ہو سکتا ہے قسم محذوف ہے ای واللہ لیحملن۔
= اَثْقَالَ۔ ثِقْلٌ کی جمع بحالت نصب۔ بوجھ (گناہوں کے) مراد یہاں ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ ہیں جن کو انہوں نے گمراہ کیا تھا۔
= كَانُوْا يفترون۔ ماضی استمراری۔ جمع مذکر غائب (جو جھوٹ) وہ گھڑا کرتے تھے جو دروغ بافی وہ کیا کرتے تھے۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر
۲۹: ۱۴ = وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ ظالم تھے۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت اور وعظ کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور اپنے کفر اور معاصی کی حالت پر وہ اڑے رہے۔

۱۶:۲۹ = وَاِبْرٰهِيْمَ۔ منصوب بوجہ مفعول فعل مضمر ای اُذْكُرْ اِبْرٰهِيْمَ
۱۷:۲۹ = اَوْثَانًا۔ وَثَنٌ کی جمع منصوب بوجہ مفعول۔ ہر وہ چیز جس کی خدا کے سوائے پرستش کی جائے وثن ہے مورتی ہو یا پتھر۔ قبر ہو۔ یا جھنڈا۔
= اِفْكًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ جھوٹ۔ بہتان۔

الافك ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو، اسی بنار پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مئو تفکہ کہا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ (۶۹: ۹) اور الٹی ہوئی بستیوں نے (یعنی ان کے باسیوں نے) گناہ کے بڑے بڑے) کام کئے تھے۔

جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو بھی افك کہا گیا۔ اَفَكَ يَاْفِكُ اَفِكَ يَاْفَكُ (ضرب د سمع) اِفْكٌ مصدر کسی شئے کا اپنے اصلی رُخ سے پھرنا۔
تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا۔ تم جھوٹ تراشتے ہو۔

= فَابْتَغُوْا۔ (الرِّزْقَ) ابتغوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ابتغاء مصدر باب افتعال تم تلاش کرو۔ تم چاہو۔ الرزق میں الف لام استغراق کے لئے ہے یعنی ہر قسم کا رزق
۲۹:۱۸ = تُکَذِّبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بوجہ ان شرطیہ ساقط ہوگیا۔ تکذیب (باب تفعیل) اگر تم لوگ (مجھے) جھٹلاتے ہو۔
اس کے بعد جملہ محذوف ہے۔ فَلَا تَضُرُّوْنَنِیْ بِتَکْذِیْبِکُمْ (اپنی تکذیب سے تم مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچاتے ہو۔ کیونکہ تم سے قبل بھی امتوں نے اپنے رسل کی تکذیب کی۔ (اور وہ ان رسولوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔
= اُمَمٌ۔ اُمَّۃٌ کی جمع۔ امتیں۔ فرقے، جماعتیں۔
= اَلْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ موصوف وصفت۔ واضح پیغام رسانی۔ پیغام الٰہی کو صاف صاف اور کھول کر واضح طور پر پہنچا دینا۔
فائدہ:۔ اُعْبُدُوا اللّٰہَ (آیت ۱۶) سے لے کر البلغ المبین آیت ۱۸ تک کا کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی ہے۔
۲۹:۱۹ = اَوَلَمْ یَرَوْا آیۃ ۱۹ سے لے کر لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ آیت ۲۳ تک ایک جملہ معترضہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا سلسلہ توڑ کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔
— اَوَلَمْ یَرَوْا میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف مقدرہ پر ہے ای الم ینظروا ولم یعلموا۔ لم یروا مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔
= یُبْدِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْدَءَ یُبْدِئُ اِبْدَاءٌ (افعال) وہ پیدا کرتا ہے۔ ایجاد کرتا ہے۔ تخلیق اول کرتا ہے اسی سے باب افتعال سے ابتداءٌ شروع۔
= یُعِیْدُہٗ۔ اَعَادَ یُعِیْدُ (افعال) اِعَادَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب وہ دوبارہ یا بار بار پیدا کرتا ہے یا کرے گا۔
اِعَادَۃ بمعنی دہرانا۔ بار بار کرنا ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب
= یَسِیْرٌ۔ صفت مشبہ واحد مذکر۔ یُسْرٌ مادہ۔ آسان سہل۔
۲۹:۲۰ = بَدَاَ ماضی واحد مذکر غائب بَدَاَ یَبْدَاُ (فتح) بَدْءٌ اس نے شروع کیا

اس نے پیدا کیا۔

= یُنْشِئُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر وہ پیدا کرتا ہے۔

= النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ موصوف وصفت، دوسری بار پیدائش آخری یا بعد کی پیدائش۔

ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک بعد کی پیدائش عمل میں لائیگا

= تُقْلَبُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ قَلْبٌ (باب ضرب) سے تم پھیرے جاؤ گے۔

۲۲:۲۹ = مُعْجِزِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، ہرانے والے، عاجز بنا دینے والے اور جگہ ارشاد ہے قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِهِ اللّٰہُ اِنْ شَآءَ وَ مَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ (۱۱:۳۳) (نوح نے) کہا اسے تو بس اللہ ہی تمہارے سامنے لائے گا اگر اس نے چاہا اور تم (اسے) ہرا نہیں سکتے (یعنی اگر چاہے تو اسے عذاب لانے سے تم روک نہیں سکتے)

۲۳:۲۹ = یَئِسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب یَاْسٌ مصدر (باب سمع) وہ ناامید ہوگئے، وہ مایوس ہوگئے۔

۲۴:۲۹ = فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام جو آیۃ ۱۸ کے ساتھ ختم ہوا۔ یہاں ان کی قوم کی طرف سے جواب بیان ہوتا ہے۔

= فَاَنْجٰهُ میں فَ فصیحت کا ہے یعنی فالقوہ فی النار فانجٰہ اللہ منہا۔ یعنی انہوں نے اس کو آگ میں ڈالا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچالیا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیات (۲۱: ۶۸ تا ۷۰) سورۃ الانبیاء)

۲۵:۲۹ = مَوَدَّۃً۔ محبت، دوستی، مصدر ہے اور مصادر بھی اسی مادہ (و د د) سے آتے ہیں۔ وَدٌّ۔ وِدٌّ۔ وُدٌّ۔ وِدَادٌ، وَدَادَۃٌ۔ مَوَدَّۃٌ، مَوْدَدَۃٌ، مَوْدُوْدَۃٌ۔ محبت کرنا۔ وَدُوْدٌ بہت محبت کرنے والا۔ دوست، تَوَادٌّ (تفاعل) باہم دوستی رکھنا۔

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) مَوَدَّۃَ۔ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول لہٗ ہے۔ اور ترجمہ ہوگا: تم اللہ کے سوا بتوں کو معبود اپنی آپس کی دنیوی دوستی کے لئے ٹھہرالیا ہے (یعنی اس ہم اعتقادی سے تمہاری باہمی محبت بڑھے)

(۲) یا ان کی آپس کی محبت ان کی بت پرستی کا سبب ٹھہری۔ ترجمہ ہوگا:
تم نے آپس کی دنیوی محبت کی خاطر اللہ کے سوا بتوں کو معبود ٹھہرالیا۔ (تم نے اپنے باپ

دادا کو بت پرستی پر پایا اور ان کی محبت کی وجہ سے ان کے غلط طریقہ پر چلتے رہے۔ برادری کی محبت کی خاطر غلط بات کو ترک نہ کیا۔

= یَکْفُرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ انکار کریگا۔ (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے۔ وہ انکار کریں گے) کُفْرٌ مصدر سے (باب نصر)

= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ تم میں بعض بعض سے (انکار کریں گے) یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان سے ایک دوسرے کی بات سے منکر ہو جاؤ گے۔

= مَاْوٰىکُمُ۔ مضاف مضاف الیہ، تمہارا ٹھکانہ مَاْوٰی۔ اسم ظرف ہے قیام کی جگہ، ٹھہرنے کا مقام قرآن حکیم میں جہاں بھی مَاْوٰی بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں ظرفی معنی میں استعمال ہوا ہے اور جہاں بغیر اضافت کے مستعمل ہے وہاں مصدری معنی میں آیا ہے۔ اَوٰی یَاْوِیْ مَاْوٰی (باب ضرب)

۲۶:۲۹ = فَاٰمَنَ لَہٗ لُوْطٌ۔ پس لوط ان پر ایمان لائے۔ یعنی حضرت ابراہیم پر، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

۲۷:۲۹ = وَہَبْنَا لَہٗ۔ وَہَبْنَا ماضی جمع متکلم۔ وَھْبٌ وَھِبَۃٌ مصدر۔ وَھَبَ یَھَبُ (فتح) ہم نے بخشا۔ لَہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے۔

= ذُرِّیَّتِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ اس کی اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذرّیت ہے مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸:۲۹ = وَلُوْطًا واؤ عطف کی ہے لوطًا کا عطف یا تو ابراھیم آیت ۱۶ یا نوحًا آیت ۱۴) پر ہے ای وارسلنا لوطًا۔

= تَاْتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِتْیَانٌ مصدر۔ اتی یاتی (باب ضرب) اتی مادہ تم کرتے ہو / تم آتے ہو، یا تم کرو گے یا آؤ گے۔

= الفاحشۃ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے، ہر وہ چیز جس کی اللہ نے ممانعت کر دی ہو۔

= مَا سَبَقَکُمْ بِھَا۔ مَا نافیہ ہے۔ سَبَقَ اس نے سبقت کی۔ اس نے پہل کی۔ وہ آگے بڑھا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ بِھَا اس کے ساتھ۔ یعنی اس فحش فعل کی طرف (کسی قوم نے) تم سے پہل نہیں کی۔ یعنی تم سے پہلے کسی قوم نے اس فعل بد کا ارتکاب نہیں کیا۔ ب حرف جار ہے

اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الفاحشۃ کی طرف راجع ہے۔

۲۹:۲۹ = اَئِنَّکُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اِنَّ حروف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا تم؟

= لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ۔ تم مردوں کے پاس جاتے ہو (شہوت رانی کے لئے) جیسا کہ اور جگہ آیا ہے اِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ (۷: ۸۱) تم خواہش نفس پوری کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو۔

= تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ۔ تَقْطَعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر قَطْعٌ مصدر (باب فتح سے) القَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق حاسۂ بصر سے ہو۔ جیسے اجسام وغیرہ۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ (۷: ۱۲۴) میں ضرور تمہارے ہاتھ کٹوا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ مثلاً اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ (۹: ۱۱۰) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں۔

قَطْعُ السَّبِيْلَ۔ راستہ کاٹنا۔ یہ ایک جامع کلمہ ہے جس کے مختلف معانی ہیں مثلاً

۱:۔ راہزنی کرنا۔ یا مسافروں سے ایسا سلوک کرنا کہ وہ اپنا سیدھا راستہ اختیار کر کے سفر نہ کر سکیں

۲:۔ سبیل سے مراد سبیل اللہ بھی ہو سکتا ہے اور قطع السبیل بمعنی صدّ السبیل کسی کو اللہ کے راستہ سے بھٹکانا۔

۳:۔ قطع النسل باتیان مالیس بحرث یعنی ایسی عورت کے پاس جانا جو مرد کی اپنی کھیتی نہیں۔ یعنی زناکاری کرنا کہ اس سے بھی افزائش نسل میں کئی رکاوٹیں آجاتی ہیں۔

۴:۔ مجہول النسل بچوں کا پیدا کرنا بھی قطع السبیلُ ہے کہ ان کی تربیت قدرتی راستے سے ہٹ جاتی ہے،

تقطعون السبیل۔ تم راہزنی کرتے ہو۔

= تَاْتُوْنَ الْمُنْكَرَ۔ تم منکرات کا ارتکاب کرتے ہو۔

نَادِيْكُمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دن کی مجلس مشاورت۔ ن د ی۔ مادہ النِّدَاءُ کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں۔ اور کبھی نفس آواز پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً (۲: ۱۷۱) نہیں سنتا سوائے پکار اور آواز کے۔ یہاں ندار سے مراد آواز اور پکار ہے۔

نِدَاءٌ نَدٰی سے ہے جس کے معنی رطوبت یا نمی کے ہیں اور آواز کے لئے ندا کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے منہ میں رطوبت زیادہ آگئی ہو اس کی آواز بھی بلند اور حسین ہوگی پھر اسی مادہ سے نَدِیٌّ کے معنی مجلس کے بھی آتے ہیں (شاید کہ مجلس میں بھی آواز سے زیادہ

کام لیا جاتاہے) اس معنی میں نَدِیٌّ کی جمع اَنْدَاءٌ و اَنْدِیَۃٌ آتی ہے کبھی نِدَاءٌ سے مراد مجالست بھی ہوتی ہے اس لئے مجلس کو النَّادِی و النَّدِی کہا جاتا ہے اور نادی کے معنی ہم مجلس کے بھی آیا ہے مثلاً فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ (۹۶ : ۱۷) تو وہ اپنے یاران مجلس کو بلالے۔

اسی سے دارالنَّدْوۃ ہے اکٹھے ہوکر مشورہ کرنے کی جگہ۔

۲۹ : ۳۰ = رَبِّ ای یَارَبِّیْ۔

= اُنْصُرْنِیْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تو میری مدد کر۔

۲۹ : ۳۱ = اِنَّا مُھْلِکُوْٓا اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ۔ اِنَّا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مُرکب ہے۔ مُھْلِکُوْا اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُھْلِکُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔

ھٰذِہٖ اشارہ اَلْقَرْیَۃِ مشارٌالیہ دونوں مل کر مضاف الیہ اَھْل مضاف۔ مضاف الیہ اور مضاف مل کر مضاف الیہ مُھْلِکُوْا مضاف۔ اس بستی کے باشندگان کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

۲۹ : ۳۲ = لَنُنَجِّیَنَّہٗ۔ مضارع تاکید بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم ضرور اسے بچالیں گے۔ نَجّٰی یُنَجِّیْ تَنْجِیَۃً (تفعیل) بچانا۔ نَاجٍ بچانے والا۔ نجی مادہ۔

= کَانَتْ ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے۔ وہ ہوگی واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔

= غٰبِرِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل چیز کے گذر جانے کے بعد جو چیز باقی رہ جاتی ہے اُسے لغت میں غابر کہتے ہیں اس لئے غبار اس خاک کو کہتے ہیں جو کہ قافلہ کے گذرنے کے بعد اُڑ کر پیچھے رہ جاتی ہے۔

= کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی (جو عذاب میں گرفتار ہوتے اور ہلاک ہوگئے)

۲۹ : ۳۳ = سِیْٓءَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ سَوْءٌ مصدر (باب نصر) سَآءَ یَسُوْٓءُ سَوْءٌ برا ہونا، رنجیدہ ہوا۔ غمگین ہوا۔ اسے برا معلوم ہوا بِھِمْ ان کے (آنے) سے ان کی وجہ سے۔ ان کے بارے میں۔

اور جگہ آیا ہے فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (۶۷ : ۲۷) پھر جب وہ اس عذاب کو پاس آتا دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے برے

ہوجائیں گے۔ رگڑجائیں گے۔

= ضَاقَ ماضی واحد مذکر غائب وہ تنگ ہوا۔ ضَاقَ یَضِیْقُ ضَیْقٌ (ضرب) ضَیْقٌ وَضِیْقٌ۔ سَعَۃٌ (وسعت وکشادگی) کی ضد ہے۔ ضَیْقَۃٌ کا استعمال فقر، بخل، تنگی، غم اور اسی قسم کے معنوں میں آتاہے ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا۔ یعنی وہ ان کے بارے میں عاجز ہوگیا۔ دل تنگ ہوا۔

اور جگہ ارشاد ہے ضَاقَتْ عَلَیْہِمُ الْاَرْضُ (۹:۱۱۸) زمین ان پر تنگ ہوگئی اور وَ لَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۝ (۱۶:۱۲۷) اور جو چالیں یہ چلتے ہیں ان سے تنگدل نہ ہوجئے۔

= ذَرْعًا۔ طاقت، گنجائش، ہاتھ کی کشادگی۔ ضیقِ ذرع سے مراد طاقت کا ختم ہوجانا۔ یا گنجائش نہ رہنا۔ ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا۔ اس نے ان کی (رہائی یا بچاؤ) کی کوئی گنجائش نہ پائی

مولانا عبد الماجد دریا بادی رقمطراز ہیں ..

ضَاقَ بِہِمْ ذَرْعًا۔ عربی محاورہ میں یہ ایسے موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب شدتِ ناگواری برداشت سے باہر ہوتی جارہی ہو اور انسان عاجز آیا جارہا ہو۔

= مُنَجُّوْكَ، مضاف مضاف الیہ، مُنَجُّوْا اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّیْ واحد تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر اصل میں مُنَجُّوْنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گرگیا۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گرگئی۔ ترجمہ: بچانے والے۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے۔ بچانے والے۔ تجھے بچالینے والے

۲۹:۳۴ = مُنْزِلُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِنْزَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اتارنے والے برسانے والے۔

= رِجْزًا۔ عقوبت، بلا۔ عذاب۔ منصوب بوجہ مفعول۔ الرِّجْزُ کے معنی اضطراب کے ہیں لا خوب ہلنا اور جنبش کرنا۔ اور اسی سے رَجَزَ الْبَعِیْرُ ہے جس کے معنی ضعف کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپاتے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں ایسے اونٹ کو اَرْجَزُ اور اونٹنی کو رَجْزَاءُ کہا جاتا ہے کنایۃً عذاب مراد ہے۔

آیت ہذا میں معنی ہوں گے۔

ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک عذابِ آسمانی ان کی بدکاریوں کی پاداش میں نازل کرنے والے ہیں۔ اسی مادہ سے الرجز پلیدی کے معنی میں جیسے وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۷۴:۵)

اور نجاست سے الگ رہو۔

۲۹: ۳۵ = مِنْهَا ۔ ای مِنَ الْقَرْیَةِ ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القریۃ کی طرف راجع ہے۔

۲۹: ۳۶ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۔ ای وارسلنا الٰی مدین اخاھم شُعَیْبًا ۔ اور (ہم نے بھیجا) اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو۔

= اُرْجُوْا ۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر رَجَاءٌ مصدر (باب نصر) تم امید رکھو"

= لَا تَعْثَوْا ۔ فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم فساد مت کرو، عِثِیٌّ اور عُثِیٌّ مصدر (باب سمع) سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں باب نصر سے عَیْثٌ و عُثُوٌّ مصدر ہیں حواس فساد کے لئے آتے ہیں جس کا ادراک حسی ہو یعنی دنگہ فساد ۔ مارکٹائی ۔ عِثِیٌّ مادہ

۲۹: ۳۷ = الرَّجْفَةُ ۔ بھونچال، زلزلہ، لرزش ۔ صدمہ ۔ رَجَفَ یَرْجُفُ (باب نصر) رَجْفٌ رُجُوْفٌ و رَجِیْفٌ ۔ زور سے حرکت دینا ۔ الرَّجْلُ سخت بے چین ہونا۔ الْاَرْضُ زمین کا زلزلہ میں آنا۔ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (۷۳: ۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔

= فَاَصْبَحُوْا ۔ ف تعقیب کا ہے اَصْبَحُوْا ماضی جمع مذکر غائب ۔ وہ ہو گئے ۔ انہوں نے صبح کی ۔ اصبح افعال ناقصہ میں سے ہے۔

= جٰثِمِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ جَاثِمٌ واحد اوندھے پڑنے والے، زانو کے بل گرنے والے۔

جَثَمَ یَجْثِمُ (ضرب) وجَثَمَ یَجْثُمُ (نصر) جَثْمٌ و جُثُوْمٌ، مصدر ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا ۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا ۔ استعارہ کے طور پر انسان کا سینہ کے بل گرنا ۔ یا اوندھے پڑنا ہے۔

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۔ پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے یا پس صبح ہوئی تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔

۲۹: ۳۸ = وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا ۔ منصوب بوجہ فعل مضمر ای وَاَھْلَکْنَا عَادًا وَّ ثَمُوْدًا اور ہم نے ہلاک کیا عاد اور ثمود کو، (ثمود بوجہ عجمہ اور معرفہ غیر منصرف ہے)

= زَیَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے سنوارا ۔ اس نے زینت دی ۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا ۔ تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر ۔ جس کے معنی آراستہ کرنے اور زینت دینے کے ہیں

= مُسْتَبْصِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کَانُوْا ۔ اِسْتِبْصَارٌ (استفعال) مصدر۔ دیکھنے والے ۔ عقلمند، حق و باطل میں تمیز کرنے والے ۔ دور اندیش (دنیاوی امور میں)۔ یعنی باوجودیکہ واضح اور روشن دلائل کی وجہ سے انہوں نے حق کو خوب پہچان لیا تھا لیکن شیطان نے ان کے دنیاوی اعمال کو آراستہ پیراستہ کر کے دکھایا اور راہ راست سے ان کو روکے رکھا

وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔

۳۹:۲۹ = وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ معطوف علیٰ عَادًا وَثَمُوْدًا ۔ ای واھلکنا قارون وفرعون وھامان۔ قارون کو فرعون اور ہامان سے قبل لانے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں ۔

(۱) وہ ان سے قبل ہلاک ہوا۔

(۲) وہ بظاہر حضرت موسیٰ پر ایمان لایا تھا اور تورات کا علم ان سے زیادہ رکھتا تھا۔

(۳) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے زیادہ نزدیک تھا۔

= جَآءَ ھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب قارون وفرعون و ہامان کی طرف راجع ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس واضح دلائل لائے ۔

= اَلْبَیِّنٰتُ ۔ روشن دلائل ۔ کھلی نشانیاں ۔

= فَاسْتَکْبَرُوْا ۔ ف تعقیب کا ہے استکبروا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے استکبارٌ (استفعال) مصدر انہوں نے گھمنڈ کیا۔ انہوں نے غرور کیا۔

اَلْکِبْرُ وَالتَّکَبُّرُ وَالْاِسْتِکْبَارُ قریب قریب ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

کبر وہ حالت ہے جس کے سبب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا خیال کرے ۔ اور سب سے بڑا تکبر قبول حق سے انکار اور عبادت سے انحراف کر کے اللہ تعالیٰ پر تکبر کرنا ہے حدیث شریف میں ہے کہ الکبران تسفہ الحق وتغمص الناس۔ تکبر یہ ہے کہ تو حق کو جہالت تصور کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے ۔

= فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں یا زمین پر۔ حالانکہ زمین پر رہنے والوں کو زیب نہیں دیتا یا ان کو سزاوار نہیں کہ حقیر شے سے پیدا ہونے والی حقیر شے حق سے اور عبادت خالق سماوات والارض سے انکار کرے ۔

انہی معنوں میں اور جگہ بھی فی الارض مستعمل ہے مثلاً تستکبرون فی الارض بغیر الحق (۴۶ : ۲۰) کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے ۔

== وَمَاكَانُوْا سَابِقِيْنَ۔ مَاكَانُوْا فعل ناقص۔ سابقین خبر۔
سَابِقِيْنَ۔ سَابِقٌ کی جمع۔ سبق سے اسم فاعل جمع مذکر۔ آگے بڑھنے والے۔ سبقت لیجانے والے۔ یہاں وَمَاكَانُوْا سَابِقِيْنَ کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر نہ نکل سکے۔
ہماری سزا سے بچ نہ سکے۔ یہاں ضمیر جمع مذکر غائب فرعون وہامان وقارون کی طرف راجع ہے
۲۹ : ۴۰ == فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ۔ پس ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا۔
== حَاصِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ مفعول اَرْسَلْنَا۔
حَاصِبٌ بادسنگ بار۔ پتھروں کا مینہ۔ ہواؤں کا پتھر۔ سخت آندھی جس میں کنکریاں ہوں وہ جھکڑ جس میں تند ہوا ہو۔ حَصْبَاءُ سے مشتق ہے بمعنی کنکریاں (قوم لوط کی سزا)
== اَلصَّيْحَةُ۔ چیخ، کڑک، ہولناک آواز۔ صَاحَ يَصِيْحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ۳۷ مذکورہ بالا میں اس عذاب کے واسطے لفظ الرَّجْفَةُ استعمال ہوا ہے (اہل مدین۔ عاد وثمود کی سزا)
== خَسَفْنَا بِهٖ۔ ہم نے دھنسا دیا۔ (زمین میں) (قارون کی سزا)
== اَغْرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے غرق کردیا۔ (فرعون وہامان کی سزا)
فَائِدَہ ؛ جس ترتیب سے آیات ۳۳ تا ۳۹ میں مختلف سرکش قوموں یا افراد کا ذکر آیا ہے مثلاً قوم لوط۔ آیات ۳۳ تا ۳۵ اہل مدین عاد وثمود آیات ۳۶ : تا ۳۸ قارون آیت ۳۹ فرعون وہامان، اسی ترتیب سے ان پر آنے والے عذاب کا ذکر آیا ہے :۔
باد سنگ بار، قوم لوط۔ سخت ہولناک کڑک کا عذاب۔ اہل مدین عاد وثمود۔ زمین میں دھنسا دینا۔ قارون۔ غرق کر دینا۔ فرعون وہامان۔ اس کو علم البدیع کی اصطلاح میں لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔
۲۹ : ۴۱ == اِتَّخَذُوْا، ماضی جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔
انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔
== اَوْهَنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے کمزور۔ سب سے ضعیف۔
وَهْنٌ مصدر۔ جس کے معنی جسمانی طور پر کسی معاملہ میں کمزور ہونے یا اخلاقی کمزوری ظاہر کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ (۱۹ : ۴) اے میرے

میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں۔

= اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ۔ میں ما موصولہ ہے اور یَعْلَمُ کا مفعول ہے مِنْ دُوْنِهٖ میں مِنْ متعلق یَدْعُوْنَ ہے ہ ضمیر کا مرجع اللّٰہ ہے مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ یا تو تبیین کا ہے اور موصول کے بیان کے لئے ہے یا تبعیضیہ ہے ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ جس کسی شے کو اللہ کے سوا پکارتے (یا پوجتے) ہیں اللہ اس کو یقیناً جانتا ہے۔

یَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ اور دُعَاءٌ مصدر (باب نصر) وہ بلاتے ہیں وہ پکارتے ہیں۔ وہ پوجتے ہیں۔

= وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اور وہ بڑا زبردست ہے اور حکمت والا ہے یعنی نہ صرف قوتِ علمی میں کامل ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ) بلکہ قوتِ عملی اور حکمت میں بھی بدرجۂ اتم کامل ہے۔

۲۹:۴۳ = تِلْكَ الْاَمْثَالُ۔ یہ مثالیں یعنی یہ موجودہ مکڑی کی مثال اور قرآن مجید میں مذکور دوسری مثالیں مثلاً اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ (۲: ۲۶) خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان فرمائے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (۲۲: ۷۳) اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے سنو! جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی (تک) تو پیدا نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ سب ہی اس غرض کے لئے جمع ہو جاویں۔ وغیرہ

= مَا يَعْقِلُهَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب عَقْلٌ مصدر۔ (باب ضرب) وہ نہیں سمجھتے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَمْثَالُ کی طرف راجع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط ۞

اُتۡلُ مَآ اُوۡحِیَ (۲۱)

اَلعَنۡکَبُوۡت ، الرُّوۡم ، لُقۡمٰن ۔ السَّجۡدَۃ
اَلاَحۡزَاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَیْکَ

۲۹: ۴۵ = اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر تِلَاوَۃٌ مصدر فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں بمعنی دُمْ عَلٰی تِلَاوَتِہٖ ہے یعنی متواتر پڑھا کیجئے۔

= مَآ اُوْحِيَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ۔ مَا موصولہ اُوْحِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ (افعال) مصدر۔ وحی کی گئی مِنَ الْکِتٰبِ میں مِنْ بیانیہ ہے اَلْکِتٰبُ سے مراد القرآن ہے۔ یعنی جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اسے دائماً پڑھا کیجئے۔

= اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اَقِمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (اگرچہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس سے جمیع الناس مراد ہیں) اقامۃ مصدر باب افعال۔ تو قائم رکھ۔ تو سیدھا رکھ۔ تو راست کر (اس میں بھی مداومت کے معنی ہیں)

الصَّلٰوۃ میں الف لام عہد کا ہے۔ یعنی وہ نماز جو ظاہری اور باطنی شرائط معینہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

= تَنْھٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب، نَھْيٌ مصدر۔ نَھٰی یَنْھٰی (باب فتح) سے مصدر۔ نَھْوٌ باب نصر سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ وہ روکتی ہے۔ وہ منع کرتی ہے

= اَلْفَحْشَآءِ برا کام، بےحیائی کا کام۔ زنا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۲۸)

= اَلْمُنْکَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر اِنْکَارٌ (افعال) مصدر وہ قول و فعل جس کو عقل سلیم برا جانتی ہو یا جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔ بری بات، مثلاً لقد جئت شَیْئًا نُّکْرًا (۱۸: ۷۴) یقیناً آپ نے بری بات کی۔ یا وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (۲۹:۲۹) اور تم بھری مجلس میں ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہو۔

= وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ لام تاکید کا ہے۔ اَکْبَرُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اور اللہ کا ذکر زیادہ بڑا ہے۔ ذکر سے یہاں مراد کیا ہے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں: مثلاً

(۱) حضرت ابن عباس رضی سے منقول ہے لذکر اللہ تعالی العبدَ اکبر من ذکر العبد اللہ تعالی۔ جو ذکر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا کرتا ہے وہ اس ذکر سے بہت بڑا ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کا کرتا ہے اور اس پر دلیل لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (۲: ۱۵۲) سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا!

(۲) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر شے سے بہتر ہے۔

(۳) بندے کا نماز میں اللہ کا ذکر کرنا دیگر ارکان نماز سے بہتر ہے۔

(۴) بندے کا نماز میں اللہ کا ذکر کرنا خارج از نماز ذکر کرنے سے بہتر ہے۔

(۵) اللہ کا ذکر کرنا بندے کے دیگر تمام اعمال سے بہتر ہے۔

(۶) یہاں ذکر اللہ سے مراد الصلوٰۃ ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (۶۲: ۹) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کہی جاتے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو۔ وغیرہ

= مَا تَصْنَعُوْنَ۔ میں مَا موصولہ ہے۔ تَصْنَعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جو تم کرتے ہو۔

۲۹: ۴۶ = وَلَا تُجَادِلُوْٓا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت جھگڑو۔ تم بحث مباحثہ مت کرو۔ جَادَلَ یُجَادِلُ مُجَادَلَةً (مفاعلۃ) سے۔ جدل مادہ

= اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ مگر مہذب اور شائستہ طریقہ سے۔

= اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ مستثنیٰ اور اَهْلَ الْكِتٰبِ مستثنیٰ منہ ہے ماسوائے ان میں سے ان لوگوں کے جو زیادتی کریں۔ (تو اس صورت میں درشتی وخشونت روا ہے اور ان کو ترکی بہ ترکی جواب دینے میں کوئی حرج نہیں)

= وَقُوْلُوْٓا...... یہ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر ہے یعنی بحث کو کچھ یوں شروع کرو کہ نکاتِ اتفاق پہلے آئیں اور تاکہ پیش رفت کے لئے ایک متفقہ قرار داد اور مشترکہ زمین مہیا ہو جائے اس کے بعد نکات اختلاف پر بحث آسان ہو جائے گی!

= اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ (جو) ہماری طرف اتارا گیا۔ یعنی القرآن

= اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ۔ یعنی تورات و انجیل۔

= لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اِلٰهُ وَّاحِدٌ کی طرف راجع ہے۔
۲۹:۴۷ = كَذٰلِكَ ...... الْكِتٰبَ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :۔
(۱) جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کی تھیں اسی طرح اب یہ کتاب (القرآن) تم پر نازل کی ہے۔
(۲) ـــ ہم نے اس تعلیم کے ساتھ یہ کتاب (قرآن) نازل کی ہے کہ ہماری پچھلی کتابوں کا انکار کرکے نہیں بلکہ ان کا اقرار کرتے ہوئے اسے مانا جائے۔
= اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ای التوراۃ والانجیل۔ یا اس میں حذف مضاف ہے اور کلام یوں ہے اٰتَيْنٰهُمْ عِلْمَ الْكِتٰبِ جن کو ہم نے توراۃ وانجیل کا علم عطا کیا۔
= يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الکتب (یعنی القرآن) کے لئے ہے اور یُؤمنو میں ضمیر جمع مذکر غائب ان علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے جنہوں نے خدا کی نازل کردہ کتابو کو بغور پڑھا جیسا کہ پڑھنے کا حق ہوتا ہے اور نتیجۃً ایمان لے آئے۔
= مِنْ هٰٓؤُلَآءِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ اہل عرب یا اہل مکہ کی طرف ہے (اور ان لوگوں میں سے بھی اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں) امام رازیؒ کا قول ہے کہ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سے مراد بعض مشرکین مکہ نہیں بلکہ بعض اہل کتاب ہی ہیں۔
= يَجْحَدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَحَدَ يَجْحَدُ (فتح) جَحْدٌ وجُحُوْدٌ جان بوجھ کر انکار کرنا۔ وَمَا يَجْحَدُ اور کوئی انکار نہیں کرتا۔
۲۹:۴۸ = كُنْتَ تَتْلُوْا ماضی استمراری، واحد مذکر حاضر تو پڑھا کرتا تھا۔ تو پڑھتا تھا۔
مَا كُنْتَ تَتْلُوْا تو نہیں پڑھتا تھا۔ تو نہیں پڑھ سکتا تھا۔
= مِنْ قَبْلِهٖ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب القرآن کی طرف راجع ہے ای قبل انزال القرآن۔ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے۔
= مِنْ كِتٰبٍ۔ کوئی کتاب ؛
= وَلَا تَخُطُّهٗ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ خَطَّ يَخُطُّ (باب نصر) خَطٌّ (مضاعف) لکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کتاب کی طرف راجع ہے۔ اور نہ ہی تم اس کو لکھ سکتے تھے
= بِيَمِيْنِكَ۔ تیرے دائیں ہاتھ سے۔ تو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ۔ نفی کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی نہ تو نے کبھی اپنے دائیں ہاتھ سے (جو اکثر اسی ہاتھ سے لکھنے کا کام لیا جاتا ہے) ایسی کسی کتاب کو لکھا۔ اسی طرح بولتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دیکھنے کے فعل کی

حقیقت کو شک وشبہ سے بالاتر ذہن نشین کرانے کے لئے۔

= اِذًا۔ تب، اس وقت۔ یہاں اذًا قائم مقام جزا ہے، اور جواب شرط اور جزاء کے لئے آتا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔

جس جگہ اِذًا کے بعد لام آئے گا تو ضروری ہے کہ اس سے قبل لَوْ مقدر ہو۔ جملہ ہٰذا میں عبارت مقدرہ ہو گی لوکنت تتلوا من قبلہ من کتٰبٍ و تخطہ اذًا لارتاب المبطلون۔ اگر قبل ازیں آپ کتاب پڑھ سکتے ہوتے اور اسے لکھتے ہوتے تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔ اس کی مثال: اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ (۲۳: ۹۱) (اس کے ساتھ اگر کوئی اور خدا ہوتا) تو ہر خدا اس چیز کو جو اس نے پیدا کی لے جاتا۔

= لَاَرْتَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر لام تاکید کا۔ تو وہ ضرور شک کرتا۔ یہاں صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ تو وہ ضرور شک کرتے۔ ریب مادّہ

= المُبْطِلُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو، اہل باطل، حق کو جھٹلا نیوالے۔

اِبْطَالٌ (افعال) مصدر۔ مُبْطِلٌ واحد۔

۲۹: ۴۹ = بَلْ۔ یہاں حرف اضراب ہے یعنی ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی یہ قرآن اس میں کوئی شک نہیں بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں۔

= اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ۔ موصوف وصفت۔ واضح روشن آیات۔

= اُوْتُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اٰتٰی يُؤْتِيْ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر ان کو دیا گیا۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو ملا۔

= فِيْ صُدُوْرِ۔ سینوں میں (حفظ کیا ہوا)

۲۹: ۵۱ = اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ۔ نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ آیت ۵۰ (قُلْ اِنَّمَا .... مُبِيْنٌ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد الٰہی تھا۔ اب خدا تعالیٰ کی طرف سے کلام ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ مقدرہ پر عطف کے لئے ہے ای اَقَصَرَ وَلَمْ يَكْفِهِمْ کیا یہ کم ہے اور کافی نہیں ہے ان کے لئے۔

لَمْ يَكْفِهِمْ۔ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب كَفٰى يَكْفِيْ (ضرب) كِفَايَةً مصدر۔ لَمْ کی وجہ سے يَكْفِيْ سے آخر کا حرف علت گر گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جو قَالُوْا (آیۃ ۵۰) کے فاعل کی طرف راجع ہے یہ اہل کتاب کے لئے بھی ہو سکتی ہے

اور کفار قریش کے لئے بھی۔

= یُتْلٰی عَلَیْہِمْ۔ یُتْلٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب، تِلَاوَۃٌ مصدر۔ الکتاب مفعول مالم یسم فاعلہ۔ جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی رہتی ہیں۔ مضارع کا صیغہ استمرار اور دوام کو چاہتا ہے۔ پس یُتْلٰی عَلَیْہِمْ کے معنی ہوں گے یُتْلٰی عَلَیْہِمْ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَمَکَانٍ یعنی یہ ان پر ہر زمان ومکان میں پڑھی جائیں گی۔

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل کتاب یا کفار قریش کے لئے ہے

= اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ۔ ای فی ذلک الکتب۔ یعنی قرآن،

= لَرَحْمَۃً میں لام تاکید کا ہے رحمۃً منصوب بوجہ عمل اِنَّ یعنی یہ اسم اَنّ ہے جیسے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (۳: ۱۳) بے شک اس میں اہل بصیرت کے لئے بڑی عبرت ہے۔

= ذِکْرٰی۔ موعظت، پند، یاد۔ ذکر کرنا نصیحت کرنا۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے کثرت ذکر کے لئے ذکرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ میں جملہ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ فاعل ہے لَمْ یَکْفِہِمْ کا الکتٰبَ مفعول ہے اَنْزَلْنَا کا۔ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ صفت ہے الکتٰبَ کی۔ اَنَّا۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نَا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ تحقیق ہمارا تجھ پر (ایسی) کتاب کا نازل کرنا جو ان پر دائما پڑھی جائے گی ان کے لئے (بطور معجزہ) کافی نہیں ہے

۲۹: ۵۲ = کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا میں کَفٰی کا فاعل اللہ ہے ب زائدہ ہے۔ شَہِیْدًا کَفٰی کا مفعول لہٗ بھی ہو سکتا ہے اور تمیز بھی۔

کَفٰی یَکْفِیْ (ضَرَبَ) کِفَایَۃٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ (ضرورت پوری کرنے کے لئے) کافی ہے (اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں ہے)

= شَہِیْدًا بطور گواہ

۲۹: ۵۳ = یَسْتَعْجِلُوْنَکَ۔ یَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ۔ (استفعال) مصدر وہ جلدی مانگتے ہیں۔ وہ تعجیل چاہتے ہیں (ضمیر فاعل قریش کے لئے ہے۔ عُجلت۔ جلدی۔ عَجَلٌ مادہ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تجھ سے۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= اَجَلٌ مُسَمًّى ۔ موصوف وصفت اَجَلٌ مدتِ مقررہ۔ مُسَمًّى اسم مفعول واحد مذکر تَسْمِيَةٌ مصدر (باب تفعیل) بمعنی نام رکھنا۔ نام لینا۔ (اس سے کسی چیز کی تعیین ہو جاتی ہے۔ اَجَلٌ مُسَمًّى مدت مقررہ۔ تعیین شدہ میعاد۔ یہاں اَجَلٌ مُسَمًّى سے مراد قیامت ہے یا یوم بدر۔

= لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ (تو) ان پر عذاب ضرور آچکا ہوتا۔ جملہ جواب شرط میں ہے لام لَوْ کے جواب میں جملہ جزائیہ پر آیا ہے۔

= وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ يَأْتِيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ ہے۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، وہ ضرور (اپنے وقت پر) ان پر آئے گا۔

= بَغْتَةً ۔ اچانک ۔ یک دم ۔ دفعۃً ۔ یکایک ۔ بَغْتَةٌ مصدر۔ بَغَتَ يَبْغَتُ بَغْتًا وَبَغْتَةً کسی چیز کا یک بارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہونا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

= لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ خبر بھی نہ رکھتے ہوں گے ا ان کو خبر تک نہ ہوگی۔ شُعُوْرٌ مصدر (باب نصر)

۲۹: ۵۴ = لَمُحِيْطَةٌ میں لام تاکید کے لئے ہے مُحِيْطَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِحَاطَةٌ مصدر (افعال) حَاطَ مادہ ہر طرف سے گھیر لینے والی جہنم کی صفت میں آیا ہے لہٰذا مؤنث استعمال ہوا ہے بمعنی سَتُحِيْطُ بِهِمْ ۔ عنقریب ان کو گھیر لے گی۔

یا جملہ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۔ موضع حال میں ہے، اور تحقیق جہنم ان کو پہلے ہی گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ ان کے کفر و معاصی کی سزا میں جہنم ان کا مقدر بن چکی ہے۔

۲۹: ۵۵ = يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ يَوْمَ يَغْشٰهُمْ ۔ ظرف ہے اور اس کا عامل (بابت نصب) محیطۃ ہے ای سَيُحِيْطُ بِهِمْ يَوْمَ ..... جس دن عذاب ان کو گھیرے گا۔ ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے (یعنی ہر طرف سے اور یہ وضاحت ہے يَغْشٰهُمْ کی)

= وَيَقُوْلُ ۔ ای وَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ ۔

= ذُوْقُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذَاقَ يَذُوْقُ ذَوْقًا (نصر) تم چکھو،

ذَآئِقَۃٌ۔ قوتِ ذائقہ۔ چکھنے والی۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔

= ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ای ذوقوا جزاء ما کنتم تعملون اپنی کرتوتوں کی جزا چکھو۔

۲۹: ۵۶ = فَاِيَّایَ واحد متکلم کی ضمیر منصوب منفصل۔ مجھ کو، مجھ ہی سے۔ ف تعقیب کا ہے۔

۲۹: ۵۸ = لَنُبَوِّئَنَّھُمْ۔ لام تاکید کا۔ نُبَوِّئَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم بَوَّاَ یُبَوِّاُ تَبْوِئَۃٌ (باب تفعیل) بَوْءٌ مادہ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب؛ ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔ اَلْبَوَاءُ کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی۔ ہموار۔ (اور سازگار و موافق) ہونے کے ہیں۔ تَبَوَّاَ (باب تفعل) المکان۔ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ جیسے نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ (۳۹: ۷۴) ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں۔ اَلْبَاءَۃُ۔ اَلْبِیْئَۃُ۔ اَلْمَبْوَاُ۔ گھر، مکان، سرائے۔

= غُرَفًا۔ بالاخانے۔ اونچے محل۔ منصوب بوجہ مفعول ثانی نُبَوِّئَنَّھُمْ کا۔ مفعول اوّل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو بہشت میں بالاخانوں پر جگہ دیں گے!

= تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ غُرَفٌ کی صفت،

= نِعْمَ۔ کلمہ مدح ہے۔ نحویوں کے نزدیک نِعْمَ فعل ہے لیکن قرآن مجید میں بطور فعل نہیں آیا۔ بمعنی بہت اچھا۔ بہت خوب، عمدہ۔

۲۹: ۵۹ = یہ آیت عَامِلِیْنَ (آیت ۵۸) کی صفت ہے۔

۲۹: ۶۰ = كَاَیِّنْ۔ اسم ہے جو کاف تشبیہ اور اَیّ سے مرکب ہے۔ تعداد میں کثرت ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے، مبہم کثرت تعداد پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے تمیز کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی تمیز بلیشتر مِنْ کے ساتھ مجرور ہوتی ہے جیسے وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ (۳: ۱۴۶) اور کتنے ہی نبی ہو چکے ہیں کہ ان کی معیت میں بہت اللہ والوں نے (کافروں سے) لڑائی کی۔

اس مثال میں كَاَیِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا۔ لیکن کس کی "یہ بات" مبہم تھی۔ جب اس کے بعد مِنْ نَّبِیٍّ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ یہ کثیر تعداد نبیوں کی تھی!

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ (۲۲:۴۵) غرض کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا جو نافرمان تھیں۔ كَاَيِّنْ کتنی ہی، بہت سی۔ بہت تعداد میں۔ پس وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ ....اور کتنے ہی جانور ہیں جو

....

= دَآبَّةٍ۔ جانور۔ رینگنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔

دَبَّ يَدِبُّ (ضرب) دَبٌّ وَدَبِيْبٌ آہستہ آہستہ چلنا۔ اور رینگنا۔ سانپ کی طرح رینگنا۔ بچہ کی طرح ہاتھ پیروں پر گھسٹنا۔

دَآبَّةٌ اسم فاعل کا صیغہ ہے مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہیں اس میں تاء وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَآبٌّ ہے۔ ہر رینگنے والے جانور، سواری کے جانور۔ باربرداری کے جانور کے لئے استعمال ہوتا ہے زیادہ تر حشرات الارض کے لئے آتا ہے۔

= فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ہ فَ ترتیب کا ہے یا جواب شرط میں ہے جو مقدرہ ہے۔

ای اذا کان الامر کذٰلك فکیف یصرفون عن الاقرار بتفردہ عز وجل فی الالوھیة۔ جب امر واقع یہ ہے تو یہ لوگ توحید الٰہی کے اقرار سے کیوں روگرداں ہیں۔

= اَنّٰى۔ اسم ظرف ہے زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے ظرف زمان ہو تو مَتٰى کے معنوں میں (جب، جس وقت) اور ظرف مکان ہو تو اَيْنَ کے معنوں میں (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو کیف کے معنوں میں (کیسے، کیونکر) آتا ہے۔

اَفَكَ يَاْفِكُ اِفْكًا (باب ضرب) سے۔ اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤتفکة کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں مُؤتفکات الٹنے والی بستیوں کو کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی (جب ان کو الٹ دے مارا گیا) اپنا اصلی رُخ چھوڑ کر الٹی ہو گئی تھیں۔

پس فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کا مطلب ہوا کہ وہ کدھر پھیرے جا رہے ہیں کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ ان کی قسمت کیسی الٹی ہو گئی ہے کہ اعتقاد حق سے باطل کی طرف، سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے افعال کی طرف پھر رہے ہیں۔ مجہول کا صیغہ ان کی بدقسمتی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے یعنی ایک معمولی عقل کا مالک بھی جو اپنے نفع و نقصان کا معمولی سا احساس رکھتا ہو یہ طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ لیکن ان کی بدقسمتی ان کو باوجود حق و باطل کو

سمجھ لینے کے بھی قعرِ مذلت کی طرف لئے جارہی ہے۔

۲۹: ۶۲ == یَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ مصدر (باب نصر) کشادہ کرتا ہے، فراخ کرتا ہے بَسْطَۃٌ وَبُسْطَۃٌ فضیلت، قدرت، جسم کی بڑائی۔ علم کی وسعت، کمال کی افزونی۔ کے لئے آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲: ۲۴۷) اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں انتخاب کرلیا ہے اور اسے علم و جسم دونوں میں کشادگی زیادہ دی ہے۔

== یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَرْتُ عَلَیْہِ الشَّیْءَ کے معنی کسی پر تنگی کر دینے کے ہیں گویا وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی ہے اس کے بالمقابل بغیر حساب یعنی بے اندازہ آتا ہے مثلاً اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۳: ۳۷) بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دے دیتا ہے۔

۲۹: ۶۳ == لَیَقُوْلُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر غائب۔ وہ ضرور کہیں گے۔

== قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ! تو کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یعنی شکر الحمد للہ کہ اس بات کا اعتراف تو تم کرتے ہو۔

(جب وہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ ہی بارش لاتا ہے جس سے کھیتیاں اگتی ہیں اور نشوونما پاتی ہیں اور بارآور ہوتی ہیں اور وہی بنجر زمین کو زرخیز بناتا ہے تو اس حد تک تو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق اللہ کا کوئی شریک نہ ہونا چاہئے لیکن ان کی بدقسمتی کہ اکثرھم لا یعقلون۔ ان کی عقل ہی کام نہیں کرتی۔

۲۹: ۶۴ == وَمَا۔ میں مَا نافیہ ہے۔

== لَھِیَ الْحَیَوَانُ میں لام تحقیق کا ہے ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب کو تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔ حَیَوَان یہاں اپنے عام معنی میں جاندار یا ذی حیات کے مرادف نہیں بلکہ حَیِیَ یَحْیٰی (سمع) کا مصدر ہے۔ حَیَاۃٌ بھی اس کا مصدر ہے لیکن حَیَوَانٌ حَیَاۃٌ سے بھی زیادہ بلیغ و پرزور ہے کیونکہ فَعَلَانَ کے وزن میں حرکت و اضطراب جو لازمہ حیات ہے موجود ہے۔ حَیَوانٌ بمعنی جینا۔ زندگی، حیات،

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ تحقیق عالم آخرت ہی اصلی و حقیقی زندگی ہے۔ حَیَوَانٌ اصل میں حَیَیَانٌ تھا یائے ثانی کو خلاف قیاس واؤ میں تبدیل کردیا۔

ح ی ی ۔ مادّہ ۔

= لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ہ یہ جملہ شرط ہے اور جوابِ شرط محذوف ہے ای لو کانوا یعلمون لم یؤثروا الحیٰوۃ الدنیا علیھا۔ اگر وہ جانتے ہوتے تو دنیا کی زندگی کو (آخرت کی زندگی پر) ترجیح نہ دیتے۔ یا لَوْ تمنیٰ کے لئے ہے اور جملہ تمنائیہ ہے کاش وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے کہ (ان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان)

۲۹: ۶۵ = رَكِبُوْا۔ ماضی بمعنی حال جمع مذکر غائب۔ وہ سوار ہوتے ہیں۔

= دَعَوُا ماضی بمعنی حال جمع مذکر غائب۔ دَعَوْا اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ الف اور واؤ دو ساکن جمع ہو گئے الف کو حذف کرلیا گیا دَعَوْا رہ گیا۔

وہ پکارتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں۔ دَعَا يَدْعُوْا دُعَاءٌ (باب نصر) دع و مادّہ

= مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ یہ جملہ حال ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ دین کو خالص کرنیوالے

الدین بمعنی اطاعت۔ شریعت۔ ملت۔ دَانَ يَدِيْنُ (ضرب) کا مصدر۔

مُخْلِصِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُخْلِصٌ واحد۔ اخلاص کے لغوی معنی کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کرنا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف و خالی ہونا کے ہیں!

اور اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ یہ عمل محض رضائے الٰہی کے لئے کرے۔ اور اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔ اخلاصِ دین سے مراد یہ ہے کہ طاعت صرف اللہ ہی کی ہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

لَهٗ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

مخلصین لہ الدین کا مطلب ہوا کہ خالصۃً اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے (دعا مانگتے ہیں)

= نَجّٰهُمْ۔ نَجّٰى يُنَجِّيْ تَنْجِيَةً (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس نے ان کو نجات دی۔ اس نے ان کو سلامتی سے خشکی تک یعنی کنارے تک پہنچایا۔

= اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو جھٹ وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ اسی وقت۔ اِذَا بمعنی جب۔ ناگہاں۔ ظرف زمان ہے۔

۲۹ : ۶۶ == لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ - میں لام کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
۱:۔ یہ لام کَیْ ہے کے (تاکہ) کے معنی میں آیا ہے اور اس کے مرادف ہے۔ ای لِکَیْ یَکْفُرُوْا تاکہ وہ ناشکری کریں یا کفر کا ارتکاب کریں۔ والمعنی یعودون الیٰ شرکھم لیکونوا بالعود الیٰ شرکھم کافرین بنعمۃ النجاۃ۔ وہ شرک کی طرف پلٹ آتے ہیں تاکہ اس طرح شرک کی طرف مڑ آنے سے نجات کی نعمت کی ناشکری کریں۔ گویا شرک کا ارتکاب کرکے وہ اللہ کی نجات والی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔
۲:۔ یہ لام امر کا ہے اور اعملوا مَا شِئْتُمْ (کرلو جو تم چاہتے ہو) کا مرادف ہے یہاں امر کا مقصد یہ نہیں کہ وہ ناشکری کریں بلکہ غصہ و غضب کا اظہار ہے اور تہدید کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ وہ جیسے چاہیں ناشکری کرلیں۔ بالآخر ان سے نپٹ لیا جائیگا۔
بِمَا میں مَا موصولہ ہے مَآ اٰتَیْنٰھُمْ (جو نعمت) ہم نے ان کو دی ہے (یعنی سمندر کے طوفان سے نجات)
== وَلِیَتَمَتَّعُوْا واؤ عاطفہ ہے لام جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے یَتَمَتَّعُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ تَمَتُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ مزہ اڑاتے رہیں۔
== فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ - وہ عنقریب جان لیں گے۔ (اپنے سوء اعمال کا نتیجہ۔ تہدیدًا کہا گیا ہے۔
۲۹ : ۶۷ == اَوَ لَمْ یَرَوْا میں ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے۔
== حَرَمًا - حرم۔ پناہ کی جگہ۔ ادب کا مقام۔ مکہ معظمہ کا ایک مخصوص حصہ جس کی حدود میں اس کے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو حرام کردیا۔
== اٰمِنًا۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ امن والا۔ پُرامن۔ اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا۔ ہم نے بنادیا حرم کو امن والا۔ اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے!
وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْھُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (۲۸: ۵۷) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہوکر ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں (یعنی مار کر نکال دیئے جائیں۔
== یُتَخَطَّفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَخَطُّفٌ مصدر (باب تفعّل) اچک

لئے جاتے ہیں جھپٹ لئے جاتے ہیں۔ ثلاثی مجرد میں باب سمع وضرب دونوں سے آتا ہے اور جگہ ارشاد ہے: يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لے جائے۔

يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ۔ اور لوگ ان کے گردونواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔ یعنی ان کے گردونواح میں قتل وغارت کا سلسلہ جاری ہے۔

= بِنِعْمَةِ۔ میں نعمت بطور اسم جنس کے آیا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں ہیں۔

۲۹: ۶۸ = اِفْتَرٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰى يَفْتَرِيْ افتراءٌ (افتعال) سے۔ دروغ بافی کرنا۔ بہتان تراشی کرنا۔ جھوٹ باندھنا۔ مَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا۔ فری مادہ

= كَذَّبَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے جھٹلایا۔ اس نے انکار کیا۔

كَذَّبَ بِالْاَمْرِ کسی چیز سے انکار کرنا۔ كَذَّبَ بِاٰيَاتِ رَبِّهٖ اس نے اپنے پروردگار کی آیات کا انکار کیا۔

= مَثْوٰى۔ ظرف مکان۔ مَثَاوِيْ جمع۔ ٹھکانا۔ دراز مدت کے لئے ٹھہرنے کا مقام۔ فرودگاہ۔ ثوٰى يثوى ثَوِيٌّ۔ ضرب سے مصدر

۲۹: ۶۹ = جَاهَدُوْا فِيْنَا۔ جَاهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جہاد کیا۔ انہوں نے محنت کی۔ وہ لڑے مُجَاهَدَةٌ (مفاعلۃ) مصدر

= فِيْنَا۔ لِوَجْهِنَا۔ ہمارے لئے۔ مِنْ اَجْلِنَا۔ ہمارے واسطے۔

= لَنَهْدِيَنَّهُمْ۔ مضارع بلام تاکید ونون تاکید ثقیلہ جمع متکلم هِدَايَةٌ مصدر۔

= سُبُلَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ اس کا واحد سَبِيْلٌ ہے

= اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ تحقیق وتاکید کے لئے۔ مَعَ کے ساتھ لام تاکید کے لئے۔ تاکہ شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہ رہے۔ اللہ کی معیت اس کی نصرت اور اعانت ہی کا دوسرا نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الرُّوْم (۳۰) (۸۴)

۳۰: ۲ = غُلِبَتِ الرُّوْمُ ہ غُلِبَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، مغلوب ہوئی۔ شکست کھائی۔ ہرادی گئی۔ الروم سے مراد سلطنتِ روم۔ روم کی فوجیں یا خود اہل روم ہیں۔ الروم سے مراد یہاں قدیم رومن ایمپائر کا وہ مشرقی حصہ ہے جو ۳۹۵ء میں اس سے کٹ کر ایک مستقل حصہ بن گیا تھا۔ یہ سلطنت ۱۴۵۴ء تک رہی اس میں تمام فلسطین۔ ایشیائے کوچک کے علاقے سب شامل تھے ۱۴۵۴ء کے بعد یہ سلطنت ترکوں کے قبضہ میں آگئی۔

حکومت روم کی جس شکست کا یہاں ذکر ہے وہ ۱۳/۱۴ ۶ء میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب مسیحی رومیوں کو مجوسِ ایران کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانا پڑی اور انطاکیہ دمشق کے علاقوں پر ایرانیوں نے قبضہ کرلیا۔ اور ہزاروں عیسائیوں کو تہ تیغ کردیا گیا۔
اس زمانہ میں مکہ میں واضح طور پر مشرکین اور اہل اسلام دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے اہل ایران کی فتح پر اہل مکہ شاداں تھے کہ ان کی طرح کے منکرینِ توحید کو فتح ہوئی ہے اور مسلمان جو اہل روم کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے کہ کم از کم اہل کتاب تو تھے۔ اُن کی شکست پر غمگین نظر آتے تھے اس وقوعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ۶۱۵ء یا ۶۱۶ء میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

۳۰: ۳ = فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ۔ اَدْنٰی۔ دَنَا یَدْنُوْ دُنُوٌّ (نصر) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی نزدیک تر۔ بہت قریب۔ اور اَلْاَرْضِ ملک اور علاقہ۔ یہاں قریب کی سرزمین سے مراد زمین دمشق ہے جہاں رومیوں کو ۱۳/۱۴ ۶ء میں ایرانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ قریب کی زمین۔ قریب کا علاقہ

قریب کا ملک۔

= غَلَبِهِمْ۔ غَلَبٌ مصدر ـ مضاف۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ اس کا مرجع اہل روم ہیں۔ غَلَبٌ قوت کے ساتھ غالب آنا۔ یا مغلوب ہونا۔ یہاں مصدر مجہول ہے اور بمعنی مغلوب ہونا ہے۔ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ۔ ان کے مغلوب ہونے کے بعد ان کے ہار جانے کے بعد۔

= سَيَغْلِبُوْنَ۔ س اگرچہ مستقبل قریب کے لئے ہے لیکن یہاں تاکید کے لئے آیا ہے یعنی رومی ضرور غالب آئیں گے مستقبل قریب کا مفہوم فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ میں آگیا ہے ایک مفہوم ادا کرنے کے لئے دو لفظ شانِ فصاحت کے خلاف ہے، وہ ضرور غالب آئیں گے۔

۳۰: ۴ = بِضْعِ سِنِيْنَ۔ چند سال۔ بِضْعٌ (باء کے کسرہ کے ساتھ) وہ عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہوں یہ لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک پانچ سے اوپر اور دس سے کم پر۔ بِضَاعَةٌ مال کا وافر حصہ جو تجارت کے لئے الگ کیا گیا ہو۔ سرمایہ، پونجی۔ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (۱۲: ۶۵) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے۔

بَضْعَةٌ (باء کے فتح کے ساتھ) ٹکڑہ۔ فُلَانٌ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فلاں میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ یعنی نہایت قریبی رشتہ دار ہے۔

= لِلّٰهِ الْاَمْرُ۔ حکم اللہ ہی کا ہے یعنی احکام کا اجراء اللہ ہی کے اختیار میں ہے یہاں الامر سے مراد انفاذ الاحکام (اجراء احکام) ہے۔

= مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔ پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

= يَوْمَئِذٍ۔ اس روز ای یوم اذ یغلب الروم فارسًا۔ جس روز رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں گے۔

= يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔ اللہ کی امداد پر اہل ایمان خوش ہوں گے۔ یہ عین وہ وقت تھا جب ادھر مسلمانوں کو مشرکوں کے مقابلہ میں غزوۂ بدر میں نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ اس طرح مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی۔ ۶۲۴ء ہی وہ سال ہے جس میں جنگ بدر ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں قیصرِ روم نے زرتشت کا مولد تباہ کیا اور ایران کے سب سے بڑے آتشکدے کو مسمار کردیا۔

۳۰: ۶ == وَعْدَ اللّٰهِ ۔ وَعْدُ مصدر مؤکدہ ہے (اسے مصدر مؤکد لنفسہٖ بھی کہتے ہیں)
کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ٥ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ە لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۔ نفسِ وعدہ کو متضمن ہے اور مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ای وعد اللّٰہ ذٰلِكَ وَعْدًا ۔ یہ کیا ہے اللہ نے وعدہ۔
اس کی اور مثال: صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (۲: ۱۳۸) ونصبها على انها مصدر مؤكد لقوله تعالىٰ اٰمَنَّا آية ۱۳۶) وهي من المصادر المؤكدة لا نفسها كانه قيل صَبَغَنَا اللّٰهُ صِبْغَتَهٗ ۔ منصوب بوجہ مصدر مؤکد کے ہے اور یہ مصادر مؤکدہ لانفسہا میں سے ہے۔
== لَا يُخْلِفُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِخْلَافٌ (افعال) مصدر وہ خلاف نہیں کرے گا۔
== وَعْدَهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ منصوب بوجہ مفعول لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ کا۔
۳۰: ۷ == ظَاهِرًا ۔ کھلا۔ اوپری، سطحی، ظاہری پہلو، اسم فاعل واحد مذکر، تنوین تحقیر اور تخسیس کے لئے ہے۔
۳۰: ۸ == اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ واؤ مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ لَمْ يتفكروا ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔
== مَا خَلَقَ اللّٰهُ میں مَا نافیہ ہے۔
== اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ موصوف وصفت، مقررہ مدت۔ میعاد معین اس کا عطف بالحق پر ہے ای وَبِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔
۳۰: ۹ == فَيَنْظُرُوْا ۔ ف برائے عطف سببی يَنْظُرُوْا کا عطف يَسِيْرُوْا پر ہے؛ تاکہ وہ دیکھتے۔
== اَشَدَّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت، قُوَّةً تمیز ہے یعنی وہ قوت میں شدید تر تھے۔ قوت میں بڑھے ہوئے تھے۔ منصوب بوجہ خبر كَانُوْا ۔
== اَثَارُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِثَارَةٌ (افعال) مصدر بمعنی ہل جوتنا۔ بونا۔ اَثَارُوا الْاَرْضَ ۔ انہوں نے زمین کو جوتا۔ زمین میں ہل چلائے۔ اثار کا لغوی معنی ہے

کسی چیز کو اس طرح متحرک کرنا اور اسے جنبش دینا ہے کہ اس سے گرد و غبار اڑنے لگے۔
اَثَرٌ۔ نشان۔ اثر۔ اٰثَارٌ وَ اُثُوْرٌ جمع۔ علم الآثار۔ اگلی قوموں کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کا علم۔
= عَمَرُوْھَا۔ ای عمروا الارض۔ عمروا عمارۃ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب انہوں نے اس کو بسایا۔ انہوں نے اس کو آباد کیا۔ عَمَرَ یَعْمُرُ (باب نصر سے) دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ... (۹: ۱۸) بے شک اللہ کی مسجدوں کو تو وہ آباد کرتا ہے جو ایمان لاتا ہے خدا پر۔
= فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ میں لام لام جحد ہے اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے جس کی وجہ سے منصوب ہے پس اللہ ایسا نہ تھا یا اللہ کی شان یہ نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا
۳۰: ۱۰ = اَسَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے برا کیا۔ اِسَاءَۃٌ (افعال) مصدر۔
= السُّوْٓاٰی برا فعل۔ اَسْوَءُ کی تانیث ہے بروزن اَحْسَنُ حُسْنٰی۔
ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی۔ عَاقِبَۃَ (تاء کی فتح کے ساتھ) کَانَ کی خبر مقدم ہے اور السُّوْءَ اس کا اسم۔ عبارت یوں ہوگی۔ کَانَتِ السُّوْاٰی عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا۔ جنہوں نے برا کیا ان کا انجام برا ہوا۔ اور بعض نے عَاقِبَۃَ کی تاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں عَاقِبَۃُ کَانَ کا اسم ہوگا اور السُّوْاٰی اس کی خبر۔ ان لوگوں کی عاقبت جنہوں نے برا کیا بہت بری ہوئی۔ اس صورت میں کَانَ کا صیغہ مؤنث ہونا چاہئے تھا یعنی کانت عاقبۃ ...... لیکن عاقبۃ مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے کَانَ کی تذکیر جائز ہے۔
= اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ میں اَنْ بمعنی لِاَنَّ۔ بِاَنَّ۔ لِاَجْلِ۔ کیونکہ۔
= کَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ استہزاء (مذاق) کیا کرتے تھے۔
اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ کَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ علت ہے حکم بالا کی
۳۰: ۱۱ = یَبْدَؤُا۔ مضارع واحد مذکر غائب بَدَءَ یَبْدَءُ بَدْءٌ (فتح) مصدر سے ابتدائی تخلیق کرتا ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے/نیست سے ہست کرتا ہے۔ اِبْتِدَاءٌ (افتعال) آغاز۔
= یُعِیْدُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اعادۃ (افعال) مصدر وہ اعادہ کرتا ہے

یا کرے گا۔ وہ دوبارہ پیدا کرتا ہے یا کرے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ الخلق کی طرف راجع ہے۔

= تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجَعَ یَرْجِعُ رَجْعٌ مصدر (ضرب) سے تم لوٹائے جاؤ گے۔

۳۰: ۱۲ = یَوْمَ۔ فعل محذوف کا مفعول۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ بعد میں آنیوالے فعل کا ظرف بھی ہے۔

= تَقُوْمُ السَّاعَۃُ۔ قیامت برپا ہوگی۔

= یُبْلِسُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبْلَاسٌ (افعال) مصدر۔ ناامید ہوں گے چپ ہوں گے۔ رسوا ہوں گے۔ دلیل سے عاجز ہو کر یا غم و یاس کی وجہ سے خاموش ہو جانا ابلس الرجل اذا سکت وانقطعت حجتہٗ جب آدمی چپ ہو جائے اور اس کے دلائل ختم ہو جائیں اور وہ مزید کہنے سے عاجز ہو جائے تو کہتے ہیں ابلس الرجل۔ بعض کا خیال ہے کہ ابلیس بھی اسی سے مشتق ہے۔

۳۰: ۱۳ = لَمْ یَکُنْ۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ اگرچہ مضارع کے ساتھ لَمْ اسے ماضی منفی میں تبدیل کر دیتا ہے لیکن یہاں اس کا استعمال تحقیق کے لئے آیا ہے۔ بمعنی۔ تحقیق نہیں ہوں گے ان کے لئے ان کے شریکوں میں سے شفاعت کرنے والے۔

= شُرَکَآئِہِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے شریک، اصل میں مراد ہے ان کے وہ معبودانِ باطل جن کو انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہوا تھا۔

لَمْ یَکُنْ لَّہُمْ مِّنْ شُرَکَآئِہِمْ شُفَعٰٓؤُا تحقیق ان کے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے ہوئے معبودوں میں سے ان کی شفاعت کرنے والے نہیں ہوں گے۔ یعنی کوئی بھی ان کی سفارش نہیں کرے گا۔ بصورت فعل ماضی معنی یقین پیدا کر رہا ہے۔

= وَکَانُوْا بِشُرَکَآئِہِمْ کٰفِرِیْنَ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں
(۱) یکفرون بالہتہم۔ یعنی وہ خود اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔
(۲) وکانوا فی الدنیا کافرین بسببہم حالانکہ وہ دنیا میں اپنے ان شریکوں کی وجہ سے ہی کافر تھے۔

۳۰: ۱۴ = یَتَفَرَّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تفرّق (تفعل) مصدر۔ وہ الگ ہو جائیں گے۔ یعنی مومن الگ۔ کافر الگ۔

۳۰: ۱۵ = رَوْضَۃٍ۔ الرَّوْضُ اصل میں اس زمین کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو اور سرسبز بھی ہو چنانچہ کہا جاتا ہے اَرَاضَ الْوَادِیُ وادی میں پانی وافر ہوگیا۔ باغ وسبزہ زار کو روضۃ کہتے ہیں اس کی جمع رِیَاض ہے قرآن مجید میں رَوْضٰت آئی ہے۔ مثلاً وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ (۴۲: ۲۲) رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ باغات کی پُربہار جگہیں۔ یہاں روضۃ سے مراد جنت ہے اور تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔

= یُحْبَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، حَبَرَ یَحْبُرُ حَبْوٌ (باب نصر) مصدر ان کو خوش کیا جائے گا۔ ان کی عزت کی جاوے گی۔ ان کو نعمتیں دی جائیں گی۔ اَلْحِبْرُ وہ نشان جو عمدہ اور خوبصورت معلوم ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنَ النَّارِ قَدْ ذَھَبَ حِبْرُہٗ۔ آگ سے ایک آدمی نکلے گا جس کا حسن وجمال اور چہرے کی رونق ختم ہوچکی ہو گی۔ اسی سے روشنائی کو حِبْر کہا جاتا ہے حُبِرَ فُلَانٌ اس کے جسم پر زخم کا نشان باقی ہے اَلْحَبْرُ عالم کو کہتے ہیں اس لئے کہ لوگوں کے دلوں پر اس کے علم کا اثر باقی رہتا ہے۔ اور افعال حسنہ میں لوگ اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس کی جمع اَحْبَار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (۹: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے۔

علامہ جوہری رقمطراز ہیں:۔

ای ینعمون ویکرمون ویسرون۔ وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے اور شاداں وفرحاں ہوں گے۔

۳۰: ۱۶ = مُحْضَرُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِحْضَارٌ (اِفْعَال) مصدر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔

ضیاء القرآن میں ہے:۔

علامہ ابن منظور لسان العرب میں اس (لفظ محضرون) کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

الحاضر القوم النزول علی ماء یقیمون بہ ولا یرحلون عنہ یعنی وہ قوم جو کسی چشمہ پر اقامت گزیں ہوجائے اور وہاں سے کوچ کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی ہو۔ اسے اہل عرب الحاضر کہتے ہیں ــــ آیت میں بھی المحضرون کا یہی معنی ہے کہ انہیں

عذاب جہنم میں مبتلا کردیا جائے گا نہ اس کی میعاد ختم ہوگی اور نہ وہ کسی حیلہ سے وہاں سے راہِ فرار اختیار کرنے پر قادر ہوں گے (یعنی ہمیشہ ہمیشہ اس میں مبتلا رہیں گے۔

اسی لئے علامہ قرطبی نے محضرون کی تفسیر مقیمون سے کی ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مدخلون لا یغیبون عنہ۔

اور اہل ایمان کے لئے یحبرون مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو تجدد پر دلالت کرتا ہے یعنی ہر آن انہیں نئی لذت اور ہر لمحہ انہیں نئے اکرام سے نوازا جائے گا اس کے برعکس کفار کے لئے اسم مفعول کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جو دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رح نے محضرون کا ترجمہ "گرفتار" کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ معنی ہیں "جدا جدا ہونے کے"

۳۰ : ۱۷ == فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ۔ فَ ترتیب کا ہے ماقبل پر مابعد کی ترتیب کے لئے۔ سُبْحَانَ مصدر ہے اور بوجہ مصدر منصوب ہے اس سے فعل نہیں آتا۔ اس کی اضافت فعل مفرد کی طرف لازم ہے خواہ وہ اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَهٗ یہ صرف خدا کی شان میں آتا ہے اور اس کے معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ آیت ہذا میں اس سے قبل فعل امر محذوف ہے ای فسبحوا سبحان اللّٰہ پس تم تسبیح پڑھو سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ (اس صورت میں سبحان اللّٰہ کا نصب بوجہ امر کے بھی ہو سکتا ہے)

== حِیْنَ تُمْسُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جس وقت تم شام کرتے ہو۔ یعنی شام کے وقت۔ اِمْسَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شام کرنا یا شام کے وقت کسی فعل کا ہونا۔

== وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تم صبح کرتے ہو، اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر صبح کرنا۔ یا صبح کے وقت کسی فعل کا ہونا۔ صبح کے وقت۔

۳۰ : ۱۸ == وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ جملہ معطوف بھی ہو سکتا ہے اور اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے بمعنی اور (اس کی تسبیح میں یوں بھی کہو) اسی کے لئے ہیں ساری تعریفیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے۔

== وَعَشِیًّا وَ۔ اس کا عطف حِیْنَ تُمْسُوْنَ یا حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ پر ہے۔ بعد دوپہر، بقول امام اصفہانی رح کے زوال سے لے کر صبح تک کا وقت۔ اہل لغت سے اس کے کئی معانی

منقول ہیں۔
۱:۔ زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک۔ اسی لئے ظہر اور عصر کو صلوٰتا العشی بولتے ہیں۔
۲:۔ دن کا پچھلا وقت۔
۳:۔ زوال سے لے کر صبح تک کا وقت،
۴:۔ نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔
= وحین تظھرون اور جب تم دوپہر کرتے ہو۔ یعنی دوپہر کو۔
ف: آیات ۱۷-۱۸ سے بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لیا ہے، اور شام صبح۔ بعد دوپہر اور ظہر سے صلوٰۃ المغرب، صلوٰۃ الصبح۔ صلوٰۃ العصر اور صلوٰۃ الظھر مراد لی ہے۔ اس سلسلہ میں آیات ۱۷: ۷۸۔ و ۱۱: ۱۱۴۔ اور ۲۰: ۱۳۰ بھی ملاحظہ ہو
۳۰: ۱۹ = یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ وہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ زمین کی موت اور زندگی مجازی ہے۔ مراد یہ ہے کہ خشک بے آب و گیاہ، بنجر زمین کو اپنی قدرت سے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔
= تُخْرَجُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم نکالے جاؤ گے (قبروں میں سے)
۳۰: ۲۰ = ثُمَّ اِذَا۔ اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں معنی ہوں گے۔ کچھ مدت گذرنے کے بعد (تم آدمی بن کر زمین میں پھیل گئے ہو یا یہ تراخی فی الرتبہ کے لئے بھی ہو سکتا ہے بمعنی پھر تم اچانک (مٹی کے پتلے سے) بشر بن کر زمین میں پھیل گئے ہو۔
= تَنْتَشِرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِنْتِشَارٌ (افتعال) مصدر۔ تم پھیلتے ہو تم منتشر ہوتے ہو۔ تم چلتے پھرتے ہو۔
۳۰: ۲۱ = مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ تم ہی میں سے۔ یعنی تمہاری ہی جنس سے۔
= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ زَوْجٌ کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ یہاں اَزْوَاجًا سے مراد بیویاں ہیں (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے)
= لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا۔ لام تعلیل کا ہے۔ تَسْکُنُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ لام کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا ہے۔ سَکَنَ اِلٰی۔ آرام لینا۔ آرام حاصل کرنا۔ لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا تاکہ تم

ان سے سکون حاصل کرو۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ازواجًا کے لئے ہے۔
== مَوَدَّۃً۔ مصدر وَدَّ یَوَدُّ (باب سمع) محبت، دوستی، دلی رغبت۔
۳۰: ۲۳ == مَنَامُکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، تمہاری نیند۔ نَوْمٌ، نِیَامٌ، مَنَامٌ۔ نوامٌ نیند۔ خواب، مَنَامٌ اسم ظرف بھی ہے بمعنی خواب گاہ۔
== اِبْتِغَاءُکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔ اِبْتِغَاؤُکُمْ تمہارا تلاش کرنا۔ تمہارا طلب کرنا۔ تمہارا چاہنا۔
== فَضْلِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا فضل (یعنی خدا کا فضل) فضل اس عطیہ کو کہتے ہیں جو دینے والے پر فرض نہیں ہوتا۔ یہاں فضل سے مراد رزق، اسباب معاش ہے۔
== لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۔ ان لوگوں کے لئے جو (گوش ہوش) سے سنتے ہیں۔
۳۰: ۲۴ == یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ سے قبل اَنْ مصدریہ مقدرہ ہے ای ومن ایتہٖ ان یریکم البرق اور اس کی نشانیوں میں سے اس کا تمہیں بجلی دکھانا بھی ہے اَنْ کو حذف کرکے فعل کو مرفوع لایا گیا ہے۔ اگلی آیت میں ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
== خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں:۔
ا:۔ مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لایا گیا ہے ای ارادۃ خوف وارادۃ طمع اور یہ دونوں مفعول لہٗ ہیں۔
۲:۔ یہ دونوں حال ہیں بمعنی خَآئِفِیْنَ وَطَامِعِیْنَ۔
یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اس کا بجلی دکھانا خوف کے ارادہ سے اور طمع کے ارادہ سے یا وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے خوف کی راہ سے بھی اور امید کی راہ سے بھی (خوف اس امر کا کہ بجلی گرے تو جان و مال کے نقصان کا خطرہ، اگر بارش برسے تو مسافر کو اپنی حفاظت کی فکر اور اگر زیادہ ہو جائے تو بھی جان و مال و فصلات کے نقصان کا خطرہ وغیرہ وغیرہ)
(اور طمع (امید) یہ کہ بجلی چمکی ہے تو بارش کی امید ہے بارش ہوگی تو خشک زمین سرسبز ہو جائے گی اور فصلیں ہری بھری ہو جائیں گی پیداوار زیادہ ہوگی وغیرہ وغیرہ)
== بِہٖ۔ باء سببیہ ہے اور ہٖ کا مرجع مَآءً ہے۔
۳۰: ۲۵ == اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے ای قیام السماء والارض بامرہٖ۔
تَقُوْمُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ کھڑی ہے۔ وہ قائم ہے۔ یعنی آسمان اور

زمین اس کے حکم سے کھڑے ہیں۔ یا قائم ہیں!

= ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۔ ثُمَّ عطف کے لئے ہے اِذَا شرطیہ ہے اور دوسرا اِذَا مفاجائیہ ہے۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے دوسرا جزائیہ ہے یہ ساری عبارت معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔

کانّہٗ قِیْلَ: ومن اٰیٰتِہٖ قیام السماء والارض بامرہٖ ثم خروجکم من قبورکم بسرعة اذا دعاکم۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین کا کھڑے رہنا اور اس کے بلانے پر قبروں سے تمہارا فوراً نکل آنا۔

۳۰: ۲۶ : قٰنِتُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر قانتٌ واحد اطاعت گذار۔ فرمانبردار۔

الْقُنُوْتُ کے معنی خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں:

قَنَتَ یَقْنُتُ قنوتٌ (باب نصر) خاکساری کرنا۔ اطاعت کرنا۔

۳۰: ۲۷ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (ملاحظہ ہو آیت ۱۱)

= اَھْوَنُ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ ھَانَ یَھُوْنُ ھَوْنًا (نصر) مَھَانٌ ومَھَانَةٌ ذلیل وحقیر ہونا۔ مسکین ہونا۔ اَھْوَنُ بڑا آسان۔ بہت ہی سہل۔

= اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ مَثَلٌ ومِثْلٌ دونوں ہم معنی ہیں جیسے نَقْضٌ ونِقْضٌ ۔ یہ دوطرح استعمال ہوتا ہے ایک بمعنی وصف دوسرا بمعنی مشابہ۔ اگرچہ مَثَلٌ (بمعنی وصف) انسان کے لئے بھی لایا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ سے منسوب صفات کے وہ معنی نہیں جو لبشر سے منسوب صفات کے لئے جاتے ہیں۔ اَلْمَثَلُ کو معرف باللام کرکے صرف خدا کی ذات کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے المثل الاعلیٰ۔ عظیم الشان وصف۔ الوصف لیس لغیرہٖ ۔ ایسا وصف جو کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔

مثل الٰ معرفہ کے ساتھ قرآن مجید میں صرف دو جگہ آیا ہے ایک آیت ہذا میں اور دوسرا (۱۶: ۶۰) میں وَ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی دونوں جگہ بالتخصیص ذات باری تعالیٰ کے وصف کے لئے ہے۔ عظیم الشان وصف صرف اللہ ہی کے لئے ہے مُلْکًا وَ خَلْقًا۔ مالک کی حیثیت سے بھی اور خالق کی حیثیت سے بھی۔ قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ یہ صفت لا الٰہ الا اللہ ہے۔

۳۰: ۲۸ = ضَرَبَ مَثَلًا ۔ اس نے ایک مثال بیان کی ہے۔ الضَّرْبُ کثیر المعانی لفظ ہے: اس کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا یعنی مارنا کے ہیں مختلف

اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:۔

۱:۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (۸:۱۲) ان کی گردنوں کے اوپر مارو، یعنی مار کر ان کی گردنیں اڑا دو۔

۲:۔ ضَرْبُ الْاَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ زمین پر بارش کا برسنا۔

۳:۔ ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ (دھات کو کوٹ کر) دراہم میں ڈالنا۔

۴:۔ ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ۔ بمعنی سفر کرنا۔ (کیونکہ انسان پیدل چلتے وقت زمین پر پاؤں رکھتا ہے۔

اسی سے ہے فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ (۲۰:۷۷) پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا لینا۔

۵:۔ ضَرَبَ الخیمۃ۔ خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو ہتھوڑے سے زمین ٹھونکا جاتا ہے۔

۶:۔ ضَرْبُ اللَّبِنِ۔ اینٹیں چننا۔ ایک اینٹ کو دوسری پر لگانا۔

۷:۔ ضَرْبُ الْمَثَلِ۔ کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو جائے وغیرہ۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا۔ اللہ تمہارے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے۔

= مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ ای من احوال انفسکم۔ تمہارے ہی حالات میں سے۔ مِنْ ابتدائیہ ہے۔

= هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:۔

هَلْ لَكُمْ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا۔ لَكُمْ خبر مقدم ہے اور مِنْ شُرَكَآءَ مبتدا مؤخر ہے۔ یہاں مِنْ زائدہ ہے اور استفہام انکاری سے نفی کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے اس میں مزید تاکید پیدا کرنے کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ اور مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ حال ہے اور مِنْ شُرَكَآءَ ذوالحال۔ کیونکہ ذوالحال نکرہ ہے اس لئے اس کا حال پہلے ذکر کیا جا سکتا ہے'' مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ جو تمہارے دائیں ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ یعنی تمہارے غلام

= فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ مَا موصولہ رَزَقْنَا ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اس رزق میں جو ہم نے تمہیں عطا کیا۔

هَلْ ...... فِیْمَا رَزَقْنٰکُمْ کیا اس رزق میں جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے تمہارے بعض غلام تمہارے شریک ہوتے ہیں ؟

== فَاَنْتُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ۔ یہ جملہ استفہام انکاری کے جواب میں ہے اَنْتُمْ یا تو معطوف علیہ ہے اور معطوف مقدر ہے۔ ای اَنْتُمْ وَھُمْ یعنی تم اور وہ یا بطور تغلیب انتم۔ ما ملکت ایمانکم (ای الممالیک) کو بھی متضمن ہے یعنی تم دونوں۔ احرار ومالیک فیہ میں واحد مذکر غائب مَا رَزَقْنٰکُمْ کی طرف راجع ہے اور فیہ متعلق سَوَاءٌ ہے۔ سَوَآءٌ برابر۔ مساوی الحقوق۔ ای لا فرق بینکم و بینھم فی التصرف فیہ۔ یعنی تم اور تمہارے غلام اس مال کے تصرف میں یکساں اختیارات رکھتے ہوں۔

== تَخَافُوْنَھُمْ۔ تَخَافُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ خَوْفٌ مصدر۔ (باب فتح) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ تم ان سے ڈرتے ہو۔ تم ان سے ڈرتے رہو یہ ضمیر اَنْتُمْ سے حال ہے۔ یا اس کی خبر ثانی ہے۔

== کَخِیْفَتِکُمْ۔ کاف حرف جر ہے تشبیہ کے لئے آیا ہے۔ خِیْفَتِکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ڈر۔ اَنْفُسَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے اشخاص۔ تمہارے اپنے جی۔ یعنی تمہارے اپنے ہی احرار بھائیوں سے ای کما تخافون انفسکم جیسا تم اپنے ہی احرار بھائیوں سے یعنی اپنے ہی آدمیوں سے ڈرتے ہو۔

ڈر کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ اگر غلاموں کو شریک کریں تو مال میں تصرف اپنی مرضی سے مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ شریک کی رضامندی لازمی ہے۔

۲:۔ شریک وراثت میں بھی دخل انداز ہو گا۔

۳:۔ یا یہ ڈر کہ شریک جائداد یا ملکیت بانٹ کر لے جائے۔ وغیرہ۔

== کَذٰلِکَ۔ ای مثل ذلک التفصیل الواضح۔ جس طرح ہم نے یہ مثال واضح اور مفصل بتائی ہے ایسے ہی ۔۔۔۔

== نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ۔ ہم (اپنی) آیات کو مفصل بیان کرتے ہیں۔

۳۰: ۲۹ == بَلْ حرف اضراب ہے بمعنی بلکہ۔ یعنی یہ عقل سے تو کام لیتے نہیں بلکہ بے انصافی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنی خواہشات کا اتباع کر رہے ہیں۔

== یَھْدِیْ۔ ھَدٰی یَھْدِیْ ھِدَایَۃٌ (ضرب) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب

وہ ہدایت کرتاہے۔ مَنْ یَّھْدِیْ میں مَنْ سوالیہ ہے۔ کون ہدایت دے سکتاہے؟ کون راہِ راست پر لاسکتاہے؟

= مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ۔ مَنْ موصولہ ہے اَضَلَّ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔
اِضْلَالٌ (افعالٌ) مصدر جس کو اللہ نے گمراہ کیا۔ (اللہ کی طرف سے اِضلال یا گمراہی ان لوگوں کی کج روی کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہے)

= مَا لَھُمْ نہیں ہے ان کے لئے (ھُمْ صیغہ جمع باعتبار معنیٰ ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی (حامی) نہ ہوگا۔ ای لمن اضل اللہ تعالیٰ۔ یعنی جن کو (ان کی ہیم نافرمانی کے باعث) اللہ گمراہ کردے)

= مِنْ نّٰصِرِیْنَ۔ مِنْ نفی کی مزید تاکید کے لئے آیا ہے۔ ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

۳۰ : ۳۰ = فَاَقِمْ۔ فَ تاکید کے لئے ہے اَقِمْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تو سیدھا کر تو قائم رکھ۔ اِقَامَۃٌ (افعالٌ) سے اَقَامَ الْمُعَوَّجَ ٹیڑھی چیز کو سیدھا کرنا کہ اس کی کجی بالکل جاتی رہے۔ اقامۃ الوجہ للشیئ کسی چیز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجانا۔

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ۔ اپنا رُخ تمام تر دین کی طرف راست کر یعنی اپنی تمام تر توجہ صرف دین کی طرف مرکوز رکھ۔

= حَنِیْفًا۔ حال ہے اور اَقِمْ میں ضمیر فاعل اس کا ذوالحال ہے اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے رخ پھیر کر ہدایت اور استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جس طرح اَلْجَنَفُ کے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔

حنیف بروزن فعیل، صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو صرف راہِ حق کو پکڑے اور سب باطل راہوں سے رُخ موڑ لے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا (۳ : ۶۷) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ تمام باطل راہوں سے ہٹ کر راہ راست والے مسلم تھے۔

= فِطْرَتَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی فطرت۔ فطرت سے مراد وہ معرفتِ الٰہی ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ معرفتِ الٰہی کی وہ استعداد جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا دین اللہ تعالیٰ۔ فطرتِ الٰہی جس پر خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا وہ دین اللہ ہے

یعنی جبلۃً انسان اللہ کے دین پر پیدا کیا گیا ہے۔

عرب سبب کسی کام پر کسی کو برانگیختہ کرتے ہیں تو فعل کو حذف کرکے اس کے مفعول کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ کلام میں اس طرح جو زور پیدا ہوتا ہے وہ اظہار فعل سے زیادہ ہوتا ہے یہاں بھی فطرۃ اللہ علیٰ سبیل الاغراء (برانگیختہ کرنا) مطلوب ہے۔

تقدیر کلام یوں ہوگی!

الزموا فطرۃ اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس پر کاربند ہو جاؤ

فطرۃ کا نصب بوجہ فعل محذوف کا مفعول ہونے کے ہے۔ ای اتبع فطرۃ اللہ۔

فطر الناس۔ فطر فعل ماضی واحد مذکر غائب فَطْرٌ مصدر۔ (باب ضرب ونصر) الفطر کے اصل معنی کسی چیز کو پہلی مرتبہ طول میں پھاڑنے کے ہیں سو لغوی لحاظ سے فطرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئے۔

فَطَرَ کو پیدا کرنے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لاتا ہے لہٰذا فَطَرَ النَّاسَ: اس نے لوگوں کو پیدا کیا اور تکادُ السمٰوٰت یتفطرن من فوقھن (۴۲: ۵) کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑے۔ اور اذا السماء انفطرت (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے۔ اسی سے ہے فطرۃ بمعنی تخلیق، بناوٹ، بنائی ہوئی چیز۔ نیچر۔ فطرت۔

= ذٰلِكَ اس کا مشار الیہ یا دین ہے جس کی طرف تمام تر توجہ مبذول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یا وہ فطرۃ اللہ جس کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

= الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ موصوف و صفت۔ القَيِّمُ درست، ٹھیک، سیدھا، جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

اور اگر اسے بمعنی المُقَوِّمُ لیا جائے تو (ایسا دین) جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے۔

قَيِّمٌ صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فَيْعِلٌ یہ اجوف واوی ہے اور قَوْمٌ مصدر سے ہے فَيْعِلٌ کے وزن پر یہ قَيْوِمٌ ہوا۔ واؤ اور یٓ اکٹھے ہوگئے پہلا حرف ساکن ہے واؤ کو یاء میں تبدیل کیا دو یاء اکٹھے ہوگئے یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ قَيِّمٌ ہوگیا۔ اس کی مثال سَيِّدٌ ہے۔

۳۰: ۳۱ = مُنِيْبِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُنِيْبٌ واحد۔ اِنَابَةٌ

افعال مصدر نَوْبٌ مادہ۔ ہر طرف سے مڑکر اللہ کی طرف لوٹنے والا۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے نَابَ یَنُوْبُ نَوْبَۃٌ (نصر) کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ اسی سے ہے نوبت بمعنی باری
مُنِیْبِیْنَ یا تو اَقِمْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے یا النَّاس سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔
= اِتَّقُوْہُ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ہُ ضمیر واحد مذکر غائب (جس کا مرجع اللہ ہے) تم اس سے ڈرو۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر مادہ وقی باب افتعال میں واؤ کو تا میں تبدیل کرکے تا میں مدغم کیا گیا۔
۳۰: ۳۲۔ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ یہ جملہ من المشرکین سے بدل ہے مِنْ (حرف جار) اعادۃً آیا ہے ای لاتکونوا من المشرکین الذین فرقوا دینھم یعنی ان مشرکین میں سے مت ہو جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ گروہ ہو گئے۔
اکثر مفسرین کے نزدیک ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ نہ صرف فروعات میں کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں بلکہ منہیات میں بھی مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔
= فَرَّقُوْا ماضی جمع مذکر غائب تفریق (تفعیل) مصدر۔ انہوں نے ٹکڑے کر دیئے۔
= وَ کَانُوْا شِیَعًا۔ شیعۃ کی جمع ہے، بمعنی فرقے۔ گروہ۔ شِیَعًا بوجہ کَانُوْا کی خبر کے منصوب ہے۔ اور وہ گروہ گروہ ہو گئے۔
= حِزْبٍ۔ گروہ۔ جماعت۔ اَحْزَابٌ جمع۔
= لَدَیْھِمْ۔ لَدٰی مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔
= فَرِحُوْنَ۔ مسرورون۔ خوش۔ فرحاں۔ اتراتے ہوئے۔
کُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ یا موضع نصب میں ہے اور شِیَعًا کی صفت ہے۔
۳۰: ۳۳ = مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے چھوا۔ وہ لگ گیا۔
= دَعَوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ النَّاس کی رعایت سے جمع کا صیغہ آیا ہے۔
اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک اس کا ما قبل مفتوح اس کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف کو حذف کر لیا گیا دَعَوْا رہ گیا انہوں نے پکارا۔ یہاں مَسَّ اور دَعَوْا ماضی کے صیغے حال کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔ دُعَاءٌ مصدر ہے دع و مادہ

اَذَاقَھُمْ۔ اَذَاقَ ماضی واحد مذکر غائب اذاقۃٌ (افعال) مصدر۔
ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (جب) اس نے ان کو چکھایا۔ یا (جب) وہ ان کو چکھاتا ہے
مِنْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے یعنی اپنی طرف سے، اپنی جانب سے
جیسے اور جگہ ارشاد ہے وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَۃً (۱۱:۹) اور اگر ہم انسان کو
اپنے پاس سے نعمت بخشیں۔
= رَحْمَۃً۔ مفعول ہے اَذَاقَھُمْ کا۔ پھر جب وہ اپنی جناب سے ان کو رحمت سے نوازتا ہے
= اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ۔ میں اذا مفاجاتیہ ہے تو یکایک ان میں سے کا ایک گروہ۔
۳۰: ۳۴ = لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ۔ میں لام کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:
(۱) یہ لام امر کا ہے اور تہدید اور دھمکی کے معنی دیتا ہے جیسے کسی کو غصہ سے کہا جاتا ہے اعصی ما استطعت تو میری نافرمانی کرلے جتنی کرسکتا ہے (انجام کار تجھے اس کا مزہ چکھاؤں گا) یہاں معنی یہ ہوں گے کہ بے شک وہ کفر کی روش اختیار کریں اور چند روزہ زندگی میں مزے اڑالیں؛ لیکن جب ان کو اپنا انجام معلوم ہوگا تو پچھتائیں گے مگر بے سود۔
لفظی ترجمہ:۔ وہ کریں ناشکری اس نعمت کی جو ہم نے ان کو عطا کی ہے۔
(۲) یہ لام، لام عاقبت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
کہ عاقبت کار وہ ناشکری کریں اس نعمت و رحمت کی جو ہم نے ان کو عطا کی۔ مثال ملاحظہ ہو:
۲۸: ۸۔ لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا۔
(۳) لام کَیْ ہے یعنی کَیْ کے معنی دیتا ہے۔ تاکہ۔ جیسے جَآءَ کَیْ یَسْئَلَ وہ آیا تاکہ پوچھے۔
= فَتَمَتَّعُوْا تَمَتَّعُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ تم فائدہ اٹھالو، تم لطف اندوز ہولو، مزے لے لو۔ امر تہدید کے لئے۔ یعنی اب تم دنیا کی زندگی کے لطف اٹھالو (عنقریب تمہیں اس شرک اور ناشکری کا مزہ چکھنا ہی ہوگا)
فتمتعوا فسوف تعلمون میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے؛
اور یہ ان کے شرک اور ناشکری کے انجام کی شدت کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ہے
۳۰: ۳۵ = اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ اضراب کے معنی میں ہے اور استفہام انکاری کو بھی شامل ہے
مطلب یہ ہے کہ وہ شرک اور ناشکری کا ارتکاب کرتے ہیں جو بذاتہٖ گناہِ عظیم ہے: اس پر مستزاد یہ کہ اس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل بھی تو نہیں ہے۔
= سُلْطٰنًا۔ بحالت نصب بوجہ مفعول اَنْزَلْنَا۔ سُلْطَانٌ دلیل۔ برہان، حجت

سند، زور، طاقت۔

= بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ہ بآ سببیہ ہے۔ مَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں

۱، مَا۔ مصدریہ ہے اس صورت میں بہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے

۲، مَا۔ موصولہ ہے اور ضمیر ہ اس چیز کے لئے ہے جس کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل یا حجت ایسی نازل کی ہے جو ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے۔

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

کیا ہم نے ان کو کوئی ایسی سند یا دلیل نازل کی ہے کہ جو ان کو اس چیز کے متعلق بتائے جس کو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں

ف۔ سابق آیت میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ضمار تھا۔ اب پھر خطاب سے غائب کی طرف التفات ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اظہار کے لئے کہ وہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے۔

۳۰:۳۶ = فَرِحُوْا بِهَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب رَحْمَةً کی طرف راجع ہے تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔

= تُصِبْهُمْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مؤنث غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر، وہ پہنچتی ہے۔ نازل ہوتی ہے یا آلیتی ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (اگر) انہیں (کوئی تکلیف) پہنچتی ہے

= بِمَا۔ میں بَ سببیہ ہے اور ما موصولہ ہے۔

= اِذَا هُمْ میں اذا مفاجاتیہ ہے۔ تو وہ۔ تو یکایک وہ۔ تو فوراً وہ۔ يَقْنَطُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب قَنِطَ يَقْنَطُ قُنُوْطٌ (سمع) سے۔ وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔ وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔

۳۰:۳۷ = يَقْدِرُ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ تنگ کرتا ہے۔ مقدار مقرر کر دیتا ہے، اندازہ مقرر کر دیتا ہے۔ وہ جچا تلا ہے۔ یَبْسُطُ کی ضد ہے۔

۳۰:۳۸ = فَاٰتِ۔ پس تو دے، فعل امر واحد مذکر حاضر اِيْتَآءٌ (افعال) مصدر مصدر اٰتَی يُؤْتِيْ سے۔ یہاں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور آپ کی وساطت سے

ساری امت کے ان اشخاص کو ہے جن کو کھلی روزی دی گئی ہو۔ لمن بسط له رزقهٗ ۔
== اِبْنُ السَّبِيْلِ ۔ راہی، مسافر۔
== يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔ جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔
وَجْهٌ اسم مفرد۔ مضاف اللہ مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ اللہ کا ثواب،
== اُولٰٓئِكَ ۔ وہ لوگ جو اللہ کی رضا کی خاطر (اپنے مال سے) قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں اور مساکین و مسافروں کو دیتے ہیں۔
== اَلْمُفْلِحُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اِفْلَاحٌ مصدر ۔ فلاح پانے والے ۔ مراد حاصل کرنے والے۔

۳۰: ۳۹ == رِبًا ۔ مادہ ربو سے مشتق ہے رَبْوَةٌ بلند جگہ یا ٹیلے کو کہتے ہیں رَبَا يَرْبُوْا (باب نصر) رِبَاءٌ و رُبُوَّةٌ مصدر۔ مال کے متعلق ہو تو معنی مال کا بڑھنا۔ مال کا زیادہ ہونا۔ بلندی کے متعلق ہو تو ٹیلہ پر چڑھنا۔
آیت شریف ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۲۲: ۵) پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے۔
الرِّبَا زیادتی ۔ سود ۔ بیاج ۔ قرآن مجید میں ہے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ط (۲: ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو بے برکت کر دیتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا ۔ اور جو (روپیہ) تم بیاج پر دیتے ہو
== لِيَرْبُوَا ۔ لام تعلیل کا ہے ۔ يَرْبُوَا مضارع منصوب بوجہ اَنْ محذوف ای لان یربوا ۔ تاکہ وہ بڑھے۔
تفسیر ماجدی میں ہے:۔
نیوتہ وغیرہ کے نام سے جن رقموں سے برادری کی تقریبات میں اکثر شرکت اس امید سے کی جاتی ہے کہ وہ رقم زائد ہو کر پھر اپنے پاس آجائے گی اکثر محققین نے یہاں یہی مراد لی ہے
== فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ ۔ دوسرے لوگوں کے مال میں مل کر۔
== فَلَا يَرْبُوْا مضارع نفی واحد مذکر غائب ۔ پس (یہ) نہیں بڑھتا۔
== وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ مراد نہیں ہے کیونکہ شریعت کی یہ اصطلاح تو بہت بعد کی ہے بلکہ مطلق صدقہ مراد ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے دیا جائے ۔ (الماجدی)

= اُولٰٓئِكَ ای الذین یؤتون الزکوٰۃ لوجه الله جو اللہ کی رضا کے لئے صدقہ دیتے ہیں۔

= الْمُضْعِفُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ المضعف واحد اضعافٌ مصدر ضعف مادہ۔ چند در چند کرنے والے۔ کئی گنا بڑھانے والے۔ باب افعال کے خواص میں سے صیرورت ہے یعنی صاحب ماخذ ہونا۔ المضعف ای صار ذا ضعف وہ کئی گنا کا مالک ہوگیا۔ المضعفون (تو یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دیئے ہوئے صدقہ کے عوض) کئی گنا والے بن گئے۔

۳۰: ۴۰ = هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ ۔ هَلْ استفہام انکاری ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ شُرَكَآئِكُمْ مضاف مضاف الیہ ہے۔ تمہارے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ایک۔

= مِنْ ذٰلِكُمْ ۔ ان کاموں میں سے کوئی۔ یہ شیئ کی صفت ہے مِنْ تبعیض کا ہے کوئی شیئ۔ (یہاں صفت کو موصوف سے مقدم لایا گیا ہے) شَیْءٌ یفعل کا مفعول ہے کیا تمہارے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی جو ان کاموں میں کچھ بھی کرسکتا ہو۔

= تَعٰلٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر سے۔ بمعنی وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے۔ (باب تفاعل مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔

= عَمَّا ۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے مَا موصولہ ہے۔ اس چیز سے جسے۔

= يُشْرِكُوْنَ ۔ (جسے) وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اِشْرَاكٌ (باب افعال) سے مصدر

۳۰: ۴۱ = ظَهَرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ظاہر ہوا۔ آشکارا ہوا۔ غالب ہوا۔ پھیل پڑا ظُهُوْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔

= بِمَا ۔ الباء سببیہ ہے مَا موصولہ ہے۔

= لِيُذِيْقَهُمْ ۔ لام تعلیل کا ہے۔ لوگوں کی بداعمالی کے نتیجے میں خشکی اور تری کا نظام بگڑ گیا۔ اور یہ بگاڑ اپنے اثرات میں امن و سکون کو ختم کرنے کا باعث بنا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا امن و سکون اس واسطے ختم کردیا کہ وہ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کے نتائج کا مزہ چکھائے (کیونکہ جملہ اعمال کی سزا و جزا کا دن روز قیامت ہے) يُذِيْقَ مضارع واحد مذکر غائب اذاقۃ (افعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (الناس کی رعایت سے یہاں صیغہ جمع آیا ہے۔ وہ ان کو مزہ چکھائے۔

= لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ تاکہ وہ لوگ باز آجائیں!

۳۰:۴۳ = فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ۔ ملاحظہ ہو ۳۰:۳۰

= مَرَدَّ۔ مصدر میمی۔ ردّ مادہ۔ لوٹنا۔ پھر آنا۔

= مِنَ اللّٰهِ۔ یہ یالو یَاْتِیَ سے متعلق ہے یا مَرَدَّ سے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جو لوٹنے والا نہیں

دوسری صورت میں: قبل اس کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے کہ جس کے لئے پھر اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔

= یَصَّدَّعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَصَدُّعٌ (تفعّل) مصدر سے۔ اصل میں یہ یَتَصَدَّعُوْنَ تھا۔ تاء کو ص سے بدلا پھر ص کو ص میں مدغم کیا۔ وہ منتشر ہوجائیں گے ای فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر۔ اہل جنت کا فریق الگ دوزخ کا فریق الگ۔ اس کا مادہ صدع ہے جس کے معنی پھاڑ دینے کے ہیں تصدع القوم قوم کا جُدا جُدا ہوجانا۔ مختلف ٹولیوں میں بٹ جانا۔

= یَمْهَدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مَهْدٌ (فتح) مصدر۔ وہ درستی کرتے ہیں، وہ ہموار کرتے ہیں۔ وہ بچھاتے ہیں۔ المَهْدُ گہوارہ جو بچہ کے لئے تیار کیا جائے۔ جیسے مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ (۱۹:۲۹) جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ۔ اپنی استراحت کے لئے فرش بچھا رہے ہیں۔ وہ اپنی راحت کا فرش ہموار کر رہے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

بچے کے پنگھوڑے کو مَهْد اور بستر کو مِهَاد کہتے ہیں۔

۳۰:۴۵ = لِیَجْزِیَ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور جملہ لیجزی الذین امنوا و عملوا الصلحٰت من فضلہ۔ علت ہے یَمْهَدُوْنَ کی یا یَصَّدَّعُوْنَ کی۔

۳۰:۴۶ = مُبَشِّرَاتٍ۔ اسم فاعل۔ جمع مؤنث تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ خوشخبری دینے والیاں۔ بارش کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ہوائیں۔ جو بارش ہونے سے کچھ پہلے چلتی اور پیام رحمت لاتی ہیں۔

= وَلِیُذِیْقَكُمْ۔ واؤ عطف کا ہے اس کا عطف علت محذوف پر ہے جس پر مُبَشِّرَاتٍ کے معنی دلالت کرتے ہیں۔ عبارت یوں ہوگی۔ لیبشرکم ولیذیقکم۔ لام تعلیل کا ہے تاکہ وہ تمہیں (اپنی رحمت کا مزہ) چکھائے بارش برسا کر۔ یذیقکم مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ

لام تعلیل۔

== وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ۔ اور تاکہ کشتیاں چلیں۔ اس میں بھی واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ یا تو لیذیقکم ہے۔ تَجْرِیَ واحد مؤنث غائب۔ منصوب بوجہ لام تعلیل۔ جری (ضرب) سے مصدر۔

== وَلِتَبْتَغُوْا۔ اور تاکہ تم ڈھونڈو۔ تم تلاش کرو۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ گر گیا۔ جو لام تعلیل کے بعد مقدر ہے واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ لِتَجْرِیَ ہے یا اس کا عطف حسب بالا لِیُبَشِّرَکُمْ ہے اور تاکہ تم تلاش کرو۔

== وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

۳۰: ۴۷ == اِنْتَقَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم انتقام (افتعال) مصدر۔ نقم مادہ۔ نَقَمَ و نَقِمَ (باب سمع و ضرب) کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی سزا دینے پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵: ۸) وہ ان کی کسی چیز کو بُرا نہیں سمجھتے تھے سوائے اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے یعنی ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

باب افتعال سے بمعنی سزا دینا مثلاً فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ۔ (۷: ۳۶) تو ہم نے ان سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

آیۃ ہذا میں بھی بمعنی سزا دینے کے ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا۔ پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کئے۔

== وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ نصر المؤمنین اسم کان حقا علینا خبر کہ اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہمارا ذمہ تھا۔

۳۰: ۴۸ == تُثِیْرُ مضارع واحد مؤنث غائب اثارۃٌ (افعال) سے۔

ثَارَ یَثُوْرُ ثَوْرًا (باب نصر) ثَارَ الْغُبَارُ و ثَارَ السحاب کے معنی غبار یا بادل کے اوپر اٹھنے اور پھیلنے کے ہیں۔ باب افعال سے فعل متعدی اوپر اٹھانا فَتُثِیْرُ سَحَابًا۔ پس (وہ ہوائیں) بادل کو اوپر اٹھاتی ہیں۔ اور زمین جوتنے کے معنی میں بھی آتا ہے کیونکہ زمین جب جوتی جاتی ہے تو ابھرتی ہے اوپر اٹھتی ہے۔

اور بیل کو الثور بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے زمین جوتی جاتی ہے یہ اصل ہیں

مصدر بمعنی فاعل ہے جیسے ضَیْفٌ بمعنی ضَائِفٌ استعمال ہوتا ہے ۔
= یَبْسُطُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ مصدر (باب نصر) کشادہ کرتا ہے، فراخ کرتا ہے وسیع کرتا ہے پھیلاتا ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب سحاب کے لئے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ بادل کو آسمان میں پھیلاتا ہے ۔
= کِسَفًا۔ کِسْفَۃٌ کی جمع اَکْسَافٌ وکُسُوْفٌ ٹکڑے ۔ (اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے)
= اَلْوَدْقَ. بعض نے کہا ہے کہ بارش میں جو غبار سا نظر آتا ہے اسے وَدْقٌ کہا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد بارش بھی ہوتی ہے فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے ۔ یہی جملہ انہی معنوں میں (۲۴ : ۴۳) میں استعمال ہوا ہے ۔
= خِلٰلِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ خلال بمعنی درمیان ، وسط ، بیچ ۔ جمع خَلَلٌ ۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب سحاب کے لئے ہے ۔ یعنی بادل پر بادل کے اندر سے ۔
= اَصَابَ بِہٖ ۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) پہنچنا ۔ پالینا ۔ بِہٖ میں ب تعدیہ کی ہے پہنچانا ۔ ہٖ ضمیر کا مرجع الوَدْقَ ہے اَصَابَ بِہٖ ماضی بمعنی حال ہے وہ اسے پہنچاتا ہے، یعنی پھر جب وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس بارش کو پہنچا دیتا ہے (اپنے بندوں کے علاقہ میں)
اَلصَّوَابُ (صَوْبٌ مادہ) صحیح بات کو کہتے ہیں ۔ اس کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے
(۱) کسی چیز کی ذات کے اعتبار سے ۔ یعنی جب وہ چیز اپنی ذات کے اعتبار سے قابل تعریف ہو اور عقل و شریعت کی رو سے پسندیدہ ہو مثلاً اَلْکَرَمُ صَوَابٌ (کرم و بخشش صواب ہے)
(۲) قصد کرنے والے کے لحاظ سے ۔ مثلاً اَصَابَہٗ بِالسَّھْمِ ۔ اس نے اسے ٹھیک نشانہ پر تیر مارا اور مُصِیْبَۃٌ اس تیر کو کہتے ہیں کہ جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے ۔ اس کے بعد عرف عام میں ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا ۔
صَوْبٌ بارش کو بھی کہتے ہیں اس سے مبالغہ کا صیغہ صَیِّبٌ استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ (۲: ۱۸) یا ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہو ۔ یا فَیُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُہٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ (۲۴: ۴۳) تو جس پر چاہتا ہے اسے برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ۔

بعض نے کہاہے کہ جب اَصَابَ کا لفظ خیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو یہ صَوْبٌ بمعنی بارش سے مشتق ہوتاہے اور جب بُرے معنی میں آتاہے تو یہ معنی اَصَابَ السَّھْمُ (تیر نشانہ پر ٹھیک جا لگا) کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ مگر ان دونوں معنی کی اصل ایک ہی ہے۔

= اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تولو، یکدم۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِسْتِبْشَارٌ مصدر باب استفعال) خوش ہونا۔ تو لو وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔ وہ یکدم خوش ہو جاتے ہیں۔

۳۰: ۴۹ = وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْھِمْ مِنْ قَبْلِہٖ لَمُبْلِسِیْنَ واؤ حالیہ ہے اور جملہ حالیہ ہے اِنْ اِنَّ سے مخففہ ہے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْھِمْ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ قَبْلِہٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع المطر ہے۔ لام تاکید کے لئے ہے اور مبلسین ..... کَانُوْا کی خبر ہے۔ وہ پیشتر ازیں بارش برسنے سے قبل مایوس ہو رہے تھے۔

مِنْ قَبْلِ کا تکرار تاکید کے لئے ہے!

مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْھِمْ: ای من قبل تنزیل المطر۔ بارش برسنے سے قبل۔ مُبْلِسِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب، مُبْلِسٌ واحد۔ ناامید۔ مایوس غمگین۔

۳۰: ۵۰ = اٰثٰرِ۔ اثرات، نشانیاں۔ علامتیں۔ (جو کوئی شے پیچھے چھوڑ جائے) لیکن مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے! مثلاً:۔

۱:۔ نقش قدم۔ جیسے فَھُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ یُھْرَعُوْنَ (۳۷: ۷۰) سو وہ انہی کے نقش قدم پر چلے جاتے ہیں۔

۲:۔ طریقہ۔ جیسے ھُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ (۲۰: ۸۵) وہ میرے طریقہ پر کاربند ہیں۔

۳:۔ بطور استعارہ بمعنی فضیلت جیسے تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰہُ عَلَیْنَا (۱۲: ۹۱) بخدا اللہ نے تجھ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔

= رَحْمَتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی رحمت بصورت بارش۔

= یُحْیِ۔ میں ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے۔

= ذٰلِكَ۔ ای اللہ الذی قدر علی احیاء الارض بعد موتہا۔

= لَمُحْیِ۔ میں لام تاکید کا ہے۔ اَلْمَوْتٰی۔ المیّتُ کی جمع ہے۔ مُردے۔

(بے شک وہی خدا مردوں کا زندہ کرنے والا ہے)

== لَئِنْ ۔ میں لام لامِ مُوْطئہ ہے جو حرف شرط پر آیا ہے ۔
اسے مَوْطئہ اس لئے کہتے ہیں کہ شرط کے لئے راہ ہموار کرتا ہے اسے لام المؤذنہ بھی کہتے ہیں!
اِنْ حرف شرط ہے ۔
== رِیْحًا۔ ہوا۔ امام رازی رح رقمطراز ہیں کہ نفع بخش ہواؤں کو جمع کے لفظ سے لایا گیا ہے اور مضرت رساں ہواؤں کو بصیغہ واحد استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اس کی رحمت ہوتی رہتی ہے اور اس کا عذاب کبھی کبھی آتا ہے ۔
== فَرَاَوْہُ ۔ اس میں الفاء فصیحت کا ہے اور ہُ ضمیر واحد مذکر غائب کھیتی کی طرف راجع ہے ۔ جیساکہ صاحب کشاف، روح المعانی، معالم التنزیل میں ہے ۔ رَاَوْ ماضی جمع مذکر غائب رُؤیَۃ مصدر
== مُصْفَرًّا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ اِصْفِرَارٌ (افعلال) مصدر ۔ صفر مادہ ۔ سبز دلو پیلا پڑا ہوا۔ مرجھایا ہوا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا (۳۹ : ۲۱) پھر وہ (کھیتی) خشک ہوجاتی ہے تو تُو اس کو دیکھتا ہے زرد۔
== لَظَلُّوْا ۔ لام جوابِ قسم کا ہے ظَلُّوْا ۔ ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وہ ہوگئے ۔ افعال ناقصہ سے ہے اور خبر کو دن بھر کے لئے ثابت کرتا ہے ۔ جس طرح بَاتَ رات کے وقت کوئی کام کرنے کے لئے آتا ہے ۔ کبھی یہ صَارَ کے معنی بھی دیتا ہے اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی ۔ آیۃ ھٰذا میں بھی صَارَ کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے ۔
== مِنْ بَعْدِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں!
۱:۔ من بعد ارسال (الریح ہوا کے بھیجنے کے بعد
۲:۔ من بعد اصفرار زرعھم ۔ ان کی کھیتوں کے زرد پڑجانے کے بعد
۳:۔ ان کے (پہلی صورت میں) خوش ہوجانے کے بعد ۔ من بعد الاستبشار۔
== یکفرون ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ وہ ناشکری کرتے ہیں یا کریں گے ۔ کرنے لگیں گے ۔
آیت کا ترجمہ ہوا۔ اور اگر ہم (کوئی ایسی) ہوا بھیجیں (جس کے اثر سے) وہ کھیتوں کو زرد (اور مرجھایا ہوا) پائیں تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگیں گے ۔
ان کا رویہ ہر دو صورت میں مذموم ہے چاہئے تو یہ تھا کہ جب اللہ کی طرف سے ان پر رحمت ہوئی اور بارش سے کھیت لہلہا اٹھے تو اس کا شکر ادا کرتے نہ کہ اس کو اپنے دنیاوی اسباب پر محمول کرتے ہوئے پھولے نہ سماتے اور جب خدا کی طرف سے ان کی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے کھیتیاں زرد پڑگئیں تو بجائے خدا کی ناشکری کرنے کے ان کو استغفار سے کام لینا چاہئے تھا۔

۳۰: ۵۲ == فَاِنَّكَ یہ وجہ بیان کی گئی ہے کلام ماسبق کی۔ عبارت یوں ہوگی!
لا تحزن بعدم اهتدائهم بتذکیرك۔ اپنی پندونصائح کے باوجود ان کے راہ ہدایت پر نہ آنے کا غم نہ کھا۔ فَاِنَّكَ، تحقیق تو.....
== لَا تُسْمِعُ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر اسماعٌ (افعَالٌ) مصدر۔ تو نہیں سنا سکتا تو نہیں سناتا ہے۔ تو نہیں سنائے گا۔
== وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ۔ الصُّمُّ (اَصَمُّ کی جمع) بہرے، الدُّعَاءُ، پکار دعا۔ بلانا۔ یہ دونوں لَا تُسْمِعُ کے مفعول ہیں۔ تو اپنی پکار بہروں کو نہیں سنا سکتا۔
== وَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جب وہ منہ موڑ کر چلدیں
== مُدْبِرِیْنَ۔ اِدْبَارٌ (افعالٌ) سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال ہونے کے ضمیر فاعل وَلَّوْا سے۔
۳۰: ۵۳ == هٰدِ الْعُمْيِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ هَادِی کی ی بوجہ اضافت ساقط ہوگئی۔ اندھوں کو ہدایت دینے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ ای وما انت بهدی العمی اور تو اندھوں کو ہدایت نہیں دے سکتا۔
== ضَلٰلَتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔
== اِنْ تُسْمِعُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ تو نہیں سنا سکتا۔
== فَهُمْ مُسْلِمُوْنَ: تعریف ہے مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا کی۔ پھر وہ ان آیات کو مانتے بھی ہیں۔ یعنی ان میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان کے آگے سرتسلیم خم کرتے ہیں۔
۳۰: ۵۴ == ضُعْفٍ اصل میں ضَعِیْفٌ ہے مصدر کو مبالغہ کے لئے صفت کے لئے استعمال کیا ہے یا اس سے مراد من ذی ضُعْفٍ ہے یعنی نطفہ۔ جیسے دوسری جگہ مَاءٍ مَّهِیْنٍ (بہت حقیر) کہا گیا ہے۔
== مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً۔ (عطا کی) کمزوری کے بعد طاقت (جوانی) اور مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً اور قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا (جوانی کے بعد انحطاط اور پھر بڑھاپا) شَیْبَةً بڑھاپا۔ بالوں کا سفید ہونا۔ اَشْیَبُ بوڑھا آدمی اس کی جمع شِیْبٌ جیسے اَبْیَضُ کی جمع بِیْضٌ ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا (۷۳: ۱۷) (جو) بچوں کو بوڑھا بنا دیگا۔ شیب مادہ۔
== اَلْقَدِیْرُ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قدیر وہ ہے جو اقتضائے حکمت کے موافق

جو چاہے کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے
۳۰ : ۵۵ = وَيَوْمَ ۔ ای واذکر یوم ۔ اور یاد کرو وہ دن۔
= يَقُومُ السَّاعَةُ ۔ قیامت قائم ہوگی ۔ جب قیامت کی گھڑی آجائے گی ۔ السّاعۃ (وقت) اجزائے زمانہ میں سے ایک جزء کا نام ہے ساعت، گھڑی، پل، الساعۃ بول کر قیامت بھی مراد لی جاتی ہے ۔ س و ع مادہ
= يُقْسِمُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ، اِقْسَام (افعال) مصدر۔ قسمیں کھائیں گے ۔
= يُؤْفَكُونَ ٥ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ۔ ماضی استمراری کے معنی ہیں ۔ وہ پھیرے جاتے تھے ۔ الٹے چلتے رہتے تھے ۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں ۔

ای کانوا یکذبون فی الدنیا یعنی وہ دنیا میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے ۔ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی سچائی اور بھلائی سے روگرداں ہو جائے تو اہل عرب کہتے ہیں ۔ اُفِكَ الرَّجُلُ
مدارک التنزیل میں ہے کہ :-

ای مثل ذلک الصرف کانوا یصرفون عن الصدق الی الکذب فی الدنیا۔
یعنی جس طرح اب یہ حقیقت سے پھر گئے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی یہ سچ سے جھوٹ کی طرف پھر جایا کرتے تھے : نیز ملاحظہ ہو ۲۹ : ۶۱ ۔
۳۰ : ۵۶ = فِي كِتٰبِ اللّٰهِ ۔ فی علم اللہ اوما کتبہ سبحانہ ۔ اواللوح المحفوظ
علم الٰہی کے مطابق یا نوشتۂ الٰہی کے مطابق یا جیسا کہ لوح محفوظ میں تحریر ہے ۔
= يَوْمَ الْبَعْثِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جی کر اٹھ کھڑا ہونے کا دن ۔ یعنی روز قیامت ۔
بعث کے معنی جی اٹھنا ۔ بھیجنا ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا رسولوں کو مبعوث کرنا ۔ یعنی بھیجنا ۔
= فَهٰذَا ۔ میں فَ جواب شرط ہے تقدیر کلام ہے ان کنتم منکرین للبعث فھذا یوم البعث الذی انکرتموہ ۔ اگر تم یوم بعث سے انکار کیا کرتے تھے تو یہ ہے یوم بعث جس سے تم منکر تھے ۔
= وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔ لیکن تم تو سمجھتے ہی نہ تھے ۔ یعنی یقین ہی نہ کیا کرتے تھے
۳۰ : ۵۷ = يَوْمَئِذٍ ۔ اس دن ۔ يَوْمَ ظرف ۔ مضاف اذٍ مضاف الیہ ۔ جیسے کہ حِيْنَئِذٍ ۔ حِيْنَ مضاف اذٍ مضاف الیہ ۔ اس وقت ۔
= مَعْذِرَتُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی معذرت ۔ ان کا عذر ۔

== ولا ھم یستعتبون ۔ واؤ عاطفہ۔ لا یستعتبون ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔ اور نہ ان کی معذرت قبول کرکے عتاب کو دور کیا جائے گا ۔

استعتب ۔ عتب سے باب استفعال ہے العتب ہر اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جو وہاں اترنے والے کے لئے سازگار نہ ہو۔ استعارہ کے طور پر عتب کے معنی ناراضگی یا سختی کے ہیں جو انسان کے دل میں دوسرے کے متعلق پیدا ہو جاتی ہے ۔

الاستعتاب رضامندی چاہنا۔ کسی سے یہ خواہش کرنا کہ وہ عتاب کو دور کردے تاکہ راضی ہو جائے ۔ ولا ھم یستعتبون اور نہ ان کی معذرت قبول کرکے ان سے عتاب کو دور کیا جائے گا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶ : ۸۴

۳۰ : ۵۸ == ان انتم ۔ میں ان نافیہ ہے ۔ انتم یعنی تم سب پیغمبر اور مؤمنین ۔

== مبطلون ۔ اسم فاعل جمع مذکر ابطال (افعال) مصدر ۔ اہل باطل ۔ حق کو ناحق قرار دینے والے ۔ بے حقیقت بات کرنے والے ۔ سحر کی باطل پرستیوں میں پڑے ہوئے ۔

۳۰ : ۵۹ == کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون ۵ اس طرح مہر کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھتے نہیں ہیں ۔ یعنی جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور اس کی صریح مثالوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور نتیجۃً یقین وایمان سے عاری رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو مہر کر دیتے ہیں اور پھر وہ حق کو بھی ناحق سمجھنے لگتے ہیں اور خدا کی صریح آیات کو اور پیغمبر کے معجزات کو کبھی سحر سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی کاہن کے کرشمے بتاتے ہیں ۔

۳۰ : ۶۰ == لا یستخفنّ ۔ مضارع منفی تاکید با نون ثقیلہ استخفاف (استفعال) مصدر خفیف سے ۔ خ ، ف ، ف ، مادہ ۔ الخفیف اس کے مختلف معانی ہیں :

۱ :۔ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہونا ۔ ثقیل کے مقابلہ میں ۔

۲ :۔ تقابل زمانی کے اعتبار سے سبک رفتار کو خفیف اور سست رفتار کو ثقیل کہیں گے

۳ :۔ جو چیز طبیعت کو خوش کردے اسے خفیف اور جو طبیعت پر گراں گذرے اسے ثقیل کہتے ہیں

۴ :۔ جو شخص جلد طیش میں آجائے اسے خفیف اور جو پروقار ہو اسے ثقیل کہا جاتا ہے ۔

۵ :۔ جو شخص سطحی اقدار کا مالک ہو اور ان سے پھر جانے میں دیر نہ کرتا ہو وہ خفیف اور جس کی اقدار ٹھوس اور محکم بنیادوں پر مبنی ہوں وہ ثقیل کہلاتا ہے ۔

انہی معنی میں ہے فاستخف قومہ فاطاعوہ (۴۳ : ۵۴) (فرعون نے)

اپنی قوم کو ڈھلمل یقین کردیا تھا اور وہ اس کے پیچھے لگ گئے یعنی ان کا یقین حضرت موسیٰ کے بارہ میں ہلکا پڑگیا تھا۔

انہی معنوں میں یہاں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا (اے پیغمبر) تو ان کی قولی وفعلی سختیوں پر صبرواستقلال سے کام لے۔ تحقیق اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہیگا۔ (مجرموں سے انتقام لینا اور مومنوں کی امداد ونصرت آیہ ۴۷۔ مذکورہ بالا)

اور یہ لوگ جو یقین سے خود عاری ہیں کہیں تمہارے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ دیں لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ۔ تم میں بے یقینی کی کیفیت پیدا نہ کردیں۔

صاحب المفردات رقمطراز ہیں:۔

وَ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ اور وہ تمہیں اوچھا نہ بنادیں۔ یعنی شبہات پیدا کرکے تمہیں تمہارے عقائد سے متزلزل اور برگشتہ نہ کردیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۳۱) سورۃ لُقمٰن مَکّیّۃ (۵۷)

۳۱: ۲ = تِلۡكَ۔ اسم اشارہ ہے۔ مفرد، مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
اصل میں اشارہ تِیۡ ہے لَ اس پر زیادہ کیا گیا ہے لکَ حرف خطاب ہے جس کی حسبِ
احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے؛
= اٰیٰتُ مشار الیہ ہے اور تِلۡكَ اٰیٰتُ سے مراد وہ آیات:۔
۱۔ جو اس سورۃ میں آگے آرہی ہیں۔
۲۔ جملہ آیات قرآن مجید۔
= اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ط اٰیٰتُ مضاف۔ اَلۡکِتٰبُ موصوف اَلۡحَکِیۡمُ صفت
صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ پُرحکمت کتاب کی آیتیں۔
= الحکیم۔ ای ذی الحکمۃ۔ حکمت و دانش سے پُر اس کا ایک معنی محکم بھی ہیں۔
یعنی اس میں کسی قسم کا خلل یا تناقض نہیں ہے۔ ای لا خلل فیہ ولا تناقض۔
۳۱: ۳ = ھُدًی۔ (اسم و مصدر بمعنی ہدایت کرنا۔ یا ہدایت) وَرَحۡمَۃً (اسم و مصدر
بمعنی بخشش، مہربانی، احسان، فضل، انعام، رحم کرنا) دونوں منصوب بوجہ حال ہونے
کے اٰیٰتُ سے۔ یعنی یہ سراسر ہدایت و رحمت ہے (محسنین کے لئے)
= مُحۡسِنِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ احسان کرنے والے۔ نیکوکار مرد۔
۳۱: ۴ = آیت ہذا محسنین کی تعریف ہے۔
۳۱: ۵ = اُولٰٓئِكَ عَلٰی ھُدًی۔ مبتدا و خبر، مِنۡ رَّبِّھِمۡ۔ ھُدًی کی
صفت۔
= وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ: جملہ معطوف۔ جس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

ھُمْ کی تکرار کلام کی تاکید اور زور کلام کے لئے ہے۔ اور یہی لوگ مکمل فلاح یافتہ ہیں۔
۳۱: ۶ = وَمِنَ النَّاسِ: ای بعض من الناس اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں:۔
= مَنْ یَّشْتَرِیْ: مَنْ موصولہ بمعنی الَّذِیْ ہے یَشْتَرِیْ مضارع واحد مذکر غائب اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جو خریدتے ہیں۔ اختیار کرتے ہیں، راغب ہوتے ہیں۔
= لَھْوَ الْحَدِیْثِ۔ لھو مضاف الحدیث مضاف الیہ۔ لیکن اضافت تبقدیر مِنْ ہے۔ اصل میں لھوًا مِنَ الحدیث تھا۔ فضول۔ بیہودہ۔ بے سروپا قصوں کا کھیل تماشہ
الکشاف میں ہے الاضافۃ بمعنی من (تبعیضیہ) کانہ قیل: ومن الناس من یشتری بعض الحدیث الذی ھو اللھو منہ۔ اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ خریدکرتے ہیں بعض ایسی (بے ہودہ اور بے سروپا) باتیں جو محض کھیل تماشہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مفسرین اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں،۔
کہ مکہ میں ایک شخص نضر بن حارث تھا جو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں ایران، عراق، شام وغیرہ اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ وہاں سے وہ رستم واسفندیار کے قصے، ایران کے بادشاہوں کی جنگوں کی کہانیاں، بہادروں کے افسانے اور حیرہ کے بادشاہوں کے قصے وغیرہ لے آتا تھا۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا کلام پڑھ کر سنانے لگتے تو یہ بالمقابل اپنی محلس جما لیتا اور کہتا کہ ان چیزوں میں دل لگاؤ قرآن کے وعظ میں کیا رکھا ہے۔ ہمراہ حسین چھوکریاں بھی رکھتا اور عملی دل بہلاوے کے لئے شراب وکباب کی پیش کش بھی کرتا۔ جاہل اور علمی سند سے خالی لوگ نفس پرستی کے دام میں آکر ادھر لگ جاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
= لِیُضِلَّ میں لام تعلیل کا ہے یُضِلَّ مضارع (منصوب بوجہ لام تعلیل) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ گمراہ کرے (دوسروں کو) اس میں ضمیر فاعل وہی ہے جو یَشْتَرِیْ میں ہے۔
= سَبِیْلِ اللّٰہِ: اللہ کا دین۔ یا تلاوت قرآن مجید۔
= بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ بغیر کسی علمی سند کے یہ یَشْتَرِیْ سے متعلق ہے ای یشتری ذلک بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ یعنی اس فعل یا تجارت کے نتائج سے بے خبر ہوکر۔
= یَتَّخِذَھَا۔ مضارع منصوب بوجہ عطف علیٰ یضل۔ یضل کا معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب سبیل کے لئے ہے جو مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= ھُزُوًا ۔ مصدر بمعنی اسم مفعول مَھْزًا وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔
= وَیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اور اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔
= اُولٰٓئِكَ یہ لوگ جو اللہ کے راستے سے غافل کر دینے والا سودا کرتے ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔
= مُھِیْنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِھَانَۃٌ مصدر (افعال) سے ھون مادہ ذلیل کرنے والا۔
= تُتْلٰی ۔ مضارع مجہول۔ واحد مؤنث غائب تلاوۃ مصدر تلوٌ مادہ۔ پڑھی جاتی ہے یہاں آیات کے لئے فعل آیا ہے بمعنی پڑھی جاتی ہیں!
= عَلَیْہِ ۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے: لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں۔ اور پھر اسی رعایت سے یَشْتَرِیْ ۔ یُضِلَّ ۔ یَتَّخِذَھَا میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب کو معنی جمع لیا ہے۔ اس لحاظ سے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا کا ترجمہ ہوگا اور جب انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی ضمیر واحد مذکر غائب کو جمع کے معنی میں لیا جائے گا۔

بعض نے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ کا ترجمہ کیا ہے!

اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو خرید کرتا ہے:...... اور ہر آیت کے آخر تک یہی صیغہ اختیار کیا ہے اس صورت میں عَلَیْہِ میں ہٖ ضمیر اس کی ظاہری صورت میں واحد مذکر غائب کے لئے ہوگی اور وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا کا ترجمہ ہوگا اور جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
= وَلّٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ پیٹھ دے کر، یا منہ موڑ کر بھاگنا۔ یہاں ماضی بمعنی حال آیا ہے۔ وہ منہ موڑ لیتا ہے۔
= مُسْتَکْبِرًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔ سرکشی کرنے والا۔ نصب بوجہ وَلّٰی سے حال ہونے کے ہے۔
= کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا ۔ یشبہ حالہ فی ذٰلِكَ حال من لم یسمعھا۔ اس کا اس شخص جیسا ہے جس نے اسے سنا ہی نہیں ہے۔ یہ جملہ وَلّٰی سے حال ہے یا ضمیر مستکبرًا سے کَاَنَّہٗ سے اور ضمیرہٗ ضمیر شان ہے۔ جیسے اس نے سُنا ہی نہیں۔
= کَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْہِ وَقْرًا ۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بفعل۔ اُذُنَیْ تثنیہ اُذُنٌ واحد

مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کے دونوں کانوں میں۔ وَقْرًا۔ ثقل، بوجھ گرانی۔ بہرہ پن۔ اَلْوَقْرُ۔ کان میں بھاری پن۔ وَقَرَتْ اُذُنُہٗ کان میں ثقل ہونا۔ دِقْرٌ۔ محض بوجھ کو بھی کہتے ہیں ای الحمل الثقیل بھاری بوجھ۔
گدھے یا خچر کے ایک بوجھ کو بھی دِقْرٌ کہتے ہیں (a donkey load)
جیسا کہ اونٹ کے ایک بوجھ کو وسق کہتے ہیں۔ (a camel load) الوقار کے معنی سنجیدگی اور حلم کے ہیں۔ وَقْرًا منصوب بوجہ اسم کانّ کے ہے ای کانّ وقرًا فی اذنیہ۔ گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے یعنی وہ دونوں کانوں سے بہرا ہے یہ جملہ ضمیر لم یسمعہا سے حال ہے یا اس سے بدل ہے (بدل کل)

۳۱: ۸ = جَنّٰتُ النَّعِیْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نعمت وراحت کی جنتیں اصل میں جنتوں کی نعمتیں اور راحتیں تھا۔ کیونکہ جنت جگہ ہی نعمت وراحت کی ہے مبالغہ کے لئے الٹ دیا ہے

۳۱: ۹ = وَعْدَ اللّٰہِ۔ وَعْدًا مصدر مؤکد لنفسہٖ۔ لہم جنّٰت النعیم کے معنی ہیں کہ: وعدھم اللّٰہ جنّٰت النعیم۔ اس وعدہ کی تاکید میں مصدر مؤکدہ لایا گیا ہے چونکہ یہ وعدہ لفظًا موجود نہیں صرف معنیً ہے اس تاکید کو تاکید معنوی کہتے ہیں اور مصدر مؤکد لنفسہٖ کہلائیگا اس کی مثال ۳۰: ۶ میں ملاحظہ ہو۔

= حَقًّا بھی مصدر مؤکدہ ہے وعدہ کی تاکید کے لئے آیا ہے لہٰذا ہر دو وَعْدٌ اور حقًّا وعلٰہ لہم جنت النعیم کی تاکید کے لئے ہیں۔ دونوں مصدر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

= العزیز۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= اَلْحَکِیْمُ۔ ذوالحکمۃ۔ حکمت والا۔ جس کا ہر کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہو۔

۳۱: ۱۰ = عَمَدٍ۔ ستون۔ عَمُوْدٌ اور عِمَادٌ کی جمع۔

= تَرَوْنَھَا۔ تَرَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُؤْیَۃٌ مصدر (باب فتح)
ھَا ضمیر واحد مذکر غائب کے دو مرجع ہو سکتے ہیں۔
۱:۔ آسمان۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ آسمان ستونوں کے بغیر پیدا کئے ہیں
۲:۔ عمد۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا فرمایا جنہیں تم دیکھ سکو۔ یعنی اگر ہوں تو ضرور نظر آئیں۔ یا اس نے آسمانوں کو پیدا کیا ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھ سکو، یعنی ہو سکتا ہے کہ ستون ہوں لیکن اگر وہ ہوں تو ایسے ہیں کہ تم دیکھ نہیں سکتے

== رَوَاسِیَ ۔ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ ۔ پہاڑ، رواسِیَ کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔

== اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ای لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ تاکہ تمہیں لے کر وہ ڈولتی نہ رہے تَمِیْدَ مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے مَیْدٌ مصدر (باب ضرب) کسی بڑی چیز کا ہلنا .... یا جھکنا ۔

== بَثَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثٌّ مصدر (باب ضرب ونصر)

== دَابَّۃٍ ۔ جانور ۔ پاؤں پر چلنے والے ۔ رینگنے والے جانور ۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

== فِیْھَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے ۔

== زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۔ موصوف وصفت ۔ شریف وکثیر المنفعت اقسام یا جوڑے ۔ اس میں حیوانات، نباتات، جمادات سب شامل ہے ۔

۳۱ : ۱۱ == بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔ یعنی ان کے معبودان باطل نے کچھ بھی تخلیق نہیں کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں ۔

۳۱ : ۱۲ == اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ اس میں اَنْ تفسیریہ ہے ای وقلنا لہ ان اشکر للہ اور ہم نے اسے کہا کہ شکر ادا کر اللہ کا ۔

۳۱ : ۱۳ == وَھُوَ یَعِظُہٗ میں واؤ حالیہ ہے ۔ اور وہ اسے نصیحت کر رہا تھا ۔ یا اس نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ۔

۳۱ : ۱۳ یٰبُنَیَّ ۔ یا حرف ندا ہے بُنَیَّ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر منادیٰ ۔ بُنَیَّ ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے جو یہاں پیار اور محبت کے لئے ہے ۔ یٰبُنَیَّ میرے پیارے بیٹے ۔ میرے چھوٹے سے بیٹے ۔ بُنَیَّ کی یَ اور یائے متکلم کو اضافت کی وجہ سے مدغم کیا گیا ۔

۳۱ : ۱۴ == وَصَّیْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) ہم نے حکم دیا ۔ جیسا کہ آیت وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ (۲۹ : ۸) میں بدیں معنی آیا ہے ۔ یعنی ۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ۔ الوصیۃ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا ۔ اَوْصَاہُ

(افعال) اور وَصَّاهُ (تفعیل) بمعنی وصیت کرنے کے بھی ہیں۔ جیسے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (۴: ۱۰) وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے۔
وَصّٰى ب کسی کام کا عہد لینا۔ کسی کام کا حکم دینا۔
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ: اور ہم انسان کو حکم دیا اس کے ماں باپ کے متعلق (ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرنے کا۔
= وَهْنًا۔ اسم مصدر۔ (باب ضرب) کمزوری وکمزور ہونا۔ منصوب بوجہ اُمُّهٗ کے حال ہونے کے۔ (بہ تقدیر مضاف ای ذات وھن) یا بہ فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے ای تھن وھنا اس صورت میں یہ جملہ اُمُّهٗ سے حال ہوگا: وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ کمزوری پر کمزوری شدت پر شدت۔ ضعف پر ضعف (مدتِ حمل میں متعلقہ دشواریاں) پیدائش کا مرحلہ اور اس سے متعلقہ تکالیف۔ رضاعت کا زمانہ اور ماں کا اپنا خون جگر پلانا۔ ابتدائی پرورش اور ماں کی قربانیاں)
= فِصَالُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ فِصَالٌ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر ہے اس کے اصل معنی باہم جدا ہوجانا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا ہیں۔ کیونکہ بچہ کا دودھ جب چھڑایا جاتا ہے تو وہ اپنی ماں سے اس قدر وابستہ نہیں رہتا جیسا پہلے تھا اور ایک گونہ ماں اور بچہ میں جدائی واقع ہوجاتی ہے نیز بچہ شیر مادر سے اور شیر مادر بچہ سے علیحدہ کردیا جاتا ہے اس لئے بچہ کے دودھ چھڑانے کو فصال سے تعبیر کیا گیا۔
الفصل کے اصل معنی ہیں دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح علیحدہ کر دینے کے ہیں کہ ان کے درمیان فاصلہ ہوجائے اور یہ اقوال واعمال دونوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے
= اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ۔ اَنْ تفسیریہ ہے اور جملہ وصینا کی تفسیر ہے ای وصینا الانسان بشکرنا و بشکر والدیہ۔ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ شکر گذاری کرے ہماری اور اپنے والدین کی بھی۔
درمیانی عبارت حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِىْ عَامَيْنِ جملہ معترضہ ہے۔ اُشْكُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو شکر کر۔
= اِلَىَّ الْمَصِيْرُ۔ اِلَىَّ۔ اِلٰى حرف جار ی ضمیر واحد متکلم مجرور۔ میری طرف۔
= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان ومصدر۔ صَيْرٌ مادہ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ
وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ۔ اور میری طرف ہی واپسی ہے۔ یہ تعلیل ہے خدائی احکام کے بجالانے کے وجوب کی۔

۳۱: ۱۵ = وَاِنْ جَاھَدٰ لَکَ۔ اِنْ شرطیہ ہے جَاھَدٰکَ فعل ماضی تثنیہ مذکر غائب لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جَاھَدَ یُجَاھِدُ مُجَاھَدَۃً (مفاعلۃ) (اگر) وہ دونوں (تم سے) جہاد کریں یعنی جھگڑیں لڑیں۔ تم پر زور دیں۔ تم پر کوشش کریں۔

= اَنْ تُشْرِكَ میں اَنْ مصدریہ ہے

= مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ۔ میں مَا بمعنی الذی ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ جس کا تجھے علم نہیں۔ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

= فَلَا تُطِعْھُمَا۔ جوابِ شرط۔ تو ان دونوں کا کہنا نہ مان، ان کی اطاعت مت کر۔

= صَاحِبْھُمَا۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ مفعول۔ تو ان کی مصاحبت کر۔ تو ان کے ساتھ رہ۔ تو ان کے ساتھ زندگی گذار۔

= مَعْرُوْفًا۔ ای صحابًا معروفًا۔ اچھی مصاحبت۔ اچھے سلوک کے ساتھ۔

= اِتَّبِعْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو اتباع کر۔ تو پیروی کر۔

= مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ اَنَابَ یُنِیْبُ اِنَابَۃً (افعال) رجوع کرنا انابت الی اللہ کے معنی اخلاصِ عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا۔

سَبِیْلَ مضاف مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ مضاف الیہ۔ جو میری طرف صدقِ دل سے رجوع کرے اس کی راہ کی پیروی کر۔

= مَرْجِعُکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا لوٹنا۔

= اُنَبِّئُکُمْ۔ مضارع واحد متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو خبر کروں گا۔ میں تم کو بتاؤں گا۔

فائدہ: آیات ۱۴ اور ۱۵ بطور جملہ معترضہ ہیں اگلی آیت ۱۶ سے پھر حضرت لقمان علیہ السلام کا کلام شروع ہوتا ہے۔

۳۱: ۱۶ = اِنَّھَا اِنْ تَکُ۔ ھَا ضمیر قصہ ہے جو مابعد کے جملہ کی طرف عائد ہے۔

اِنْ تَکُ اِنْ شرطیہ ہے تَکُ کَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے واؤ حذف ہو گیا اور نون کو بھی خلافِ قیاس حرفِ علت کے مشابہ مان کر حذف کر دیا گیا۔ اِنْ تَکُ اگر وہ ہووے۔

= مِثْقَالَ اسم مفرد۔ ہم وزن۔ حَبَّۃٍ۔ دانہ۔ اناج کے دانہ کو حَبَّۃ یا حَبّ کہتے ہیں

== خَرْدَلٍ۔ رائی
مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ ۔ رائی کے دانہ کے برابر۔ رائی کے دانہ کے ہموزن
اِنَّهَآ اِنْ تَكُ ...... خَرْدَلٍ ۔ قصّہ یہ ہے کہ اگر کوئی (شے یا عمل) رائی کے دانہ کے برابر (بھی چھوٹا) ہو۔
== فَتَكُنْ۔ مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب كَوْنٌ سے مضارع ۔ دراصل تَكُوْنُ تھا حرف جازم (اِنْ) داخل ہونے سے اجتماع ساکنین کی بنا پر واؤ ساقط ہوا۔ ترجمہ:۔ پھر وہ ہووے
== صَخْرَةٍ ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ صَخْرٌ و صُخُوْرٌ جمع۔ فِیْ صَخْرَةٍ کسی بڑے سخت بھاری پتھر کے اندر
۳۱: ۱۷ == اَقِمْ۔ فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اقامة (افعال) مصدر تو قائم رکھ۔ تو سیدھا کر۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ تو نماز پڑھ ۔تو نماز قائم رکھ۔
== وَأْمُرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، اَمْرٌ مصدر (باب نصر) تو حکم دے ۔یعنی اپنی ذات کی تکمیل و تربیت کے لئے ہمیشہ نماز پڑھا کر اور دوسروں کی تربیت اور تکمیل ذات کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا رہ۔
وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ تو نیکی کا حکم دیا کر۔
== اِنْهَ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَهْیٌ مصدر سے (باب فتح) تو منع کر۔ تو منع کرتا رہ۔ المنکر۔ اسم مفعول واحد مذکر انکارٌ مصدر، وہ قول یا فعل جس کو شرع نے ممنوع قرار دیا ہو، وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکتے رہو۔
== مَآ اَصَابَكَ۔ ما موصولہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِصَابَةٌ (افعال) مصدر صوب مادہ ۔ پہنچنا۔ آلینا۔ آپڑنا۔ پالینا۔ اسی سے مُصِيْبَةٌ ہے آلینے والی۔ آپڑنے والی۔ تکلیف، سختی۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ جو مصیبت تمہیں پہنچے۔
== ذٰلِكَ ۔ یہ۔ یہی۔ اسم اشارہ واحد مذکر کے لئے آتا ہے اس صورت میں اس کا مشار الیہ صبر ہے یا اس کا اشارہ جملہ امور وصیت کے متعلق ہے یعنی اقامت صلوٰۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اصبر علی ما اصابک) ان سب کو وصیت کے ضمن میں لا کر اشارہ مفرد استعمال کیا گیا ہے ای الذی وصینك بہ

= عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ اَلْعَزْمُ وَالْعَزِيْمَۃُ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰہِ (۳:۱۵۹) جب کسی کام کا مصمم ارادہ کرلو۔ تو خدا پر بھروسہ رکھو۔ عَزْمٌ مصدر ہے عَزَمَ يَعْزِمُ (ضرب) لیکن یہاں عَزْمٌ بمعنی مَعْزُوْمٌ لیا گیا ہے یعنی جس امر کا پختہ ارادہ کیا گیا ہو۔ اس کو تسمیۃ المفعول باسم المصدر کہتے ہیں۔ اس طرح عَزْمِ الْاُمُوْرِ بمعنی مَعْزُوْمَاتُ الاُمُوْرِ ہے یہ اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے بیشک یہ ہمت کے کاموں سے ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں جو سختیاں اور تکالیف پیش آئیں ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ تکالیف سے گھبرا کر ہمت ہار دینا بہادروں کا کام نہیں۔

۳۱:۱۸ = وَلَا تُصَعِّرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَصْعِيْرٌ (تفعیل) مصدر تو (تکبر و نخوت کی وجہ سے) منہ نہ موڑ۔ الصَّعَرُ کے اصل معنی گردن میں کجی کے ہیں اور اونٹوں کی ایک بیماری کا نام بھی ہے جب یہ لگتی ہے تو اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے اَلصَّعَرُ دَاءٌ يَاْخُذُ الْبَعِيْرَ فَيَلْوِيْ مِنْهُ عُنُقَهٗ وَيَمِيْلُہٗ۔ صعر ایک بیماری ہے جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن ٹیڑھی ہو کر جھک جاتی ہے۔

اسی بنا پر جب کوئی شخص غرور نخوت سے اپنا منہ لوگوں کی طرف سے موڑ لیتا ہے تو عرب کہتے ہیں قَدْ صَعَّرَ خَدَّہٗ۔ اس مفہوم کی تائید میں عمرو بن جنی التغلبی کا شعر ہے۔

وکنا اذا الجبار صعر خدہ — اقمنالہ من میلہ فتقوما

(جب کوئی جابر شخص ازراہِ تکبر اپنا رخسار پھیر لیتا ہے تو ہم (بزور شمشیر) اس کی کجی کو دور کر دیتے ہیں اور وہ درست ہو جاتا ہے)

= خَدَّكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رخسار۔ خُدُوْدٌ جمع۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ اور تو لوگوں سے اپنا منہ مت پھیر۔ ای ولا تتکبر علیہم ان سے تکبر سے مت پیش آ۔

= لَا تَمْشِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مشی (باب ضرب) مصدر۔

تمش اصل میں تمشی تھا لاء نہی جازم فعل کی وجہ سے ی گر گئی۔ تو مت چل۔

= مَرَحًا۔ مَرِحَ يَمْرَحُ۔ (باب سمع) سے مصدر ہے۔ بہت زیادہ اور شدت کی خوشی سے اترانا۔ ناز سے چلنا۔ بوجہ حال منصوب ہے۔

= مُخْتَالٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر حاضر اختیال (افتعال) مصدر خیل مادہ ناز سے

چلنے والا۔ مغرور۔ متکبر، اَلْخَیَلَاءُ وہ تکبر جو کسی ایسی فضیلت کے تخیل پر مبنی ہو جو انسان اپنے اندر خیال کرتا ہو اور وہ دراصل اس میں نہ ہو۔

= فَخُوْرٍ۔ الفَخْرُ (باب نصر) کے معنی ان چیزوں پر اترانے کے ہیں جو انسان کے ذاتی جوہر سے خارج ہوں مثلاً مال وجاہ وغیرہ اور اسے فخر بھی کہتے ہیں اور فخر کرنے والے کو فاخر کہا جاتا ہے۔ فَخُوْرٌ و فخیر مبالغہ کے صیغے ہیں بہت زیادہ اترانے والا۔

۱۹:۳۱ = اِقْصِدْ۔ قَصَدَ یَقْصِدُ (ضرب) قَصْدٌ مصدر سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو میانہ روی اختیار کر۔ تو اعتدال اختیار کر۔

= مَشْیِكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری چال۔

= اُغْضُضْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر غَضَّ یَغُضُّ غَضٌّ (نصر) مصدر سے۔ الغَضُّ کے معنی کمی کرنے کے ہیں خواہ نظر اور صورت میں ہو یا کسی برتن میں سے کچھ کم کرنے کی صورت میں ہو وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اور (بات وقت) آواز نیچی رکھ!

اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (۳۰:۲۴) مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

= اَنْكَرَ۔ بہت زیادہ برا۔ بہت زیادہ قبیح۔ بہت زیادہ وحشیانہ۔ وحشتناک۔ نُكْرٌ سے اسم تفضیل۔

= لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ حَمِیْرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے گدھے

(یہاں حضرت لقمان کا بیان ختم ہوا)

۲۰:۳۱ = اَلَمْ تَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ تَرَوْا مضارع نفی جحد بلم۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔

= سَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے تابع کر دیا۔ اس نے کام میں لگا دیا۔ کسی چیز کو جبراً اور قہراً کسی خاص مقصد کے لئے مصروف کر دینے کو تسخیر کہتے ہیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ۔ تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، تمہارے اختیار میں کر دیا ہے۔ جیسے كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (۳۶:۲۲) ہم نے یوں ان (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے سَخَّرَ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ مُسَخَّرٌ وہ ہے جسے کسی کام پر مجبور کر کے لگایا جائے سخر مادہ۔ لیکن اسی مادہ سے باب سمع (سَخِرَ یَسْخَرُ) سے ٹھٹھا کرنا کے معنی میں آتا ہے جیسے اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (۳۸:۱۱) اگر (آج) تم

ہم پر ہنستے ہو تو جس طرح تم (ہم پر) ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے۔

== اَسْبَغَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْبَاغٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے مکمل کیا۔ اس نے پورا کر دیا۔ دِرْعٌ سَابِغٌ پوری اور وسیع زرہ جیسے اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ (۳۴:۱۱) کشادہ اور پوری پوری زرہیں بناؤ۔

اس سے استعارہ کے طور پر اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ (پورا وضو کرنا) اور اِسْبَاغُ النِّعَمِ (پورا پورا انعام کرنا) کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔

آیہ ھٰذا میں اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ اس نے تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دی ہیں۔

== ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً۔ یعنی ظاہری و باطنی، محسوسہ و غیر محسوسہ۔ معروف و غیر معروف منصوب بوجہ نِعَمَہٗ سے حال ہونے کے۔

== وَمِنَ النَّاسِ۔ میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ ضمیر اللہ تعالیٰ ماقبل سے موضع حال میں ہے ای اَلَمْ تروا ان اللہ سبحانہ فعل مافعل من الامور الدالۃ علی وحدۃ سبحانہ وتعالیٰ وقدرتہ عزوجلّ والحال من الناس من ینازع و یخاصم فی اللہِ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہٗ نے مختلف النوع نعمتیں عطا کیں جو اس کی قدرت و وحدت پر دلالت کرتی ہیں اور حال یہ ہے کہ لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو نزاع اور جھگڑا کرتا ہے اللہ کے بارہ میں (یعنی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے) فی اللہ ای فی توحیدہٖ۔

== یُجَادِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ جِدَالٌ بھی اس کا مصدر ہے۔ جھگڑا کرتا ہے۔

== بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ہ قاعدہ ہے کہ غَیْرِ کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ اور جب نقرہ میں غَیْر کی تکرار درکار ہو تو اس کی بجائے لَا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ جیسے وَلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ۔ منیر صفت ہے کتٰب کی اور اپنے اعراب میں موصوف کے تابع ہوگی!

اس کی ایک اور مثال قرآن مجید میں: غیر المغضوب علیہم ولا الضّآلین (۱:۷)

ایک اور مثال: اعرفہ غیر حسود ولا ظلوم: میں اسے جانتا ہوں نہ یہ حاسد ہے اور نہ ظالم۔

== مُنِیْرٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنَارَۃٌ (افعال) مصدر۔ نورٌ مادہ۔ باب افعال کے

خواص میں سے تعدیہ ہے یعنی فعل کو متعدی بنانے کی صفت۔ جیسے خَرَجَ (وہ نکلا) سے اَخْرَجَ (اس نے نکالا) اور دیگر خاصیت تصییر ہے یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنانا۔

لہٰذا پہلی صورت میں مُنِیْر کا مطلب ہوگا روشن کرنے والا۔ اور دوسری صورت میں روشنی والا۔ خود روشن، لہٰذا منیر خود روشن، روشن کرنے والی۔

۳۱ : ۲۱ = اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ہمزہ استفہامیہ ہے ای ایتبعونہ (کیا وہ پھر بھی پیروی کرتے رہیں گے) واؤ حالیہ ہے اور جملہ لَوْكَانَ ...... السعیر۔ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی کیا وہ پھر بھی اس کی پیروی کرتے رہیں گے دراں حالیکہ وہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو۔

يَدْعُوْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب، کی دو صورتیں ہیں :۔

۱۔ اگر اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا تو مطلب یہ ہوگا کہ شیطان ان کو اپنے آباء و اجداد کے مذہب کی طرف مائل کرکے عذاب جہنم کی طرف لے جا رہا ہے۔

۲:۔ اور اگر اس کا مرجع آباء ہے تو مطلب ہوگا کہ کیا اس حال میں بھی کہ شیطان ان کے آباء و اجداد کو عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو وہ اپنے آباء و اجداد کی پیروی کریں گے (ای ایتبعونہم)۔

۳۱ : ۲۲ = مَنْ يُّسْلِمْ مَنْ شرطیہ ہے۔ جو تابع کردے۔

يُسْلِمْ مضارع مجزوم بالشرط۔ اِسْلَامٌ مصدر۔ یہاں اسلام بمعنی تفویض ہے یعنی اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ یعنی قضا و قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے جیسا کہ دوسری جگہ ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (۲ : ۱۳۱) جب اس سے اس کے پروردگار نے کہا کہ جھک جاؤ تو اس نے عرض کی کہ میں رب العلمین کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ یعنی جو اپنے تمام امور اس کو تفویض کر دے۔

= وَهُوَ مُحْسِنٌ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ محسن ہو۔ مُحْسِنٌ احسان سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والا۔ ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔

احسان کی تعریف، حدیث جبریل میں ہے الاحسان ان تعبد اللّٰه كَاَنَّكَ تَرَاهُ

فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کے نورِ جمال کا مشاہدہ کر رہے ہو اور اگر تمہاری اس منزل پر رسائی نہیں تو کم از کم اتنا تصور تو پختہ ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے! (ضیاء القرآن)

== فَقَدِ اسْتَمْسَکَ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے اِسْتَمْسَکَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِمْسَاکٌ (استفعال) مصدر۔ کسی چیز کو پکڑنا اور تھامے رکھنا۔ پس اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یا تھام لیا۔

== العُرْوَۃِ الْوُثْقٰی۔ موصوف وصفت۔ العُرْوَۃِ ہر وہ چیز جسے پکڑ کر کوئی لٹک جائے کڑا۔ حلقہ، کسی چیز کا قبضہ یا دستہ۔ اس کی جمع عُرًی ہے۔ عرو یا عُرًی مادہ۔ اس مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں آئے ہیں۔

اَلْوُثْقٰی۔ اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَلْاَوْثَقُ واحد وَثَاقَۃٌ مصدر (باب کرم) بمعنی بہت مضبوط۔ العروۃ الوثقٰی بہت مضبوط حلقہ یا کڑا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے قضاء وقدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے قلب وقالب کو اس کے احکام کے آگے سرافگندہ کر دیا۔ اور حسنِ عمل سے اس کی تائید بھی کی گویا اس نے ایک نہایت مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا۔ اور تھام لیا۔ جس کے ٹوٹنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی (۲: ۲۵۶) تو جو کوئی طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔

== عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمام کاموں کا انجام۔

۳۱: ۲۳ == لَا یَحْزُنْکَ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ حُزْنٌ سے باب نصر۔ وہ تجھے رنج نہ پہنچائے۔ وہ تجھے غمگین نہ کرے۔

== مَرْجِعُھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کا لوٹنا۔ رجوع کرنا۔

== فَنُنَبِّئُھُمْ۔ فاء ترتیب کا ہے۔ نُنَبِّئُ مضارع جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ سو ہم ان کو ضرور بتلا دیں گے۔

== عَلِیْمٌ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔

== ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ ایسی بات۔ امر جس کا تعلق سینوں سے ہو، یعنی راز، بھید۔ فکر عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا۔ ذَاتُ۔ ذُو کا مؤنث ہے ہمیشہ بطور مضاف استعمال ہوتا ہے۔

== نُمَتِّعُهُمْ۔ مضارع جمع متکلم تَمْتِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں (دنیاوی زندگی میں) متع مادّہ اس سے متاعٌ ہے۔ یعنی وہ سامان جو کام میں آتا ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

== قَلِیْلًا۔ صفت مشبہ کم (مدت کے لئے) تھوڑے (دنوں کے لئے)

== نَضْطَرُّهُمْ۔ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اضطرار (افتعال) مصدر۔ ضرر مادہ۔ باب افتعال میں کلمہ کی ت کو ط سے بدلا گیا ہے۔ الاضطرار کے اصل معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ پھر ہم ان کو عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔ یا ان کو عذاب شدید بھگتنے کے لئے مجبور کر دیں گے۔ ناچار کر دیں گے۔

== عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ غَلِيْظٌ غِلْظَةٌ سے صفت مشبہ ہے۔ سخت، شدید۔ اَلْغِلْظَةُ کے اصل معنی موٹاپا یا گاڑھاپن کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر بمعنی سخت یا شدید میں استعمال ہوتا ہے مثلاً جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (۹:۷۳) کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔

۳۱ : ۲۵ == لَيَقُوْلُنَّ۔ میں لام جواب شرط کے لئے ہے مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب تو وہ ضرور کہیں گے۔

== قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کلمہ شکر ہے یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس ارض و سماء کا (یا دوسرے لفظوں میں اس کائنات کا) خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ کم از کم یہ تو مان گئے کہ کائنات کا خالق بلا شرکت غیرے اللہ تعالیٰ ہے۔

== بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ لیکن ان میں سے اکثر نادان اور بے علم ہیں۔ یہاں علم سے مراد علم الٰہیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کما هو بذاته وصفاته جاننا۔ یہ لوگ جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس کی ذات اور صفات کے علم سے کماحقہ ناواقف ہیں اور اسی جہالت و ناواقفیت کی بناء پر وہ باوجود اس اقرار کے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں

۳۱ : ۲۶ == اَلْغَنِيُّ۔ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔

= اَلْحَمِیْدُ ۔ حَمْدٌ سے (فعیل) کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور بمعنی مفعول یعنی مَحْمُوْدٌ ہے ۔ ستودہ ۔ سراہا ہوا ۔ تعریف کیا ہوا ۔ سزاوار حمد ۔

۳۱:۲۷ = لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ ۔

لَوْ حرف شرط ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل مَا موصول فِی الْاَرْضِ صلہ ۔ صلہ اور موصول مل کر اسم اَنَّ ۔ اَقْلَامٌ خبر ۔ مِنْ شَجَرَۃٍ بیانِ ما ۔ واؤ حالیہ اَلْبَحْرُ مبتداء (اس میں الف لام عہد کا ہے) یا خبر کے لئے بھی ہو سکتا ہے ۔ یَمُدُّہٗ فعل ہٗ ضمیر مفعول جس کا مرجع البحر ہے ۔ سبعۃ ابحر عدد معدود مل کر یَمُدُّہٗ کا فاعل ۔ فعل فاعل مفعول مل کر مبتداء کی خبر مِنْۢ بَعْدِہٖ متعلق خبر ۔ مکمل جملہ حال ہے موصول کا بَعْدِہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع البحر ہے ۔ لیکن اس کے بعد سے مراد ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد ۔

= یَمُدُّہٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَدَّ یَمُدُّ مَدًّا دوات میں روشنائی ڈالنا ۔ زیادہ کرنا ۔ یعنی سات دوسرے سمندر ، پہلے کے ختم ہو جانے کے بعد اس میں روشنائی بھر دیں ۔

ترجمہ یوں ہوگا ۔

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں (اور اس کے ختم ہونے پر) اور سات سمندر اس کو (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سبعۃ ابحر (سات سمندر) کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس سے مخصوص تعداد مقصود ہے یعنی اگر کئی ایسے سمندر اور بھی شامل ہو جائیں تو پھر بھی کلمات اللہ ختم نہ ہوں ۔

= مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ۔ یہ جواب شرط ہے لَوْ کے جواب میں ۔

مَا نافیہ ہے نفدت ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے نَفَادٌ مصدر (باب سمع) ختم نہ ہوں ۔ کَلِمٰتُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ ۔ کلمات سے مراد معلومات الٰہیہ ، عجائب قدرت وحکمت ۔

۳۱:۲۸ = مَا بَعْثُکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ تمہارا زندہ کرنا ۔ تمہارا جلانا ۔ تمہارا اٹھانا ۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھا کھڑا کرنا ۔

= کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے ایک نفس کی مانند ۔ یعنی تم سب کو پیدا کرنا

اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرنا۔ اللہ کے نزدیک ایک ایک نفس کے پیدا کرنے اور مارنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ قلت وکثرت، واحد و جمع، صغر وکبر سب اس کے سامنے برابر ہیں۔

= یُوْلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ داخل کرتا ہے۔ وَلْجٌ مادہ۔ الوُلُوْجُ۔ وَلَجَ یَلِجُ (باب ضرب) کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے (نہ) نکل جائے۔

= سَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے تسخیر کر رکھا ہے۔ اس نے کام میں لگا رکھا ہے۔

= کُلٌّ۔ ای کل واحد من الشمس والقمر۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک

= یَجْرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَرْیٌ مصدر باب ضرب) چل رہا ہے

= اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ ایک مقررہ وقت تک۔ الیٰ وقت معلوم۔ اس وقت تک جو اس ذات کو معلوم ہے۔

= وَاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔ اس جملہ کا عطف وَاَنَّ اللّٰہَ ..... وَالْقَمَرَ پر ہے۔ یعنی اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔

۳۱: ۳۰ = ذٰلِكَ۔ مندرجہ بالا صفات یعنی دن اور رات کا سلسلہ۔ چاند اور سورج کی اپنے اپنے متعین مدار میں گردش۔

= بِاَنَّ اللّٰہَ۔ یہ مظاہر اسی سبب سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔

بالفاظ صاحب تفسیر ماجدی: واجب الوجود صرف اسی کی ذات۔ وجودِ حقیقی صرف اسی ذات کا صفات علو وکبریائی سے متصف صرف وہی، معبودیت والوہیت کا مستحق صرف وہی۔

= اَلْعَلِیُّ۔ عُلُوٌّ سے مشتق ہے اَلْعُلُوُّ کسی چیز کے بلند ترین حصہ کو کہتے ہیں یہ سُفْل کی ضد ہے۔ عَلَا یَعْلُوْ عُلُوًّا (باب نصر) بلند ہونا عَالٍ (صفت فاعلی) بلند۔ عَلَا (فعل) کا استعمال زیادہ تر کسی جگہ کے یا جسم کے بلند ہونے پر ہوتا ہے۔ مثلاً عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ (۷۶: ۲۱) ان کے بدنوں پر دیبا کے کپڑے ہوں گے۔

یا یہ عموماً مذموم معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ (۲۸: ۴) فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔ لیکن عَلِیَ یَعْلٰی عَلَاءً (باب سمع) سے مستحسن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اَلْعَلِیُّ۔ عَلِیَ یَعْلٰی سے مشتق ہے اور فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا

صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بلند مرتبت ، رفیع القدر۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس باب سے آتا ہے۔ اَلْعَلِیُّ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= اَلْکَبِیْرُ ۔ کَبُرَ یَکْبُرُ (کَرُمَ) سے فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے بہت بڑا۔ بڑے بلند مرتبے والا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ یہ واحد ہے اس کی جمع کبائر ہے۔

۳۱: ۳۱ = صَبَّارٍ ۔ صَبْرٌ سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا صبر کرنیوالا۔ بڑا تحمل کرنیوالا۔

= شَکُوْرٍ ۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ شُکْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جب اس کا استعمال خدا تعالیٰ کی صفات میں ہو تو اس کے معنی ہوں گے! بڑا قدردان ۔ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب دینے والا۔

شَکَرَ یَشْکُرُ (نصر) سے مصدر بھی ہے شُکُوْرٌ۔

یہاں مؤمن کی صفت میں صبار شکور آیا ہے کہ وہی صفات صبر و شکر میں کامل ہوتا ہے ان دو صفات کی تخصیص اس موقع پر اس لئے ہے کہ بحری سفر و سیاحت میں ان دونوں صفات کے ظہور کا موقع خوب ہوتا ہے ۔ (الماجدی)

۳۱: ۳۲ = غَشِیَھُمْ ۔ غَشِیَ یَغْشٰی (سمع) غِشَاءٌ و غِشَاوَۃٌ و غِشْیَانٌ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو ڈھانپ لیا۔ وہ ان پر چھا گیا۔ یا ان پر آپڑا۔ ضمیر فاعل موج کے لئے ہے (اور جب سمندر کی موج ان کو ڈھانپ لیتی ہے

= کَالظُّلَلِ ۔ کاف تشبیہ کا ہے الظُّلَلُ اَلظُّلَّۃُ کی جمع ہے الظِّلَال بھی جمع ہے شامیانہ) سایہ دار۔ چھاؤں ۔ پرچھائیں۔ ظِلٌّ سے بھی جمع ظِلَالٌ ہے۔

= مَوْجٌ ۔ مَاجَ یَمُوْجُ مَوْجٌ سے مصدر بھی ہے اور اسم مفرد بھی۔ لہر۔ اس کی جمع اَمْوَاج ہے۔

وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ ۔ جب (سمندر کی) موجیں ان کو سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔

= دَعَوُا ۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ دَعَوْا اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل اس کا مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوگئے اس لئے الف حذف ہوگیا۔ اور دَعَوْا رہ گیا۔ انہوں نے پکارا۔ (وہ پکارنے لگتے ہیں)

= مُخْلِصِيْنَ اخلاص سے ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب بوجہ ضمیر فاعل دَعَوْا سے حال ہونیکے۔ اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کر دینا۔ اور اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی اس میں آمیزش نہ ہو۔

= الدِّيْنَ۔ اطاعت، شریعت کی پابندی۔ منصوب بوجہ مخلصین کے مفعول ہونے کے لہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

مخلصین لہ الدین۔ اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے یعنی خالصۃً اللہ تعالیٰ کے ہی اطاعت گذار ہوکر اس کو پکارتے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۴: ۱۴۶) مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا۔ اور خالص خدا کے اطاعت گذار ہوئے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے زمرہ میں ہوں گے۔

= نَجّٰهُمْ۔ نَجّٰى يُنَجِّيْ تنجية (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، اس نے ان کو نجات بخشی۔

= مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی ان میں سے بعض۔ ان میں سے کچھ۔

= مُقْتَصِدٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ اعتدال کی راہ پر چلنے والا۔ میانہ رو۔ متوسط۔ راہ راست پر چلنے والا۔

اَلْقَصْدُ قَصَدَ يَقْصِدُ (ضرب) راستہ کا سیدھا ہونا۔ محاورہ ہے قصدت قصدٗہٗ میں اس کی طرف سیدھا گیا۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (۳۱: ۱۹) اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔

اقتصادٌ کنایۃً ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو نہ بالکل محمود ہو اور نہ بالکل مذموم ہو بلکہ ان کے درمیان ہو۔ مثلاً فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۵: ۳۲) تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ درمیانہ رو ہیں۔

یہاں مراد یہ ہے کہ جب طوفان میں گھرے ہو خالصۃً اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ساحل سمندر پر بامن وامان لے آتا ہے تو ان میں سے بعض تو راست روی پر قائم رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک تسلیم کرتے ہیں اور مشکل کشا ماننے میں ثابت قدم

رہتے ہیں لیکن بعض دوسرے اپنے قول سے پھر جاتے ہیں اور شرک کی طرف عود کر جاتے ہیں؛

= وَمَا يَجْحَدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب جَحْدٌ وجُحُوْدٌ مصدر (باب فتح) وہ انکار نہیں کرتا ہے۔

= كُلَّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۔ كُلّ اسم ہے اور مضاف استعمال ہوتا ہے اور مضاف الیہ کے تمام افراد کے استغراق کے لئے آتا ہے مثلاً كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ (۳: ۱۸۵) یا آیۃ ہذا۔ كُلَّ خَتَّارٍ۔

خَتَرَ يَخْتِرُ (ضرب) خَتْرٌ مصدر سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

خَتْرٌ سخت بے وفائی کرنا۔ بُری طرح عہد شکنی کرنا۔

خَتَّارٍ عہد شکن، قول کا جھوٹا۔ مجرور بوجہ مضاف الیہ ہے۔

كَفُوْرٍ۔ كَفَرَ يَكْفُرُ (باب نصر) کُفْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ناشکرا۔ کافر منکر یہاں ناشکرا مراد ہے۔

۳۱: ۳۳ = اِتَّقُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِتَّقٰى يَتَّقِىْ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وقی مادہ۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ تم تقویٰ اختیار کرو۔

= اِخْشَوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ خَشِىَ يَخْشٰى (سمع) خَشْيَةٌ مصدر تم ڈرو۔

= لَا يَجْزِىْ۔ مضارع منفی، واحد مذکر غائب وہ بدلہ نہ دے سکے گا۔ جَزٰى يَجْزِىْ (ضرب) جَزَاءٌ مصدر۔ کسی کو بدلہ دینا۔ جزی مادہ۔

= وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ (نہ بدلہ دے سکیگا (اس دن) کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے

= مَوْلُوْدٌ۔ اسم مفعول۔ مذکر۔ واحد۔ وِلَادَةٌ مصدر۔ باب ضرب) جنا ہوا۔ بیٹا یا بیٹی

= جَازٍ جَزَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ کفایت کرنے والا۔ بدلہ دینے والا۔ کام آنیوالا۔

= شَيْئًا۔ کوئی چیز۔ (یعنی کچھ بھی بدلہ نہ دے سکیگا)

= لَا تَغُرَّنَّكُمْ۔ فعل نہی بالنون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ (جس کا مرجع الحیوۃ الدنیا ہے) تم کو بہکا نہ دے۔ تم کو دھوکہ نہ دے۔ تم کو فریب میں نہ ڈالے۔ تم کو غلط طمع نہ دلائے غَرَّ يَغُرُّ غُرُوْرٌ (باب نصر)

= بِاللّٰهِ۔ ای فی امر اللّٰهِ۔ اللہ کے باب میں اللہ کے بارہ میں۔ اللہ کے معاملہ میں۔ مثلاً کسی کو گناہ پر اس امید پر ورغلانا کہ خدا غفور الرحیم ہے۔ وغیرہ وغیرہ

= الْغَرُوْرُ ۔ صیغہ صفت دھوکہ دینے والا۔ جھوٹی امید دلانے والا یہ مال ہو یا دنیا۔ خواہش نفس ہو یا شیطان۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ال ۔ یہاں جنس کا ہو اور افراد کے خصائص کا استغراق کرنے کے واسطے لایا گیا ہے۔

اور یہ کُلّ کا قائم مقام ہے یعنی وہ دھوکہ باز جو فریب دہی کے تمام رموز میں کامل ہے یعنی شیطان۔ اس کی مثال قرآن مجید میں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (۲: ۲) ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ کتاب جو ہدایت میں کامل اور تمام نازل شدہ کتابوں کی صفتوں اور خصوصیتوں کی جامع ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں:۔

کہ الغرور سے مراد شیطان بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی انسان یا انسانوں کا گروہ بھی ہو سکتا ہے۔ انسان کا اپنا نفس بھی ہو سکتا ہے۔ اور کوئی دوسری چیز بھی ہو سکتی ہے ..... جس شخص نے بھی خاص طور پر جس ذریعہ سے بھی وہ اصل فریب کھایا ہو۔ جس کے اثر سے اس کی زندگی کا رُخ صحیح سمت سے غلط سمت میں مڑ گیا وہی اس کے لئے الغرور ہے۔

۳۱: ۳۴ = السَّاعَةُ ای القیامۃ۔

= يُنَزِّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيْلٌ (تفعیل) سے وہ نازل کرتا ہے۔ وہ اتارتا ہے (وہ برساتا ہے)۔

= اَلْغَيْثَ ۔ بارش۔ مینہ۔ غَاثَ يَغِيْثُ (ضرب) فعل متعدی ہے۔ غَاثَنِیْ اس نے مجھ پر بارش کی یہ غَيْثٌ سے ہے جو اجوف یائی ہے اس کے مشابہ لفظ غوث ہے (مددگار) جو اجوف واوی ہے۔ مادہ غَوَثَ ہے ماضی ومضارع اغات یغیث اغاثۃ آتا ہے (باب افعال) اور باب استفعال میں غَيْث اور غوث کی ظاہری شکل ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔ استغاث اس نے مدد چاہی۔ یا اس نے پانی مانگا۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ آیت اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (۱۸: ۲۹) میں دونوں معنی کا احتمال ہے۔ یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں گے۔ یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوتے تانبے کا پانی دے کر ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔ یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی اُن کو دیا جائے گا۔

= مَا تَدْرِیْ ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب دَرٰی يَدْرِیْ دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی جاننا۔ وہ نہیں جانتی۔ ضمیر فاعل نَفْسٌ کی طرف راجع ہے۔ کوئی شخص نہیں جانتا۔

= مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ کیا۔ اس کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے:
۱:۔ بعض کے نزدیک یہ بسیط ہے۔ اور ما ذا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اور الذی کا ہم معنیٰ ہے۔
۲:۔ دوسرے اسے مرکب کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک (۱) مَا استفہام اور ذَا موصولہ سے مرکب ہے۔
۳:۔ مَا استفہامیہ ہے اور ذا اسم اشارہ ہے۔
۴:۔ مَا زائدہ اور ذَا اسم اشارہ ہے۔
۵:۔ مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ ہے
= تَكْسِبُ۔ كَسَبَ يَكْسِبُ (ضرب) كَسْبٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کماتی ہے۔ وہ کمائے گی۔

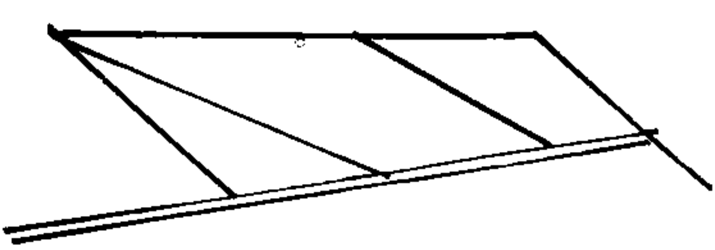

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

(۳۲) سُورۃ السَّجدَۃ مکیّۃ (۷۵)

۳۲: ۲ = تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَارَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ
اس کی ترکیب میں چند اقوال ہیں :۔
۱:۔ تَنْزِیْلٌ مصدر (نَزَّلَ یُنَزِّلُ سے) بمعنی مُنَزَّلٌ اور یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ھٰذَا تَنْزِیْلٌ.... الخ
۲:۔ تَنْزِیْلٌ مبتدا ہے اور لَارَیْبَ فِیْہِ اس کی خبر ہے اور مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ حال ہے فِیْہِ کی ضمیر کا۔ یا مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ خبر ہے اور لَارَیْبَ فِیْہِ جملہ معترضہ ہے۔
۳:۔ الٓمّٓ: سورۃ کا نام ہے اس سے پہلے مبتدا (ھٰذَا) محذوف ہے یہ الٓمّٓ اس کی خبر ہے۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ خبر ثانی لَارَیْبَ فِیْہِ خبر ثالث۔ اور مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ خبر رابع ہے۔ وغیرہ ... وغیرہ ...

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مضاف مضاف الیہ اس کتاب کا نزول۔ فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع جملہ کا مضمون ہے کانہ قیل لَارَیْبَ فی ذٰلک ای فی کونہ مُنَزَّلًا من رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۳۲: ۳ = اَمْ۔ کیا۔ یا۔ خواہ۔ یہاں بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے۔ یعنی یہ منکرین وکافرین نہ صرف اس کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرتے ہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی بڑھ کر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ یہ افتراء (من گھڑت) ہے

= اِفْتَرٰىہُ۔ اِفْتَرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰى یَفْتَرِیْ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتب کی طرف راجع ہے اس نے

اس (کتاب) کو خود گھڑ لیا ہے۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں اضراب انکار سے اثبات کی طرف ہے یعنی ان کا شک کرنا یا اس کو من گھڑت قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ الحقّ ہے۔ (ال استغراق کا ہے۔

= لِتُنْذِرَ۔ میں لام تعلیل کا ہے ای انزلہ لتنذر اس نے اس کتاب کو نازل فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں (اس قوم کو) تُنْذِرَ مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (تاکہ) تو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر

= مَآ اَتٰهُمْ۔ مَا نافیہ ہے۔ اَتٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ مصدر سے اَتٰی یَاْتِیْ (ضرب) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مرجع قَوْمًا ہے نہیں آیا ان کے پاس کوئی (نذیر) یعنی اس قوم کے پاس (کوئی ڈرانے والا) نہیں آیا۔ قوم سے مراد اہل عرب اور خاص کر قوم قریش ہے۔

تفسیر الماجدی میں ہے:۔

قوم قریش اسماعیلی تھی...... دین ابراہیمی واسماعیلی چھوڑنے کے بعد جب سے یہ قوم عرب میں آباد ہو کر کفر وشرک میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس وقت سے ان میں کوئی پیمبر نہیں آیا تھا۔

امام المفسرین امام رازی سے یہی تفسیر منقول ہے۔

علامہ مودودی رقمطراز ہیں:۔

اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس قوم میں کبھی کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مدت دراز سے یہ قوم ایک متنبہ کرنے والے کی محتاج چلی آرہی تھی!

= لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ اس کی تفسیر میں صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

بغوی نے اپنی تفسیر میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی لَعَلَّ استعمال ہوا ہے اس کا مقصد علت بیان کرنا ہے یعنی آپ کے ڈرانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں اور جن لوگوں نے بعض مقامات پر لَعَلَّ کو تَرَجّی یعنی آرزو اور امید کے معنی میں استعمال کیا ہے تو وہ آرزو متکلم یا مخاطب کی طرف سے ہوگی کیونکہ یہ جہالت کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔

مطلب یہ کہ:۔

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے۔ اور اس مقصد کے لئے نازل کی گئی ہے کہ تو

مشرکین کو شرک وکفر کے مآل سے ڈرائے تاکہ تیرے ڈرانے سے وہ ہدایت پائیں۔
۳۲: ۴ = اِسْتَوٰى۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ سیدھا ہوا۔ استواءٌ (افتعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

"استوار علی العرش کے معنی یوں سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استوار کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تخت حکومت پر اس طرح قابض ہو تاکہ نہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار سے باہر ہو اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔
(لغات القرآن)

= اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے تتذکرون مضارع منفی جمع مذکر حاضر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔
تَذَكَّرَ يَتَذَكَّرُ تَذَكُّرٌ (تفعل) سے

۳۲: ۵ = يُدَبِّرُ۔ دَبَّرَ يُدَبِّرُ تَدْبِيْرٌ (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
التَّدْبِيْرُ کے معنی ہیں کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوتے اس میں غور وفکر کرنا۔ جیسے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ (۷۹: ۵) پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔ يُدَبِّرُ وہ انتظام کرتا ہے وہ تدبیر کرتا ہے (ہر امر کی)

= مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ۔ آسمان سے زمین تک۔ مراد تمام کائنات ہے۔
= يَعْرُجُ مضارع واحد مذکر غائب عَرَجَ يَعْرُجُ عُرُوْجٌ (نصر) مصدر سے۔ وہ چڑھتا ہے۔ یا وہ چڑھیگا۔ یا لوٹے گا۔ اس کا فاعل اَمْر ہے یعنی ہر امر آغاز سے انجام تک اپنی تمام روئداد کے ساتھ (بمعہ جملہ افراد جو اس سے کسی نہ کسی طرح متعلق رہے) کے مثبت یا منفی کے تمام وکمال جزئیات سمیت قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا اور وہ ذات باری تعالیٰ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گی۔

= فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ۔ اس دن جس کی مقدار (تمہارے شمار کے مطابق) ایک ہزار سال ہوگی! ایک اور جگہ آیا ہے فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰: ۴) وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ مراد روز قیامت کی طوالت کو ذہن نشین کرانا ہے۔
= مِمَّا تَعُدُّوْنَ ٥ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے تَعُدُّوْنَ مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر عَدَّ یَعُدُّ (نصر) عَدٌّ مصدر سے۔ جو تم شمار کرتے ہو۔ یا گنتے ہو۔

۶:۳۲ == ذٰلِكَ۔ یہ۔ یہی۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ
یہ ہے (یعنی ان خوبیوں کا مالک (جو اوپر بیان ہوئیں) وہ عالم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم۔ جو غیب اور ظاہر کا جاننے والا۔ سب پر غالب اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۷:۳۲ == اَحْسَنَ۔ اس نے اچھا بنایا۔ اس نے اچھا کیا۔ اس نے احسان کیا۔
اِحْسَانٌ (افعال) مصدر كُلَّ شَیْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر اَحْسَنَ کا مفعول۔
خَلَقَهٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع شیءٌ ہے جملہ خَلَقَهٗ محل جر میں شَیْءٍ کی صفت ہے اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ جس نے جو چیز بنائی بہت خوب بنائی ہے۔
== بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا اس نے ابتداء کی۔ اس نے پہلی مرتبہ کیا۔
== طِیْنٍ۔ مٹی۔ گارا۔ مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طِین ہے۔
== خَلْقَ الْاِنْسَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ انسان کی پیدائش۔
بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ۔ اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا

۸:۳۲ == نَسْلَهٗ۔ اس کی نسل۔ انسان کی نسل۔
== سُلٰلَةٍ اسم مشتق ہے سَلَّ یَسُلُّ سَلٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ سَلَّ الشَّیْءَ مِنَ الشَّیْءِ ایک چیز کا دوسری چیز سے کھینچ لینا۔ جیسے تلوار کا نیام سے سونتنا۔ یا گھر سے چوری چیز کھسکا لینا۔ باپ کے نطفہ کو بھی سُلٰلَةٍ اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ سُلٰلَةٍ نچوڑی ہوئی نچوڑ۔ خلاصہ، جوہر۔
== مَآءٍ مَّهِیْنٍ موصوف وصفت۔ مَهِیْنٍ هُوْنٌ سے اسم مفعول ہے اصل میں مَهْیُوْنٌ تھا۔ بمعنی حقیر چیز۔
مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ۔ ایک جوہر سے (یعنی) حقیر پانی سے۔ دوسرا مِنْ بیانیہ ہے۔

۹:۳۲ == سَوّٰىهُ۔ سَوّٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَوّٰى یُسَوِّیْ تَسْوِیَةً۔ (تفعیل) مصدر سے۔ کسی چیز کو بلندی و پستی میں برابر بنانا۔ برابر کرنا۔ پورا پورا بنانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کی طرف راجع ہے۔ (پھر) اس نے اس کو درست کیا۔ مکمل کیا۔
== نَفَخَ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَفْخٌ (نصر) مصدر سے۔ اس نے پھونکا۔ نَفْخَةٌ

ایک پھونک، ایک بار پھونکنا۔ نفخ سے مراد ہے کہ پہلے بے جان تھا پھر اس کو زندہ اور حساس بنادیا۔

= مِنْ رُّوْحِهٖ۔ اپنی روح سے۔

تفسیر ماجدی میں ہے کہ

رُوْحِهٖ میں اضافت تشریفی ہے اظہار تعظیم کے لئے جیسے بیتُ اللّٰہ میں گھر کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کی بھی کوئی روح ہے اور اس کا کوئی جزو انسان کے اندر پھونک دیا گیا۔ مراد صرف یہ ہے کہ وہ روح جسے اللہ نے معزز و مکرم بنایا ہے اپنی خلافت سے۔ نفخ فیه من روحه اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔

= وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ۔ اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔ یہاں التفات ضمائر ہے غیبت سے خطاب کی طرف۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں

اول: یہ کہ اس نے انسان بے جان میں اپنی طرف روح پھونک کر جان ڈال دی۔ اس کو اپنی خلافت کا شرف بخشا تو اس کو اس قابل بنادیا کہ اس سے براہ راست خطاب کیا جائے

دوم: اپنے احسان و کرم و بخشش کو انسان پر واضح کرنے اور اس کے ذہن نشین کرانے کے لئے اس سے براہ راست خطاب کیا۔

= قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ اس میں مَا زائدہ مؤکدہ ہے قلت کی تاکید میں ہے۔ قَلِيْلًا صفت ہے شكرًا کی جو محذوف ہے ای شكرًا قَلِيْلًا تَشْكُرُوْنَ۔ او تشکرون شكرًا قليلًا (بیضاوی) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے ہو سکتا ہے کہ جملہ حالیہ ہو۔

۳۲: ۱۰ = ءَاِذَا۔ کیا جب۔

= ضَلَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ای ضِعْنَا فِيْهَا بِاَنْ صِرْنَا تُرَابًا مخلوطا بترابها بحيث لا نتميز منه۔ ہم زمین میں رل مل گئے اور مٹی ہو کر اس کی مٹی میں خلط ملط ہو گئے کہ پہچانے ہی نہ جا سکیں۔

ضَلَّ يَضِلُّ (ضرب)، ضلالة وضلال مصدر

= ءَاِنَّا۔ تو کیا ہم انکار میں تاکید پیدا کرنے کے لئے آیا ہے

= لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ ای لنبعث فی خلق جدید تو کیا ہم نئے جنم میں اٹھائے جائیں گے یا نئے سرے سے پیدا کئے جاویں گے!

== بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ بَلْ حرف اضراب ہے۔ یعنی نہ صرف یہ لعبث لعد الموت کے منکر ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ تو اپنے رب سے ملاقات کے ہی منکر ہیں۔

۳۲ : ۱۱ == يَتَوَفّٰىكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوَفِّیْ (تفعّل) مصدر سے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تمہاری جانوں کو لے لیگا۔ تمہاری جان قبض کرے گا۔

== وُكِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَوْكِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ مقرر کردیا گیا ہے۔ ذمہ دار بنادیا گیا ہے۔ وَكِيْلٌ نگران۔ نگہبان، ضامن۔ ذمہ دار۔

۳۲ : ۱۲ == لَوْ تَرٰى۔ یہاں لو لبطور حرف تمنائی استعمال ہوا ہے۔ کاش تو دیکھے۔

== الْمُجْرِمُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ۔۔ ۔۔۔۔ الخ

== نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ۔ نَاكِسُوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ نَكْسٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں نَاكِسُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ۔۔۔ مضاف۔ سروں کو جھکانے والے رُءُوْسِهِمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر نَاكِسُوْا کا مضاف الیہ۔ اپنے سروں کو جھکانے والے۔ نَاكِسٌ واحد۔ سر جھکانیوالا۔

== رَبَّنَا ۔۔۔۔۔ مُوْقِنُوْنَ ۔ ای يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ۔۔۔ الخ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی جب مجرمین اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور حال ان کا یہ ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے رَبَّنَا ۔۔۔۔۔ مُوْقِنُوْنَ۔

== اَبْصَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِبْصَارٌ (اِفعال) مصدر سے۔ ہم نے دیکھ لیا (اپنی آنکھوں سے) وَسَمِعْنَا اور ہم نے سن لیا (اپنے کانوں سے)

یعنی اب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور اپنے کانوں سے سن کر ہم جان گئے ہیں کہ تیرے سارے وعدے اور وعیدیں، تیرے رسل اور ان کے ارشادات سب سچے تھے اور ہم ہی دنیا میں اندھے اور بہرے تھے کہ حقیقت کو نہ پا سکے۔

== فَارْجِعْنَا۔ ای فَارْجِعْنَا اِلَى الدُّنْيَا۔

== نَعْمَلْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا۔ پس تو ایک بار ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دے۔ ہم (ضرور) نیک عمل کریں گے۔

= اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُوْقِنٌ واحد۔ اِیْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر یقین کرنے والے۔ یعنی اب ہم کو یقین آگیا ہے۔ (کیونکہ ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور اپنے کانوں سے سن لیا ہے)

۳۲: ۱۳ = وَلَوْ شِئْنَا۔ میں نَا ضمیر جمع متکلم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ شِئْنَا ماضی جمع متکلم شَآءَ یَشَآءُ (سمع) شَآءَ اصل میں شَیَءَ تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح ہے اس لئے ی کو الف سے بدلا گیا۔ شَآءَ ہوگیا۔ اس کا مصدر مَشِیْئَۃٌ (چاہنا) وَلَوْ شِئْنَا۔ اور اگر ہم چاہتے۔

= لَاٰتَیْنَا۔ میں لام تاکید لَوْ کے جواب میں ہے۔ اٰتَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اِیْتَآءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ (اگر ہم چاہتے) تو ہم عطا کر دیتے۔

= ھُدٰىهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ہدایت۔ اس کی (راہِ) ہدایت۔

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔

= حَقَّ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل اَلْقَوْلُ ہے حَقَّ یَحِقُّ حَقٌّ وَحَقَّۃٌ (باب ضرب) سے ثابت ہونا۔ یقینی ہونا۔ یعنی میرا یہ قول یقینی ہے۔ یا محقق ہو چکا ہے۔

= لَاَمْلَئَنَّ ...... اَجْمَعِیْنَ ہ یہ ہے وہ قول۔ لَاَمْلَئَنَّ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ تاکید مَلَاَ یَمْلَاُ مَلْاٌ مصدر سے باب فتح) بھرنا۔ ملء مادہ۔ میں ضرور بھر دوں گا۔ مَمْلُوْءٌ بھرا ہوا۔

= اَلْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ میں الف لام عہد کا ہے۔ مراد ہے جنوں اور انسانوں میں سے سرکش اور باغی۔ جیسا کہ شیطان کے قول؛ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (۳۸: ۸۲-۸۳) کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۳۸: ۸۴-۸۵) یعنی اے شیطان۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے بندوں سے جو بھی تیری تابعداری کرے گا۔ میں ان سب کو تیرے سمیت جہنم میں بھر دونگا۔

۳۲: ۱۴ = ذُوْقُوْا (ای یقول لهم اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہیگا) فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر (باب نصر) چکھنا ــ العذاب۔ عذاب بھگتنا۔ فَذُوْقُوْا۔ پس (اب) چکھو (سزا)

= بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ میں ب سببیہ ہے ما مصدریہ ہے ھٰذَا یَوْمَ کی صفت ہے ذُوْقُوْا کا مفعول (العذاب) محذوف ای فذوقوا العذاب بسبب نِسْیَانِکُمْ لقآء ھذا الیوم ۔ یعنی آج کے دن کی ملاقات کو بھلا رکھنے کے سبب سے عذاب کا مزہ چکھو۔

= نَسِیْنٰکُمْ۔ ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

نِسْیَانٌ بھلا دینا۔ فراموش کر دینا۔ یا ترک کر دینا اور نظر انداز کر دینا۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں آئیگا کیونکہ بھولنا ایک انسانی عیب ہے اور ذات باری تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے!

اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ تحقیق ہم نے تمہیں نظر انداز کر دیا ہے اور اپنی رحمتوں سے محروم کر دیا ہے۔

= عَذَابَ الْخُلْدِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشہ کا عذاب۔

= بِمَا۔ ب سببیہ ہے اور ما موصول ۔ بسبب ان (اعمال) کے (جو تم کرتے تھے)

۳۲:۱۵ = ذُکِّرُوْا بِہَا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ تَذْکِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیٰتِنَا کی طرف راجع ہے (جب ان کو ہماری آیات یاد کرائی جاتی ہیں یا سمجھائی جاتی ہیں۔

= خَرُّوْا۔ ماضی مجہول (بمعنی حال) جمع مذکر غائب، خَرَّ یَخِرُّ (ضرب) خَرٌّ مصدر سے وہ گر پڑتے ہیں۔ خَرَّ کا اصل معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ نیچے گرنا ہے۔

یہاں خَرُّوْا کا لفظ دو معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی:۔

(۱)۔ گرنا۔ اور (۲) ان سے تسبیح کی آواز کا آنا۔ اور اس کے بعد وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ سے تنبیہ کی ہے کہ ان کا سجدہ ریز ہونا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ ہوتا ہے نہ کسی اور امر کے ساتھ۔

= سُجَّدًا۔ سَاجِدٌ کی جمع ہے حالت نصب، سجدہ کرنے والے ۔ نصب بوجہ حال ہونے کے ہے ۔ یعنی سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

= وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ۔ یہ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ سَبَّحُوْا ماضی جمع مذکر غائب (بمعنی حال) وہ تسبیح کرتے ہیں۔ وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ تَسْبِیْحٌ (تفعیل)، مصدر۔ سُبْحَانَ اللہِ کہنا۔ پاکی بیان کرنا۔

بِحَمْدِ رَبِّہِمْ میں ب ۔ ملابستہ یا باء المصاحبۃ کی ہے اور الجار والمجرور موضع حال میں ہے

یعنی وہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں مع اس کی حمد و ثنا کرنے کے۔

== وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ہ جملہ حال ہے خَرُّوْا یا سَبَّحُوْا کی ضمیر فاعل سے۔
اور وہ تکبر و غرور نہیں کرتے۔

۳۲:۱۶ == تَتَجَافٰى۔ مضارع واحد مؤنث غائب، تَجَافِیٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر سے جس کے معنی جگہ سے دور ہونے کے ہیں۔ جگہ سے علیحدہ ہونا۔ الگ ہونا۔ کہتے ہیں تجافی السرج عن ظھر الفرس۔ زین گھوڑے کی پیٹھ سے ہٹ گئی۔ تجافی جنبہ عن الفراش: اس کا پہلو بستر سے دور رہا۔

== جُنُوْبُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جنوب، جَنْب کی جمع۔ ان کے پہلو۔

== الْمَضَاجِعِ۔ اسم ظرف مکان جمع۔ المضجع واحد۔ خوابگاہیں۔ بستر۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ ان کے پہلو اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں۔ بمصداق

بہ نیم شب کہ ہمہ مست خوابِ خوش باشد
من و خیالِ تو و نالہ ہائے درد آلود

== يَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ مصدر۔ دَعَا يَدْعُوْا باب نصر۔ وہ پکارتے ہیں۔ ضمیر جُنُوْبُهُمْ سے حال ہے۔

== خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ دونوں ضمیر یدعون سے حال ہیں۔ خائفین من عذابہ وسخطہ وعدم قبول عبادتھم وطمعًا فی رحمتہ اس کے عذاب اور غضب سے ڈرتے ہوئے اور اپنی عبادت کے عدم قبولیت کے ڈر سے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے۔

== يُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ وہ خرچ کرتے ہیں (نیکی کے کاموں میں)۔

۳۲:۱۷ == فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ میں فاء فصیحت کے لئے ہے لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ۔ نہیں جانتی کوئی جان۔ یعنی کوئی شخص نہیں جانتا۔ کسی کو علم نہیں۔

== مَآ اُخْفِيَ۔ میں مَا موصولہ ہے اُخْفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ صلہ کچھ چھپا رکھا ہے۔ جو کچھ چھپایا ہوا ہے۔
مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ کیا چھپا رکھا ہے۔ یا۔ کیا چھپایا ہوا ہے۔

فَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مومنین ہیں جن کی صفت آیات ۱۶/۱۵ میں بیان ہوئی ہیں۔

= قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ قُرَّةٌ قَرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی ٹھنڈک کے ہیں مثلاً قَرَّتْ لَيْلَتُنَا۔ رات کا ٹھنڈا ہونا۔ قُرَّ فُلَانٌ فلاں کو سردی لگ گئی۔ قَرَّتْ عَيْنُهٗ آنکھ کا ٹھنڈا ہونا۔ مراد خوشی حاصل ہونا۔ قرآن مجید میں ہے كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (۲۰:۴۰) تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں،

اور جسے دیکھ انسان کو خوشی حاصل ہو اسے قُرَّةُ عَيْنٍ کہا جاتا ہے۔

بعض کے نزدیک یہ قرار قَرَار سے مشتق ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز بخشے جس سے اس کی آنکھ کو سکون حاصل ہو یعنی اسے دوسری چیز کی حرص نہ رہے۔

جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔

کوئی متنفس نہیں جانتا جو (نعمتیں) ان کے لئے چھپا رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، یا آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

= جَزَآءً۔ مصدر ہے اور فعل محذوف کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے اصل میں جُزُوْا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ ان کے اعمال کا ان کو صلہ دیا جائے گا۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے اور ما موصولہ بمعنی الَّذِیْ۔

۱۸:۳۲ = مُؤْمِنًا و فَاسِقًا بوجہ خبر کان منصوب ہیں۔ فَاسِقٌ۔ فَسَقَ يَفْسِقُ (ضرب)، و فَسَقَ يَفْسُقُ (نصر) اور فَسُقَ يَفْسُقُ (کرم) فِسْقٌ و فُسُوْقٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے (لیکن مُؤْمِنًا و فَاسِقًا سے یہاں مراد طبقہ مومنین و طبقہ فاسقین ہے)

فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ (کھجور پک کر اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی) سے ماخوذ ہے۔

شرعاً فسق کا مفہوم کفر سے اعم ہے کیونکہ فسق کا لفظ چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے گناہ کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے اگرچہ عرف میں بڑے گناہوں کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے۔ اور عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

اور کافر حقیقی پر فاسق کا لفظ اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ حکم عقل یا فطرت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

== کَمَنْ میں کاف تشبیہ کے لئے ہے۔
== یَسْتَوٗنَ۔ اِسْتَوٰی یَسْتَوِیْ اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب لَایَسْتَوٗنَ وہ برابر نہیں ہیں۔ پہلے جملہ کے جواب میں آیا ہے پہلے آیا تھا کہ کیا وہ جو مومن ہے وہ اس جیسا ہے جو فاسق ہے؟ جواب ہے۔ نہیں۔ وہ یکساں نہیں ہو سکتے اگر پہلا جملہ استفہام انکاری کے معنوں میں لیا جائے تو یہ انکار مزید تاکید کے لئے ہوگا۔

جملہ سابقہ میں مُؤمِنًا اور فَاسِقًا واحد کے صیغے آئے تھے یہاں یَسْتَوٗنَ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مُؤمِنًا اور فَاسِقًا سے مراد طبقہ مومنین اور طبقہ فاسقین ہے۔ لہٰذا اس رعایت سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

۳۲: ۱۹ == اَمَّا۔ لیکن، سو۔ یہاں بطور حرف شرط آیا ہے اس صورت میں اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ شرط اور فَلَہُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی جواب شرط ہے۔ اس کی مثال ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّہِمْ (۲:۲۶) اَمَّا کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے!

== جَنّٰتُ الْمَاْوٰی مضاف مضاف الیہ۔ جَنّٰتُ جمع جَنَّۃٌ کی۔ اَلْمَاْوٰی اسم ظرف۔ مقام سکونت، ٹھکانا۔ ال تعریف کا ہے۔ لانہا المسکن الحقیقی کیونکہ حقیقی ٹھکانا وہی ہے بعض کے نزدیک جنت عدن کی طرح مخصوص نام ہے۔

واحد کے صیغہ کے ساتھ بھی آیا ہے مثلاً عِنْدَہَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی (۵۳:۱۵) اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔ یا فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی (۷۹:۴۱) اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

لیکن اَلْمَاْوٰی دوزخ کے لئے بھی آیا ہے مثلاً فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ہِیَ الْمَاْوٰی (۷۹: ۳۹) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اَلْمَاْوٰی۔ اَوٰی یَاْوِیْ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے اُوِیٌّ بھی مصدر ہے، اگر صلہ میں اِلٰی ہو تو پناہ پکڑنے اور ٹھکانا بنانے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱:۴۳) وہ بولا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔

باب افعال سے اٰوٰی یُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ فعل متعدی بمعنی کسی کو جگہ دینا۔ یا ٹھکانا دینا۔ مثلاً وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْہِ اَخَاہُ (۱۲: ۶۹) اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے (حقیقی) بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔

== نُزُلًا۔ طعام ضیافت۔ مہمانی کا کھانا۔ اسم ہے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے جَنّٰتٌ سے

= بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ باء سببیہ مَا موصولہ بمعنی الذی ای بسبب الذی کانوا یعملونہ فی الدنیا من الاعمال الصالحۃ یعنی بسبب ان اعمال صالحہ کے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

۳۲: ۲۰ = وَ اَمَّا واؤ عطف کا ہے۔ جملہ ہذا معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

اَمَّا یہاں بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے جن میں آیۃ سابقہ (۳۲: ۱۹) میں آیا ہے۔

= فَسَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب فِسْقٌ مصدر (باب ضرب، نصر) انہوں نے فسق کیا۔ وہ راہ حق و صلاح سے ہٹ گئے۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

= اُعِيْدُوْا۔ ماضی مجہول (بمعنی مستقبل)۔ جمع مذکر غائب اعادۃٌ (افعال) مصدر سے وہ لوٹا دیئے جائیں گے!

= ذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ذَوْقٌ (باب نصر) تم چکھو۔

۳۲: ۲۱ = لَنُذِيْقَنَّهُمْ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ضرور چکھائیں گے۔

مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ۔ اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور دُوْنَ معنی پہلے۔

اَلْعَذَابِ الْاَدْنٰى سے مراد اس دنیا کا عذاب۔ از قسم قحط، قتل، قید، شکست وبا وغیرہ۔

عَذَابِ الْاَدْنٰى کی تفسیر عذاب اصغر یا ہلکے عذاب سے بھی کی گئی ہے وقیل الاقل (روح) اور ظاہر ہے کہ دنیا کا عذاب ہر صورت میں عذاب آخرت سے ہلکا ہی ہے ذکر یہاں مختلف عذابوں کا ہے ایک عذاب الادنیٰ دوسرا عذاب الاکبر۔ لیکن تقابل کے لئے ہم وزن الفاظ یا عذاب الاصغر و عذاب الاکبر ہونا تھے یا پھر عذاب الادنیٰ اور عذاب الاقصیٰ۔ پھر آخر قرآن مجید نے بجائے ان کے مقابلہ کے لئے ایک طرف صفتِ ادنیٰ (بمعنی قریب) اور دوسری طرف صفت اکبر کو کیوں رکھا؟

امام رازی رحمہ اللہ نے سوال پیدا کر کے حسب معمول نکتہ سنجی سے جواب دیا ہے کہ ذکر عذاب سے مقصود تخویف (خوف دلانا) ہے اور یہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا ہے اگر دنیا کے عذاب کو ہلکا عذاب، یا آخرت کے عذاب کو "دور کا عذاب" کہہ کر پیش کیا جائے تو اس صورت میں ایک عذاب کا ہلکا پن اور دوسرے عذاب کی دوری گہرے اثر تخویف کے منافی ہے۔

اس لئے قرآن مجید نے بکمال بلاغت دونوں عذابوں کے وہی خصوصیات چن لئے جو اثر تخویف کو بڑھانے والے ہیں۔ یعنی دنیوی عذاب گو نسبتاً ہلکا ہو لیکن قریب کتنا ہے بس آیا ہی سمجھو۔ اسی طرح عذاب آخرت گو بجائے آج کے کل آئے گا لیکن اس سے کس قدر شدید! ایک میں قرب کا خیال رکھا دوسرے میں شدت کا۔

اللہ تعالیٰ امام علیہ الرحمۃ کی تربت کو رحمت کے پھولوں سے بھر دے۔

(تفسیر الماجدی)

= لَعَلَّهُمْ یہ لَنُذِيقَنَّهُمْ سے متعلق ہے۔ یعنی ہم ان کو عذاب الاکبر سے پہلے عذاب الٰہی چکھاتے رہیں گے تاکہ وہ (فسق و فجور) سے باز آجائیں۔

= يَرْجِعُونَ ۔ ای یرجعون من الفسق وہ باز آجائیں، وہ لوٹ آویں (توبہ کرلیں) رَجْعٌ رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

۳۲: ۲۲ = مَنْ أَظْلَمُ ۔ مَنْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ کون! یعنی کوئی نہیں اَظْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ، واحد مذکر ہے۔ زیادہ ظالم

= مِمَّنْ ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جر اور مَنْ اسم موصول سے۔

= ذُكِّرَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَذْكِيْرٌ (تفعیلٌ) سے۔ اس کو سمجھایا گیا۔ اس سے ذکر کیا گیا۔ اس کو بتایا گیا۔ اس کو نصیحت کی گئی۔

= ثُمَّ ۔ پھر۔ یہاں استبعاد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی آیات سے باوجود ان کی وضاحت و صراحت کے اور ان کے ہادی الیٰ سواء السبیل (فوز الکبیر) ہونے کے ان سے روگردانی کرنا عقل و عدل سے بعید ہے (اور ایسا کرنے والا شخص بہت بڑا ظالم ہے۔

= اَعْرَضَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب إِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے روگردانی کی۔ اس نے کنارہ کیا۔

= عَنْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ایٰت کے لئے ہے!

= مُنْتَقِمُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْتِقَامٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ بدلہ میں سزا دینے والے۔ نَقِمْتُ الشَّيْءَ وَ نَقَمْتُهُ کسی چیز کو برا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان سے عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے پر) بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵: ۸) ان کو مؤمنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان

لائے ہوئے تھے۔

اور عقوبت سزا دینے کے معنوں میں فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا (۳۰: ۴۷) سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے ان سے بدلہ لے کے چھوڑا۔

۳۲: ۲۳ = اَلْكِتٰبَ۔ اس سے مراد جنس کتاب ہے یا الٓ عہد کا ہو سکتا ہے اور اَلْكِتٰبَ سے مراد تورات ہے۔

= لَا تَكُنْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ ہو۔ كَوْنٌ مصدر

= مِرْيَةٍ۔ اسم مصدر۔ تردّد۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے گویا جس شک سے تردّد پیدا ہو۔ اس کو مِرْيَةٌ کہتے ہیں۔ مَرْىٌ مادہ۔

= لِقَآئِهٖ۔ لَقِيَ يَلْقَى (سمع، لِقَاءٌ کے معنی کسی کے آمنے سامنے آنے اور اُسے پالینے کے ہیں۔ اور ان دونوں معنوں میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (۱۸: ۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔

یہاں لقاء بمعنی تَلْقِيَةٌ بھی ہے جس کے معنی کسی چیز کو کسی کی طرف پھینکنے کے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے تَلْقِيَه کے معنی وحی اور عطا کے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (۲۷: ۶) اور تم کو قرآن (خدائے) حکیم و علیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔

لِقَآئِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کس طرف راجع ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں!

۱:۔ ضمیر جنس کتاب طرف راجع ہے ای لِقَاءِكَ الْكِتَابَ (ایسی ہی کتاب کا عطا کیا جانا) یعنی کتاب الٰہی کا کسی بندے پر نازل ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی انبیاء پر خدا کی طرف سے کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نازل ہونا۔۔۔ یہ کفار کے اعتراض اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (آیت ۳ سورۃ ہذا) کے جواب میں ہے۔

۲:۔ ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے ای لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج (معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ میں اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

لیکن مراد مخاطبین کفار مکہ ہیں جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے اور معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملنے میں شک کرتے تھے! (یہاں یہ جملہ معترضہ ہے)

= وَجَعَلْنٰهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے

= ھُدًی اسم و مصدر (باب ضرب) ہدایت کرنا۔ ہدایت۔

۳۲:۲۴ = مِنْھُمْ۔ ای من بنی اسرائیل۔

= اَئِمَّۃً۔ امام کی جمع پیشوا۔ مقتدا۔ اِمَامٌ فِعَالٌ کے وزن پر اسم ہے بمعنی من یؤتمّ بہٖ (جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ رہنما اور مقتدا کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی بھی پیروی کی جائے وہ امام ہے یہ پیروی حق میں ہو یا ناحق میں۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔

= لَمَّا۔ (جب) یہ یہاں دو صورتوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

۱: حرف شرط۔ یا وجود لوجود (ثبوت ثانی بوجہ ثبوت اول ہے) اس صورت میں لَمَّا فعل ماضی پر داخل ہو کر ایسے دو جملوں کا مقتضی ہوتا ہے جن میں سے دوسرے جملہ کا وجود پہلے جملے کے پائے جانے کے وقت ہوتا ہے۔

یہاں عبارت یوں ہو گی!

لَمَّا صَبَرُوْا جَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً۔ یعنی ان کا صبر کرنا اور مقتدا ہونا ایک ہی زمانہ کو مستلزم ہے

۲: بطور اسم ظرف بمعنی حِیْنَ۔ یعنی جب تک وہ صبر کرتے رہے تب تک وہ مقتدا و پیشوا رہے۔

(صبر سے مراد یہاں تبلیغ اور نصرت دین میں وہ مخالف عنصر کی سختیاں صبر سے جھیلتے رہے۔

= کَانُوْا یُوْقِنُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب وہ (ہماری آیات کا) یقین رکھتے تھے
اِیْقَانٌ (افعال) مصدر۔

۳۲ : ۲۵ = یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَصْلٌ (باب ضرب) مصدر
وہ فیصلہ کرے گا۔

۳۲ : ۲۶ = اَوَلَمْ یَھْدِ ۔ الف استفہامیہ واؤ عاطفہ لَمْ یَھْدِ نفی حجد بلم اس میں
فاعل اللہ کی طرف راجع ہے جس کا ذکر آیہ ماسبق اِنَّ رَبَّكَ میں ہے اور جس کی تائید
زید کی قرأت اَوَلَمْ نَھْدِ لَھُمْ (کیا ہم نے ان کو راہ ہدایت نہ دکھائی) سے بھی ہوتی ہے،
بعض نے ضمیر فاعل کا مرجع جملہ مابعد کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ کو لیا ہے
تقدیر کلام ہوگی اولم یھد لھم کثرۃ اھلاکنا القرون الماضیۃ کیا متعدد
گذشتہ قوموں کی ہلاکت ان کی ہدایت کا باعث نہ بن سکی۔ یا کیا متعدد گذشتہ قوموں کی
ہلاکت نے ان کو راہ ہدایت نہ دکھائی۔

= لَھُمْ ۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔

= کَمْ .... مِنَ الْقُرُوْنِ ۔ کَمْ استفہام کے لئے آتا ہے کتنی تعداد۔ کتنی مقدار
کتنی دیر۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْھَمًا کتنے درہم۔
لیکن یہاں کَمْ خبریہ آیا ہے جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز مجرور
آتی ہے۔ کَمْ قَرْیَۃٍ ۔ کتنی ہی بستیوں کو، یعنی بہت بستیوں کو۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے
جیسے کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ کتنے ہی گروہ۔ یعنی بہت سے گروہ۔ کَمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ۔ کتنی ہی
قومیں۔ یعنی بہت سی قومیں۔ القُرُوْن جمع ہے اَلْقَرْنُ کی بمعنی قوم جو ایک خاص زمانہ سے
متعلق ہو۔ القرون وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

= یَمْشُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مَشْیٌ مصدر۔ وہ چلتے ہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع لَھُمْ
کی ضمیر کے مطابق اہل مکہ ہی ہیں۔

= مَسٰکِنِھِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مکان۔ ان کے مسکن۔ ان کی سکونت کے مقامات
ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع القرون ہے۔ یعنی ان ہلاک شدہ قوموں کے دیار۔
(جو برباد پڑے ہیں۔ اور یہ اہل مکہ شام و یمن آتے جاتے ہوئے ان میں سے گذرتے ہیں)

۳۲ : ۲۷ = نَسُوْقُ مضارع جمع متکلم۔ سَاقَ یَسُوْقُ (نصر) سَوْقٌ مصدر سے۔
ہم چلاتے ہیں۔ ہم رواں کرتے ہیں۔ ہم ہانک کر لیجاتے ہیں۔

= اَلْمَآءَ پانی، ندی نالوں کی صورت، بادلوں کی صورت۔
= اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ۔ موصوف وصفت۔ الجرز اس زمین کو کہتے ہیں جو ویسے تو زرخیز ہو مگر پانی دستیاب نہ ہونے سے بنجر ہو گئی ہو۔ گھاس اور چارہ جڑ سے اکھڑ کر رہ گیا ہو۔ یا اونٹوں اور بکریوں نے اسے چر کر ختم کر دیا ہو۔ اور اب وہاں سبز تنکا تک دکھائی نہ دیتا ہو۔ اَرْضٌ مَجْرُوْزَۃٌ۔ وہ زمین جس سے گھاس چر کر ختم کر دیا گیا ہو۔ اور جگہ آیا ہے صَعِیْدًا جُرُزًا (۱۸: ۸) چٹیل۔ بے آب وگیاہ زمین۔
= زَرْعًا۔ مصدر۔ اسم۔ زَرَعَ یَزْرَعُ (فتح) کھیتی کرنا۔ کھیتی اگانا۔ بطور اسم بمعنی کھیتی۔ زِرَاعَۃ کاشتکاری۔ زُرْعَۃٌ قابل کاشت زمین، مَزْرُوْعٌ۔ بوئی ہوئی زمین یا غلہ)
= مِنْہُ ای من زرع۔ اس اگی ہوئی کھیتی سے۔
۳۲: ۲۸ = اَلْفَتْحُ۔ ای یوم الفتح۔ فیصلہ کا دن یعنی قیامت۔ فَتْحٌ بمعنی حکم یا فیصلہ۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے مثلاً:۔
رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝
(۷: ۸۹) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔
یا۔ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَتْحًا
(۲۶: ۱۱۷-۱۱۸) حضرت نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے سو آپ ہی میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا ہوا فیصلہ کر دیجئے۔
کان المسلمون یقولون: ان اللہ یفتح بیننا وبین المشرکین فاذا سمع المشرکون قالوا (متی ھذا الفتح)
مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ مشرکین سن کر کہنے لگے کب ہوگا وہ فیصلہ۔
فَتْحٌ بمعنی فتح۔ کھول کر بیان کرنا۔ کھولنا بھی ہے۔
= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۔ ای ان کنتم صدقین فی انہ کائن اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو (کہ یوم الفتح یا یوم الفصل ضرور آئے گا)
۳۲: ۲۹ = قُلْ۔ ای قل لھم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== یَوْمَ الْفَتْحِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ یوم القیامۃ
== وَ لَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ سابقہ لَا یَنْفَعُ ..... پر ہے
لَا یُنْظَرُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے نَظَرَ یَنْظُرُ (باب نصر) نَظْرٌ
سے۔ ان کو مہلت نہیں دی جائے گی!
مہلت اس امر کی کہ دنیا میں بھیج کر ان کا ایمان قبول کیا جائے۔ ای لا یمھلون
بالاعادۃ الی الدنیا لیؤمنوا۔

فائدہ:۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے سوال تو یہ کیا کہ یہ فیصلہ کا دن جس کا تم دعویٰ کرتے ہو کب آئے گا؟
اس کے جواب میں فیصلہ کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا اصل مقصد
جلد بازی دکھانا اور استہزا کرنا تھا۔ سو اس کے مقصد کے مدنظر کہا گیا ہے کہ:۔
لا تستعجلوا و لا تستھزءوا۔ (تم جلدی مت مچاؤ اور استہزاء مت کرو) یہ فیصلہ
ہو کر رہیگا اور اس وقت تمہارا ایمان تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ (ایمان نافع وہی ہے جو اس دنیا میں
لایا جائے ورنہ روزِ قیامت حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تو پکے سے پکّے کافر کا پتہ بھی
پانی ہو جائے گا۔ اور وہ ایمان پر مجبور ہو جائے گا)
۳۲: ۳۰ == فَاَعْرِضْ۔ تو منہ پھیرلے۔ تو کنارہ کرجا۔ تو اعراض کر، رُخ گردانی کر، (ان
کی دلآزار باتوں پر غم نہ کر)
== اِنْتَظِرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو انتظار کر، تو منتظر رہ، اِنْتِظَارٌ (افتعال) مصدر
یعنی ان کی انجامِ کار ہلاکت کا انتظار کر۔
== اِنَّھُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حاضر۔ انتظار کرنے والے۔
تحقیق یہ بھی (اپنی انجام کار ہلاکت و بربادی کا) انتظار ہی کر رہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۳۳) سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب مَدَنِیَّۃ (۹۰)

۳۳:۱ = یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ۔ بجائے اسم علم (محمد) کے اسم وصفی سے خطاب کرنا رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت واکرام کے اظہار کے لئے ہے۔
ای ناداہ جلّ وعلا بوصفہ دون اسمہ تعظیمًا لہ وتفخیمًا (روح المعانی)
اللہ تعالیٰ نے بجائے ان کے نام کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کی وصف (نبوت) سے خطاب فرمایا ان کی تعظیم وتکریم و اظہارِ شان کے لئے۔ جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے نام سے خطاب کیا ہے۔ یا موسیٰ۔ یا اٰدم۔ یا نُوْحُ (وغیرہ)
= اِتَّقِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تو ڈر۔ تو ڈرتا رہ۔ وقی مادہ۔
= عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔ منصوب بوجہ خبر کان۔
۳۳:۲ = اِتَّبِعْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر تبع مادہ تو پیروی کر، تو اتباع کر۔
۳۳:۳ = تَوَکَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (اس کا تعدیہ بذریعہ علیٰ ہوتا ہے) توکّلٌ (تفعّل) مصدر تو بھروسا کر۔ تو اعتماد کر۔ تو توکل کر۔
= کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا۔ کَفٰی یَکْفِیْ (ضرب) کِفَایَۃٌ کافی ہونا۔ کافٍ (صفت) کافی کَفَیْتُهٗ شَرَّ عَدُوِّهٖ۔ میں نے اس کو اس کے دشمن کے شر سے بچا دیا۔
کفیٰ کے فاعل پر حرف باء زائد بھی آتا ہے جیسے آیت ہذا میں کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا یعنی اللہ کی وکالت دوسرے کسی کی وکالت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ لفظ اللّٰہ حالت رفعی میں ہے اور وَکِیْلًا تمیز ہے!
(وکالت: کوئی کام کسی کو سونپنا یا اس کے سپرد کرنا)

== مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے ہیں (یہ ایک حقیقت ہے جو اکثر و بیشتر ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے۔ اگر شاذ و نادر کسی کے دو دل فی الواقع اس کے سینے میں پائے جائیں تو علم الابدان میں اس کی کئی وجوہات ملیں گی اور ایسے انسان کے زندہ رہنے کی کوئی مثال آپ کو نہ ملیگی۔ رحم مادر میں جنین کی ابتدائی نشوونما کے دوران کسی امر کی کمی بیشی اس کا سبب بن سکتی ہے جو بذات خود اس خالق حقیقی کی قدرت کے مظاہر میں سے ہے)

اس مثال کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح اس کی دو مائیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ (اس کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنم دیا) اور نہ ہی ایک اولاد کے (بیٹا ہو یا بیٹی) دو باپ ہو سکتے ہیں (بیٹے یا بیٹی کا باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہو بالفاظِ دیگر آدمی اُسی اولاد کا باپ کہلا سکتا ہے جو اس کے اپنے نطفے کی پیداوار ہو)

زبانی کہنے سے اپنی حقیقی ماں کے بغیر نہ کوئی ماں ہو سکتی ہے اور اپنے نطفے کی اولاد کے علاوہ نہ کوئی اولاد ہو سکتی ہے۔

== جَوْف ۔ اندرونی حصہ جو خالی یا کھوکھلا ہو جوف کہلاتا ہے انسان کے پیٹ کو جوف کہتے ہیں لیکن چونکہ دل پیٹ میں نہیں سینہ میں ہوتا ہے اس لئے ترجمہ میں اسے سینہ ہی کہیں گے!

== اَلّٰئِیْ ۔ یہ اَلَّتِیْ کی جمع ہے اسم موصول جمع مؤنث (وہ سب عورتیں) جو۔ جنہوں۔

== تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ ۔ الظَّهْرُ کے معنی پیٹھ۔ پشت کے ہیں۔ اس کی جمع ظُهُورٌ ہے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۹۴: ۳) جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ ظَهَرَ ظاہر ہونا۔ مثلاً مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۶: ۱۵۱) ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَهَرَ پھیلنا۔ مثلاً ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۳۰: ۴۱) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔ وغیرہ۔

تُظٰهِرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُظَاهَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وَظِهَارٌ مصدر سے تم ظہار کرتے ہو۔ الظہار کے معنی خاوند کا بیوی سے یہ کہنا: اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ (تو میرے لئے اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت) چنانچہ کہا جاتا ہے ظَهَرَ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ فقرہ ظہار بول کر عرب میں مرد اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیا کرتا تھا۔

مِنْهُنَّ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب اَزْوَاجَكُمْ کی طرف راجع ہے۔

= اَدْعِيَآءَ كُمْ، اَدْعِيَاءَ - دَعِیٌّ (بروزن فعیل بمعنی مفعول) کی جمع ہے مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر مضاف الیہ۔ تمہارے منہ بولے بیٹے۔ تمہارے لے پالک۔
اَدْعِيَاءَ - بوجہ جَعَلَ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ یہ جَعَلَ کا مفعول اول ہے اور ابناءَ مفعول ثانی ۔ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے بنادیا۔

د ع و مادّہ ہے

= اَفْوَاهِكُمْ - مضاف مضاف الیہ تمہارے منہ۔ اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع ہے فَمٌ اصل میں فُوْهٌ تھا ہ کو گراکر واؤ کو م سے بدل دیا گیا۔
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے
= هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ - ای اللّٰہ یرشد الیٰ سبیل الحق ۔ اللہ راہِ حق پر چلنے کی ہدایت دیتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے !
۳۳: ۵ = اُدْعُوْهُمْ اُدْعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع ادعیاء ہے دَعْوَةٌ مصدر (باب نصر) تم ان کو پکارو۔
= لِاٰبَآئِهِمْ - ای انسبوھم الی اٰباءھم ان کو ان کے اصلی باپ کی طرف نسبت کرو،
= اَقْسَطُ - افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ قرینِ انصاف وعدل ۔
قِسْطٌ حروف اضداد میں سے ہے ۔ قسط بمعنی انصاف بھی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے
وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو!
اور قسط کے معنی دوسرے کا حق مارنا بھی ہے اس لئے یہ ظلم وجور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا - (۷۲: ۱۵) اور وہ جو بے راہ گنہگار ہیں تو وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔
باب افعال سے انصاف کے معنی میں آتا ہے مثلاً وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ - (۴۹: ۹) اور انصاف سے کام لو - بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
= مَوَالِيْكُمْ - مضاف مضاف الیہ - مَوَالِىْ جمع - (دینی) دوست كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تمہارے (دینی) دوست - مَوْلىٰ واحد - وَلِىٌّ مادّہ -

اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِیْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اُن میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا وہ قرب خواہ بلحاظ مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین اور دوستی یا نصرت کے ہو یا بلحاظ اعتقاد کے ہو۔

= جُنَاحٌ ۔ گناہ، جرم، یہ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (۸: ۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ لہٰذا وہ گناہ جو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ پھر ہر گناہ کے لئے استعمال ہونے لگا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو معلوم نہ ہو کہ ان کے ماں باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں تم ان کو یا اخی یا یا مولائی کہہ کر پکار سکتے ہو!

= اَخْطَاْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْطَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم نے خطا کی۔ تم چوک گئے۔

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ میں مَا موصول ہے اور بہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔ جو تم بھول کر کرو۔ تم سے بھول چوک ہو جائے۔ جو تم نادانستہ طور پر کر بیٹھو (اس میں حکم نہی سے قبل کی خطائیں اور بعد کی نادانستہ خطائیں شامل ہیں)

= وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۔ ای ولکن الاثم علیکم فیما تعمدت قلوبکم۔ لیکن اگر تمہارے دل قصداً ایسا کہیں تو اس کا گناہ تم پر ہوگا۔

تَعَمَّدَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَعَمُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے قصداً او عمداً کرنے کے ہیں (جو) انہوں نے ارادۃً کیا۔ تعمد سہو کی ضد ہے

۳۳: ۶ = اَوْلٰى ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ای احق و اقرب الیھم۔ زیادہ مستحق اور زیادہ قریب (نیز ملاحظہ ہو آیت سابقہ)

جب اَوْلٰى کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ نزدیک اور زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے۔ جیسے کہ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (۷۵: ۳۴) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے :-

۱:۔ اہل ایمان کے لئے نبی کی ذات ان کی اپنی جانوں پر مقدم ہے۔
۲:۔ نبی کی اہل ایمان کے ساتھ قربت اہل ایمان کی اپنی جانوں کی قربت سے بھی زیادہ ہے۔ یعنی اہل ایمان جتنا اپنی جانوں کی خیرخواہی کا خیال رکھتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے زیادہ ان کی خیرخواہی کا خیال رکھتے ہیں۔

اَوَّلْ: اس حدیث شریف کی مثبت تعبیر ہے جسے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے:
لَا یؤمنُ احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین: (تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں)

دوئم: کے مضمون میں حدیث شریف ہے ما من مؤمن الا انا اولیٰ بہ فی الدنیا والاخرۃ اقرءوا ان شئتم: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ: واِیما مؤمن مات وترک مالاً فلیرثہ عصبتہ من کانوا۔ ومن ترک دَیْنًا او ضیاعًا فلیأتنی فانا مولاہٗ۔ (کوئی مومن ایسا نہیں جس کا دنیا وآخرت میں میں والی نہیں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم الآیۃ: اور جو مومن فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار وارث ہوں گے اور جو مؤمن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا والی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کی خیرخواہی کا جس قدر خیال تھا اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ (۹: ۱۲۸) جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے انہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) بہت گراں گذرتی ہے (وہ) تمہاری بھلائی کے حریص ہیں اور اہل ایمان کے حق میں تو بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

= اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُولُوا۔ والے۔ اس کی واحد نہیں آتی۔ اَلْاَرْحَام رِحم کی جمع ہے عورت کی بچہ دانی۔ اولوا الارحام رِحم والے۔ ایک ہی رحم سے پیدا ہونے والے۔ قرابت والے۔ سگے رشتہ دار۔
= بَعْضُھُمْ بِبَعْضٍ آپس میں۔ ایک دوسرے کے ساتھ۔
= فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ ای فی ماکتبہ فی اللوح بمطابق اس کے جو اس نے لوح محفوظ

میں لکھ رکھا ہے یا اللہ کے احکام (وراثت) کے مطابق۔

= مِنَ۔ ابتدائیہ ہے۔ سے۔

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ ۔ اللہ کی شریعت کی رو سے شکمی رشتہ دار دوسرے مومنین ومہاجرین سے زیادہ آپس میں قرابت داری رکھتے ہیں (یعنی دینی بھائی چارہ سے خونی رشتہ داری نزدیک تر ہے۔ سیاق وسباق کے مطابق یہ میراث کے متعلق ہے، ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جو مومنین ومہاجرین کو میراث میں حقدار بنادیا گیا تھا وہ ایک عارضی انتظام تھا۔ حکم ہوتا ہے کہ دراصل میراث میں متوفی کے خونی رشتہ داروں ہی کا حق ہوتا ہے۔ ہاں مہاجرین ومومنین کے ساتھ اگر حسن سلوک مطلوب ہو تو اس بارہ میں وصیت ہوسکتی ہے جو اگلے جملہ میں مذکور ہے

= اِلَّا۔ حرف استثناء۔ مگر۔

= اَنْ تَفْعَلُوْٓا میں اَنْ مصدریہ ہے

= اَوْلِيٰٓئِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے دوست، تمہارے رفیق۔

اَوْلِيَآءَ وَلِیٌّ کی جمع ہے۔

= مَعْرُوْفًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب، دستور کے مطابق۔ اچھا سلوک، دستور کے مطابق بھلی بات۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا۔ مگر ہاں اپنے دوستوں کے ساتھ دستور کے مطابق بھلائی کرنا جائز ہے (یعنی شرع کے مطابق ان کے حق میں وصیت کرسکتے ہو)

= فِى الْكِتٰبِ۔ الكتٰب سے لوح محفوظ مراد ہے یا قرآن مجید۔

= مَسْطُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ منصوب (بوجہ خبر کَانَ) لکھا ہوا۔

سَطَرَ يَسْطُرُ (باب نصر) سَطْرٌ بمعنی لکھنا۔

۳۳ : ۷ = وَاِذْ اَخَذْنَا۔ ای واذکر حین اخذنا۔ وہ وقت یاد کر جب ہم نے (عہد) لیا تھا۔

= مِيْثَاقَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا عہد۔ ان کے ساتھ کیا ہوا عہد وپیمان (یعنی احکام شریعت کی تبلیغ اور اس کے اتباع کا وعدہ)

= وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے بھی۔ اَلنَّبِيّٖنَ کے بعد

بالتخصیص آپ کا اور دوسرے پیغمبروں کا نام لینا ان کے اولوا العزم اور صاحب شریعت ہونے کی وجہ سے ہے اور ان کی عظمت و شان کو واضح کرنا مقصود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک دوسرے پیغمبروں سے قبل لانا۔ حالانکہ زمانہ کے لحاظ سے آپ بعد میں تشریف لائے آپ جناب کی دوسرے پیغمبروں پر افضلیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یا بقول علامہ قرطبی رح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کُنْتُ اَوَّلَھُمْ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ۔ یعنی پیدائش میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد۔

= وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ ای عھد عظیم الشان او وثیقًا قَوِیًّا۔ ایک نہایت عظیم وعدہ اور نہایت پختہ میثاق۔ بعض کے نزدیک یہ وعدہ اتباع و تبلیغ احکام شریعت تھا جسے حلف لے کر مزید مؤکد کر دیا گیا۔ یہ جملہ بذات خود اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ کے بعد تاکید مزید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳۳: ۸ = لِیَسْئَلَ میں لام کَیْ کا مرادف ہے اور میثاق لینے کی غایت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے یَسْئَلَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ تاکہ (آپ کا رب) پوچھے۔

= الصّٰدِقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ یَسْئَلَ کے مفعول ہونے کے۔ الصادقین سے مراد پیغمبر ہیں۔ لفظ الصادقین لا کر یہ خود بتا دیا کہ انبیاء نے اپنا عہد پورا کیا اور وہ اپنے اقرار میں سچے تھے۔

= صِدْقِھِمْ۔ یعنی تبلیغ رسالت و دعوۃ الی الحق کے بارے میں۔

= اَعَدَّ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِعْدَادٌ (افعال) مصدر جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں۔ یہ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں اسی اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= اَلْکٰفِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ انکار کرنے والے۔ حق کو نہ ماننے والے، صاحب وحی کے اتباع کے منکر۔

= عَذَابًا اَلِیْمًا۔ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے

= جُنُوْدٌ۔ جُنْدٌ کی جمع۔ لشکر۔ فوجیں۔ مراد الاحزاب (گروہ، ٹولیاں، پارٹیاں) قریش کی پارٹی ابوسفیان کی قیادت میں، بنو اسد کے لشکری طلیحہ کی کمان میں۔ بنو غطفان عیینہ کے تحت، بنو عامر عامر بن طفیل کے تحت۔ بنو سلیم بنو نضیر بنو قریظہ کی سپاہ اپنے اپنے

سالاروں کی کمان میں۔

== رِیْحًا۔ وَجُنُوْدًا دونوں بوجہ اَرْسَلْنَا کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں!

رِیْحٌ وہ ہوا متحرک ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخّر ہے۔

رِیْحٌ اصل میں رِوْحٌ تھا۔ ماقبل کے مکسور ہونے کی بنا پر واؤ کو ی سے بدل دیا گیا! اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کی بنا پر اس کی جمع رِیَاحٌ ہے۔

جُنُوْدًا (ملائکہ کی فوجیں)

== لَمْ تَرَوْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جُنُوْدًا کے لئے ہے جن کو تم نہ دیکھ سکے۔

۳۳: ۱۰ == مِنْ فَوْقِكُمْ۔ تمہارے اوپر کی طرف یعنی مشرق کی طرف سے۔

مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ تمہارے نیچے کی طرف سے یعنی مغرب کی طرف سے۔

(مدینہ کی شرقی سمت اونچی ہے اور غربی سمت نیچی) اَسْفَلَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے اور غیر منصرف لہٰذا لام پر کسرہ کی بجائے فتح ہے۔ بمعنی سب سے نیچا۔ اَعْلٰی کی ضد ہے اور سُفُوْلٌ مصدر۔ سِفْلٌ پستی۔

سَفُلَ یَسْفُلُ (کرم) اور سَفَلَ یَسْفُلُ (نصر) سے بمعنی اَدْنٰی ہونا۔ کمینہ ہونا۔ پست کے معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔

اور ادنیٰ اور کمینہ کے معنوں میں: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ○ (۹۵: ۵) پھر ہم نے (رفتہ رفتہ) اس کی حالت کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔

== زَاغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب زَيْغٌ (ضرب) سے مصدر۔

زَيْغٌ کے معنی حالتِ استقامت سے ایک جانب مائل ہو جانے کے ہیں۔ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ جب آنکھیں اپنی حالت استقامت سے پھر گئیں۔ بوجہ دہشت و حیرت کے یا دوسری تمام چیزوں سے ہٹ کر دشمن پر مرکوز ہونے کی وجہ سے۔

آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ پتھرا گئی تھیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (۶۱: ۵) جب وہ (از خود) صحیح راہ سے ہٹ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو اسی طرف جھکا دیا۔

== بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔ اَلْحَنَاجِرَ

حَنْجَرَۃٌ کی جمع ہے۔ حلق، گلا۔ نرخرہ۔ حنجر مادہ۔
= تَظُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی آیا ہے۔ تم گمان کرنے لگے تھے۔ ظَنٌّ (باب نصر) سے مصدر۔
= بِاللّٰہِ میں باء الصاق کی ہے۔ اللہ کے بارہ میں۔ اللہ کے متعلق، اللہ کے ساتھ۔
= اَلظُّنُوْنَا۔ ظُنُوْنٌ ظَنٌّ کی جمع ہے اور الف اشباع کا ہے (یعنی الف کے ماقبل حرف کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے الف کا لانا حالانکہ وہاں کی ضرورت نہ ہے یہاں الظنون میں بھی درست تھا۔

مثال: ان اَبَا ھَاوَ اَبَا اَبَاھَا قَدْ بَلَغَا فِی الْمَجْدِ غَایَتَاھَا۔ غَایَتَاھَا اصل میں غَایَتَھَا ہے الف رعایت شعری کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ: تحقیق ان کا باپ اور ان کے باپ کا باپ بزرگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں)
الظنون کے متعلق روح المعانی میں ہے الظنون جمع الظّنِ وھو مصدر شامل للقلیل والکثیر وانما جمع للدلالۃ علی تعدد انواعہ۔

(ظنون جمع ظن کی ہے اور ظن گو مصدر ہے اور قلیل وکثیر سب کو شامل ہے تاہم جمع کو اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے متعدد انواع پر دلالت کرے۔ لھذا وتظنون باللّٰہ الظنونا: اور تم لوگ اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کررہے تھے، مخاطبین میں مخلص اور راسخ الایمان اور منافقین سب شامل ہیں)۔ گو ہر فرقے کی سوچ مختلف تھی اور اندیشے بھی مختلف تھے۔

۳۳: ۱۱ = ھُنَالِکَ۔ اسم ظرف مکان وزمان۔ اس جگہ، وہاں۔ اس وقت۔ اس موقع پر
= اُبْتُلِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر، وہ آزمایا گیا اس کا مفعول مالم یسمّ فاعلہٗ المؤمنون ہے لہٰذا ترجمہ ہوگا۔ اس موقعہ پر ایمان والوں کو خوب آزما لیا گیا۔
= زُلْزِلُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ ہلا ڈالے گئے۔ وہ جھنجھوڑے گئے۔ زِلْزَالًا مصدر۔ زَلْزَلَ یُزَلْزِلُ کا مصدر ہے۔ بحالت نصب۔ اس کو زلزال کی کیفیت کی شدت اور اس کی تکرار کے لئے لایا گیا ہے یعنی ان کو بار بار جھنجھوڑا گیا۔ وہ بار بار ہلا ڈالے گئے
= شَدِیْدًا بمعنی سخت۔ شَدٌّ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے زِلْزَالًا کی صفت میں آیا ہے۔

۳۳: ۱۲ == وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔ اس کا عطف اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ پر ہے۔ یا اس کی تقدیر یوں بھی ہوسکتی ہے اُذْكُرْ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔ یاد کر جب منافقین کہہ رہے تھے۔

== وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ جن کے دلوں میں مرض تھا۔ اس سے مراد منافقین کے علاوہ کوئی گروہ تھا جن کی طرف منافقین مائل تھے تاکہ ان کو مشتبہ ظاہر کیا جاوے یا اس سے مراد وہ ضعیف الاعتقاد مسلم تھے جو عنقریب ہی ایمان لائے تھے، یا اس سے مراد خود منافقین بھی ہوسکتے ہیں اور عطف محض تغایر وصف کے لئے ہے۔

== مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ میں مَا نافیہ ہے

== غُرُوْرًا مصدر، واسم، جھوٹی امید۔ دھوکہ۔ دھوکہ دینا۔ غِرٌّ۔ بھولا۔ فریب خوردہ۔ ناتجربہ کار۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔

۳۳: ۱۳ == طَآئِفَةٌ گروہ۔ جماعت۔ بعض لوگ، کچھ لوگ، طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

== مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب یا منافقین کے لئے یا سب کے لئے ہے (للجمیع) جن کا ذکر ابھی ابھی گذرا ہے۔

== يَثْرِبَ۔ مدینہ منورہ کا پہلے یہی نام تھا۔ غیر منصرف ہے بوجہ تانیث ومعرفہ، یا بوجہ معرفہ ووزن فعل۔

== لَا مُقَامَ لَكُمْ ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ٹھہرنے کا موقعہ (تمہارے لئے کوئی ٹھہرنے کا موقعہ نہیں)

== اِرْجِعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر رُجُوْعٌ (باب نصر) مصدر، تم واپس پھر جاؤ۔

== وَيَسْتَاْذِنُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب (مضارع بمعنی حکایت حال ماضی) اس کا عطف قَالَتْ پر ہے، وہ اجازت مانگنے لگا۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (لڑائی سے واپس جانے کی) اجازت مانگنے لگا۔

== يَقُوْلُوْنَ ۔ یا يَسْتَاْذِنُ سے حال ہے یا اس کی تفسیر مضارع بمعنی حکایت حال ماضی

== عَوْرَةٌ۔ ای ذات عورۃ۔ العورۃ انسان کے مقام ستر کو کہتے ہیں۔ مگر یہ معنی کنایۃً ہیں۔ اصل میں یہ عار سے مشتق ہے۔ مقام ستر کے کھلنے سے بھی چونکہ عار محسوس ہوتی ہے اس لئے اسے عَوْرَةٌ کہا جاتا ہے۔ عورت کو بھی عورت اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے بے ستر رہنے کو عار سمجھا جاتا ہے یا ان کے مردوں کے سامنے آنے سے عار ہوتی ہے۔

ہر چیز جس کو چھپایا جائے اور کھلنے سے شرمایا جائے عورۃ کہلاتی ہے اس کی جمع عورات ہے
کھلی جگہ جہاں سے جو چاہے اندر گھس جائے اسے بھی عورت کہتے ہیں۔ اسی معنی میں اس کا استعمال
آیت ہذا میں ہوا ہے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے
مَا مبالغہ نفی کے لئے ہے اور واؤ حالیہ ہے۔

دوسری جگہ ہے قرآن مجید میں ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ (۲۴: ۵۸) سے وہ اوقات
مراد ہیں جب پردہ کیا جاتا ہے اور اس بے گاہ وقت میں کسی کا اندر آجانا موجب عار ہے۔
مُسْتَعَارٌ عارضی استعمال کے لئے لائی گئی چیز کو مستعار اس لئے کہتے ہیں کہ اُسے واپس
لینا موجب عار سمجھا جاتا ہے۔

= اِنْ یُّرِیْدُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= فِرَارًا۔ منصوب مصدر (باب ضرب)

۳۳: ۱۴ = وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْھِمْ۔ دُخِلَتْ ماضی مجہول جس کا مفعول مالم یسمّ فاعلہٗ
البیوت ہے: ای ولو دخلت البُیُوْتُ عَلَیْھِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اُن
قائلین کے متعلق ہے جو کہتے تھے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ۔

دُخِلَتْ علیھم۔ دخلت علیٰ فلان دارہٗ (فلاں کے خلاف اس کے گھر میں
مداخلت کی گئی) سے ہے۔ معنی اگر ان قائلین یعنی چھٹی کی درخواست کرنے والوں کے
خلاف (دشمن کی فوجیں مختلف اطراف سے ان کے گھروں میں) داخل کردی جائیں۔
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَۃَ۔ پھر (دشمن کی طرف سے) ان سے (مسلمانوں کے خلاف) فتنہ
وفساد کا سوال کیا جاتا۔ لَاٰتَوْھَا تو یہ بلاتامل منظور کر لیتے۔ (لام تاکید کا ہے ھَا الفتنۃ
کے لئے ہے)

مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں کافروں کا لشکر مدینہ میں (یا ان کے گھروں میں) داخل
ہوجائے اور ان منافقوں سے کہے کہ آؤ ہم تم مل کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں تو یہ لوگ بلاتامل
آمادہ ہوجائیں۔ مسلمانوں کی لوٹ مار پر اُٹھ کھڑے ہوں اور اس وقت ذرا خیال نہ کریں
کہ آخر اب غیر محفوظ گھروں کی کون حفاظت کرے گا۔ یہ سب ان کی انتہائی مذمت میں
ارشاد ہو رہا ہے۔ (تفسیر الماجدی)

= وَمَا تَلَبَّثُوْا بِھَا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَلَبُّثٌ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے
توقف نہ کیا۔ انہوں نے دیر نہ کی۔ وہ نہ ٹھہرے۔ انہوں نے ڈھیل نہ کی لَبْثٌ مادہ

اس باب سے صرف اسی آیہ میں استعمال ہوا ہے باقی جگہ قرآن مجید میں باب سمع سے آیا ہے۔ بمعنی ٹھہرنا۔ قیام کرنا۔ بِھَا میں بَ ظرفیہ ہے اور ھا کی ضمیر بُیُوْت کی طرف راجع ہے
ترجمہ: اور وہ (ان گھروں میں) تھوڑا (وقت) ہی ٹھہرتے۔

= یَسِیْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر منصوب۔ یسرٌ مادہ۔ تھوڑا۔ آسان، سہل آہستہ۔

= کَانُوْا عَاھَدُوْا۔ ماضی بعید کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے وعدہ کیا ہوا تھا وہ وعدہ کر چکے تھے۔

= یُوَلُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنا۔

= اَلْاَدْبَارَ۔ دُبُر کی جمع، پیٹھیں۔

لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ۔ (کہ) وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے۔

= وَکَانَ عَھْدُ اللّٰہِ مَسْئُوْلًا۔

کَانَ فعل ناقص عَھْدُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم۔ مَسْئُوْلًا۔ کَانَ کی خبر۔ اور اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی بازپرس ہوتی ہے۔

۳۳: ۱۶ = لَنْ یَّنْفَعَکُمُ۔ مضارع نفی تاکید بلن صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں ہرگز نہیں نفع دیگا (کیونکہ تقدیر کا لکھا تو ہوکر ہی رہیگا تم بستر پر ناک رگڑ رگڑ کر مروگے یا جہاد میں شہید ہوگے۔ سب مقدر ہو چکا ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے)

= وَاِذًا۔ تب بھی۔ اس صورت میں بھی۔ اِذًا اصل میں اِذَنْ تھا وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدلا۔ حرف جزاء ہے جملہ شرط محذوف۔ ای ان نفعکم الفرار لکم یکن ذلک الا لزمان قلیل۔

= لَا تُمَتَّعُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم کو فائدہ حاصل کرنے نہیں دیا جائیگا تم کو فائدہ نہیں دیا جائے گا تَمَتُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ فائدہ اٹھانا۔

= قَلِیْلًا۔ ای زمانًا قلیلًا۔ بہت تھوڑی ہی مدت کے لئے یعنی عمر مقدر کا بقیہ حصہ۔

۳۳: ۱۷ = قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= یَعْصِمُکُمْ۔ یَعْصِمُ مضارع واحد مذکر غائب عَصْمٌ مصدر (باب ضرب) وہ بچائیگا

کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کون) بچائے گا تم کو!
عِصْمَۃٌ حفاظت، بچاؤ۔ گناہوں سے پاکیزگی،
= لَھُمْ۔ ان کے لئے، اپنے لئے
۱۸:۳۳ = اَلْمُعَوِّقِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ منصوب المعوّق واحد۔ روکنے والے۔ منع کرنے والے۔ اَلْعَائِقُ وہ جو لوگوں کو خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہو لوگوں کو ان کے مقاصد سے روک کر اپنی طرف متوجہ کرنے والا۔ عَاقَ یَعُوْقُ (باب نصر) عَوْقٌ وَعِیْقٌ مصدر۔ عاق کردینا۔ کسی کو جائداد سے محروم کردینا۔ یَعُوْق ایک بُت کا نام ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا معبود تھا۔
وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ (۷۱:۲۳) اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔
= ھَلُمَّ اِلَیْنَا۔ ہماری طرف آجاؤ۔ ھَلُمَّ اسم فعل بمعنی امر ہے۔ واحد، تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے یہاں بطور فعل لازم آیا ہے لیکن بطور متعدی بھی استعمال ہوا ہے مثلاً قُلْ ھَلُمَّ شُھَدَآءَکُمُ الَّذِیْنَ یَشْھَدُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ ھٰذَا۔ (۶:۱۵۱) کہو اپنے گواہوں کو لاؤ جو بتائیں کہ خدا نے یہ چیزیں حرام کی ہیں۔
= لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ (یہ لوگ) لڑائی میں نہیں جاتے، ضمیر فاعل جمع مذکر غائب المعوقین والقائلین کے لئے ہے۔
= قَلِیْلًا ای لزمانٍ قلیل۔ تھوڑے وقت کے لئے۔ بہت کم۔ برائے نام
۱۹:۳۳ = اَشِحَّۃً۔ حریص لوگ، کسی چیز پر ٹوٹ پڑنے والے۔ شحیح کی جمع جس کے معنی حریص کے ہیں۔ اَلشُّحُّ (اسم) کے معنی حرص کے ساتھ بخل کے بھی ہیں جو انسان کی عادت میں داخل ہوچکا ہے۔ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ (۵۹:۹) اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا۔ اَشِحَّۃً عَلَیْکُمْ تمہارے معاملہ میں بڑے درجے کے کنجوس اور بخیل ہیں اشحۃ یاتون کی ضمیر فاعل سے بوجہ حال ہونے کے یا المعوقین سے حال ہونے کے منصوب ہے۔
= یَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، وہ دیکھتے ہیں۔
یہ رَاَیْتَھُمْ سے حال ہے۔ یعنی تو دیکھے گا ان کو (اس حالت میں کہ) وہ دیکھ رہے ہونگے

تمہاری طرف تَدُوْرُ اَعْیُنُھُمْ یہ حال ہے ضمیر فاعل یَنْظُرُوْنَ سے، اس حالت میں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوں گی۔ دَارَ یَدُوْرُ دَوْرٌ (نصر) گھومنا۔ پھرنا۔ تَدُوْرُ وہ پھرتی ہے وہ چکر کھاتی ہے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

مطلب یہ کہ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اس حالت میں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوں گی۔

= کَالَّذِیْ۔ کَ تشبیہ کے لئے الَّذِیْ اسم موصول۔ اس شخص کی مانند۔

= یُغْشٰی عَلَیْہِ فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب غَشْیٌ وَغَشَیَانٌ (سمع) غُشِیَ عَلَیْہِ بیہوش ہونا۔ غشی والا ہونا (حالت مفعولی) یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ جس پر موت کی غشی طاری ہو۔

= سَلَقُوْکُمْ۔ سَلَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب سَلْقٌ (باب نصر) مصدر۔ سَلَقَ الْبَیْضَ اَوِالْبَقْلَ۔ انڈے یا سبزی کو آگ پر پانی میں جوش دینا یا ابالنا۔ سلقہ بالکلام بات سے کسی کو ایذا پہنچانا۔

= اَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ۔ موصوف وصفت اَلْسِنَۃٌ جمع لِسَانٌ کی۔ زبانیں۔ حِدَادٍ حَدِیْدٌ کی جمع۔ تیز۔ (صفت۔ حَدَدْتُ السِّکِّیْنَ میں نے چھری کی دھار تیز کی، ہر وہ چیز جو بلحاظ خلقت یا بلحاظ معنیٰ کے ایک ہو۔ جیسے نگاہ اور بصیرت اس کی صفت میں الحدید کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں ھُوَحَدِیْدُ النَّظْرِ وہ تیز نظر ہے اور ھوحدید الفَھْمِ وہ تیز فہم ہے اور قرآن مجید میں ہے فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ (۵۰:۲۲) تو آج تیری نگاہ تیز ہے اور جب زبان بلحاظ تیزی کے لوہے کی سی تاثیر رکھتی ہو تو اس کی صفت حدید بھی آجاتی ہے اَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ تیز زبان۔

پس سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ کا ترجمہ ہوا:۔ تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں تیز زبانی کرتے ہیں۔ یعنی سوء کلام سے آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں

= اَشِحَّۃً اوپر ملاحظہ ہو۔ اَشِحَّۃً عَلَی الْخَیْرِ۔ مال غنیمت (یا محض مال) کے معاملہ میں سخت حریص و بخیل۔ اَشِحَّۃً ضمیر فاعل سَلَقُوْکُمْ سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب اَلْخَیْر بمعنی مال: ارشاد ہے وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰:۸) اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔

= فَاَحْبَطَ فَ ترتیب کا ہے اَحْبَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِحْبَاطٌ (افعال)

مصدر۔ اس نے ضائع کر دیئے۔ اس نے اکارت کر دیئے بے کار کر دیئے۔

== یَسِیْرًا۔ آسان، سہل۔ کَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳۳: ۲۰ == یَحْسَبُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب، حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اوپر مذکور ہوئیں۔

== لَمْ یَذْهَبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں گئے۔ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا۔ (دشمن بھاگ بھی گئے لیکن یہ بزدل یہی) خیال کرتے ہیں کہ (دشمنوں کے) جتھے ابھی نہیں گئے۔

== یَاْتِ۔ مضارع واحد مذکر غائب (اگر بَ لفظ یہ مفعول پر ہو تو فعل متعدی ہوگا) اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ یَاْتِ اصل میں یَاْتِیْ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہو کر یاء کو حذف کیا گیا۔ اِنْ یَّاْتِ اگر وہ (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں۔

== یَوَدُّوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ جزاء) جمع مذکر غائب مَوَدَّةٌ مصدر۔ وہ آرزو کریں گے۔ وہ خواہش کریں گے۔ وہ چاہیں گے۔

== لَوْ۔ کاش۔

== بَادُوْنَ۔ بَادٍ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بَدَاوَةٌ سے جس کے معنی صحرا میں اقامت اختیار کرنے کے ہیں۔ بادیہ نشین۔ باہر والے۔ صحرانشین، اَلْبَدْوُ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَاءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲: ۱۰۰) آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بَدْوٌ بمعنی بَادِیَةٌ (صحرا) ہے۔ بَدَا یَبْدُوْا بَدْوٌ وَبِدَاءٌ کے معنی نمایاں طور پر ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں نمایاں اور ظاہر نظر آئیں۔ اُسے بَدْوٌ (بَادِیَةٌ) کہا جاتا ہے۔ اور البادی کے معنی صحرانشین کے ہیں۔

== اَلْاَعْرَابُ: سکان البادیة خاصّة والواحد منهم الاعرابي صحرا کے رہنے والوں کو الاعراب کہتے ہیں اس کی واحد الاعرابي ہے اس کے مقابلہ میں جو عرب شہروں میں بسنے والے ہوں ان کو عربی کہتے ہیں۔

یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ۔ وہ یہ چاہیں گے کہ کاش وہ صحرا میں بسنے والے بدوؤں میں ہوتے (جہاں دشمن کے حملے سے بچے رہتے)

== یَسْئَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِکُمْ۔ یہ جملہ فاعل بَادُوْنَ سے حال ہے۔

(وہاں سے ہی آنے جانے والوں سے دریافت کرتے رہتے ہیں کہ الاحزاب کے ہاتھوں تمہارا کیا حال ہوا اپنی بزدلی کی وجہ سے ان میں قتل وقتال کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کی بھی ہمت نہ تھی بجہ جائیکہ اس قتال میں وہ خود حصہ لیتے)

۳۳ : ۲۱ = اُسْوَةٌ۔ اَلْاُسْوَةُ وَالْاِسْوَةُ (جیوں قُدْوَةٌ وقِدْوَةٌ) انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس میں وہ دوسرے کا متبع ہوتا ہے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بُری، سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں اُسْوَةٌ کی صفت حَسَنَةٌ لائی گئی ہے۔

مفسرین نے اُسْوَةٌ کے کئی معنی لئے ہیں: چال، ڈھنگ، نمونۂ عمل، پیشوا، رہنما، امام، غمگسار، مقتدیٰ،

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو (انفرادی، اجتماعی، خانگی وملی ومعاشرتی واخلاقی) کے لئے شمع ہدایت ہے

لیکن یہاں اشارۂ خصوصی معرکۂ جنگ میں ثبات واستقامت سے متعلق ہے۔

اس جنگ میں آپ نے محنت ومشقت کی صعوبتیں سہیں، بھوک وپیاس کی کلفتوں کو برداشت کیا۔ حضور کا رُخِ انور زخمی ہوا، دندانِ مبارک شہید ہوئے، قریبی عزیز واحبا، کی جانیں قربان ہو گئیں۔ لیکن ان تمام حالات میں صبر وشکر، ثبات واستقامت کا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔

(کلام میں اس کو صنعتِ تجرید کہتے ہیں اور صفات سے قطع نظر کرکے صرف ایک صفت سے غرض رکھنا) اُسْوَةٌ اسم ہے ء س و مادہ۔

= یَرْجُوْا مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءٌ مصدر (باب نصر)

ڈرتا ہے۔ اندیشہ رکھتا ہے یا امید رکھتا ہے (اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اور قیامت کے آنے کی)

لِمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ... بدل ہے لَكُمْ کا کہ مقصود مخاطبین سے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں۔

مثال: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ (۷ : ۷۵) اس کی قوم کے سرداروں نے جو کہ غرور رکھتے تھے ان کمزور (لفظی معانی: جو کمزور خیال کئے جاتے تھے) لوگوں سے جو ایمان لائے تھے ان میں سے ،،خطاب

ان سے تھا الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا صرف توطیہ وتمہید کے لئے آیا ہے۔

۳۳: ۲۲ = وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ: اور جب اہل ایمان نے (دشمنوں کے) جتھوں کو دیکھا۔

(اس سے قبل منافقین ومعوقین کا حال بیان ہوا اب ان کے برعکس دشمنوں کے خلاف مومنین کا ردِ عمل ملاحظہ ہو)

= تَسْلِیْمًا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدرت واحکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا یعنی ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور پختہ ہو گئی۔

۳۳: ۲۳ = مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور مومنین سے مراد مطلقًا اُن سے ہے جو اخلاص سے ایمان لائے ہوئے تھے۔

= رِجَالٌ۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

رِجَالٌ پر تنوین تعظیم کی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوت ومردانگی میں بے نظیر تھے۔ یقال فلان رجل فی رجال ای کامل الرجولیۃ بینھم (المنجد) یعنی اہل ایمان میں سے ایسے جواں مرد اور پاکباز عشاق بھی ہیں جنہوں نے اپنے رب کریم سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔

بعض کے نزدیک یہ حضرات انس بن نضر، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حمزہ، مصعب بن عمیر وغیرہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

یہ حضرات بعض وجوہ کی بنا پر جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا ان کو ازحد افسوس تھا۔ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اب کوئی ایسا موقعہ آیا تو وہ اپنی جانبازی کے جوہر دکھائیں گے۔

= صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ صَدَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، صِدْقٌ (باب نصر) سے مصدر۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صَدَقَ فِی الْحَدِیْثِ سچ بولنا۔ وصدق فی الوعد۔ وعدہ پورا کرنا۔ وصدق فی القتال۔ بے جگری سے لڑنا۔

= مَا موصولہ ہے۔

عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ جس کے متعلق انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ معاهدة (مفا علۃ سے)

= مِنْهُمْ۔ میں بھی مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بعض۔ کچھ، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان مومنین

کے لئے ہے جس کا اشارہ مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ میں ہے یا رِجَالٌ جو اس سے قبل مذکور ہے
== مَنْ موصولہ ہے۔
== قَضٰى نَحْبَهٗ ۔ قَضٰى ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) قضٰى يَقْضِيْ قَضَاءٌ پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ مثلاً قَضٰى حَاجَتَهٗ اس نے ضرورت کو پورا کیا۔ قَضٰى وَطَرَهٗ اپنی مراد کو پہنچا۔ قَضَى الصَّلٰوةَ نماز کو ادا کرنا۔ نَحْبٌ نذر کو کہتے ہیں۔ نَحَبَ يَنْحُبُ (نصر) نَحْبًا۔ نذر ماننا قَضٰى نَحْبَهٗ اس نے اپنی نذر کو ادا کیا۔ اس نے اپنی منت پوری کردی۔ کبھی نَحْبٌ سے کنایۃً موت مراد لی جاتی ہے کیونکہ موت بھی ہر جاندار کے گلے میں نذر کی طرح لازم ہے۔ سو قضٰی نحبہ یا قضٰی اجلہ سے مراد موت آجانا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ان میں کچھ ایسے تھے جو اپنی نذر پوری کر چکے۔ یعنی شہادت پاگئے۔ (مثلاً حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ)
== وَ مِنْهُمْ مَّنْ (اوپر مذکور ہوا) يَنْتَظِرُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْتِظَارٌ (افتعال) مصدر۔ وہ انتظار میں ہے، وہ منتظر ہے:
اور ان میں وہ بھی ہیں جو راہ دیکھ رہے ہیں (کہ کب شہادت کی سعادت انہیں نصیب ہو) ان میں حضرت عثمان اور حضرت طلحہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔
== مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ماضی منفی جمع مذکر غائب، انہوں نے نہیں بدلا۔ تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ مصدر منصوب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ اپنے ارادہ وعہد پر ثابت قدم اور پختہ ہیں انہوں نے ہرگز اپنا ارادہ نہیں بدلا۔
" تفسیر ماجدی میں ہے کہ تَبْدِيْلًا تنوین تصغیر کے لئے ہے یعنی کسی نوع، کسی قسم کی ادنیٰ تبدیلی بھی ان میں نہیں ہوئی۔ اس جملہ کا عطف صَدَقُوْا پر ہے اور ضمیر فاعل کا مرجع .... منتظرین ہے۔
۳۳ ، ۲۴ == لِيَجْزِيَ ۔ لام تعلیل کا ہے يَجْزِيَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے منصوب بوجہ عمل لام۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) تاکہ وہ جزا دے۔ بدلہ دے۔ اس سے قبل وقع جمیع ما وقع (یہ سب کچھ اس لئے وقوع پذیر ہوا) مقدر ہے۔
== الصّٰدِقِيْنَ ۔ ای الذین صدقوا ما عاهدوا اللّٰهَ علیہ۔ جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔
== بِصِدْقِهِمْ ۔ باء سببیہ ہے۔ صِدْقِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا اپنے عہد کو

پورا کر دکھانے کا فعل۔

== لِیُعَذِّبَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تعلیل، تاکہ وہ عذاب دیوے۔

== اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ۔ یا ان کو معاف کردے، تَابَ یَتُوْبُ تَوْبًا (باب نصر) سے مصدر اگر الی کے صلہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوں گے کہ بندے کا اپنے گناہوں سے روگردانی کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اگر علی کے صلہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کرکے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا۔

== غَفُوْرًا (بڑا معاف کرنیوالا) رَحِیْمًا (نہایت رحم والا) منصوب بوجہ خبر کان کے ہے

۳۳: ۲۵ == رَدَّ ماضی واحد مذکر غائب رَدٌّ (باب نصر) اس نے پھیر دیا۔ اس نے لوٹا دیا۔ اس نے واپس کردیا۔ پسپا کردیا (یہاں معنی ہیں نامراد پسپا کردیئے اللہ تعالیٰ نے)

== بِغَیْظِہِمْ: باء مصاحبت و ملابست کی ہے بمعنی مَعَ غَیْظِہِمْ مضاف مضاف الیہ غیظ ھُوَ اَشَدُّ الغضب۔ سخت غصہ، وہ گرمی جو انتہائی غضب کے وقت دل میں محسوس ہوتی ہے۔ بِغَیْظِہِمْ۔ اسم موصول الذین سے حال ہے۔

== لَمْ یَنَالُوْا مضارع نفی جحد بلم نَیْلٌ مصدر باب سمع۔ وہ نہ پاسکے۔

== خَیْرًا۔ بھلائی۔ مراد فتح و کامیابی۔ خَیْرًا مال بھی ہوسکتا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے)

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا: اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جنہوں نے کفر کیا تھا واپس لوٹا دیا درآں حالیکہ وہ اپنے ہی غصہ و غضب میں کھول رہے تھے اور وہ کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکے تھے۔

== کَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب، (باب ضرب) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے۔ کِفَایَۃٌ مصدر و نیز اسم مصدر۔ وہ چیز جو ضرورت پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (متعدی بدو مفعول ہے) اور اللہ ہی کافی رہا مومنوں کے لئے جنگ میں (یعنی ان کو جنگ لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ اور دشمن خود ہی اپنے غصہ میں بھرے پیٹھے ناکام واپس ہونے)

== قَوِیًّا (صفت مشبہ طاقتور) عَزِیْزًا (مبالغہ کا صیغہ نہایت زبردست) دونوں منصوب بوجہ خبر کان کے ہیں۔

۳۳:۲۶ = اَنْزَلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِنْزَالٌ (افعال) سے اس نے اتارا اس نے نازل کیا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔
اَلَّذِیْنَ اسم موصول ظَاهَرُوْهُمْ۔ ظَاهَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُظَاهَرَةٌ (مفاعلۃ) سے باہمی معاونت کرنا۔ پشتیبانی کرنا۔ ظَاهَرُوْا میں ضمیر فاعل اسم موصول اَلَّذِیْنَ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَلْاَحْزَاب کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اَهْلِ الْكِتٰبِ مضاف مضاف الیہ اہل یہود۔
اَلَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے دشمنوں کے جتھوں کی امداد کی تھی۔ یہ جملہ اَلَّذِیْنَ کی نعت میں جو اَنْزَلَ کا مفعول ہے! اور مراد اس سے بنو قریظہ ہیں جو اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ دوستی کے پابند تھے۔ لیکن کفار کے لشکر، اس کا طمطراق، اس کا سامانِ حرب دیکھ کر بنو نضیر (ایک اور یہودی قبیلہ) کے ایماء پر عہد شکنی کا ارتکاب کر کے لشکر کفار کے ساتھ مل گئے تھے۔
= مِنْ صَيَاصِيْهِمْ۔ مِنْ حرف جار ہے صَيَاصِيْهِمْ مضاف مضاف الیہ، صَيَاصِيْ صِيْصَةٌ کی جمع ہے بمعنی قلعہ، گڑھی، ہر وہ چیز جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے صِيْصَةٌ کہلاتی ہے۔ اسی اعتبار سے گائے کے سینگ اور مرغ کے خار کو بھی صِيْصَةٌ بولتے ہیں۔ ص ی ص مادہ۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ کی طرف راجع ہے۔
مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قلعے سے باہر اتار لایا (محاصرہ کے طول سے تنگ آکر وہ خود باہر آئے اور صلح کی چارہ جوئی پر مجبور ہو گئے)
= قَذَفَ، ماضی واحد مذکر غائب قَذْفٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ قَذَفَ کے اصلی معنی تیر کو دور پھینکنے کے ہیں پھر تیر کی شرط کو ساقط کر کے دور پھینکنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اسی بناء پر دور دراز کے شہر کو بَلْدَةٌ قَذِيْفَةٌ بولتے ہیں قرآن مجید میں ہے وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷ : ۸) اور ہر طرف سے ان پر (انگارے) پھینکے جاتے ہیں پھر محض اتارنے یا ڈال دینے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ مثلاً فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ (۲۰ : ۳۹) پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو۔ یہاں آیت ہذا میں بھی ڈالنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ مجازاً گالی دینا۔ تہمت زنا لگانا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔

== فَرِيْقًا - فریق، گروہ، (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے) ایک فریق کو،
یہاں فَرِیْق سے مراد آدمیوں کا گروہ، لان القتل وقع علی الرجال (کیونکہ فیصلہ یہی ہوا تھا کہ بنو قریظہ کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے) مفعول کو فعل سے مقدم بوجہ اعتناء و استعظام لایا گیا ہے!
تَقْتُلُوْنَ - تم قتل کرتے ہو، تم قتل کرو گے! یہاں مضارع بمعنی حکایت حال ماضی آیا ہے!
(ایک فریق کو) تم نے قتل کر دیا۔
== تَاْسِرُوْنَ - تم اسیر کرتے ہو، تم قید کرتے ہو۔ اَسْرٌ (باب ضرب) سے جس کے معنی قید میں باندھنے کے ہیں۔ مضارع بمعنی حکایت حال ماضی، تم نے قید کر لیا۔ (اس میں عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کی طرف اشارہ ہے)

۳۳ : ۲۷ == اَوْرَثَكُمْ - اَوْرَثَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِيْرَاثٌ (افعال) سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو وارث بنایا۔ اس کا عطف اَنْزَلَ پر ہے۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اَرْضَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی، (بمعنی زیر کاشت اراضی مشتمل بر باغات و نخلات) دِيَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثالث۔ (بمعنی ان کے حصون قلعے، گڑھیاں) اَمْوَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول رابع، ان کے مال (بمعنی مویشی ونقد مال) وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا (اور زمین جس پر ابھی تم نے قدم نہیں رکھا۔ جو بعد میں مسلمانوں کی تحویل میں آنے والے ملک تھے) لَمْ تَطَئُوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَطِئَ يَطَأُ (باب سمع) وَطْأً۔ مصدر۔ وطی الشئ برجلہ پاؤں کے نیچے روندنا۔ پامال کرنا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً (۷۳ : ۶) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے۔
لَمْ تَطَئُوْهَا جس کو تم نے اپنے پاؤں تلے نہیں روندا۔ یعنی جہاں (ابھی تک) تم نے پاؤں نہیں رکھا۔ هَا ضمیر اَرْضًا کے لئے ہے، و ط ء مادہ۔
== قَدِيْرًا صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر بحالت نصب۔ نصب بوجہ خبر کَانَ ہے۔
قَدِيْرٌ وہ ہے جو اقتضاء حکمت کے موافق جو چاہے کرے۔ شرعی اصطلاح میں قدیر کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔
== فَتَعَالَيْنَ فاء ترتیب کا ہے۔ تَعَالَيْنَ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ تَعَالِيْ (تفاعل) سے تَعَالٰى يَتَعَالٰى تَعَالِيٌ۔ تَعَالِ امر کا صیغہ ہے بمعنی بلند مقام کی طرف بلانا۔ پھر

ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزلت کے ہیں۔ گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزلت کے حصول کی دعوت ہے۔ تَعَالِ۔ ھَلُمَّ کا ہم معنی ہے۔ فَتَعَالَيْنَ تو تم آؤ۔

= اُمَتِّعْكُنَّ اُمَتِّعُ۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعیل) سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ تَمْتِيْعٌ کے معنی تھوڑا بہت فائدہ پہنچانا یا تھوڑا بہت اسباب و مال دینا کے ہیں۔ كُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث حاضر کا صیغہ ہے۔ میں تمہیں کچھ مال (متاع دیدوں)

= اُسَرِّحْكُنَّ اُسَرِّحُ۔ سَرَّحَ يُسَرِّحُ تَسْرِيْحٌ (تفعیل) سے مضارع واحد متکلم ہے۔ تَسْرِيْحٌ کے معنی چھوڑنے یا رخصت کرنے کے ہیں۔ تَسْرِيْحٌ کے اصل معنی جانوروں کو چرنے کے لئے چھوڑ دینے کے ہیں۔ استعارۃً اس کے معنی طلاق دینے کے بھی ہیں۔ خود طلاق کا لفظ اِطْلَاقُ الْاِبِلِ (اونٹ کا پائے بند کھولنا) کے محاورہ سے مستعار ہے

= سَرَاحًا جَمِيْلًا موصوف و صفت۔ سَرَاحًا رخصت کرنا۔ چھوڑنا۔ طلاق دینا۔ تَسْرِيْحٌ سے اسم ہے۔ جیسے تَبْلِيْغٌ سے بَلَاغٌ ہے خوبی کے ساتھ رخصت کرنا۔ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ تمہیں خوبصورتی کے ساتھ (آبرو مندانہ طریقہ سے) رخصت کردوں۔

۳۳ : ۲۹ = اَعَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) سے اس نے تیار کیا ہوا ہے۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادٌ، عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اِعْدَادٌ کا مطلب ہوا کہ کسی چیز کو اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے!

= مُحْسِنٰتِ۔ مُحْسِنَةٌ کی جمع ہے جو مُحْسِنٌ سے مؤنث ہے۔ اسم فاعل جمع مؤنث ہے۔ نیکوکار عورتیں۔

= مِنْكُنَّ۔ میں مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔ تم میں سے وہ جو نیکوکار ہیں۔

= اَجْرًا عَظِيْمًا۔ موصوف و صفت نصب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔

۳۳ : ۳۰ = يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ یا حرفِ نداء نِسَآءَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے نبی کی بیبیو! بیویو!

= مَنْ شرطیہ ہے۔ جو کوئی۔

= یَأْتِ مضارع واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔
یہ اصل میں یَأْتِیْ تھا۔ شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا حذف ہوگئی۔ یہ فعل لازم ہے بمعنی آتا ہے یا آئے گا۔ لیکن اگر اس کے بعد مفعول پر بؔ ہو تو متعدی ہوگا؛ اور بمعنی لاتا ہے یا لائے گا ہوگا؛ مَنْ یَّأْتِ بِفَاحِشَۃٍ جس کسی نے بے ہودگی کا ارتکاب کیا۔
= مِنْکُنَّ میں مِنْ تبعیض کے لئے ہے کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر، تم عورتوں میں سے
= فَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ۔ موصوف وصفت۔ کھلی بیہودگی۔ حالتِ جر بوجہ عمل بآء حرف جار۔
= یُضٰعَفْ۔ مضارع مجہول مجزوم بوجہ شرط واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ دوگنا کیا جائے گا۔ مُضٰعَفَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر سے۔ ضعف مادّہ
= لَھَا میں ھَا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔
= ضِعْفَیْنِ۔ دوچند۔ دوگنا۔ ضِعْفٌ کا تثنیہ۔